جلد سوم

تالیف

امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

سید محمد اقبال شاہ ○ محمد بوستان ○ محمد انور مگھالوی

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	تفسیر در منثور مترجم (جلد سوم)
مصنف	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ متن قرآن مجید	ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	مولانا سید محمد اقبال شاہ، مولانا محمد بوستان، مولانا محمد انور مگھالوی
	من علماء دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
	قاری اشفاق احمد خان، انور سعید، لاہور
سال اشاعت	نومبر 2006ء
ناشر	الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 31
قیمت	/- سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

آیاتہا ۱۶۵ ﴿ سُورَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ ۶ ﴾ رکوعاتہا ۲۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

امام ابن الضریس، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ سورت الانعام مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی (1)۔

امام ابوعبید اور ابن الضریس رحمہم اللہ نے فضائل میں، ابن المنذر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سورت الانعام مکمل طور پر رات کے وقت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے گرد ستر ہزار فرشتے بلند آواز سے تسبیح بیان کرتے رہے (2)۔

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سورت الانعام مکمل طور پر مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی اور اس کی خبر پھیلانے کے لیے اس کے ساتھ ملائکہ کی ایک جماعت بھی اتری۔ فرشتے زمین و آسمان کے مابین بلند آواز سے تسبیح و تحمید بیان کرنے لگے حتی کہ قریب تھا کہ ان کی تسبیح کی آواز سے ساری زمین گونج اٹھتی۔ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کی تسبیح کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رعب طاری ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر گئے۔ سو آپ پر مکہ مکرمہ میں یہ سورت نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سورت الانعام دوران سفر ملائکہ کی آواز کی گونج میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ ملائکہ زمین و آسمان کے مابین خلاء کو بھرے ہوئے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ سورت الانعام نازل ہوئی، ستر ہزار فرشتے اس کے ہمراہ تھے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے یہ قول روایت کیا ہے کہ مکمل سورت الانعام یکبارگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ میں نے اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ قریب تھا کہ اس کے بوجھ سے ناقہ کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں (3)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر مکمل سورۃ الانعام یکبارگی نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے جن کی تسبیح و تحمید سے فضا میں گونج تھی (4)۔

امام طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور سلفی رحمہم اللہ نے الطیوریات میں حضرت انس رضی اللہ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 142، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 12، صفحہ 215 (1293) مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ ایضاً، جلد 24، صفحہ 178 (449)

4۔ تفسیر ابن کثیر، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 1283، دار ابن حزم بیروت

عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر سورۃ الانعام نازل ہوئی اور اس کے ساتھ فرشتوں کی اتنی کثیر تعداد تھی جس نے مشرق و مغرب کو بھر دیا۔ ان کی تسبیح و تقدیس کی آواز سے زمین گونج رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ یہ پڑھتے رہے" سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ "(1)۔

امام حاکم، بیہقی نے شعب الایمان میں اور اسماعیلی رحمہم اللہ نے اپنی معجم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سورت الانعام نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی پھر فرمایا اس سورت کے ساتھ اتنے ملائکہ نازل ہوئے جنہوں نے افق کو بھر دیا۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے(2)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب رحمہم اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قرآن کریم پانچ پانچ آیتیں کر کے نازل کیا گیا ہے۔ جس نے اس کی پانچ پانچ آیتیں حفظ کیں اسے یہ کبھی نہیں بھولتا۔ مگر سورت الانعام یکبارگی ہزار فرشتوں کی معیت میں نازل ہوئی۔ ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اسے پھیلاتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اسے حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچا دیا۔ جس بیمار کے پاس بھی یہ سورت پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرماتا ہے۔ بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر مکمل سورۃ الانعام یکبارگی نازل کی گئی۔ ستر ہزار فرشتے اس کے ہمراہ تھے۔ (فضاءیں) ان کی تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کی آواز سے گونج تھی۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ سورۃ الانعام بیک وقت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تین آیات کے سوا یہ ساری سورت مکی ہے۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ سے لے کر تین آیات کی تکمیل تک آیات مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں (یہ آیات 151 تا 153 ہیں)

امام دیلمی رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ سورۃ الانعام پڑھنے والے کو ندا دی جائے گی کہ اس سورت کے ساتھ محبت کرنے اور اس کی تلاوت کرنے کے سبب جنت کی طرف آجا(4)۔

امام عبدالرزاق، فریابی، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مکمل سورۃ الانعام بیک وقت نازل ہوئی اور اس کی عزت و تکریم کے لیے اس کے ساتھ پانچ سو فرشتے بھی نازل ہوئے(5)۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ سورۃ الانعام بیک وقت نازل ہوئی اس کے ساتھ ستر ہزار ملائکہ نازل ہوئے یہ تمام سورت مکی ہے سوائے آیت 111 کے کہ وہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور وہ یہ ہے وَلَوْ اَنَّنَا

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 470، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 344 (3266)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 471 (2435)
4۔ مسند الفردوس للدیلمی، جلد 5، صفحہ 495 (8868)، دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 40، دار الکتب العلمیہ بیروت

نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ (الآیہ)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب سورت الانعام نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح بیان کی پھر فرمایا اس سورت کے ہمراہ اتنے ملائکہ نازل ہوئے جنہوں نے افق کو بھر دیا۔

امام فریابی، اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ نے مسند میں، اور عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ مکمل سورۃ الانعام بیک وقت نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ ملائکہ کی ایک جماعت تھی جو آسمان دنیا سے لے کر زمین تک منظم تھے دو آیتوں کے سوا یہ مکمل سورت مکی ہے اور وہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے دو آیتیں مکمل ہونے تک ہیں (یہ آیات 151 اور 152 ہیں)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سورۃ الانعام بیک وقت نازل کی گئی ہے، اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ دو آیتوں کے سوا مکمل سورۃ الانعام مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ دو آیتیں مدینہ طیبہ میں ایک یہودی کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور یہ وہ آدمی ہے جس نے یہ کہا تھا: مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (الانعام: 91) الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکمل طور پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مگر دو آیتیں ایک یہودی کے بارے مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس آدمی نے یہ کہا تھا: مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (الانعام: 91) اور وہ فنحاص یہودی تھا یا مالک بن صیف۔

امام ابوعبید نے فضائل میں، دارمی نے مسند میں، محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ سورۃ الانعام لوازم قرآن میں سے ہے۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے کہ الانعام لوازم قرآن میں سے ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حبیب ابی محمد العابد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جو کوئی سورۃ الانعام کی پہلی تین آیات تَكْسِبُوْنَ تک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے بھیج دے گا جو یوم قیامت تک اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے اور ان کے اعمال کی مثل اس کے لیے اجر ہوگا اور جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا ماء سلسبیل سے سیراب کرے گا اور ماء کوثر سے اسے غسل دے گا اور فرمائے گا: اَنَا رَبُّكَ حَقًّا وَّاَنْتَ عَبْدِیْ حَقًّا۔ میں تیرا سچا رب ہوں اور تو میرا سچا بندہ ہے۔

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت حبیب بن عیسیٰ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابو محمد الفارسی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جس کسی نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیات پڑھی۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جو قیامت تک اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے اور اس کے لیے ان کے اجر کی مثل اجر ہوگا۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ اسے

جنت میں داخل فرمائے گا، اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا فرمائے گا، اسے جنت کے پھل کھلائے گا، وہ آب کوثر سے سیراب ہوگا اور نہر سلسبیل میں غسل کرے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے''۔

امام سلفی رحمہ اللہ نے کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جس نے صبح کی نماز کے بعد سورۃ الانعام کی پہلی تین آیات وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ تک پڑھیں۔ اس کے لیے چالیس ہزار فرشتے نازل ہوں گے جن کے اعمال کی مثل اس کے لیے اجر لکھا جائے گا۔ اس کی طرف سات آسمانوں کے اوپر ایک فرشتہ بھیجا جائے گا جس کے پاس لوہے کا گرز ہوگا۔ اگر شیطان اس کے دل میں کوئی برائی القاء کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے گرز کے ساتھ مارے گا یہاں تک کہ بندہ اور شیطان کے درمیان ستر حجابات قائم ہو جائیں گے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔ تو میرے سائے میں چل، کوثر سے سیراب ہو، سلسبیل سے غسل کر اور بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہو جا ''اَنَا رَبُّكَ وَاَنْتَ عَبْدِيْ: اِمْشِ فِيْ ظِلِّيْ وَ اشْرَبْ فِي الْكَوْثَرِ، وَاغْتَسِلْ مِنَ السَّلْسَبِيْلِ، وَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ''۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور پھر وہیں مسجد میں بیٹھ کر سورۃ الانعام کی پہلی تین آیات پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر فرشتے مقرر فرما دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے لیے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے (1)۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ ایک رات حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرے۔ آپ مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ حذیفہ نے کہا میں بھی نماز پڑھنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورت البقرہ شروع کی۔ جب ختم کی تو یہ الفاظ طاق مرتبہ کہے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پھر آل عمران شروع کی۔ جب اسے ختم کیا تو رکوع نہ فرمایا اور تین مرتبہ یہ الفاظ کہے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ۔ پھر سورت المائدہ شروع کی، اسے ختم کیا اور رکوع فرمایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے تھے۔ جس سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ مذکورہ الفاظ کے سوا کچھ اور بھی کہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سورۃ الانعام شروع کی تو میں آپ کو چھوڑ کر چلا گیا (2)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①

1۔ روح المعانی، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 76، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 147 (2842) بیروت

''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور بنایا اندھیروں کو اور نور کو پھر بھی جنہوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) برابر ٹھہرا رہے ہیں''۔

امام ابن الضریس نے فضائل القرآن میں، ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے تورات کو اس آیت سے شروع کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ اور اس آیت کے ساتھ ختم کیا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ (بنی اسرائیل)(1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ تورات میں یہ آیت چھ سو نمبر پر ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد وستائش اور اپنی مخلوق کی عظمت ورفعت کا ذکر کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ان کے پاس خارجیوں میں سے ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ الآیہ۔ ''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اور اندھیروں اور نور کو بنایا ہے پھر بھی جنہوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) برابر ٹھہرا رہے ہیں'' کیا اسی طرح نہیں؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! تو وہ واپس جانے لگا۔ پھر آپ نے اسے واپس لوٹنے کو کہا۔ جب وہ واپس لوٹا تو آپ نے اسے فرمایا یاد رکھو یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ ان کے پاس خوارج میں سے ایک آدمی آیا اور اس نے یہ آیت پڑھی: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۬ الآیہ پھر اس نے دریافت کیا کیا وہ لوگ کافر نہیں ہیں جو اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر ٹھہراتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں! تو وہ آدمی واپس چلا گیا۔ بعد ازاں آپ کے گروہ میں سے ایک آدمی نے کہا اے ابن ابزی! یہ آدمی تو خوراج میں سے تھا۔ اس نے اس سوال کے سبب آپ کے نظریہ کے خلاف آیت کی تفسیر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ تو تب آپ نے کہا اسے میرے پاس واپس بلا لاؤ۔ جب وہ آدمی آیا تو ابن ابزی نے پوچھا کیا تو جانتا ہے یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو پھر آپ نے اسے بتایا یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسے اپنے محل کے بغیر مت چسپاں کرو(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۬ زنادقہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ اندھیروں،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 169، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 170

کیڑے مکوڑوں، بچھوؤں اور قبیح چیزوں میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اس نے نور کو اور ہر اچھی شے کو پیدا کیا ہے۔ تو اس وقت ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابوالشیخ نے مجاہد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ سورۃ انعام لے کر اترے، تسبیح وتکبیر اور تہلیل وتحمید کے ساتھ ان کی آوازیں بلند تھیں۔ بعدازاں مجاہد نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ میں تین ادیان کا رد ہے۔ ان میں سے ایک دہریہ کا رد ہے کیونکہ ان کا نظریہ ہے کہ تمام اشیاء دائمی ہیں۔ پھر فرمایا وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ میں ان مجوسیوں کا رد ہے جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ ظلمت اور نور دو تدبیر کرنے والے (مدبر) ہیں۔ پھر فرمایا: ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ میں مشرکین عرب کا رد ہے اور ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو الٰہ مانا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابوروق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں تمام مقامات پر جَعَلَ بمعنی خلق ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ سے مراد کفر اور ایمان ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے قول باری تعالیٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ کے بارے میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے پہلے آسمانوں کو، نور سے پہلے ظلمت کو اور جہنم سے پہلے جنت کو پیدا فرمایا۔ اور ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ (اوروں کو) برابر ٹھہرانے والوں نے جھوٹ بولا اور وہی مشرک لوگ ہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے قول باری تعالیٰ: وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ظلمات سے مراد رات کی تاریکی ہے اور نور سے مراد دن کی روشنی ہے اور ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ سے مراد مشرکین ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے قول باری تعالیٰ: ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ کے بارے مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک کرتے ہیں (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ قول باری تعالیٰ: ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ کے بارے کہتے کہ اس سے مراد وہ معبودان باطلہ ہیں جن کی انہوں نے عبادت کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرایا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی نہیں، نہ کوئی اس کا مدمقابل ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے اور نہ ہی اس نے کسی کو بیوی اور بیٹا بنایا ہے (4)۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 168، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 170 4۔ ایضاً

اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَ هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

"اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر مقرر کی ایک معیاد اور ایک معیاد مقرر ہے اللہ کے نزدیک پھر بھی تم شک کر رہے ہو۔ اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ وہ جانتا ہے تمہارے بھید بھی اور تمہاری کھلی باتیں بھی اور جانتا ہے جو تم کما رہے ہو۔ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی نشانیوں سے مگر وہ ہو جاتے ہیں اس سے منہ پھیرنے والے۔ بے شک انہوں نے جھٹلایا حق کو جب وہ آیا ان کے پاس۔ سو اب آیا چاہتی ہیں ان کے پاس خبریں اس چیز کی جس کے ساتھ وہ مذاق کیا کرتے تھے"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا سے مراد موت کا وقت ہے اور اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ سے مراد قیامت اور اللہ تعالیٰ کے پاس وقوف کا وقت مقرر ہے (1)۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد باری تعالیٰ: ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا کے بارے فرمایا اس سے مراد دنیا کی مدت ہے۔ اور ایک روایت میں موت کا مقررہ وقت بھی مذکور ہے اور قول باری تعالیٰ: وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کے بارے فرمایا اس سے مراد آخرت کی مدت مقررہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قَضٰٓى اَجَلًا سے مراد نیند ہے اللہ تعالیٰ نیند کے وقت روح قبض فرمالیتا ہے اور پھر بیدار ہونے کے بعد اسے واپس اپنے مالک کے پاس لوٹا دیتا ہے اور اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ سے مراد انسان کی موت کا وقت ہے (3)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قول باری تعالیٰ: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ کے متعلق فرمایا کہ یہ مخلوق کی ابتدا کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر آپ کی نسل کو ایک جوہر یعنی حقیر پانی سے پیدا کیا۔ جیسا کہ سورۂ سجدہ میں ہے ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ اور ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کے بارے کہتے ہیں کہ اس سے مراد تیرے مرنے کے دن تک تیری مدت حیات ہے۔ اور تیری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 173، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 172 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 173

موت سے لے کر دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک کی مدت ہے۔ اور ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ کے بارے کہا کہ پھر بھی تم اس میں شک کررہے ہو۔ یعنی تَمْتَرُوْنَ بمعنی تَشُكُّوْنَ ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے قول باری تعالیٰ: ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا کے بارے کہا کہ اس سے مراد اجل الدنیا یعنی موت کا مقررہ وقت ہے۔ اور وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ سے اجل الآخرۃ یعنی دوبارہ اٹھائے جانے کا مقررہ وقت ہے(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ اور حضرت حسن رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے قَضٰۤى اَجَلًا کے بارے کہا کہ اس سے مراد تیری پیدائش سے لے کر موت تک دنیا کی معینہ مدت ہے اور وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ سے مراد قیامت کا دن ہے(2)۔

امام ابوالشیخ نے یونس بن یزید الایلی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قَضٰۤى اَجَلًا کے متعلق کہا کہ اس سے مراد وہ کچھ ہے جو اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں پیدا فرمایا اور وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى سے مراد وہ سب کچھ ہے جو ان کے بعد یوم قیامت تک تخلیق فرمائے گا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے قول باری تعالیٰ: ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ کا معنی تشکون (تم شک کرتے ہو) نقل کیا ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ کے بارے کہتے کہ تم دوبارہ اٹھانے جانے میں شک کررہے ہو یعنی (تَمْتَرُوْنَ فِي الْبَعْثِ)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ کے بارے قتادہ کہتے ہیں "کہ ان کے پاس کتاب اللہ میں سے کوئی شے بھی نہیں آئی مگر وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اور قول باری تعالیٰ: فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ کے بارے کہتے ہیں کہ عنقریب قیامت کے دن ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کے ساتھ انہوں نے کتاب اللہ سے استہزاء کیا۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝

"کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کتنی ہلاک کردیں ہم نے ان سے پہلے قومیں جنہیں ہم نے (ایسا) تسلط دیا تھا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 173، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 172 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 174

زمین میں جو ہم نے تمہیں نہیں دیا اور ہم نے بھیجے بادل ان پر موسلا دھار برسنے والے اور ہم نے بنا دیں نہریں جو بہتی تھیں ان کے (گھروں اور باغوں کے) نیچے سے پھر ہم نے ہلاک کر دیا انہیں بوجہ ان کے گناہوں کے اور پیدا کر دی ہم نے ان کے بعد ایک اور قوم"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مِنْ قَرْنٍ سے مراد امت ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کہتے ہیں قول باری تعالیٰ: مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ سے مراد یہ ہے کہ ہم نے انہیں وہ کچھ عطا کیا تھا جو ہم نے تمہیں عطا نہیں کیا (1)۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ قول باری تعالیٰ: وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا کے بارے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مسلسل برسنے والی موسلا دھار بارش ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ہارون التیمی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا سے مراد ایسی بارش ہے جو موسلا دھار اور شدید ہو۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

"اور اگر ہم اُتارتے آپ پر کتاب (لکھی ہوئی) کاغذ پر اور وہ چھو بھی لیتے اس کو اپنے ہاتھوں سے تب بھی کہتے جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ہوا"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عوفی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ قول باری تعالیٰ: وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ کے بارے فرماتے ہیں "اگر ہم آسمان سے صحائف اتارتے جن میں لکھا ہوتا اور وہ انہیں اپنے ہاتھوں سے مس بھی کر لیتے تو یقیناً یہ تکذیب کے اعتبار سے ان میں اور اضافہ کر دیتا" (2)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ: وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اس میں قرطاس سے مراد صحیفہ ہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے قول باری تعالیٰ: فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ کے متعلق یہ نقل کیا ہے "اور وہ اپنی آنکھوں کے ساتھ (اس صحیفہ کا) معائنہ کر لیتے اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ اسے چھو بھی لیتے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 175، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 177　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً

تعالیٰ کے ارشاد فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے۔ ''اور وہ اسے چھو لیتے اور اس کی طرف دیکھ بھی لیتے تب بھی اس کی تصدیق نہ کرتے (1)۔

وَ قَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹

''اور بولے کیوں نہ اتارا گیا ان پر فرشتہ اور اگر ہم اتارتے فرشتہ تو فیصلہ ہو گیا ہوتا ہر بات کا پھر نہ مہلت دی جاتی انہیں۔ اور اگر ہم بناتے نبی کسی فرشتہ کو تو بناتے اس کو انسان (کی شکل میں) تو (یوں) ہم مشتبہ کر دیتے ان پر جس شبہ میں وہ اب ہیں''۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی اور آپ ﷺ نے ان کے ساتھ گفتگو فرمائی کہ میں انہیں وہی پیغام پہنچا رہا ہوں جو مجھ تک پہنچا ہے۔ یہ سن کر زمعہ بن اسود بن مطلب، نضر بن حارث بن کلدہ، عبدہ بن عبد یغوث، ابو خلف بن وہب اور عاصی بن وائل بن ہشام نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اگر آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ اتارا جاتا جو آپ کی جانب سے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتا اور آپ کے ساتھ دکھائی دیتا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ...... الآیہ''

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ قول باری تعالیٰ: وَ قَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ کے بارے انہوں نے کہا'' کیوں نہیں ان پر انسان کی شکل میں فرشتہ اتارا گیا۔ اور قول باری تعالیٰ: وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ کے بارے کہا کہ اگر ہم فرشتہ اتارتے تو قیامت قائم ہو جاتی (2)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ آپ کہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ نازل فرماتا پھر وہ ایمان نہ لائے تو بہت جلد ان کے لیے عذاب آ جاتا (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اگر ان کے پاس فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آتا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ تو ہم یقیناً انہیں ہلاک کر دیتے۔ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی اور وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا کے بارے فرماتے ہیں اگر ان کے پاس فرشتہ آتا تو وہ بھی انسانی شکل میں ہی آتا۔ کیونکہ وہ فرشتوں کی طرف دیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے وَ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ تو ہم اس طرح ان پر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 177، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 178 3۔ ایضاً

معاملہ مشتبہ کر دیتے جس طرح وہ شبہ میں پڑھے ہوئے ہیں(1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے قول باری تعالیٰ: وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا کے متعلق حضرت مجاہد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر ہم کسی فرشتہ کو نبی بناتے تو یقیناً ہم اسے انسان کی شکل میں اور انسان کی طرح پیدا کر کے نبی بناتے (2)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ نے وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں اس کا معنی ہے اگر ہم فرشتے کو نبی بناتے تو اسے بھی آدمی کی صورت میں بناتے (3)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قول باری تعالیٰ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا کے بارے کہا اگر ہم فرشتے کو نبی بناتے تو اس فرشتے کو ہم انسان کی شکل میں بناتے، ہم اسے فرشتے کی صورت میں نہ بھیجتے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں وَ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ کا معنی ہے ہم ان پر مشتبہ بنا دیتے (5)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ وَ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہم ان پر مشتبہ کر دیتے جس طرح وہ اب شبہ میں پڑے ہوئے ہیں (6)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ قول باری تعالیٰ: وَ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کوئی قوم شبہات میں نہیں پڑی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر (امر) مشتبہ کر دیا۔ التباس اور اشتباہ لوگوں کی جانب سے ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو بندوں کے لیے سب کچھ واضح طور پر بیان کر دیا، اپنے رسول مبعوث فرمائے، ان پر حجت اور دلائل قائم کیے، انہیں اپنی آیات اور نشانیاں دکھائیں اور انہیں وعید بھی سنائی (7)۔

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾

"اور بلاشبہ مذاق اڑایا گیا رسولوں کا آپ سے پہلے پھر گھیر لیا انہیں جو مذاق اڑاتے تھے رسولوں کا اس چیز نے جس کے ساتھ مذاق اڑایا کرتے تھے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور ابو جہل بن ہشام کے پاس سے ہوا تو انہوں نے آپ پر طعن و تشنیع کیے اور آپ سے خوب استہزا کیا۔ ان کے اس عمل کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنجیدہ خاطر اور غضب ناک ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 179، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 180 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت سدی سے قول باری تعالیٰ: فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ کے بارے فرمایا کہ منھم سے مراد رسل علیہم السلام ہیں (یعنی پھر گھیر لیا انہیں جو رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے) اور مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ کے بارے فرماتے ہیں کہ انہیں اس چیز نے عذاب میں واقع کیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء اور تمسخر کیا (1)۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١١﴾ قُل لِّمَن مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُل لِّلَّهِ ۚ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾

"آپ فرمایئے سیر کرو زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا انجام (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا۔ آپ (ان سے) پوچھئے کس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ آپ (ہی انہیں) بتایئے (سب کچھ) اللہ ہی کا ہے، اس نے لازم کرلیا ہے اپنے آپ پر رحمت فرمانا۔ یقیناً جمع کرے گا تمہیں قیامت کے دن ذرا شک نہیں اس میں (مگر) جنہوں نے نقصان میں ڈال دیا ہے اپنے آپ کو تو وہ نہیں ایمان لائیں گے"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے قول باری تعالیٰ: قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ قسم بخدا! (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کتنا برا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کردیا اور ان کی ہلاکت کے بعد پھر انہیں (جہنم کی) آگ میں ڈال دیا (2)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ابو حاتم نے سلمان سے ارشاد باری تعالیٰ: كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم تورات میں دو شفقتیں پاتے ہیں (وہ یہ کہ) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا پھر مخلوق کی تخلیق سے قبل سو رحمتیں پیدا فرمائیں پھر مخلوق کو پیدا فرمایا۔ ایک رحمت مخلوق کے درمیان رکھ دی اور ننانوے رحمتیں اپنے پاس روک لیں۔ اسی ایک رحمت کے سبب (اہل زمین) ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرتے ہیں، مہربانی کا سلوک کرتے ہیں، ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں اور اسی کے سبب ایک دوسرے کی زیارت اور ملاقات کرتے ہیں۔ اسی کے سبب اونٹنی (شفقت و مہربانی کی) آواز نکالتی ہے۔ گائے بچوں کو جنم دیتی ہے اور بکری ممیاتی ہے۔ اسی رحمت کے سبب پرندے ہوا میں ایک دوسرے کی اتباع کرتے ہیں اور مچھلیاں سمندر میں ایک دوسرے کی پیروی کرتی ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو رب کریم اس رحمت کو اپنے پاس موجود رحمت کے ساتھ شامل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے افضل اور وسیع ہے (3)۔

امام احمد، مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 181، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 182

کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اس دن سو رحمتیں پیدا فرمائیں۔ ان میں سے ایک رحمت کے سبب ساری مخلوق ایک دوسرے سے رحم اور مہربانی کا سلوک کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لیے (اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں)۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو اس ایک رحمت کے ملنے سے وہ مکمل (سو) ہو جائیں گی (1)۔

امام عبد الرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کی) تخلیق کا فیصلہ فرمایا تو ایک کتاب (اپنی شان قدرت کے مطابق) جمع فرمائی اور اسے عرش کے اوپر اپنے پاس ہی رکھا (اس میں ہے) "اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ" بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی (2)۔

امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنے دست قدرت سے ایک کتاب اپنے بارے میں لکھی۔ (اس میں یہ فرمایا) بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے بارے فیصلہ فرمانے سے فارغ ہوگا تو عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا (اور فرمائے گا) بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور میں تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں۔ پس (اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت کے ساتھ) ایک قبضہ یا دو قبضے (مخلوق کے) بھرے گا تو خلق کثیر جہنم کی آگ سے باہر نکل آئے گی۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوا ہے "عتقاء اللہ" (یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آزاد کیے ہوئے ہیں)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ اپنے لیے ایک کتاب لکھی اور اسے عرش کے نیچے رکھ دیا۔ اس میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس میں سے کوئی شے دوسری پر مہربان نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں اور ان میں سے ایک رحمت مخلوق کے درمیان رکھ دی۔ تو اس کے سبب وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے لگے (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ان کی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق

1۔ صحیح مسلم، کتاب التوبۃ: جلد 17، صفحہ 57 (20)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، جلد 2، صفحہ 299، دار الفکر بیروت

3۔ جامع ترمذی، مع عارضۃ الاحوذی، کتاب الدعاء، جلد 13، صفحہ 55 (3543)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 182

کے درمیان فیصلہ فرمانے سے فارغ ہو گا تو عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا، اس میں یہ ہے کہ بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور میں ارحم الراحمین ہوں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کے برابر لوگوں کو جہنم سے نکالے گا یا یہ الفاظ فرمائے مثلا اہل الجنۃ۔ یعنی اہل جنت کی مثل لوگوں کو جہنم سے نکالے گا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں، ان میں سے ایک رحمت اہل دنیا کی طرف اتاری ہے جس کے سبب جن وانس، آسمان کے پرندے، پانی کی مچھلیاں، زمین کے چوپائے اور کیڑے مکوڑے اور جو کچھ فضا کے درمیان ہے سب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور شفقت کا سلوک کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس محفوظ رکھی ہیں۔ حتیٰ کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو وہ رحمت جو اس نے اہل دنیا کی طرف اتاری اسے نکال کر اپنے پاس موجود رحمت میں شامل کر لے گا۔ اور پھر وہ رحمت اہل جنت کے دلوں میں اور اہل جنت کے اوپر نازل فرما دے گا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالمخارق زہیر بن سالم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب کو کہا: اللہ تعالیٰ نے سب سے اول کون سی چیز پیدا فرمائی؟ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی اور اسے قلم اور سیاہی کے ساتھ نہیں لکھا۔ بلکہ دست قدرت کی انگلی کے ساتھ لکھا اور اس کے الفاظ زبرجد، موتی اور یاقوت کے تھے (اس میں یہ ہے) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے (3)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب ''حسن الظن باللہ'' میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث قدسی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا کیا میں تمہیں بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کا واقعہ نہ سناؤں؟ ان میں سے ایک کے بارے بنی اسرائیل یہ خیال کرتے تھے کہ وہ دین، علم اور اخلاق کے اعتبار سے بہت افضل ہے۔ اور دوسرے کے بارے یہ گمان تھا کہ وہ اپنے اوپر زیادتی کرنے والا ہے۔ جب اس کا ذکر اس کے دوسرے ساتھی کے پاس کیا گیا تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ اسے ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ نہیں جانتا کہ میں ارحم الراحمین ہوں؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور بے شک میں نے اس کے لیے عذاب واجب کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بارے قسمیں نہ کھایا کرو۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے دن اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں، ان میں سے ایک رحمت زمین میں نازل فرمائی جس کے سبب والدہ اپنے بچے پر اور دیگر بہائم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شفقت اور مہربانی کا سلوک کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لیے اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ پس جب قیامت کا دن ہو گا تو اس رحمت کے سبب سو رحمتیں مکمل ہو جائیں گی (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 183، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب ذکر رحمۃ اللہ، جلد 7، صفحہ 61 (34207) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام مسلم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سو رحمتیں پیدا فرمائیں۔ تمام رحمتیں زمین و آسمان کے مابین تہہ در تہہ موجود ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت زمین میں نازل فرمائی۔ اسی کے سبب ماں اپنے بچوں پر شفقت کرتی ہے اور دیگر وحوش و طیور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ پیار اور محبت کرتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو اس رحمت کے سبب سو رحمتیں مکمل ہو جائیں گی (1)۔

وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾

"اور اسی کا ہے جو بس رہا ہے رات میں اور دن میں اور وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ آپ فرمائیے کیا بغیر اللہ تعالیٰ کے کسی کو (اپنا) معبود بناؤں (وہ اللہ جو) پیدا فرمانے والا ہے آسمانوں کو زمین کو اور وہ (سب کو) کھلاتا ہے اور خود نہیں کھلایا جاتا۔ فرمائیے بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں سب سے پہلے سر جھکانے والا (نیز یہ حکم دیا گیا ہے کہ) ہر گز نہ بننا شرک کرنے والوں سے۔ آپ فرمائیے میں ڈرتا ہوں اگر میں نافرمانی کروں اپنے رب کی، بڑے دن کے عذاب سے۔ وہ شخص ٹال دیا گیا عذاب جس سے اس روز تو یقیناً رحم فرمایا اللہ نے اس پر اور یہی کھلی کامیابی ہے۔ اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی دکھ تو نہیں کوئی دور کرنے والا اس دکھ کو سوائے اس کے اور اگر پہنچائے تجھے کوئی بھلائی (اس کو کوئی نہیں روک سکتا) وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور وہ غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ بڑا دانا ہر چیز سے خبردار ہے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے قول باری تعالیٰ: وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ النَّهَارِ کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے "اسی کا ہے جو رات اور دن میں مستقر اور ساکن ہے۔" اور قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ

1۔ صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، جلد 17، صفحہ 57، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَلِيًّا کے بارے انہوں نے یہ کہا ہے کہ یہاں ولی سے مراد ایسا ولی ہے جسے ولی بنا کر اس کی ربوبیت کا اقرار کیا جائے (یعنی آپ فرمایئے کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو اپنا رب اور معبود بنالوں؟)(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد باری تعالیٰ: فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا معنی بَدِيْعِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ کیا ہے یعنی وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔

ابوعبید نے فضائل میں، ابن جریر اور ابن انباری نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے: آپ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا تھا کہ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا معنی کیا ہے حتیٰ کہ میرے پاس دو اعرابی آئے جو ایک کنویں کے بارے باہم جھگڑرہے تھے تو ان میں سے ایک نے کہا اَنَا فَطَرْتُهَا۔ یعنی میں نے اس کنویں کو ابتداءً بنایا ہے(2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا معنی خَالِقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ نقل کیا ہے یعنی آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ کا معنی حضرت سدی رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے يَرْزُقُ وَلَا يُرْزَقُ۔ یعنی وہ رزق دیتا ہے اسے رزق دیا نہیں جاتا(4)۔

امام نسائی، ابن السنی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی۔ تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہوئے۔ جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا تناول فرما چکے اور ہاتھ دھو چکے تو اس طرح دعا فرمائی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ وَمَنَّ عَلَيْنَا فَهَدَانَا وَاَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكُلَّ بَلَاءٍ حَسَنٍ اَبْلَانَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ رَبِّیْ وَلَا مُكَافَاٍ وَلَا مَكْفُوْرٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا مِنَ الطَّعَامِ وَسَقَانَا مِنَ الشَّرَابِ وَكَسَانَا مِنَ الْعُرْیِ وَهَدَانَا مِنَ الضَّلَالِ وَبَصَّرَنَا مِنَ الْعَمٰی وَفَضَّلَنَا عَلٰی كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِهٖ تَفْضِيْلًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو کھلاتا ہے اسے کھلایا نہیں جاتا اور جس نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں ہدایت عطا فرمائی، ہمیں کھلایا اور ہمیں پلایا۔ اور ہر اچھی شے کے ساتھ ہمیں آزمایا۔ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو میرا رب ہے جسے چھوڑا نہیں جاسکتا، نہ اس سے بدلہ لیا جاسکتا ہے، نہ اس کا انکار کیا گیا ہے اور نہ اس سے مستغنی ہوا گیا ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، ننگے بدن کو لباس پہنایا، گمراہی سے ہدایت عطا فرمائی، اندھے کو بصارت عطا کی اور ہمیں بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا کی''(5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 186، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 187

5۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 731 (2003)، دارالکتب العلمیہ، بیروت

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے، مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ الْعَذَابُ۔ کہ وہ شخص جس سے اس دن عذاب پھیر دیا گیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بشر بن حاتم رحمہ اللہ کی سند سے انہوں نے حضرت بشر بن سری کی سند سے ہارون نحوی سے نقل کیا ہے کہ ابی کی قرأت میں ہے وَمَنْ يُّصْرِفْهُ اللّٰهُ وہ شخص جس سے اللہ تعالیٰ نے اس دن کا عذاب پھیر دیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے ''وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ'' کا معنی بعافیۃ نقل کیا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی بھلائی یعنی عافیت پہنچائے (تو اسے کوئی روک نہیں سکتا)۔

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۫ وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

''آپ پوچھئے کون سی چیز بڑی (معتبر) ہے گواہی کے لحاظ سے؟ آپ ہی بتائیے اللہ۔ وہی گواہ ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان۔ اور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تا کہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ساتھ اور (ڈراؤں) اسے جس تک یہ پہنچے۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدا اور بھی ہیں؟ آپ فرمائیے میں تو (ایسی جھوٹی) گواہی نہیں دیتا۔ آپ فرمائیے وہ تو صرف ایک خدا ہی ہے اور بے شک میں بیزار ہوں ان (بتوں) سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو''۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا نحام بن زید، قردم بن کعب اور بحری بن عمرو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے علاوہ اور الٰہ بھی جانتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی جانب سے میں مبعوث کیا گیا ہوں اور اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تو ان کے اس قول کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً (2)

امام ابن آدم بن ابی ایاس، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں قول باری تعالیٰ: قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً کے بارے میں حضرت مجاہد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ قریش سے یہ پوچھیں کہ کون سی چیز گواہی کے لحاظ سے بڑی (معتبر) ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد ہوا کہ آپ خود ہی انہیں بتائیے اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ (اللہ، وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے)(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 188، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 192 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 189

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ میں کم ضمیر سے مراد اہل مکہ ہیں اور ومن بلغ سے مراد ہر وہ شخص ہے جس تک یہ قرآن پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کے لیے نذیر (ڈرانے والے) ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب آیت کریمہ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور دیگر تمام جابر حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کے لیے گرامی نامے تحریر فرمائے۔ یہاں نجاشی سے مراد وہ نہیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں قیدی لائے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: کیا تمہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ پھر فرمایا: ان کا راستہ چھوڑ دو یہاں تک یہ اپنے افعال وعقائد پر عمل کرتے رہیں۔ کیونکہ ابھی تک انہیں دعوت حق پہنچی ہی نہیں۔

امام ابن مردویہ، ابونعیم اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس قرآن کریم پہنچا گویا میں نے بالمشافہ اس کے پاس پیغام حق پہنچایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ (2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن ضریس، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ: وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ کے بارے میں فرمایا جس کے پاس قرآن کریم پہنچا تو گویا اس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کرلیا۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں جس کے پاس قرآن کریم پہنچا یہاں تک کہ وہ اس کے معانی اور مفہوم کو سمجھنے لگا تو وہ (اس خوش بخت) انسان کی طرح ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار بھی کیا اور اسے شرف ہم کلامی بھی حاصل ہوا (3)۔

امام آدم بن ابی ایاس، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ عرب سے متعلق ہے اور وَ مَنْۢ بَلَغَ عجم سے متعلق ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن بن صالح رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے لیث سے پوچھا کیا کوئی ایسا باقی رہا ہے جس تک دعوت حق نہ پہنچی ہو؟ تو انہوں نے کہا حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہا کرتے تھے جہاں کہیں قرآن کریم پہنچتا ہے تو وہی داعی اور نذیر ہوتا ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 191، بیروت
2۔ تاریخ بغداد للخطیب، جلد 2، صفحہ 51، بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 190
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 191
5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 190

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ ارشاد باری تعالیٰ: وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ کے بارے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغام پہنچاؤ۔ پس جس کے پاس کتاب اللہ میں سے ایک آیت بھی پہنچ گئی تو اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچ گیا(1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی سند سے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تبلیغ کرو اگرچہ وہ کتاب اللہ کی ایک آیت ہی ہو پس جس کے پاس کتاب اللہ کی ایک آیت بھی پہنچی تو اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچ گیا۔ چاہے وہ اس پر عمل کرے یا اسے چھوڑ دے(2)۔

حضرت امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے حدیث طیبہ روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ''میری جانب سے (پیغام حق) پہنچاؤ، اگرچہ وہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل کی روایات بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ جس کسی نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کی نسبت کی تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے''(3)۔(الف)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے ''گویا کہ لوگوں نے یوم قیامت سے قبل قرآن کریم نہیں سنا جس وقت اللہ تعالیٰ ان پر تلاوت فرماتا رہا۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

''جنہیں ہم نے دی ہے کتاب وہ پہچانتے ہیں اس نبی کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جنہوں نے نقصان میں ڈال دیا ہے اپنے آپ کو تو وہ نہیں ایمان لائیں گے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے آیت کریمہ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ کا مفہوم اس طرح بیان کیا کہ نبی مکرم ﷺ کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے کمالات و اوصاف کا تذکرہ ان کے پاس تورات میں موجود ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے معرفت اور پہچان کے بعد آپ ﷺ سے کفر اختیار کیا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیا۔ اسی مفہوم کو رب کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 190، بیروت 2۔ ایضاً

3۔ صحیح بخاری، کتاب نزول عیسیٰ علیہ السلام، جلد 1، صفحہ 491، وزارت تعلیم اسلام آباد

(الف) اہل کتاب کی روایات کی تین قسمیں ہیں، بعض وہ ہیں جن کا صحیح ہونا ہمیں کتاب وسنت سے معلوم ہے۔ بعض وہ ہیں جس کا کذب ہمیں کتاب وسنت سے معلوم ہے (مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کا سولی پر لٹکانا) اور بعض وہ ہیں جن کا صدق یا کذب متعین نہیں ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کی روایات کو بیان کرنا درست ہے، دوسری قسم کی روایات کا بیان ممنوع ہے، اور تیسری قسم میں احتیاط لازم ہے، واللہ اعلم۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝

''اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے بہتان لگایا اللہ پر جھوٹا یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو۔ بے شک فلاح نہیں پائیں گے ظلم کرنے والے۔ اور (یاد کرو) وہ دن جب ہم جمع کریں گے سب کو پھر ہم کہیں گے انہیں جو شرک کیا کرتے تھے کہ کہاں ہیں تمہارے شریک جن کے (خدا ہونے کا) تم دعویٰ کیا کرتے تھے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بنی عبدالدار میں سے نضر نامی ایک آدمی نے یہ کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو لات اور عزیٰ میری شفاعت کریں گے۔ تو (اس کے نظریہ کو رد کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

''پھر نہیں ہوگا کوئی عذر اس کا بجز اس کے کہ کہیں گے کہ اس اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے نہ تھے ہم شرک کرنے والے۔ دیکھو کیسا جھوٹ باندھا انہوں نے اپنے نفسوں پر اور گم ہوگئیں ان سے جو افترا بازیاں کیا کرتے تھے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فِتْنَتُهُمْ کا معنی مَعْذِرَتُهُمْ ہے یعنی ان کے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فِتْنَتُهُمْ کا معنی حُجَّتُهُمْ نقل کیا ہے یعنی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ مگر وہ یہ کہیں گے اس اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے یعنی ہم منافقین اور مشرکین میں سے نہ تھے۔ وہ یہ قول (اس وقت) کہیں گے جب کہ وہ جہنم میں ہوں گے۔ آؤ! ہم اپنے آپ کو جھٹلائیں شاید یہ تکذیب ہمیں نفع پہنچائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے فرمایا اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ دیکھو انہوں نے اپنے نفسوں پر کیسا جھوٹ باندھا اور ان سے قیامت کے دن وہ افترا بازیاں گم ہوگئیں جو دنیا میں وہ کیا کرتے تھے۔

عبد بن حمید نے عاصم سے یہ قرأت نقل کیا ہے کہ آپ نے فِتْنَتُهُمْ کو نصب کے ساتھ اور ربنا کو جر کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت شعیب بن حجاب رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے شعبی کو وَ اللّٰهِ رَبَّنَا کو منصوب پڑھتے سنا تو میں نے کہا علمائے نحو تو اسے جر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا حضرت علقمہ بن قیس رحمہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 195، بیروت

اللہ نے مجھے یہ کلمہ اسی طرح (نصب کے ساتھ) پڑھایا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے کہا کہ حضرت علقمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے وَاللّٰهِ رَبِّنَا اصل میں وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ کے بارے پوچھا پھر کہا ارشاد ربانی ہے وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا (النساء) تو آپ نے فرمایا وہ اپنے جوارح اور اعضاء کے سبب اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ کے بارے فرمایا کہ یہ قول مشرکین اس وقت کہیں گے جب وہ یہ دیکھیں گے کہ گناہ معاف کئے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی مشرک کو معاف نہیں فرما رہا۔ اور اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ کے بارے فرمایا دیکھو انہوں نے اپنے نفسوں پر کیسا جھوٹ باندھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کر دی ہے۔ (یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے اس لیے ان کا یہ قول اپنے خلاف بہت بڑا جھوٹ ہے۔) (2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ وَاللّٰهِ رَبِّنَا کو جر کے ساتھ پڑھتے تھے اور کہتے کہ اس میں انہوں نے قسم کھا کر اپنا عذر پیش کیا ہے (3)۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس میں ان کے عذر کے باطل اور جھوٹا ہونے کی طرف اشارہ ہے اور وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ میں اس شرک کا ذکر ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾

"اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کان لگاتے ہیں آپ کی طرف اور ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کے دلوں پر پردے تا کہ نہ سمجھیں وہ اسے اور ان کے کانوں میں گرانی ہے اور اگر وہ دیکھ لیں ہر ایک نشانی بھی تو نہیں ایمان لائیں گے ان کے ساتھ۔ یہاں تک کہ جب حاضر ہوں آپ کے پاس جھگڑتے ہوئے آپ سے (تو) کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں یہ (قرآن) مگر جھوٹے قصے پہلے لوگوں کے"۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس آیت میں مَّنْ يَّسْتَمِعُ سے مراد قریش ہے (یعنی قریش میں سے کچھ ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 197، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 196 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 198

ہیں)اور وَ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً کی تفسیر میں فرمایا کہ اَكِنَّةً سے مراد ایسا پردہ ہے جیسے تیر کے لیے ترکش ہوتا ہے(1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے وَ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ اپنے کانوں کے ساتھ آپ کی آواز سنتے ہیں۔ لیکن اس سے کوئی چیز یاد نہیں رکھتے تو وہ ان چوپاؤں کی طرح ہیں جو آواز تو سنتے ہیں لیکن اسے نہیں جانتے جو کچھ انہیں کہا جاتا ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا۔ اَكِنَّةً سے مراد وہ پردہ ہے جو ان کے دلوں پر ڈال دیا گیا ہے اور اَنْ يَّفْقَهُوْهُ کا معنی ہے وہ حق کو نہیں سمجھتے اور فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا کا معنی ہے۔ ان کے کانوں میں بہرہ پن ہے اور اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کے بارے فرمایا اس سے مراد پہلے لوگوں کا مقفی کلام ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ سے مراد پہلے لوگوں کے قصے ہیں(3)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ سے مراد پہلے لوگوں کے جھوٹے اور باطل قصے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَ هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۝۲۶

”اور وہ روکتے ہیں اس سے اور دور بھاگتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے نفسوں کو اور وہ (اتنا بھی) نہیں سمجھتے“۔

امام فریابی، عبد الرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی نے دلائل میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت کریمہ وَ هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْـَٔوْنَ عَنْهُ حضرت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت اور تکلیف پہنچانے سے مشرکین کو روکتے تھے۔ اور خود (اس دین سے) دور بھاگتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے کر تشریف لائے(4)۔ حاکم نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے۔ (الف)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 199، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 200　4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 202

(الف) عصر حاضر کے مایہ ناز مفسر اور سیرت نگار جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سیرت کی عظیم کتاب ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایمان ابو طالب پر بحث کرتے ہوئے علامہ العصر امام محمد ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کی نادرۂ روزگار کتاب خاتم النبیین سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ اس کے چند مقامات ہدیہ ناظرین ہیں تاکہ آئینہ دل آپ کے بارے میں کسی کدورت سے گدلا نہ ہو جائے، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں ”تیسرا نتیجہ جو محل نظر ہے وہ یہ ہے کہ کیا آپ نے اپنی زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ بے شک ایک روایت ایسی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی زبان سے یہ کلمہ پڑھا اور یہ وہی روایت ہے جس کے راوی حضرت عباس ہیں۔ بعض لوگ اپنی حد سے تجاوز کرتے ہوئے حضرت عباس کے مقام رفیع پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ حضرت عباس کو جھوٹ سے سہم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس بات کی پناہ مانگتے ہیں کہ آپ کی ذات (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ آیت حضرت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ آپ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اذیت پہنچانے سے منع کرتے تھے۔ لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق نہیں کرتے تھے(1)۔

امام ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عطار بن دینار رحمہ اللہ کا قول ہے یہ آیت حضرت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ وہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روکتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت سے دور بھاگتے تھے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ وَ هُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ کا معنی ہے کہ وہ لوگوں کو منع کرتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائیں اور وَ یَنْـَٔوْنَ عَنْهُ کا معنی ہے وہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور بھاگتے ہیں(3)۔

امام ابن جریر نے عوفی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَ هُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ یَنْـَٔوْنَ عَنْهُ کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتے نہیں ہیں اور نہ ہی وہ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے کی دعوت دیتے تھے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی روایت کیا ہے کہ کفار مکہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور بھگاتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق نہیں کرتے تھے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے وَ هُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ کا مفہوم ہے قریش ذکر سے روکتے ہیں اور وَ یَنْـَٔوْنَ عَنْهُ کا معنی ہے وہ ذکر سے دور بھاگتے ہیں(6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 202 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 203 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 201

4۔ ایضاً 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 202

(بقیہ) کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں خواہ اسلام سے پہلے ہی ہو۔ کیونکہ آپ خاندان قریش کے سرتاج اور سردار تھے اور ایک عام عربی بھی جھوٹ نہیں بولتا تھا...... میں کہتا ہوں ابو طالب کا علم ایسا ہے جس کے ساتھ تصدیق اور یقین پایا جاتا ہے اور آپ کی ساری زندگی اور آپ کے سارے قصیدے اس بات کی تائید کرتے ہیں اس لیے میں یہ کہتا ہوں ''انہ لا یمکن ان یکون مشرکا قط'' (کہ حضرت ابو طالب کا مشرک ہونا ممکن نہیں ہے) اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ آپ نے قریش کے اقوال کو مسترد کیا اور دعوت توحید کی تائید کی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے ساری عمر توحید اور اہل توحید کا دفاع کیا اور اس راستہ میں جتنی اذیتیں مسلمانوں نے برداشت کیں اتنی اذیتیں ابو طالب نے بھی برداشت کیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحۃ سے یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق اور راشد ہیں۔ اور اس باعت کے آخری پیرا میں فرماتے ہیں اب تک ہم نے جو لکھا ہے اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ آپ ہرگز مشرک نہ تھے۔ کیونکہ مشرک وہ ہوتا ہے جو بتوں کی عبادت کرے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے۔ اور آپ کی ساری زندگی اس بات کی شاہد عادل ہے کہ آپ بتوں کی پرستش کو باطل اور لغو سمجھتے تھے''۔ لیکن اگر کسی کے نزدیک دوسری روایتیں اس روایت سے زیادہ قابل اعتبار ہوں تب بھی اسے آپ کے حق میں کوئی ناشائستہ بات کہنے سے احتراز کرنا چاہیے آپ کی بے نظیر خدمات کا یہ معاوضہ ہماری طرف سے بڑھ کر ناشکری اور احسان فراموشی کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ ترجمہ ''حضرت ابو طالب کے ایمان کا مسئلہ اختلافی مسئلہ ہے اور جو لوگ آپ کے ایمان کے قائل نہیں انہیں یہ مناسب نہیں کہ اپنی زبان پر کوئی ناروا جملہ لے آئیں کیونکہ اس سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل مبارک بھی رنجیدہ ہوتا ہو۔ ہر عقلمند آدمی جانتا ہے کہ ایسے نازک مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہیے'' یقیناً آپ کے بارے میں یہی نظریہ حسین اور احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ھو العلیم بذات الصدور وما تخفی الانفس (ضیاء النبی، جلد 2، صفحہ 424 تا 427)

3B

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ قرآن کریم اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روکتے ہیں اور ان سے دور بھاگتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ آیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ دس تھے۔ وہ اعلانیہ سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور سراً سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ کا معنی ہے وہ آپ کے قتل سے روکتے ہیں اور وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ کا معنی ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی نہیں کرتے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾

''اور اگر آپ دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے آگ پر تو کہیں گے اے کاش! (کسی طرح) ہم لوٹا دیئے جائیں تو (پھر) نہیں جھٹلائیں گے اپنے رب کی نشانیوں کو اور ہم ہو جائیں گے ایمانداروں سے۔ بلکہ عیاں ہو گیا ان پر جسے چھپایا کرتے تھے پہلے اور اگر انہیں واپس بھیجا جائے (جیسے ان کی خواہش ہے) تو پھر بھی وہی کریں جس سے روکے گئے تھے اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ اور کہتے ہیں نہیں کوئی زندگی بجز ہماری اس دنیاوی زندگی کے اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے (قبروں سے)''۔

امام ابوعبید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود کی قرأت میں يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ فَلَا نُكَذِّبَ کے الفاظ ہیں یعنی ان میں وَلَا کی جگہ فَلَا نُكَذِّبَ ہے (2)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ کا معنی اس طرح کیا ہے کہ بلکہ ان پر ان کے وہ اعمال عیاں ہو گئے جنہیں وہ چھپایا کرتے تھے'' اور آپ قول باری تعالیٰ: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ کے بارے فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ انہیں ایسی ہی دنیا میں پہنچا دے جیسی دنیا میں وہ پہلے رہتے تھے تو وہ دوبارہ وہی برے اعمال کریں گے جن سے انہیں روکا گیا تھا (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو افترا بازیاں وہ کرتے ہیں آخرت میں ان پر وہ اعمال ظاہر ہو جائیں گے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 202، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 205　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ خبر دی ہے بلاشبہ اگر وہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو وہ ہدایت حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ارشاد فرمایا: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ کہ اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیئے جائیں تو وہ دنیا ہدایت اور ان کے درمیان حائل ہو جائے گی جیسا کہ پہلی بار جب وہ دنیا میں تھے تو ہم نے ہدایت اور ان کے درمیان اسے حائل کر دیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ کے بارے فرمایا کہ جب انہیں لوٹایا جائے گا تو وہ پھر یہ کہیں گے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (کہ ہماری اس دنیاوی زندگی کے بغیر اور کوئی زندگی نہیں اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے)(1)

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

"اور اگر آپ دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے اللہ کے حضور میں۔ اللہ فرمائے گا کیا یہ (قبروں سے اٹھنا) حق نہیں؟ کہیں گے بے شک (حق ہے) ہمارے رب کی قسم۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اب چکھو عذاب بسبب اس کفر کے جو تم کیا کرتے تھے۔ بے شک خسارہ میں رہے وہ جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملاقات (کی خبر) کو یہاں تک کہ جب آ گئی ان پر قیامت اچانک بولے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو ہم سے ہوئی اس زندگی میں اور وہ اٹھائے ہوئے ہیں اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر۔ ارے کتنا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حسرت کا معنی ندامت اور شرمندگی ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور خطیب رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ: يٰحَسْرَتَنَا کے بارے ارشاد فرمایا حسرت یہ ہے کہ اہل جہنم اپنے ان گھروں کو اہل جنت کے پاس دیکھیں گے جو ان کے لیے جنت میں بنائے گئے ہیں تو یہی ان کے لیے سب سے بڑا افسوس اور حسرت کا مقام ہوگا(2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے بھی حسرت کا معنی ندامت نقل کیا ہے اور عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا کے معنی کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 207، بیروت 2۔ ایضاً جلد 7، صفحہ 209

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوصالح رحمہ اللہ نے کہا جب مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہتے یہ بالیقین نبی ہیں۔ تو اسی کے بارے یہ آیت نازل ہوئی: قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ضیاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ کی قرأت تخفیف کے ساتھ کی اور فرمایا (اس کا مفہوم یہ ہے کہ) وہ ایسا حق نہیں لاسکیں گے جو آپ کے حق کی نسبت زیادہ حق اور اولیٰ ہو(1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اور فرمایا وہ یہ قدرت نہیں رکھتے کہ آپ ﷺ رسول نہ ہوں اور نہ ہی یہ قدرت رکھتے ہیں کہ قرآن کریم قرآن نہ ہو۔ پس جو وہ اپنی زبانوں کے ساتھ آپ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں پس وہی آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ خود کذاب ہیں اور یہ ان کی تکذیب ہے(2)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت محمد بن کعب سے نقل کیا ہے کہ وہ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے وہ اسے باطل نہیں کرسکیں گے جو آپ ﷺ کے پاس ہے(3)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ جانتے ہیں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور پھر انکار کرتے ہیں(4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی نے فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ الآیہ تخفیف کے ساتھ پڑھی تو آپ نے فرمایا یہ اس قوم کا ذکر ہے جنہوں نے آپ ﷺ کو پہچان لیا تھا۔ لیکن انہوں نے معرفت کے بعد پھر انکار کردیا۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

”اور بے شک جھٹلائے گئے رسول آپ سے پہلے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلائے جانے پر اور ستائے جانے پر یہاں تک کہ آپہنچی انہیں ہماری مدد اور نہیں کوئی بدلنے والا اللہ کی باتوں کو اور آ ہی چکی ہیں آپ کے پاس رسولوں کی کچھ خبریں“۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 17، دار الصمیعی الریاض

2۔ معجم کبیر للطبرانی، جلد 12، صفحہ 123 (12658)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 213

4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 212

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم ﷺ کو تسلی اور حوصلہ دلا رہا ہے جیسا کہ تم سن رہے ہو اور آپ ﷺ کو اس پر مطلع فرما رہا ہے کہ آپ سے قبل بھی رسل عظام علیہم السلام کو جھٹلایا گیا اور انہوں نے اس تکذیب پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا اور وہی سب سے بہتر اور اچھا فیصلہ فرمانے والا ہے(1)۔

امام ابن جریر رحمہ نے ضحاک سے اور ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج رحمہم اللہ سے اس آیت طیبہ کے بارے یہی نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو حوصلہ اور تسلی دلا رہا ہے(2)۔

وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۞٣٥ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۞٣٦ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞٣٧

"اور اگر گراں ہے آپ پر ان کا (حق سے) روگردانی کرنا تو اگر آپ سے ہو سکے تو تلاش کر لو کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں (تو اس پر چڑھ جاؤ) پھر لے آؤ ان کے پاس کوئی معجزہ (تو بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے) اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو جمع کر دیتا انہیں ہدایت پر تو آپ نہ ہو جائیں ان سے جو (حقیقت کا) علم نہیں رکھتے۔ صرف وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور ان مردہ (دلوں) کو اٹھائے گا اللہ تعالیٰ پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور بولے کیوں نہیں اتاری گئی ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے۔ آپ فرمایئے بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اتارے کوئی نشانی لیکن اکثر ان میں سے کچھ نہیں جانتے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ الآیہ کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر آپ پر ان کا حق سے روگردانی کرنا گراں ہے۔ تو اگر آپ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لیں اور اس میں چلے جائیں۔ پھر ان کے پاس کوئی معجزہ لے آئیں یا ان کی خاطر آپ آسمان میں کوئی سیڑھی بنالیں اور اس پر چڑھ جائیں۔ پھر ان کے پاس اس سے افضل معجزہ لے آئیں، جو ہم ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 214، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 16-214

کے لیے لائے اور رب کریم وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى میں ارشاد فرما رہا ہے کہ اگر میں چاہتا تو ان تمام کو میں ہدایت پر جمع کر دیتا(1)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نفقا کا معنی سرنگ اور سلما کا معنی سیڑھی ہے(2)۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا مجھے قول باری تعالیٰ: تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ کا معنی ومفہوم بتایئے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نفقا سے مراد زمین میں وہ خفیہ راستہ اور سرنگ ہے کہ تو بھاگ کر اس میں جا سکتا ہے۔ اس نے عرض کی کیا عرب اس سے واقف ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! کیا تو نے عدی بن زید کا یہ قول نہیں سنا۔ وہ کہتا ہے

فَدَسَّ لَهَا عَلَى الْاَنْفَاقِ عَمْرٌو　　بشكته وَمَا خَشِيَتْ كَمِينًا

پس عمرو نے اپنے سفر کے دوران اسے زمین کے خفیہ راستوں (سرنگوں) میں چھپا دیا اور وہ گھات لگانے والوں سے نہ ڈری(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ کے بارے فرمایا ان سے مراد مومنین ہیں اور الموتی سے مراد کفار ہیں(4)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا کہ صرف مومنین ہی نصیحت سن کر قبول کرتے ہیں۔ اور الموتی سے مراد کفار ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ انہیں مردوں کے ساتھ اٹھائے گا(5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ یہ ایسے مومن کی مثال ہے جس نے کتاب اللہ کو سنا، اس سے نفع حاصل کیا پھر اسے مضبوطی سے تھام کر اپنی فہم و فراست سے خوب سمجھا۔ پس ایسا بندۂ مومن قلب وبصر کے اعتبار سے زندہ ہے اور وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ (الانعام:39) یہ کافر کی مثال ہے جو بہرہ بھی ہے اور گونگا بھی نہ وہ ہدایت کو دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس سے نفع اٹھا سکتا ہے۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

”اور نہیں کوئی (جانور) چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے دو پروں سے مگر وہ امتیں ہیں تمہاری مانند۔ نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے“۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 215، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 217　3۔ ایضاً
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 214

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ سے مراد مختلف انواع ہیں جو اپنے ناموں سے پہچانی جاتی ہیں (1)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ پرندے علیحدہ امت ہیں، انسان علیحدہ امت ہیں اور جنات ایک علیحدہ امت ہیں (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ تمہاری مثل امتیں پیدا فرمائیں (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ چھوٹی چیونٹی سے لے کر اوپر جتنے جانور بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں ان کے رنگ اور اقسام مختلف ہیں (4)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ کے بارے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ہم نے کوئی شے نہیں چھوڑی مگر ہم نے اسے ام الکتاب میں لکھ دیا ہے (5)۔

امام عبد الرزاق اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ لکھا ہے کہ ہم نے کوئی شے اس کتاب میں نظر انداز نہیں کی جو کتاب آپ کے پاس ہے (6)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں، خطیب نے تالی التلخیص میں اور ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن زیادہ البکری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے بشر مازنی کے دو بیٹوں کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یرحمکما اللہ (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) ہم میں سے ایک آدمی جانور پر سوار ہوتا ہے۔ اسے چھڑی کے ساتھ مارتا ہے یا اس کی لگام کھینچتا ہے۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں۔ عبد اللہ نے کہا اتنے میں اندر سے ایک عورت نے مجھے آواز دی اور کہا اے فلاں! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ان دونوں نے کہا یہ ہماری بہن ہے اور عمر میں ہم سے بڑی ہے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے (7)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ کا یہ معنی نقل کیا ہے ہم نے کتاب میں نظر انداز نہیں کیا اور کوئی شے بھی نہیں مگر وہ اس کتاب میں موجود ہے (8)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا چوپاؤں کی روحیں کون قبض کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ملک الموت (موت کا فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام)۔ جب یہ بات حضرت حسن تک پہنچی تو انہوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 219، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً
5۔ ایضاً　6۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 47، دار الکتب العلمیہ بیروت
7۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 480، دار الکتب العلمیہ بیروت　8۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 219

نے کہا انہوں نے سچ فرمایا ہے، یہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ الآیہ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے روایت کیا ہے کہ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا چوپاؤں کی موت ہی ان کا حشر ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حشر سے مراد موت ہے(1)۔

امام عبد الرزاق، ابوعبید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی جانور اور پرندہ نہیں مگر اسے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ پھر ان میں سے بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ سینگوں والے جانور سے اس کا قصاص لیا جائے گا جس کے سینگ نہیں۔ بعد ازاں انہیں کہا جائے گا مٹی ہو جاؤ۔ پس اس وقت کافر کہے گا يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا ﴿٤٠﴾ (النبا) اے کاش! میں مٹی ہوتا) اور اگر چاہو تو یہ پڑھو وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم (الآیہ) (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں دو بکریاں آپس میں ایک دوسرے کو سینگ مارنے لگیں تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے ابوذر! کیا تو جانتا ہے کہ یہ کیوں ایک دوسرے کو سینگ مار رہی ہیں؟ میں نے عرض کی نہیں، تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ ان کے درمیان فیصلہ بھی فرمائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلاشبہ جب رسول اللہ ﷺ (وصال فرما کر) ہم سے جدا ہوئے تو آسمان میں پروں سے اڑنے والا کوئی ایسا پرندہ نہیں تھا جس کا ذکر آپ ﷺ نے ہمارے سامنے نہ فرمایا ہو۔ (یعنی تمام کے اسماء متفرق اوقات میں آپ نے ہمیں بتا دیے) (3)

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَاءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٢﴾

"اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو (تو وہ) بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں (سرگرداں ہیں)۔ جسے چاہے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اور جسے چاہے لگا دے اسے سیدھے راستے پر۔ آپ فرمائیے بھلا بتاؤ تو اگر آئے تم پر اللہ کا عذاب یا آ جائے تم پر قیامت کیا اس وقت اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ (بتاؤ) اگر تم سچے ہو۔ بلکہ اسی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 220، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

کو پکارو گے تو دور کر دے گا وہ تکلیف پکارا تھا تم نے جس کے لیے اگر وہ چاہے گا اور تم بھلا دو گے انہیں جنہیں تم نے شریک بنا رکھا تھا اور بے شک بھیجے ہم نے رسول امتوں کی طرف آپ سے پہلے (جب انہوں نے سرکشی کی) تو ہم نے پکڑ لیا انہیں سختی اور تکلیف سے تاکہ وہ گڑ گڑائیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ یہ کافر کی مثال ہے جو زیادہ بہرہ اور گونگا ہے نہ وہ ہدایت کو دیکھ سکتا ہے اور نہ اس سے نفع اٹھا سکتا ہے، وہ حق سے بہرہ ہے کیونکہ وہ تاریکیوں میں ایسے بھٹکا ہوا ہے کہ ان سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو یوسف المدنی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا قرآن کریم کے اعتبار سے ابن آدم (انسان) کی ہر مشیت منسوخ ہے۔ (یعنی انسان کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے وہی ہوتا ہے جو رب کریم چاہتا ہے۔ اس کی منشا کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا) اور ناسخ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے قول باری تعالیٰ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد خوف سلطان اور قیمتوں کا تیز (مہنگا) ہونا ہے (یعنی ہم نے انہیں پکڑ لیا اس طرح کہ ان پر سلطان کا خوف اور ڈر مسلط کر دیا اور ان کی ضروریات زندگی ناپید کر کے ان کی قیمتیں بڑھانے پر انہیں مجبور کر دیا) واللہ اعلم۔

فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

"تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب آیا ان پر ہمارا عذاب تو وہ (توبہ کرتے اور) گڑ گڑاتے لیکن سخت ہو گئے ان کے دل اور آراستہ کر دیا ان کے لیے شیطان نے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں قساوت قلبی (دل کی سختی) کو مسلط کر دیا جس کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ذلیل و رسوا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے اور تم قساوت قلبی کے سبب اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے پیش نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ یہی تم سے پہلی قوموں میں عیب اور نقص تھا۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۵﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 222، بیروت

''پھر جب انہوں نے بھلا دیں وہ نصیحتیں جو انہیں کی گئی کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب وہ خوشیاں منانے لگے اس پر جو انہیں دیا گیا تو ہم نے پکڑ لیا انہیں اچانک اب وہ ناامید ہو کر رہ گئے تو کاٹ کر رکھ دی گئی جڑ اس قوم کی جس نے ظلم کیا تھا اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہان والوں کا''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ کا یہ معنی نقل کیا ہے ''پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو چھوڑ دیا جو انہیں کی گئیں (1)''۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جس کی طرف اللہ اور اس کے رسل عظام علیہم السلام نے انہیں بلایا تھا انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور اسے ان پر واپس لوٹا دیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے مراد پہلی امتوں کو عطا کی جانے والی دنیوی خوشحالی اور اس کی راحتیں اور سہولتیں ہیں (3)۔

عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے فرمایا اس سے مراد رزق کی وسعت اور خوشحالی ہے (4)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد رزق ہے یعنی یہاں تک کہ جب وہ خوشیاں منانے لگے اس رزق پر جو انہیں دیا گیا۔ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ اب وہ اپنی حالت تبدیل ہونے کے سبب ہلاک ہونے لگے۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تو جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی ان کی جنہوں نے ظلم کیا تھا (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن نضر حارثی رحمہ اللہ نے اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً کے بارے کہا ہے کہ انہیں بیس سال تک مہلت دی گئی (6)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ مبلس سے مراد ایسی اذیت ناک اور پریشان کن مشقت ہے جس کے سبب ایسا شر اور اضطراب ظاہر ہو جس کا دفاع نہ ہو سکتا ہو۔ یہ معنی مبلس میں مستکبر کی نسبت زیادہ اور سخت ہے اور فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے بارے کہا کہ ان کی جڑ اور اصل کاٹ دی گئی (7)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مُّبْلِسُوْنَ کا معنی الا کتئاب (غمگین ہونا، ذلت و رسوائی کی حالت میں ہونا) نقل کیا ہے اور ایک روایت میں اس کا معنی آیسون (ناامید ہونے والے) کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 225، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 225,27,28 6۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 226 7۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 227-28

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ابلاس کا معنی چہروں کو تبدیل کرنا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے چہرے وغیرہ کو تبدیل کر دیا ہے اسی وجہ سے اس کا نام ابلیس ہے۔

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر، طبرانی نے الکبیر میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے شعب الایمان میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: جب تو یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ایک بندے کو (حظ وافر) عطا فرما رہا ہے اور وہ اپنے پسندیدہ گناہوں پر قائم اور ڈٹا ہوا ہے تو یہ بالیقین استدراج ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ اور اس کے بعد والی آیت تلاوت فرمائی: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ...... الآیہ۔(1)

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی قوم کی بقا اور نمو کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے میانہ روی اور پاک دامنی عطا فرما دیتا ہے اور جب کسی قوم کو ختم کرنے کا قصد فرماتا ہے تو پھر ان کے لیے یا ان پر خیانت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (یعنی ان میں خیانت عام کر دیتا ہے) حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا الآیہ یہاں تک کہ جب وہ خوشیاں منانے لگے اس پر جو انہیں دیا گیا تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ اب وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔ تو کاٹ کر رکھ دی گئی جڑ اس قوم کی جس نے ظلم کیا تھا اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہان والوں کا پروردگار ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے جس پر خوشحالی اور وسعت ہو اور اسے یہ گمان نہ ہو کہ اس کے ساتھ مکر کیا جا رہا ہے (یعنی اسے آزمائش میں ڈالا جا رہا ہے) تو اس کی کوئی رائے نہیں اور جس پر تنگ دستی ہو اور اسے یہ گمان نہ ہو کہ اس پر رحم اور اس کی مدد کی جا رہی ہے تو اس کی کوئی رائے نہیں پھر یہ آیت پڑھی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ الآیہ۔

اور حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا رب کعبہ کی قسم! کسی قوم کے ساتھ مکر یہ ہے کہ ان کی حاجات وضروریات انہیں دی جائیں اور پھر انہیں پکڑ لیا جائے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہر حال میں مجھ سے ڈرتے رہو اور جب تمہارے اوپر میرے احسانات اور نعمتیں وافر ہو جائیں تو نسبتاً زیادہ ڈرو۔ اس وقت میں تمہیں نہیں پچھاڑوں گا اور پھر تمہاری طرف کڑی نظر نہیں رکھوں گا۔

امام بیہقی نے شعب میں حضرت ابو حازم رحمہ اللہ سے قول نقل کیا ہے کہ جب تو دیکھے اللہ تعالیٰ تجھ پر مسلسل اپنی نعمتیں فرما رہا ہے اور تو گناہ کر رہا ہے تو اس سے ڈر فرمایا نعمت جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی جاتی ہے وہ ہی آزمائش ہے(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً کے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 128 (4540)، دارالکتب العلمیہ، بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 128، دارالکتب العلمیہ بیروت

بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قوم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ بغاوت کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی قوم کو نہیں پکڑا مگر تب جب کہ اس کے افراد بے غم ہو گئے، غافل ہو گئے اور آسودہ حال ہو گئے۔ پس تم ان چیزوں کے سبب دھوکہ نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچو۔ کیونکہ صرف فاسق قوم ہی دھوکہ کھاتی ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا بلاشبہ مچھر جب تک بھوکا رہے وہ زندہ رہتا ہے اور جب سیر ہو جائے تو مر جاتا ہے۔ اسی طرح ابن آدم بھی جب دنیا سے بھر جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا مجھے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے بارے بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی جڑ کاٹ دی گئی اور انہیں مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ نافع نے پوچھا کیا عرب اسے جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کیا تو نے زہیر کا یہ قول نہیں سنا۔ وہ کہتا ہے:

اَلْقَائِدُ الْخَيْلِ مَنْكُوْبًا دَوَ ابِرُهَا قَدْ اُحْكِمَتْ حُكمات القدو الابقا

گھڑ سوار دستے کا قائد ہے جن کے پچھلے پاؤں زخمی ہیں۔ تحقیق انہیں چمڑے اور ریشم کی لگام میں دی گئی ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾

''آپ فرمائیے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر لے لے اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر تو کوئی خدا ہے اللہ کے سوا جو لا دے تمہیں یہ چیزیں؟ ملاحظہ ہو کس کس رنگ سے ہم بیان کرتے ہیں (توحید کی) دلیلیں پھر بھی منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ آپ فرمائیے یہ تو بتاؤ اگر آ جائے تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا تو کون ہلاک کیا جائے گا بغیر ظالم لوگوں کے۔ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشخبری سنانے کے لیے اور

(عذاب جہنم سے) ڈرانے کے لیے۔ تو جو ایمان لائے اور اپنے آپ کو سنوار لیا تو کوئی خوف نہیں ہوگا انہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو پہنچے گا انہیں عذاب بوجہ اس کے کہ وہ حکم عدولی کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایئے کہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ خود جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں۔ نہیں پیروی کرتا میں مگر وحی کی جو بھیجی جاتی ہے میری طرف۔ آپ فرمایئے کیا (کبھی) برابر ہوسکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا؟ تو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یَصۡدِفُوۡنَ کا معنی یعدلون ہے یعنی وہ منہ پھیرتے ہیں (1)۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا بتایئے یَصۡدِفُوۡنَ کا مفہوم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یَعۡرِضُوۡنَ عَنِ الۡحَقِّ یعنی وہ حق سے اعراض کرتے ہیں۔ پھر نافع نے عرض کی کیا عرب اسے جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا جی ہاں، کیا تو نے سفیان بن حارث کا یہ قول نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے۔

عَجِبۡتُ لِحُکۡمِ اللّٰهِ فِیۡنَا وَ قَدۡبَدَا　　لَهٗ صَدَفُنَا عَنۡ کُلِّ حَقٍّ مُنَزَّلِ

ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا میں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ جب کہ اس پر یہ امر ظاہر ہو چکا ہے کہ ہم نے ہر نازل کئے گئے حق سے اعراض کیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا یَصۡدِفُوۡنَ کا معنی یعرضون (وہ اعراض کرتے ہیں) اور قُلۡ اَرَءَیۡتَکُمۡ اِنۡ اَتٰىکُمۡ عَذَابُ اللّٰهِ بَغۡتَةً کے بارے فرمایا" آپ فرمایئے یہ تو بتاؤ اگر تم پر اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے اس حال میں کہ تم اطمینان سے رہ رہے ہو" او جھرۃ" یا اس حال میں کہ وہ اسے ظاہر دیکھ رہے ہوں۔ اور قول باری تعالیٰ: قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَ الۡبَصِیۡرُ کے بارے مجاہد نے کہا کہ اعمیٰ سے مراد گمراہ اور بصیر سے مراد ہدایت پانے والا ہے۔ یعنی کیا گمراہ اور ہدایت یافتہ برابر ہوسکتے ہیں (2)۔

ابن جریر نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا قرآن کریم میں جہاں کہیں فسق کا لفظ ہے اس کا معنی کذب ہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَ الۡبَصِیۡرُ کے بارے فرمایا۔ کہ اعمیٰ سے مراد وہ کافر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق، اس کے اوامر اور اپنے اوپر ہونے والی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اندھا ہے اور بصیر سے مراد وہ بندہ مومن ہے جس نے نفع بخش نظر سے دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کا اعتقاد رکھا، اپنے رب کی اطاعت وفرمانبرداری کے اعمال کیے اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو نعمتیں عطا فرمائیں ان سے خوب نفع اٹھایا (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 230، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 230,31,32
3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 231
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 232

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ﴿۵۱﴾ وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴿۵۲﴾ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ﴿۵۳﴾ وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴿۵۴﴾ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ﴿۵۶﴾

”اور ڈرایئے اس (قرآن) سے انہیں جو ڈرتے ہوں اس سے کہ اٹھایا جائے گا انہیں ان کے رب کی طرف اس حالت میں کہ نہیں ہوگا ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی (انہیں ڈرایئے) تا کہ یہ (کامل) پرہیز گار ہو جائیں۔ اور نہ دور ہٹاؤ انہیں جو پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام، طلب گار ہیں (فقط) اس کی رضا کے۔ نہیں آپ پر ان کے حساب سے کوئی چیز اور نہ ہی آپ کے حساب سے ان پر کوئی چیز ہے، تو پھر بھی اگر آپ دور ہٹائیں انہیں تو ہو جائیں گے آپ بے انصافی کرنے والوں سے۔ اور اسی طرح ہم نے آزمائش میں ڈال دیا بعض کو بعض سے تا کہ کہیں (مال دار کافر نادار مسلمانوں کو دیکھ کر) کیا یہ ہیں احسان کیا ہے اللہ نے جن پر ہم میں سے۔ کیا نہیں جانتا اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ اپنے شکر گزار (بندوں کو)؟ اور جب آئیں آپ کی خدمت میں وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو (ان سے) فرمایئے سلام ہو تم پر، لازم کر لیا ہے تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے آپ پر رحمت فرمانا۔ تو جو کوئی کر بیٹھے تم میں سے برائی نادانی سے پھر توبہ کر لے اس کے بعد اور سنوار لے (اپنے آپ کو) تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ اور اس طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیتوں کو تا کہ ظاہر ہو جائے راستہ گنہگاروں کا۔ آپ فرمایئے مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں پوجوں انہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا۔ آپ فرمایئے میں نہیں

پیروی کرتا تمہاری خواہشوں کی، ایسا کروں تو گمراہ ہو گیا میں اور نہ رہا میں ہدایت پانے والوں سے''۔

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ قریش کی ایک جماعت کا گزر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس سے ہوا اس وقت آپ ﷺ کے پاس حضرات صہیب، عمار، بلال اور خباب رضی اللہ عنہم جیسے کمزور مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ تو قریشیوں نے کہا اے محمد ﷺ! کیا تو اپنی قوم میں سے ان افراد پر راضی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ان پر احسان فرمایا ہے، کیا ہم ان لوگوں کی اتباع کریں؟ آپ انہیں اپنے پاس سے دور کر دیجئے۔ اگر تم نے انہیں دور ہٹا دیا تو شاید ہم آپ کی اتباع کر لیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ سے لے کر وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ۝ (الانعام) تک قرآن کریم نازل فرمایا (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، قرظہ بن عبد عمر، ابن نوفل، حارث بن عامر بن نوفل، مطعم بن عدی بن خیار بن نوفل جو کہ عبد مناف میں سے اشراف کفار تھے، حضرت ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے اور کہا اگر آپ کا بھتیجا ہم سے ان غلاموں کو دور بھگا دے، کیونکہ یہ سب ہمارے غلام ہیں، ہمارے دست نگر ہیں۔ تو اس کا مقام ہمارے سینوں میں بڑھ جائے گا، ہمارے نزدیک زیادہ قابل اطاعت ہو جائے گا اور یہ قریب ہے کہ ہم اس کی اتباع اور تصدیق کر لیں۔ حضرت ابوطالب نے اس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے کیا۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ایسا کر لیں یہاں تک کہ ہم وہ دیکھیں جو وہ اپنے قول سے ارادہ رکھتے ہیں اور جیسے وہ اپنے معاملات چاہتے ہیں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ سے لے کر اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ تک آیات نازل فرمائیں۔ انہوں نے کہا وہ لوگ حضرت بلال، عمار بن یاسر، سالم مولی ابی حذیفہ، صبیح مولی اسید، ابن مسعود کے حلفاء، مقداد بن عمرو، واقد بن عبداللہ حنظلی، عمرو بن عبد عمر، ذوالشمالین، مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہم اور انہیں جیسے اور افراد تھے۔ کفار قریش کے ائمہ، موالی اور حلفاء کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا الآیہ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور اپنے قول پر معذرت چاہی۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا الآیہ (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابویعلی، ابونعیم نے حلیہ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری آئے اور انہوں نے حضرت بلال، صہیب، عمار، خباب رضی اللہ عنہم اور دیگر کمزور مومنین میں سے کچھ افراد کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور جونہی انہوں نے ایسے لوگوں کو آپ ﷺ کے پاس دیکھا تو انہیں حقیر خیال کیا اور آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر تخلیہ کی گزارش کی۔ بعد ازاں آپ سے یہ کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے پاس ہمارے بیٹھنے کی علیحدہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 233، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 235

جگہ بنائیں۔ تاکہ اہل عرب ہماری فضیلت سے آگاہ ہو جائیں۔ کیونکہ عرب کے مختلف وفود آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو ہم اس سے حیا محسوس کرتے ہیں کہ عرب ہمیں ان غلاموں کے پاس بیٹھا ہوا دیکھیں۔ لہٰذا جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوں تو آپ انہیں اٹھا دیجئے اور پھر جب ہم فارغ ہو جائیں۔ تو اگر آپ چاہیں تو ان کے پاس تشریف رکھیں۔ یہ گفتگو سننے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں! (یہ درست ہے)۔ انہوں نے عرض کی آپ ہمیں اس پر کچھ تحریر لکھ دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے کاغذ طلب کیا اور تحریر لکھنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ہم ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اسی وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ...... الی قولہ ...... فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کاغذ کو پھینک دیا۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں بلایا۔ ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ پڑھ رہے تھے۔ پھر ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ بعد ازاں جب آپ نے اٹھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ اٹھے اور ہمیں چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ...... (الکہف: 28) الآیہ۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف رکھا کرتے تھے۔ تو جب آپ ﷺ کے اٹھنے کا وقت آتا، تو ہم آپ کو چھوڑ دیتے۔ یہاں تک کہ آپ کھڑے ہو جاتے (1)۔

امام زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں حضرت عمر بن عبد اللہ بن مہاجر مولیٰ غفرہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اسطوان التوبۃ کے بارے کہا کہ حضور نبی مکرم ﷺ اکثر نوافل اس کے پاس ادا فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس کے پاس تشریف لے جاتے۔ پھر ضعفاء، مساکین، اہل مصیبت، حضور نبی مکرم ﷺ کے مہمان اور مولفۃ قلوب تمام لوگ اس کے پاس آتے۔ علاوہ ازیں وہ لوگ بھی آتے جو رات مسجد میں گزارتے تھے۔ یہ تمام لوگ اس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنی جائے نماز سے صبح کے وقت ان کی طرف متوجہ ہوتے اور انہیں وہ آیات پڑھ کر سناتے جو رات کے وقت اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر نازل فرماتا۔ پھر آپ ﷺ ان سے گفتگو فرماتے اور وہ آپ کے ساتھ محو گفتگو رہتے۔ یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہوتا تو خوشحال، ذی شرف اور اہل ثروت آتے۔ تو جب وہ آپ ﷺ کو اپنے لیے فارغ اور تنہا نہ پاتے۔ تو ان کے نفس آپ ﷺ کے مشتاق ہوئے اور آپ ﷺ کا دل ان کی طرف مائل ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے "واصبر نفسك الایہ" والی دو آیتیں نازل فرمائیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں تو وہ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ انہیں ہم سے دور بھگا دیں تو ہم آپ کے ہم نشین اور بھائی بن کر رہیں گے اور کبھی آپ کو جدا اور علیحدہ نہیں کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں نازل فرمائیں: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ الآیہ۔

امام فریابی، احمد، عبد بن حمید، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، ابن مردویہ،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 234، بیروت

حاکم، ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا یہ آیت چھ افراد کے بارے نازل ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت بلال رضی اللہ عنہم، بنی ہذیل کے ایک آدمی اور علاوہ ازیں دو آدمی اور ہیں۔ قریش نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! انہیں اپنے سے علیحدہ کر دیجئے کیونکہ ہمیں ان کے تابع ہو کر رہنے سے حیا آتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دل میں اتنا سا خیال واقع ہوا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ الی قولہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ۔ (1)

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس ارشاد کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد دو نمازی حضرت بلال اور حضرت ابن ام عبد رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ دونوں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس بیٹھا کرتے تھے تو قریش انہیں حقیر جان کر یہ کہتے۔ اگر یہ دونوں اور ان جیسے دیگر افراد نہ ہوتے تو ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھتے۔ تو نبی مکرم ﷺ کو منع فرما دیا گیا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے سے علیحدہ کریں حتیٰ کہ فرمایا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ۔ (2)

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں اکثر بیٹھے رہتے تھے۔ ان میں سے حضرت بلال، حضرت صہیب اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم تھے۔ پس آپ ﷺ کی قوم کے اشراف اور سردار حاضر ہوتے، اور ان لوگوں کو آپ کی بارگاہ میں حاضر دیکھتے تو وہ ایک طرف بیٹھ جاتے۔ اور کہتے، صہیب رومی ہے، سلمان فارسی ہے اور بلال حبشی ہے۔ یہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں اور ہم آتے ہیں تو ہم ایک طرف بیٹھتے ہیں۔ بالآخر انہوں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کر دیا کہ ہم تو آپ کی قوم کے سردار اور معززین ہیں جب ہم حاضر ہوتے ہیں کیا آپ ہمیں اپنے قریب جگہ نہیں دیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا ہی کیا جائے گا اگر وہ یہ پسند کرتے ہیں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اشراف قریش حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آتے تو عموماً حضرت بلال، حضرت سلمان، حضرت صہیب اور انہی کی مثل دیگر افراد مثلاً ابن ام عبد، عمار اور خباب رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس موجود ہوتے۔ انہیں دیکھ کر اشراف قریش یہ کہتے۔ بلال حبشی ہے، سلمان فارسی ہے اور صہیب رومی ہے۔ اگر آپ انہیں دور ہٹا دیں تو ہم آپ کے پاس حاضر ہوں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ والی آیت نازل فرمائی۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں یعنی فرض نماز میں (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 35-234، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 235 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 236

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا ہے اس سے مراد فرض نماز ہے یعنی صبح اور عصر کی نماز (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ وہ اہل ذکر ہیں۔ آپ انہیں ذکر سے دور نہ کیجئے۔ اور سفیان نے کہا وہ اہل فقر ہیں (آپ انہیں دور نہ کیجئے) (2)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ: وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو دولت مند بنا دیا اور بعض کو فقراء۔ اور اغنیاء نے فقراء کے بارے کہا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا یعنی کیا یہ ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور وہ ان کے بارے ایسی بات بطور استہزاء اور تمسخر کہتے (3)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمایا (4)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے قول باری تعالیٰ: اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ الآیہ'' کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عزت وکرامت حاصل ہوتی تو اس قسم کی تنگ دستی اور مشقت ان پر نہ آتی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ الآیہ کی تفسیر میں فرمایا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ فقراء میں سے کچھ لوگ تھے۔ تو اشراف میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا: ہم آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں گے۔ لیکن جب ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے تو آپ ان لوگوں کو اپنے سے پیچھے ہٹا دیں گے تاکہ وہ ہمارے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

امام فریابی، عبد بن حمید، مسدد رحمہم اللہ نے اپنی مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ماہان رحمہ اللہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آکر کہا کیا ہم نے بہت زیادہ گناہ کیے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ وہ واپس چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا...... الآیہ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلایا اور انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی (5)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مجھے ''سلام علیکم'' کے بارے یہ خبر دی گئی ہے کہ جب وہ لوگ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے انہیں یہ فرماتے سلام علیکم۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ملتے تو پھر بھی اسی طرح کرتے۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ کا معنی نُبَيِّنُ الْاٰيَاتِ بیان کیا ہے۔ یعنی ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 236، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 238 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 240

4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 241 6۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 244

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ کے بارے حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے یعنی وہ لوگ جو آپ کو ان لوگوں کو اپنے سے دور ہٹانے کا کہتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ہزیل بن شرجیل رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ایک آدمی ابوموسیٰ اور سلمان بن ربیعہ کے پاس آیا اور دونوں سے بیٹی، پوتی اور بہن کے حصص کے بارے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا بیٹی کے لیے نصف ہے اور بہن کے لیے نصف ہے۔ تو حضرت عبداللہ کے پاس جا کر پوچھ لے۔ وہ بھی اسی طرح بتائیں گے۔ چنانچہ وہ آدمی حضرت عبداللہ کے پاس آیا اور واقعہ سے آگاہ کیا۔ تو انہوں نے کہا: ضَلَلْتُ إِذًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ میں تو بالیقین اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی مثل ہی فیصلہ کروں گا اور وہ یہ ہے کہ بیٹی کے لیے نصف ہے، پوتی کے لیے سدس (چھٹا حصہ) اور ما بقی بہن کے لیے ہے (2)۔

قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾

"آپ فرمائیے بے شک میں قائم ہوں ایک روشن دلیل پر اپنے رب کی طرف سے اور جھٹلا دیا تم نے اسے۔ نہیں ہے میرے پاس جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ نہیں ہے حکم (کسی کا) سوائے اللہ کے، وہی بتاتا ہے حق اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپ فرمائیے اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو (کبھی کا) فیصلہ ہو گیا ہوتا اس بات کا میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو"۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ يَقُصُّ الْحَقَّ کی بجائے يَقْضِي الْحَقَّ پڑھتے ہیں (یعنی وہی حق فیصلے کرتا ہے)

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ آیت اس طرح پڑھائی: يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ یہ لفظ يَقُصُّ الْحَقَّ پڑھا کرتے تھے اور کہتے تھے: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (یوسف: 34)(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 243، بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الوصایا، جلد 6، صفحہ 243، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 245

امام ابن الانباری نے حضرت ہارون رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ”عبداللہ کی قرأت میں یَقُصُّ الْحَقَّ ہی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اور حضرت الانباری رحمہ اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ کی قرأت میں اسی طرح ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ بھی اس طرح پڑھا کرتے تھے اور کہتے۔ اگر اس کی جگہ یَقْضِی ہوتو وہ بھی حق ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابوعمران جونی سے نقل کیا ہے کہ عَلٰی بَیِّنَةٍ کا معنی عَلٰی ثِقَةٍ (یقین، پختہ اعتماد) ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا عبداللہ کی قرأت میں ”یَقْضِی الْحَقَّ وَهُوَ اَسْرَعُ الْفَاصِلِیْنَ“ کے الفاظ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اصمعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوعمرو رحمہ اللہ نے ”وَیَقْضِی الْحَقَّ“ پڑھا ہے اور کہا ہے کہ فیصلہ نہیں ہوگا مگر قضا کے بعد۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ کی سند سے مغیرہ سے اور انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ”یَقْضِی الْحَقَّ وَهُوَ اَسْرَعُ الْفَاصِلِیْنَ“ پڑھا۔ ابن حی نے کہا فیصلہ نہیں ہوگا مگر قضا کے بعد۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ کے بارے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے قیامت بالیقین قائم ہوگی۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ۭ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾

”اور اس کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں سوائے اس کے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی میں اور سمندر میں ہے۔ اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر وہ جانتا ہے اس کو اور نہیں کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لکھی ہوئی ہے روشن کتاب میں“۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ کی تفسیر میں بیان کیا ہے ”یَقُوْلُ خَزَائِنُ الْغَیْبِ“ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غیب کے خزانے اسی کے پاس ہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ مفاتح الغیب پانچ ہیں اور ان کا ذکر اس آیت میں ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 246

تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (لقمان)(1)

احمد، بخاری، خشیش بن اصرم نے الاستقامہ میں، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفاتیح الغیب پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کل کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ارحام سے بچے کی ولادت کب ہوگی، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، بارش کب برسے گی، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ اسے کون سی زمین پر موت آئے گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی یہ نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی(2)۔(الف)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ غیبوں کی چابیوں کے سوا ہر چیز عطا کی گئی ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ الآیہ (لقمان:34)(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ الآیہ کے بارے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان سے مراد وہی ہیں جن کا ذکر اس ارشاد میں ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ۔ الآیہ (لقمان:34)

امام مسدد نے مسند میں، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے قول باری تعالیٰ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی تناور درخت نہیں ہے، مگر اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس سے گرنے والی ہر شے کو جانتا ہے اسی وقت وہ اسے شمار کرتا ہے پھر اس کے علم کو اٹھا لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہتر اور زیادہ جانتا ہے(4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن جحادہ رحمہ اللہ سے اس ارشاد کی یہ تفسیر نقل کی ہے قسم ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے عرش کے نیچے ایک درخت ہے جس میں ساری مخلوق کے لیے ایک ایک پتا ہے۔ جب اس کا پتا گر جاتا ہے تو ادھر اس کے جسم سے روح نکل جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا میں اسی کا ذکر ہے۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین پر کوئی کھیتی نہیں، درختوں پر کوئی پھل نہیں مگر اس پر یہ لکھا ہوا ہے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 247
2۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، جلد 4، صفحہ 364، دار الفکر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 247
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 22، دار الصمیعی بیروت

مسئلہ زیر غور: کیا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتح الغیب کا علم عطا کیا گیا؟

(الف) اس آیت طیبہ میں علم مفاتح الغیب کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تخصیص علم ذاتی کے اعتبار سے ہے اور اس سے کسی اور علم عطائی کی نفی ثابت نہیں ہوتی ''فاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی تحریر فرماتے ہیں'' اس آیت سے بھی نفی علم عطائی کی ثابت کرنا ظلم ہے تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے تحت میں سطور ہے'' قال الجریری لا یعلمها الا ھو ومن یطلعه علیها من صفی و خلیل وحبیب وولی ''یعنی جریری نے کہا کہ مفاتح الغیب کو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ ان پر اطلاع دے خواہ وہ صفی ہوں یا خلیل یا حبیب یا ولی۔ اور اس سے چند سطر اوپر اسی تفسیر میں لکھا ہے وقوله لا یعلمها الا ھو ای لا یعلم الا و لون والا خرون قبل اظهاره تعالیٰ ذالك لهم ''یعنی اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہر کرنے کے پہلے کوئی نہیں جان سکتا'' (الکلمۃ العلیا، صفحہ 98)

رزق فلاں بن فلاں'' کہ یہ فلاں بن فلاں کا رزق ہے۔ مذکورہ آیت طیبہ میں اسی کا ذکر ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تیسری زمین کے نیچے اور چوتھی زمین کے اوپر ایسے جن ہیں، کہ اگر وہ ظاہر ہو جائیں، تو ان کے سبب تم نور کو نہ دیکھ سکو۔ اس کے کونوں میں سے ہر کونے پر اللہ تعالیٰ کی مہروں میں سے ایک مہر ہے، ہر مہر پر فرشتوں میں سے ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے ہر روز ایک فرشتہ اس کی طرف بھیجتا ہے تا کہ وہ اسے یاد کر لے جو کچھ تیرے پاس ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا زمین میں کوئی چھوٹا، بڑا درخت نہیں، اور نہ ہی پھوٹنے والی کوئی کونپل ہے چاہے خشک ہو یا تر مگر اس پر فرشتہ مقرر ہے وہ ہر روز اس کے بارے معلومات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ جب وہ سبز اور تر ہو تو اس کی رطوبت کی خبر لاتا ہے اور جب خشک ہو تو اس کی خشکی کی خبر پیش کرتا ہے۔ اعمش نے کہا اس کا تذکرہ کتاب اللہ کی اس آیت میں موجود ہے وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ (2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی درخت نہیں اور نہ ہی سوئی رکھنے کی کوئی جگہ ہے، مگر اس کے لیے فرشتہ مقرر ہے جو اس کے بارے میں معلومات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے کیونکہ آسمان کے فرشتے مٹی کے ذرات کی تعداد سے زیادہ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ والی آیات تلاوت فرمائی اور فرمایا ہر شے میں سے خشک و تر قرآن کریم میں موجود ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نور پیدا فرمایا اور وہی دوات ہے اور الواح تخلیق فرمائیں اور ان میں تمام امور دنیا اس کے اختتام پذیر ہونے تک سب تحریر فرما دیے۔ یعنی مخلوق میں سے جسے پیدا کرنا ہے یا رزق حلال ہے یا حرام یا اس کا عمل نیک ہوگا یا فسق و فجور۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ پھر وہ کتاب حفظہ کے سپرد کر دی اور اپنی مخلوق کو بھی حفظہ کے سپرد کر دیا اور حفظہ (کراما کاتبین) وہ تمام اعمال لکھتے ہیں جو تم ہر دن اور رات میں کرتے ہو اور مخلوق سے وہی کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے جس کا اسے پابند بنایا گیا ہے اور اتنا ہی (رزق میں سے) حصہ اسے دیا جاتا ہے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے وہ کچھ کر گزرتا ہے جو کتاب میں لکھا ہے اور ہمارے کرنے سے قبل ہمارے ہر عمل کو لکھ دیا گیا۔ کسی کو باقی نہیں چھوڑا۔ آپ نے فرمایا کیا تم عرب نہیں ہو؟ کیا نسخۃ وہی شے نہیں ہوتی جس سے فارغ ہوا جائے؟ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ (الجاثیہ)

وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ

1۔ تاریخ بغداد، جلد 4، صفحہ 130، مطبعۃ السعادہ مصر 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 245

فِيهِ لِيُقْضَىٰٓ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾

''اور وہ وہی ہے جو قبضہ میں لے لیتا ہے تمہیں رات کو اور جانتا ہے جو کمایا تم نے دن کو پھر اٹھاتا ہے تمہیں (نیند سے) دن میں تاکہ پوری کر دی جائے (تمہاری عمر کی) میعاد مقرر۔ پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے پھر وہ بتائے گا تمہیں جو تم کیا کرتے تھے''۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے، جب وہ سوتا ہے تو وہ اس کی جان کو پکڑ لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ اس کی روح قبض کرنے کی اجازت فرما دے تو وہ اسے قبض کر لیتا ہے ورنہ اسے واپس لوٹا دیتا ہے۔ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ کا یہی مفہوم ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مذکورہ ارشاد گرامی کے بارے کہا نیند کے وقت نفس فوت ہو جاتے ہیں۔ ہر رات اللہ تعالیٰ تمام ارواح کو قبض فرما لیتا ہے اور ہر روح سے اس عمل کے بارے پوچھتا ہے جو اس کے صاحب نے دن کے وقت کیا پھر رب کریم ملک الموت کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے اسے قبض کر لو۔ ہر روز ملک الموت لوگوں کی کتاب حیات کو دیکھتا ہے کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تین بار اور کوئی کہتا ہے کہ پانچ بار (وہ یہی عمل کرتا ہے)

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ...... الآیہ۔ کی تفسیر کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ رات کے وقت ان کی وفات سے مراد ان کی نیند ہے۔ اور مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ کے بارے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ کام اور عمل ہے جو دن کے وقت تم نے کیے۔ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ کے بارے کہا پھر وہ دن کے وقت تمہیں اٹھاتا ہے اور اَجَلٌ مُّسَمًّى سے مراد موت ہے (1)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ سے مراد ان کی نیند ہے (یعنی وہ وہی ہے جو رات کے وقت تم پر نیند طاری کر دیتا ہے) اور وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ سے مراد وہ گناہ کا عمل ہے جو دن کے وقت تم سے صادر ہوا اور ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ کا مفہوم یہ ہے کہ پھر وہ تمہیں اٹھاتا ہے دن کے وقت۔ بعث سے مراد بیداری ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ کے معنی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد وہ گناہ کے اعمال ہیں جو تم نے کیے (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن کثیر نے قول باری تعالیٰ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى کے معنی کے بارے میں کہا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ان کی مدت عمر کو پورا فرما دے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 249 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 248 4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 251

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ﴿۶۲﴾

''اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب آ جائے تم میں سے کسی کی موت تو قبض کر لیتے ہیں اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا حقیقی مالک ہے۔ سنتے ہو اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے تیز حساب کرنے والا ہے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً کے بارے کہا ہے کہ حفظہ سے مراد پیچھا کرنے والے ملائکہ ہیں۔ وہ بندے اور اس کے ہر عمل کی نگرانی کرتے ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے کہتے ہیں اے ابن آدم! اپنے عمل، اپنے رزق اور اپنی مدت مقررہ کی حفاظت تجھ پر لازم ہے۔ کیونکہ جب یہ ختم ہو جائے گی تو تجھے اپنے رب کے حضور پیش کر دیا جائے گا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا کے بارے فرمایا کہ ان سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو ملک الموت کے معاون اور مددگار ہیں (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ملائکہ روحوں کو قبض کرتے ہیں پھر ملک الموت انہیں لے جاتا ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ پھر اس کے بعد ان سے ملک الموت ان روحوں کو قبض کر لیتا ہے (4)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ملک الموت کے لیے یہ زمین ٹب کی مثل بنا دی گئی ہے، وہ جہاں سے چاہے لے لیتا ہے اور اس کے لیے بہت سے معاون بنائے گئے ہیں جو روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ اور پھر وہ ان سے روحوں کو قبض کر لیتا ہے (5)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت قتادہ سے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا کے بارے یہ قول روایت کیا ہے کہ ملک الموت کے کئی قاصد ہیں۔ پہلے وہی روحوں کو قبض کرتے ہیں پھر انہیں ملک الموت کے حوالے کر دیتے ہیں (6)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن منذر نے کلبی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ملک الموت وہ ہے جو موت کا والی اور مختار ہے۔ اگر بندۂ مومن ہو تو وہ اسے ملائکہ رحمت کے حوالے کر دیتا ہے اور اگر کافر ہو تو وہ اسے ملائکہ عذاب کے سپرد کر دیتا ہے (7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 251 — 2۔ ایضاً — 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 252 — 4۔ ایضاً

5۔ ایضاً — 6۔ ایضاً — 7۔ ایضاً

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ بالوں (خیموں) اور مٹی کے گھروں میں رہنے والا کوئی فرد نہیں مگر یہ کہ ملک الموت ہر روز دو مرتبہ ان کا چکر لگاتا ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے ربیع بن انس سے روایت نقل کی ہے کہ ان سے ملک الموت کے بارے سوال کیا گیا کہ کیا وہ اکیلا ہی ارواح کو قبض کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا ملک الموت وہ ہے جو روحوں کے معاملات کا والی ہے اور اس کام کے لیے اس کے بہت سے معاون ہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نہیں سنا حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ (الاعراف: 37) اور مزید فرمایا تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ مگر ملک الموت تو ان تمام کا رئیس اور سردار ہے۔ اس کا ہر قدم مشرق سے مغرب تک ہوتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا مومنین کی ارواح کہاں ہوتی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا جنت میں سدرہ کے پاس (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ لَا يُفَرِّطُوْنَ کا معنی لَا يُضَيِّعُوْنَ کرتے ہیں (یعنی وہ ضائع نہیں کرتے) (3)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قیس رحمہ اللہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تو اپنے آپ کو کس حال میں پاتا ہے؟ تو انہوں نے کہا (میری کیفیت یہ ہے) کہ مجھے اپنے حقیقی مولیٰ کی طرف لوٹا دیا گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا تو خوش نصیب ہے، تو کامیاب ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

"آپ فرمائیے کون نجات دیتا ہے تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں جسے تم پکارتے ہو گڑگڑاتے ہو اور آہستہ آہستہ (اور کہتے ہو) اگر نجات دی اللہ نے ہمیں اس (مصیبت) سے تو ہم ضرور ہو جائیں گے اس کے شکر گزار (بندے)۔ فرمائیے اللہ ہی نجات دیتا ہے تمہیں اس سے اور ہر مصیبت سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ سے مراد خشکی اور سمندر کی مصیبتیں اور تکلیفیں ہیں (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ راستے کو گم کر دیتا ہے (یعنی راستے سے بھٹک جاتا ہے) تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے کہ اگر تو ہمیں نجات دے دے تو ہم ضرور شکر گزار بندے بن جائیں گے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 252 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 253 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 7 صفحہ 254 5۔ ایضاً

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۞ وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞

''فرمائیے وہ قادر ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے اور خلط ملط کر دے تمہیں مختلف گروہوں میں اور چکھائے تم میں سے بعض کو شدت دوسروں کی۔ دیکھو کیونکر ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں (توحید کی) دلیلوں کو تاکہ یہ لوگ (حقیقت کو) سمجھ لیں اور جھٹلایا اسے آپ کی قوم نے حالانکہ یہ حق ہے۔ فرمائیے نہیں ہوں میں تمہارا ذمہ دار اور ہر ایک خبر (کے ظہور) کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب جان لوگے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ سے مراد امراء اور حکام کی جانب سے آنے والا عذاب ہے اور تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سے مراد وہ اذیت اور تکلیف ہے جو ادنیٰ اور گھٹیا لوگوں کی جانب سے تمہیں پہنچے۔ اور يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا سے مراد مختلف خواہشات رکھنے والے گروہوں میں خلط ملط ہونا ہے اور آپ نے وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ کے بارے فرمایا کہ وہ تم میں سے بعض کو بعض پر قتل اور دیگر عذاب کے ساتھ مسلط کر دے (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مِّنْ فَوْقِكُمْ سے مراد ائمہ سوء اور تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سے مراد برے خدام ہیں (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے آپ سے ہی یہ معنی بھی نقل کیا ہے کہ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ سے مراد وہ عذاب ہے جو تمہیں اپنے امراء اور اشراف کی جانب سے پہنچے اور تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سے مراد وہ ہے جو تمہیں اپنے گھٹیا لوگوں اور غلاموں کی جانب سے ملے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مِّنْ فَوْقِكُمْ سے مراد قذف (پتھر وغیرہ برسانا) اور مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سے مراد خسف (زمین میں دھنسا دینا) ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ سے مراد چیخ، پتھر اور ہوا کا عذاب ہے اور مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سے مراد زلزلہ برپا کرنا اور زمین میں دھنسا دینا۔ یہ دونوں جھٹلانے والوں کے لیے عذاب ہیں اور وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ سے مراد اہل اقرار کا عذاب ہے۔ یعنی وہ عذاب جو وہ اہل اقرار کو دے گا۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ مِّنْ فَوْقِكُمْ سے مراد پتھر برسانے کا عذاب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 57-256 2۔ ایضاً، جلد 7 صفحہ 256

ہے اور مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِكُمۡ سے مراد زمین میں دھنسا دینا ہے اور يَلۡبِسَكُمۡ شِيَعًا کے بارے کہا کہ اس سے مراد اختلاف اور متفرق خواہشات ہیں (یعنی وہ تمہیں اختلاف اور متفرق خواہشات رکھنے والے گروہوں میں خلط ملط کر دے) (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس امت کے اہل اقرار کا عذاب تلوار کے ساتھ ہے اور جھٹلانے والوں کا عذاب شدید چیخ اور زلزلہ ہے (2)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، بخاری، ترمذی، نسائی، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ آیت قُلۡ هُوَ الۡقَادِرُ عَلٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَ عَلَيۡكُمۡ الآیہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا اَعُوۡذُ بِوَجۡهِكَ ”میں تیری ذات سے پناہ مانگتا ہوں“۔ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِكُمۡ پھر کہا اَعُوۡذُ بِوَجۡهِكَ۔ اَوۡ يَلۡبِسَكُمۡ شِيَعًا وَّيُذِيۡقَ بَعۡضَكُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ فرمایا یہ آسان اور نرم ہے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جب مذکورہ آیت مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِكُمۡ تک نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے کہا اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ ذٰلِكَ ”میں اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتا ہوں“۔ اور جب یہ الفاظ اترے اَوۡ يَلۡبِسَكُمۡ شِيَعًا تو آپ ﷺ نے کہا یہ آسان ہے اور اگر کسی نے اس سے پناہ طلب کی تو اللہ تعالیٰ یقیناً پناہ عطا فرما دے گا۔

امام احمد، ترمذی، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا سنو بے شک یہ اس طرح ہونے والا ہے اور اس کے بعد اس کی کوئی تاویل نہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوالعالیہ کی سند سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ چار چیزوں کا ذکر ہے اور یہ سب عذاب ہیں۔ یہ سب بالیقین واقع ہونے والے ہیں۔ ان میں سے دو رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد پچیس سال کے دوران گزر چکے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ متفرق گروہ آپس میں خلط ملط ہوئے اور بعض نے بعض کی شدت کو چکھا اور دو ابھی باقی ہیں جو یقیناً واقع ہو کر رہیں گے اور وہ خسف (زمین میں دھنسا دینا) اور رجم (پتھر برسانا) ہیں (5)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت قُلۡ هُوَ الۡقَادِرُ نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ اٹھے اور وضو فرمایا۔ پھر یہ کہا ”اے اللہ! میری امت پر تو نہ عذاب بھیج اوپر کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 255　2۔ ایضاً، جلد 7 صفحہ 257　3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 258

4۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 11، صفحہ 140 (3066) دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 258

جانب سے، نہ ان کے پاؤں کی جانب سے، نہ انہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط کردے اور نہ ہی انہیں ایک دوسرے کی شدت چکھا۔ پس اتنے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو محفوظ کر لیا ہے کہ وہ ان پر اوپر کی جانب سے عذاب بھیجے یا ان کے پاؤں کی جانب سے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ میری امت سے چار چیزوں کو دور فرمادے۔ اس نے دو چیزیں ان سے دور فرمادی ہیں۔ اور دو چیزیں اٹھانے سے انکار فرمایا ہے۔ میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی ہے کہ آسمان سے پتھر برسانے اور زمین میں غرق کرنے کا عذاب ان سے دور فرمادے۔ انہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کر اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کی شدت نہ چکھا۔ چنانچہ رب کریم نے پتھر برسانے اور غرق کرنے کا عذاب ان سے اٹھالیا ہے اور قتل و ہرج کو اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عالیہ کی جانب سے تشریف لائے حتی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی معاویہ کی مسجد کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ نماز ادا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کی بارگاہ میں ایک طویل دعا کی۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگی ہیں۔ اس نے دو مجھے عطا فرمادی ہیں اور ایک سے مجھے منع فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے۔ تو اس نے میری اس عرضداشت کو شرف قبول عطا فرمایا۔ پھر عرض کی کہ وہ میری امت کو قحط کے سبب ہلاک نہ کرے۔ رب کریم نے میرے اس سوال کو قبول فرمالیا پھر عرض کی کہ وہ ان کے درمیان آپس میں قتل و شدت نہ ہونے دے تو رب کریم نے اس سے مجھے منع فرمادیا (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ نکلے تو فرمایا "تم دوسرے کی وفات کی باتیں کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی جی ہاں! فرمایا بلاشبہ میں پہلے وفات پانے والے لوگوں میں سے ہوں اور تم گروہ در گروہ میری اتباع کرو گے اور تمہارے بعض دوسرے بعض کو ہلاک کردیں گے پھر یہ آیت نازل ہوئی قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ ...... لِكُلِّ نَبَإٍ مُسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ۔

امام احمد، عبد بن حمید، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان، حاکم رحمہم اللہ آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ الفاظ بھی انہی کے ہیں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے بلاشبہ میرے رب نے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا اور اس نے مجھے سرخ و سفید دو خزانے عطا فرمائے۔ عنقریب میری امت اس کی مالک ہو جائے گی۔ جو کچھ میرے لیے لپیٹا گیا۔ میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے بارے یہ سوال کیا کہ وہ اسے عام قحط سالی کے سبب

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 64 (29509)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ہلاک نہ کرے۔ تو رب کریم نے میری اس التجا کو شرف قبول عطا فرمایا۔ پھر میں نے یہ عرض کی کہ اس پر کسی غیر دشمن کو مسلط نہ کرے۔ تو میرے رب نے اس درخواست کو بھی قبول فرما لیا۔ پھر یہ التجا کی کہ وہ انہیں آپس میں ایک دوسرے کی شدت نہ چکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے مجھے منع فرما دیا (الف) اور ارشاد فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بلاشبہ میں نے ایسے فیصلے فرما دیے ہیں جنہیں رد نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے تیری امت کے بارے میں تجھے یہ عطا فرمایا ہے کہ میں اسے عام قحط کے سبب ہلاک نہیں کروں گا اور میں کسی بیرونی دشمن کو ان پر مسلط نہیں کروں گا کہ وہ عام طور پر انہیں مباح سمجھنے لگیں (یعنی وہ انہیں قتل کرنے لگیں) اگرچہ وہ یہ زمین کی مختلف اطراف سے جمع ہو جائیں۔ البتہ ان میں سے بعض بعض کو قتل کریں گے اور بعض دوسروں کو قیدی بنائیں گے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مجھے اپنی امت پر گمراہ کرنے والے ائمہ کے سوا اور کوئی خوف نہیں اور قیامت ہرگز قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے اور میری امت کے کچھ قبائل بتوں کی پوجا کرنے لگ جائیں گے اور جب میری امت میں تلوار رکھ دی گئی تو پھر قیامت تک اس سے اٹھائی نہیں جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سب کا سب سو سال میں پایا جائے گا۔ میری امت میں تیس کذاب ظاہر ہوں گے۔ ان میں سے ہر کوئی یہ گمان رکھتا ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا، وہ غالب رہیں گے۔ مخالفین انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے گا۔ مزید فرمایا یہ یقینی امر ہے کہ اہل جنت میں سے کوئی آدمی اس کے پھلوں کو نہیں توڑے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس کی مثل پھل پیدا فرما دے گا اور یہ بھی فرمایا قدر و اجر کے اعتبار سے سب سے عظیم دینار وہ ہے جسے آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے، پھر وہ جو جہاد کے لیے اپنے گھوڑے پر خرچ کرتا ہے اور پھر وہ دینار ہے جسے اللہ کے راستے میں اپنے دوستوں اور ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ فرمایا یہ یقینی بات ہے کہ سوال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا نبی عظیم الشان ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو زمانہ جاہلیت کے جاہل لوگ اپنی پشتوں پر بت اٹھا کر لائیں گے۔ ان کا رب ان سے پوچھے گا کیا تم ان کی عبادت کرتے تھے؟ تو وہ کہیں گے تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ ہماری طرف کوئی حکم پہنچا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں تو تم میری اطاعت اور فرمانبرداری کرو گے؟ تو وہ کہیں گے ہاں ضرور۔ پس اسی پر اللہ تعالیٰ ان سے عہد لے لے گا اور انہیں حکم فرمائے گا کہ وہ جہنم کا قصد کریں اور اس میں داخل ہو جائیں۔ وہ چل پڑیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو وہ اسے چنگھاڑتے ہوئے اور گدھے کی مثل آواز نکالتے ہوئے دیکھیں گے۔ پس وہ خوفزدہ ہو جائیں گے اور اپنے رب کی طرف لوٹ پڑیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نجات عطا فرما۔ رب کریم فرمائے گا کیا تم نے میرے ساتھ یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تم یقیناً طاعت و فرمانبرداری کرو

(الف) ان تمام احادیث اور روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعا سے منع فرما دیا، یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول نہیں کی۔ ہرچند کہ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا قبول کرنے پر مجبور نہیں ہے، لیکن اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے احباء کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ ان کا سوال رد نہیں فرماتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر محبوب ہیں اور سب سے زیادہ مستجاب ہیں اسی لیے جو چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی دعا مانگنے سے منع فرما دیا، تاکہ آپ کی دعا کا مسترد کرنا لازم نہ آئے۔ (تبیان القرآن، جلد 3، صفحہ 525، علامہ غلام رسول سعیدی)

گے۔تم اس کی طرف جاؤ اور اس میں داخل ہو جاؤ۔پس وہ چل پڑیں گے۔یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھیں گے تو متفرق ہو کر لوٹنے کی کوشش کریں گے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا انہیں منہ کے بل گھسیٹ کر اس میں ڈال دو۔حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا اگر وہ پہلی بار اس میں داخل ہو جاتے تو جہنم ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاتی (1)۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن جابر بن عتیک رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت جابر بن عتیک رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بنی معاویہ میں ہمارے پاس آئے اور بنی معاویہ انصار کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے۔انہوں نے مجھے کہا کیا تم جانتے ہو رسول اللہ ﷺ نے تمہاری اس مسجد میں کہاں نماز ادا فرمائی؟ میں نے جواب دیا جی ہاں اور میں نے مسجد میں ایک طرف اشارہ کیا۔پھر انہوں نے کہا کیا تم وہ تین دعائیں جانتے ہو جو رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد میں مانگیں؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! تو انہوں نے کہا وہ مجھے بھی بتائیں۔تو میں نے کہا آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر کسی بیرونی دشمنی کو غلبہ نہ دے اور نہ انہیں قحط کے سبب ہلاک کرے۔ان دونوں دعاؤں کو شرف قبول عطا فرمایا گیا۔پھر آپ ﷺ نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں آپس میں ایک دوسرے کی شدت اور زیادتی سے محفوظ رکھے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار فرمایا۔یہ سن کر انہوں نے کہا تو نے سچ کہا ہے۔یہ فتنہ وفساد یوم قیامت تک مسلسل جاری رہے گا۔حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (2)۔

امام احمد، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابونضرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے چار چیزوں کا سوال کیا ہے۔ان میں سے تین میرے رب نے مجھے عطا فرمادی ہیں اور ایک کا انکار فرمادیا ہے۔میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجا کی کہ وہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے۔تو اللہ تعالیٰ نے میری اس التجا کو شرف قبول عطا فرمادیا۔پھر میں نے عرض کی کہ وہ ان پر کسی بیرونی دشمن کو غلبہ نہ دے۔اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمالیا۔پھر یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں قحط کے سبب ہلاک نہ کرے جیسا کہ اس نے کئی دوسری امتوں کو ہلاک کیا۔تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی شرف قبول سے نوازا۔پھر میں نے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے مختلف گروہوں کو خلط ملط نہ کرے اور ان میں سے بعض کو بعض کی شدت نہ چکھائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار فرمادیا (3)۔

امام احمد، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے ایک سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے چاشت کے وقت آٹھ رکعت نوافل ادا فرمائے۔جب آپ ﷺ واپس مڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ میں نے رغبت اور خوف کی حالت میں نماز ادا کی ہے۔میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگی ہیں۔اس نے دو مجھے عطا فرمادی ہیں اور ایک کا انکار فرمادیا ہے۔میں نے رب کریم کی بارگاہ میں یہ التجا کی ہے کہ وہ میری امت کو قحط میں مبتلا نہ کرے تو اسے قبول کرلیا گیا۔میں نے یہ سوال کیا کہ وہ ان پر ان کے دشمنوں کو غلبہ نہ دے۔اسے

1۔مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 496 (8390) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 563 (8579)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 280 (2171)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

بھی شرف قبول عطا ہوا اور میں نے یہ التجا کی کہ وہ ان کے مختلف گروہوں کو خلط ملط نہ کرے تو اس کا انکار کر دیا گیا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حرہ بنی معاویہ کی طرف نکلے اور میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ وہاں پہنچے اور آپ نے آٹھ رکعت نماز چاشت کی ادا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ان میں کافی وقت صرف کیا اور پھر آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کے بارے سوال کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دو مجھے عطا فرما دی ہیں اور ایک کو مجھ سے روک لیا ہے۔ میں نے یہ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت پر کسی بیرونی دشمن کو مسلط نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو پذیرائی عطا فرمائی۔ پھر میں نے یہ عرض کی کہ وہ انہیں غرق کر کے ہلاک اور تباہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس درخواست کو بھی شرف قبول سے نوازا۔ اور تیسرا سوال یہ کیا ہے کہ وہ انہیں آپس میں ایک دوسرے کی زیادتی اور شدت سے محفوظ رکھے تو اللہ تعالیٰ نے اسے روک لیا (یعنی اس کا انکار فرما دیا) (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے دو مجھے عطا فرما دیں اور ایک مجھ سے روک لی۔ میں نے اپنے رب سے یہ التجا کی کہ وہ میری امت کو قحط کے سبب ضائع اور ہلاک نہ کرے تو اس نے ایسا کر دیا (یعنی میری التجا کو قبول فرما لیا)۔ پھر میں نے اپنے رب کے حضور یہ التجا کی کہ وہ میری امت پر کسی دشمن کو مسلط نہ کرے۔ تو اس نے ایسا کر دیا۔ پھر میں نے یہ درخواست کی کہ میری امت کے بعض افراد بعض کو ہلاک نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا (یعنی اسے قبولیت کا شرف عطا نہ فرمایا)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے رغبت اور خوف کی حالت میں نماز ادا کی اور پھر اسی رغبت اور خوف کی کیفیت میں دعا مانگی۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جنت کھول دی اور میں نے اس میں انگوروں کے گچھوں کو دیکھا اور میں نے چاہا کہ ان میں سے کوئی چیز تناول کروں۔ پھر مجھے آگ کے خوف سے ڈرایا گیا۔ تو میں نے اپنے رب کریم سے تین چیزیں مانگیں۔ ان میں سے دو اس نے مجھے عطا فرما دیں اور تیسری مجھ سے روک لی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ سوال کیا کہ وہ میری امت پر اس کے دشمنوں کو غلبہ نہ دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسا کر لیا۔ پھر میں نے التجا کی کہ وہ اسے قحط کے سبب ہلاک نہ کرے۔ تو اس نے اسے بھی قبول فرما لیا اور پھر میں نے عرض کی کہ وہ اسے مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کرے اور نہ ہی بعض کی شدت اور سختی دوسرے بعض کو چکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن شداد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل یا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کو مفقود پایا اور پھر تلاش کرتے کرتے حرہ میں نماز پڑھتے ہوئے آپ

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 146، دار صادر بیروت   2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 64 (29506)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ﷺ کو پالیا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے اور کھانس کر اپنے آنے کی اطلاع دی۔ جب آپ ﷺ پیچھے مڑے تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں نے آج آپ کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ اس سے قبل اس کی مثل اتفاق نہیں ہوا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے رغبت اور خوف کی حالت میں نماز ادا کی اور میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں۔ ان میں سے دو اس نے مجھے عطا فرما دی ہیں اور ایک کو مجھ سے روک لیا ہے۔ میں نے ایک تو یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو بھوک (قحط) کے ساتھ ہلاک نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبول عطا فرما دیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی وَ لَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ...... (الاعراف:130) الآیہ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کی کہ وہ ان پر کسی بیرونی دشمن کو مسلط نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمالیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ (الفتح: 28) الآیہ۔ بعد ازاں میں نے یہ التجا کی کہ وہ انہیں آپس میں ایک دوسرے کی سختی نہ چکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا اور انکار فرما دیا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ الی آخر الآیہ۔ پھر فرمایا یہ دین ہمیشہ ان پر غالب رہے گا جنہوں نے ان سے دوری اختیار کی۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے قول باری تعالیٰ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی مکرم ﷺ کو تاک کر دیکھا۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے آپ سے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم ﷺ! بلاشبہ میں نے آج کی رات آپ کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ اس کی مثل پہلے کبھی نہیں دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں! یہ رغبت و رہبت کی نماز تھی۔ میں نے اس میں اپنے رب سے تین چیزوں کے بارے سوال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دو مجھے عطا فرما دیں اور ایک کو مجھ سے روک لیا۔ میں نے یہ سوال کیا کہ وہ ہمیں اس طرح ہلاک نہ کرے جس طرح تم سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول فرمالیا۔ پھر میں نے عرض کی وہ ہمارے اوپر بیرونی دشمنوں کو مسلط نہ کرے۔ اس نے اسے بھی قبول فرمالیا۔ پھر میں نے عرض کی کہ وہ ہمیں مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کرے۔ تو اسے اس نے مجھ سے روک لیا(1)۔ ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت نافع بن خالد خزاعی رحمہ اللہ کی سند سے ان کے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مکمل رکوع و سجود کے ساتھ ایک خفیف سی نماز ادا فرمائی اور فرمایا یہ رغبت و رہبت کی نماز تھی۔ میں نے اس میں اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کی التجا کی ہے۔ اس نے دو مجھے عطا فرما دی ہیں اور ایک باقی رہی ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کی ہے کہ وہ تمہیں ایسا عذاب نہ دے جس طرح کا تم سے پہلے لوگوں کو دیا۔ تو اس نے یہ مجھے عطا فرما دیا پھر میں نے عرض کی کہ وہ تم پر ایسے دشمن کو مسلط نہ کرے جو تمہارے ساز و سامان اور ہر شے کو اپنے لیے مباح سمجھنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمالیا۔ پھر میں نے یہ سوال کیا کہ وہ تمہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کرے اور نہ تم میں سے بعض

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 259

کی شدت بعض کو چکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا(1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت خالد الخزاعی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جو کہ اصحاب شجرہ (بیعت رضوان میں شریک ہونے والے افراد) میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے انتہائی خفیف نماز پڑھائی اور بیٹھ گئے اور طویل وقت تک آپ بیٹھے رہے۔ پھر جب آپ نے ہماری طرف رخ زیبا پھیرا۔ تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے اپنی نماز میں اتنا طویل قعدہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ رغبت و رہبت کی نماز ہے۔ میں نے اس میں اللہ تعالیٰ سے تین خصال کا سوال کیا ہے۔ اس نے دو مجھے عطا فرمادی ہیں اور ایک کو مجھ سے روک لیا ہے۔ ایک میں نے یہ سوال کیا ہے کہ وہ تمہیں ایسے عذاب کے ساتھ ہلاک نہ کرے جو اس نے تم سے پہلے لوگوں پر مسلط کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خصلت عطا فرمائی۔ پھر میں نے یہ سوال کیا کہ وہ تمہاری عزت و ناموس پر ایسے دشمن کو مسلط نہ کردے جو اسے تباہ و برباد کردے۔ تو اس نے مجھے وہ بھی عطا فرمادیا۔ پھر میں نے یہ سوال کیا کہ وہ تمہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کرے اور بعض کی شدت اور سختی دوسرے بعض کو نہ چکھائے۔ تو اس نے اسے مجھ سے روک لیا(2)۔

امام نعیم بن حماد رحمہ اللہ نے کتاب الفتن میں حضرت ضرار بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قول باری تعالیٰ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار فتنے ہیں، پہلا فتنہ آئے گا تو اس میں خون کو حلال سمجھا جائے گا۔ دوسرے میں خون (قتل کرنا) اور مال دونوں کو حلال سمجھا جائے گا۔ تیسرا فتنہ ظاہر ہوگا تو اس میں خون، مال اور شرمگاہیں حلال سمجھی جائیں گی اور چوتھا فتنہ اندھا ظلم ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح جوش مار کر ہر طرف پھیل جائے گا حتی کہ عرب کا کوئی گھر ایسا نہیں بچے گا جس میں وہ داخل نہ ہو۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ عنقریب میری امت کی ملکیت (بادشاہی) اس تک پہنچ جائے گی جو کچھ میرے لیے لپیٹا گیا ہے۔ مجھے سرخ و سفید خزانے عطا کئے گئے ہیں اور میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ہے کہ وہ میری قوم کو عام قحط کے سبب ہلاک نہ کرے، انہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کرے اور بعض کی شدت بعض کو نہ چکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! (ﷺ) بلاشبہ جب میں کوئی فیصلہ فرمادیتا ہوں تو اسے رد نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے آپ کو آپ کی امت کے بارے یہ عطا کیا ہے کہ انہیں عام قحط کے سبب ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر کسی بیرونی دشمن کو مسلط نہیں کروں گا کہ وہ انہیں ہلاک کریں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کو ہلاک کرنے لگیں گے، بعض بعض کو قتل کریں گے اور بعض بعض کو قیدی بنائیں گے۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر گمراہ کرنے والے اماموں سے (بادشاہوں سے) خطرہ ہے۔ پس جب میری امت میں تلوار رکھ دی گئی تو پھر قیامت تک ان سے نہیں اٹھائی جائے گی۔ (یعنی جب آپس میں قتل و غارت گری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 259 2۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 192 (4112)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی تو پھر وہ قیامت تک فرو نہیں ہو گی)(1)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ماجہ، ابن منذر رحمہم اللہ یہ الفاظ انہی کے ہیں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور اس کے قیام، رکوع اور سجود کو خوب لمبا کیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آج آپ نے اتنی طویل نماز پڑھی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ رغبت و رہبت کی نماز ہے۔ میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگی ہیں، اس نے دو مجھے عطا فرمادی ہیں اور ایک مجھ سے روک لی ہے۔ میں نے اپنے رب سے یہ التجا کی ہے کہ وہ میری امت پر بیرونی دشمن کو مسلط نہ کرے کہ وہ ان میں سے عام کو ہلاک کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری اس التجا کو شرف قبول عطا فرمایا۔ پھر میں نے یہ عرض کی کہ وہ ان پر ایسا قحط مسلط نہ کرے جو ان میں سے عام کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری اس عرض کو بھی قبول فرمالیا۔ امام احمد اور ابن ماجہ کے الفاظ میں ہے کہ میں نے یہ التجا کی کہ وہ انہیں غرق کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمالیا اور پھر یہ سوال کیا کہ وہ ان کے درمیان باہمی شدت نہ بنائے تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا (یعنی اسے قبول نہ فرمایا)(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب کریم کی بارگاہ میں اپنی امت کے لیے چار خصلتوں کی التجا کی۔ ان میں سے تین اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمادیں ہیں اور ایک کو مجھ سے روک لیا ہے۔ میں نے ایک سوال یہ کیا کہ یہ میری امت کسی کفر میں مبتلا نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے عطا فرمادیا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ ان پر کسی بیرونی دشمن کو غالب نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمالیا۔ پھر یہ التجا کی کہ وہ انہیں ایسا عذاب نہ دے جس قسم کا عذاب اس نے اس سے قبل دوسری امتوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمالیا۔ پھر یہ سوال کیا کہ وہ ان کے درمیان باہمی شدت اور زیادتی کو پیدا نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا (یعنی اسے شرف قبول عطا نہ فرمایا)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اٹھے اور وضو کیا۔ پھر اپنے رب سے یہ دعا کی کہ ان پر اوپر کی جانب سے یا ان کے پاؤں کے نیچے سے ان پر کوئی عذاب نہ بھیج، اس امت کو مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کر اور نہ بعض کی شدت بعض کو چکھا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کو چکھائی۔ اتنے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آپ کی طرف اترے اور آکر کہا اے محمد ﷺ! آپ نے اپنے رب سے چار چیزوں کا سوال کیا ہے۔ ان میں سے دو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں اور دو چیزیں آپ سے روک لی ہیں۔ ان کی اوپر کی جانب سے ان پر ہرگز کوئی عذاب نہیں آئے گا اور نہ ہی ان کے پاؤں کے نیچے کی جانب سے، جو انہیں جڑ سے اکھیڑ دے، تباہ و برباد کر دے۔ کیونکہ یہ دونوں عذاب ہر اس امت کے لیے ہیں جو اپنے نبی کی تکذیب پر جمع ہو گئی اور اپنے رب کی کتاب کو رد کر دیا۔ لیکن وہ انہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط کر دے گا اور بعض کو بعض کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 259 2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 368 (3951) دار الکتب العلمیہ بیروت

شدت چکھائے گا۔ یہ دونوں عذاب ان لوگوں کے لیے ہیں جو کتب (سماویہ) کا اقرار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن ان کے گناہوں کے سبب انہیں عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ (الزخرف) ''پس اگر ہم لے جائیں آپ کو (دار فانی سے) تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ لیں گے''۔ راوی کہتے ہیں منهم سے مراد مِنْ اُمَّتِكَ ہے (یعنی آپ کی امت سے بدلہ لیں گے) یا ہم آپ کو دکھادیں گے وہ عذاب جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے۔ حالانکہ آپ زندہ ہیں۔ کیونکہ ہم ان پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں۔

پس حضور نبی کریم ﷺ اٹھے اور اپنے رب کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور کہا کون سی مصیبت اس سے زیادہ شدید اور سخت ہے کہ میں اپنی امت کو دیکھوں کہ اس کے بعض افراد بعض کو عذاب دے رہے ہیں۔ تو آپ کی طرف سورۂ عنکبوت کی پہلی دو آیتیں وحی کی گئیں الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا۔ الآیہ (عنکبوت: 2) اور آپ ﷺ کو بتایا کہ دوسری امتوں کے سوا صرف آپ کی امت کو ہی فتنوں کے لیے مختص نہیں کیا گیا۔ بلکہ اسے ایسے ہی فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا جیسے پہلی امتوں کو مبتلا کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ پر یہ آیت نازل کی گئی قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (المومنون) ''آپ دعا مانگیے اے میرے پروردگار! اگر تو ضرور مجھے دکھانا چاہتا ہے وہ (عذاب) جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو میرے رب! (از راہ عنایت) مجھے ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا''۔

پس نبی مکرم ﷺ نے پناہ طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے پناہ عطا فرمادی اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو صرف اور صرف اتفاق واتحاد، الفت ومحبت اور طاعت وعبادت کی حالت میں دیکھا۔ پھر آپ ﷺ پر وہ آیت نازل فرمائی جس میں اصحاب فتنہ کو ڈرایا گیا اور آپ کو مطلع فرمایا کہ صرف بعض لوگ ہی ان فتنوں میں مبتلا نہ ہوں گے اور فرمایا وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الانفال) ''اور ڈرتے رہو اس فتنہ سے (جو اگر برپا ہو گیا تو) نہ پہنچے گا صرف انہیں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے''۔ پس حضور نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کی امت کے کئی گروہ ان فتنوں میں مبتلا ہوئے اور کئی ان سے محفوظ رہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا جب یہ آیت قُلْ هُوَ الْقَادِرُ الآیہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کفار کی طرف نہ لوٹ جانا کہ تلواروں کے ساتھ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی کیا ہم یہ شہادت نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں! (آپ یہ شہادت دیتے ہیں) تو بعض لوگوں نے کہا ہمیشہ اس طرح نہیں ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ (2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7 صفحہ 260 2۔ ایضاً، جلد 7 صفحہ 261

تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یہ مشرکین کے لیے ہے اور اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ یہ مسلمانوں کے لیے ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن قانع رحمہما اللہ نے معجم میں ابن اسحاق رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سہیل نے اپنے باپ کے پاس یہ آیت پڑھی وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ اور کہا قسم بخدا اے میرے بیٹے! اگر تو وہاں ہوتا جب کہ ہم مکہ مکرمہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تو تو اس سے وہ کچھ سمجھتا جو میں آج سمجھا ہوں۔ میں تو اس وقت اسلام لا یا تھا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قریش نے قرآن کریم کی تکذیب کی حالانکہ وہ حق ہے۔ رہا بِوَكِيْلٍ تو اس کا معنی حفیظ ہے (پس میں تمہارا محافظ نہیں ہوں) اور لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کی خبر کا ظہور بدر کے دن اس عذاب اور شدت کی صورت میں ہوا جو ان کے لیے عذاب تیار کیا گیا تھا (2)۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ کی ناسخ یہ آیت السیف ہے "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ"

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ۔ نَبَاٍ سے مراد حقیقت ہے (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ پڑھا اور فرمایا سزا کو روک لیا گیا ہے حتی کہ گناہ کا عمل اس سزا کو آزاد کرا لیتا ہے (یعنی گناہ کرنے پر سزا دی جاتی ہے) (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عوفی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ مذکورہ آیت کے بارے فرماتے کہ یہ ایک فعل اور حقیقت ہے جو کچھ دنیا میں ہوا ہے اور جو کچھ آخرت میں ہوگا (5)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا کہ ہر خبر کی ایک حقیقت ہے اگر وہ دنیا میں ہے تو تم اسے دیکھ لوگے اور اگر آخرت میں ہے تو وہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے گی (6)۔

وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸ وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۶۹

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 261 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 263 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 264 5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 263 6۔ ایضاً

"اور (اے سننے والے!) جب تو دیکھے انہیں کہ بیہودہ بحثیں کررہے ہیں ہماری آیتوں میں تو منہ پھیر لے ان سے یہاں تک کہ وہ الجھنے لگیں کسی اور بات میں اور اگر (کبھی) بھلا دے تجھے شیطان تو مت بیٹھو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس اور نہیں ہے ان پر جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے ان کافروں کے حساب سے کچھ بوجھ البتہ پرہیزگاروں پر نصیحت کرنا فرض ہے شاید وہ باز آجائیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا کے بارے یہ قول نقل کیا ہے (اے سننے والے!) جب تو انہیں دیکھے کہ یہ ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بحثیں کررہے ہیں (اور اسی طرح قرآن کے بارے میں) تو ان سے منہ پھیر لے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اتفاق واتحاد کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور اختلاف اور تفرقہ سے منع فرمایا ہے اور انہیں یہ خبر دی ہے کہ ان سے پہلے کے لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں عجب، تکبر اور باہمی جھگڑوں کے سبب ہی ہلاک اور تباہ وبرباد ہوئے (1)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے اسی آیت کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں بیہودہ گفتگو کرتے ہیں اور انہیں جھٹلاتے ہیں اور اگر کہیں وہ بھول جائے تو اسے چاہیے کہ یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی مذکورہ آیت کے بارے میں مجاہد نے کہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ استہزا کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے پاس بیٹھنے سے منع فرمادیا گیا۔ مگر یہ کہ آپ بھول جائیں، لیکن جونہی یاد آجائے تو فوراً ان سے اٹھ جانا چاہیے۔ اس کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (3)۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد نے ناسخ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا کے بارے سعید بن جبیر نے کہا ہے وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں یعنی مشرکین۔ اور بَعْدَ الذِّكْرٰى کا معنی وہ بعد ما تذکر" یعنی یاد آجانے کے بعد۔ فرمایا اگر تو بھول جائے پھر تجھے یاد آجائے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھ۔ اور وَ مَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ کے بارے فرمایا کہ جب آپ اس طرح کریں گے۔ تو ان کے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں بیہودہ بحثیں کرنے کے سب آپ پر کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ لیکن پرہیزگاروں پر لازم ہے کہ وہ انہیں نصیحت کریں اور انہیں یہ بتادیں کہ تمہارے لیے یہ طریقہ باعث اذیت اور تکلیف ہوگا۔ تاکہ وہ تمہارے ساتھ اس ناروا اور برے سلوک سے باز آجائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ (النساء:140) (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 265
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 264
3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 265
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 66-264

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مشرکین جب مومنین کے پاس بیٹھتے تھے۔ تو وہ حضور نبی مکرم ﷺ اور قران کریم کے بارے میں گفتگو کرتے اور نازیبا الفاظ استعمال کرتے اور ان کے بارے استہزا کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ نہ بیٹھیں یہاں تک کہ وہ کسی اور کے بارے گفتگو میں الجھ جائیں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے اسی آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت اھل الاھواء ''خواہشات کے پرستار'' کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تم فتنہ وفساد پھیلانے والوں کے پاس نہ بیٹھو کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں بیہودہ بحثیں کرتے ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن علی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اصحاب الاھواء ان لوگوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں بیہودہ بحثیں کرتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مشرکین حضور نبی مکرم ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے۔ اور پسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ سے کچھ سنیں۔ لیکن جب سنتے تو پھر استہزا کرتے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ...... الآیہ) فرمایا کہ جب وہ استہزا کرنے لگیں تو اٹھ کھڑے ہوں تاکہ وہ اس سے باز رہیں اور وہ کہیں: استہزا نہ کرو ورنہ آپ اٹھ جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اگر وہ بیہودہ باتیں کرتے رہیں تو آپ اٹھ جائیں اور یہ آیت نازل ہوئی وَ مَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ''آپ پر ان کے حساب میں سے کوئی بوجھ نہیں ہے'' کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ لیکن آپ نہ بیٹھیں۔ پھر مدینہ طیبہ میں اس قول نے اس حکم کو منسوخ کر دیا وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ (النساء: 140) الی قولہ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ''اور تحقیق اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر (یہ حکم) کتاب میں کہ جب تم سنو اللہ کی آیتوں کو کہ انکار کیا جا رہا ہے ان کا اور مذاق اڑایا جا رہا ہے ان کا تو مت بیٹھو ان (کفر واستہزا کرنے والوں) کے ساتھ یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی دوسری بات میں ورنہ تم بھی انہیں کی طرح ہو گے''۔

یہ حکم اس آیت کے لیے ناسخ ہے وَ مَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ الآیہ (3)۔

امام فریابی اور ابونصر سجزی رحمہما اللہ نے ابانہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا میں مراد اہل کتاب ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے جب کہ ان سے ایسی گفتگو سننے میں آئے جو وہ قرآن کریم کے بارے میں خلاف حق کرتے ہیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی اس لیے جھوٹی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 264　2۔ ایضاً، جلد 7 صفحہ 265　3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 265

گفتگو کرتا ہے تا کہ اس کے سبب وہ اپنے ہم نشینوں کو ہنسائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے اس کا ذکر ابراہیم نخعی کے پاس ہوا تو انہوں نے کہا یہ سچ ہے کیا کتاب اللہ میں اس طرح نہیں ہے وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا مشرکین مکہ جب حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام سے قرآن سنتے تو بیہودہ گوئی کرتے اور استہزا کرتے۔ مسلمانوں نے کہا ہمارے لیے ان کی مجالست نفع بخش نہیں۔ ہم ان کی باتیں سنتے وقت اٹھنے سے ڈرتے ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھے رہتے ہیں اور ان پر کوئی عیب اور اعتراض نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مذکورہ آیت کی ناسخ سورۂ نساء کی آیت ہے وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا۔ الآیہ (النساء:140) اس کے بعد پھر یہ حکم نازل ہوا فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ:5) "تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم انہیں پاؤ"۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَمَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا یہ آیت مکی ہے اور یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہونے والی اس آیت سے منسوخ ہے قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا (النساء:140)

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے اگرچہ وہ بیٹھیں لیکن تم نہ بیٹھو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا جب مسلمانوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو منافقین ان کے پاس بیٹھنے لگے۔ جب وہ قرآن کریم سنتے تو وہ اس طرح بیہودہ گوئی اور استہزا کرتے جیسا کہ مشرکین مکہ کرتے تھے۔ تو مسلمانوں نے کہا ہمارے لیے کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی مجالست اختیار کرنے کی رخصت دے رکھی ہے اور ہمارے اوپر ان کی بیہودہ بحثوں کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ تو پھر مدینہ طیبہ میں دوسری آیت نازل ہوئی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ایک قوم کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ شراب پر ایک روزے دار آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ نے اسے مارا اور فرمایا: لا تقعدوا معهم حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ۔

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖۗ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا

بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

''اور چھوڑ دے جنہوں نے بنالیا ہے اپنا دین کھیل اور دل لگی اور دھوکہ میں ڈال دیا ہے انہیں دنیوی زندگی نے اور نصیحت کرو قرآن سے تاکہ ہلاک نہ ہو جائے کوئی آدمی اپنے عملوں کی وجہ سے۔ نہیں ہے اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ سفارشی اور اگر وہ معاوضہ میں دے ہر بدلہ تو نہ قبول کیا جائے گا اس سے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہلاک کیے گئے ہیں بوجہ اپنے کرتوتوں کے۔ ان کے لیے پینے کو کھولتا ہوا پانی ہے اور دردناک عذاب ہے بوجہ اس کفر کے جو وہ کرتے رہے تھے''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ارشاد باری تعالیٰ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا اس قول کی مثل ہے ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ (المدثر) ''آپ چھوڑ دیجئے مجھے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے'' (1)۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد رحمہما اللہ نے ناسخ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس رحمہما اللہ نے ناسخ میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا آیت نازل ہوئی۔ پھر سورۂ برأت میں ان کے قتال کا حکم نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: 5) اور اس آیت نے سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا لَعِبًا وَّلَهْوًا سے مراد اَكْلًا وَّ شُرْبًا ہے۔ یعنی جنہوں نے اپنے دین کو کھانے پینے (کا ذریعہ) بنالیا ہے انہیں چھوڑ دے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اَنْ تُبْسَلَ کا معنی اَنْ تُفْضَحَ ہے (تاکہ رسوا نہ کیا جائے) اور اُبْسِلُوْا کا معنی فُضِحُوْا ہے (یعنی وہ لوگ جنہیں رسوا کیا گیا ہے) یہ معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ اَنْ تُبْسَلَ کا معنی تُسْلَمَ ہے (تاکہ کوئی آدمی اپنے عملوں کے سپرد اور حوالے نہ کر دیا جائے) اور اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا کا معنی ہوگا جنہیں اپنے جرموں کے حوالے کر دیا گیا۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہیں حضرت نافع بن ازرق نے کہا کہ مجھے اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ کا مفہوم بتائیے! تو آپ نے فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی آدمی کو اس کے عملوں کے بدلے آگ (جہنم) میں روک لیا جائے۔ یہ سن کر نافع نے عرض کی کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تم نے زہیر کا یہ قول نہیں سنا وہ کہتا ہے۔

وَ فَارَقَتْكَ بِرَهْنٍ لَا فِكَاكَ لَهُ ... يَوْمَ الْوَدَاعِ وَ قَلْبِيْ مُبْسِلٌ عَلَقَا

میں الوداع ہونے کے دن تجھ سے ایسی رہن کے عوض جدا ہوا جس کے لیے چھڑانے کی کوئی شے نہیں اور میرا دل معلق کر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 267　2۔ ایضاً، جلد 7 صفحہ 268　3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 269

کے روک لیا گیا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ کا معنی حضرت قتادہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ نفس ہے جسے پکڑ لیا جائے اور قید کر دیا جائے اور وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا کے بارے انہوں نے کہا کہ اگر وہ معاوضہ میں زمین بھر کر سونے کی لے آئے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیے گئے (2)۔

امام ابوالشیخ نے سفیان بن حسین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ان سے اُبْسِلُوْا کے بارے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا معنی ''اُخْذِلُوا یا اُسْلِمُوا'' ہے (یعنی وہ رسوا کئے گئے یا وہ حوالے کر دیے گئے) کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

فَإِنْ أَقْفَرْتَ مِنهُمْ فَإِنَّهُمْ بُسَّلُ

پس اگر تو ان سے الگ تھلگ ہو گیا تو وہ رسوا ہو جائیں گے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۠ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

''آپ فرمایئے کیا ہم پوجیں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے ہمیں اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور (کیا) ہم پھر جائیں الٹے پاؤں اس کے بعد کہ ہدایت دی ہے ہمیں اللہ نے؟ مثل اس شخص کے کہ بھٹکا دیا ہوا سے جنوں نے زمین میں اور وہ حیران و پریشان ہو۔ اس کے ساتھی ہوں جو اسے بلا رہے ہوں ہدایت کی طرف کہ ہمارے پاس آ جا۔ آپ فرمایئے اللہ کی رہنمائی ہی حقیقی رہنمائی ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم گردن جھکا دیں سارے جہانوں کے رب کے سامنے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے الٰھوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں کی بیان فرمائی ہے کہ یہ سب اس آدمی کی طرح ہے جو اپنے راستے سے بھٹک جائے برگشتہ پھرتے ہوئے اور گمراہ ہوتے ہوئے۔ جب کہ اسے ایک بلانے والا پکار رہا ہو اے فلاں بن فلاں راستے کی طرف آ جا اور اس کے دوست اسے یہ آواز دے رہے ہوں۔ اے فلاں بن فلاں راستے کی طرف آ جا۔ اب اگر اس نے پہلے بلانے والے کی اتباع کی اور اس کی طرف چل پڑا، تو وہ اسے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 270 2۔ ایضاً، جلد 7 صفحہ 272

ہلاکت میں ڈال دے گا اور اگر اس نے اس کی دعوت کو قبول کیا جو اسے ہدایت کی طرف بلا رہا ہے تو وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت پا جائے گا اور یہ جو اسے جنگل کی طرف بلا رہا ہے وہ جنات میں سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں اسی طرح وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان الٰھوں کی پوجا کرتا ہے اور وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ حتیٰ کہ اسی پر اسے موت آجاتی ہے تو وہ ہلاکت اور ندامت کا سامنا کرے گا اور كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ کے بارے آپ فرماتے ہیں مثل اس شخص کے جسے جنوں نے زمین میں بھٹکا دیا ہو۔ وہ اسے اس کا اور اس کے باپ، دادا کا نام لے کر بلاتے ہیں اور وہ ان کی اتباع کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے۔ کہ وہ بھی کچھ ہے پس وہ صبح اس حال میں کرتا ہے کہ وہ اسے ہلاکت میں پھینک چکے ہوتے ہیں اور بسا اوقات وہ اسے کھا جاتے ہیں۔ یا پھر زمین کے کسی ایسے تاریک گڑھے میں اسے پھینک دیتے ہیں کہ وہ اس میں پیاسا ہی مر جاتا ہے۔ پس یہ اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا ان الٰھوں کو قبول کیا جن کی پوجا کی جاتی ہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مشرکین نے مومنین کو کہا تم ہمارے طریقہ کی اتباع کرو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو چھوڑ دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا آپ فرمائیے کیا ہم پوجیں اللہ تعالیٰ کے سوا اس الٰہ کو جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے ہمیں اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور کیا ہم پھر جائیں الٹے پاؤں اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے۔ تو ہماری مثال اس آدمی کی طرح ہو جائے گی جسے جنوں نے زمین میں بھٹکا دیا ہو سدی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اگر تم ایمان کے بعد کفر اختیار کرو تو تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جو ایک جماعت کے ساتھ راستے پر چل رہا تھا۔ پس وہ راستے میں بھٹک گیا اور جنات نے اسے حیرت زدہ کر دیا اور زمین میں بھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ جو صحیح راستے پر تھے وہ اسے اپنی طرف بلاتے رہے اور کہتے رہے ہماری طرف آجا۔ ہم اس راستے پر ہیں۔ لیکن اس نے ان کے پاس آنے سے انکار کر دیا۔ پس یہی مثال ہے اس آدمی کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کے بعد تمہاری اتباع کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جو راستے کی طرف بلا رہے ہیں اور وہ راستہ اسلام ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد بت ہیں۔ "یعنی آپ فرمائیے کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا کریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں" اور كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ کے بارے کہا حیران اور سرگرداں پھرنے والا آدمی جسے اس کے ساتھی راستے کی طرف بلا رہے ہوں۔ پس یہی مثال ہے اس آدمی کی جو ہدایت کے بعد گمراہ ہو جاتا ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا اور وہ وہ آدمی ہے جو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 273 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 274

شیطان کی اطاعت اور پیروی کرتا ہے، زمین میں معصیت اور گناہ کا عمل کرتا ہے اور وہ راہ حق سے ہٹ کر گمراہ ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھی اسے ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس ہدایت کا وہ اسے حکم دے رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے ان کے اولیاء کے بارے فرماتا ہے قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى "بے شک ہدایت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہے"۔ اور گمراہی وہ ہے جس کی طرف جن بلا رہے ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کے علم کی بحث اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کو تعلیم فرمادی ہے اور وہ اسی کے ساتھ گمراہ لوگوں سے جھگڑتے ہیں اور ان پر غالب آتے ہیں (2)۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے مصاحف میں حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ ہے۔

امام ابن جریر اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں يدعونه الى الهدى بينا ہے (3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں يَدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى بَيِّنًا ہے۔ اور فرمایا الهدى سے مراد راستہ ہے اور وہ بین اور واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۭ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿72﴾

"اور یہ کہ صحیح صحیح ادا کرو نماز اور ڈرو اس سے اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے"۔

امام ابو الشیخ نے اوزاعی سے یہ قول نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا کسی گھر کے رہنے والے نہیں جو اوقات مقررہ پر نماز ادا کرتے ہیں مگر ان میں اس طرح برکت رکھی جاتی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پاک میں برکت رکھی گئی۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ڛ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿73﴾

"اور وہ وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اور جس روز وہ کہے گا کہ تو ہو جا تو بس وہ ہو جائے گا۔ اسی کا فرمان حق ہے اور اسی کی حکومت ہوگی جس دن پھونکا جائے گا صور۔ جاننے والا ہے ہر چھپی چیز کا اور ہر ظاہر چیز کا اور وہی ہے حکمت والا سب کچھ جاننے والا"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 275　2۔ ایضاً، جلد 7 صفحہ 274　3۔ ایضاً

امام ابن المبارک رحمہ اللہ نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابوداؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ امام نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم رحمہم اللہ اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے البعث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے صور کے بارے پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میری ساری اہل، زمین سے سینگ کو نکالنے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ اسے نہ نکال سکے۔

امام مسدد رحمہ اللہ نے مسند میں، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ صور سینگ کی شکل کی طرح ہے۔ اس میں پھونکا جائے گا(2)۔

امام فریابی، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ صور بگل کی طرح ہے۔

امام ابن ماجہ، بزار اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سینگ والے دونوں فرشتے صور کو مضبوطی سے پکڑے مسلسل انتظار کر رہے ہیں کہ انہیں کب حکم دیا جاتا ہے(3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صاحب صور کی آنکھ جب سے وہ اس کے سپرد کیا گیا ہے، مسلسل عرش کی طرف دیکھ رہی ہے اس خوف سے کہ کہیں اسے آنکھ جھپکنے سے پہلے حکم دے دیا جائے۔ گویا اس کی دو آنکھیں دونوں روشن ستارے ہیں(4)۔

امام احمد، طبرانی رحمہما اللہ نے الاوسط میں، حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیسے خوش ہوں۔ جب کہ صاحب صور قرناء کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔ وہ اپنے چہرے کو موڑے ہوئے ہے اور اپنے کان لگا کر منتظر کھڑا ہے کہ کب حکم دیا جاتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہم کیا کہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم کہو "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا" ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اور ہمارا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہے(5)۔

امام سعید بن منصور، احمد، عبد بن حمید، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اسے حسن کہا ہے، ابن منذر، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں کیسے خوشحال رہوں جب کہ صاحب صور قرناء کو پکڑے ہوئے ہے، چہرے کو موڑے ہوئے ہے اور کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے حکم

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 550 (3870) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 353 (9755) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب البعث، جلد 4، صفحہ 547، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 603 (8676)
5۔ معجم اوسط للطبرانی، جلد 3، صفحہ 17 (2021) مکتبۃ المعارف الریاض

دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں پھونک مارے؟ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیا کہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم کہو: ”حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا“ (1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیسے اظہار مسرت کروں جب کہ صاحب القرن اسے تھامے ہوئے ہے، اپنے چہرے کو جھکائے ہوئے ہے اور اپنے کان لگا کر انتظار کر رہا ہے کہ کب حکم ہوتا ہے وہ اس میں پھونک دے؟ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو ”حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا“ (2)

امام بزار اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر صبح دو فرشتے ندا دیتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والا نائب (جانشین) عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! ضیاع (ہلاکت) کو روکنے والا عطا فرما۔ صور دو فرشتوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ دونوں انتظار کر رہے ہیں کب انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں پھونک ماریں اور دو فرشتے یہ ندا دے رہے ہیں اے خیر اور بھلائی کو چاہنے والے آجا اور دوسرا کہتا ہے۔ اے شر اور برائی کو چاہنے والے رک جا۔ اور دو فرشتے ندا دیتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے مردوں کے لیے عورتوں کی جانب سے ہلاکت ہے اور عورتوں کے لیے مردوں کی جانب سے ہلاکت ہے (3)۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا دو پھونکنے والے دوسرے آسمان میں ہیں۔ ان میں سے ایک کا سر مشرق میں ہے اور اس کے پاؤں مغرب میں ہیں اور وہ دونوں منتظر ہیں کہ انہیں صور پھونکنے کا کب حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں پھونکیں (4)۔

امام عبد بن حمید، طبرانی رحمہما اللہ نے الاوسط میں اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ کے پاس کعب الحبر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ تو انہوں نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے اسرافیل علیہ السلام کے بارے کچھ بتائیے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی آپ کے پاس اس کے بارے علم ہے......! آپ نے جواباً فرمایا ہاں ہے۔ لیکن آپ بھی کچھ بتائیے؟ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے چار پر ہیں دو پر ہوا میں ہیں۔ ایک پر کے ساتھ وہ اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے ہیں اور ایک پر اس کے کندھوں پر ہے اور قلم اس کے کان پر ہے۔ پس جب وحی نازل ہوئی، قلم نے لکھا اور پھر فرشتوں نے پڑھ لیا۔ قرناء والا فرشتہ ایک گھٹنے پر بیٹھا ہوا ہے اور دوسرے کو کھڑا کیے ہوئے ہے۔ وہ صور کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے اور اپنی پیٹھ جھکائے ہوئے ہے اور اسے حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھے کہ اس نے اپنے دو پر ملا لیے ہیں تو وہ صور میں پھونک دے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 309 (352) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 7، صفحہ 312، مطبعۃ السعادۃ مصر
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 604 (8679)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 192، دار صادر بیروت

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صور کو سفید موتی سے شیشے کی طرح صاف پیدا فرمایا۔ پھر عرش کو فرمایا: صور کو پکڑ لو اور اس کے ساتھ چمٹ جاؤ۔ پھر فرمایا تو ہو جا تو حضرت اسرافیل علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ پھر انہیں صور پکڑ لینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ تو انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ اس میں تمام پیدا ہونے والی روحوں اور سانس لینے والے نفوس کی تعداد کے برابر سوراخ ہیں۔ دو روحیں ایک سوراخ سے نہیں نکل سکتیں۔ صور کے درمیان میں زمین و آسمان کے دائرہ کی مثل ایک بہت بڑا سوراخ ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اس بڑے سوراخ پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ پھر رب تعالیٰ نے انہیں فرمایا میں نے صور تیرے سپرد کر دیا ہے۔ پس نفخہ اور صیحہ (بہت شدید چیخ) تیرے ہی ذمہ ہے۔ چنانچہ حضرت اسرافیل علیہ السلام عرش کے سامنے حاضر ہوئے اور اپنا دائیاں پاؤں عرش کے نیچے داخل کیا اور بائیں کو قریب کیا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے اسے تخلیق کیا ہے اس نے آنکھ نہیں جھپکی اور وہ انتظار کر رہا ہے کہ اسے کب حکم دیا جاتا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر ہذلی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ صور والے فرشتے کو پابند بنایا گیا ہے کہ اس کا ایک قدم (پاؤں) ساتویں زمین میں ہے اور وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا ہے، اسرافیل علیہ السلام ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے۔ جب سے اسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اس نے آنکھ نہیں جھپکی اور وہ انتظار کر رہا ہے کہ کب اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ وہ قرناء میں پھونک مارے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد پہلا نفخہ ہے، کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ ...... ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی۔ اس میں ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی سے مراد دوسرا نفخہ ہے۔ فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾۔ (الزمر) "اور پھونکا جائے گا صور، پس غش کھا کر گر پڑے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے گا (کہ بے ہوش نہ ہوں) پھر دوبارہ (جب) اس میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر (حیرت سے) دیکھنے لگ جائیں گے" (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فِی الصُّوْرِ کا مفہوم فی الخلق بیان کیا یعنی جس دن خلق میں پھونکا جائے گا (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ کے بارے فرمایا غیب اور شہادہ کو جاننے والا وہ ہے جو صور میں پھونکے گا (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی ارشاد کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد خفیہ اور علانیہ (پوشیدہ اور ظاہر) کو جاننے والا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 280 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے جو کچھ مخلوق میں سے تم نے دیکھ لیا وہ شہادت ہے اور جو تم سے غیب رہا اور تم اسے نہ دیکھ سکے وہ غیب ہے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾

''اور یاد کرو جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کیا تم بناتے ہو بتوں کو خدا؟ بے شک میں دیکھتا ہوں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا آزر سے مراد بت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا اسم گرامی یازر، والدہ کا نام مثلی اور آپ کی زوجہ محترمہ کا نام سارہ ہے۔ آپ کی باندی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا نام ہاجرہ ہے، داؤد بن امین اور نوح بن لمک اور یونس بن متی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آزر آپ کے والد نہیں تھے بلکہ یہ بت کا نام ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح ہے اور آزر بت کا نام ہے۔

امام ابن منذر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ کے بارے کہا کہ آزر آپ کا باپ نہیں بلکہ یہ تو بت ہے اور یہ نزول قرآن سے پہلے کا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو ابراہیم بن تیرح ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان تیمی نے وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ پڑھا اور کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ کلمات سخت ہیں۔ اور یہ شدید ترین کلمات ہیں جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (یعنی چچا) کو کہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً کے بارے فرمایا وہ کہتا تھا میں مدد کرتا ہوں، کیا تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور خدا سے مدد مانگتا ہے؟ تو اس طرح نہ کر۔ آپ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہیں تھا۔ بلکہ اس کا نام تارح تھا۔ ابوزرعہ نے کہا کہ آزر دو ہمزوں کے ساتھ ہے یعنی أءزر۔

امام ابوالشیخ نے اس آیت کے بارے میں ضحاک سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 282
2۔ تفسیر ابن کثیر، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 1324، دار ابن حزم بیروت

اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ ۚ

’’اور اسی طرح ہم نے دکھادی ابراہیم کو ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی تاکہ وہ ہوجائیں کامل یقین کرنے والوں میں پھر جب چھا گئی ان پر رات (تو) دیکھا انہوں نے ایک ستارا۔ بولے (کیا) یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا (تو) بولے میں نہیں پسند کرتا ڈوب جانے والوں کو پھر جب دیکھا چاند کو چمکتے ہوئے تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے (؟) پھر جب وہ (بھی) غروب ہوگیا تو آپ نے کہا اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا رب تو ضرور ہوجاتا میں بھی اس گمراہ قوم سے پھر جب دیکھا سورج کو جگمگاتے ہوئے (تو) بولے (کیا) یہ میرا رب ہے (؟) یہ تو ان سب سے بڑا ہے لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا (تو) آپ نے فرمایا اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہوں بے شک میں نے پھیر لیا ہے اپنا رخ اس ذات کی طرف جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو یک سو ہو کر اور نہیں ہوں میں مشرکوں میں سے‘‘۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے مراد سورج، چاند اور ستارے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جو کچھ زمین وآسمان کے مابین ہے سب کھول دیا گیا، حتیٰ کہ آپ نے ایک چٹان پر ان کی طرف دیکھا اور چٹان مچھلی پر تھی اور یہ مچھلی وہ ہے جو لوگوں کا کھانا ہے۔ وہ مچھلی ایک زنجیر میں تھی اور وہ زنجیر خاتم العزۃ (معزز انگوٹھی) میں تھی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد زمین وآسمان کی بادشاہی اور سلطنت ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 286

بارے کہا کہ اس سے مراد آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ نبطی زبان میں ملک کے لیے ملکوت استعمال ہوتا ہے۔

امام آدم بن ابی ایاس، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ علامات اور نشانیاں ہیں جو آپ کے لیے سات آسمانوں میں ظاہر کی گئیں اور آپ نے ان کی طرف دیکھا۔ حتیٰ کہ آپ کی نگاہ عرش تک پہنچ گئی اور آپ کے لیے سات زمینیں بھی ظاہر کردی گئیں اور آپ نے ان میں موجود علامات کی طرف بھی دیکھا۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ ایک چٹان پر کھڑے ہوئے اور آپ کے لیے سات آسمان منکشف کردیے گئے یہاں تک کہ آپ نے عرش کی طرف اور جنت میں اپنے مقام کی طرف دیکھ لیا۔ پھر آپ کے لیے سات زمینیں ظاہر کی گئیں۔ یہاں تک کہ آپ نے اس چٹان کو دیکھ لیا جس پر زمینیں ہیں۔ اسی کے بارے رب کریم کا ارشاد ہے وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا (العنکبوت:27)(1)

امام احمد، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبدالرحمٰن بن عائش خضرمی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعض صحابہ کرام سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے اپنے رب کو انتہائی حسین صورت میں دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم کس کے بارے ملاء اعلیٰ بحث کر رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے عرض کی اے میرے پروردگار! تو ہی بہتر جانتا ہے۔ تو پھر پروردگار عالم نے اپنا دست قدرت میرے دوشانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ فرمایا اس کے سبب جو کچھ زمین وآسمان میں تھا میں نے اسے جان لیا۔ "رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ: فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی یَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ: قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ اَیْ رَبِّ! قَالَ: فَوَضَعَ یَدَهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ، قَالَ: فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۝ (انعام) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ملأ اعلیٰ میں کس کے بارے بحث ہو رہی ہے؟ آپ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی درجات اور کفارات کے بارے میں۔ پھر رب کریم نے پوچھا کفارات کیا ہیں؟ تو میں نے عرض کی جماعات میں شامل ہونے کی کوشش کرنا، نمازوں کے بعد مساجد میں مجالس کا قیام کرنا اور مکروہ و ناپسندیدہ حالت میں اچھی طرح وضو کرنا۔ پس جو بھی اس طرح کرے گا وہ خیر کے ساتھ زندہ رہے گا، اور خیر کے ساتھ ہی مرے گا اور وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ اس دن تھا جب اسے ماں نے جنم دیا تھا۔ اور رہے درجات تو ان سے مراد سلام کو عام کرنا، کھانا کھلانا اور رات کے وقت نفل نماز ادا کرنا ہے جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کہو اے اللہ! میں تجھ سے پاکیزہ چیزوں کے حصول، منکرات کے ترک اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کی آزمائش اور فتنہ کا ارادہ

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 27(883) دار الصمیعی الریاض

کر لے، تو مجھے بغیر آزمائش کے موت دے دے۔'' قُلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الطَّیِّبَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِیْنِ، وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ، وَاِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ '' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم انہیں یاد کرلو کیونکہ یہ سب حق ہیں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مشاہدہ کیا تو ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مشغول دیکھا تو اس کے لیے بددعا کی، وہ ہلاک ہوگیا۔ پھر اسی طرح ایک اور آدمی کو گناہ کرتے دیکھا، اس کے لیے بددعا کی، وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ پھر ایک اور آدمی کو اسی حال پر دیکھا۔ اس کے لیے بھی بددعا کرنے لگے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی'' اے ابراہیم! بلاشبہ تو مستجاب الدعوات آدمی ہے، میرے بندوں کے خلاف دعا نہ کر۔ کیونکہ میرے نزدیک وہ تین حالتوں میں سے ایک پر ہوں گے۔ یا تو میرا بندہ توبہ کرلے گا اور میں اس کی توبہ قبول فرمالوں گا، یا میں اس کی صلب سے ایسی اولاد پیدا کردوں گا جو زمین کو تسبیح وتحمید سے بھر دے گی۔ یا پھر میں اسے اسی حالت میں موت دے دوں گا پھر اگر میں نے چاہا تو اسے معاف کردوں گا اور اگر چاہا تو اسے سزا دوں گا۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آسمانوں کی بادشاہی کے مشاہدہ کے لیے اٹھائے گئے۔ تو آپ نے ایک آدمی کو زنا کرتے دیکھا، آپ نے اس کے لیے بددعا کی تو اسے ہلاک کردیا گیا۔ پھر آپ کو (مزید) اٹھایا گیا۔ تو آپ نے ایک اور آدمی کو زنا کرتے دیکھا۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی تو اسے بھی ہلاک کردیا گیا۔ پھر مزید بلند کیا گیا تو آپ نے ایک دوسرے بندے کو زنا کا ارتکاب کرتے دیکھا۔ آپ نے اس کے لیے بھی بددعا کا ارادہ فرمایا کہ اتنے میں آپ کے رب نے آپ سے فرمایا اے ابراہیم ٹھہر جا۔ بلاشبہ تو ایسا بندہ ہے جس کی دعا کو قبول فرمایا جاتا ہے (یعنی تو مستجاب الدعوات آدمی ہے) اور بلاشبہ میرا بندہ تین حالتوں میں سے ایک حالت پر ہوگا۔ یا تو وہ میری بارگاہ میں توبہ کرے گا اور میں اس کی توبہ کو شرف قبول عطا کروں گا، یا میں اس کی صلب سے پاکیزہ اولاد پیدا کروں گا، یا پھر وہ اسی موجودہ سرکشی کی حالت پر رہے گا اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہوں گا (یعنی اس حالت پر میں اس کی روح قبض کرلوں گا اور پھر اپنی منشا کے مطابق اس سے سلوک کروں گا)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے مذکورہ آیت کے بارے حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو آپ نے نیچے کی طرف دیکھا اور ایک آدمی کو بدکاری میں مبتلا دیکھا۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی تو اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے سات افراد کے خلاف دعا کی۔ اور وہ تمام کے تمام دھنسا دیئے گئے۔ پھر آپ کو ندا دی گئی اے ابراہیم! میرے بندوں کے لیے نرمی اپنایئے۔ تین بار ایسے ہی کہا گیا (فرمایا) بلاشبہ میرا بندہ تین حالتوں میں سے ایک پر ہوگا۔ یا تو وہ توبہ کرے گا اور میں اس کی توبہ قبول فرمالوں گا، یا پھر میں اس کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 286

پیٹھ سے ایسی اولاد پیدا کروں گا جو زیور ایمان سے آراستہ ہوگی۔ یا پھر وہ کفر ہی کرتا رہے گا۔ تو پھر اس کے لیے جہنم کافی ہے۔

امام ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں شہر بن حوشب کے طریق سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب ابراہیم علیہ السلام نے زمین وآسمان کی بادشاہی ملاحظہ فرمائی۔ تو آپ نے ایک آدمی کو گناہ کرتے دیکھا، آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ پھر ایک دوسرے آدمی کو گناہ میں مبتلا دیکھا تو اس کے لیے بھی بددعا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ اے ابراہیم! بلاشبہ تو مستجاب الدعوات آدمی ہے۔ تو کسی کے لیے بددعا نہ کر۔ کیونکہ میرا اپنے بندے کے ساتھ معاملہ تین حالتوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہوگا۔ یا تو میں اس کی پشت سے ایسی اولاد پیدا کروں گا، جو میری عبادت کرے گا۔ یا وہ اپنی آخری عمر میں مجھ سے توبہ کر لے گا اور میں اس کی توبہ قبول فرما لوں گا۔ یا پھر وہ اپنی حالت پر قائم رہے گا۔ تو پھر جہنم اس کے پیچھے پیچھے ہے (یعنی جہنم اس کے لیے کافی ہے) (1)

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین وآسمان کی بادشاہی کا مشاہدہ کیا، آپ نے ایک آدمی کو برائی کرتے دیکھا، آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ تو وہ ہلاک ہوگیا۔ پھر ایک دوسرے آدمی کو اسی طرح گناہ کرتے دیکھا، اس کے لیے بددعا کی۔ وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ پھر ایک اور آدمی کو گناہ کا ارتکاب کرتے دیکھا۔ اس کے خلاف بھی بددعا کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی ''اے ابراہیم! ٹھہر جا، کیونکہ تو مستجاب الدعوات آدمی ہے اور میرا بندہ تین حالتوں میں سے کسی ایک پر ہو گا۔ یا تو وہ موت سے پہلے توبہ کر لے گا اور میں اس کی توبہ قبول کر لوں گا، یا میں اس کی پشت سے ایسی اولاد پیدا کروں گا جو میرا ذکر کرے گی۔ یا پھر وہ اپنی گناہ کی حالت پر برقرار رہے گا۔ تو پھر جہنم اس کے پیچھے ہے (2)۔

امام بیہقی نے شعب میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں کی بادشاہی کی طرف بلند کیا گیا، آپ نے اوپر سے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ زنا کر رہا ہے، آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ تو وہ ہلاک ہوگیا۔ پھر آپ مزید بلند ہوئے، تو ایک اور آدمی پر نظر پڑی وہ زنا کر رہا ہے، آپ نے اس کے لیے بددعا کی تو وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ پھر آپ مزید بلندی پر پہنچے، تو ایک اور آدمی کو دیکھا کہ وہ زنا کا ارتکاب کر رہا ہے۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ تو وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ پھر ایک اور آدمی کو زنا کرتے دیکھا، اس کے لیے بھی بددعا کی۔ تو وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ تب آپ کو کہا گیا اے ابراہیم! ذرا ٹھہر جا، بلاشبہ تو ایسا بندہ ہے کہ تیری دعا قبول کی جاتی ہے اور میرا اپنے بندے کے ساتھ معاملہ تین حالتوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہوگا۔ یا تو وہ مجھ سے توبہ کرے گا اور میں اس کی توبہ قبول کر لوں گا۔ یا میں اسے ایسی پاکیزہ اور صالح اولاد عطا کروں گا جو میری عبادت کرے گی، یا پھر وہ اسی حالت میں سرکشی کرتا رہے گا جس میں وہ ہے۔ تو پھر جہنم اس کے پیچھے ہے (3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 293 (6700)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 28 (884)، دار الصمیعی الریاض

3۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 293

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ سے مراد زمین و آسمان کی تخلیق ہے۔ اور وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ کے بارے فرمایا کہ اس طرح سرًّا اور علانیۃً معاملہ ان کے لیے ظاہر اور واضح ہوگیا اور مخلوق کے اعمال میں سے کوئی شے بھی ان پر مخفی نہ رہی۔ پس جب آپ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو لعنت ملامت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی حالت پر واپس لوٹا دیا جس پر پہلے تھے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک جابر اور متکبر حکمران سے بھاگ کر ایک تہ خانہ میں پناہ لی، تو آپ کا رزق آپ کے اعضاء میں رکھ دیا گیا۔ آپ جب بھی اپنی کوئی انگلی چوستے تو اللہ تعالیٰ اسی سے آپ کو خوراک عطا فرما دیتا۔ جب آپ اس تہ خانے سے باہر آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی۔ آپ کو سورج، چاند، ستارے، بادل اور بہت بڑی مخلوق کا مشاہدہ کرایا اور زمین کی بادشاہی بھی دکھائی۔ چنانچہ آپ نے پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں، درختوں، ہر قسم کے چوپائے، دیگر کیڑے مکوڑے اور عظیم مخلوق کا مشاہدہ کیا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا پھر جب ان پر رات چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ستارہ جو انہوں نے دیکھا وہ زہرہ تھا۔ وہ عشاء کے وقت طلوع ہوا۔ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ''بولے کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو بولے میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔ آپ نے جان لیا کہ آپ کا رب تو دائمی ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے۔ وہ کبھی بھی زائل اور ختم نہیں ہوگا۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ''پھر جب چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا کیا یہ میرا رب ہے؟'' یعنی آپ نے پہلی تخلیق سے مزید بڑی تخلیق کا مشاہدہ کیا۔ ''تو پھر سوالیہ انداز میں کہا کیا یہ میرا رب ہے؟''۔ لیکن پھر جب وہ بھی غروب ہوگیا تو آپ نے کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا، تو میں بھی ضرور اس گمراہ قوم سے ہو جاتا۔ پھر جب سورج کو جگمگاتے ہوئے دیکھا۔ یعنی ایک ایسی تخلیق کا مشاہدہ کیا جو جسامت کے اعتبار سے پہلی دونوں سے بڑی اور اعظم ہے، ان سے بڑھ کر منور اور روشن ہے (بلکہ ساری کائنات میں اپنا نور بکھیر رہی ہے) تو پھر بولے کیا یہ میرا رب ہے، یہ تو ان سب سے بڑا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں سے یہ ہے کہ زمین میں وہ پہلا حکمران جس کی بادشاہی زمین کے شرق و غرب میں تھی وہ نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح تھا اور وہ بادشاہ جن کی حکومت ساری زمین پر رہی وہ چار ہیں: ابن کنعان، حضرت سلمان بن داؤد علیہ السلام، ذوالقرنین اور بخت نصر۔ ان میں سے دو مسلمان تھے اور دو کافر تھے۔ نمرود پر ایک ستارہ طلوع ہوا جو سورج اور چاند کی روشنی پر غالب آگیا۔ تو وہ اس سے گھبرا گیا۔ چنانچہ اس نے جادوگروں، کاہنوں، قیافہ شناسوں اور انتہائی جستجو اور جانچ پرکھ کرنے والوں کو بلایا اور اس ستارے کے بارے ان سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ تیری سلطنت میں ایک آدمی ظاہر ہوگا جس کے سبب تیری ہلاکت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 286

اور تیری بادشاہی کا خاتمہ ہوگا۔ اس کا مسکن بابل الکوفہ ہوگا۔ پس وہ اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف نکل گیا اور اس نے مردوں کو باہر نکال دیا اور عورتوں کو چھوڑ دیا۔ اور یہ حکم صادر کر دیا کہ جس کے گھر نیا بچہ پیدا ہوا سے ذبح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے ان کے بچوں کو ذبح کر دیا۔

پھر اسے شہر میں ایک حاجت پیش آئی۔ جس کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر کے سوا اس کے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ اس نے اسے بلایا اور وہاں بھیج دیا اور اسے کہا دیکھ، غور سے سن، اپنے گھر والوں کے پاس نہ جانا۔ تو آزر نے اسے کہا میں تو اپنے دین کے بارے میں حد درجہ بخیل ہوں۔ لیکن جب وہ گاؤں میں داخل ہوا اور اپنی اہلیہ پر نظر پڑی تو اپنے نفس پر ضبط نہ رکھ سکا۔ چنانچہ اس کے پاس چلا گیا اور اسے ساتھ لے کر کوفہ اور بصرہ کے درمیان واقع ایک گاؤں کی طرف بھاگ گیا۔ جسے ادر کہا جاتا تھا۔ وہاں اسے ایک تہ خانے میں جا کر رکھا اور طعام اور دیگر نفع بخش چیزیں اسے باہم پہنچا کر اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنے لگا۔ جب کافی طویل وقت گزر گیا۔ تو بادشاہ نے کہا ساحر اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔ تم اپنے شہر کی طرف لوٹ جاؤ۔ چنانچہ وہ لوٹ گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ اتنی تیزی اور سرعت کے ساتھ شباب تک پہنچے کہ ایک دن میں آٹھ دنوں کے برابر اور ایک ہفتے میں ایک مہینے کے برابر آپ کی نشوونما ہوئی۔ بادشاہ انہیں بھول گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے ہو گئے لیکن مخلوق میں سے اپنے سوا اور اپنے باپ اور ماں کے سوا کسی کو بھی نہیں دیکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے اپنے ساتھیوں کو کہا میرا ایک بیٹا ہے۔ میں نے اسے چھپائے رکھا ہے۔ اگر میں اسے لے آؤں تو کیا تم اس پر بادشاہ کو خوفزدہ کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں اسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور آپ کو وہاں سے نکال لایا۔ پس جب یہ بچہ تہ خانے سے باہر نکلا اور چوپاؤں، جانوروں اور دیگر مخلوق کو دیکھا تو اپنے باپ سے سوال کرنے لگا یہ کیا ہے؟ وہ اونٹ کے متعلق آپ کو بتاتا یہ اونٹ ہے، گائے کے بارے میں بتاتا یہ گائے ہے، گھوڑے کے بارے میں بتاتا یہ گھوڑا ہے اور بکری کے بارے بتاتا یہ بکری ہے۔ تو آپ فرماتے ان تمام چیزوں کے لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے کوئی رب ہو۔

جب آپ تہ خانے سے نکلے تو اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو آپ کی نظر مشتری ستارے پر پڑی۔ آپ نے کہا یہ میرا رب ہے۔ لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ وہ غائب ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا میں اسے رب بنانا پسند نہیں کرتا جو چھپ جاتا اور غائب ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ مہینے کے آخر میں باہر تشریف لائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ستارے سے قبل چاند (قمر) کو نہیں دیکھا تھا۔ پس جب رات کا آخری حصہ آیا تو آپ نے چمکتے ہوئے چاند کو دیکھا کہ وہ طلوع ہوا ہے۔ تو کہا یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ چھپ گیا غائب ہو گیا تو کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی گمراہ قوم میں سے ہو جاتا۔ پھر جب صبح ہوئی اور آپ نے چمکتے ہوئے سورج کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے؟ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا ''اَسْلِمْ'' (اسلام لے آ) آپ نے کہا ''اَسْلَمْتُ لِرَبِّ

الْعَالَمِیْنَ''(میں سارے جہانوں کے رب کے لیے اسلام لے آیا)

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو دعوت حق دینے لگے اور انہیں ڈرانے لگے۔ آپ کا باپ (چچا) بت بنا کر اپنے بیٹوں کو دیتا اور وہ انہیں فروخت کرتے تھے اور وہ آپ کو بھی دیتا۔ تو آپ یہ آواز لگاتے تھے کون ہے جو اسے خریدے جو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے؟ آپ کے (چچازاد) بھائی اپنے بتوں کو بیچ کر واپس لوٹتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کو اپنی اصلی حالت سمیت واپس لے آتے تھے۔ پھر آپ نے اپنے باپ (چچا) کو دعوت حق دی اور کہا یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا ﴿۴۲﴾ (مریم) ''اے میرے باپ تو کیوں عبادت کرتا ہے اس کی جو نہ کچھ سنتا ہے اور نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے''۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانے کی طرف آئے۔ وہ بت ایک بہت بڑے مکان میں تھے۔ مکان کے دروازے کے سامنے ایک بہت بڑا بت تھا۔ اس کے پہلو میں اس سے چھوٹے اور پھر ان کے پہلوؤں میں ان سے چھوٹے بت درجہ بدرجہ رکھے گئے تھے۔ ہر چھوٹا بت اپنے سے بڑے کے ساتھ ملتا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ مکان کے دروازے تک جا پہنچے اور جب وہ بتوں کے سامنے کھانا رکھتے اور کہتے جس وقت ہم لوٹ کر آئیں گے اس وقت یہ بت ہمارے کھانے سے فارغ ہو چکے ہوں گے۔ چنانچہ ہم کھائیں گے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا اور کھانے کی طرف جو ان کے سامنے رکھا ہوا تھا تو آپ نے کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟ جب انہوں نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا۔ تو آپ نے فرمایا: مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ (صافات) کیا ہے تمہیں کہ تم بولتے نہیں؟۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں دعوت حق دی۔ آپ اپنی قوم کو دعوت دیتے رہے اور انہیں ڈراتے رہے۔ تو انہوں نے آپ کو ایک مکان میں بند کر دیا اور آپ کے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ یہاں تک کہ کوئی عورت بیمار ہوتی تو وہ کہتی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تندرستی عطا کی تو میں ابراہیم کے لیے لکڑیاں جمع کروں گی۔ پس جب وہ جمع کر چکے اور اتنا ڈھیر لگا چکے کہ اگر کوئی پرندہ بھی اوپر سے گزرے تو وہ بھی آگ کی گرمی اور شعلوں کی شدت سے جل جائے گا۔ تو انہوں نے آپ کو پکڑا اور آپ کو عمارت کے سب سے اوپر والے حصے کی طرف اوپر اٹھایا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند فرمایا اور آسمان و زمین، پہاڑوں اور ملائکہ سبھی نے کہا اے ہمارے رب! ابراہیم تیرے راستے میں جل رہا ہے (رَبَّنَا اِبْرَاهِیْمُ یَحْرِقُ فِیْكَ)۔ رب کریم نے فرمایا میں اسے بہتر جانتا ہوں۔ اگر وہ تمہیں بلائے تو اس کی مدد کرنا (قَالَ: اَنَا اَعْلَمُ بِهٖ۔ فَاِنْ دَعَاكُمْ فَاغِیْثُوْهُ)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سر نیاز آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا اے اللہ تو آسمان میں واحد ہے اور میں زمین میں اکیلا ہوں۔ میرے سوا کوئی نہیں جو تیری عبادت کرتا ہو۔ اللہ میرے لیے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے (اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْوَاحِدُ فِی السَّمَآءِ وَاَنَا الْوَاحِدُ فِی الْاَرْضِ، لَیْسَ اَحَدٌ یَّعْبُدُكَ غَیْرِیْ، حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ)۔ اتنے میں انہوں نے آپ کو آگ میں پھینک دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم فرمایا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ (الانبیاء) ''اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا ابراہیم کے

لیے''۔ اور وہ جبرئیل امین علیہ السلام تھے جنہوں نے آگ کو یہ آواز دی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر بردا کے بعد سلاما کے الفاظ نہ ہوتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کی ٹھنڈک سے فوت ہو جاتے۔ اس دن زمین میں کوئی آگ باقی نہیں رہی مگر یہ کہ وہ بجھ گئی۔ گمان یہ ہے کہ یہی مقصود تھا۔ پس جب آگ بجھ گئی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ آپ موجود ہیں اور آپ کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سر اس کی گود میں ہے اور وہ آپ کے چہرے سے پسینہ صاف کر رہا ہے۔ بیان کیا گیا کہ وہ دوسرا آدمی سائے کا فرشتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو نازل فرمایا تا کہ بنی آدم اس سے نفع حاصل کریں۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو باہر نکالا اور آپ کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس سے قبل آپ اس کے پاس نہیں گئے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کے ساتھ گفتگو کی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کَوْکَبًا سے مراد مشتری ستارہ ہے جو کہ مغرب کے وقت قبلہ کی طرف طلوع ہوتا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت زید بن علی رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ کَوْکَبًا سے مراد زہرہ ستارہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا۔ اَفَلَ کا معنی ذَھَبَ (غائب ہو جانا) ہے۔

ابن ابی حاتم نے کہا کہ قتادہ نے کہا ہے کہ الْاٰفِلِیْنَ کا معنی زَائِلِیْنَ ہے۔ یعنی میں زائل ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا مجھے فَلَمَّآ اَفَلَتْ کا مفہوم بتایئے؟ تو آپ نے فرمایا ''فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ کَبِدِ السَّمَآءِ'' یعنی جب وسط آسمان سے سورج زائل ہو گیا۔ یہ سن کر نافع نے کہا: کیا عرب اس معنی کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں، کیا تم نے کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو نہیں سنا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرثیہ کہتے ہوئے کہتے ہیں:

فَتَغَیَّرَ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ لِفَقْدِہٖ وَالشَّمْسُ قَدْ کُسِفَتْ وَکَادَتْ تَأْفِلُ

''چمکتا ہوا چاند اپنے غروب ہونے کے سبب متغیر ہو گیا اور سورج گرہن زدہ ہوا اور زائل ہونے کے قریب ہو گیا''۔

پھر نافع نے کہا مجھے حنیفا کے بارے کچھ بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا ''دینا مخلصا'' (یعنی خالص دین) انہوں نے پوچھا کیا عرب اس سے واقف ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، کیا تم نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے نہیں سنا:

حَمِدْتُ اللّٰہَ حِیْنَ ھَدٰی فُؤَادِیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَالدِّیْنِ الْحَنِیْفِ

''میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کی جب اس نے میرے دل کو اسلام اور خالص دین کی طرف راہنمائی فرمائی''۔

اسی طرح عرب کا ایک اور آدمی بنی عبدالمطلب کے فضائل ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

أَقِیْمُوْا لَنَا دِیْنًا حَنِیْفًا فَاَنْتُمُوْ لَنَا غَایَۃٌ قَدْ نَھْتَدِیْ بِالذَّوَائِبِ

تم نے ہمارے لیے خالصیلص دین قائم کرو پس تم ہماری منزل ہو ہم سواریوں سمیت ہدایت پاتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے بھی حنیفا کا معنی مخلصا نقل کیا ہے۔

امام مسلم، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ حضور نبی مکرم ﷺ کے خطبہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں تمہارے دین سے متعلق وہ امور سکھاؤں جن سے تم ناواقف ہو اور آج کے دن اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ سکھلا دیے ہیں۔ ہر قسم کا وہ مال جو تو نے غلام کو دے دیا وہ اس کے لیے حلال ہے۔ میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء پیدا کیا ہے اور پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور انہیں اپنے دین سے کھینچ نکالا اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور انہوں نے انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شریک ٹھہراتے رہیں۔ جب تک میں کوئی دلیل اور حجت نازل نہ کروں (1)۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا آغاز فرماتے، تو تکبیر کہتے، پھر یہ کہتے: **وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ**﴿۷۹﴾ (انعام) **اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ**﴿۱۶۲﴾ **لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ**﴿۱۶۳﴾ (انعام) (2)

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴿۸۰﴾ **وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ**﴿۸۱﴾

”اور جھگڑنے لگی ان سے ان کی قوم۔ آپ نے کہا کیا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ کے بارے میں حالانکہ اس نے ہدایت دے دی ہے مجھے۔ اور نہیں ڈرتا میں ان سے جنہیں تم شریک بناتے ہو اس کا۔ مگر یہ کہ چاہے میرا ہی پروردگار کوئی تکلیف پہنچانا، گھیرے ہوئے ہے میرا رب ہر چیز کو (اپنے) علم سے۔ تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرو گے اور کیسے ڈروں میں (ان سے) جنہیں تم نے شریک ٹھہرا رکھا ہے حالانکہ تم نہیں ڈرتے (اس سے) کہ تم نے شریک بنایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسے کہ نہیں اتاری اللہ نے اس کے متعلق تم پر کوئی دلیل۔ تو (تم ہی بتاؤ) دونوں

1۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 385، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 12، صفحہ 221 (3421) دار الکتب العلمیہ بیروت

فریقوں سے کون زیادہ حق دار ہے امن (وسلامتی) کا اگر تم (کچھ) جانتے ہو"؟

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ وَحَآجَّهٗ قَوۡمُهٗ کا معنی یہ بیان کرتے تھے کہ آپ کی قوم آپ سے جھگڑنے لگی (خاصموہ)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَتُحَآجُّوٓنِّيۡ کا معنی نقل کیا ہے "اَتُخَاصِمُوۡنَنِي" کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو۔ عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ عاصم نے مذکورہ لفظ کو نون مشددہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَحَآجَّهٗ قَوۡمُهٗ کے بارے انہوں نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خداؤں کو پکارنے لگے۔ قَالَ اَتُحَآجُّوٓنِّيۡ فِي اللّٰهِ وَقَدۡ هَدٰىنِ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ کے بارے میں حالانکہ اس نے مجھے ہدایت دے دی ہے یعنی میں اپنے پروردگار کو پہچان چکا ہوں۔ انہوں نے آپ کو اپنے الٰہوں سے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی کہ ان کی جانب سے آپ کو کوئی مصیبت اور تکلیف پہنچے گی۔ تو آپ نے فرمایا: میں ان سے نہیں ڈرتا جنہیں تم شریک بناتے ہو اور پھر فرمایا: اے مشرکو! میں کیسے ڈروں ان سے جنہیں تم نے شریک ٹھہرا رکھا ہے؟ حالانکہ تم نہیں ڈرتے اس سے کہ تم نے شریک بنایا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَاَيُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ اَحَقُّ بِالۡاَمۡنِ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے جب کہ آپ نے ان سے یہ پوچھا تھا تم ہی بتاؤ دونوں فریقوں میں سے کون امن وسلامتی کا زیادہ حق دار ہے۔ گویا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے حجت ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَاَيُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ اَحَقُّ بِالۡاَمۡنِ کے بارے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے منقول ہے کیا وہ فریق جو غیر اللہ سے ڈرتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرا یا وہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور غیر اللہ سے نہ ڈرا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡٓا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ (الانعام)

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡٓا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۸۲﴾

"وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے انہیں کے لیے ہی امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں"۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور دار قطنی نے الافراد میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡٓا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ نازل ہوئی تو لوگوں پر یہ بہت شاق گزری۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کون اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد وہ نہیں جو تم مراد لے رہے ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا جو ایک عبد صالح نے کہا ہے

کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان) ”بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے“۔ تو یہاں بھی ظلم سے مراد شرک ہے (1)۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، حکیم ترمذی رحمہم اللہ نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ ان سے مذکورہ آیت کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے ان سے کہا تم کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا اس کا معنی ہے ”انہوں نے ظلم نہ کیا“ تو پھر آپ نے فرمایا تمہیں جو امر انتہائی بھاری محسوس ہوا ہے وہ لفظ بظلم ہے۔ تو یہاں ظلم بمعنی شرک ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ”بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے“ (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابوعبید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے (3)۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے مذکورہ آیت کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد شرک لیا گیا ہے۔ کیا تم نہیں سنتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (4)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے (5)۔

امام ابن منذر، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر داخل ہوتے تو مصحف کو کھول کر پڑھتے۔ ایک دن وہ داخل ہوئے اور آپ نے سورۃ الانعام کی تلاوت کی۔ جب پڑھتے پڑھتے اس آیت اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ الآیہ پر پہنچے تو آپ نے تلاوت ختم کر دی (مصحف بند کر دیا) اور اپنی چادر لی اور پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابا المنذر! میں جب اس آیت پر پہنچا ہوں اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الآیہ ”تو میں یہ غور کرنے لگا“ کہ ہم جانتے ہیں ہم فلاں فلاں ظلم کر رہے ہیں؟ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! اس آیت میں ظلم سے مراد وہ نہیں۔ بلکہ اس ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے (6)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ظلم سے مراد بتوں کی پوجا کرنا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 296 2۔ ایضاً، جلد 7 صفحہ 297 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 296
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 298 6۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَھُمۡ بِظُلۡمٍ کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ہے "اورانہوں نے اپنے ایمان کوشرک کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا"

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے کہا: یہ آیت صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس امت کے بارے یہ آیت نہیں (1)۔

امام احمد، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب ہم مدینہ منورہ سے باہر نکلے تو دیکھا ایک سوار ہماری طرف آ رہا ہے۔ وہ ہمارے پاس پہنچ کر رکا اور اس نے سلام کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تو کہاں سے آیا ہے؟ تو اس نے عرض کی میں اپنے گھر، اولا داور اپنے خاندان سے آیا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو پہنچ چکا ہے۔ اس نے عرض کی۔ مجھے بتلایئے ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان المبارک کے روزے رکھے اور بیت اللہ شریف کا حج کرے "تَشۡھَدُ اَنۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ، وَتُقِیۡمُ الصَّلٰوۃَ، وَتُؤۡتِی الزَّکٰوۃَ، وَ تَصُوۡمُ رَمَضَانَ، وَ تَحُجُّ الۡبَیۡتَ" اس نے عرض کی۔ میں نے اقرار کر لیا۔ پھر اس کے اونٹ کے آگے والے پاؤں ایک خالی کنوئیں میں داخل ہو گئے اور وہ گر پڑا۔ تو وہ آدمی اپنے سر کی چوٹی کے بل اس سے گرا اور فوت ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آدمی ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے عمل تھوڑا کیا ہے اور اجر کثیر پایا ہے۔ اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَھُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الۡاَمۡنُ وَ ھُمۡ مُّھۡتَدُوۡنَ میں نے حور عین کو دیکھا ہے۔ وہ اس کے منہ میں جنت کا پھل ڈال رہی ہے۔ اور اس سے مجھے یہ علم ہوا ہے، کہ یہ آدمی بھوکا فوت ہوا ہے۔ "فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ھٰذَا مِنَ الَّذِیۡنَ عَمِلُوۡا قَلِیۡلًا وَّاُجِرَ وَ اکۡثِیۡرًا، ھٰذَا مِنَ الَّذِیۡنَ قَالَ اللّٰہُ "اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَھُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الۡاَمۡنُ وَ ھُمۡ مُّھۡتَدُوۡنَ، اِنِّیۡ رَاَیۡتُ حُوۡرَ الۡعِیۡنِ یُدۡخِلۡنَ فِیۡ فِیۡہِ مِنۡ ثِمَارِ الۡجَنَّۃِ، فَعَلِمۡتُ اَنَّ الرَّجُلَ مَاتَ جَائِعًا" (2)

امام حکیم ترمذی اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش ہوا۔ اس نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میں اپنے شہر اور اولاد سے اس لیے نکلا ہوں تا کہ آپ کی رہنمائی سے ہدایت حاصل کروں اور آپ کے قول کو مضبوطی سے تھام لوں۔ لہٰذا آپ مجھے ارشاد فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوت اسلام دی اور اس نے اسے قبول کر لیا۔ پھر ہم اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ پھر اس کے اونٹ کے پاؤں خالی زمین کی ایک بل میں گھس گئے۔ جس کے سبب اعرابی

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 346، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 359، دار صادر بیروت

گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ان کے بارے سنا ہے جنہوں نے عمل تھوڑا کیا ہے اور اجر کثیر پایا ہے؟ یہ انہیں میں سے ہے۔ کیا تم نے سنا ہے ان کے متعلق جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملایا؟ یہ انہیں میں سے ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بکر بن سوادہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ دشمنوں میں سے ایک آدمی نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور ایک آدمی کو قتل کر ڈالا، پھر حملہ کیا اور دوسرے کو قتل کر دیا، پھر حملہ کیا اور ایک اور آدمی کو قتل کر دیا۔ پھر کہنے لگا کیا اس کے بعد بھی اسلام مجھے نفع دے سکتا ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا ہم نہیں جانتے ہیں۔ پھر اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں کیوں نہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔ پھر اپنے ساتھیوں پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک کو پھر دوسرے کو قتل کر دیا پھر خود شہید ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ صحابہ کرام یہ خیال کرتے تھے کہ یہ آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الآیہ) اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

امام عبد بن حمید نے ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے کہ کسی آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس آیت کے بارے پوچھا۔ تو آپ ﷺ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی آیا اور اس نے اسلام قبول کیا پس تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ وہ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا۔

امام علامہ بغوی نے معجم میں، ابن ابی حاتم، ابن قانع، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سخبرہ رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور اس نے صبر کیا، جسے عطا کیا گیا اور اس نے شکر کیا، جس پر ظلم کیا گیا اور اس نے معاف کر دیا جس نے ظلم کیا اور پھر معافی مانگ لی، یہ کہہ کر حضور نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ تو پھر عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ اس کے لیے کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے امن و سلامتی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔(2)

وَ تِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾

"اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے دی تھی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں۔ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں بے شک آپ کا رب بڑا دانا سب کچھ جاننے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت اس خصومت اور جھگڑے کے بارے میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان قائم تھا اور یہ وہی خصومت ہے جو آپ کے اور جابر و سرکش حکمران نمرود کے درمیان تھی۔

1۔ نوادر الاصول، باب مبدأ الاستقامۃ، صفحہ 421، دار صادر بیروت

2۔ شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ عزوجل وشکرھا، جلد 4، صفحہ 104 (4431)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن منذر رنے ابن جریج سے یہ قول بیان کیا ہے کہ علی قومہ سے مراد ان کے خصم اور جھگڑا کرنے والے افراد ہیں۔
امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ کی سند سے زید بن اسلم سے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔
امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ کی سند سے زید بن اسلم سے نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ درجات سے مراد علم ہے کہ ہم علم کے ساتھ بلند کر دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں۔
امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا ہے: شہدآء کے درجات کی طرح علماء کے بھی درجات ہیں۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَیْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

''اور ہم نے عطا فرمائے انہیں اسحاق اور یعقوب ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی تھی ان سے پہلے اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (راہ راست دکھائی) اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور (ہم نے ہدایت دی) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو۔ (یہ) سب صالحین میں سے تھے اور (ہدایت دی) اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ان سب کو ہم نے فضیلت دی سارے جہان والوں پر اور ہدایت دی ان کے کچھ باپ دادوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں کو اور ہم نے چن لیا ان (سب) کو اور ہدایت دی ان (سب) کو راہ راست کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے رہنمائی کرتا ہے اس کے ساتھ جس کی چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ضائع ہو جاتا ان سے وہ (عمل) جو وہ کیا کرتے تھے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے حضرت ابوحرب بن ابی الاسود رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر کی طرف (پیغام) بھیجا اور کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم یہ نظریہ رکھتے ہو کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ حالانکہ میں نے اول سے آخر تک سارا قرآن کریم

پڑھا ہے لیکن مجھے کہیں نہیں ملا۔ تو انہوں نے جواب دیا کیا سورۃ الانعام کی یہ آیت نہیں پڑھتے وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ ...... وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی فرمایا کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں؟ حالانکہ ان کا کوئی باپ نہیں؟ (یعنی وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں) اس نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔

امام ابوالشیخ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یحییٰ بن یعمر حجاج کے پاس گئے اور آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ تو حجاج نے کہا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے نہیں۔ یہ سن کر یحییٰ نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو اس نے کہا تم اپنے قول پر کوئی دلیل بیان کرو۔ تو پھر آپ نے وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ سے لے کر وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ تک یہ آیت تلاوت فرمائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کی جانب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ پھر حجاج نے کہا: تم نے سچ کہا ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ماموں بھی والد ہے اور چچا بھی والد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ان کے ماموؤں کی طرف ہی کی اور فرمایا وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ یہاں تک کہ اس قول تک بیان فرمایا وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس قول باری کے بارے میں کہا وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَیْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے فرمایا وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ ۔ الی قولہ۔ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ پھر ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت طیبہ میں کیا، ارشاد فرمایا "فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ"

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی اتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا "اَخْلَصْنَا هُمْ" (ہم نے انہیں خالص کرلیا)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے قول باری تعالیٰ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان سے مراد وہی لوگ ہیں جن کے بارے یہ فرمایا "هَدَیْنَا هُمْ وَ فَضَّلْنَا هُمْ" کہ ہم نے انہیں ہدایت دی اور ہم نے ان پر مہربانی فرمائی۔

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَ كَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾

"یہ وہ لوگ تھے ہم نے عطا کی تھی جنہیں کتاب اور حکمت اور نبوت تو اگر انکار کریں اس کا یہ (مکہ والے) تو ہم نے مقرر کردیے ہیں اس کو ماننے کے لیے ایسے لوگ جو اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہیں"۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 180 (4772) دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حوثرہ بن بشیر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک کو سنا اس نے مذکورہ آیت کے بارے حضرت حسن سے پوچھا اے ابوسعید یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ان سے مراد وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اس سے ماقبل آیت میں ہو چکا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا الْحُكْمَ سے مراد لب (عقل مندی اور دانائی) ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ سے مراد اہل مکہ ہیں کہ اگر اس قرآن کا انکار کریں۔ تو ہم نے اس کو ماننے کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں، جو اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہیں اور ان سے مراد اہل مدینہ اور انصار ہیں (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ ' سے مراد اہل مکہ کفار قریش ہیں اور فَقَدْ وَ كَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ میں قَوْمًا سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جن اٹھارہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا اور ان کے بارے ہی یہ فرمایا: '' فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ '' (2)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو رجاء العطاردی رحمہ اللہ سے فَقَدْ وَ كَّلْنَا بِهَا قَوْمًا۔ الآیہ، کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان سے مراد ملائکہ ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل ایمان نے دار (آخرت) اور ایمان کو اختیار کر لیا اس سے قبل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں تو اہل مکہ نے ان کا انکار کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَ كَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر اہل مکہ ان آیات کا انکار کر دیں تو ہم نے انہیں ماننے کے لیے مدینہ طیبہ کے انصار مقرر کر دیے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾

'' یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہدایت دی تھی اللہ نے۔ تو انہیں کے طریقہ کی پیروی کرو۔ آپ فرمائیے میں نہیں مانگتا تم سے اس (تبلیغ قرآن) پر کوئی اجرت۔ نہیں ہے وہ (قرآن) مگر نصیحت سارے جہانوں کے لیے''۔

امام سعید بن منصور، بخاری، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 306، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 57 (824)، دارالکتب العلمیہ بیروت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا گیا کہ ان کے طریقہ کی اقتداء کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۂ ص میں سجدہ کیا کرتے تھے (1) ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے یہ لفظ نقل کیے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورۂ ص کے سجدہ کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا: تمہارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اقتداء کی جائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا اور پھر آپ کو حکم دیا کہ ان کی اقتداء کی جائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ میں ھاء کو وصل کلام میں ظاہر کر کے پڑھا ہے اور اس میں ادغام نہیں کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ انہیں فرما دیجئے کہ میں تمہیں جو دعوت حق دیتا ہوں اس پر تم سے سامان دنیا میں سے کوئی سامان نہیں مانگتا۔ واللہ اعلم۔

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

"اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ کی جیسے حق تھا اس کی قدر پہچاننے کا جب کہا انہوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (یعنی وحی)۔ آپ پوچھیے کس نے اتاری تھی وہ کتاب جسے لے آئے تھے موسیٰ (جو سراسر) نور تھی اور (سراپا) ہدایت تھی لوگوں کے لیے، تم نے بنا لیا ہے اسے الگ الگ کاغذ، ظاہر کرتے ہو اسے اور چھپا لیتے ہو (اس کا) بہت سا (حصہ) اور تمہیں سکھایا گیا جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا؟ آپ فرما دیجئے اللہ! پھر چھوڑ دیجئے انہیں (تا کہ) وہ اپنی بیہودہ باتوں میں کھیلتے رہیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ سے مراد وہ کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہیں لائے۔ پس جو اس پر ایمان لایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی قدر اس طرح پہچان لی جیسے پہچاننے کا حق ہے اور جو ایمان نہیں لایا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسے پہچاننے کا حق تھا۔ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ جب

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 666، وزارت تعلیم اسلام آباد

انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں سے کسی آدمی پر کوئی چیز یعنی وحی نہیں اتاری، یہودیوں نے کہا اے محمد! (ﷺ) کیا اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب نازل کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ تو انہوں نے کہا قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل فرمائے اے محمد! ﷺ ان سے پوچھو موسیٰ علیہ السلام پر کتاب کس نے اتاری تھی؟ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ یعنی اسے اللہ تعالیٰ نے ہی نازل کیا تھا(1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے نہ پہچانا اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کیا ہے کیونکہ انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ اسی کے بارے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسے تعظیم کا حق تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے کہ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ مشرکین قریش نے یہ قول کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کوئی چیز نہیں اتاری ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا فنحاص یہودی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ کے کلمات مالک بن صیف کے بارے نازل ہوئے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہود میں سے ایک آدمی آیا اسے مالک بن صیف کہا جاتا تھا اور حضور نبی مکرم ﷺ سے جھگڑا کرنے لگا۔ تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے فرمایا میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ کیا تو تورات میں یہ پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حبر سمین (عظیم الجثہ عالم) کو مبغوض جانتا ہے؟ اور وہ خود موٹا تازہ عالم تھا۔ یہ سن کر وہ غضب ناک ہو گیا اور یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ تو اس پر اس کے ساتھیوں نے اسے کہا تیری ہلاکت ہو! کیا موسیٰ علیہ السلام پر بھی نہیں؟ تو اس نے کہہ دیا: اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ...... الآیہ"(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہود میں سے کچھ آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ ﷺ پاؤں کے بل اپنی چادر پیٹھ اور گھٹنوں سے باندھ کر اس کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اے ابو القاسم! کیا آپ ہماری طرف آسمان سے کوئی کتاب نہیں لائیں گے جیسا کہ موسیٰ علیہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 310 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 309 3۔ ایضاً

السلام تختیاں (الواح) لے کر آئے تھے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (النساء:153) "مطالبہ کرتے ہیں آپ سے اہل کتاب کہ آپ اتروا دیں ان پر کتاب آسمان سے"۔

تو یہودیوں میں سے ایک آدمی تیزی کے ساتھ انگلیوں کے بل اٹھا اور کہہ دیا اللہ تعالیٰ نے آپ پر، موسیٰ علیہ السلام پر، عیسیٰ علیہ السلام پر اور نہ کسی اور پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ...... الآیہ، (1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی مکرم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ اہل کتاب سے اپنے بارے میں پوچھیں، وہ اپنی کتابوں میں کیسے پاتے ہیں؟ تو ان کے حسد نے انہیں اس پر برانگیختہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسل عظام کا انکار کریں۔ چنانچہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ...... الآیہ۔ پھر کہا: اے محمد! (ﷺ) اپنے بارے میں خبیر کی طرف رجوع کرو۔ پھر یہ آیت نازل کی گئی اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان) "وہ رحمٰن ہے سو پوچھ اس کے بارے میں کسی واقف حال سے"۔ اور وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (فاطر) (اور حقیقت حال سے) تجھے کوئی آگاہ نہیں کر سکتا خدائے خبیر کی مانند"۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب میں کعب سے یہ نقل کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ زیادہ گوشت والا جسم رکھنے والے اہل بیت اور موٹا جسم رکھنے والے عالم کو ناپسند کرتا ہے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت جعدۃ الجشمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضور نبی مکرم ﷺ کو دیکھا کہ ایک آدمی آپ پر خواب کا واقعہ بیان کر رہا ہے کہ اس نے ایک موٹے تازے آدمی کو دیکھا ہے وہ اپنے پیٹ کو ہاتھ میں موجود کسی شے کے ساتھ لگائے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے "اگر اس کا بعض اس کے غیر میں ہوتا تو یہ فرشتے سے بہتر ہوتا (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا سے مراد یہود ہیں اور وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ کے بارے کہا یہ مسلمانوں کے لیے ہے۔

امام ابن منذر نے ابن جریر رحمہما اللہ سے تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ان یہودیوں کے بارے میں ہے، جنہوں نے تورات کو ظاہر کیا اور محمد ﷺ کے ذکر کو چھپا لیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے اس طرح پڑھا تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا اور اے گروہ عرب تمہیں بتا دیا گیا مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 310

2۔ شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، جلد 5، صفحہ 33 (5668)، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً، (5667)

یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یہود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم عطا کیا، لیکن انہوں نے اس کی پیروی نہ کی، نہ اسے مضبوطی سے حاصل کیا اور نہ ہی اس کے مطابق عمل کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس عمل پر اس کی مذمت بیان فرمائی۔

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

"اور یہ (قرآن) کتاب ہے ہم نے اتارا ہے اس کو، بابرکت ہے تصدیق کرنے والی ہے اس (وحی) کی جو اس سے پہلے (نازل ہوئی) اور اس لیے تا کہ ڈرائیں آپ مکہ (والوں) کو اور جو اس کے اردگرد ہیں۔ اور جو ایمان لائے ہیں آخرت کے ساتھ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر (بھی) اور وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کتاب سے مراد وہ قرآن کریم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیہ والثناء پر نازل فرمایا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن کریم ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اُمَّ الْقُرٰى سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور مَنْ حَوْلَهَا سے مراد مکہ مکرمہ کے اردگرد کے وہ دیہات اور گاؤں ہیں جو مشرق و مغرب کی جانب ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطاء اور حضرت عمرو بن دینار رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہوائیں بھیجیں، انہوں نے پانی کو شق کیا اور سفید جزیرے کی مانند بیت اللہ شریف کی جگہ کو ظاہر کر دیا۔ پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلا دیا۔ اسی لیے اسے ام القریٰ کہا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا اُمَّ الْقُرٰى سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور اس کا نام اُمَّ الْقُرٰى اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ سب سے پہلا گھر اسی میں بنایا گیا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا اُمَّ الْقُرٰى سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ انہوں نے کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ زمین مکہ مکرمہ سے ہی پھیلائی گئی ہے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُمَّ الْقُرٰى مکہ مکرمہ ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 314 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 57 (825)، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

"اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا کہے کہ وحی کی گئی ہے میری طرف حالانکہ نہیں وحی کی گئی اس کی طرف کچھ بھی اور (کون زیادہ ظالم ہے اس سے) جو کہے کہ میں (بھی) نازل کروں گا ایسا ہی (کلام) جیسے نازل کیا ہے اللہ نے۔ کاش تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں (گرفتار) ہوں اور فرشتے بڑھا رہے ہوں (ان کی طرف) اپنے ہاتھ (اور انہیں کہیں کہ) نکالو اپنی جانوں کو۔ آج تمہیں دیا جائے گا ذلت کا عذاب اس وجہ سے کہ تم بہتان لگاتے تھے اللہ تعالیٰ پر ناحق اور تم اس کی آیتوں (کے ماننے) سے تکبر کیا کرتے تھے"۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں حضرت شرحبیل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ مذکورہ آیت عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو وہ اپنے رضاعی بھائی عثمان کی طرف بھاگ گیا اور اسی کے پاس چھپا رہا۔ یہاں تک کہ اہل مکہ مطمئن ہو گئے۔ پھر اس نے اپنے لیے پناہ طلب کر لی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوخلف الاعمی رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ابن ابی سرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔ پھر مکہ کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا اے ابن ابی سرح! تو ابن ابی کبشہ کے لیے کیسے قرآن لکھتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں ایسے ہی لکھ دیتا ہوں جیسے میں چاہتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح القرشی کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ اسلام لائے اور حضور ﷺ کی وحی لکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ نے انہیں "سمیعا علیما" املاء کرایا تو انہوں نے "عکیما حکیما" لکھ دیا اور جب آپ نے کہا "علیما حکیما" تو انہوں "سمیعا علیما" لکھ دیا۔ سو وہ شک میں مبتلا ہو گیا اور کفر اختیار کر لیا اور یہ کہنے لگا اگر محمد (ﷺ) کی طرف وحی کی جاتی ہے تو میری طرف بھی وحی کی جاتی ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب المغازی والسرایا، جلد 3، صفحہ 48 (4362) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے الفاظ "وَ مَنْ اَظْلَمُ تاشنی" مسیلمہ کذاب اور اس جیسے ان افراد کے بارے نازل ہوئے جو اسی کی مثل دعوت دیتے تھے اور وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے الفاظ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ مَنْ اَظْلَمُ...... الآیہ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ یہ آیت مسیلمہ کے بارے میں نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ تک کے الفاظ مسیلمہ کے بارے میں نازل ہوئے۔ کیونکہ وہ مسجع کلام کرتا اور اس کے ساتھ کہانت کرتا تھا۔ اور وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے الفاظ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے نازل ہوئے، وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا کاتب تھا۔ پس کبھی آپ املاء کراتے "عزیز حکیم" تو وہ لکھتا "غفور رحیم" اس طرح الفاظ کو بدل دیتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ہی پڑھ دیتا جب واپس جاتا تو کہتا کیا اچھی مساوات اور برابری ہے۔ پھر اس نے اسلام سے رجوع کر لیا اور قریش کے ساتھ مل گیا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ (المرسلات) تو بنی عبد الدار کے نضر نے کہا "والطاحنات طعنا والعاجنات عجنا وقولا كثيرا" تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ...... الآیہ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن کریم میں جو بھی ہے اس کے مطابق انہوں نے عمل کیا جو تم سے پہلے تھے اور اسی کے مطابق تمہارے بعد آنے والے عمل کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ اس آیت سے زیادہ شدید ہو وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ اس قبلہ کو ماننے والوں میں سے کسی نے اس کے مطابق عمل نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مختار بن ابی عبیدہ آیا (اور اس نے عمل کر دیا)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ کہ آپ نے کہا۔ کافر کو موت کے وقت ان دونوں آیتوں کے ساتھ بشارت دی جاتی ہے وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۹۳۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ ...... عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کوئی نفس نہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 317 2۔ ایضاً

جو دنیا سے جدا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ جنت اور دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔ پھر فرمایا جب اس کے پاس وہ فرشتے صف بستہ آتے ہیں جو مشرق و مغرب کے درمیان ہر شے کو منظم کرتے ہیں، ان کے چہرے سورج کی مثل چمک رہے ہوتے ہیں، وہ ان کی طرف ایسے ہی دیکھتا ہے جیسے ان کے علاوہ دوسری چیزوں کو دیکھتا ہے۔ اگرچہ تم دیکھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہا ہے ان میں سے ہر فرشتے کے پاس کفن اور حنوط (خوشبو) ہوتا ہے۔ جب جانے والا مومن ہو تو وہ فرشتے اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں "اُخْرُجِیْ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الطَّیِّبَةُ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰهِ وَجَنَّتِهٖ فَقَدْ اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ مِنَ الْكَرَامَةِ مَاهُوَ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَافِیْهَا" (اے پاکیزہ نفس اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت کی طرف نکل آ۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے وہ عزت و کرامت تیار کر رکھی ہے جو دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ تیرے لیے بہتر اور اچھی ہے۔) پھر وہ مسلسل اسے خوشخبریاں دیتے رہتے ہیں۔ اور اس کی عزت افزائی کرتے رہتے ہیں۔ جتنا ایک ماں اپنے بچے کے ساتھ شفقت اور محبت کا سلوک کرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر وہ فرشتے اس کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا سلوک کرتے ہیں اور ہر ناخن کے نیچے اور جوڑ سے انتہائی نرمی کے ساتھ اس کی روح کو نکالتے ہیں اور باری باری تمام اعضاء مر جاتے ہیں اور ہر عضو یکے بعد دیگرے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اس پر یہ حالت انتہائی آسان ہوتی ہے۔ اگرچہ تم اسے شدت اور سختی کی حالت میں دیکھو، یہاں تک کہ اس کی روح اس کے حلق تک پہنچ جائے۔ تو اس طرح باہر آنا اس کے لیے انتہائی عزت و کرامت کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک بچے کے لیے رحم سے نکلنا باعث عزت و کرامت ہوتا ہے۔ ہر فرشتہ انتہائی تیزی سے آگے بڑھتا ہے کہ کون اسے قبض کرے گا اور اسے قبض کرنے کا اختیار ملک الموت کے پاس ہوتا ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ (السجدہ) "فرمایئے جان قبض کرے گا تمہاری موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے پھر اپنے رب کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر فرشتے اسے سفید کفن میں لپیٹ لیتے ہیں اور اسے اس طرح اپنے سینے کے ساتھ لگا لیتے ہیں جیسے ایک عورت اپنے بچے کو اپنے ساتھ چمٹا لیتی ہے۔ پھر اس کی خوشبو ان میں مہک جاتی ہے جو کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور راحت بخش ہوتی ہے۔ وہ اس کے سبب انتہائی خوش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں "مَرْحَبًا بِالرِّیْحِ الطَّیِّبَةِ وَالرُّوْحِ الطَّیِّبِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ رُوْحًا وَصَلِّ عَلَیْهِ جَسَدًا خَرَجَتْ مِنْهُ" "خوش آمدید اے روح پرور ہوا اور پاکیزہ روح، اے اللہ! اس روح پر رحمتیں نازل فرما اور اس جسم پر بھی جس سے یہ نکل کر آئی ہے۔ پھر وہ اسے لے کر بلندیوں کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ ہوا میں اللہ کی اتنی مخلوق ہے جس کی حقیقی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان میں بھی ایسی پاکیزہ ہوا پھیل جاتی ہے جو کستوری سے بڑھ کر روح پرور ہوتی ہے۔ پس وہ بھی اس روح کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور اس سے انتہائی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ پھر اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جس آسمان سے اس کا گزر ہوتا ہے اس کے فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ملک جبار کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے اور ملک جبار ارشاد فرماتا ہے "مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّیِّبَةِ وَبِجَسَدٍ خَرَجَتْ مِنْهُ" (خوش آمدید اے پاکیزہ نفس، ور وہ جسم جس سے تو نکل کر آئی

ہے) جب رب کریم کسی شے کو مرحبا فرماتا ہے۔ تو ہر شے اس کے لیے وسیع اور فراخ ہو جاتی ہے اور اس سے ہر تنگی دور ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اس پاکیزہ روح کو لے جاؤ اور جنت میں داخل کر دو۔ اسے اس کا ٹھکانہ دکھا دو اور اس پر وہ ساری نعمتیں اور کرامتیں پیش کرو جو اس کے لیے تیار کی گئی ہیں۔ پھر اسے زمین کی طرف اتار دو کیونکہ میں نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ میں نے انہیں زمین سے پیدا کیا ہے، اسی میں انہیں لوٹاؤں گا اور پھر اسی سے انہیں دوبارہ نکالوں گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے وہاں سے نکلنے کو وہ اس سے بڑھ کر ناپسند کرتی ہے جتنا کہ وہ جسم سے نکلتے وقت کرتی ہے اور کہتی ہے تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو، کیا اس جسم کی طرف جس میں میں پہلے تھی؟ تو وہ فرشتے کہتے ہیں ہمیں تو اسی کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا تیرے لیے جانا ضروری ہے۔ پس وہ فرشتے جسم کو غسل اور کفن دینے سے فارغ ہونے کی دیر میں اسے لے کر اتر آتے ہیں اور اس روح کو جسم اور کفن کے درمیان داخل کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کلام کے لیے جو کلمہ بھی پیدا کیا ہے اس کے ساتھ اس کا دوست یا کوئی اور جو گفتگو بھی کرے وہ اسے سنتا ہے مگر جواب دینے کی اسے اجازت نہیں ہوتی۔ اگر وہ لوگوں کو اپنے ساتھ اظہار محبت کرتا سنے، تو ان میں سے اس کے نزدیک زیادہ عزیز وہ ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ تم ٹھہر جاؤ، جلدی نہ کرو اور اس کے بارے غلط کلام کرنے والے کو اس کا جواب دے۔ جب لوگ (دفن کرنے کے بعد) واپس مڑتے ہیں۔ تو میت ان کے جوتوں کی آہٹ اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتی ہے۔

پھر اس کے پاس انتہائی غضب ناک اور سخت گیر دو فرشتے آتے ہیں۔ ان کے نام منکر اور نکیر ہیں۔ ان کے پاس لوہے کے گرز ہوتے ہیں۔ اگر ان کے مقابلے میں تمام جن و انس بھی جمع ہو جائیں تو وہ انہیں نیچا نہیں دکھا سکتے۔ بلکہ ان کے مقابل میں یہ تمام انتہائی قلیل اور تھوڑے ہیں۔ پس وہ فرشتے اسے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹھ جا۔ جب وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے پاس انتہائی خوف ناک مکروہ مخلوق کو دیکھتا ہے اور وہ اسے اسی کی طرف منسوب کرتا ہے جو اس نے اپنی موت کے وقت دیکھا تھا......! پھر وہ فرشتے اسے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ''اللہ'' میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ''الاسلام'' میرا دین سلام ہے۔ پھر وہ اسے سختی کے ساتھ جھڑک دیتے ہیں۔ اور پھر پوچھتے ہیں تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے ''محمد ﷺ'' میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ اس وقت وہ پسینے سے اس طرح شرابور ہو جاتا ہے کہ اس کے نیچے سے زمین بھی تر ہو جاتی ہے اور اس کا پسینہ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے۔ اس وقت آسمان سے آہستہ سے ندا دی جاتی ہے میرے بندے نے سچ کہا ہے اور چاہیے کہ اس کا سچ اس کے لیے باعث نفع ہو۔ پھر حد نگاہ تک اس کی قبر کو کھول دیا جاتا ہے اس کے لیے پھول جمع کر دیے جاتے ہیں اور اسے ریشم کے ساتھ ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ پھر اگر قرآن کریم میں سے کوئی شے اس کے پاس ہو (قرآن کریم کا کچھ حصہ اسے یاد ہو) تو پھر اس کا نور اس کے لیے کافی ہوتا ہے اور اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو، تو پھر اس کی قبر میں سورج کی مثل نور پیدا کر دیا جاتا ہے اور جنت کی طرف دروازے اور کھڑکیاں اس کے لیے کھول دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں اپنے اسی ٹھکانا کو دیکھ لیتا ہے جو اس نے اوپر چڑھتے وقت دیکھا تھا۔ پھر اسے کہا جاتا ہے اے آنکھوں کی ٹھنڈک سو جا۔ پھر وہ اٹھائے جانے کے دن تک سویا رہے گا مگر اس کی یہ نیند ایسے شخص

کی نیند کی مثل ہوگی جو انتہائی چاہت کے ساتھ سوتا ہے اور اس سے ابھی تک پوری طرح سیراب نہیں ہوتا کہ وہ اپنی آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ پس اس طرح کی نیند وہ قیامت کے دن تک سویا رہے گا۔

اور اگر آدمی اس کے برعکس ہو (یعنی مومن نہ ہو) تو جب اس کے پاس حضرت ملک الموت آتے ہیں تو ان کے ساتھ ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور مشرق و مغرب کے درمیان ساری زمین کو گھیرے ہوتے ہیں۔ پس تیزی سے اس کی نگاہ ان کی طرف اسی طرح اٹھ جاتی ہے جیسا کہ وہ ان کے سوا دوسروں کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اگرچہ تم دیکھ رہے ہوتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہا ہے اور اس پر سختی کی جا رہی ہوتی ہے اور اگر تم دیکھو کہ اس پر ذلت چھا رہی ہے تو وہ فرشتے اسے ملامت کر رہے ہوتے ہیں۔ اور کہہ رہے ہوتے ہیں۔ اے خبیث روح نکل آ، اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے عبرتناک سزا، شدید تکلیف اور طرح طرح کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جو کچھ تو نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے وہ انتہائی برا ہے۔ وہ انتہائی غیظ و غضب اور شدت و سختی کے ساتھ ہر ناخن اور عضو سے اسے کھینچتے رہتے ہیں اور وہ تمام اعضاء بالترتیب یکے بعد دیگرے مرتے جاتے ہیں اور اس کی سانس اتنی تیزی سے نکلتی ہے جیسے کہ کانٹے دار سلاخ اون سے نکل جاتی ہے۔ حتی کہ اس کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے جسم سے نکلتے وقت اس کی حالت اس بچے کی حالت سے زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہوتی ہے جو رحم سے نکلتے وقت اس کی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فرشتے اسے طرح طرح کے عذاب اور سزا کی بشارت سنا رہے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس کے حلق تک پہنچ جاتی ہے۔ ہر فرشتہ اسے ناپسند کرتے ہوئے اور اس سے اظہار نفرت کرتے ہوئے اس سے بچتا ہے اور اسے قبض کرنے کا اختیار ملک الموت کے پاس ہوتا ہے جو اس پر مقرر کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ اسے قبض کر لیتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اور اسے لپیٹ لیتے ہیں) ایسے دھاری دار کپڑے کے ٹکڑے میں جو ساری مخلوق میں سے زیادہ بدبودار اور کھردرا ہوتا ہے۔ پھر اس کی ایسی بو پھیلتی ہے جو ساری مخلوق سے زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ ملک الموت اپنی ناک کو ڈھانپ لیتے ہیں اور دیگر فرشتے بھی اپنی ناکوں کو بند کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ! اس روح پر اور جس بدن سے یہ نکل کر آئی ہے اس پر لعنت بھیج۔ جب وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں تو اس سے پہلے ہی آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ پس ملک الموت اسے ہوا میں چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے قریب پہنچتی ہے تو وہ تیزی سے اس کے پیچھے آ پہنچتے ہیں اور اپنے پاس موجود لوہے کے ساتھ وہ اسے پکڑ لیتے ہیں۔ یہی عمل وہ اس کے ساتھ تین بار کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ ﴿۳۱﴾ (الحج) ”اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو اس کی حالت ایسی ہے گویا وہ گرا آسمان سے پس اچک لیا اسے کسی پرندے نے یا پھینک دیا ہو اسے ہوا نے کسی دور جگہ میں“۔ سَحِیْقٍ کا معنی عزل ہے۔ پھر وہ اسے انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور وہ ملک جبار کی بارگاہ میں کھڑی ہوتی ہے اور وہ فرماتا ہے تو نامبارک اور منحوس ہے اے خبیث روح! اور وہ بدن جس سے تو نکل کر آئی ہے وہ بھی منحوس ہے۔ پھر فرماتا ہے اسے جہنم کی طرف لے جاؤ اور اسے اپنا ٹھکانا دکھاؤ اور جو کچھ عذاب، سزائیں اور بیڑیاں وغیرہ اس کے لیے تیار کی گئی ہیں اسے دکھاؤ۔

پھر رب کریم فرماتا ہے اسے زمین کی طرف اتار دو۔ کیونکہ میں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ میں نے اسی سے انہیں پیدا کیا ہے اس میں انہیں لوٹاؤں گا اور پھر اسی سے دوبارہ انہیں نکالوں گا۔ پس فرشتے غسل اور کفن سے فارغ ہونے کی دیر میں اسے لے کر اتر آتے ہیں اور اس روح کو جسم اور کفن کے درمیان داخل کر دیتے ہیں۔ اس کے دوست، رشتہ دار اور دوسرے افراد جو کلام بھی کرتے ہیں وہ اسے سنتا ہے مگر اسے جواب دینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اگر وہ سنے کہ لوگوں میں سے عزیز ترین اور اس کا گہرا دوست یہ کہہ رہا ہے کہ اسے لے کر نکلو اور جلدی کرو اور اسے جواب کی اجازت دی جائے، تو بالیقین وہ اس پر لعنت کرے اور وہ یہ پسند کرے کہ اسے اسی حال پر چھوڑ دیا جائے جس پر وہ ہے اور قیامت تک اسے قبر کے گڑھے تک نہ پہنچایا جائے۔

جب اسے قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں جو انتہائی تند خو اور غضب ناک ہوتے ہیں۔ ان کے پاس لوہے کے گرز، زنجیریں، بیڑیاں اور لوہے کے ہنٹر ہوتے ہیں۔ وہ اسے کہتے ہیں اللہ کے حکم سے بیٹھ جا۔ جونہی وہ سیدھا بیٹھتا ہے تو اس سے کفن گر جاتا ہے۔ تو وہ اپنے پاس ایسی خوفناک صورت ملاحظہ کرتا ہے جس کے سبب جو کچھ اس نے اس سے قبل دیکھا ہوتا ہے وہ سب بھول جاتا ہے۔ پھر وہ فرشتے اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے تو۔ پس وہ دونوں اس وقت اسے بہت زیادہ دہشت زدہ کرتے ہیں اور اسے پکڑ کر لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی عضو بھی محفوظ نہیں رہتا۔ ہر عضو پر علیحدہ علیحدہ وہ ہتھوڑے پڑتے ہیں۔ اس وقت وہ انتہائی شدید چیخ مارتا ہے۔ جسے جن وانس کے سوا بقیہ تمام مخلوق ملائکہ اور دیگر مخلوق سنتی ہے اور وہ تمام کے تمام یکبارگی اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں ہے اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (البقرہ) ”یہی وہ لوگ ہیں کہ دور کرتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت سے) اور لعنت کرتے ہیں انہیں لعنت کرنے والے“۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تمام جن وانس بھی ان دو کے ہتھوڑوں کے مقابلے میں جمع ہو جائیں تو یہ انہیں زیر نہ کر سکیں۔ بلکہ یہ تمام ان کے مقابلے میں قلیل اور تھوڑے ہیں۔ پھر وہ فرشتے اسے کہتے ہیں اللہ کے حکم سے لوٹ آ۔ پھر جب وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے۔ تو اسے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ پھر سوال کرتے ہیں تیرا نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میں نے لوگوں سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) ہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں تو کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ پس وہ کہتے ہیں تو نے نہیں جانا۔ اس وقت وہ پسینے سے شرابور ہو جاتا ہے اور اس سے نیچے والی زمین بھی تر ہو جاتی ہے اور وہ تمہارے مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہوتا ہے۔ پھر اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں (اطراف میں) ایک دوسرے کے اندر داخل ہو جاتی ہیں اور وہ اسے کہتے ہیں اس کی نیند سو جا جس کی آنکھ نیند کے باوجود نہیں لگتی۔ اس پر جہنم کے ایسے سانپ اور بچھو آ جاتے ہیں جن کی کچلیاں بختی اونٹوں کی کچلیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ وہ اسے ڈستے رہتے ہیں۔ پھر اس کے لیے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے جس سے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔ اس پر جہنم کی گرم ہوا اور باد سموم چلتی رہتی ہے اور قیامت تک اس کا چہرہ صبح وشام آگ سے جھلستا رہے گا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غَمَرٰتِ الْمَوْتِ سے مراد سکرات موت ہیں (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا کہ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ یہ موت کے وقت کی کیفیت ہے۔ اور البسط کا معنی مارنا ہے یعنی وہ ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ لیے میں ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ فرشتے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں عذاب کے ساتھ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے محمد بن قیس کا یہ قول بیان کیا ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کے لیے ملائکہ میں سے بہت سے معاونین ہیں" پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت وہب رحمہ اللہ نے کہا: وہ فرشتے جو لوگوں سے ملتے ہیں وہ وہی ہیں جو انہیں موت دیتے ہیں اور ان کے لیے ان کی عمریں لکھتے ہیں۔ پس جب وہ مقررہ دن آجاتا ہے تو وہ اسے موت دے دیتے ہیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ تو وہب سے کہا گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (السجدہ: 11) "فرمائیے جان قبض کرے گا تمہاری موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے"۔ تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ بلاشبہ جب فرشتے کسی آدمی کو موت دیتے ہیں تو وہ اس کو ملک الموت کے حوالے کر دیتے ہیں اور وہ خود عاقب (نگران) کی مثل ہے۔ یعنی وہ سردار جس کے ماتحت افراد کام کر کے اس تک پہنچا دیتے ہیں۔

امام طستی اور ابن انباری نے الوقف والا بتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے پوچھا کہ عَذَابَ الْهُوْنِ کے بارے مجھے بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا اس سے مراد دائمی اور شدید رسوائی اور ذلت ہے۔ نافع نے کہا کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا آپ نے شاعر کو اس طرح کہتے ہوئے نہیں سنا:

اِنَّا وَجَدْنَا بِلَادَ اللّٰهِ وَاسِعَةً تُنْجِيْ مِنَ الذُّلِّ وَالْمُخْزَاتِ وَالْهُوْنِ

"بلاشبہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے شہروں کو وسیع پایا جو کہ ذلت، رسوائی اور دائمی شدت سے نجات دلاتے ہیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: عَذَابَ الْهُوْنِ سے مراد رسوائی ہے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 318، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 321

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے نقل کیا ہے کہ عَذَابَ الْهُوْنِ سے مراد وہ عذاب ہے جو انہیں ذلیل ورسوا کر دے گا۔

وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾

''اور بے شک آ گئے ہو تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی دفعہ اور تم چھوڑ آئے ہو جو ہم نے عطا فرمایا تھا تمہیں اپنے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ ان سفارشیوں کو جن کے متعلق تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں (ہمارے) شریک ہیں۔ بے شک ٹوٹ گئے تمہارے سارے رشتے اور کھو گئے تم سے جو تم دعوے کیا کرتے تھے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نضر بن حارث نے کہا لات وعزیٰ میری سفارش کریں گے۔ تو اس کے بعد یہ مکمل آیت نازل ہوئی وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى (الایہ)(1)

امام ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت کی وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہائے افسوس! عنقریب مردوں اور عورتوں کو اکٹھا اٹھایا جائے گا کیا ان میں سے بعض بعض کی شرم گاہوں کی طرف دیکھیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس دن ہر آدمی کا یہ حال ہوگا کہ وہ اسے بے نیاز کر دے گا، مرد عورتوں کی جانب اور عورتیں مردوں کی جانب نہیں دیکھیں گی اور وہ ایک دوسرے سے بالکل غافل ہوں گے(2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے قول باری وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ کے بارے کہا کہ یوم ولادت کی طرح تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آ گئے ہو۔ یعنی یوم پیدائش کے بعد سے جو اس میں نقصان ہوگا وہ ہر شے اس کی طرف واپس لوٹا دی جائے گی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون اٹھایا جائے گا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ کے بارے حضرت سدی نے کہا ہے۔ کہ تم چھوڑ آئے ہو۔ جو مال اور خدام ہم نے تمہیں عطا فرمائے تھے اور وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ کے بارے فرمایا یعنی اپنے پیچھے دنیا میں چھوڑ آئے ہو۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا قیامت کے دن ابن آدم کو لایا جائے گا گویا کہ وہ بڑا متکبر ہوگا اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے فرمائے گا کہاں ہے وہ جو تو نے جمع کیا؟ تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 323 2۔ مستدرک حاکم، کتاب الاحوال، جلد 4، صفحہ 609، دار الکتب العلمیہ بیروت

وہ جواب دے گا اے میرے پروردگار! میں نے اسے جمع کیا اور جتنا تھا اس میں سے بہت زیادہ چھوڑ آیا۔ پھر رب کریم فرمائے گا کہاں ہے وہ جو تو نے اپنے لیے آگے بھیجا؟ تو وہ اپنے سامنے کوئی چیز نہیں دیکھے گا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ الایہ۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ ابوالاسود دیلمی اور جبیر بن حیۃ ثقفی ابن زیاد کے پاس تھے۔ تو انہوں نے یہ الفاظ ذکر کئے لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ تو ان میں سے ایک نے کہا میرے اور تیرے درمیان (وہ شخص فیصلہ کرے گا) جو سب سے پہلے ہمارے پاس آئے گا۔ اتنے میں یحییٰ بن یعمر آ گئے۔ چنانچہ انہوں نے اس کے بارے اس سے پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا "بَيْنُكُمْ بِالرَّفْعِ یعنی بَيْنُكُمْ رفع کے ساتھ ہے اور مراد یہ ہے کہ تمہارے سارے رشتے ٹوٹ گئے۔

امام ابوالشیخ نے اعرج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بَيْنُكُمْ کو مرفوع پڑھا ہے یعنی تمہارے رشتے اور تعلقات ختم ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے بَيْنَكُمْ کو منصوب پڑھا ہے یعنی مَا بَيْنَكُمْ مِّنَ الْمُوَاصَلَةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنَكُمْ فِي الدُّنْيَا۔ تمہارے وہ رشتے جو دنیا میں تمہارے درمیان تھے، وہ ٹوٹ گئے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے کہا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ میں ان رشتوں اور تعلقات کا ذکر ہے جو ان کے درمیان قائم تھے۔ وہ اب ٹوٹ گئے (1)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو آپ کے ساتھی جمع ہوئے۔ آپ کو مبارک باد دی اور آپ کے لیے دعا کی۔ تو آپ نے فرمایا میں نے ان سے شادی کی ہے حالانکہ مجھے عورتوں کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ میرے تعلق اور نسب کے سوا قیامت کے دن ہر تعلق اور نسب ٹوٹ جائے گا۔ تو میں نے یہ پسند کیا کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رشتہ قائم ہو جائے۔ عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں (لَقَدْ تَزَوَّجْتُهَا وَ مَالِيْ حَاجَةٌ اِلَى النِّسَاءِ، وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ، اِنَّ كُلَّ نَسَبٍ وَّ سَبَبٍ يَّنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَ نَسَبِيْ، فَاَحْبَبْتُ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَسَبٌ)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قول باری تعالیٰ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ تمہارے سارے رشتے ٹوٹ گئے اور جن رشتے داروں اور گھروں کے بارے تم دعوے کیا کرتے تھے وہ تم سے کھو گئے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تمہارے وہ تعلقات جو دنیا میں تھے وہ ٹوٹ گئے۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 58 (829) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 324، بیروت

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ ہی پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی کو، نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے یہ ہے اللہ پس کدھر تم بہکے چلے جارہے ہو''؟

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دانے اور گٹھلی کو پیدا کیا۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو نباتات سے نکالتا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا اس سے مراد وہ دو پھٹن ہیں جو دانے اور گٹھلی دونوں میں پائی جاتی ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ دانے اور گٹھلی دونوں کو چیرنے والا ہے)۔

امام سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے کہ وہ پھٹن اور چیر جو گٹھلی اور گندم کے دانے میں ہوتا ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ دانے کو بالی سے اور گٹھلی کو کھجور سے نکالتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ نے یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ کے بارے کہا کہ وہ کھجور کو گٹھلی سے اور بالی کو دانے سے نکالتا ہے اور وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ کے بارے فرمایا اور وہ گٹھلی کو کھجور سے اور دانے کو بالی سے نکالتا ہے۔

انہی الفاظ کا مفہوم ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ زندہ لوگ مردہ نطفہ سے اور مردہ نطفہ زندہ لوگوں سے خارج ہوتا ہے اور چوپاؤں اور نباتات کا سلسلہ بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ کا یہ معنی نقل کیا ہے تم کیسے جھٹلاتے ہو۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے تم کہاں پھرے جارہے ہو اور انہوں نے ہی سدی سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ تمہاری عقلیں اس سے کیسے گمراہ ہو رہی ہیں۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۹۶﴾

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 58 (830)

2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 44 (891)، دارالصمیعی الریاض

"وہ نکالنے والا ہے صبح کو (رات کی تاریکی سے) اور بنایا ہے اس نے رات کو آرام کے لیے اور (بنایا ہے) سورج اور چاند کو حساب کے لیے۔ یہ اندازہ ہے (مقرر کیا ہوا) سب سے زبردست سب کچھ جاننے والے کا"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا فَالِقُ الْاِصْبَاحِ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو پیدا فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ کا مفہوم نقل کیا ہے کہ اصباح سے مراد دن کے وقت سورج کی روشنی ہے اور رات کے وقت چاند کی روشنی ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ سے مراد فجر کو روشن کرنا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے کہا فَالِقُ الْاِصْبَاحِ سے مراد صبح کو نکالنا ہے (2)۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ کے متعلق کہا کہ وہ دن کے نور کو نکالنے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کہا کہ قول باری تعالیٰ وَ جَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رات کے وقت تمام پرندے اور چوپائے ساکن ہو جاتے ہیں (یعنی آرام کر جاتے ہیں)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا سے مراد دنوں، مہینوں اور سالوں کی تعداد ہے (3)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا کے بارے فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں خاص حساب سے گردش کرتے ہیں (4)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا حُسْبَانًا سے مراد ضیاء (روشنی) ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے کہ سورج اور چاند خاص حساب کے ساتھ ہیں۔ جب ان کے مقررہ ایام گزر جائیں گے تو وہی زمانے کا آخر ہوگا اور فزع اکبر (بہت بڑی گھبراہٹ یعنی قیامت) کی ابتداء ہوگی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کے قریب نیچے تین فرسخ کے فاصلہ پر سمندر کو پیدا فرمایا۔ پس وہ ایک رکی ہوئی موج ہے جو کہ اللہ کے حکم سے ہوا میں قائم ہے اس سے کوئی قطرہ نہیں گرتا۔ تیر کی تیزی کی طرح وہ جاری ہے۔ اس میں سورج، چاند اور ستارے تیر رہے ہیں۔ اسی لیے یہ فرمایا کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الانبیاء)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 328
2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 59 (831)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 330
4۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 59 (832)

اور فلک سے مراد اس سمندر کے انتہائی گہرے پانی میں کشتی کا گھومنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سورج کو گرہن لگانا (بے نور کرنا) چاہے تو سورج اس کشتی سے اس سمندر کی گہرائی میں گر پڑتا ہے۔ اور جب وہ بڑی علامت اور نشانی کا اظہار کرنا چاہے تو وہ سارے کا سارا گر جاتا ہے اور اس کشتی پر کوئی شے باقی نہیں رہتی اور جب وہ اس سے کم کا ارادہ کرے تو پھر نصف، ایک ثلث یا دو ثلث پانی میں واقع ہوتا ہے اور وہ مکمل طور پر کشتی پر باقی رہتا ہے۔ اس پر مقررہ فرشتے دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ سورج کی طرف آتا ہے اور وہ اسے کشتی کی طرف کھینچتا ہے اور ایک گروہ کشتی کی طرف آکر اسے سورج کی طرف کھینچتا ہے اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو اسے ملائکہ کی سرعت پرواز کے ساتھ ساتویں آسمان کی طرف اٹھالیا جاتا ہے اور وہ عرش کے نیچے جارکتا ہے۔ پھر وہ اجازت مانگتا ہے کہ اسے کہاں سے طلوع کرنا ہے۔ پھر اسے فرشتوں کی تیز رفتاری کے ساتھ ساتویں آسمان اور جنت کے درجات میں سے نچلے کے درمیان لایا جاتا ہے۔ پھر وہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف مشرق کی وادیوں میں اترتا جاتا ہے۔ پس جب وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اس وقت صبح پھوٹتی ہے اور جب وہ اس آسمان کی اس ظاہری سطح تک پہنچتا ہے۔ تو اس وقت سورج طلوع ہو جاتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مشرق کی جانب تاریکی کے پردے پیدا کئے ہیں اور جب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اس وقت سے قیامت کے دن تک دنیوی کئی راتوں کی مقدار انہیں ساتوں سمندر پر رکھا اور سورج غروب ہونے کا وقت آتا ہے تو وہ فرشتہ آتا ہے جو رات کے لیے مقرر ہے۔ تو وہ اس حجاب کی تاریکی سے ایک مشت لیتا ہے۔ پھر غروب آفتاب کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ پھر وہ تھوڑا تھوڑا کر کے اس تاریکی کو اپنی انگلیوں کے درمیان سے چھوڑتا رہتا ہے اور وہ شفق کی رعایت رکھتا ہے اور جب شفق غائب ہو جائے تو پھر وہ ساری تاریکی چھوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ اپنے پر پھیلا دیتا ہے اور وہ زمین کے دونوں قطروں اور آسمان کے کناروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ پس اس کے پروں کے سبب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ پھر جب صبح کا وقت آتا ہے تو وہ پروں کو سمیٹ لیتا ہے۔ پھر وہ مشرق کی جانب سے تاریکی کو مکمل طور پر اپنی ہتھیلیوں میں لپیٹ لیتا ہے اور اسے مغرب کی جانب ساتویں سمندر پر رکھ دیتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت سلمان رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ رات کے لیے ایک فرشتہ مقرر ہے اسے شراہیل کہا جاتا ہے۔ جب رات کا وقت آتا ہے تو وہ ایک سیاہ دھاگہ لے کر اسے مغرب کی طرف لٹکا دیتا ہے۔ جب سورج اسے دیکھتا ہے تو اس کی رفتار آنکھ جھپکنے سے زیادہ تیز ہو جاتا ہے۔ سورج کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ غروب نہیں ہو گا یہاں تک کہ اس دھاگے کو دیکھ لے۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو رات آجاتی ہے اور وہ دھاگہ مسلسل لٹکا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرا فرشتہ آجاتا ہے۔ اسے ہراہیل کہا جاتا ہے۔ اس کے پاس سفید دھاگہ ہوتا ہے۔ طلوع سے قبل وہ اسے لٹکا دیتا ہے۔ جب شراہیل اسے دیکھتا ہے تو وہ اپنا دھاگہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور سورج سفید دھاگے کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اس کے ساتھ ہی وہ طلوع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ سفید دھاگے کو دیکھنے سے قبل طلوع نہیں ہو گا اور جب سورج طلوع ہو جاتا ہے تو پھر دن آجاتا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے محبوب وہ لوگ ہیں جو سورج اور چاند کی رعایت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے کرتے ہیں (1)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے کتاب النجوم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے محبوب ترین لوگ سورج اور چاند کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کے نزدیک محبوب بنا دیتے ہیں۔

امام ابن شاہین، طبرانی، حاکم اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو سورج، چاند، ستاروں اور سایوں کی رعایت (حفاظت) اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے کرتے ہیں (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے زہد میں اور خطیب رحمہ اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے محبوب ترین لوگ سورج اور چاند کی حفاظت اور رعایت کرنے والے لوگ ہیں (3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں اور دیلمی رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ (عرش) میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ امانت دار تاجر، میانہ رو امام اور دن کے وقت سورج کی رعایت کرنے والا (قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ: التَّاجِرُ الْاَمِيْنُ وَالْاِمَامُ الْمُقْتَصِدُ وَرَاعِي الشَّمْسِ بِالنَّهَارِ)(4)

حضرت عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے زوائد الزہد میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اس دن سات آدمی اللہ تعالیٰ کے (عرش) کے سایہ میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ وہ آدمی جو اپنے بھائی سے ملا اور یہ کہا بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تجھ سے محبت کرتا ہوں اور جواباً دوسرے نے بھی یہی کہا اور وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ آدمی جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اسے اپنے بائیں ہاتھ سے مخفی رکھتا ہے اور وہ آدمی جسے صاحب حسب و جمال عورت نے اپنی طرف بلایا تو اس نے جواب دیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جس کا دل مساجد سے محبت رکھنے کے سبب انہیں کے ساتھ معلق ہو اور وہ آدمی جو نماز کے اوقات کے لیے سورج کا لحاظ رکھتا ہے اور وہ آدمی جو اگر بولتا ہے تو گفتگو علم کے ساتھ کرتا ہے اور اگر خاموش رہتا ہے تو اس کا سکوت حلم و بردباری کی بناء پر ہوتا ہے (5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 116 (164)، دار الکتب العلمیہ بیروت — 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 115 (163)

3۔ کتاب الزہد، صفحہ: 177، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 820 (43259) موسسۃ الرسالہ بیروت — 5۔ کتاب الزہد، صفحہ 189

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعا میں سے یہ بھی ہے "اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ، وَ جَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَنًا وَّالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا، اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاَغْنِنِيْ مِنَ الْفَقْرِ، وَاَمْتِعْنِيْ بِسَمْعِيْ وَبَصَرِيْ، وَقَوِّنِيْ فِيْ سَبِيْلِكَ" اے اللہ! صبح کو نکالنے والے، رات کو آرام اور سورج اور چاند کو ذریعہ حساب بنانے والے! مجھ سے قرض کو دور فرما دے، مجھے فقر سے غنا عطا فرما، مجھے قوت سماعت و بصارت کی سلامتی عطا فرما اور اپنے راستے میں مجھے طاقتور بنا دے" (1)

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

"اور وہی ہے جس نے بنایا ہے تمہارے لیے ستاروں کو تا کہ سیدھی راہ معلوم کر سکو ان سے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں۔ بے شک ہم نے کھول کر بیان کر دیئے ہیں دلائل ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں اور وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے پھر (تمہارے لیے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی۔ بے شک ہم نے تفصیل سے بیان کر دی ہیں دلیلیں ان لوگوں کے لیے جو (حقیقت کو) سمجھتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدمی راستے سے بھٹک جاتا ہے درآنحالیکہ سخت تاریکی اور گرج دار کڑک والی بارش ہو (تو اللہ تعالیٰ نے راستہ بھٹکنے کی صورت میں سیدھی راہ معلوم کرنے کے لیے ستاروں کو بنایا تا کہ راستہ بھٹکنے سے محفوظ رہا جائے)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور خطیب رحمہم اللہ نے کتاب النجوم میں حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ستاروں کے بارے میں اتنا علم سیکھو جس کے سبب تم خشکی اور سمندر میں سیدھی راہ معلوم کر سکو۔ پھر رک جاؤ (یعنی ستاروں سے مزید معلومات کی کوشش نہ کرو) کیونکہ قسم بخدا ستارے آسمان کی زینت، شیطان کو بھگانے اور ایسی علامات کے طور پر پیدا کیے گئے ہیں جن سے سیدھی راہ کی راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور نسبت سے متعلق اتنا سیکھو جس کے سبب تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر سکو اور جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں اور جو تم پر حرام کی گئی ہیں، ان کے بارے علم حاصل کرو، پھر رک جاؤ (یعنی اتنی معلومات حاصل کرنا ہر آدمی کے لیے لازم اور ضروری ہے)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور خطیب رحمہم اللہ نے کتاب النجوم میں نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین امور کے لیے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کے لیے زینت بنایا، انہیں راستے کی راہنمائی کا ذریعہ بنایا اور انہیں شیاطین کو بھگانے والا بنایا۔ پس جو ان میں کسی اور مقصد

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 24 (29193)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

کے لیے مشغول ہوا تو اس نے اپنی رائے پر اعتماد کیا، اس نے اپنے حصے اور بخت کو نقصان پہنچایا اور اپنے نصیب کو ضائع کر دیا اور اسے حاصل کرنے کا تکلف کیا جس کے سبب کوئی علم حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلاشبہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاہل اور ناواقف ہیں، انہوں نے ان ستاروں میں کہانت (غیب کی باتیں بتانا) اختیار کر لی ہے کہ جس نے فلاں فلاں ستارے کے سبب شادی کی اس کا انجام اس اس طرح ہوگا اور جس نے فلاں فلاں ستارے کے سبب سفر کیا اس کا انجام اس اس طرح ہوگا۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! کوئی ستارہ نہیں مگر اس کے سبب سرخ وسیاہ، طویل وقصیر اور حسن وبدصورتی کو پیدا کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی غیب (ذاتی طور پر) جانتا ہوتا تو یقیناً وہ آدم علیہ السلام جانتے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، ملائکہ سے انہیں سجدہ کرایا اور ہر شے کے اسماء کا علم انہیں عطا فرمایا۔

امام ابن مردویہ اور خطیب رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ستاروں کا اتنا علم سیکھو جس کے سبب تم خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں سیدھی راہ معلوم کرسکو اور پھر رک جاؤ۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں کہ آدمی ستاروں کے بارے اتنا علم سیکھے کہ اس کے ساتھ خشکی اور سمندر میں رہنمائی حاصل کر سکے اور چاند کی منازل کا علم بھی حاصل کر لے۔

امام ابن ابی حاتم اور مرہبی نے علم کی فضیلت میں حمید الشامی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ علم نجوم بھی آدم علیہ السلام کا علم ہے۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی سے ستاروں کے حساب کے بارے پوچھا اور وہ آدمی آپ کو بتانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگا؟ تو عکرمہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے وہ علم جس سے لوگ عاجز ہیں، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اسے سیکھوں۔ خطیب کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مباح قسم ہے جس کے ساتھ عرب خاص ہوتے تھے۔

امام زبیر بن بکار نے موفقیات میں عبد اللہ بن حفص سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عربوں میں کہانت، قیافہ شناسی، پرندے اڑا کر فال نکالنا، نجوم اور حساب کا رواج عام تھا۔ اسلام نے کہانت کو ختم کر دیا اور باقی خصلتیں اسلام کے بعد بھی باقی رہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت قرظی رحمہ اللہ کا قول بیان کیا ہے کہ قسم بخدا! اہل زمین میں سے کسی کے لیے بھی آسمان میں کوئی ستارہ نہیں۔ لیکن لوگ کاہنوں کی پیروی کرتے ہیں اور ستاروں کو بیماری کا سبب قرار دیتے ہیں۔

امام ابوداؤد اور خطیب رحمہما اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ دیا اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث طیبہ ذکر فرمائی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام بعد! بلاشبہ لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ سورج گرہن، چاند گرہن اور ان ستاروں کا اپنی اپنی جگہ سے زوال پذیر ہونا اہل زمین میں سے عظیم لوگوں کی موت کے سبب ہوتا ہے۔ بلاشبہ لوگ اپنے اس اعتقاد اور گمان میں جھوٹے ہیں۔ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں جنہیں اس کے بندوں کے لیے باعث عبرت بنایا جاتا ہے تاکہ وہ انہیں دیکھے جو ان میں سے توبہ کرتے ہیں (1)۔

1۔ مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، جلد 2، صفحہ 449 (3273) دار الفکر بیروت

امام خطیب رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم ستاروں کے بارے سوال نہ کرو، قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے نہ کرو اور میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو گالیاں مت دو۔ کیونکہ یہی خالص ایمان ہے۔

امام ابن مردویہ اور خطیب رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ستاروں میں غور وفکر کرنے سے منع فرمایا اور مجھے اچھی طرح پاکیزگی اور طہارت حاصل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

امام ابن مردویہ، مرہبی اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ستاروں میں غور وفکر کرنے سے منع فرمایا۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستاروں میں غور وفکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

امام طبرانی، ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں اور خطیب رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر کیا جائے تو تم خاموش رہو۔ جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو تم خاموش رہو اور جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو تم خاموش رہو(1)۔

امام ابویعلی، ابن مردویہ اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اپنی امت کے بارے دو خصلتوں کا خوف ہے، ان میں سے ایک تقدیر کی تکذیب اور دوسری ستاروں کی تصدیق ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہے "حَذُقًا بِالنُّجُوْمِ" یعنی ستاروں میں مہارت (یعنی لوگ تقدیر کو جھٹلائیں گے اور ستاروں کو سبب قرار دے کر ان کی تصدیق کریں گے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ستاروں کے بارے علم حاصل کیا تو اس نے سحر (جادو) کا ایک حصہ حاصل کر لیا۔ جتنا اس میں اضافہ ہوگا اتنا یہ بھی بڑھتا جائے گا(3)۔

عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جو ستاروں میں غور وفکر کرتے ہیں اور برجوں کا حساب لگاتے ہیں میں ایسا کرنے والوں کو صاحب اخلاق گمان نہیں کرتا(4)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی مجھے کچھ نصیحت فرمائیے، تو آپ نے فرمایا میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کو مضبوطی سے تھام لے اور علم نجوم سے اجتناب کر کیونکہ یہ کہانت کی طرف دعوت دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ہر

1۔ معجم کبیر بروایت ثوبان، جلد 2، صفحہ 96 (1427) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد　　2۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 407 (4121) دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 239 (25646)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　　4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 240 (25648)

ایک کا ذکر بھلائی اور خیر کے ساتھ کر۔ ورنہ تجھے اللہ تعالیٰ چہرے کے بل جہنم میں پھینک دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کے سبب اس دین کو غالب کیا اور تقدیر کے بارے گفتگو کرنے سے اجتناب کر۔ کیونکہ جب بھی اس کے بارے دو آدمی گفتگو کرتے ہیں تو یا دونوں گناہ کرتے ہیں یا ان میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے کتاب النجوم میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا علم نجوم کی کوئی اصل اور حقیقت ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ گروہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ ان کی قوم نے انہیں کہا ہم تمہارے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم مخلوق کی ابتدا اور اس کی عمروں کے بارے جان لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بادلوں کی طرف وحی فرمائی پس اس نے ان پر بارش برسا دی اور پہاڑ پر صاف پانی جمع کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند اور ستاروں کی طرف اس پانی میں تیرنے کی وحی فرمائی۔ بعد ازاں حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اپنی قوم کو ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھیں۔ وہ پہاڑ پر چڑھے اور پانی پر کھڑے رہے یہاں تک کہ انہوں نے مخلوق کی ابتدا اور اس کی عمروں کو سورج، چاند اور ستاروں کے چلنے اور رات اور دن کی ساعتوں کے سبب پہچان لیا۔ ان میں سے ہر کوئی جانتا تھا وہ کب مرے گا، کب بیمار ہوگا، کون ہے جس کی اولاد ہوگی اور کون ہے جس کی اولاد نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے زمانے کا کچھ حصہ اسی طرح باقی رہے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے کفر کے سبب ان کے ساتھ قتال کیا۔ تو انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے مقابلے میں جنگ کرنے کے لیے ان افراد کو بھیجا جن کی موت کا مقررہ وقت ابھی نہیں تھا اور جن کی موت کا مقررہ وقت موجود تھا، انہیں اپنے گھروں میں پیچھے چھوڑ دیا، نتیجۃً حضرت داؤد علیہ السلام کے بعض ساتھی قتل ہوتے رہے اور ان میں سے کوئی بھی قتل نہ ہوا، تو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں تیری اطاعت وفرمانبرداری کی بنا پر جنگ لڑ رہا ہوں اور وہ تیری نافرمانی میں قتال کر رہے ہیں۔ لیکن میرے ساتھیوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور ان میں سے کوئی بھی مقتول نہیں ہوا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ میں نے انہیں مخلوق کی ابتدا اور ان کی مقررہ عمروں کے بارے بتا دیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے تمہارے مقابلے میں انہی افراد کو بھیجا ہے جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا اور جن کی موت کا وقت آچکا ہے انہیں اپنے گھروں میں ہی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ تمہارے ساتھی قتل ہوتے رہے ہیں اور ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا جا سکا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! تو نے انہیں یہ علم کیسے عطا فرمایا؟ تو رب کریم نے فرمایا سورج، چاند اور ستاروں کی چال اور رات اور دن کی ساعتوں کے سبب، تو پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی اور ان پر سورج کو ٹھہرا دیا گیا اور اس کے سبب دن میں اضافہ ہو گیا۔ پس اس زیادتی نے رات اور دن کو خلط ملط کر دیا اور انہیں اس زیادتی کی مقدار معلوم نہ ہو سکی اور ان پر ان کا حساب خلط ملط ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ ستاروں میں غور وفکر کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

امام مرہبی رحمہ اللہ نے فضل العلم میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو خیبر میں فتح عطا فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنی قوس منگائی اور اس پر ٹیک لگا کر اس کے سہارے قیام فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس فتح و نصرت سے نوازا تھا اس کا تذکرہ فرمایا۔ پھر چند چیزوں سے منع فرمایا بدکاری کے مہر، سونے کی انگوٹھی، گدھوں کے نشانات، سخت اور کھردرا لباس پہننے، کتے کے ثمن وصول کرنے، گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے، سونے کی بیع صرف سونے کے عوض اور چاندی کی بیع صرف چاندی کے عوض جب کہ ان کے درمیان تفاضل پایا جائے اور ستاروں میں غور وفکر کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

امام مرہبی رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تو ستاروں کی تعلیم نہ دے کیونکہ یہ کہانت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

امام ابن مردویہ نے حضرت حسن کی سند سے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس جزیرہ کو شرک سے پاک کر دیا ہے۔ جب تک کہ ستاروں نے انہیں گمراہ نہ کیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ستاروں کے بارے میں ابو جاد کے حروف سیکھنے والے کا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ تو اس کے متعلق ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پھر ان کے بائیں کندھے پر ضرب لگائی۔ تو آپ کی صلب سے آپ کی اولاد نکلی یہاں تک کہ اس نے ساری زمین کو بھر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ کے متعلق امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے کئی طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ فرمایا المستقر (ٹھہرنے کی جگہ) سے مراد وہ قرارگاہ ہے جو رحم میں ہوتی ہے اور المستودع (امانت رکھنے جانے کی جگہ) سے مراد وہ امانت کی جگہ ہے جو مردوں اور چوپاؤں کی صلبوں میں رکھی جاتی ہے۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ مستقر وہ جگہ ہے جو رحم میں ہے اور زمین کے ظاہر اور باطن میں جو چیزیں زندہ ہیں اور جو مر چکی ہیں (وہ سب اپنی قرارگاہ میں ہیں) اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ مستقر سے مراد وہ جگہ ہے جو زمین میں ہے اور مستودع وہ جگہ ہے جو صلب میں ہے(1)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ ان کے ٹھہرنے کی جگہ دنیا میں ہے اور ان کے امانت رکھنے جانے کی جگہ آخرت میں ہے(2)۔

امام فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 335 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 59 (834)

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مستقر سے مراد رحم ہے اور مستودع سے مراد وہ جگہ ہے جہاں تجھے موت آتی ہے (1)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کسی زمین میں آدمی کو موت آتی ہے تو کوئی حاجت اسے وہاں تک پہنچا دیتی ہے۔ جب وہ اپنی مقررہ جگہ پر پہنچ چکتا ہے تو اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے۔ پس وہ زمین قیامت کے دن یہ کہے گی یہ ہے وہ جسے تو نے مجھ میں امانت رکھا تھا (2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت حسن رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ مستقر قبر میں ہے اور مستودع دنیا میں ہے۔ قریب ہے کہ اسے اپنے صاحب کے ساتھ ملا دیا جائے (یعنی مستودع کو مستقر کے ساتھ ملا دیا جائے)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عوف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تک اس امت کے ہر مستقر اور ہر مستودع کے بارے مجھے اسی طرح خبر دی گئی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم عطا فرمایا گیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسے ڈاڑھ میں درد ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ہاتھ اس پر رکھے اور یہ پڑھے وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ الآیہ۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ فَمُسْتَقَرٌّ میں قاف منصوب ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کیا تو نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آج تک میرے دل میں اس کا میلان پیدا نہیں ہوا۔ تو آپ نے فرمایا اگر تیری صلب میں کوئی امانت ہے تو وہ بالیقین نکلے گی۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ کا معنی بَيَّنَّا الآيَاتِ ہے یعنی بے شک ہم نے دلیلیں بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو (حقیقت کو) سمجھتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

"اور وہی ہے جس نے اتارا بادل سے پانی۔ تو ہم نے نکالی اس کے ذریعے اگنے والی ہر چیز پھر ہم نے نکال لیں

1۔ سنن سعید بن منصور (حاشیہ) جلد 5 صفحہ 53 (895)، دارالصمیعی الریاض 2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 59 (835)

اس سے ہری ہری بالیں۔ نکالتے ہیں اس سے (خوشہ جس میں) دانے ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں۔ اور (نکالتے ہیں) کھجور سے یعنی اس کے گابھے سے گچھے نیچے جھکے ہوئے اور (ہم نے پیدا کئے) باغات انگور اور زیتون اور انار کے بعض (شکل و ذائقہ میں) ایک جیسے ہیں اور بعض الگ الگ۔ دیکھو ہر درخت کے پھل کی طرف جب وہ پھل دار ہو اور (دیکھو) اس کے پکنے کو۔ بے شک ان میں نشانیاں ہیں (اس کی قدرت کاملہ کی) اس قوم کے لئے جو ایمان دار ہے"۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دَانِيَةٌ لیے کا معنی قریبة ہے یعنی ایسے گچھے جو قریب ہیں (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کھجور کے وہ چھوٹے درخت جن کے خوشے زمین کے ساتھ ہیں (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا قِنْوَانٌ کا معنی گچھے ہیں اور دَانِيَةٌ کا معنی منصوبة (لگایا گیا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ سے مراد وہ خوشہ ہے جو گابھے سے لٹک رہا ہو۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے قِنْوَانٌ کا معنی کھجور کا خوشہ ہے اور دَانِيَةٌ کا معنی لٹکنے والا ہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے پتوں کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں اور اپنے پھل کے اعتبار سے الگ الگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے قول باری تعالیٰ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ کے بارے نقل کیا ہے کہ تم درخت کی سبزی اور انگور کی طرف دیکھو جب وہ پھل دار ہو۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ثَمَرِهٖۤ کو ثاء اور میم کی نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے اور وَيَنْعِهٖ کی یاء کو منصوب پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن مسعر رحمہ اللہ نے کہا لوگوں پر فرض ہے کہ جب درختوں پر پھل لگیں تو وہ جا کر ان کی طرف دیکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ۔

امام ابوعبید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وَيَنْعِهٖ کا معنی پھل کا پکنا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 341، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 340
3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 60 (837) دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے(1)۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا کہ مجھے وَيَنْعِهٖ کا معنی بتایئے تو انہوں نے فرمایا اس سے مراد پھل کا پکنا اور اس کا اپنی آخری حد کو پہنچنا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا عرب اسے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا:

إِذَا مَامَشَتْ وَسْطَ النِّسَاءِ تَاوَّدَتْ　　كَمَا اهْتَزَّ غُصْنٌ نَاعِمٌ اَنْبَتَ يَانِعُ

''جب وہ عورتوں کے درمیان چلتی ہے تو جھک جاتی ہے جیسا کہ پکے ہوئے پھلوں سے لدی ہوئی نرم و نازک ٹہنی حرکت کرتی ہے''۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾

''اور بنایا انہوں نے اللہ کا شریک جنوں کو حالانکہ اللہ نے پیدا کیا ہے انہیں اور گھڑ لیے ہیں انہوں نے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں محض جہالت سے۔ پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں موجد ہے آسمانوں اور زمین کا۔ کیوں کر ہو سکتا ہے اس کا کوئی لڑکا حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی۔ اور پیدا فرمایا ہے اس نے ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے یہ اللہ ہے (جو) تمہارا پروردگار ہے نہیں کوئی خدا سوائے اس کے، پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا۔ پس عبادت کرو اس کی اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''وَاللّٰهُ خَلَقَهُمْ'' یعنی انہوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنایا حالانکہ اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور آپ نے خَرَقُوْا لَهٗ کا معنی ''تَخَرَّصُوْا'' کیا ہے۔ یعنی انہوں نے اللہ کے لیے کذب بیانی سے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیے(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ کے بارے فرمایا کہ انہوں نے اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنالیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 343　　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 345

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ خَرَقُوْالَهٗ کا معنی کذبوا ہے یعنی انہوں نے کذب بیانی کی۔

امام ابن ابی حاتم نے وَخَرَقُوْالَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے قول نقل کیا ہے کہ عرب کہتے ہیں ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور یہود و نصاریٰ کہا کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام دونوں اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَخَرَقُوْالَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ کے بارے کہا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ بولا۔ یہود و نصاریٰ تو یہ کہتے ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور مشرکین عرب لات وعزیٰ کی پوجا کیا کرتے تھے اور کہتے تھے عزیٰ اللہ تعالیٰ کی بیٹی ہے حالانکہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور برتر ہے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا کہ مجھے وَخَرَقُوْالَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ کے بارے بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہوئے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا لیے ہیں۔ تو نافع نے کہا کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تو نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس طرح کہتے نہیں سنا:

اِخْتَرَقَ　الْقَوْلَ　بِهَا　لَاهِيًا　مُسْتَقْبِلًا　اَشْعَثَ　عَذْبَ　الْكَلَامِ

”اس نے مستقبل سے غافل ہو کر اس کے بارے جھوٹی بات گھڑ لی اور کلام کی عذوبت کو پراگندہ کر دیا“۔

امام ابو الشیخ نے حضرت یحییٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے اور کہتے تھے۔ جَعَلُوْا لِلّٰهِ خَلْقَهُمْ، یعنی انہوں نے (اس) اللہ کے لیے شریک بنا لیے جس نے انہیں پیدا کیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ وَخَلَقَهُمْ کو تشدید کے ساتھ پڑھتے اور کہتے معنی یہ ہے درآنحالیکہ اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو کچھ انہوں نے جھوٹ گھڑا ہے وہ انہوں نے آسانی کے ساتھ گھڑ لیا ہے۔ جب آدمی بہت زیادہ جھوٹ بولتا ہے تو پوری قوم میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ فلاں نے افترا پردازی کی اس نے جھوٹ گھڑ لیا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

”نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین (اور) پوری طرح باخبر ہے“۔

امام ابن ابی حاتم، عقیلی، ابن عدی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے بارے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان، جنات، شیاطین اور ملائکہ کی تخلیق کے وقت سے لے کر ان کے فنا ہونے کے دن تک ان کی ایک ہی صف بنا دی جائے تو وہ کبھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہ کرسکیں۔ امام ذہبی نے کہا ہے یہ حدیث منکر ہے۔

امام ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ابن مردویہ اور لالکائی رحمہما اللہ نے السنۃ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے ''رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ'' حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو میں نے آپ سے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا ہے؟ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ کہ نظریں اسے گھیر نہیں سکتیں اور وہ سب نظروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ تو آپ نے فرمایا تم اسے سمجھے نہیں۔ وہ اس کا نور ہے جب وہ اپنے نور کے ساتھ تجلی فرماتا ہے تو کوئی شے اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اور ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ جب وہ اپنی کیفیت کے ساتھ تجلی فرماتا ہے تو آنکھ اس پر ٹھہر نہیں سکتی (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ کسی کی نظر اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کرسکتی (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ تو آپ کے پاس موجود افراد میں سے کسی نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ؟ تو عکرمہ نے اسے کہا کیا تو آسمان کو دیکھتا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ تو آپ نے کہا پھر سب کچھ دیکھا جاسکتا ہے۔

عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ اس سے برتر اور اعظم ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ کرسکیں۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی نے کتاب الرؤیۃ میں حضرت حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ دنیا میں نظریں اسے نہیں گھیر سکتیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا اہل جنت جنت میں تو اس کا دیدار کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ (القیامۃ) ''کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کے (انوار جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے''۔ فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کوئی شے اسے نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ وہ ساری مخلوق کو دیکھتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں نظریں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 12، صفحہ 122 (3279) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 348

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور لالکائی نے حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی کے طریق سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے قاری اہل مکہ ابوالحصین یحیٰی بن حصین کو یہ کہتے سنا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کہ عقول کی نظریں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔

امام ابن منذر نے اسی کے بارے حضرت ابن جریج سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عورت نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی بارگاہ میں میرے لیے شفاعت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اس کا ادراک کر سکتی ہے جس سے تو شفاعت طلب کر رہی ہے؟ بلاشبہ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر لیا، پھر وہ اپنی شان قدرت کے مطابق اس پر جلوہ فرما ہوا۔ چار انگلیوں کی مقدار بھی اس میں سے کچھ زائد اور فالتو نہیں۔ پھر فرمایا اس کی آواز اس طرح ہے جیسے نئے کجاوے کے چر چرانے کی آواز ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا ارشاد ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کہ اس کی نگاہ آسمان کے کناروں تک پہنچنے سے پہلے ہی رک جائے گی۔ ان کا گمان یہ ہے کہ سب سے پہلے قیامت قائم ہونے کا علم ایک جن کو ہوگا۔ وہ چل پڑے گا۔ جب وہ آسمان کی اطراف تک پہنچے گا تو وہ گر چکے ہوں گے اور کوئی راستہ نہیں پائے گا جو مشرق و مغرب اور یمن و شام کی طرف لے جا سکتا ہو۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ۝۱۰۴ وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَ لِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ لِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝۱۰۵ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ۝۱۰۶

"بے شک آئیں تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں اپنے رب کی طرف سے تو جس نے آنکھوں سے دیکھا تو اس نے اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا تو اس نے اپنا نقصان کیا اور نہیں ہوں میں تم پر نگہبان اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں (توحید کی) دلیلوں کو اور تا کہ بول اٹھیں یہ لوگ کہ آپ نے خوب پڑھ سنایا ہے اور تا کہ ہم واضح کر دیں اس کو اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے پیروی کیجئے آپ اس کی جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے۔ نہیں کوئی معبود بجز اس کے اور منہ پھیر لو مشرکوں کی طرف سے"۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا بَصَآىِٕرُ کا معنی دلیلیں ہے اور فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے ہدایت حاصل کی تو وہ اپنے فائدے کے لیے ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو اس کا نقصان بھی اسے ہی ہوگا۔ واللہ اعلم۔

ارشاد باری تعالیٰ لِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ کے بارے سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن مردویہ اور الضیاء رحمہم اللہ نے مختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اس لفظ کو "دَارَسْتَ" پڑھتے تھے۔ یعنی دال کے بعد الف، سین ساکن اور تاء منصوب ہے، یہ بمعنی قَارَأْتَ ہے۔ یعنی آپ نے خوب پڑھ سنایا (1)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 66، (899) دار الصمیعی الریاض

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ دَرَسْتَ بمعنی قَرَأْتَ اور تَعَلَّمْتَ ہے۔ یعنی آپ نے پڑھا اور سیکھا(1)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''دَارَسْتَ'' یعنی آپ نے تلاوت کی اور خوب جھگڑا اور مجادلہ کیا(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد سے لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ کا یہ مفہوم نقل کیا ہے فَاقَهْتَ۔ یعنی آپ سمجھانے میں غالب رہے۔ درآنحالیکہ آپ نے یہود کو پڑھ کر سنایا اور انہوں نے آپ پر پڑھا(3)۔

امام سعید بن منصور، عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ بچے اس مقام پر دَارَسْتَ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ دَرَسْتَ ہے یعنی اس میں سین پر فتحہ اور تاء پر جزم ہے۔ اور وہ پڑھتے ہیں ''وحرم على قرية'' (الانبیاء: 59) حالانکہ وہ لفظ ''وحرام'' ہے۔ اس طرح بچے پڑھتے ہیں ''في عين حمئة'' حالانکہ اصل میں وہ لفظ ''حامية'' ہے۔ عمرو نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مذکورہ تمام کلمات میں ان سے مخالفت کرتے تھے(4)۔

امام ابن مردویہ، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ پڑھایا ہے۔ یعنی اس میں سین پر جزم اور تاء پر فتحہ ہے(5)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعید بن جبیر کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دَارَسْتَ نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ نے یہود کو خوب پڑھایا اور انہیں خوب سمجھایا اور حضرت ابی کی قرأت میں درس بمعنی تعلم (سیکھنا) ہے۔

امام ابوعبید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ہارون رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ''وليقولوا درس'' کا مفہوم یہ ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا(6)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے ''درست'' پڑھا اور کہا اس کا معنی ہے آپ نے خوب علم حاصل کیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابواسحاق ہمدانی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود کی قرأت میں ''دَرَسَتْ'' ہے یعنی اس میں الف نہیں اور سین پر نصب اور تاء پر وقف ہے(7)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ لِيَقُوْلُوْا دَرَسَتْ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی آپ نے مٹا دیا اور ختم کر دیا(8)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 355
2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 62 (844)
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 72 (904)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 358
5۔ متدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 260 (2937) دار الکتب العلمیہ بیروت
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 358
7۔ ایضاً
8۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 357

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ دَرَّسْتَ (بالتشدید) پڑھتے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ اسے ''اَدَارَسْتَ'' پڑھتے تھے۔ اور بطور تمثیل یہ بیان کرتے دَارَسَ کَطَعْمِ الصَّابِ وَالْعَلْقَمِ۔ (اس نے صاب اور حنظل کے ذائقہ کی طرح پڑھا) (2)

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لِيَقُوْلُوْا دَارَسْتَ تاکہ وہ کہیں آپ نے پڑھا اور سمجھا۔ قریش آپ کو اسی طرح کہتے تھے (3)۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ مشرکین سے رک جائیں، دور ہٹ جائیں۔ یہ حکم منسوخ ہے اور اسے آیت قتال نے منسوخ کیا ہے۔ وہ یہ ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ:5) ''تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ انہیں''۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝١٠٧

''اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو وہ شرک نہ کرتے۔ اور نہیں بنایا ہم نے آپ کو ان پر نگہبان۔ اور نہیں ہیں آپ ان کے ذمہ دار''۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے اگر میں چاہتا تو میں ان تمام کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وکیل بمعنی حفیظ (حفاظت کرنے والا) ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٠٨

''اور تم نہ برا بھلا کہو انہیں جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا (ایسا نہ ہو) کہ وہ بھی برا بھلا کہنے لگیں اللہ کو زیادتی کرتے ہوئے جہالت سے۔ یونہی آراستہ کر دیا ہے ہم نے ہر امت کے لیے ان کا عمل پھر اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر آنا ہے انہوں نے۔ پھر وہ انہیں بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 75 (908)، دار الصمیعی الریاض

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما فسر بالشعر من القرآن، جلد 6، صفحہ 123 (29988) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 355

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ الآیہ کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ہمارے معبودوں کو سب وشتم کرنے سے بالضرور باز آجائیں۔ یا پھر ہم بھی آپ کے رب کی بالضرور ہجو کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمادیا (تاکہ ایسا نہ ہو) کہ وہ بھی جہالت کے باعث زیادتی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا جب حضرت ابوطالب قریب الموت ہوئے تو قریش نے کہا چلو ہم اس آدمی کے پاس جائیں اور اسے جا کر کہیں کہ وہ اپنے بھتیجے کو ہم سے روکے۔ کیونکہ ہم حیا محسوس کریں گے کہ ان کی موت کے بعد ہم انہیں قتل کردیں۔ عرب کہتے ہیں وہ آپ کو روکتے تھے کہ جب میں مرگیا تو یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ ابوسفیان، ابوجہل، نضر بن حارث، خلف کے دو بیٹے امیہ اور ابی، عقبہ بن ابی معیط، عمرو بن العاص اور اسود بن بختری چل پڑے اور انہوں نے اپنے میں سے مطلب نامی ایک شخص کو بھیجا۔ تاکہ وہ ہمارے لیے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اجازت لے۔ پس وہ ابوطالب کے پاس آیا اور کہا یہ آپ کی قوم کے سردار ہیں جو آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں؟ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ تو وہ اندر داخل ہوئے اور کہا اے ابوطالب! آپ ہمارے بزرگ اور ہمارے سردار ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں اذیت پہنچائی ہے اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ انہیں بلائیں اور ہمارے معبودوں کے بارے گفتگو کرنے سے انہیں منع کریں۔ تو ہم بھی اسے اور اس کے اللہ کو چھوڑ دیں گے۔ پس انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا بھیجا۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ کو حضرت ابوطالب نے کہا یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں اور آپ کے چچا کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم یہ خواہش رکھتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ تو ہم بالیقین آپ کو اور آپ کے اللہ کو چھوڑ دیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہیں ایسی چیز عطا کردوں۔ کیا تم میرے ساتھ ایک کلمہ کہو گے اگر تم نے وہ کہہ دیا تو تم عرب کے مالک بن جاؤ گے اور اس کے سبب عجم کا خراج تمہارے قریب ہوجائے گا؟ یہ سن کر ابوجہل نے کہا تیرے باپ کی قسم! بالیقین ہم وہ اور اس کی مثل دس اور بھی کہیں گے۔ بتایئے وہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر کہو لا الہ الا اللہ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) انہوں نے انکار کردیا اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ حضرت ابوطالب نے کہا اس کے علاوہ کچھ اور کہو۔ کیونکہ آپ کی قوم اس سے گھبرا گئی ہے خوفزدہ ہوگئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے میرے چچا! میں اس کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ یہاں تک کہ یہ سورج لاکر میرے ہاتھ پر رکھ دیں۔ اگر یہ سورج بھی لے آئیں اور اسے میرے ہاتھ پر رکھ دیں تو ان کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کے ارادہ سے میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہوں گا (عربی الفاظ ملاحظہ فرمایئے) ''قَالَ یَا عَمِّ مَا أَنَا بِالَّذِیْ اَقُوْلُ غَیْرَ هَا حَتّٰی یَأْتُوْا بِالشَّمْسِ فَیَضَعُوْهَا فِیْ یَدِیْ، وَلَوْ أَتَوْنِیْ بِالشَّمْسِ فَوَضَعُوْهَا فِیْ یَدِیْ مَاقُلْتُ غَیْرَ هَا اِرَادَةَ اَنْ یُؤَیِّسَهُمْ''

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 360

اس پر وہ غضب ناک ہو گئے اور کہنے لگے تجھے چاہیے کہ ضرور بر ضرور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رک جائے یا پھر ہم تجھے اور اسے برا بھلا کہیں گے جو تجھے حکم دیتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے مسلمان کفار کے بتوں کو برا بھلا کہتے تھے پس کفار اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (1)

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ کے بارے حضرت زید بن اسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے ان کے وہ عمل مزین کر دیے ہیں جو وہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہی پر انہیں موت آتی ہے۔

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا یُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ۧ وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

”اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی پوری کوشش سے کہ اگر آ گئی ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور ایمان لائیں گے اس کے ساتھ۔ آپ فرمائیے کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا خبر کہ جب یہ نشانی آ جائے گی تو (تب بھی) یہ ایمان نہیں لائیں گے اور ہم پھیر دیں گے ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو جس طرح وہ نہیں ایمان لائے تھے اس کے ساتھ پہلی مرتبہ اور ہم چھوڑ دیں گے انہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں اور اگر ہم اتارتے ان کی طرف فرشتے اور باتیں کرنے لگتے ان سے مردے (قبروں سے اٹھ کر) اور ہم جمع کر دیتے ہر چیز کو ان کے روبرو تب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ چاہتا اللہ تعالیٰ لیکن اکثر ان میں سے (بالکل) جاہل ہیں“۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ .... عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا یُشْعِرُكُمْ ”اور وہ پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 360

اگران کے پاس کوئی نشانی آ گئی تو اس کے ساتھ ضرور ایمان لائیں گے''۔آپ فرمائیے کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔(اے گروہ مسلمین!) تمہیں کیا خبر کہ جب یہ نشانی آ جائے گی تو (تب بھی) یہ ایمان نہیں لائیں گے۔مگر یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں اسلام پر مجبور کردے گا۔

امام ابن جریر نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش سے گفتگو فرمائی۔تو انہوں نے کہا اے محمد! (ﷺ) آپ ہمیں بتاتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا تھا جسے آپ پتھر پر مارتے تھے (تو اس سے چشمے جاری ہو جاتے تھے)۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور قوم ثمود کے لیے ایک اونٹنی تھی۔آپ بھی تو کوئی ایسی نشانیوں میں سے ہمارے پاس لائیں تاکہ ہم آپ کی تصدیق کر سکیں۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون سی چیز تم پسند کرتے ہو کہ میں وہ تمہارے پاس لے آؤں؟ انہوں نے کہا آپ صفا (پہاڑ) کو ہمارے لیے سونا بنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں ایسا کر دوں تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔قسم بخدا! اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم تمام کے تمام بالضرور آپ کی اتباع کریں گے۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ دعا مانگنے کے لیے اٹھے۔اتنے میں حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور آکر کہا اگر آپ چاہیں گے تو صفا سونا ہو جائے گا۔لیکن اس کے باوجود اگر انہوں نے تصدیق نہ کی تو پھر ہم بالضرور انہیں عذاب دیں گے اور اگر آپ چاہیں تو انہیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان میں سے توبہ کرنے والے توبہ کر لیں،تو آپ ﷺ نے کہا بلکہ ان میں سے توبہ کرنے والے توبہ کریں (یعنی آپ ﷺ نے اس دوسری صورت کو زیادہ پسند فرمایا) تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ...... يَجْهَلُوْنَ۔(1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت ان استہزاء کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے معجزے کے بارے سوال کیا تھا۔تو ان کے بارے میں وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ...... يَجْهَلُوْنَ تک آیات نازل ہوئیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے کہا قسم سے مراد یمین ہے پھر یہ آیت پڑھی وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کیا ہے کہ قسم سے مراد یمین ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ،عبد بن حمید،ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت مجاہد سے یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا قریش نے حضور نبی کریم ﷺ سے کوئی معجزہ لانے کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان سے قسم لی کہ وہ ضرور بضرور اس کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور مجاہد نے وَ مَا يُشْعِرُكُمْ کی تفسیر میں کہا تم کیسے جانتے ہو؟ پھر ان کے بارے ثابت کر دیا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔اور وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ کے بارے کہا کہ ہم ان کی قسم اور ان کے درمیان حائل ہو جائیں گے۔جیسا کہ ہم پہلی مرتبہ ان کے اور اس کے درمیان حائل ہوئے۔اگرچہ تمام نشانیاں اور معجزات

1۔تفسیر طبری،زیر آیت ہذا،جلد 7،صفحہ 362

2۔مصنف ابن ابی شیبہ باب النذور والایمان،جلد 3،صفحہ 83 (12322) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 3۔ایضاً،(12328)

ان کے لیے ظاہر ہو جائیں اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ یعمھون بمعنی یترددون ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے وَمَا يُشْعِرُكُمْ کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کیا تمہیں خبر ہے کہ تم ایمان لے آؤ گے جب وہ علامت اور نشانی ظاہر ہوگی۔ پھر مستقبل کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ علامت ظاہر ہوگی تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت نضر بن شمیل رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی نے خلیل بن سے وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ لعلھا کے معنی میں ہے کیا تو جانتا نہیں کہ تو یہ کہتا ہے اِذْهَبْ اِنَّكَ تَأْتِيْنَا بِكَذَا وَكَذَا۔ (تو جا اور فلاں فلاں چیز لے کر ہمارے پاس آ) تو وہ جواب دیتا ہے لعلك (شاید ایسا ہو)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ الآیہ کے بارے یہ قول نقل کا ہے۔ کہ جب مشرکین نے اس کا انکار کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو پھر ان کے دل کسی شے پر ثابت اور قائم نہ رہ سکے، اور انہوں نے ہر امر کو رد کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ الآیہ کے تحت بیان کیا ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ واضح نشانیاں اور علامات لے کر ان کے پاس تشریف لائے، لیکن وہ آپ ﷺ کے ساتھ ایمان نہ لائے۔ تو ہم نے ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں کو پھیر دیا، اور اگر ان کے پاس اس کی مثل ہر نشانی بھی آ جائے تو وہ ایمان نہ لائیں مگر (تبھی) کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ (یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ ایمان لائیں تب ہی وہ ایمان لا سکتے ہیں ورنہ نہیں)

امام ابن مبارک، احمد نے الزہد میں، ابن ابی شیبہ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عسا کر نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ کہ جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ قریب المرگ ہوئے تو کہنے لگے۔ میرے اس طرح کے دن کے لیے کون عمل کرتا ہے، میری اس طرح کی ساعت کے لیے کون عمل کرتا ہے، میرے اس طرح کے ٹھکانے کے لیے کون عمل کرتا ہے۔ پھر کہنے لگے وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱۰﴾ پھر ان پر غشی طاری ہوگئی پھر انہیں افاقہ ہوا، تو پھر یہی آیت پڑھنے لگے یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح تفسیر نقل کی ہے کہ آیت میں قُبُلًا کا معنی معاینۃ ہے۔ یعنی اور ہم ان کے روبرو ہر شے جمع کر دیتے تب بھی وہ (اہل شقاوت) ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا۔ یعنی وہ اہل سعادت جو پہلے سے اس کے علم میں ہیں کہ وہ ایمان لائیں گے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے "اور ہم ان کے روبرو ہر شے جمع کر دیتے" یعنی وہ اسے روبرو دیکھ لیتے (تب بھی ایمان نہ لاتے)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا کا معنی ہے افواجا قبیلا (یعنی ہم ان پر ہر شے گروہ در گروہ جمع کر دیتے)۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

"اور اسی طرح بنا دیئے ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن (یعنی) سرکش انسان اور جن جو چپکے چپکے سکھاتے تھے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں (لوگوں کو) دھوکہ دینے کے لیے اور اگر چاہتا آپ کا رب تو وہ یہ نہ کرتے سو چھوڑ دیجئے انہیں اور جو وہ بہتان باندھتے ہیں۔ اور (چھوڑیئے) تاکہ مائل ہو جائیں اس کی طرف ان کے دل جو نہیں ایمان لائے آخرت پر اور تاکہ پسند کریں اسے اور کرتے رہیں جو گناہ وہ اب کر رہے ہیں"۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے اباذر! اللہ تعالیٰ سے جن و انس میں کے شیاطین کے شر سے پناہ مانگ، انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا انسانوں میں سے بھی شیاطین ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر یہ آیت پڑھی شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔

امام احمد، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: جن و انس کے شیاطین (کے شر) سے پناہ مانگ، تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا انسانوں میں سے بھی شیاطین ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ کے تحت بیان کیا ہے، بلاشبہ جنات کے لیے شیاطین ہیں جو انہیں گمراہ کرتے ہیں جیسا کہ انسانوں کے شیاطین انہیں گمراہ کرتے ہیں۔ پس انسانوں کا شیطان اور جنوں کا شیطان آپس میں ملتے ہیں تو یہ اسے کہتا ہے: میں اس سبب سے اسے گمراہ کرتا ہوں اور میں اس طرح اسے گمراہ کرتا ہوں (یعنی گمراہ کرنے اور صراط مستقیم سے بھٹکانے کے اسباب اور طریقے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں) پس ارشاد باری تعالیٰ ہے يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جن وہ تو جان ہیں، وہ شیاطین نہیں ہیں اور شیاطین ابلیس کی اولاد اور یہ ابلیس کے ساتھ ہی مریں گے، جب کہ جنات مر جاتے ہیں اور ان میں سے کچھ مومن ہیں اور کچھ کافر ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ کاہن انسانوں میں سے شیاطین ہیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ کے تحت

بیان کیا ہے، کہ جنوں کے شیاطین انسانوں کے شیاطین کو چپکے چپکے سکھاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ (الانعام:121) ''اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وسوسہ اندازی کرتے ہیں''۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ کے تحت نقل کیا ہے کہ انسانوں میں سے شیاطین ہیں اور جنوں میں سے شیاطین ہیں جن میں سے بعض بعض کو چپکے چپکے سکھاتے ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کے تحت بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایسا قول ہے جو باعث ہلاکت ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا قول ہے جس میں ہلاکت ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ان میں سے بعض بعض کے لیے قول کو مزین کرتے ہیں تا کہ ان کے فتنہ اور آزمائش میں وہ بھی ان کی اتباع کریں۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن منذر، ابونصر سجزی رحمہم اللہ نے الابانہ میں اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اسی آیت کے تحت بیان کیا ہے۔ جنوں میں سے شیاطین انسانوں کے شیاطین یعنی کافر انسانوں کو چپکے چپکے سکھاتے ہیں۔ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا یعنی باطل کو زبانوں کے ساتھ مزین اور آراستہ کرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے '''' کے تحت بیان کیا ہے کہ تم قول کو خوشنما بناؤ اور اسے خوب مزین وآراستہ کرو۔ اور زُخْرُفَ الْقَوْلِ کے تحت فرمایا وہ اس کے ساتھ لوگوں اور جنات کو دھوکہ دیتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں ابن زید نے کہا زُخْرُفَ سے مراد مزین اور خوشنما ہے۔ یعنی ان کے لیے اس دھوکے کو اس طرح آراستہ کیا گیا جس طرح ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اپنے فریب کو مزین کیا تھا اور آپ کو قسم دی کہ وہ ناصحین میں سے ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وَ لِتَصْغٰۤى کا معنی لِتَمِیْلَ (تا کہ مائل ہو جائیں) کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَ لِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـٕدَةُ کا معنی ''تزیغ'' ہے (یعنی تا کہ اس کی طرف ان کے دل مائل ہو جائیں یا جھک جائیں) اور وَ لِیَقْتَرِفُوْا کا معنی ''لیکتسبوا'' (تا کہ وہ کرتے رہیں) ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے ان الفاظ کا یہ معنی نقل کیا ہے تا کہ کفار کے دل اس کی طرف مائل ہو جائیں وَ لِیَرْضَوْهُ اور تا کہ اسے پسند کریں وَ لِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ کا مفہوم بیان کرتے ہیں تا کہ وہ عمل کرتے رہیں جو وہ اب کر رہے ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 13-12، داراحیاء التراث العربی بیروت

طستی اور ابن انباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا مجھے ارشاد باری تعالیٰ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کے بارے بتایئے تو آپ نے فرمایا اس کا مفہوم ہے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے باطل قول کرنا۔ انہوں نے پوچھا کیا عرب اس معنی سے واقف ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تم نے اوس بن حجر کو یہ کہتے نہیں سنا:

لَمْ يَغْرُوكُمْ غُرُوْرًا وَلٰكِنْ يَرْفَعُ الْاٰلُ جَمْعَكُمْ وَالدَّهَاءُ

"انہوں نے تم سے جھوٹی بات نہیں کہی۔ البتہ نیزہ زنی اور دانش مندی تمہارے قبائل کو رفعت عطا کر رہی ہے"۔

اور زہیر بن ابی سلمیٰ نے کہا ہے:

فَلَا يَغُرَّنَّكَ دُنْيَا اِنْ سَمِعْتَ بِهَا عِنْدَا مْرِئٍ سَرْوُهُ فِي النَّاسِ مَغْمُوْرُ

"دنیا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے جس کے بارے میں تو یہ سنے کہ وہ کسی ایسے آدمی کے پاس ہے جس کا فضل و شرف لوگوں میں معروف نہیں"۔

انہوں نے کہا مجھے وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ کے بارے بتایئے۔ تصغیٰ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے تاکہ ان کے دل اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ عظامی نے اس معنی میں یہ شعر کہا ہے:

وَاِذَا سَمِعْنَ هماهما مِنْ رُفْقَةٍ وَمِنَ النُّجُوْمِ غَوَابِرٌلَمْ تَخْفُقِ

جب وہ رفقاء سے اہم اور ضروری بات سنتی ہیں اور ستاروں میں سے کچھ ابھی باقی ہیں غروب نہیں ہوئے۔

اَصْغَتْ اِلَيْهِ بِمَجَائِنَ بِخُدُوْدِهَا آذَانُهُنَّ اِلَى الْحُدَاةِ السُّوَّقِ

"کمینہ فطرت عورتیں اپنے رخساروں کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور ان کے کان لمبی پنڈلیوں والی چلوں کی طرف ہوتے ہیں"۔

پھر انہوں نے پوچھا وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ کے بارے بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا اس کا مفہوم ہے تاکہ وہ کرتے رہیں جو وہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ نافع نے کہا کیا عرب اس معنی کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تم نے لبید بن ربیعہ کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

وَاِنِّي لَآتِيْ مَا اَتَيْتُ وَاِنَّنِيْ لَمَّا اقْتَرَفَتْ نَفْسِيْ عَلَيَّ لَرَاهِبُ

"بے شک میں کام کرنے والا ہوں جو کرنے والا ہوں۔ اور جب میرا نفس میرے خلاف کوئی کام کرے تو میں ڈرنے والا ہوں"۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

"(آپ ان سے پوچھیے) کیا اللہ کے سوا میں تلاش کروں کوئی اور منصف حالانکہ وہی ہے جس نے اتاری ہے تمہاری طرف کتاب مفصل۔ اور جن کو ہم نے دی ہے کتاب وہ (اچھی طرح) جانتے ہیں کہ یہ قرآن اتارا گیا ہے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ۔ تو (اے سننے والے!) ہرگز نہ ہو جانا شک کرنے والوں سے"۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ مُفَصَّلًا کا معنی مُبَيَّنًا (انتہائی واضح) ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مالک بن انس کی سند سے ربیعہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی اور اس میں سنت کی جگہ چھوڑ دی اور رسول اللہ ﷺ نے سنت بیان فرمائی اور اس میں رائے کی گنجائش باقی رکھی۔

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۱۷﴾

"اور مکمل ہوگئی آپ کے رب کی بات سچائی اور عدل سے نہیں کوئی بدلنے والا اس کی باتوں کا اور وہی ہے سب کچھ سننے والا جاننے والا اور (اے سننے والے!) اگر تو اطاعت کرے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے۔ وہ نہیں پیروی کرتے سوائے گمان کے اور نہیں ہیں وہ مگر محض تخمینے لگاتے ہیں بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون بھٹکتا ہے اس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو"۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ صِدْقًا وَّ عَدْلًا کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صِدْقًا فِيمَا وَعَدَ وَعَدْلًا فِيمَا حَكَمَ۔ یعنی آپ کے رب کی بات مکمل ہوگئی اس شے میں سچائی سے جس کا اس نے وعدہ کیا اور اس میں عدل سے۔ جس کا اس نے فیصلہ فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابونصر سجزی رحمہم اللہ نے الابانہ میں حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے "لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ" کے بارے فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ اس نے دنیا اور آخرت کے بارے میں کہا ہے اس میں کسی شے کی کوئی تبدیلی نہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ" (سورۂ ق: 29) (میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابوالیمان جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن مسجد حرام میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے پاس چھڑی مبارک بھی تھی۔ وہاں ہر قوم کے بت تھے جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اسے باری باری ایک بت کے قریب کرتے اور بت کے سینے میں عصا مبارک کے ساتھ کچوکا لگا

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 63 (849) داراحیاء التراث العربی بیروت

کر اسے زخمی کر دیتے۔ جب بھی آپ کسی بت کو گراتے تو آپ ﷺ کے پیچھے ہتھوڑے کے ساتھ مارنے والے آجاتے یہاں تک کہ اسے توڑ ڈالتے اور اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیتے۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ یہ آیت پڑھ رہے تھے " وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ "

امام ابن مردویہ اور ابن نجار رحمہما اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے " وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا " کے بارے فرمایا اس سے مراد " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " ہے۔

امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ، حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں کو تعویذ اور دم فرمایا کرتے تھے " اُعِيْذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ۔ پھر فرمایا کرتے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو انہی کلمات کے ساتھ دم فرمایا کرتے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جو کسی جگہ اترے تو یہ کہے " اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ " تو اسے کوئی شے نقصان نہیں پہنچائے گی یہاں تک کہ وہ اس جگہ سے کوچ کر جائے (2)۔

امام مسلم، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں کیا کروں گزشتہ رات مجھے بچھو نے ڈسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر شام کے وقت تو یہ کلمات پڑھ لیتا " اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ " تو وہ تجھے تکلیف نہ دیتا (3)۔

امام ابوداؤد، نسائی، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بستر پر آرام فرماتے وقت یہ پڑھا کرتے تھے " اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَ كَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَ الْمَاْثَمَ، اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَ لَا يُخْلِفُ وَعْدَكَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ " (4)

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان سے نقل کیا ہے کہ حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں رات کے وقت نیند نہ آنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا جب تو اپنے بستر پر سونے کے لیے آئے تو یہ کلمات پڑھا کر " اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ " بے خوابی تجھے نقصان نہیں پہنچائے گی اور کوئی سانپ تیرے قریب نہیں آئے گا (5)۔

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 163 (2060) دار الکتب العلمیہ بیروت   2۔ ایضاً، جلد 13، صفحہ 3 (3437)

3۔ صحیح مسلم مع شرح نووی کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، جلد 17، صفحہ 26 (2709)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 332، وزارت تعلیم اسلام آباد   5۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 57، دار صادر بیروت

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوالتیاح رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے عبدالرحمٰن بن خنبش کو کہا جس وقت شیاطین قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ شیاطین پہاڑوں اور وادیوں سے اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اردہ کرتے ہوئے آئے۔ ان میں ایک شیطان تھا جس کے پاس آگ کا شعلہ تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلا دے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ گھبرا گئے۔ اتنے میں حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہو۔ آپ نے فرمایا کیا کہوں؟ جبریل امین علیہ السلام نے کہا یہ کہو "اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ اللَّاتِيْ لَا يُجَاوِزُ هُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَأَ وَ ذَرَأَ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا، وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ" راوی کہتے ہیں مذکورہ کلمات پڑھنے کے بعد شیاطین کی آگ بجھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش دی (1)۔

امام نسائی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ جنات کی رات جنوں میں سے ایک عفریت آیا۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا۔ لیکن یہ اس کے قریب قرب آنے میں اور اضافہ کرتا رہا۔ تو جبرئیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا۔ کیا میں نے آپ کو وہ کلمات نہیں سکھائے تھے جنہیں آپ پڑھیں تو یہ منہ کے بل گر پڑے اور آگ کا شعلہ بجھ جائے؟ یہ کہو۔ "اعوذ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ اللَّاتِيْ لَا يُجَاوِزُ هُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَأَ وَ ذَرَأَ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا، وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات کہے تو اس کا گوشت گر گیا اور اس کا شعلہ بجھ گیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو جنات آپ سے ملے۔ دار آنحالیکہ وہ آگ کے انگارے پھینک رہے تھے۔ تو جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا۔ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پناہ طلب کیجئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کلمات کے ساتھ پناہ طلب کی۔ تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہٹ گئے۔ وہ کلمات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہے وہ یہ ہیں "اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ اللَّاتِيْ لَا يُجَاوِزُ هُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا، وَمِنْ شَرِّ مَا بَثَّ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَمِنْ شَرِّ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ"

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا

1۔ شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ وشکرھا، جلد 4، صفحہ 175 (4710)، دار الکتب العلمیہ بیروت

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاۗىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

''تو کھاؤ اس میں سے لیا گیا ہے نام خدا جس پر اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان لانے والے ہو اور کیا ہوا تمہیں کہ نہیں کھاتے ہو تم اس جانور کو لیا گیا ہے اللہ کا نام جس پر حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مفصل بیان کر دیا ہے تمہارے لیے جو اس نے حرام کیا تم پر مگر وہ چیز کہ تم مجبور ہو جاؤ اس کی طرف۔ اور بے شک بہت سے لوگ گمراہ کرتے ہیں اپنی خواہشوں سے بے علمی کے باعث۔ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو اور ترک کر دو ظاہری گناہ کو اور چھپے ہوئے کو۔ بے شک وہ لوگ جو کماتے ہیں گناہ (تو) جلدی ہی سزا دی جائے گی انہیں (اس گناہ کی) جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے''۔

امام ابو داؤد، ترمذی اور ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے بزار، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہودی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا: کیا ہم انہیں تو کھائیں جنہیں ہم خود قتل کرتے ہیں اور انہیں نہ کھائیں جنہیں اللہ تعالیٰ مارتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ''فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاۗىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۭ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓي اَوْلِيٰۗـِٕــهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔ کیونکہ وہ حلال ہے۔ اگر تم اس کی آیتوں کے ساتھ ایمان لانے والے ہو۔ یعنی اگر تم قرآن کی تصدیق کرتے ہو۔ اور کیا ہے تمہیں کہ تم ان ذبائح کو نہیں کھاتے جن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان چیزوں کو مفصل بیان کر دیا ہے جنہیں اس نے تم پر حرام قرار دیا ہے مثلاً مردار وغیرہ۔ مگر وہ چیز کہ تم اس کی طرف مجبور ہو جاؤ۔ اور بے شک بہت سے مشرکین عرب اپنی خواہشوں سے بے علمی کے باعث ذبائح وغیرہ کے معاملات میں گمراہ کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

1۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 133، مکتبۃ دار القرآن والحدیث

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: فَصَّلَ لَكُمْ کا معنی ''بَيَّنَ لَكُمْ'' ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے واضح کر دیا ہے جو اس نے تم پر حرام کر دیا ہے، مردار، خون اور خنزیر کا گوشت وغیرہ۔ مگر وہ چیز جس کی طرف تم مجبور ہو جاؤ(1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ میں صاد کو مشدد اور فاء کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ میں حاء کو رفع اور راء کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی حَرَّمَ۔ اور وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ میں یاء کو مرفوع پڑھا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ اس ظاہری گناہ سے مراد ماؤں اور بیٹیوں سے نکاح کرنا ہے اور ''بَاطِنَهٗ'' یعنی چھپے ہوئے گناہ سے مراد زنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ ''وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ'' کے بارے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ظاہر گناہ یہ ہے وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء:22) (تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے آباء نے نکاح کیا ہو) اور حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ (النساء:23) (تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں) اور باطن سے مراد زنا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ''وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ'' کے بارے کہا ہے کہ تم اعلانیہ اور چھپ کر گناہ کرنا چھوڑ دو(2)۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ انہی الفاظ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان سے مراد وہ گناہ ہیں جن کے بارے انسان دل میں تصور کرتا ہے اور پھر انہیں عملی جامہ پہنا دیتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی ارشاد کے بارے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور پوشیدہ گناہ پر عمل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

''اور مت کھاؤ اس جانور سے کہ نہیں لیا گیا اللہ کا نام اس پر اور اس کا کھانا نافرمانی ہے اور بے شک شیطان ڈالتے ہیں اپنے دوستوں کے دلوں میں (اعتراضات) تا کہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 63(849)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 64(851)

مشرک ہو جاؤ گے"۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس، ابوالشیخ، ابن مردویہ، طبرانی، حاکم رحمہم اللہ اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مشرکین نے کہا اور ایک روایت میں ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ تم اسے نہیں کھاتے ہو جسے اللہ نے مارا اور اسے کھاتے ہو جسے تم خود مارو۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ" (اور اس جانور سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو) (1)

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے حضرت ضحاک سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مشرکین نے حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام سے کہا کہ یہ جانور جسے تم خود ذبح کرتے ہو اسے تم کھاتے ہو اور یہ جانور جو خود مر جاتا ہے اسے کون مارتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ مارتا ہے۔ تو پھر انہوں نے کہا کیا وجہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ مارتا ہے اسے تم حرام قرار دیتے ہو اور جسے تم خود مارتے ہو اسے حلال کہتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ" الآیہ۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو اہل فارس نے قریش کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ محمد (ﷺ) سے جھگڑیں اور انہیں کہیں کیا وجہ ہے جسے تم اپنے ہاتھ کے ساتھ چھری سے ذبح کرتے ہو وہ جانور تو حلال ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کے کیل کے ساتھ مار دے (یعنی مردار) وہ حرام ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی "وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ" فرمایا کہ فارس کے شیاطین اپنے قریشی دوستوں کے دلوں میں اعتراضات ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں (2)۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے "وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ" کہ مشرکین تم سے جھگڑا کریں اور کہا کہ شیاطین سے مراد اہل فارس ہیں اور اَوْلِيَائِهِمْ سے مراد قریش ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا آپ ہمیں بتائیں کہ جب کوئی بکری مر جاتی ہے تو اسے کون مارتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ مارتا ہے۔ تو وہ کہنے لگے آپ یہ گمان رکھتے ہیں کہ جسے آپ اور آپ کے اصحاب مار دیں تو وہ حلال ہے اور جسے اللہ تعالیٰ مار دے وہ حرام ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ"

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مذکورہ آیت میں مراد مردار ہے (کہ تم مردار نہ کھاؤ)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شیاطین اپنے مشرک دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ وہ کہیں تم وہ جانور کھاتے ہو جنہیں تم خود مارتے ہو اور انہیں نہیں کھاتے جنہیں اللہ تعالیٰ

1۔ سنن کبریٰ، از بیہقی، جلد 9، صفحہ 240، دار الفکر بیروت 2 تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 22

مارتا ہے؟ تو فرمایا بے شک وہ جانور جنہیں تم ذبح کرتے ہو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاتا ہے اور وہ جو خود مرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ذکر نہیں کیا جاتا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا اے محمد! (ﷺ) کیا وہ جانور جسے تم خود قتل کرو اور ذبح کرو اسے تو تم کھاتے ہو اور وہ جانور جسے تمہارا رب مار دے اسے تم حرام قرار دیتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور اس میں فرمایا کہ اگر تم نے ان کا کہنا مانا ہر اس شے میں جس سے میں نے منع کیا ہے تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس نے گمراہ لوگوں میں سے اپنے دوستوں کا قصد کیا اور انہیں آکر کہا تم مردار کے معاملہ میں محمد (ﷺ) کے اصحاب سے جھگڑا کرو اور انہیں کہو وہ جانور جسے تم خود ذبح کرو اور مارو اسے تم کھاتے ہو اور وہ جانور جسے اللہ تعالیٰ مار دے اسے تم نہیں کھاتے۔ حالانکہ تم اعتقاد یہ رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع کر رہے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ'' قسم بخدا! ہم جانتے ہیں کہ شرک صرف تین صورتوں میں سے ایک میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو الٰہ تسلیم کیا جائے یا غیر اللہ کو سجدہ کیا جائے، یا پھر غیر اللہ کا نام لے کر جانوروں کو ذبح کیا جائے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ، حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ''وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ'' کے بارے فرمایا کہ ابلیس مشرکین قریش کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

سعید بن منصور، عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس کسی نے ذبح کیا اور اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا تو اسے چاہیے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرے اور اسے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ جب کہ اس نے فطرت پر ذبح کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابو مالک سے ایسے آدمی کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو ذبح کرتا ہے اور اس پر تسمیہ بھول جاتا ہے۔ انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ سے کہا گیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' کہاں گیا؟ تو انہوں نے فرمایا بلاشبہ تو نے اسے اپنے دین کے مطابق ہی ذبح کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی ارشاد گرامی کے بارے میں حضرت عطاء سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ان ذبائح سے منع کیا ہے جن میں قریش بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور اس نے مجوسیوں کے ذبائح سے بھی منع کیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت راشد بن سعد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے چاہے وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے یا نہ لے۔ بشرطیکہ وہ بلا ارادہ ایسا نہ کرے۔ شکار کا حکم اسی طرح ہے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضور نبی کریم ﷺ کے عہد

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 83 (915) دار الصمیعی الریاض

مبارک میں ایک قوم اسلام لائی اور وہ گوشت لے کر مدینہ منورہ آئے کہ وہ اسے بیچیں گے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کے دلوں میں اس سے کچھ نفرت سی ہوئی کہ شاید انہوں نے (ذبائح کے وقت) بسم اللہ شریف نہ پڑھی ہو تو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم خود تسمیہ پڑھ لو اور کھالو(1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب مسلمان ذبح کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو اسے چاہیے کہ وہ کھالے۔ کیونکہ مسلمان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے(2)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ ایک آدمی حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپ کا کیا خیال ہے ہم میں سے اس آدمی کے بارے میں جو ذبح کرتا ہے اور تسمیہ بھول جاتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کا اسم ہے (یعنی ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی موجود ہے لہٰذا اسی کا اعتبار کرتے ہوئے ذبیحہ حلال ہوگا)(3)

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے کہا مسلمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اگر وہ ذبح کرے اور تسمیہ بھول جائے تو اسے چاہیے کہ وہ بسم اللہ پڑھے اور اسے کھالے۔ کیونکہ مجوسی اگرچہ اپنے ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لے تب بھی وہ نہیں کھایا جاتا(4)۔

امام ابوداؤد، بیہقی رحمہما اللہ نے اپنی سنن میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ'' منسوخ ہے اور اس سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا ''وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ'' (المائدہ:5) (اور ان کا کھانا جنہیں کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے)(5)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مسلمانوں اور اہل کتاب کے وہ ذبائح کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے ایسے آدمی کے بارے میں جو ذبح کرتا ہے اور تسمیہ بھول جاتا ہے، یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ نہیں کھائے گا۔

امام نحاس نے حضرت شعبی کا قول ذکر کیا ہے کہ تم وہ جانور نہ کھاؤ جسے ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابلیس نے کہا: اے میرے پروردگار! ہر مخلوق کے لیے تو نے اس کا رزق بیان کر دیا ہے تو میرا رزق کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرا رزق اس میں ہے جس پر میرا نام نہ لیا جائے۔

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 4، صفحہ 480 (8542) المجلس العلمی بیروت

2۔ سنن کبری از بیہقی، کتاب الصید والذبائح، جلد 9، صفحہ 240، دار الفکر بیروت 3۔ ایضاً

4۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 4، صفحہ 479 (8538) 5۔ سنن ابوداؤد مع حاشیہ عون المعبود، جلد 3، صفحہ 59، بیروت

امام عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت معمر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہودی اور عیسائی کے ذبیحہ کے بارے سوال کیا تو آپ نے اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی ''اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ'' (المائدہ:5) (حلال کردی گئیں تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں اور کھانا ان لوگوں کا جنہیں دی گئی کتاب) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' اور پھر یہ آیت پڑھی ''وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' (البقرہ:173)

راوی کہتا ہے کہ وہ آدمی متردد ہو گیا۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ اور کفار عرب پر لعنت بھیجی ہے اور یہ آدمی اور اس کے ساتھی مجھ سے پوچھتے ہیں۔ جب میں ان سے موافقت نہیں کروں گا تو یہ مجھ سے جھگڑنے لگ جائیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم نازل فرمایا ''وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' پھر اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا اور مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے فرمایا ''اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ'' (المائدہ:5) پس اس آیت کے ساتھ اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا اور اہل کتاب کا کھانا حلال قرار دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ''وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ'' کی تفسیر میں کہا کہ اگر تم نے مردار کھانے اور اسے حلال سمجھنے میں ان کا کہنا مانا تو تم بھی ان کی مثل مشرک ہو جاؤ گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے ''وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ'' کے بارے پوچھا گیا اور کہا گیا کہ خوارج یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ امراء کے بارے میں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا انہوں نے جھوٹ کہا ہے۔ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کیا وہ جانور جسے اللہ تعالیٰ مارے تم اس سے نہیں کھاؤ گے یعنی مردار اور جسے تم خود مارتے ہو اس سے تم کھا لیتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ فرمایا اگر تم نے مردار کھایا اور تم نے ان کا کہنا مانا تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان سے کہا گیا مختار یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے ''وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓي اَوْلِيٰۗـِٕــهِمْ''

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوزمیل رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور مختار بن ابی عبید نے حج کیا۔ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اے ابن عباس! ابواسحاق یہ وہم رکھتا ہے کہ رات کے وقت اس کی طرف وحی کی جاتی ہے؟ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے پس میں بھاگ نکلا اور کہنے لگا۔ ابن عباس کہتے ہیں اس نے سچ کہا..... تو حضرت ابن عباس نے فرمایا وحی دو قسم کی ہے ایک اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی اور دوسری شیطان کی جانب سے وحی۔ پس اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی طرف وحی فرمائی اور شیطان اپنے

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 120 (10187)، المجلس العلمی بیروت

دوستوں کی طرف وحی کرتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیات پڑھی "وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ"

اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

"کیا وہ جو (پہلے) مردہ تھا پھر زندہ کیا ہم نے اسے اور بنا دیا اس کے لیے نور چلتا ہے جس کے اجالے میں لوگوں کے درمیان وہ اس جیسا ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہو نہیں نکلنے والا ان سے۔ یونہی آراستہ کر دیئے گئے کافروں کے لیے وہ اعمال جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا وہ جو پہلے کافر گمراہ تھا۔ پھر ہم نے اسے ہدایت دی۔ اور نور سے مراد قرآن کریم ہے اور الظُّلُمٰتِ سے مراد کفر اور ضلالت ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی مَیْتًا سے مراد گمراہ لیا ہے اور فَاَحْیَیْنٰهُ' کا معنی فرمایا پھر ہم نے اسے ہدایت دی۔ اور فرمایا نور سے مراد ہدایت ہے اور فِی الظُّلُمٰتِ سے مراد دائمی گمراہی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: مذکورہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ "اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے ہے اور "كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا" ابوجہل بن ہشام کے بارے ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت زید بن اسلم نے کہا ہے کہ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابوجہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ دونوں اپنی گمراہی کے سبب مردہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام کے سبب زندہ فرما دیا اور انہیں عزت عطا فرمائی اور ابوجہل کو اس کی اپنی موت اور گمراہی پر برقرار رکھا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگتے ہوئے یہ کہا تھا "اَللّٰهُمَّ اَعِزَّا لْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ" (اے اللہ! اسلام کو ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے غلبہ اور عزت عطا فرما)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے "اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے اور "كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ" ابوجہل بن ہشام کے بارے ہے (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 29، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسنان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مذکورہ آیت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلے حصہ میں مومن کا ذکر ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلیل موجود ہے۔ اسی کے مطابق وہ عمل کرتا ہے، اسی کو پکڑے رکھتا ہے اور اسی پر اس کی انتہا ہوتی ہے۔ اور وہ دلیل اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور ''كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا'' کافر کی مثال ہے جو اپنی گمراہی میں سرگرداں ہے، وہ اسی میں بھٹکتا رہتا ہے اور اس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''نور'' سے مراد قرآن کریم ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا فِىۡ كُلِّ قَرۡيَةٍ اَكٰبِرَ مُجۡرِمِيۡهَا لِيَمۡكُرُوۡا فِيۡهَا ؕ وَمَا يَمۡكُرُوۡنَ اِلَّا بِاَنۡفُسِهِمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾

''اور اسی طرح ہم نے بنایا ہر بستی میں اس کے بڑے لوگوں کو وہاں کے مجرم تاکہ وہ مکروفریب کیا کریں اس میں اور نہیں فریب دیتے مگر اپنے آپ کو اور وہ (اس بات کو) نہیں سمجھتے''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے مذکورہ بالا آیت استہزاء کرنے والوں کے بارے نازل ہوئی ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''جَعَلۡنَا فِىۡ كُلِّ قَرۡيَةٍ اَكٰبِرَ مُجۡرِمِيۡهَا'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے ہر بستی میں وہاں کے شریر لوگوں کو تسلط دیا پس وہ اسی میں نافرمان ہو گئے اور جب انہوں نے ایسے اعمال کیے تو ہم نے عذاب کے ساتھ انہیں ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا اَكٰبِرَ سے مراد بستی کے بڑے اور سردار لوگ ہیں۔

وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔۘ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَـتَهٗ ؕ سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾

''اور جب آئے ان کے پاس کوئی نشانی کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ دیا جائے جیسے دیا گیا اللہ کے رسولوں کو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے (اس دل کو) جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 32

عنقریب پہنچے گی جنہوں نے جرم کیے ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب سخت بوجہ ان مکروں کے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیت میں تذکرہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ انہیں ایسی چیز کی طرف دعوت دیتے جو انہیں اپنی حقانیت کی طرف بلاتی تو وہ آپ ﷺ کو یہ کہتے اگر یہ حق ہے تو ہم میں ایسے لوگ ہیں جو محمد (ﷺ) سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں کہ وہ اسے لے کر آئیں اور کہتے "لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ" (الزخرف:31) (کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو دو شہروں میں بڑا ہے)

رہا قول "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" تو اس کے بارے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں نظر فرمائی اور محمد ﷺ کے دل کو تمام کے دلوں سے بہتر اور افضل پایا۔ لہٰذا آپ کو ہی اپنے لیے چن لیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پھر آپ کے دل کے بعد بندوں کے دلوں میں نظر فرمائی تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے دلوں کو عام بندوں کے دلوں سے بہتر اور افضل پایا۔ لہٰذا انہیں اپنے نبی مکرم ﷺ کے وزراء بنا دیا جو اس کے دین کے نام پر قتال و جہاد کرتے ہیں۔ سو وہ چیز جسے مسلمان اچھا دیکھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن اور اچھی ہوتی ہے اور جسے وہ برا دیکھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بری ہوتی ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ مسجد کے دروازے سے داخل ہو رہے تھے۔ جب اس کی نظر آپ پر پڑی تو پھر دیکھتا ہی رہا اور لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے اسے بتایا یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ سن کر اس نے یہ الفاظ پڑھے "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ"

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مذکورہ آیت میں اَجْرَمُوْا کا لفظ اَشْرَکُوْا (جنہوں نے شرک کیا) کے معنی میں ہے اور صَغَارٌ بمعنی ہوان (ذلت) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے "بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ" کے بارے کہا ہے کہ بوجہ ان مکروں کے جو وہ اللہ تعالیٰ کے دین، اس کے نبی اور اس کے مومن بندوں کے ساتھ کرتے تھے۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

"اور جس (خوش نصیب) کے لیے ارادہ فرماتا ہے اللہ کہ ہدایت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 379، دار صادر بیروت

کے لیےاور جس (بدنصیب) کے لیے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کردے تو بنا دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ، بہت تنگ، گویا وہ زبردستی چڑھ رہا ہے آسمان کی طرف اسی طرح ڈال دیتا ہے اللہ تعالیٰ ناپاکی ان پر جو ایمان نہیں لاتے''۔

امام ابن مبارک نے زہد میں، عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں ابوجعفر المدائنی سے نقل کیا ہے کہ بنی ہاشم میں سے ایک آدمی جو کہ محمد بن علی نہیں ہے اس نے کہا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا مومنین میں سے کون زیادہ دانا اور عقل مند ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ان میں سے موت کا ذکر زیادہ کرتا ہے اور مابعدالموت کے لیے اچھی تیاری کرتا ہے۔ فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذکورہ آیت کے بارے سوال کیا گیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا سینہ کیسے کشادہ کیا جاتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سینے میں نور ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کے سبب سینہ کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کیا اس کی کوئی نشانی اور علامت بھی ہے جس سے اسے پہچانا جاسکتا ہو؟ تو آپ نے فرمایا: اس کا میلان آخرت کی طرف ہوتا ہے، دارالغرور (دنیا) سے دور رہتا ہے اور موت سے قبل موت کے لیے خوب تیار کرتا ہے۔ (اَلْاِ نَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ، وَالتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِ سْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ لِقَاءِ الْمَوْتِ)(1)

امام عبد بن حمید نے فضیل سے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور کہا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ'' کے بارے کیا خیال ہے کہ یہ کشادگی کیسے ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں بہتری اور خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں ایک نور ڈال دیتا ہے۔ پس اس کے سبب اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس کی کوئی نشانی بھی ہے جس سے وہ پہچانا جاسکتا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں ہے۔ اس نے عرض کی: وہ نشانی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا سے دور رہنا، آخرت کی طرف مائل ہونا اور موت آنے سے قبل اس کے لیے اچھی طرح تیاری کرنا۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب ذکر الموت میں حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑا ہوا اور عرض کی کیا اس آیت کے لیے کوئی علامت ہے جس سے اسے پہچانا جاسکتا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں علامت ہے (وہ یہ ہے) کہ آخرت کی طرف میلان رکھنا، دنیا سے دوری اختیار کرنا اور موت آنے سے پہلے اس کے لیے خوب تیاری کرنا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں کئی طرق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ''فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ'' تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ وہ خاص نور اس خاص دل میں داخل فرمادیتا

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 64 (852) دارالکتب العلمیہ بیروت

ہے تو وہ کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کیا اس کے لیے کوئی ایسی نشانی ہے جس سے اسے پہچانا جا سکتا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''آخرت کی طرف میلان رکھنا، دنیا سے دوری اختیار کرنا اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا''(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مومنین میں سے دانا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جو موت کا ذکر اکثر کرتا ہے اور اس کے لیے خوب اچھی طرح تیاری کرتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مذکورۃ الصدر آیت تلاوت فرمائی۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا اس کا سینہ اسلام کے لیے کیسے کشادہ کیا جاتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک نور ہے جو اس کے سینہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ بلاشبہ جب وہ نور دل میں واقع ہوتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا اس کی کوئی علامت ہے جس سے اسے پہچانا جا سکتا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہے دار آخرت کی طرف میلان رکھنا، دنیا سے دور رہنا اور موت آنے سے پہلے اس کے لیے خوب تیاری کرنا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتنی بری ہے وہ قوم جس کے افراد اللہ کے لیے عدل قائم نہیں کریں گے اور کتنی بری ہے وہ قوم جس کے افراد ان لوگوں کو قتل کریں گے جو عدل و انصاف کا حکم دیں گے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت نقل کیا ہے اور یہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ'' تو صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ یہ کشادگی کیسے ہوتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک نور ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے اور اسی کے سبب دل کھل جاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی: کیا اس کے لیے کوئی علامت بھی ہے جس سے اسے پہچانا جا سکتا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں دار آخرت کی طرف مائل رہنا، دنیا سے دور رہنا اور موت سے پہلے موت کی تیاری کرنا(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا دل توحید اور اس کے ساتھ ایمان لانے کے لیے وسیع کر دیا جاتا ہے۔ اور جسے گمراہ کرنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے اس کے دل میں شک پیدا کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ''كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ'' کے بارے فرماتے ہیں جس طرح ابن آدم آسمان تک پہنچنے کی استطاعت نہیں رکھتا اسی طرح وہ اس پر بھی قدرت نہیں رکھتا کہ وہ اپنے دل میں توحید و ایمان کو داخل کر لے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں انہیں داخل فرماتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو صلت ثقفی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت ''وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا'' پڑھی اور اس میں حرجا کی را کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 34   2۔ ایضاً

منصوب پڑھا اور آپ کے پاس موجود بعض صحابہ کرام نے حرجا کو جر کے ساتھ پڑھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے پاس کنانہ کے آدمی کو تلاش کر کے لاؤ، انہوں نے اسے چرواہا بنا رکھا ہے۔ لیکن وہ مدلجی ہے۔ چنانچہ وہ اسے آپ کے پاس لے آئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔ اے نوجوان! تمہارے قبیلے میں حرجہ کسے کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا ہمارے درمیان حرجہ ایسے درخت کو کہتے ہیں جو ایسے درختوں کے درمیان ہو جس تک کوئی چرنے والا جانور، کوئی وحشی اور کوئی دوسری شے نہ پہنچ سکتی ہو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی طرح منافق کا دل بھی ہے جس تک بھلائی اور خیر میں سے کوئی شے نہیں پہنچتی (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے ضَيِّقًا حَرَجًا میں را کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے "ضَيِّقًا حَرَجًا" کا معنی "ملتبسا" (شک کرنے والا) کیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے "ضَيِّقًا حَرَجًا" کی تفسیر اس طرح نقل کی ہے۔ کہ وہ یہ طاقت نہیں رکھتا۔ کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو اپنے سینے میں داخل کرے۔ وہ اپنے سینے میں اس کے لیے گنجائش ہی نہیں پاتا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول بیان کیا ہے کہ كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ کا مفہوم یہ ہے گویا وہ اپنے اوپر انتہائی زبردستی کرتے ہوئے آسمان کی طرف چڑھ رہا ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں ذکر کیا ہے کہ "وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس کے بارے اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے تو اس پر تنگی ڈال دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر اسلام کو تنگ بنا دیتا ہے حالانکہ اسلام وسیع ہے۔ اسی لیے آپ جس وقت یہ آیت پڑھتے "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" (الحج: 78) (اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی) تو فرماتے اسلام میں کوئی تنگی نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا" کے بارے عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ اس میں خیر اور بھلائی کے لیے کوئی راستہ نہیں رہتا اور "كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ" کے بارے کہتے ہیں کہ اس کی مثال اسی کی طرح ہے جو آسمان میں چڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتا (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے رجس سے مراد وہ ناپاکی ہے جس میں کوئی بھلائی اور خیر نہ ہو۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 35   2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 65 (853)

”اور یہ ہے راستہ آپ کے رب کا (بالکل) سیدھا۔ ہم نے کھول کر بیان کر دی ہیں دلیلیں ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرتے ہیں ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے ہاں اور وہی ان کا دوست ہے بسبب ان نیک اعمال کے جو وہ کیا کرتے تھے“۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ“ کا معنی بَيَّنَّا الْاٰيَاتِ ہے (ہم نے دلیلیں کھول کر بیان کر دیں اور فرمایا دَارُ السَّلٰمِ سے مراد جنت ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے السَّلٰمِ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے اللہ تعالیٰ ہی السَّلٰمِ ہے اور اس کا دار جنت ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢٨﴾

”اور جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو (اور فرمائے گا) اے جنوں کے گروہ! بہت گمراہ کیا تم نے انسانوں کو اور کہیں گے ان کے دوست انسانوں میں سے اے ہمارے رب! فائدہ اٹھایا ہم نے ایک دوسرے سے اور پہنچ گئے ہم اپنی اس معیاد پر جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانہ ہے ہمیشہ رہو گے اس میں مگر جسے اللہ تعالیٰ (نجات دینا) چاہے۔ بے شک آپ کا رب بڑا دانا سب کچھ جاننے والا ہے“

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ”قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ“ کے بارے کہتے ہیں تم نے انہیں بہت زیادہ گمراہی میں ڈال دیا ہے۔ یعنی تم نے ان میں سے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا ہے اور ”قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ“ کے بارے کہا بے شک یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اس کی مخلوق کے بارے میں حکم لگائے کہ وہ انہیں جنت میں نہیں داخل کرے گا اور نہ ہی یہ کہ وہ انہیں (داخل نہیں کرے گا) جہنم میں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے ”يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ“ کے بارے کہا تم نے اپنے رب کے نزدیک قیامت کے دن اہل نار کو بہت زیادہ کر دیا ہے اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 43-42

"وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ" کے بارے حسن نے کہا: کہ ان میں سے بعض نے بعض سے فائدہ نہیں اٹھایا، مگر یہ کہ جنوں نے حکم دیا اور انسانوں نے عمل کیا۔

سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ انہی الفاظ کے بارے محمد بن کعب نے کہا ہے کہ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم ساتھیوں نے دنیا میں ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی موت کی مقررہ مدت تک پہنچ گئے (1)۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے "رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ" کے بارے نقل کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کوئی آدمی کسی زمین میں اترتا تھا اور یہ کہتا تھا "اَعُوْذُ بِكَبِيْرِ هٰذَا الْوَادِيْ" (میں اس وادی کے بڑے کی پناہ مانگتا ہوں) پس یہی ان کا ایک دوسرے سے نفع ہے اور اسی پر قیامت کے دن وہ معذرت کریں گے اور "وَ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا" میں موت کی مدت مقررہ مراد ہے۔

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

"اور یونہی ہم مسلط کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض پر بوجہ ان (کرتوتوں) کے جو وہ کرتے رہتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یونہی ہم ظالم جنوں اور ظالم انسانوں کو ایک دوسرے پر مسلط کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی "وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ (الزخرف)" "اور جو شخص دانستہ اندھا بنتا ہے رحمان کے ذکر سے تو ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے ایک شیطان، پس وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے" اور فرمایا کہ ہم ظلم کرنے والے جنوں کو ظلم کرنے والے انسانوں پر مسلط کر دیتے ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا: اللہ تعالیٰ دنیا میں بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیتا ہے اور جہنم میں بھی بعض بعض کی اتباع کریں گے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان ان کے اعمال کے مطابق حاکم مقرر کرتا ہے۔ پس مومن مومن کا ولی (دوست) ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو اور کافر کافر کا ولی ہے، وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان محض آرزو اور زیب و آرائش سے ثابت نہیں ہوتا۔ مجھے اپنی عمر کی قسم اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اعمال کئے اور تجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کی پہچان نہ بھی ہوئی تو وہ تیرے لیے نقصان دہ نہیں اور اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے اعمال کیے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کا دوست بنا بھی رہا تو وہ تجھے کسی شے کا نفع نہیں دے گی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت منصور بن ابوالاسود رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اعمش سے "وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا" کے بارے پوچھا کیا تم نے ان کے بارے سنا ہے، وہ اس میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 91 (919)، دار الصمیعی الریاض
2۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 66 (855) دار الکتب العلمیہ بیروت

نے کہا: میں نے انہیں سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں جب لوگوں کے اعمال بگڑ جائیں تو شریر لوگوں کو ان پر حاکم بنادیا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے کہا: میں نے زبور میں پڑھا ہے: میں منافق سے منافق کے ساتھ انتقام لیتا ہوں اور پھر تمام منافقین سے انتقام لوں گا۔ اسی کے مطابق قرآن مجید میں یہ قول باری تعالیٰ ہے ''وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ''

امام حاکم رحمہ اللہ نے تاریخ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت یحییٰ بن ہاشم رحمہ اللہ کی سند سے کہ حضرت یونس بن اسحاق رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے ہمیں حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسے تم ہوتے ہو اسی طرح کے تم پر حکمران مقرر کیے جاتے ہیں، بیہقی نے کہا ہے: یہ حدیث منقطع ہے اور یحییٰ ضعیف راوی ہے (1)۔

امام علامہ بیہقی نے کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: بے شک ہر زمانے کے لیے ایک بادشاہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے وہاں کے لوگوں کے دلوں کی کیفیت کے مطابق بھیجتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کا ارادہ فرمائے تو ان پر مصلح اور نیک حکمران بھیج دیتا ہے اور جب ان کی ہلاکت اور بربادی کا ارادہ کرے تو ان پر آرام پسند حکمران بھیج دیتا ہے (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا کہ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے التجا کیجئے کہ وہ ہم سے اپنی رضامندی اور اپنی ناراضگی کی کوئی واضح علامت بیان فرمائے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! انہیں آگاہ کر دو کہ ان سے میری رضامندی کی علامت یہ ہے کہ میں ان پر ان کے شریف اور نیک لوگوں کو حکمران مقرر کروں اور ناراضگی کی علامت یہ ہے کہ میں ان کے شریر لوگوں کو ان پر حکمران مقرر کردوں (3)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالملک بن قریب الاصمعی رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ مالک رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہمیں حدیث بیان کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! تیری اپنی مخلوق سے راضی ہونے کی علامت کیا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا کہ میں ان کی کھیتیاں اگتے وقت ان پر بارش برساؤں اور ان کی کٹائی کے وقت ان سے بارش کو روک لوں اور میں ان کے معاملات ان میں سے شریف اور حلیم الطبع لوگوں کے سپرد کردوں اور ان کے غنائم اور غنا کو ان کے سخی لوگوں کے ہاتھوں میں دے دوں۔ پھر عرض کی: اے میرے پروردگار! تیری ناراضگی کی علامت کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ میں ان پر کھیتیاں کاٹنے کے اوقات میں بارش نازل کروں اور کھیتیاں اگنے کے وقت بارش کو روک لوں اور ان کے امور ان کے بیوقوف اور احمق لوگوں کے حوالے کردوں اور ان کے غنائم اور دیگر مالی امور ان میں سے بخیل لوگوں کے سپرد کردوں۔ (4) واللہ اعلم۔

1۔ شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، جلد 6، صفحہ 22 (3291) دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، (7389)
3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 22 (7388)
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 23 (7392)

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

''اے گروہ جنوں اور انسانوں کے! کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے سناتے تھے تمہیں ہماری آیتیں اور ڈراتے تھے تمہیں تمہاری اس دن کی ملاقات سے کہیں گے ہم گواہی دیتے ہیں اپنے خلاف اور دھوکہ میں مبتلا کیا تھا انہیں دنیوی زندگی نے اور گواہی دیں گے اپنے خلاف کہ وہ کفر کرتے رہے تھے۔ یہ اس لیے کہ نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم سے اس حال میں کہ ان کے باشندے بے خبر ہوں''۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنوں میں سے رسول نہیں ہیں۔ بلکہ رسل عظام صرف انسانوں میں سے ہیں اور ڈرانے والے جنوں میں سے بھی ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی ''فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾'' (الاحقاف) ''پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے''۔

امام ابن منذر نے ابن جریج سے ''رُسُلٌ مِّنْكُمْ'' کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد رسل کے رسل ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے جنوں کے بارے پوچھا گیا کہ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان میں کوئی نبی تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ''یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ'' یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں میں سے رسل تھے اور جنوں میں سے بھی رسل تھے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں (ہم نے یہ آیت سن رکھی ہے) (الف)

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ رَبُّكَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا

(الف) اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنات سے بھی رسول مبعوث ہوتے رہے ہیں حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ رسول صرف انسانوں سے مبعوث کیے گئے ہیں۔ لہٰذا یہاں رسول سے مراد مبلغ اور پیغام پہنچانے والے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جنات کے رسول وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی سن کر اپنی قوم کو پہنچائی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ (الاحقاف) اسی طرح حضرت مجاہد نے کہا ہے کہ انسانوں کی طرف سے رسول کو مبعوث کیا گیا ہے اور جنات کی طرف منذرین کو اور اس آیت میں جنات کے رسل سے مراد منذرین یعنی ڈرانے والے ہیں۔

يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

''اور ہر ایک کے لیے درجے ہیں ان کے عمل کے مطابق۔ اور نہیں ہے آپ کا رب بے خبر اس سے جو وہ کرتے ہیں اور آپ کا پروردگار غنی ہے رحمت والا ہے۔ اگر چاہے تو لے جائے (تباہ کر دے) تمہیں اور تمہاری جگہ لے آئے تمہارے بعد جسے چاہے جیسے پیدا کیا تمہیں دوسری قوم کی اولاد سے''۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ جنات جنت میں داخل ہوں گے وہ کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں۔

امام ابن منذر نے حضرت لیث سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جنات کے لیے کوئی ثواب نہیں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ مسلمان جنات نہ جنت میں داخل ہوں گے اور نہ ہی جہنم میں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو جنت سے نکالا ہے۔ لہٰذا اب نہ اسے واپس لوٹائے گا اور نہ ہی اس کی اولاد کو جنت بھیجا جائے گا۔ (الف)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا جنات کے لیے ثواب ہے اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے۔ فرمان ربی ہے ''وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا''

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے بھی اسی کی مثل بیان کیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مخلوق چار قسم کی ہے۔ ایک مخلوق ساری کی ساری جنت میں ہوگی، ایک مخلوق ساری کی ساری جہنم میں ہوگی اور دو قسم کی مخلوق جنت اور دوزخ دونوں میں ہوگی، پس وہ جو سارے کے سارے جنت میں ہوں گے وہ فرشتے ہیں اور جو سارے کے سارے جہنم میں ہوں گے وہ شیاطین ہیں۔ اور وہ جو جنت اور جہنم دونوں میں ہوں گے۔ وہ جنات اور انسان ہیں۔ ان کے لیے ثواب بھی ہیں اور ان پر عقاب اور سزا بھی ہے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، طبرانی، حاکم، لالکائی رحمہم اللہ نے السنۃ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنوں کی تین قسمیں ہیں۔ ان کی ایک قسم پروں والی ہے جو ہوا میں اڑتے ہیں، ایک قسم سانپوں اور کتوں کی صورت میں ہے

(الف) علامہ احمد شہاب الدین حجر ہیثمی کی متوفی 974ھ لکھتے ہیں ''علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جنات میں سے کافروں کو آخرت میں عذاب دیا جائے گا امام ابوحنیفہ، ابوالزناد، لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے کہ جنات میں سے مومنین کو آخرت میں کوئی ثواب نہیں ملے گا، سوا اس کے کہ ان کو دوزخ سے نجات ہو جائے گی۔ پھر حیوانوں کی طرح ان سے بھی کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ اور صحیح قول یہ ہے کہ جس کو ابن ابی لیلیٰ، اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ ان کو ان کی عبادت پر ثواب دیا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب سے یہ منقول ہے کہ جنات میں سے مومنین جنت میں داخل ہوں گے، یہ قول ابن حزم نے جمہور سے نقل کیا ہے۔ اور اس پر یہ آیت وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (132) داخل ہے کیونکہ اسے جن وانس کے ذکر کے بعد ذکر کیا گیا ہے (فتاوی حدیثیہ، صفحہ 61) (منقول تبیان القرآن، جلد 3، صفحہ 656)

اور ایک قسم وہ ہے جو کبھی (بعض مقامات پر) سکونت اختیار کرتے ہیں اور کبھی وہاں سے کوچ کر جاتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت حسن سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں اور انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ان دونوں صنفوں میں سے بعض مومن ہوتے ہیں اور یہ تمام کے تمام ثواب وعقاب میں شریک ہوتے ہیں۔ جنوں اور انسانوں میں سے جو مومن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اور ان میں سے جو کافر ہے وہ شیطان ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن انعم نے کہا جنوں کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم کے لیے ثواب ہے اور ان پر عقاب بھی ہے اور ایک قسم وہ ہے جو زمین وآسمان کے درمیان اڑتے رہتے ہیں اور ایک قسم سانپوں اور کتوں کی صورت میں ہے۔ اور انسانوں کی بھی تین صنفیں ہیں۔ ان میں سے ایک صنف کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، ایک صنف چوپاؤں کی مثل ہے۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ راہ بھٹکنے والی اور گمراہ ہے اور ایک صنف انسانی صورتوں میں ہے مگر ان کے دل شیطانی ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے جنوں کے بارے پوچھا گیا کیا وہ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، مرتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ان کی مختلف اجناس ہیں۔ پس جو خالص جن ہیں وہ تو ہوا ہیں، نہ وہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ مرتے ہیں اور نہ وہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض اجناس ہیں۔ جو کھاتے ہیں، پیتے ہیں، نکاح کرتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی گھرانہ نہیں مگر ان کے گھر کی چھت میں مسلمان جنوں کے گھر والے رہتے ہیں۔ جب صبح کا کھانا چنا جاتا ہے تو وہ چھت سے اتر کر ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے ہیں اور جب ان کے لیے شام کا کھانا چنا جائے تو وہ اترتے ہیں اور ان کے ساتھ رات کا کھانا تناول کر لیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ''كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ'' تو اس کے بارے ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ذُرِّيَّةِ کا معنی اصل اور ذُرِّيَّةِ کا معنی نسل ہے۔

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

''بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ضرور آنے والا ہے اور نہیں ہو تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے''۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب الامل میں، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اسامہ بن زید نے مہینے کی مہلت پر سو دینار کے بدلے ایک لونڈی خریدی۔ تو میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کیا تم اسامہ پر تعجب نہیں کرتے کہ اس نے مہینے کی مدت پر لونڈی خریدی ہے۔ بے شک اسامہ تو طویل آرزو رکھتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میری آنکھیں نہیں جھپکتیں مجھے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ میری پلکیں ابھی نہیں ملیں گی کہ میری روح قبض کر لی جائے گی اور میری آنکھیں بلند نہیں ہوتیں اور مجھے گمان ہونے لگتا ہے کہ ان کے نیچے ہونے سے قبل مجھے موت آجائے گی اور میں کوئی لقمہ نہیں لیتا اور مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد2، صفحہ 495 (3702) دار الکتب العلمیہ بیروت

میں اسے چباؤں گا یہاں تک کہ یہ موت کے سبب اٹک جائے گا۔اے بنی آدم اگر تم عقل رکھتے ہوتو اپنے آپ کوموت کے لیے تیار کرو۔قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ضرور آنے والا ہے اورتم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معجزین کی تفسیر سابقین (سبقت لے جانے والے) نقل کی ہے۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

”آپ فرمایئے اے میری قوم! تم عمل کیے جاؤ اپنی جگہ پر میں اپنا کام کرنے والا ہوں، تو تم جان لو گے کہ کس کے لیے ہوتا ہے اچھا انجام اس دنیا کے گھر کا۔ بے شک فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے“۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے۔کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عَلٰى مَكَانَتِكُمْ کا معنی علی نَاحِيَتِكُمْ (اپنی طرف پر) کیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے عَلٰى مَكَانَتِكُمْ کا معنی عَلٰى جَدِيْلَتِكُمْ وَ نَاحِيَتِكُمْ کیا ہے یعنی تم اپنے طریقہ اور طرف پر عمل کیے جاؤ۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

”اور انہوں نے بنا رکھا ہے اللہ کے لیے اس سے جو پیدا فرماتا ہے فصلوں اور مویشیوں سے مقررہ حصہ اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے۔تو وہ (حصہ) جو ہو ان کے شریکوں کے لیے تو وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو اور جو (حصہ) ہو اللہ تعالیٰ کے لیے تو وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کو۔کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں“۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں ”وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ“ الآیہ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے پھلوں اور اپنے پانی سے اللہ تعالیٰ کے لیے مقررہ حصہ اور شیطان اور بتوں کے لیے بھی مقررہ حصہ بنا رکھا ہے۔وہ پھل جو انہوں نے اللہ کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔اگر اس میں سے کوئی شیطان

1۔شعب الایمان، باب فی الزہد، جلد 7، صفحہ 355 (10564) دارالکتب العلمیہ بیروت

کے حصے میں گر جائے تو وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں اور جو انہوں نے شیطان کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ اگر اس میں سے کوئی اللہ کے حصہ میں گر جائے تو اسے شیطان کے حصے میں لوٹا دیتے ہیں اور وہ پانی جو انہوں نے اللہ کے لیے مقرر کر رکھا ہے اگر اس میں سے اللہ کے حصہ میں بہہ جائے تو وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جو انہوں نے شیطان کے لیے مقرر کر رکھا ہے اگر اس میں سے اللہ کے حصے میں بہہ جائے تو وہ اسے بہا دیتے ہیں۔ پس یہ ہے وہ حصہ جو انہوں نے اللہ کے لیے فصلوں اور پانیوں میں سے بنا رکھا ہے۔ اور جو انہوں نے شیطان کے لیے مویشیوں میں سے حصہ بنا رکھا ہے اس کا ذکر اس قول میں ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ (المائدہ: 103) الایہ (نہیں مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام) (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عوفی رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب وہ کھیتی کاشت کرتے تھے یا ان کے پھل ہوتے تو وہ اس میں سے ایک معین جز اللہ تعالیٰ کے لیے اور ایک مقررہ جز بت کے لیے خاص کر دیتے۔ پس جو کھیتی، پھل یا کوئی شے بتوں کے حصوں کی ہوتی وہ اس کی حفاظت کرتے اور اسے شمار کرتے اور اگر بے نیاز ذات کے لیے مقرر کردہ حصے میں کوئی چیز گر جاتی تو وہ اسے بتوں کے لیے مقرر کردہ حصے کی طرف لوٹا دیتے اور اگر بتوں کے لیے معین شدہ حصے میں پانی آگے تجاوز کر جاتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقررہ کردہ حصے میں سے کسی شے کو سیراب کر دیتا تو وہ اسے بتوں کے لیے ہی خاص کر دیتے اور اگر اس حصے کی فصل اور پھل میں سے کوئی شے گر جاتی، جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا ہوتا اور وہ بتوں کے لیے بنائے گئے حصے کے ساتھ مل جاتی تو وہ کہتے یہ فقیر ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیے گئے حصے کی طرف واپس نہ لوٹاتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کردہ حصے سے پانی آگے تجاوز کر جاتا اور بتوں کے لیے مقرر کیے گئے حصے کو سیراب کر دیتا تو وہ اسے بتوں کے لیے ہی چھوڑ دیتے اور اپنے مویشیوں میں سے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام سمجھتے تھے اور انہیں بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ انہیں اللہ کے لیے حرام کر رہے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے وہ اپنی فصل میں سے ایک معین حصہ اللہ کے لیے اور ایک معین حصہ اپنے شرکاء اور بتوں کے لیے مقرر کر دیتے تھے۔ پس جب ہوا اللہ کے لیے مقرر کردہ حصے سے کوئی چیز بتوں کے حصے کی طرف لے جاتی تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور کہتے بے شک اللہ تعالیٰ اس سے غنی ہے اور جو شے بتوں کے حصوں سے اللہ کے لیے مقرر کردہ حصے کی طرف ہوا اڑا کر لے جاتی تو اس سے لے لیتے اور وہ مویشی جو انہوں نے اللہ کے لیے مقرر کر رکھے تھے وہ بحیرہ اور سائبہ تھے۔

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الضحایا، جلد 10، صفحہ 10، دار الفکر بیروت

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

"اور یونہی خوشنما بنا دیا ہے بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو ان کے شریکوں نے تاکہ ہلاک کر دیں انہیں اور مشتبہ کر دیں ان پر ان کا دین اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو ایسا نہ کرتے تو چھوڑ دیجئے انہیں اور جو وہ بہتان باندھتے ہیں"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے مشرکین کے لیے اپنی اولادوں کا قتل خوشنما بنا دیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مشرکین کے شیاطین انہیں حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے زندہ در گور کر دیں۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

"اور بولے یہ مویشی اور کھیتی رکی ہوئی ہے، کوئی نہیں کھا سکتا انہیں سوائے اس کے جسے ہم چاہیں۔ (یہ بات) اپنے گمان سے (کہتے ہیں) اور بعض مویشی ہیں، حرام ہیں جن کی پشتیں (سواری کے لیے) اور بعض مویشی ہیں کہ نہیں ذکر کرتے نام خدا ان (کی ذبح) پر (یہ سب محض) افتراء ہے اللہ پر۔ عنقریب سزا دے گا انہیں جو وہ بہتان باندھا کرتے تھے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حِجْرٌ سے مراد وصیلہ اور اس جیسے دیگر وہ جانور ہیں جو انہوں نے حرام کر رکھے تھے اور اس سے مراد ان چیزوں کو حرام قرار دینا ہے جو انہوں نے حرام کی ہوئی تھیں۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ" کے بارے حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اس سے مراد جانور اور دیگر وہ چیزیں ہیں جو انہوں نے اللہ اور اپنے شریکوں کے لیے بنا رکھی تھیں۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا حِجْرٌ سے مراد حرام ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ان کھیتوں کو اپنے معبودوں کے لیے روک رکھا تھا اور "لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ" وہ کہتے ہیں کہ وہ اسے عورتوں سے روک لیں گے اور مردوں کے

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 66 (857) دار الکتب العلمیہ بیروت

لیے اسے خاص کر دیں گے اور مزید کہتے اگر ہم چاہیں تو ہم اس میں بیٹیوں کے لیے حصہ مقرر کر دیں اور اگر ہم چاہیں تو ہم ایسا نہ کریں۔ یہی وہ امر ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: حرام ہے کہ ہم کھائیں مگر اس کے لیے جسے ہم چاہیں۔ اور ''وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا'' کے بارے سدی نے کہا ہے کہ وہ مویشی بحیرہ، سائبہ اور حامی وغیرہ ہیں۔ اور ''وَ اَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا'' کے بارے فرمایا کہ وہ ان پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے نہ اس وقت جب وہ پیدا ہوتے اور نہ اس وقت جب وہ انہیں ذبح کرتے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابووائل رحمہ اللہ سے ''وَ اَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا'' کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ان پر حج نہیں کرتے تھے اور وہ بحیرہ وغیرہ تھے۔

ابوالشیخ نے حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اسے ''هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ'' پڑھا۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ اسے ''وحرث حرج'' پڑھتے تھے (1) سعید بن منصور اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابن زبیر نے اسے ''انعام و حرث حرج'' پڑھا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم نے دونوں آیتوں میں یَجْزِیْهِمْ کی زاء کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابوعبید اور ابن انباری نے مصاحف میں حضرت ہارون سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ کی قرأت میں ''هذه انعام و حرث حرج'' ہے۔ اور ابن الانباری نے حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ وہ حجر کی حاء کو ضمہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

وَ قَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤی اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۳۹﴾

''اور بولے جو ان مویشیوں کے شکموں میں ہے وہ نرا ہمارے مردوں کے لیے ہے اور حرام ہے ہماری بیویوں پر اور اگر وہ مرا ہوا (پیدا) ہو تو پھر وہ سب (مرد و زن) اس میں حصہ دار ہیں۔ اللہ جلدی بدلہ دے گا انہیں ان کے اس بیان کا۔ بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے''۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ'' سے مراد دودھ ہے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 56
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 93 (921) دار الصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 58

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے "هٰذِهِ الْاَنْعَامِ" سے مراد سائبہ اور بحیرہ ہیں۔ اور "اَزْوَاجِنَا" سے مراد عورتیں ہیں۔ اور "سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ" کی تفسیر میں فرمایا اس بارے میں ان کے جھوٹے قول کا بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ جلدی دے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان بحائر کا دودھ صرف مردوں کے لیے ہے نہ کہ عورتوں کے لیے۔ اور اگر وہ مردہ ہو، تو پھر اس میں ان کے مرد و زن سب شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس جھوٹ کا بدلہ انہیں جلدی دے گا۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بکری جب کسی نر بچے کو جنم دیتی تو وہ اسے ذبح کر دیتے اور وہ صرف مردوں کے لیے ہوتا نہ کہ عورتوں کے لیے۔ اور اگر وہ مادہ ہوتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور اسے ذبح نہ کیا جاتا۔ اور اگر وہ بچہ مردہ ہوتا تو وہ سب مرد و زن اس میں شریک ہوتے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دودھ کو وہ عورتوں پر حرام قرار دیتے تھے اور صرف اپنے مردوں کو پلایا کرتے تھے۔ اور جب کوئی بکری نر بچے کو جنم دیتی تو وہ اسے ذبح کر دیتے اور وہ صرف مردوں کے لیے ہوتا۔ عورتیں اس میں شریک نہ ہو سکتیں۔ اور اگر وہ مادہ بچے کو جنم دیتی تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور ذبح نہ کیا جاتا۔ اور اگر مردہ ہوتا تو وہ سب اس میں شریک ہوتے۔

امام عبد بن حمید نے عاصم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے "وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً" کو تاء کے ساتھ منصوب منون پڑھا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول روایت کیا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک مال کا قصد کرتا ہے اور اسے اپنی اولادوں میں سے صرف مذکر یعنی مردوں کے لیے مقرر کر دیتا ہے تو یہ اس طرح ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا"

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

"یقیناً نقصان اٹھایا جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو حماقت سے بغیر جانے اور حرام کر دیا جو رزق دیا تھا انہیں اللہ نے بہتان باندھ کر اللہ تعالیٰ پر۔ بے شک وہ گمراہ ہو گئے اور نہ تھے وہ ہدایت پانے والے"۔

امام بخاری، عبد بن حمید، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب عرب کے جہلاء کو تعلیم دینا آپ کے لیے باعث مسرت ہو تو آپ انہیں سورۃ انعام کی ایک سو تیس سے اوپر والی آیات پڑھائیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے "قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ"۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آیت قبیلہ مضر اور ربیعہ کے ان افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ آدمی اپنی بیوی پر شرط عائد کر دیتا کہ تو بچی کو زندہ دفن کرے گی اور دوسری کی خواہش کرے گی۔ پس جب وہ بچی پیدا ہوتی جسے زندہ درگور کیا جانا ہوتا تو وہ صبح یا شام کے وقت اپنی اہلیہ کے پاس آتا اور کہتا ''اَنْتِ عَلَیَّ كَاُمِّیْ اِنْ رَجَعْتُ اِلَیْكِ وَلَمْ تَئِدْهَا'' تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے اگر میں تیری طرف لوٹ کر آؤں اور تو نے اسے درگور نہ کیا ہو۔ چنانچہ وہ اسے اپنی (رشتہ دار) عورتوں کے پاس بھیج دیتی اور وہ اس کے لیے گڑھا کھودتیں اور وہ عورتیں اس بچی کو اپنے درمیان پھراتی رہتی تھیں (یعنی کبھی ایک کے پاس اور کبھی دوسری کے پاس وہ بچی رہا کرتی) پس اس طرح جب وہ اسے آنے جانے کے قابل دیکھتیں تو اسے گڑھے میں دھنسا دیتیں اور اس پر مٹی ڈال کر اسے ہموار کر دیتیں۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ رواج تھا کہ ان میں سے کئی ایک ندامت اور فاقہ کشی کے خوف سے اپنی بچی کو قتل کر دیتے حالانکہ اپنے کتے کو کھانا کھلاتے رہتے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ''وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ'' کے بارے قتادہ نے کہا کہ انہوں نے اپنے مالوں میں شیطان کے فیصلے کو نافذ العمل کرتے ہوئے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام کر رکھا تھا اور اپنے مویشوں اور فصلوں میں سے حصے مقرر کر رکھے تھے۔ اور یہی شیطان کی جانب سے اللہ تعالیٰ پر افتراء تھا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابورزین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ''قَدْ ضَلُّوْا قَبْلَ ذٰلِكَ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ'' پڑھا ہے۔

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ٘ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۙ﴿۱۴۱﴾

''اور وہ وہی ہے جس نے پیدا کیے ہیں باغات کچھ چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور کچھ بغیر اس کے اور کھجور اور کھیتی الگ الگ ہیں کھانے کی چیزیں ان کی اور زیتون اور انار (جو شکل میں) ایک جیسے اور (ذائقہ میں) مختلف۔ کھاؤ اس کے پھل سے جب وہ پھل دار ہو اور ادا کرو اس کا حق جس دن وہ کٹے اور فضول خرچی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا فضول خرچی کرنے والوں کو''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا مَّعْرُوْشٰتٍ سے مراد وہ باغات ہیں جو لوگوں نے خود لگا رکھے ہوں اور غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ سے مراد وہ پھل

ہیں جو باہر، پہاڑوں اور جنگلوں میں ہوں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ کا معنی وہ باغات ہیں جو لکڑیوں اور کانوں پر چڑھائے گئے ہوں اور غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ سے مراد وہ ہیں جو باہر اور بالکل ظاہر ہوں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مَّعْرُوْشٰتٍ سے مراد صرف بیلیں ہیں۔ انہوں نے ہی ایک دوسری سند سے آپ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مَّعْرُوْشٰتٍ سے مراد انگور اور دیگر وہ بیلیں ہیں جنہیں خود چڑھایا جاتا ہے اور غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ سے مراد وہ ہیں جو خود نہیں اگائی جاتیں۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مُتَشَابِهًا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دکھائی دینے میں ایک دوسرے کی مثل ہیں اور وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ کا معنی ہے کہ وہ ذائقہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

امام ابن منذر، نحاس، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" کے بارے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد وہ دانے ہیں جو بالی سے گر جائیں۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں اسی کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس حکم کو عشر اور نصف عشر کے حکم نے منسوخ کر دیا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ انہی الفاظ کے بارے عطیہ العوفی نے کہا ہے کہ جب وہ کھیتی کاٹیں پھر جب اسے گاہ کر صاف کیا جائے تو وہ اس سے کچھ مقدار دیں۔ پھر اس حکم کو عشر اور نصف عشر کے حکم نے منسوخ کر دیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوداؤد رحمہم اللہ نے ناسخ میں اور ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ میں نے اس مذکورہ آیت کے بارے سدی سے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ آیت مکی ہے، اسے عشر اور نصف عشر کے حکم نے منسوخ کر دیا ہے۔ میں نے انہیں کہا: یہ کس نے کہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا علماء نے (3)۔

امام نحاس اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے "وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" کے بارے کہا ہے کہ یہ حکم زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا کہ ایک آدمی اپنی پیداوار سے دانے دیتا، چوپائے چارہ کھاتے، وہ یتیموں اور مساکین کو دیتا اور تر اور خشک گھاس کے گٹھے بھی دیتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں موجود تمام صدقات کو زکوٰۃ کے حکم نے منسوخ کر دیا ہے۔

امام ابو عبید، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ زکوٰۃ کے حکم نے قرآن کریم میں موجود ہر قسم کے صدقہ کو منسوخ کر دیا ہے (4)۔

ابن ابی شیبہ، ابن منذر، نحاس، ابوالشیخ، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں اسی کے بارے حضرت ابن عمر رضی اللہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکوٰۃ، جلد 2، صفحہ 408 (10486) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً (10485)
3۔ ایضاً (10480)
4۔ ایضاً (10484)

عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ صدقہ کے علاوہ کچھ چیز ایسے لوگوں کو دیتے تھے جو ان کے پاس آتے مگر سوال نہ کرتے (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی کے بارے مجاہد نے کہا: جب تو کھیتی کو کاٹے اور مساکین تیرے پاس حاضر ہوں تو ان کے لیے کچھ بالیاں چھوڑ دے۔ جب تو فصل کو برداشت کر لے اور اکٹھی کر لے پھر تیرے پاس مساکین آ جائیں تو اس میں سے انہیں کچھ دو۔ اور جب تو فصل کو گاہ کر دانے نکال لے اور تیرے پاس مساکین حاضر ہوں تو اس میں سے انہیں کچھ دے دے۔ اور جب دانے نکال کر انہیں اکھٹا کر لے اور ان کا کیل کر چکے (یعنی ان کی کل مقدار تجھے معلوم ہو) تو پھر ان سے زکوٰۃ علیحدہ کر دو۔ اور جب کھجوریں پک جائیں اور مساکین تیرے پاس حاضر ہوں تو انہیں بکھری ہوئی اور کچی کھجوروں میں سے کچھ دے دو۔ اور جب تو انہیں توڑ لے اور مساکین تیرے پاس حاضر ہوں تو انہیں کچھ دے دو، اور جب تو انہیں جمع کرے اور ان کی کل مقدار تجھے معلوم ہو جائے تو پھر ان کی زکوٰۃ علیحدہ کر دو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت میمون بن مہران اور حضرت یزید بن اصم رحمہما اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل مدینہ جب کھجوریں توڑتے تو وہ کھجور کی ڈالیاں لے آتے اور انہیں مسجد میں رکھ دیتے۔ پھر کوئی سائل آتا اور وہ اسے اپنے عصا کے ساتھ مارتا اور اس سے پھل گرتا۔ یہی اس ارشاد کا مفہوم ہے " وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ "۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے اس کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ تازہ پھل میں سے کچھ کھلاتے تھے۔

امام ابوعبید، ابو داؤد رحمہما اللہ نے ناسخ میں اور ابن منذر رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس حق سے مراد دانوں اور پھلوں میں سے صدقہ ہے۔

امام ابوعبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنی تمیم کے ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مال کثیر، اہل وعیال اور اپنے پاس مساکین کو حاضر پانے والا آدمی ہوں۔ آپ مجھے بتایئے کہ میں مال کیسے خرچ کروں اور معاملات کیسے کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیا کر۔ کیونکہ زکوٰۃ پاکیزگی اور طہارت ہے تجھے پاک کر دے گی، تیرے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی پیدا کر دے گی اور تو سائل، پڑوسی اور مسکین کے حق کو بھی پہچان لے گا۔

سعید بن منصور اور ابن منذر نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ بلاشبہ مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے ابوالعالیہ نے کہا کہ زکوٰۃ کے سوا کچھ شے دیتے تھے۔ پھر جب وہ باہم خرچ کرتے تو اسراف کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا " وَلَا تُسْرِفُوْا "

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکوٰۃ، جلد 2، صفحہ 407 (10476) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 407 (10477)

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 100 (926) دار الصمیعی الریاض

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ‘‘ ’’اور تم فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا‘‘(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت کریمہ ثابت بن قیس بن شماس کے بارے نازل ہوئی، انہیں ایک باغ ملا تو انہوں نے کہا: آج میرے پاس جو شخص بھی آئے گا میں اسے کھلاؤں گا پس وہ کھلاتے رہے حتی کہ شام تک کوئی پھل نہ بچا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر مولیٰ غفرہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کوئی شے اسراف نہیں ہے جسے تو نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر تو ابوقبیس پہاڑ کی مثل سونا بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں خرچ کرے تو وہ اسراف نہیں اور اگر اللہ کی نافرمانی میں ایک صاع بھی خرچ کرے تو وہ اسراف ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے وَ لَا تُسْرِفُوْا کے بارے فرمایا کہ تم صدقہ کو نہ روکو ورنہ تم گناہ گار ہو گے(3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے ’’اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ‘‘ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا جو دوسروں کا مال کھاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ زید بن اسلم نے ’’وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ‘‘ کے بارے فرمایا کہ حق سے مراد اس کا عشر (دسواں حصہ) ہے۔ اور والیوں کے لیے فرمایا ’’لَا تُسْرِفُوْا‘‘ یعنی تم وہ مال نہ لو جو تمہارا حق نہیں ہے۔ کیونکہ ’’وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ‘‘ پس اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ کھیتی کا حق ادا کریں اور والیوں کو حکم دیا کہ وہ حق کے سوا کچھ نہ لیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَا تُسْرِفُوْا کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ تم اپنے مال نہ دو اس کے ساتھ کہ تم فقراء بن کر بیٹھ جاؤ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ’’كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ‘‘ کے بارے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم تازہ پھل، انگور اور جو کچھ ہے وہ کھاؤ۔ اور جب کاٹنے کا دن ہو تو پھر کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔ ’’وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ‘‘ کے بارے فرمایا کہ سرف سے مراد حق ادا نہ کرنا ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ابو بشر سے یہ قول روایت کیا ہے کہ لوگ ایاس بن معاویہ کے پاس آئے اور کہا سرف کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہر وہ شے جس کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کرے وہ سرف (فضول خرچی) ہے۔ اور سفیان بن حسین نے کہا کہ جو بھی تو اللہ تعالیٰ کے حکم میں سے کم کر دے پس وہ بھی سرف ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ’’وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ‘‘ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حق سے مراد وہ صدقہ ہے جو پیداوار سے دیا جاتا ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا وہ فصل جو بارش

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 74 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

سے سیراب ہو یا جاری چشمے سے یا جسے نیل (یعنی کوئی دریا یا نہر) سیراب کرے یا پھر زمین بارانی ہو تو اس پیداوار میں کامل عشر ہوگا اور وہ فصل جو ڈولوں کے ساتھ سیراب ہو تو اس میں نصف عشر ہوگا۔ یہ اس پیداوار کا حکم ہے جس میں کیل کیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے جب پیداوار پندرہ وسق تک پہنچ جائے اور یہ تین سو صاع کے برابر ہوتے ہیں تو اس میں زکوٰۃ فرض ہے۔ فرمایا وہ یہ پسند کرتے تھے کہ وہ پیداوار جس کا کیل نہیں کیا جاتا اس سے بھی اسی طرح دیں جس کا کیل کیا جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم، نحاس، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا حق سے مراد وہ زکوٰۃ ہے جو فرض کی گئی ہے (1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حق ادا کرنے کا مفہوم ہے کہ جس دن پیداوار کا ماپ کیا جاتا ہے اور پیداوار کی مقدار معلوم کی جاتی ہے اس دن فرض زکوٰۃ ادا کرو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد نے ناسخ میں اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت طاؤس نے کہا: حق سے مراد زکوٰۃ ہے (2)۔

وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾

"اور (پیدا فرمائے) بعض مویشی بوجھ اٹھانے والے اور بعض زمین پر لٹا کر ذبح کرنے کے لیے، کھاؤ اس میں سے جو رزق دیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا حَمُوْلَةً سے مراد وہ جانور ہیں جن پر بوجھ لادا جاتا ہے مثلاً اونٹ وغیرہ۔ اور فرش سے مراد اونٹوں کے وہ چھوٹے بچے ہیں جن پر بوجھ نہیں لادا جا سکتا۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حَمُوْلَةً سے مراد بڑے اونٹ ہے اور فرش سے مراد چھوٹے اونٹ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا" کے بارے فرمایا کہ یہ صرف اونٹوں کے بارے میں ہے۔ حمولہ سے مراد وہ اونٹ ہیں جن پر بوجھ لادا جاتا ہے اور فرش سے مراد وہ ہیں جو کھائے جاتے ہیں۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الزکوٰۃ، جلد 4، صفحہ 132، دار الفکر بیروت
2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الزکوٰۃ، جلد 4، صفحہ 132 بیروت
3۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 347 (3235)، دار الکتب العلمیہ بیروت

کہ مجھے "حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا" کے بارے بتایئے؟ تو آپ نے فرمایا: فَرْشًا سے مراد ہے جو مویشیوں میں سے چھوٹے ہوں۔ نافع نے عرض کی کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں۔ کیا تو نے امیہ بن صلت کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

لَيْتَنِيْ كُنْتُ قَبْلَ مَا قَدْ رَآنِيْ فِيْ قِلَالِ الْجِبَالِ أَرْعَى الْحَمُوْلَا

"اس سے پہلے کہ وہ مجھے دیکھتا کاش میں پہاڑوں کی چوٹیوں میں اونٹ چرار ہا ہوتا"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حَمُوْلَةً سے مراد اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے اور ہر وہ شے ہے جس پر بوجھ لادا جاتا ہے اور فَرْشًا سے مراد بھیڑ بکریاں ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ حَمُوْلَةً سے مراد اونٹ اور گائے ہیں اور فَرْشًا سے مراد بھیڑیں اور بکریاں ہیں۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

"(پیدا فرمائے) آٹھ جوڑے۔ بھیڑ سے دو (نر و مادہ) اور بکری سے دو (نر و مادہ)۔ آپ پوچھیے کیا دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادائیں یا جسے لیے ہوئے ہیں (اپنے اندر) دو ماداؤں کے رحم۔ بتاؤ مجھے علم کے ساتھ اگر ہو تم سچے اور اونٹ سے دو (نر و مادہ) اور گائے سے دو (نر و مادہ)۔ آپ پوچھیے کیا دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا جسے لیے ہوئے ہیں (اپنے اندر) دو ماداؤں کے رحم، کیا تم تھے موجود جب وصیت کی تمہیں اللہ نے اس بات کی تو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو بہتان باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا تا کہ گمراہ کرے لوگوں کو اپنی جہالت سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو ظالم ہے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ آٹھ جوڑے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کے ہیں (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 77
2۔ سنن کبری از بیہقی، کتاب الضحایا، جلد 9، صفحہ 272، دار الفکر بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کے بارے فرماتے ہیں کہ تمہارے لیے آٹھ جوڑے نازل کیے گئے۔ ان سے مراد وہ ہیں جنہیں مذکر اور مؤنث شمار کیا جاتا ہے۔

امام عبد بن حمید نے ذکر کیا کہ حضرت قتادہ نے "ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ" کے بارے کہا ہے کہ مذکر اور مؤنث دو جوڑے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ "ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ" ان جانوروں کی شان میں نازل ہوئی جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے۔ یعنی بحیرہ اور سائبہ وغیرہ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت لیث بن ابی سلیم کا قول ذکر کیا ہے کہ بھینس اور بختی اونٹ بھی آٹھ جوڑوں میں شامل ہیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ" یہ چار جوڑے ہیں۔ "قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں کی۔ "اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ" یعنی کیا رحم صرف نر یا مادہ کو لیے ہوتی ہے تو پھر تم بعض کو حرام اور بعض کو حلال کیوں قرار دیتے ہو؟ "نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" رب کریم فرماتا ہے یہ سب کے سب حلال ہیں یعنی جانوروں میں سے وہ بھی جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ اہل جاہلیت نے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ" کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے یعنی وہ جسے رحم اٹھائے ہوئے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ اس لیے ذکر کی گئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے کچھ جانوروں کو حرام قرار دیا تھا اور یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ"

قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

"آپ فرمایئے میں نہیں پاتا اس (کتاب) میں جو وحی کی گئی ہے میری طرف کوئی چیز حرام کھانے والے پر جو کھاتا ہے اسے مگر یہ کہ مردار ہو یا (رگوں کا) بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کیونکہ وہ سخت گندا ہے یا جو نافرمانی کا باعث ہو (یعنی) وہ جانور جس پر ذبح کے وقت بلند کیا جائے غیر خدا کا نام۔ پھر جو شخص لاچار ہو جائے نہ نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ تجاوز کرنے والا (حد ضرورت سے) تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے

والا ہے''۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کچھ اشیاء کو حرام قرار دیتے تھے اور کچھ چیزوں کو حلال سمجھتے تھے۔ تو اس ضمن میں مذکورہ آیت ''قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا الآیہ'' نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا: زمانہ جاہلیت کے لوگ کچھ اشیاء کھاتے تھے اور کچھ اشیاء ناپاک اور غلیظ سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اس نے حلال چیزوں کو حلال قرار دیا اور حرام کردہ چیزوں کو حرام قرار دیا۔ پس وہی چیزیں جنہیں اس نے حلال قرار دیا ہے وہ حلال ہیں اور جنہیں اس نے حرام قرار دیا ہے وہ حرام ہیں اور جن کے ذکر سے خاموش رہا وہ اس کی جانب سے معاف ہیں (یعنی انہیں استعمال کی رخصت ہے) پھر آپ نے مذکورہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی (1)۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا ان کے سوا جو چیزیں ہیں وہ حلال ہیں (2)۔

امام بخاری، ابوداؤد، ابن منذر، نحاس اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن زید سے کہا: کیا وہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ فتح خیبر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا؟ تو انہوں نے جواب دیا حکم بن عمرو غفاری بھی بصرہ میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی بیان کرتے تھے، لیکن بحر علم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بحر کا انکار کیا ہے اور پھر مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ چوپاؤں میں سے کوئی بھی حرام نہیں ہے مگر وہی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے ''قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا الآیہ''

امام سعید بن منصور، ابوداؤد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے قنفذ (سیہ) کھانے کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو آپ کے پاس موجود ایک شیخ نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ناپاک چیزوں میں سے یہ ایک نجس اور ناپاک چیز ہے۔ تو یہ سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو پھر حکم وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے (4)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

1۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 186، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور 2۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 69 (866)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، جلد 4، صفحہ 17 (5418)، دار الفکر بیروت (روایات کے اختلاف کے ساتھ)

4۔ سنن ابوداؤد، جلد 2، صفحہ 176، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

رضی اللہ عنہا سے ذی ناب درندوں (دانتوں سے چیر پھاڑ کرنے والے درندوں) اور ذی مخلب پرندوں (ایسے پرندے جو اپنے پنجوں کے ساتھ شکار کرتے ہیں) کے بارے پوچھا جاتا تو آپ مذکورہ آیت تلاوت فرما دیتیں۔

امام احمد، بخاری، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی بکری مرگئی تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم فلانہ (یعنی بکری) فوت ہوگئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا مشکیزہ کیوں نہیں بنالیا؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم بکری کا مشکیزہ بنا سکتے ہیں، حالانکہ وہ مرچکی ہے؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی "قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً الآیہ" کہ بے شک تم اسے کھا نہیں سکتے۔ البتہ تم اس کی دباغت کرنے کے بعد اس سے نفع حاصل کر سکتے ہو۔ چنانچہ آپ نے اس کی طرف کسی کو بھیج کر اس کی کھال اتروالی۔ پھر اسے رنگا اور اس سے مشکیزہ بنایا اور وہ پھٹنے تک آپ کے زیر استعمال ہی رہا(1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مذکورہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا: کہ مردار کی جس شے کو کھانا حرام قرار دیا گیا ہے وہ اس کا گوشت ہے۔ لیکن چمڑا، تسمہ یا کھال سے بنا ہوا برتن، دانت، ہڈی، بال اور اون یہ سب حلال ہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ جب جانور ذبح کرتے تو وہ اس کی رگیں کاٹ دیتے اور خون اٹھا لیتے۔ پھر اسے کھا لیتے اور کہتے یہ دم مسفوح ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا دم مسفوح حرام کیا گیا ہے۔ لیکن وہ گوشت جس کے ساتھ خون ملا ہوتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں (2)۔

امام سعید بن منصور، عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ آیت "اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا" نہ ہوتی تو مسلمان رگوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے جو کچھ ان سے یہودی کر رہے ہیں(3)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا مسفوح وہ خون ہوتا ہے جو بہایا جاسکتا ہے اور جو خون رگوں میں رہ جاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور آکر کہا: کیا تلی کھائی جاسکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ تو اس نے کہا کیا دم کا لفظ اسے بھی شامل نہیں؟ تو آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے صرف دم مسفوح حرام قرار دیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابومجلز رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس خون کے بارے

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 327، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 70 (870) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 69 (867)

پوچھا گیا جو بکری کے مذبح (گردن) میں ہوتا ہے یا وہ خون جو ہنڈیا کے اوپر ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ صرف دم مسفوح سے منع کیا گیا ہے۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم دونوں نے فرمایا ہر شے والے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں مگر انہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں فرمایا ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے ہاتھی اور شیر کے گوشت کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن حنفیہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے جریث (مچھلی کی ایک خاص قسم) کے کھانے کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ان سے کتے، بھیڑیے، بلے اور ان جیسے دیگر جانوروں کے ثمن کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ نے جواباً فرمایا "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدہ: 101)" اے ایمان والو! مت پوچھا کرو ایسی باتیں کہ اگر ظاہر کی جائیں تمہارے لیے تو بری لگیں تمہیں"۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام بعض چیزوں کو ناپسند کرتے تھے اور انہیں حرام نہیں قرار دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی اور اس میں حلال چیزوں کو حلال قرار دیا اور حرام کو حرام قرار دیا اور اس نے اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرمائی "قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا...... الآیہ"

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ آنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: کیا آپ گدھے کھاتے ہیں؟ پھر ایک دوسرا آیا اور اس نے کہا: کیا آپ نے گدھوں کو حرام کر دیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منادی (آواز لگانے والا) کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دے بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں تمہیں گھریلو گدھے کے گوشت سے منع کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ پلید ہے۔ تو اس وقت ہانڈیاں الٹا دی گئیں حالانکہ وہ گوشت سے ابل رہی تھیں(3)۔

امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے حدیث

1۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 829، وزارت تعلیم اسلام آباد
2۔ مختصر صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 116 (1329) دار احیاء التراث اسلامی بیروت
3۔ ایضاً (1330)

روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر ذی ناب درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے(1)۔

امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن ہر ذی ناب درندے اور ہر ذی مخلب پرندے سے منع فرمایا(2)۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک تھا۔ آپ ﷺ کے پاس کچھ یہودی آئے اور انہوں نے شکایت کی کہ لوگ ہمارے باڑوں میں جھانکتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار! معاہدہ (صلح) کرنے والوں کے مال اپنے حق کے سوا حلال نہیں ہیں۔ تم پر گھریلو گدھے، گھوڑے، خچر، ہر ذی ناب درندہ اور ہر ذی مخلب پرندہ حرام ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھے، خچروں کا گوشت، ہر ذی ناب درندہ، ہر ذی مخلب پرندہ، مجثمہ کو حرام قرار دیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خیبر کے دن ہر ذی ناب درندہ حرام کر دیا اور جانور کو باندھ کر مارنے سے، جھپٹ کر مال لینے اور لوٹ مار کرنے کو بھی حرام قرار دیا(5)۔ ترمذی نے اس روایت کو بھی حسن قرار دیا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر ذی ناب درندے، ہر ذی مخلب پرندے اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا(6)۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں مکحول سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت، حاملہ عورت کی قربت، تقسیم سے پہلے مال غنیمت کی بیع اور ہر ذی ناب درندے کے کھانے سے منع فرمادیا(7)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قاسم اور حضرت مکحول رحمہما اللہ کی سند سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن گھریلو گدھا اور ہر ذی ناب درندہ کھانے سے منع فرمایا اور اس سے کہ حاملہ عورتوں سے وضع حمل سے پہلے وطی کی جائے اور مال غنیمت تقسیم سے قبل فروخت کیا جائے اور کھجوروں کے پکنے کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے انہیں بیچا جائے اور اس دن آپ نے اپنے بالوں میں غیر کے بال لگانے اور لگوانے والی، گودنے اور گدوانے والی، اپنے چہرے کو نوچنے والی اور اپنا گریبان چاک کرنے والی پر لعنت فرمائی(8)۔

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، باب اکل کل ذی ناب، جلد 6، صفحہ 214 (1477)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 588 (3234) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی اکل السباع، جلد 2، صفحہ 177، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

4۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، کتاب الصید، جلد 6، صفحہ 214 (1478)

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 4، صفحہ 257 (19852) مدینہ منورہ

6۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6، صفحہ 209 (1474)

7۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 4، صفحہ 520 (8706) دار الکتب العلمیہ بیروت

8۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 8، صفحہ 74 بحوالہ موسوعۃ اطراف الحدیث جلد 10 صفحہ 178، دار الفکر بیروت

امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بلی کھانے اور اس کے ثمن (وہ مال جس کے عوض بلی کو بیچا جائے) کھانے سے منع فرمایا ہے (1)۔

امام ابوداؤد نے عبد الرحمٰن بن شبل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے (2)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی مکرم ﷺ سے گوہ کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اسے کھاتا نہیں اور میں اسے حرام بھی نہیں کرتا (3)۔

امام مالک، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے۔ تو آپ کے پاس بھونی ہوئی گوہ لائی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اپنا دست مبارک بڑھایا۔ راوی کہتے ہیں کہ بعض عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس چیز کے بارے خبر دی جسے آپ ﷺ کھانے کا ارادہ فرما رہے تھے اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ یہ گوہ ہے۔ یہ سنتے ہی آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اٹھا لیا۔ تو پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ لیکن یہ میری قوم کی زمین سے نہیں۔ لہٰذا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اسے چھوڑ دوں (نہ کھاؤں) حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور اسے کھانے لگا حالانکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم ایک لشکر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم نے کئی گوہیں پکڑیں۔ ان میں سے ایک گوہ بھون کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور آپ ﷺ کے سامنے رکھ دی۔ تو آپ ﷺ نے ایک چھڑی پکڑی اور اس کے ساتھ اس کی انگلیوں کو شمار کیا۔ پھر فرمایا بنی اسرائیل کی ایک قوم کی شکلیں مسخ کر کے انہیں زمین پر رینگنے والے جانور بنا دیا گیا اور میں یہ نہیں جانتا کہ یہ کون سا جانور ہے؟ پس آپ ﷺ نے نہ اسے کھایا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا (5)۔ (الف)

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5، صفحہ 224 (1280) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی اکل الضب، جلد 2، صفحہ 176، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

3۔ سنن نسائی، باب الضب، جلد 7، صفحہ 197، دار الریان قاہرہ

4۔ صحیح مسلم، جلد 13، صفحہ 84 (1945) دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ سنن ابن ماجہ باب الضب، جلد 3، صفحہ 590 (3238) دار الکتب العلمیہ بیروت

(الف) احناف کے نزدیک گوہ کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت اسے کھانے سے منع کر دیا جب کہ انہوں نے اسے کھانے کے بارے آپ سے پوچھا۔ اسے محمد بن حسن نے اسود سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو گوہ بطور ہدیہ دی گئی تو آپ نے اسے نہ کھایا۔ پھر آپ نے اسے کھانے کے بارے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں اسے کھانے سے منع فرما دیا۔ اور یونہی تحریم پر دلالت کرتی ہے اسی طرح عبد الرحمٰن بن شبل سے روایت ہے "ان رسول اللہ ﷺ نھی عن اکل ضم الضب" (البنایہ، جلد 10، صفحہ 702)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن حویرث رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ صفاح میں تھے۔ کہ ایک آدمی خرگوش لے کر آیا جسے اس نے شکار کر لیا تھا۔ تو اس نے ان سے کہا: آپ اس کے بارے کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس خرگوش لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے نہ کھایا اور نہ ہی اسے کھانے سے منع فرمایا اور گمان یہ کیا کہ اسے حیض آتا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم مرالظہر ان کے مقام پر تھے، ہم نے ایک خرگوش کو بھڑکا کر نکالا اور ساری قوم اس کے پیچھے دوڑ پڑی، اسے خوب تھکا دیا اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر میں اسے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا اور انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے دونوں ران حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بھیج دیے جنہیں آپ نے قبول فرمالیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی اور آپ نے اس راویت کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن ماجہ نے خزیمہ بن جزی السلمی سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بجو کھانے کے بارے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوئی بجو کھاتا ہے؟ پھر میں نے بھیڑیا کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوئی بھیڑیا کھاتا ہے، اس میں کوئی بھلائی ہے؟ (3) ابن ماجہ کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں تاکہ زمین کی اجناس کے بارے آپ سے کچھ سوال کروں۔ آپ لومڑی کے بارے کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا لومڑی کون کھاتا ہے؟ پھر میں نے عرض کی: آپ گوہ کے بارے کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ ایسا کیوں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا امتوں میں سے ایک امت مفقود ہوگئی اور میں نے ایسی مخلوق کو دیکھا جس نے مجھے متحیر کر دیا۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ خرگوش کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ﷺ ایسا کیوں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتایا گیا ہے کہ اسے خون آتا ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو کوا کھاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے اسے فاسق کہا ہے۔ قسم بخدا کوا پاکیزہ اور طیب چیزوں میں سے نہیں ہے (4)۔

امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابراہیم بن عمر بن سفینہ رحمہ اللہ کی سند سے کہ انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سرخاب کا گوشت کھایا ہے (5)۔

1۔ سنن ابوداؤد، باب فی اکل الارنب، جلد 2، صفحہ 175، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

2۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 7، صفحہ 214 (1792)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن ابن ماجہ، باب الغراب، جلد 3، صفحہ 592 (3243) دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 595 (3248)

5۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 18 (1827)

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغ کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔

امام ابوداؤد، ترمذی رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اور نسائی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی عمار نے کہا: میں نے جابر سے پوچھا کیا میں بجو کا شکار کر سکتا ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ پھر میں نے پوچھا کیا میں اسے کھا سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پھر میں نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں (آپ نے اس طرح فرمایا ہے)(1)

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۱۴۶

"اور ان لوگوں پر جو یہودی بنے تھے ہم نے حرام کر دیا ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری سے ہم نے حرام کی ان پر دونوں (گائے بکری) کی چربی مگر جو اٹھا رکھی ہو ان کی پشتوں یا آنتوں نے یا جو ملی ہوئی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہم نے سزا دی تھی انہیں بسبب ان کی سرکشی کے اور یقیناً ہم سچے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ قول باری تعالیٰ "وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ" کے بارے فرمایا اس میں ان جانوروں کا ذکر ہے جن کی انگلیاں کھلی نہ ہوں۔ یعنی ان کی انگلیاں جدا جدا نہ ہوں جیسا کہ اونٹ اور شترمرغ وغیرہ۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مذکورہ آیت میں مراد اونٹ اور شترمرغ وغیرہ ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے "حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ" کے بارے فرمایا: کہا جاتا تھا کہ یہ اونٹ، شترمرغ پرندوں اور مچھلیوں میں سے کچھ چیزیں ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے چوپاؤں میں سے ہر وہ جانور جس کے پنجے کھلے نہیں ہم نے اسے حرام کر دیا اور جس کے پنجے کھلے ہیں یہودی اسے کھا لیتے تھے۔ فرمایا: مرغی اور چڑیا کی انگلیاں کو کھلی ہیں پس یہودی انہیں کھاتے ہیں اور اونٹ کے پاؤں نے اس کے خف (پنجے) کو نہیں کھولا، نہ شترمرغ کے پاؤں نے اس کے خف کو کھولا ہے اور نہ ہی ورینہ کے پاؤں نے کھولا۔ پس یہودی اونٹ، شترمرغ اور ورینہ نہیں کھاتے تھے اور نہ ہر وہ

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 7، صفحہ 207 (1789) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 88، دار احیاء التراث العربی بیروت

جانور کھاتے، جس کے پاؤں کھلے نہ ہوتے۔ اسی طرح وہ وحشی گدھا بھی نہ کھاتے تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ'' میں سے مرغ بھی ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن جریج سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ہم نے چوپاؤں میں سے ہر وہ جانور حرام کر دیا جس کے پاؤں کھلے نہ ہوں اور جن کے پاؤں کھلے ہیں انہیں وہ کھائے۔ لہٰذا وہ اونٹ، شتر مرغ، بطخ، مرغابی اور وحشی گدھا نہ کھاتے تھے۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہودیوں کو قتل کرے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر جانوروں کی چربی حرام قرار دی تو وہ اسے پگھلا لیتے۔ پھر اسے بیچ دیتے اور بعد ازاں اسے کھا لیتے (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے، ان پر چربی حرام کی گئی، تو وہ اسے بیچ دیتے اور پھر اس کی قیمت استعمال میں لے آتے۔

امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ ان پر چربی حرام کی گئی تو وہ اسے بیچ کر اس کی قیمت کھانے لگے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود کو قتل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی حرام کی تو وہ اسے بیچنے لگے اور پھر اس کے ثمن کھانے لگے۔

امام ابوداؤد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین بار فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی حرام کی ہے۔ یہ بھی آپ نے تین بار فرمایا۔ لیکن وہ اس کو بیچ کر اس کے ثمن کھانے لگے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر کسی شے کو کھانا حرام نہیں کیا مگر یہ کہ ان پر اس کے ثمن بھی حرام قرار دیئے (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ'' کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ چربی ہے جو پیٹھ پر ہو اور حوایا سے مراد آنتیں ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آنتیں اور گردوں کی چربی حرام قرار دی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آنتیں، اوجھری، گردے کی چربی اور ہر وہ چربی جو ہڈی میں نہ ہو، حرام قرار دی ہے۔

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5، صفحہ 240 (1297) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 71 (3383)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن ابوداؤد، جلد 3، صفحہ 298، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 91، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو صالح رحمہ اللہ نے ”اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ“ کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد دنبے کی چکی (لاٹ) ہے اور ”اَوِ الْحَوَایَآ“ سے مراد مینگنی نکلنے کی جگہ یعنی آنتیں ہیں اور ”اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ“ کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد وہ چربی ہے جو ہڈی کے ساتھ متصل ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ حوایا سے مراد آنتیں ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ حوایا سے مراد آنتیں اور پیٹ میں آنتیں جمع ہونے کی جگہ ہے اور ”اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ“ سے مراد وہ چربی ہے جو ہڈی کے ساتھ چمٹی ہوئی ہو۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے کہا ہے کہ حوایا سے مراد پیٹ میں وہ جگہ ہے جس میں آنتیں ہوتی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حوایا سے مراد مرابض ہے۔ یعنی پیٹ کی وہ جگہ جس میں آنتیں ہوتی ہیں اور اسی کے درمیان میں دودھ کی رگیں ہوتی ہیں۔ اسی مقام کو کلام عرب میں مرابض کیا جاتا ہے۔

ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ”اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ“ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد الیہ (سرین) ہے اور سرین کی چربی دم کی ہڈی کے ساتھ ملی ہوتی ہے اور وہ حلال ہے اور وہ کہتے کہ ٹانگوں، پہلوؤں، سر، آنکھ اور کان کی چربی بھی چونکہ ہڈی کے ساتھ ملی ہوتی ہے لہٰذا وہ ان کے لیے حلال ہے۔ کیونکہ ان پر آنتوں اور گردوں کی چربی حرام کی گئی ہے اور ہر وہ شے جو اس طرح ہو وہ ہڈی میں نہیں ہے (یعنی آنتوں اور گردوں وغیرہ کی چربی چونکہ ہڈی کے ساتھ متصل نہیں اس لیے وہ ان پر حرام ہے لہٰذا یہی حکم ہر اس چربی کا ہوگا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو)

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ”ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ“ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سرکشی کی سزا دینے کے لیے اسے ان پر حرام قرار دیا اور ان پر یہ شدید حکم نازل فرمایا حالانکہ فی الحقیقت یہ (چربی) نجس اور ناپاک نہیں ہے۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

”پھر اگر وہ جھٹلائیں آپ کو تو آپ فرمائیے تمہارا پروردگار کشادہ رحمت والا ہے اور نہیں ٹالا جاسکتا اس کا عذاب اس قوم سے جو جرائم پیشہ ہو“۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ”فَاِنْ كَذَّبُوْكَ“ کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کا فاعل یہود ہیں۔ یعنی پھر اگر وہ یہودی آپ کو جھٹلائیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہود گوشت کے بارے کہا کرتے تھے کہ چونکہ اسے اسرائیل نے حرام قرار دیا ہے پس ہم بھی اسے حرام قرار دیتے ہیں۔ اسی کے متعلق مذکورہ آیت کریمہ ہے۔ واللہ اعلم۔

12A

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

''اب کہیں گے جنہوں نے شرک کیا اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم حرام کرتے کسی چیز کو۔ ایسا ہی جھٹلایا تھا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ چکھا انہوں نے ہمارا عذاب۔ آپ فرمایئے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو نکالو اسے ہمارے لئے۔ تم نہیں پیروی کرتے مگر نرے گمان کی اور نہیں ہو تم مگر اٹکلیں مارتے ہو آپ فرمایئے اللہ ہی کے لئے کامل دلیل ہے، سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت فرماتا تم سب کو''۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے ''سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ...... الآیہ'' کے بارے فرمایا کہ یہ قریش کا قول ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ یعنی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام حرام کر دیے ہیں۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا: لوگ کہتے ہیں کہ شر (برائی) تقدیر کے سبب نہیں ہوتا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل قدر کے درمیان یہ آیت ''سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا'' الی قولہ ''قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ'' قول فیصل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ عجز اور دانائی بھی تقدیر میں سے ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت کریمہ ''قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ...... الآیہ'' کے نزول کے ساتھ ہی قدریہ کی دلیل ختم ہوگئی اور کٹ کر رہ گئی۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ''الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ'' کا معنی سلطان (دلیل) کیا ہے۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 347 (3237) دارالکتب العلمیہ بیروت

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

"آپ فرمایئے لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسے۔ پھر اگر وہ (جھوٹی) گواہی دے بھی دیں تو آپ نہ گواہی دیجئے ان کے ساتھ اور نہ تم پیروی کرنا ان کی خواہشوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور جو نہیں ایمان لاتے آخرت پر اور وہ اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ" کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تم مجھے اپنے گواہ دکھاؤ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قول باری تعالیٰ "الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا" کے بارے فرمایا کہ ایسے گواہ لاؤ جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان بحائر اور سوائب کو حرام کیا ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

"آپ فرمایئے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے، ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہر ہوں ان سے اور جو چھپی ہوئی ہوں اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ نے سوائے حق کے۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے جن کا تاکہ تم (حقیقت کو) سمجھو اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کرو ناپ اور تول انصاف کے ساتھ۔ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی کو مگر اس کی

طاقت کے برابر اور جب کبھی بات کہو تو انصاف کی کہو اگر چہ ہو (معاملہ) رشتہ دار کا اور اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے تمہیں تا کہ تم نصیحت قبول کرو"۔

امام ترمذی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جسے حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی اس وصیت کی طرف دیکھنا خوش کرتا ہے جس پر مہر لگی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ یہ آیات پڑھ لے قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (انعام) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ان تین آیات پر میری بیعت کرے گا؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تین آیات تلاوت فرمائیں "قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ" الآیات پھر فرمایا: جس نے انہیں پورا کیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جس نے ان میں سے کسی شے کی کمی کی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اسے پکڑ لیا۔ تو وہی اس کی سزا ہو گی اور جس کسی کو آخرت تک مؤخر کر دیا یعنی مہلت دے دی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اگر چاہے تو اسے پکڑ لے اور اگر چاہے تو اسے معاف فرما دے۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابو عبید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت منذر ثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ربیع بن خیثم نے کہا کیا تجھے یہ بات خوش کرتی ہے کہ تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہر زدہ صحیفہ کو پالے؟ میں نے کہا: جی ہاں: تو پھر انہوں نے یہی آیات سورۃ الانعام کے آخر تک پڑھیں "قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ" الی آخر الآیات۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ضریس اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا تورات کی وہ دس آیات جو سب سے اول نازل ہوئیں وہ یہی دس آیات ہیں جو سورۃ الانعام کے آخر میں نازل ہوئیں یعنی "قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ" سے لے کر تا آخر۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت مزاحم بن زفر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے ربیع بن خیثم سے کہا: مجھے

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 11، صفحہ 143 (3070) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 348 (3240) دار الکتب العلمیہ بیروت

وصیت کیجئے تو انہوں نے فرمایا: میرے پاس صحیفہ لے آؤ۔ تو انہوں نے اس میں یہ آیات لکھ دیں ''قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡ ''الآیات، اس آدمی نے عرض کی: میں آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا تا کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا: ان آیات کی پیروی کرنا تجھ پر لازم ہے۔

امام ابونعیم اور بیہقی رحمہما اللہ دونوں نے دلائل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کریں تو آپ ﷺ منیٰ کی طرف تشریف لے گئے۔ میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انساب میں انتہائی مہارت رکھنے والے آدمی تھے۔ پس آپ منی میں ان کے گھروں اور خیموں کے پاس ٹھہرے اور ان پر سلام کیا اور انہوں نے بھی سلام کا جواب دیا۔ ان کی قوم میں مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنی بن حارثہ اور نعمان بن شریک تھے۔ اس قوم میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے سب سے زیادہ قریبی مفروق تھا اور وہ گفتگو اور طلاقت لسانی میں پوری قوم پر غالب تھا۔ چنانچہ وہی رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور آپ سے عرض کی اے قریشی بھائی! آپ ہمیں کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ پس رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ پر اپنے کپڑے سے سایہ کر کے کھڑے ہو گئے، تو حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اس بات کی شہادت دو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، اس کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اگر تم مجھے پناہ دو، میری مدد کرو اور میری حفاظت کرو یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ کا وہ حق ادا کرسکوں جس کا اس نے مجھے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ قریش نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف اظہار کیا ہے اور اس کے رسول معظم کو جھٹلا دیا ہے اور وہ باطل کے سبب حق سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے۔ اس نے آپ ﷺ سے عرض کی اے میرے قریشی بھائی! آپ مزید کیوں نہیں دعوت دیتے؟ کچھ فرمایئے۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے قُلۡ تَعَالَوۡا سے لے کر تَتَّقُوۡنَ تک یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ تو پھر مفروق نے آپ ﷺ سے کہا: اے قریشی بھائی! آپ مزید کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ قسم بخدا! یہ اہل زمین کا کلام نہیں۔ اگر یہ اہل زمین کا کلام ہوتا تو بالیقین ہم اسے پہچان لیتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ (النحل: 90) الآیہ'' بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو اور (ہر ایک کے ساتھ) بھلائی کرو''۔ یہ سن کر مفروق نے کہا اے قریشی! قسم بخدا تو نے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی دعوت دی ہے اور بالیقین وہ قوم جھوٹی ہے جس نے آپ کو جھٹلایا ہے اور آپ کی مخالفت کی ہے۔ اور ہانی بن قبیصہ نے کہا اے قریشی بھائی! میں نے آپ کی گفتگو سنی اور آپ کی باتوں کو بہت اچھا اور حسین پایا اور جس کے ساتھ آپ نے گفتگو فرمائی وہ مجھے تعجب میں ڈال رہا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: اگر تم کچھ دیر اس حالت پر ٹھہرے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کے شہر اور اموال تمہیں عطا فرما دے گے یعنی فارس کی سرزمین اور کسریٰ کے دریا تمہیں عطا فرما دے گا اور ان کی بیٹیاں تمہاری فراش بنا دے گا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہو؟ پھر نعمان بن شریک نے آپ سے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! اے قریشی بھائی یہ سب

آپ کے لئے ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۝ (الاحزاب) '' اے نبی (مکرم!) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور ہر وقت ڈرانے والا اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ'' کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا'' کہ تم اپنی اولاد کو فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو''۔ انہوں نے کہا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی بچیوں کے بارے فاقہ اور قید کے ڈر سے انہیں قتل کر دیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بے حیائی کی باتوں کے نزدیک مت جاؤ جو ان میں سے ظاہر ہوں یعنی اعلانیہ ہوں اور جو چھپی ہوئی ہوں یعنی جو ان میں سے سری ہوں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: املاق کا معنی فقر وافلاس کا خوف ہے اور'' وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ '' کے بارے آپ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ چھپ کر زنا کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔ البتہ اعلانیہ ایسا کرنا قبیح سمجھتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سراً اور اعلانیۃً زنا کو حرام قرار دیا (2)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد اعلانیہ اور وَ مَا بَطَنَ سے مراد سری اور خفیہ بے حیائی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمران بن حصین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے زانی، سارق (چور) اور شراب پینے والے کو دیکھا ہے تم ان کے بارے کیا کہتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ برائیاں ہیں اور ان میں سزا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوحازم رہاوی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مولیٰ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: لوگوں کا سوال فواحش کے بارے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن جابر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ تک ان فواحش کے بارے خبر پہنچی ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں منع فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ کوئی آدمی کسی عورت سے شادی کرے پس جب وہ اس کے لئے اپنی اولاد کو جنم دے چکے تو وہ بلاوجہ اسے طلاق دے دے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ'' وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد ماؤں اور بیٹیوں سے نکاح کرنا ہے اور وَ مَا بَطَنَ سے مراد زنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 372، المکتبۃ العربیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 100-99، داراحیاء التراث العربی بیروت

لوگوں کا ظلم ہے اور وَ مَا بَطَنَ سے مراد زنا اور چوری ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے قول باری تعالیٰ ''وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد بندۂ مومن کا وہ نفس ہے جیسے ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

امام احمد، نسائی، ابن قانع، بغوی، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: سنو! یہ چار چیزیں ہیں (ان سے بچو) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ، اس نفس کو بغیر حق کے قتل نہ کرو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، نہ تم زنا کرو اور نہ ہی چوری کرو۔ (راوی کا بیان ہے) اس وقت مجھ سے بڑھ کر ان پر کوئی حریص نہیں تھا جب میں نے ان کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ''وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' کے بارے فرمایا کہ احسن سے مراد مال کی تجارت اور اس میں نفع کی جستجو کرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس ارشاد گرامی کے بارے ضحاک نے کہا ہے کہ اس سے مراد یتیم کے لئے ہی اس کے مال میں رغبت اور چاہت رکھنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اسی کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے کہ ''بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ محتاج اور مفلس ہو جائے تو معروف طریقہ سے اسے کھائے اور اگر غنی ہو (حاجت مند نہ ہو) تو پھر نہ کھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:6)'' اور جو سرپرست غنی ہو تو اسے چاہیے کہ (یتیموں کے مال سے) پرہیز کرے۔ اور جو سرپرست فقیر ہو تو وہ کھالے مناسب مقدار سے''۔ کسوۃ (لباس) کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسوہ کا ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ اس نے صرف کھانے کا ذکر کیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ''وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ'' کے بارے کہا: کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کے مال سے ٹوپی پہنے اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کے مال سے عمامہ (دستار) پہنے مگر یہ کہ اس کا سامان اس کے سامان کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ نے ''حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ'' کے بارے کہا کہ اشد سے مراد عاقل بالغ ہونا ہے جب کہ اس کے لئے نیکیاں بھی لکھی جائیں اور اس کے خلاف اس کی برائیاں بھی لکھی جائیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اشدہ سے مراد پندرہ برس کی عمر کو پہنچنا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کے بارے کہا کرتے تھے کہ الاشد سے مراد عاقل بالغ ہونا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (النساء:

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 339، دار صادر بیروت

6)''اور آزماتے رہو، یتیموں کو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائیں نکاح (کی عمر) کو''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے کہا ہے کہ الاشد سے مراد عاقل بالغ ہونا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' اور پھر فرمایا جس نے اپنی طاقت کے مطابق ناپ اور تول پورا کر دیا اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کو پورا کرنے کے بارے میں اس کی نیت کے صحیح ہونے کو جانتا ہے تو اس سے مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔ وُسْعَهَا کا یہی مفہوم ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قسط سے مراد عدل ہے اور وُسْعَهَا سے مراد طاقت ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا بِالْقِسْطِ سے مراد عدل ہے۔

امام ترمذی، ابن عدی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ تجار! تمہیں ایک معاملہ سپرد کیا گیا ہے، اس میں تم سے پہلے زمانہ ماضی کی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں، اور وہ ہے ناپ اور تول (1)۔ امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم نے بھی ناپ تول میں کمی کی اللہ تعالیٰ نے ان پر بھوک (قحط) مسلط کر دی۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے ''وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا'' کی تفسیر میں فرمایا کہ تم حق بات کہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے ''وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى'' کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اگرچہ معاملہ تیرے رشتہ دار کا ہو تو پھر بھی حق بات ہی کہو۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

''اور بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا، سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی (ورنہ) وہ جدا کر دیں گے تمہیں اللہ کے راستہ سے۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں جن کا تاکہ تم متقی بن جاؤ''۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جان لو! راستہ صرف اور صرف ایک ہے جس پر ہدایت یافتہ جماعت ہے اور اس کا انجام جنت ہے۔ ابلیس نے متفرق راستے بنائے ان پر جمع ہونا (چلنا) گمراہی ہے اور ان کا انجام جہنم ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، نسائی، بزار، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 328 (5288)، دار الکتب العلمیہ بیروت

رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک خط کھینچا اور پھر فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے جو سیدھا ہے۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے اس کے دائیں، بائیں بہت سے خطوط بنائے اور فرمایا: ان راستوں میں سے کوئی بھی راستہ نہیں ہے مگر اس پر شیطان ہے جو اپنی طرف دعوت دے رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (1)۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام احمد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم حضور نبی مکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے اپنے سامنے اس طرح ایک خط کھینچا اور فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ پھر دو خط اس کی دائیں جانب اور دو خط اس کی بائیں جانب بنائے اور فرمایا: یہ شیطان کے راستے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے درمیان والے خط پر اپنا دست مبارک رکھا اور یہ آیت تلاوت فرمائی "وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ......" الآیہ (2)

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے ان سے سوال کیا: صراط مستقیم کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک قریب ترین راستے پر چھوڑا ہے اور اس کی ایک طرف میں جنت ہے۔ اس کی دائیں اور بائیں جانب متفرق راستے ہیں، ان راستوں پر آدمی بیٹھے ہیں۔ جو بھی ان کے پاس سے گزرتا ہے وہ لوگ اسے اپنی طرف بلاتے ہیں۔ پس جس کسی نے ان راستوں کو اختیار کیا تو اس کی انتہا جہنم ہوگی اور جو کوئی صراط مستقیم پر چلتا رہا اس کی انتہا جنت ہے۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ" کا معنی یہ ہے کہ تم گمراہیوں کی پیروی نہ کرو (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا "وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ" کا مفہوم یہ ہے کہ تم بدعتوں اور شبہات کی پیروی نہ کرو۔

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

"پھر عطا فرمائی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب تا کہ پوری کر دیں نعمت ان پر جو نیک عمل کرتے ہیں اور تا کہ تفصیل ہو جائے ہر چیز کی اور (یہ کتاب) باعث ہدایت و رحمت ہے، تا کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے پر ایمان لائیں"۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 465، دار صادر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 397
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 106 دار احیاء التراث العربی بیروت
4۔ ایضاً

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ" کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے تا کہ ہم نیکی کرنے والے مومنین پر نعمت مکمل کر دیں۔

امام ابن ابی حاتم نے ابوصخر سے یہ قول نقل کیا ہے تا کہ پوری کر دیں وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی ارشاد کے بارے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "تا کہ ان پر اپنی نعمت اور اپنا احسان مکمل کر دیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کسی نے دنیا میں نیک عمل کیا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس پر نعمت اور (جزا) کو مکمل فرما دے گا۔ ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مکمل عزت افزائی ہوگی۔ اور "وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" کے بارے قتادہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہر شے کی تفصیل اور بیان ہے اور اس میں حلال اور حرام سبھی اشیاء شامل ہیں۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے مصاحف میں حضرت ہارون رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حسن کی قرأت میں "تَمَامًا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ" کے الفاظ ہیں۔

امام ابن الانباری نے بیان کیا کہ حضرت ہارون نے کہا، عبداللہ کی قرأت میں "تَمَامًا عَلَى الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا" ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا "وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کا حکم دیا گیا ہے اور جن سے منع کیا گیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے تختیوں کو پھینکا تو انہوں نے ہدایت اور رحمت کو تو پالیا اور تفصیل ختم ہوگئی۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

"اور یہ (قرآن) کتاب ہے ہم نے اتارا ہے اسے، بابرکت ہے، سو پیروی کرو اس کی اور ڈرو (اللہ سے) تا کہ تم پر رحم کیا جائے"۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے "وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ" الآیہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء پر نازل فرمایا سو جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس میں حلال فرمائی ہیں ان کی پیروی کرو اور ان سے بچو جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، امام احمد نے الزہد میں، ابن ضریس، محمد بن نصر اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا بلاشبہ یہ قرآن شافع اور مشفع ہے (یعنی یہ سفارش فرمائے گا اور اس کی سفارش کو شرف

قبول بھی عطا کیا جائے گا) اور جو کچھ اس نے حلال کیا ہے وہ برحق اور تصدیق شدہ ہے۔ لہٰذا جس نے بھی اسے اپنا امام بنالیا اس کی راہنمائی جنت کی طرف فرمائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا اسے جہنم کی طرف ہانک کرلے جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ضریس رحمہما اللہ اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن قرآن کریم کو ایک آدمی کی شکل عطا کی جائے گی۔ پھر ایک ایسے آدمی کو لایا جائے گا جو حامل قرآن تو ہوگا مگر اس کا عمل اس کے احکام کے خلاف ہوگا۔ پس قرآن کریم اس سے جھگڑنے لگے گا اور کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اسے اپنا آپ اٹھوائے رکھا (یعنی میں اس کے سینے میں محفوظ رہا) لیکن اس کا مجھے اٹھانا کتنا برا ہے (یعنی اس نے میرے اٹھانے اور حفظ کرنے کا حق ادا نہیں کیا) اس نے میری حدود سے تجاوز کیا، میرے فرائض کو ضائع کیا، میرے بیان کردہ گناہوں کا ارتکاب کیا اور میری اطاعت وفرمانبرداری کو چھوڑ دیا۔ اس طرح قرآن کریم اس کے خلاف اپنے دلائل بیان کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اسے کہا جائے گا تو اس سے اپنی مرضی کا معاملہ کر۔ پس وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کرلے جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے ناک کے بل جہنم میں گرادے گا۔ پھر ایک صالح اور نیک انسان کو لایا جائے گا جس نے قرآن کریم کو حفظ کیا اور اس کے امور کی حفاظت کی۔ پس ایک مثالی شکل میں قرآن کریم اس کے قریب بھی کھڑا ہوگا اور کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے اپنا بوجھ اس پر ڈالے رکھا۔ اس نے میری حدود کی حفاظت کی، میرے بیان کردہ فرائض پر عمل کیا، میرے بیان کردہ گناہوں سے اجتناب کیا اور میری اطاعت وعبادت کی اتباع و پیروی کی۔ پس اس طرح وہ اس کے حق میں اپنے دلائل بیان کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اسے کہہ دیا جائے گا تو اس کے ساتھ اپنی پسند کا معاملہ کر۔ پس وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کرلے جائے گا اور اسے ریشمی حلہ پہنائے گا۔ اس پر شاہانہ تاج سجائے گا اور اسے شراب طہور کے جام سے سیراب فرمائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ضریس رحمہما اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: بے شک یہ قرآن کریم تمہارے لئے نصیحت ہے اور تمہارے اوپر بوجھ ہے۔ پس تم اسے پڑھو اور اس کی اتباع و پیروی کرو۔ کیونکہ اگر تم قرآن کریم کی اتباع کرو گے تو یہ تمہیں ریاض الجنہ میں لے جائے گا اور اگر قرآن نے تمہارا پیچھا کیا تو وہ تمہاری پشتوں میں نیزے مارے گا۔ یہاں تک کہ تمہیں جہنم میں ڈال دے گا۔

اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا ۖ وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ لَـكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ ۚ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنۡهَا ؕ سَنَجۡزِى الَّذِيۡنَ

يَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰيٰتِنَا سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡدِفُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

"(ہم نے اسے اتارا ہے) تا کہ یہ نہ کہو کہ اتاری گئی تھی کتاب تو صرف دو گروہوں پر ہم سے پہلے اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بالکل بے خبر تھے یا یہ نہ کہو کہ اگر اتاری گئی ہوتی ہم پر کتاب تو ہوتے ہم زیادہ ہدایت پانے والے ان سے۔ بے شک آ گئی ہے تمہارے پاس روشن دلیل اپنے رب کی طرف سے اور سراسر ہدایت اور رحمت۔ تو کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو اور منہ پھیرا ان سے۔ عنقریب ہم سزا دیں گے انہیں جو منہ موڑتے ہیں ہماری آیتوں سے برے عذاب سے اس وجہ سے کہ وہ منہ پھیرا کرتے تھے"۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے قول باری تعالیٰ "اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا" کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور خوف یہ تھا کہ قریش یہ قول کہیں گے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا طَآئِفَتَيۡنِ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور دِرَاسَتِهِمۡ سے مراد تِلَاوَتِهِمۡ ہے (یعنی ہم تو ان کی تلاوت سے بالکل بے خبر تھے)

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ" کہ یہ قول کفار عرب کا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے "فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ" کے بارے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں بے شک تمہارے پاس واضح عربی زبان میں روشن دلیل آ گئی۔ جب کہ وہ دونوں گروہوں پر نازل ہونے والی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کو نہ جانتے تھے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "وَصَدَفَ عَنۡهَا" کا معنی یہ نقل کیا ہے "جس نے ان سے اعراض کر لیا، منہ پھیر لیا"

امام عبد بن حمید نے ضحاک سے يَصۡدِفُوۡنَ کا معنی يُعۡرِضُوۡنَ (وہ اعراض کرتے ہیں۔ منہ موڑتے ہیں) نقل کیا ہے۔

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَوۡ يَاۡتِىَ رَبُّكَ اَوۡ يَاۡتِىَ بَعۡضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ بَعۡضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنۡفَعُ نَفۡسًا اِيۡمَانُهَا لَمۡ تَكُنۡ اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ اَوۡ كَسَبَتۡ فِىۡۤ اِيۡمَانِهَا خَيۡرًا ؕ قُلِ انۡتَظِرُوۡۤا اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾

''کس کی انتظار کر رہے ہیں بجز اس کے کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا خود آئے آپ کا رب یا آئے کوئی نشانی آپ کے رب کی۔ (لیکن) جس روز آئے گی کوئی نشانی آپ کے رب کی تو نہ نفع دے گا کسی کو اس کا ایمان لانا جو نہیں ایمان لا چکا تھا اس سے پہلے یا نہ کی تھی اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی۔ آپ (انہیں) فرمایئے تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ موت کے وقت ان کے پاس فرشتے آئیں یا قیامت کے دن خود آپ کا رب آئے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ موت کے ساتھ اس کے پاس فرشتے آئیں یا قیامت کے دن آپ کا رب خود آئے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے ''اَوْ یَاْتِیَ رَبُّكَ'' کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ کا رب خود قیامت کے دن بادلوں کے سائے میں آئے۔

امام احمد، عبد بن حمید رحمہما اللہ نے اپنی مسند میں، ترمذی، ابو یعلی، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ'' کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے (2)۔

امام طبرانی، ابن عدی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی معنی نقل کیا ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے (4)۔

امام سعید بن منصور، فریابی، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے ''یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ'' کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد سورج اور چاند دونوں کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، وہ دونوں ایسے ملے ہوں گے جیسے دو اونٹ آپس میں ملے ہوئے ہوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ'' (القیامۃ:9)'' اور (بے نوری میں) سورج اور چاند یکساں ہوں جائیں گے'' (5)۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 71 (875) دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ مسند ابو یعلی، جلد 1، صفحہ 567 (1348) دارالکتب العلمیہ بیروت　3۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 209 (9020) عن ابن مسعود مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 118 (939) دارالصمیعی الریاض　5۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 209 (9019)

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

امام عبد بن حمید، عبد الرزاق، امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا۔ اور جب وہ مغرب سے طلوع ہوگا اور لوگ اسے دیکھیں گے تو وہ تمام کے تمام ایمان لے آئیں گے۔ اس وقت ان کا ایمان ان کی ذاتوں کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن مردویہ اور علامہ بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تین چیزیں جب ظاہر ہو جائیں گی تو کسی ایسے نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو ان سے قبل مومن نہیں ہوگا۔ اور وہ تین چیزیں یہ ہیں دجال، دابہ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ یاد کیا ہے کہ جو علامات سب سے پہلے ظاہر ہوں گی ان میں سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت دابہ (جانور) کا ظاہر ہوتا ہے۔ تو ان دونوں میں سے کون پہلے ظاہر ہوگی اور دوسری اس کے پیچھے ظاہر ہوگی تو حضرت عبد اللہ بن رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ کی تلاوت فرمائی اور کہا میرا گمان یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو علامت پہلے ظاہر ہوگی وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ اس لئے کہ جب بھی سورج نکلتا ہے تو وہ عرش کے نیچے آتا ہے اور سجدہ کرتا ہے۔ پھر واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ تو اسے رجوع کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ مغرب سے طلوع ہو تو وہ ہر روز کی طرح کا عمل کرے گا۔ وہ عرش کے نیچے آئے گا۔ تو سجدہ کرے گا اور رجوع کی اجازت لے گا۔ تو اس پر کوئی شے نہیں لوٹائی جائے گی۔ پھر وہ واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرے گا تو اسے کوئی جواب نہیں لوٹایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب رات گزر جائے گی جتنا اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ گزر جائے اور وہ یہ پہچان لے گا کہ اگر اسے رجوع کی اجازت دی جائے تو وہ مشرق کو نہیں پہنچ سکے گا۔ سورج کہے گا اے میرے رب! کیا میرے لئے لوگوں سے مشرق کو اتنا دور کر دیا گیا ہے؟ یہاں تک کہ جب افق طوق کی مانند ہو جائے گا تو وہ پھر لوٹنے کی اجازت طلب کرے گا تو اسے کہا جائے گا تو اسی جگہ سے طلوع ہو جا۔ تو اس وقت لوگوں پر سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی" لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا " (3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

1۔ سنن ابوداؤد، کتاب الفتن، جلد 2، صفحہ 236، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور 2۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 133، مکتبۃ دار القرآن والحدیث

3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، جلد 4، صفحہ 435 (4069)، دار الکتب العلمیہ بیروت

کی: یارسول اللہ! ﷺ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی علامت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ رات اتنی طویل ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ دوراتوں کی مقدار کے برابر ہو جائے گی۔ پس اس اثناء میں جولوگ رات کے وقت نماز پڑھتے ہیں وہ اپنے معمول کے مطابق اپنا عمل کریں گے اور ستارے اپنے مقام پر ٹھہرے ہوئے نہیں دکھائی دیں گے۔ پھر وہ لوگ سو جائیں گے۔ پھر اٹھیں گے اور اپنے اعمال کریں گے اور ستارے اپنے مقام پر ٹھہرے ہوئے نہیں دکھائی دیں گے۔ پھر وہ لوگ سو جائیں گے پھر اٹھیں گے اور اپنے اعمال کریں گے پھر سو جائیں گے۔ پھر اٹھیں گے اور ان کے پہلو تھک جائیں گے۔ وہ رات ان پر خوب طویل ہو جائے گی۔ لوگ گھبرا جائیں گے اور وہ صبح نہیں کر پائیں گے۔ پس اسی دوران وہ سورج کے مشرق سے طلوع ہونے کا انتظار کر رہے ہوں گے کہ اچانک وہ مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایمان لے آئیں گے۔ لیکن ان کا ایمان انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

امام عبد بن حمید، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ اس پر عرق گیر اور مخمل کی باریک چادر تھی۔ اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! کیا تو جانتا ہے کہ یہ کہاں غروب ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں......! تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ کیچڑ والے چشمے میں غروب ہوتا ہے، چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے رب کو سجدہ کرتا ہے۔ جب اس کے نکلنے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجازت عطا فرماتا ہے اور یہ وہاں سے نکل کر طلوع ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ اسے اسی جانب سے طلوع کرے جس طرف وہ غروب ہوتا ہے تو اسے روک لے گا اور یہ عرض کرے گا اے میرے رب! میرا سفر دور ہو گیا ہے؟ تو رب کریم اسے فرمائے گا وہیں سے طلوع ہو جا جہاں غروب ہوا۔ تو اس وقت ایسے نفس کا ایمان نفع بخش ثابت نہیں ہو گا جو اس سے قبل ایمان نہیں رکھتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت "يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ" کے بارے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ علامت ظاہر ہونے کے وقت کسی مشرک کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا اور اہل ایمان کو ظہور آیات کے وقت ان کا ایمان نفع پہنچائے گا بشرطیکہ اس سے قبل وہ اعمال خیر کرتے رہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک شام باہر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا: اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جلدی جلدی توبہ کر لو۔ کیونکہ وہ وقت قریب ہے جب تم لوگ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا دیکھو گے۔ جب ایسا ہو گا تو پھر توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا، نامہ اعمال لپیٹ دیا جائے گا اور ایمان ختم کر دیا جائے گا (یعنی ایمان لانے کی مہلت ختم کر دی جائے گی)۔ یہ سن کر لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ کیا اس کی کوئی نشانی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ تمہاری وہ رات تین راتوں کی مقدار کے برابر لمبی ہو جائے گی۔ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس کے لئے راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں وہ بیدار ہوں گے اور اپنی نمازیں مکمل کر لیں

گے۔ مگر رات ابھی تک ختم نہیں ہوگی پھر وہ لیٹ جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب بیدار ہوں گے تو رات اپنی حالت پر ہی ہو گی۔ جب وہ دیکھیں گے تو ڈر جائیں گے کہ انہیں بہت بڑا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ جب وہ صبح اٹھیں گے تو ان پر سورج کا طلوع ہونا خاصا طویل ہو جائے گا۔ وہ اس کے طلوع ہونے کا انتظار کر رہے ہوں گے کہ اچانک ان پر سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ جب ایسا ہو جائے گا تو پھر کسی ایسے نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے قبل ایمان دار نہ ہوگا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے اپنے اعمال تیزی سے کرلو۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا ظاہر ہونا، دھویں کا ظاہر ہونا، دابۃ الارض (زمین کا ایک خاص جانور)، حویصۃ احد کم (تم میں سے کسی کی موت) امر العامہ یعنی قیامت۔ ہمیں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی کوئی نشانی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ رات دو راتوں کی مقدار طویل ہو جائے گی۔ تہجد گزار لوگ اپنے اسی مقررہ وقت پر اٹھیں گے جس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور اٹھ کر نماز پڑھنے لگ جائیں گے یہاں تک کہ اپنی نمازیں پوری کرلیں گے اور ستارے اپنی جگہ پر ہی رہیں گے چلیں گے نہیں۔ پھر وہ لوگ اپنے بستروں پر آجائیں گے اور سو جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے پہلو سخت تھک جائیں گے۔ پھر اٹھیں گے اور نماز پڑھیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر رات بہت زیادہ طویل ہو جائے گی۔ لوگ گھبرا جائیں گے۔ پھر وہ صبح کریں گے اور صبح بھی آہستہ آہستہ کافی وقت میں کریں گے۔ اسی اثناء میں کہ وہ مشرق سے سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کر رہے ہوں گے اچانک مغرب سے ان پر سورج طلوع ہو جائے گا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے ارشاد باری تعالیٰ "لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا" کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ جو اس وقت ایمان لایا اس کا ایمان اسے نفع نہیں دے گا اور اگر پہلے اس نے کوئی عمل نہ کیا تو اس وقت اس کے اعمال میں قطعاً اضافہ نہیں ہوگا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا" کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں جس نے ایمان کی تصدیق میں کوئی عمل صالح کیا، درآنحالیکہ وہ اہل قبلہ ہوں اور اگر وہ تصدیق کرتا تھا اور اس سے قبل کوئی نیک عمل اس نے نہیں کیا، پھر یہ نشانی دیکھنے کے بعد اس نے عمل خیر کیا تو اس کی جانب سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر اس نشانی اور علامت کے ظاہر ہونے سے پہلے کچھ عمل خیر کرتا رہا اور پھر یہ علامت دیکھنے کے بعد بھی نیکی کرتا رہا تو وہ اس کی جانب سے قبول کی جائے گی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مقاتل سے اس ارشاد کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد وہ مسلمان ہے جس نے حالت ایمان میں کوئی نیک عمل نہیں کیا اور اس نشانی کے ظاہر ہونے سے قبل گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر ڈٹا رہا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ آپ

نے فرمایا: سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد بھی لوگ ایک سو بیس سال تک باقی رہیں گے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ علامات دھاگے میں پروئے ہوئے منکوں کی طرح ہیں۔ جب دھاگہ ٹوٹ جائے تو ایک دوسرے کے پیچھے سب نکل جاتے ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علامات قیامت دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کی مثل ہیں، جب دھاگہ کٹ جائے تو بعض نکل جاتے ہیں (1)۔

ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علامات قیامت دھاگے میں پروئے ہوئے موتیوں کی مثل ہیں۔ دھاگہ کٹ جاتا ہے تو ایک دوسرے کے پیچھے سب نکل جاتے ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اگر کسی آدمی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا باندھ رکھا ہو۔ پھر وہ پہلی علامت ظاہر ہونے کے وقت بچھیرے کو جنم دے تو اس بچھیرے کے سواری کے قابل ہونے تک وہ آخری علامات کو بھی دیکھ لے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب علامات قیامت میں سے پہلی علامات تم دیکھ لوگے تو پھر وہ لگاتار ظاہر ہوں گی۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام علامات آٹھ مہینوں میں ظاہر ہو جائیں گی۔

عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا تمام علامات چھ ماہ میں ظاہر ہو جائیں گی۔

امام عبد بن حمید اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سورج جب غروب ہوتا ہے تو سلام کرتا ہے، سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے، پس اسے اجازت دے دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن جب وہ غروب ہوگا تو سلام کرے گا، سجدہ کرے گا اور اجازت طلب کرے گا تو اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔ وہ عرض کرے گا اے میرے رب! بے شک مشرق تو بہت دور ہے میں ابھی یہاں ہوں۔ کیا مجھے اجازت نہیں دی جائے گی، میں وہاں نہیں پہنچ سکوں گا! راوی فرماتے ہیں جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے روکے رکھے گا۔ پھر اسے کہا جائے گا: تو اسی جگہ سے طلوع ہو جا جہاں تو غروب ہوا۔ تو پھر اس دن سے لے کر قیامت قائم ہونے کے دن تک ایسے نفس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش نہیں ہوگا جو اس سے قبل ایمان دار نہیں تھا۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (3)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ نشانی جس کے ظہور کے بعد کسی نفس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ثابت نہیں ہوگا وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 589 (8639) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 520 (8461)

3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 590 (8645) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید اور ابن جریر حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے " بالیقین لوگوں پر ایک ایسی رات آئے گی جو تمہاری ان راتوں میں سے تین راتوں کے برابر ہوگی۔ جب وہ رات آئے گی تو نماز پڑھنے والے اسے پہچان لیں گے۔ نمازیوں میں سے ایک اٹھے گا اور اپنا وظیفہ پڑھے گا۔ پھر سو جائے گا۔ پھر اٹھے گا اور اپنا وظیفہ پڑھے گا پھر سو جائے گا۔ پھر اٹھے گا۔ پس یہی صورت حال رہے گی کہ لوگ باہم مضطرب ہو جائیں گے، گھبرا جائیں گے اور کہیں گے یہ کیا ہے؟ پھر وہ گھبرائے ہوئے مساجد کی طرف چل پڑیں گے۔ تو اچانک وہ دیکھیں گے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو گیا ہے۔ پس لوگ ایک شدید چیخ لگائیں گے۔ یہاں تک کہ سورج جب آسمان کے وسط میں پہنچے گا۔ تو واپس لوٹ جائے گا اور پھر اپنے مطلع سے طلوع کرے گا۔ اس وقت کا ایمان کسی نفس کو فائدہ نہیں دے گا۔

امام طیالسی، سعید بن منصور، احمد، عبد بن حمید، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، ابن منذر، ابوالشیخ، بیہقی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف ایک دروازہ بنا رکھا ہے۔ اس کا عرض ستر برس کا ہے۔ وہ توبہ کے لئے کھلا ہے۔ اسے اس وقت تک بند نہیں کیا جائے گا جب تک اس کی جانب سے مغرب سے سورج طلوع نہیں ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے " يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا " اور ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں " کہ جب سورج اس کی جانب سے طلوع ہوگا تو کسی ایسے نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کی تھی (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے گفتگو فرمانے لگے کہ توبہ کا ایک دراز ہے۔ اس کے دونوں کواڑوں کے درمیان عرض مشرق و مغرب کے مابین فاصلے کی مانند ہے۔ وہ بند نہیں کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے " يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ الایہ " تلاوت فرمائی (2)۔

امام عبد الرزاق، احمد، عبد بن حمید، مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " جس کسی نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لے گا (3)۔

عبد بن حمید اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابن آدم پر توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ جب تک کہ تین میں سے کوئی ایک علامت ظاہر نہ ہو جائے۔ جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو یا دابہ ظاہر نہ ہو یا یاجوج اور ماجوج نہ نکل آئیں اور فرمایا: جب کبھی تم پر ایسا سال آئے گا تو دوسرا اس سے زیادہ تکلیف دہ ہوگا (4)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 119 (940) دار الصمیعی الریاض
2۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 65 (7383)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ، جلد 17، صفحہ 21 (2703)
4۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 190 (8937) بغداد

امام احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہجرت منقطع نہیں ہوگی حتی کہ توبہ کی مہلت ختم ہو جائے گی اور توبہ کی مہلت منقطع نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا(1)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن یخامر سکسکی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو خصلتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تو گناہ چھوڑ دے اور دوسری یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرے۔ اور ہجرت ختم نہیں ہوگی جب تک توبہ قبول کی جاتی رہے گی اور توبہ قبول کی جاتی رہے گی حتی کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو ہر دل پر اسی کے ساتھ مہر لگا دی جائے گی جو کچھ اس میں ہوگا اور لوگوں کے لئے عمل کافی ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا چار کے سوا بقیہ تمام علامات گزر چکی ہے۔ اور وہ چار یہ ہیں: دجال، دابہ اور یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ وہ نشانی جس کے ظہور کے ساتھ اللہ تعالیٰ اعمال پر مہر لگا دے گا وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ ...... الآیہ"۔ فرمایا اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہی ہے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(3)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ صبح جس کا سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس دن سے اس امت میں بندر اور خنزیر عام ہو جائیں گے۔ اعمال کے دفتر لپیٹ دیے جائیں گے اور قلمیں خشک ہو جائیں گی۔ نہ کسی نیکی کے سبب ان میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ہی کسی گناہ اور برائی کے سبب ان میں کمی کی جائے گی نہ ایسے نفس کو اس کا ایمان فائدہ دے گا جس نے اس سے قبل ایمان قبول نہیں کیا یا حالت ایمان میں کوئی خیر اور نیکی کا عمل نہیں کیا۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب پہلی علامت ظاہر ہوگی تو قلمیں پھینک دی جائیں گی، صحائف (اعمال نامے) لپیٹ دیے جائیں گے، کراماً کاتبین کو روک لیا جائے گا اور جسموں کو اعمال پر پیش کر دیا جائے گا۔

امام احمد، عبد بن حمید، مسلم، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے تیزی سے اعمال کر لو۔ اور وہ یہ ہیں سورج کا مغرب

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 99، دار صادر بیروت

2۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 444 (7215)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ متدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 588 (8637) دار الکتب العلمیہ بیروت

سے طلوع ہونا، دجال، دھواں، دابۃ فی الارض، خویصتہ احد کم۔ (تم میں سے کسی کا مر جانا) اور امر العامہ (قیامت کا آنا) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا خویصہ احد کم سے مراد موت ہے اور امر العامہ سے مراد قیامت ہے۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (1)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ علامات کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے اپنے اعمال میں جلدی کرلو سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھواں، دابۃ الارض، دجال کا ظاہر ہونا، تم میں سے کسی پر موت کا آنا اور قیامت کا قائم ہونا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑی بڑی علامات سات ہیں۔ ان میں سے ایک گزر چکی ہے اور وہ ہے طوفان اور چھ تم میں باقی ہیں۔ یعنی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھواں، دجال، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا اور صور (قرناء) میں پھونکا جانا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دو شیخ کبیر آپس میں ملیں گے۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو کہے گا تو کب پیدا ہوا؟ تو وہ جواب دے گا سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے زمانے میں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم یہ گفتگو کرتے تھے کہ تمام علامات سال بسال اس تسلسل کے ساتھ ظاہر ہوں گی جیسا کہ دھاگے میں دانے پروئے ہوئے ہوں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا علامات دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں کی مثل ہیں کہ دھاگہ کٹ جائے تو وہ ایک دوسرے کے پیچھے تسلسل کے ساتھ نکل آتے ہیں۔

امام ابن ماجہ اور حاکم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح بھی قرار دیا ہے۔ پھر ان کی پیروی علامہ ذہبی نے بھی کی ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علامات (کا ظہور) دوسو کے بعد ہوگا (3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ایک علامت ظاہر ہونے کے بعد لوگ نمازیں پڑھیں گے روزے رکھیں گے اور حج کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سے ان اعمال کو قبول فرمائے گا جن سے علامات ظاہر ہونے سے پہلے انہیں تسلیم کرتا تھا اور جن سے ظہور علامت سے قبل تسلیم نہیں کرتا تھا تو نشانی ظاہر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کسی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 561 (8574) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن ابن ماجہ، باب الآیات، جلد 4، صفحہ 431 (4056) ایضاً
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 431 (4057) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ لوگ جمع (مزدلفہ) کی طرف چلتے ہوئے رات گزاریں گے اور دابۃ الارض ان کی طرف چلتے ہوئے رات بسر کرے گا، پس وہ صبح اس حال میں کریں گے کہ وہ انہیں اپنے سر اور دم کے درمیان رکھے ہوئے ہوگا۔ وہ ہر مومن کو مسح کرے گا یعنی فقط چھوئے گا۔ اور وہ ہر منافق اور کافر کو وہ ناک پر ضرب لگائے گا۔ ابھی تک توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ پھر ایک دھواں ظاہر ہوگا۔ مومن اس کے سبب زکام کی کیفیت محسوس کرے گا۔ لیکن وہ منافق اور کافر کے کانوں میں داخل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ہلکی سی شے کی طرح ہو جائے گا۔ ابھی بھی توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ اس کے بعد مغرب سے سورج طلوع ہوگا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالا خانے سے ہمارے اوپر جھانکے اور ہم باہم مذاکرات کر رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کیا مذاکرات کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی ہم قیامت کے بارے گفتگو کر رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لو گے۔ اور وہ یہ ہیں دھویں اور دجال کا ظاہر ہونا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول فرمانا، یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا نکلنا اور سورج کا مغرب سے طلوع کرنا اور تین خسوف کا ہونا۔ ایک خسف (زلزلہ برپا ہو کر زمین میں دھنس جانا) مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔ سب سے آخر میں قدعدن یا یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف بھگا دے گی۔ جب وہ اتریں گے تو آگ بھی انہی کے ساتھ اترے گی اور جب وہ قیلولہ کریں گے تو یہ بھی انہی کے ساتھ قیلولہ کرے گی(2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا یاجوج ماجوج میں سے کوئی آدمی نہیں مرے گا حتی کہ اس کی صلب سے ہزار یا اس سے زائد افراد پیدا ہوں گے۔ ان کے پیچھے تین امتیں (گروہ) ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ تین یہ ہیں: منسک، تاویل اور تاریس۔ سورج جب ہر روز طلوع ہوتا ہے تو ساری مخلوق اسے دیکھتی ہے اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو سجدے میں گر جاتا ہے، سلام کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے پھر اسے ایک دن اجازت نہیں دی جائے گی۔ وہ پھر اجازت طلب کرے گا۔ تو پھر بھی اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔ پھر تیسری بار وہ اجازت لے گا تو اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔ تو پھر یہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار! تیرے بندے میرا انتظار کر رہے ہوں گے اور مسافت بہت دور ہے؟ پھر بھی اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب رات دو یا تین راتوں کی مقدار کے برابر ہو جائے گی تو اسے کہا جائے گا تو اسی جگہ سے طلوع ہو جا جہاں تو غروب ہوا۔ پھر وہ طلوع ہوگا اور تمام اہل زمین اسے دیکھیں گے۔ یہ ان علامات میں سے ہے جو ہم تک پہلے پہلے پہنچیں گی۔ اس وقت ایسے نفس کا ایمان اسے نفع نہیں دے گا جس نے اس سے قبل ایمان قبول نہیں کیا۔ پس لوگ جائیں گے اور سونا صدقہ کریں گے اور ان سے لیا نہیں جائے گا اور کہا جائے گا: اگر کل اس طرح ہوتا......

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 532 (8492) دارالکتب العلمیہ بیروت　2۔ سنن ترمذی، جلد 4، صفحہ 414 (2183) دارالحدیث قاہرہ

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک دن اپنے ہم نشینوں سے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے جانتے ہو" تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ (الکہف:86)" گویا وہ ڈوب رہا ہے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں"۔ اس سے کیا مراد ہے؟ تمام حاضرین مجلس نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ تو پھر آپ نے فرمایا: کیونکہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے، اس کی تسبیح اور عظمت و کبریائی بیان کرتا ہے اور وہ عرش کے نیچے ہوتا ہے اور جب اس کے طلوع کا وقت آتا ہے تو اسے پھر سجدہ کرتا ہے اور اس کی عظمت و کبریائی کا ذکر کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے۔ تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ خاص دن آئے گا جس میں اسے روکا جانا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے گا، اس کی تسبیح اور عظمت و کبریائی کا ذکر کرے گا۔ پھر اجازت طلب کرے گا۔ تو اسے کہا جائے گا تو ثابت رہ۔ پھر جب سورج کے طلوع کا وقت قریب آئے گا تو وہ رب کریم کو سجدہ کرے گا، اس کی تسبیح اور عظمت و کبریائی بیان کرے گا اور پھر اجازت طلب کرے گا۔ تو اسے کہا جائے گا تو ثابت رہ۔ چنانچہ دو راتوں کی مقدار اسے روکا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: تہجد پڑھنے والے لوگ اس سے گھبرا جائیں گے اور ایک آدمی اپنے پڑوس میں رہنے والے کو آواز دے گا اے فلاں! آج ہماری رات کو کیا ہو گیا ہے کہ میں سویا اور خوب سیر ہو کر سویا اور میں نے نماز پڑھی اور خوب حفاظت اور آداب کے ساتھ نماز پڑھی؟ بعد از اں سورج کو کہا جائے گا اسی جگہ سے طلوع ہو جا جہاں تو غروب ہوا تھا لہٰذا اس کا ذکر اس آیت میں ہے" یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ الآیہ"

امام سعید بن منصور اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: اے لوگو! اس امت میں عنقریب ایک قوم آئے گی اس کے افراد رجم، دجال اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کو جھٹلائیں گے، عذاب قبر اور شفاعت کی تکذیب کریں گے اور اس قوم کو جھٹلائیں گے جو آگ سے نکلے گی اس کے بعد کہ آگ نے انہیں جلا دیا۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور ابن عساکر نے کعب سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ سورج مغرب سے طلوع ہو تو وہ قطب کے ساتھ اسے پھیر دے گا اور مشرق کو مغرب اور مغرب کو مشرق بنا دے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مشرق کی جانب ساتویں سمندر پر دنیا کی تمام راتوں کی مقدار کے برابر تاریکی اور اندھیرے کا حجاب پیدا فرما دیا ہے۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو وہ فرشتہ آتا ہے جو رات پر مقرر ہے۔ وہ اس حجاب کی تاریکی سے ایک قبضہ (مشت) لیتا ہے۔ پھر مغرب کی طرف چل پڑتا ہے اور اپنی انگلیوں کے درمیان سے تھوڑا تھوڑا کر کے اس تاریکی کو چھوڑتا جاتا ہے اور شفق کی رعایت رکھتا ہے۔ جب شفق غائب ہو جائے تو وہ ساری تاریکی کو چھوڑ دیتا ہے اور پھر اپنے پر پھیلا دیتا ہے اور وہ زمین کی اطراف اور آسمان کے کناروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہ فضا میں اتنا تجاوز کر جاتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ فضا میں آگے تجاوز کریں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے ساتھ اس کے پروں کے سبب رات کی تاریکی

پھیلتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ رات کی ساعتوں کی مقدار کے مطابق مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ پس جب وہ مغرب میں پہنچتا ہے تو مشرق سے صبح پھوٹتی ہے۔ وہ اپنے ایک پر کو سمیٹ لیتا ہے اور اندھیروں کو آپس میں ملاتے ہوئے اپنی ہتھیلی میں بند کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر اندھیروں کو ایک مٹھی میں بند کر لیتا ہے۔ جیسا کہ مشرق کے حجاب سے لیتے وقت اس نے انہیں قبضے میں لیا تھا۔ پھر وہ انہیں مغرب سے ساتویں سمندر میں رکھ دیتا ہے۔ پس وہیں سے رات کی تاریکی آتی ہے۔ جب اس حجاب کو مشرق سے مغرب کی طرف پھیر دیا جائے گا تو صور (قرناء) میں پھونکا جائے گا۔ لہٰذا دن کی روشنی سورج کی جانب سے ہوتی ہے اور رات کی تاریکی اس حجاب کی جانب سے ہے۔

سورج اپنے مطلع سے مغرب کی طرف چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی توبہ کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ پھر سورج اجازت طلب کرے گا کہ وہ کہاں سے طلوع کرے اور چاند التجا کرے گا وہ کہاں سے طلوع کرے۔ تو دونوں کو اجازت نہیں دی جائے گی۔ پس دونوں میں سے سورج کو تین راتوں کی مقدار اور چاند کو دو راتوں کی مقدار روک لیا جائے گا اور دونوں کو روکنے کی مقدار کا علم بہت کم لوگوں کو ہوگا۔ اور وہ اہل زمین میں سے باقی رہنے والے اور قرآن کے حافظ ہوں گے۔ ان میں سے ہر آدمی اس رات میں اپنا وظیفہ پڑھ لے گا۔ یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوگا۔ تو دیکھے گا رات تو اپنے حال پر ہے۔ وہ دوبارہ اپنا وظیفہ پڑھے گا۔ جب وہ اس سے فارغ ہوگا تو دیکھے گا ابھی رات اپنے حال پر ہی ہے۔ وہ پھر لوٹے گا اور اپنا وظیفہ پڑھے گا۔ جب وہ اس سے فارغ ہوگا تو دیکھے گا ابھی رات اپنے حال پر ہی ہے۔ وہ پھر لوٹے گا اور اپنا وظیفہ پڑھے گا۔ جب وہ اس سے فارغ ہوگا تو دیکھے گا کہ رات تو ابھی اپنے حال پر ہی ہے۔ تو اس رات کے طویل ہونے کی پہچان صرف حاملین قرآن کو ہوگی۔ وہ ایک دوسرے کو بلائیں گے اور اس رات کا بقیہ حصہ عاجزی و زاری اور چیخ و پکار کرتے ہوئے اپنی مساجد میں جمع رہیں گے۔ وہ رات تین راتوں کی مقدار کے برابر ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کو سورج اور چاند کی طرف بھیجے گا اور وہ جا کر انہیں کہیں گے: پروردگار عالم نے تم دونوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے مغارب کی طرف لوٹ جاؤ اور وہیں سے طلوع کرو۔ کیونکہ تمہارے لئے کوئی روشنی اور نور نہیں۔ پس سورج اور چاند قیامت اور موت کے خوف سے رونے لگ جائیں گے۔ چنانچہ وہ دونوں لوٹیں گے اور اپنے اپنے مغرب سے طلوع کریں گے۔

پس اسی اثناء میں کہ لوگ اس طرح رو رہے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و انکساری کر رہے ہوں گے اور غافل لوگ اپنی غفلت میں ہی ہوں گے کہ اچانک ندا دینے والا یہ اعلان کر دے گا خبردار! توبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور سورج اور چاند اپنے مغارب سے طلوع ہو چکے ہیں۔ سو لوگ دیکھیں گے کہ وہ دونوں گٹھڑیوں کی مانند سیاہ ہیں نہ ان میں روشنی ہے نہ نور۔ اسی کا تذکرہ اس ارشاد میں ہے "وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ"۔ وہ دونوں بلند ہوں گے جیسا کہ دو ملے ہوئے اور بندھے ہوئے اونٹ ہوں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے جھگڑ رہا ہو اہل دنیا چیخ و پکار کر رہے ہوں گے۔ مائیں (اپنی اولاد کو) بھول جائیں گی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی رہے، نیکوکار اور صالح لوگ تو انہیں اس دن کا رونا نفع دے گا اور ان کی عبادت لکھی جائے گی۔ لیکن اس کے برعکس جو لوگ فاسق اور فاجر ہوں گے تو اس دن ان کا رونا انہیں نفع

نہیں دے گا اور ان کے خلاف حسرت اور پشیمانی لکھی جائے گی۔ جب سورج اور چاند آسمان کے نصف تک پہنچیں گے تو جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئیں گے اور انہیں سینگوں سے پکڑ کر مغرب کی طرف لوٹا دیں گے۔ وہ انہیں اپنے مغارب میں غروب نہیں کریں گے بلکہ انہیں باب التوبہ میں غروب کر دیں گے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: توبہ کا دروازہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مغرب کے پیچھے توبہ کے لئے ایک دروازہ بنا رکھا ہے اور وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک ہے۔ اس کے لئے سونے کے دو کواڑ ہیں۔ ان پر موتی، یاقوت اور جواہر جڑے ہوئے ہیں۔ دونوں کواڑوں کے درمیان تیز رفتار سوار کے لئے چالیس برس کی مسافت ہے۔ جب سورج اور چاند مغرب سے طلوع کریں گے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اس دن تک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جس نے بھی خالص توبہ کی اس کی توبہ اس دروازے میں داخل ہو گی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اٹھالیا جائے گا۔ پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم توبۃ النصوح کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَنْ يَّنْدَمَ الْعَبْدُ عَلَى الذَّنْبِ الَّذِيْ اَصَابَ فَيَهْرُبَ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ اِلَيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ'' کہ بندے کا اپنے اس گناہ پر نادم ہونا جو اس سے صادر ہوا اور پھر اس سے بھاگ کر خالص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا اور یہ وعدہ کرنا کہ وہ دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا جیسا کہ دوہا ہوا دودھ کھیری میں واپس نہیں لوٹ سکتا''۔ فرمایا: جبریل امین علیہ السلام سورج اور چاند دونوں کو اس دروازے میں غروب کر دیں گے اور دونوں کواڑوں کو بند کر دیں گے۔ تو اس طرح ان کی درمیانی مسافت اس طرح سمٹ جائے گی اور وہ آپس میں اس طرح جڑ جائیں گے کہ گویا کبھی ان کے درمیان کبھی بھی کوئی شگاف اور سوراخ نہیں تھا۔ جب توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا تو اس کے بعد کسی بندے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کے بعد کی جانے والی کوئی نیکی اس کے لئے نفع بخش ثابت نہیں ہوگی۔ مگر وہ نیک عمل جو اس سے پہلے کیا ہوگا وہ ضرور نفع پہنچائے گا۔ لہٰذا اس کے بعد ان کے حق میں اور ان کے خلاف وہی کچھ جاری رہے گا جو اس سے پہلے ان کے لئے جاری تھا۔ یہی کچھ اس ارشاد گرامی میں ہے ''يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا''۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم فداک ابی وامی، اس کے بعد سورج اور چاند کی کیفیت کیا ہوگی لوگ کیسے ہوں گے اور (نظام) دنیا کیسا ہو گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابی! اس کے بعد سورج اور چاند دونوں نور کی روشنی حاصل کر لیں گے، پھر لوگوں پر طلوع کریں گے اور اس طرح غروب ہوں گے جیسے پہلے ہوا کرتے تھے، رہے لوگ، تو جب وہ اس علامت اور اس کی عظمت کو دیکھ لیں گے وہ دنیا کے حریص ہو جائیں گے، وہ اس میں آبادیاں بنائیں گے، اس میں نہریں جاری کریں گے، درخت لگائیں گے اور اس میں اونچے اونچے محل تعمیر کریں گے اور دنیا کی کیفیت یہ ہوگی کہ اگر کسی آدمی کے پاس نومولود بچھیرا ہوا تو وہ ابھی سواری کے قابل نہیں ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ پس سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے لے کر صور میں پھونکے جانے کے دن تک (اتنی ہی مہلت) ہوگی۔

امام نعیم بن حماد رحمہ اللہ نے الفتن میں اور حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور حاکم نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہے۔ اس کے گدھے کا قدم تین دن کی مسافت کا ہوگا اور وہ سمندر میں اس طرح گھس جائے گا جیسے تم میں سے کوئی نہر میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ کہے گا: میں عالمین کا رب ہوں، یہ سورج میری اجازت سے گردش کرتا ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسے روک لوں؟ پھر سورج کو روک لیا جائے گا۔ حتی کہ اس دن کو مہینے اور ہفتے کی مثل بنا دیا جائے گا۔ پھر وہ کہے گا کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسے چلا دوں؟ تو وہ کہیں گے ہاں۔ تو ایک دن کو ایک ساعت کی مثل کر دیا جائے گا۔ پھر ایک عورت اس کے پاس آئے گی اور کہے گی: اے میرے رب! میرے لئے میرے بھائی، بیٹے اور خاوند کو زندہ کر دے۔ حتی کہ وہ عورت ایک شیطان سے معانقہ کرے گی اور ان کے گھر شیطانوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ پھر ایک اعرابی اس کے پاس آئے گا اور کہے گا: اے میرے رب! ہمارے لئے ہمارے اونٹوں اور بکریوں کو زندہ کر دے۔ تو وہ انہیں بہت سے ایسے شیاطین دے دے گا جو ان کے اونٹوں اور بکریوں کی مثل ہوں گے اور عمر اور نشانیوں کے اعتبار سے انہی جیسے ہوں گے۔ تو وہ کہہ اٹھیں گے اگر یہ ہمارا رب نہ ہوتا تو ہمارے لئے کون ہمارے مردوں کو زندہ کرتا؟ اس کے ساتھ بکریوں کے ریوڑ کا ایک پہاڑ ہوگا اور گوشت کی ہڈیاں گرم ہوں گی ٹھنڈی نہیں ہوں گی، نہر جاری ہوگی اور باغات اور سبزے کا ایک پہاڑ ہوگا اور اسی طرح اس کے ساتھ آگ اور دھوئیں کا ایک پہاڑ ہوگا۔ وہ کہے گا: یہ میری جنت ہے یہ میری دوزخ ہے۔ یہ میرا کھانا ہے اور یہ میرا پینا ہے۔ حضرت یسع علیہ السلام اس کے ساتھ لوگوں کو دیکھ کر یہ کہہ کر ڈرائیں گے یہ مسیح کذاب ہے پس تم اس سے بچو۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اتنی سرعت اور تیزی عطا فرمائے گا جسے دجال نہیں پا سکے گا۔ لہٰذا جب وہ کہے گا میں رب العالمین ہوں تو لوگ اسے کہیں گے: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اور حضرت یسع علیہ السلام کہیں گے: لوگوں نے سچ کہا ہے۔ پھر اس کا گزر مکہ مکرمہ سے ہوگا۔ تو وہاں لوگوں کا ایک جم غفیر اسے کہے گا تو کون ہے؟ تو وہ کہے گا: میں میکائیل ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے حرم کی حفاظت کے لئے بھیجا ہے۔ اور جب اس کا گزر مدینہ منورہ سے ہوگا تو وہاں بھی ایک خلق عظیم اس سے پوچھے گی: تو کون ہے؟ تو وہ کہے گا: میں جبرئیل ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا تا کہ میں حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کروں۔

پس دجال جب مکہ مکرمہ پہنچے گا تو وہاں حضرت میکائیل علیہ السلام کو دیکھ کر چیختے چلاتے الٹے پاؤں واپس بھاگے گا اور مکہ کے منافقین بھی اس کی طرف نکل آئیں گے اور اسی طرح مدینہ منورہ سے بھی منافقین اس کی طرف نکل آئیں گے اور پھر ڈرانے والا ان کی طرف آئے گا۔ جنہوں نے قسطنطنیہ کو فتح کیا اور مسلمانوں میں سے بیت المقدس سے محبت رکھنے والے کا بیان ہے کہ دجال اس آدمی کو پالے گا اور کہے گا: یہ وہ ہے جو یہ گمان رکھتا تھا کہ میں اس پر قادر نہیں ہوں گا۔ لہٰذا تم اسے قتل کر دو۔ تو اسے چیر ڈالا جائے گا۔ پھر وہ کہے گا: میں اسے زندہ کرتا ہوں۔ تو کھڑا ہو جا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سوا کسی نفس کی اسے اجازت نہیں دے گا۔ سو وہ کہے گا: کیا میں نے تجھے موت دے کر پھر زندہ نہیں کیا؟ تو وہ جواب دے گا: اب تیرے بارے

میں میرے یقین میں مزید اضافہ ہوگیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں یہ خبر دی تھی کہ تو مجھے قتل کرے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے اذن سے مجھے زندہ کردیا جائے گا۔ پھر اس کی جلد پر تانبے کی تختیاں رکھ دی جائیں گی تو اس میں ان کے ہتھیار اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ تو وہ حکم دے گا: اسے میری آگ میں پھینک دو۔ تو اللہ تعالیٰ آگ کے اس پہاڑ کو اس ڈرانے والے کے لئے باغات میں تبدیل کردے گا۔ پس لوگ اس کے بارے شک میں مبتلا ہوجائیں گے اور وہ تیزی سے بیت المقدس کی طرف چلا جائے گا۔ جب وہ عقبہ افیق پر چڑھے گا اور اس کا سایہ مسلمانوں پر پڑے گا تو اسے قتل کرنے کے لئے اپنی کمانوں کی تانت باندھیں گے اور ان میں سے سب سے زیادہ قوی اور طاقتور بھوک اور ضعف کے سبب بیٹھا یا لیٹا ہوگا۔ اسی اثناء میں وہ ایک آواز سنیں گے "جاء کم الغوث" (تمہاری امداد آگئی)۔ تو وہ یہ سن کر کہیں گے یہ کسی سیر شدہ آدمی کی آواز ہے۔

اتنے میں زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوجائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور کہیں گے: اے گروہ مسلمین! اپنے رب کی حمد اور تسبیح بیان کرو۔ پس وہ ایسا کریں گے اور فرار کا ارادہ کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر زمین کو تنگ کردے گا۔ پس جب وہ نصف ساعۃ میں باب لد کے پاس پہنچیں گے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریب آجائیں گے۔ جب اس کی نظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پڑے گی تو آپ فرمائیں گے نماز قائم کرو۔ تو دجال کہے گا اے اللہ تعالیٰ کے نبی! نماز پڑھی جاچکی ہے؟ تو پھر آپ فرمائیں گے: اے اللہ کے دشمن! تیرا دعویٰ تھا کہ تو رب العالمین ہے پھر تو نماز کس کی پڑھتا ہے؟ پس آپ اسے کوڑے کے ساتھ مار کر قتل کردیں گے، پس اب اس کے انصار میں سے کوئی شے بھی باقی نہیں بچے گی۔ مگر یہ ندا دی جارہی ہوگی: اے مومن! یہ دجال ہے، اسے قتل کردے۔ چنانچہ لوگ چالیس سال تک زندگی کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے نہ کوئی مرے گا اور نہ ہی کوئی بیمار ہوگا۔ ایک آدمی اپنی بکریوں اور دیگر جانوروں کو کہے گا: جاؤ اور چرو۔ چرنے والے جانور دو کھیتوں کے درمیان سے گزریں گے۔ لیکن ان میں سے ایک سٹہ (بال) بھی نہیں کھائیں گے۔ سانپ اور بچھو کسی کو اذیت نہیں پہنچائیں گے اور درندے گھروں کے دروازوں پر آکر بھی کسی کو گزند نہیں پہنچائیں گے۔ اور ایک آدمی ایک مد گندم لے کر ہل چلائے بغیر کاشت کردے گا تو اس سے سات سو مد پیداوار حاصل کرلے گا۔

لوگ اسی حال پر زندگی گزار رہے ہوں گے حتی کہ یاجوج ماجوج کی دیوار توڑ دی جائے گی پس وہ بپھرے ہوئے آئیں گے اور فساد برپا کردیں گے۔ لوگ مدد کی التجا کریں گے۔ لیکن ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ طور سیناء کے باسی وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ چنانچہ وہ دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ زمین سے ٹانگوں والا ایک کیڑا بھیج دے گا جو ان کے کانوں میں داخل ہوجائے گا اور وہ سارے کے سارے مرجائیں گے۔ زمین ان کے سبب سخت بدبودار ہوجائے گی۔ پس وہ اپنی بدبو کے سبب اپنی زندگی کی نسبت زیادہ لوگوں کو اذیت اور تکلیف پہنچائیں گے۔ چنانچہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مدد طلب کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ گرد آلود یمنی ہوا بھیجے گا۔ اس کے سبب لوگوں پر ابر اور دھواں پھیل جائے گا اور وہ زکام میں مبتلا ہوجائیں گے۔ اس حالت سے تین دن کے بعد انہیں نکالا جائے گا۔ درآنحالیکہ وہ سب کے سب سمندر میں پھینکیں

جا چکے ہوں گے۔ پھر وہ تھوڑی مدت تک ہی ٹھہریں گے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا قلمیں خشک ہو جائیں گی اور اعمال نامے لپیٹ دیے جائیں گے۔ اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ ابلیس سجدے میں گر جائے گا اور پکارے گا اے میرے اللہ! جسے تو چاہے مجھے سجدہ کرنے کا حکم دے۔ اس کے شیاطین جمع ہو کر کہیں گے اے ہمارے آقا! کس سے تو گھبرا رہا ہے؟ تو وہ جواب دے گا میں نے اپنے رب سے یہ التجا کی ہے کہ وہ یوم بعث تک مجھے مہلت عطا فرمائے۔ کیونکہ سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور یہ وقت معلوم ہے۔ شیاطین زمین میں ظاہر ہو جائیں گے، حتیٰ کہ آدمی کہے گا یہ میرا وہ ساتھی ہے جو مجھے گمراہ کرتا تھا۔ پس سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسے رسوا کیا ہے۔ ابلیس مسلسل روتے ہوئے سجدہ کرتا رہے گا یہاں تک کہ دابہ نکلے گا اور اسے سجدے کی حالت میں ہی قتل کر دے گا۔ اس کے بعد مومنین چالیس برس تک حیات مستعار کے مزے لیتے رہیں گے۔ وہ جس چیز کی بھی تمنا اور آرزو کریں گے، وہ انہیں عطا کر دی جائے گی۔ یہاں تک کہ دابہ کے نکلنے کے بعد چالیس سال مکمل ہو جائیں گے۔ پھر ان میں موت لوٹ آئے گی اور بڑی تیزی سے لوگ موت کی آغوش میں جانے لگیں گے اور کوئی مومن باقی نہیں رہے گا۔ اور کفار باقی رہ جائیں گے۔ وہ چوپاؤں کی طرح راستوں میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے۔ یہاں تک کہ آدمی راستے کے درمیان اپنی ماں سے زنا کرے گا۔ ایک اس کے ساتھ کھڑا ہوگا اور ایک اس سے اترے گا اور ان میں افضل وہ ہوگا جو یہ کہے گا اگر تم راستے سے ایک طرف ہو جاتے تو اچھا ہوتا۔ پس اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی نکاح سے پیدا نہیں ہوگا۔ پھر تیس سال تک اللہ تعالیٰ عورتوں کو بانجھ کر دے گا اور وہ سب کے سب زنا کی پیداوار ہوں گے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر شریر ہوں گے، انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو ابلیس سجدے میں گر جائے گا اور بآواز بلند یہ پکارے گا: اے اللہ! جسے تو چاہے مجھے سجدہ کرنے کا حکم دے۔ اس کے گروہ کے افراد اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے آقا! یہ عاجزی اور زاری کیسی ہے؟ تو وہ کہے گا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے کہ وہ وقت معلوم تک مجھے مہلت دے اور یہی وقت معلوم ہے۔ فرمایا: دابۃ الارض صفا کی ایک دراڑ (بل) سے نکلے گا اور وہ اپنا پہلا قدم انطاکیہ میں رکھے گا۔ سو وہ ابلیس کے پاس آئے گا اور اسے نکیل ڈالے گا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا دست قدرت پھیلاتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالے اور دن کے وقت اپنا دست قدرت پھیلاتا ہے تاکہ رات کے وقت گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالے، (یہی سلسلہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا(2)۔

1۔ کنز العمال، باب الشمس من مغربہا، جلد 14، صفحہ 349 (38899)، التراث الاسلامی بیروت

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 17، صفحہ 64 (2759)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو آدمی اپنے خزانہ کئے ہوئے مال کی طرف جائے گا اور اسے نکالے گا، پھر اسے اپنی پیٹھ پر اٹھائے گا اور کہے گا: کون ہے جس کا اس میں حق ہے؟ تو اسے کہا جائے گا تو کل اسے کیوں نہیں لایا؟ پس اس سے مال قبول نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ وہ اسے اسی جگہ پر لے آئے گا جہاں سے اس نے کھودا تھا اور اسے زمین پر دے مارے گا اور کہے گا: اے کاش! میں نے تجھے نہ دیکھا ہوتا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے تین بار اجازت طلب کی۔ لیکن انہوں نے مجھے اجازت نہ دی۔ تو میں واپس لوٹ گیا۔ پھر ان کا قاصد مجھے پیچھے سے آملا اور کہا: تجھے کس شے نے واپس لوٹا دیا ہے؟ میں نے کہا: میں نے گمان کیا کہ آپ سو رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا: میں نہیں سوتا یہاں تک کہ میں دیکھ لوں، سورج کہاں سے طلوع ہوتا ہے؟ ابن عون نے کہا: میں نے اس کا ذکر محمد سے کیا تو انہوں نے کہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کئی ایک نے اسی طرح کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو اسامہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن کی صبح وہ رات تین راتوں کی مقدار طویل ہو جائے گی۔ پس وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں وہ اٹھ کر نماز ادا کریں گے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوں گے تو سورج کے مطلع کی طرف دیکھنے لگیں گے۔ اتنے میں سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

"بے شک وہ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں اور ہو گئے کئی گروہ (اے محبوب!) نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی علاقہ۔ ان کا معاملہ صرف اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ بتائے گا انہیں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت سے قبل یہود و نصاریٰ کے مابین اختلاف ہوا تو وہ کئی گروہوں میں بٹ گئے۔ سو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی تو آپ پر یہ آیت نازل کی گئی "اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ...... الآیہ"

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں اس آیت طیبہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اسلام اور اس دین کو چھوڑ دیا، جس کا انہیں حکم دیا گیا اور وہ مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئے۔ آپ کا ان سے کوئی علاقہ اور تعلق نہیں۔ یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ پھر کی اس آیت "قاتلوا الذین لا یومنون باللہ" (التوبہ:40) کے سبب یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "وَ كَانُوْا شِيَعًا" کا معنی ہے "مِلَلًا شَتّٰى" (وہ مختلف ملتوں میں بٹ گئے)

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے بے شک وہ جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا، حالانکہ وہ اس امت میں سے ہیں (1)۔

امام حکیم ترمذی، ابن جریر، طبرانی، شیرازی رحمہم اللہ نے القاب میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور آپ نے حضور نبی مکرم ﷺ سے '' اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا '' کے بارے یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا '' ان سے مراد اس امت کے بدعتی اور ہوا پرست لوگ ہیں '' (2)۔

امام عبد بن حمید، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دین میں تفرقہ ڈالنے والے لوگوں سے مراد حروریہ ہیں۔

ابن ابی حاتم، نحاس اور ابن مردویہ نے ابو غالب سے نقل کیا ہے کہ ان سے مذکورہ آیت کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بیان کیا ہے کہ ان لوگوں سے مراد خوارج ہیں۔

امام حکیم ترمذی، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، طبرانی، ابو نعیم نے حلیہ میں، ابن مردویہ، ابو نصر سجزی نے الابان میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: اے عائشہ! '' اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا '' سے مراد اس امت کے اہل بدعت، ہوا پرست اور گمراہی اختیار کرنے والے لوگ ہیں۔ ان کے لئے توبہ نہیں ہے۔ اے عائشہ! بلاشبہ ہر گناہ گار کے لئے توبہ ہے مگر اہل بدعت اور ہوا پرستوں کے لئے توبہ نہیں ہے۔ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں (یعنی میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق اور علاقہ نہیں) (3)

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ '' اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا '' کو بغیر الف کے پڑھتے تھے۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو الف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی '' اِنَّ الَّذِیْنَ فٰرَقُوْا دِیْنَهُمْ '' (4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا '' میں نے رسول اللہ ﷺ کو '' فَارَقُوْا دِیْنَهُمْ '' پڑھتے سنا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ یہود و نصاریٰ ہیں (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 125، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ نوادر الاصول، جلد 1، صفحہ 209، دار صادر بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 124
5۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 72 (876) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس آیت میں یہودیوں کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: آیت کا مفہوم یہ ہے وہ لوگ جنہوں نے اپنا دین چھوڑ دیا اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں اور "وَ كَانُوْا شِيَعًا" کا معنی ہے اور وہ کئی گروہ ہو گئے۔ اور "لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ" کے بارے انہوں نے فرمایا کہ آپ کو ان کے ساتھ قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اور سورۂ برأت میں انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ" کے بارے ابو الاحوص نے کہا "تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بری ہیں"

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے مرۃ الطیب سے یہ قول نقل کیا ہے "میرا امر یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی علاقہ نہ ہو پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی "اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ"۔

امام ابن منیع رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ بالضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی علاقہ اور تعلق نہ ہونے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے (یعنی ہر آدمی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علاقہ اور تعلق ہونا چاہیے) پھر آپ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ازواج مطہرات میں سے ایک کا بازو دیکھا جسے انہوں نے دیوار اور پردے کے درمیان سے نکالا اور وہ فرما رہی تھیں: خبردار سنو! اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ان سے بری ہیں جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہ ہو گئے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام افلح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اپنی امت کے بارے تین چیزوں سے سب سے زیادہ خوف زدہ ہوں ہوس پرستی کی گمراہی، پیٹ اور شرم گاہ کی شہوات کی اتباع اور تکبر و خود پسندی (1)۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

"جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لئے دس ہوں گی اس کی مانند۔ اور جو کوئی کرے گا ایک برائی تو نہ بدلہ ملے گا اسے مگر اس (ایک برائی) کے برابر اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا"۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا جب مذکورہ بالا

1۔ نوادر الاصول، باب فی مذاہب اہل الھواء، جلد 1 صفحہ 210، دار صادر بیروت

آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا لا الہ الا اللہ نیکی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، یہ تمام نیکیوں سے افضل اور اعلیٰ نیکی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ'' سے مراد یہ ہے کہ جس کسی نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ'' سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا'' نازل ہوئی۔ اس وقت اہل ایمان ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے تھے اور اپنے مالوں کا دسواں حصہ (فی سبیل اللہ) دیا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد رمضان المبارک کے روزوں اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم نازل ہوا(1)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن حبان رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا گیا کہ میں یہ کہتا ہوں: جب تک میں زندہ رہا دن کو ضرور روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا) تو میں نے عرض کر دی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسی طرح کہا ہے۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کی طاقت نہیں رکھے گا، لہٰذا تو کبھی روزہ رکھ اور کبھی افطار کر۔ رات کا کچھ حصہ سو جا اور کچھ قیام کر۔ تو ہر مہینے میں تین روزے رکھ۔ کیونکہ ایک نیکی اپنی ہم مثل دس نیکیوں کے برابر ہے۔ لہٰذا یہ صیام الدھر کے مثل ہی ہے(2)۔

امام احمد، ترمذی رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے ہر مہینے تین روزے رکھے تو وہ اس کے لئے صیام الدھر کی مانند ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تصدیق میں قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا'' یعنی ایک دن دس دنوں کے برابر ہوتا ہے(3)۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے ایسے عمل کی تعلیم دیجئے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور جہنم سے دور ہٹا دے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو کسی برائی کا ارتکاب کرے تو پھر نیکی کا عمل کر۔ کیونکہ ایک نیکی اپنی مانند دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی نیکیوں میں سے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 131، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ صحیح مسلم، باب النہی عن صوم الدہر، جلد 1، صفحہ 365، قدیمی کتب خانہ کراچی

3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، جلد 2، صفحہ 344 (1708) دارالکتب العلمیہ بیروت

فرمایا: یہ سب سے حسین اور اعلیٰ نیکی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا تم '' مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا '' کے بارے کیا کہتے ہو کہ وہ کس کے لئے ہے؟ تو ہم نے جواب دیا: مسلمانوں کے لئے۔ تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ قسم بخدا! وہ تو صرف اعرابیوں کے لئے ہے اور رہے مہاجرین تو ان کے لئے تو ایک نیکی پر سات سو گنا ہوتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ اعرابیوں کے لئے ہے اور مہاجرین کے لئے تو ایک نیکی کا بدلہ سات سو گنا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت کریمہ اعراب کے بارے نازل ہوئی ہے اور مہاجرین کے لئے تو کئی گنا ہوگا۔ اور ایک روایت کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: اے ابا عبدالرحمٰن! مہاجرین کے لئے کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ جو اس سے افضل و اعلیٰ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے '' اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا وَ يُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ۝ '' (النساء) '' بے شک اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا ذرہ برابر بھی۔ (بلکہ) اگر ہو معمولی سی نیکی تو دو گناہ کر دیتا ہے اسے اور دیتا ہے اپنے پاس سے اجر عظیم ''۔ اور جب کسی شئے کو اللہ تعالیٰ عظیم فرمادے تو وہ عظیم ہوتی ہے (1)۔

امام احمد نے حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے جمعہ کے دن غسل کیا، مسواک کی، خوشبو لگائی اگر اس کے پاس موجود ہو، خوبصورت اور صاف ستھرے کپڑے پہنے، پھر گھر سے نکلا، یہاں تک کہ مسجد میں آپہنچا اور اس نے لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلانگا۔ پھر اس نے کچھ رکعتیں پڑھیں جو اللہ تعالیٰ نے چاہیں۔ پھر جب امام خطبہ دینے کے لئے آیا تو وہ بالکل خاموش رہا اور کوئی گفتگو نہیں کی یہاں تک کہ اپنی نماز سے فارغ ہو گیا۔ تو یہ عمل اس جمعہ اور سابقہ جمعہ کے درمیانی ایام میں ہونے والے گناوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے تین دن زائد ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی کو دس کا بدل قرار دیا ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جب کوئی بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے۔ پھر کرتا نہیں تو اس کے لئے بھی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب کوئی برائی کا ارادہ کرتا ہے اور پھر اسے کرتا ہے تب اس کے لئے ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کریم سے روایت کرتے ہیں (یعنی یہ حدیث قدسی ہے) کہ جس کسی نے نیکی کا ارادہ کیا اور پھر وہ کی نہیں تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اور اگر اس نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لئے دس سے سات سو گناہ تک اور اس سے بھی زائد کئی گنا تک لکھی جاتی ہیں اور جس کسی نے گناہ کا ارادہ کیا اور پھر کیا نہیں تو اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 131　　2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 81، دار صادر بیروت

کے لئے بھی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اس نے گناہ کا ارتکاب کیا تو اس کے لئے ایک گناہ لکھا جاتا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ اسے مٹا ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو ہلاک نہیں کرے گا مگر اسے ہی جو خود ہلاکت کا خواہش مند ہوگا(1)۔

امام احمد، مسلم، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جس کسی نے نیک عمل کیا تو اس کے لئے اس کی مثل دس اور اس سے بھی زائد ہوں گے۔ اور جس کسی نے گناہ کا عمل کیا تو اس کی جزاء اس کی مثل ہوگی یا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ جس کسی نے زمین کے اندازہ کے مطابق گناہ کے اعمال کیے پھر وہ مجھ سے اس حال میں ملا کہ وہ کسی شے کو میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں اسے ان خطاؤں کی مثل مغفرت عطا کروں گا۔ اور جو ایک بالشت میرے قریب ہوا میں ایک گز اس کے قریب ہوں گا اور جو ایک گز میرے قریب ہوگا میں ایک کرم اس کے قریب ہوں گا اور جو میرے پاس چل کر آئے گا، میری رحمت دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے گی(2)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث قدسی روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس کا قول حق ہے کہ جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کے لئے ایک نیکی لکھ دو اور جب وہ اس کو عملی جامہ پہنا دے تو تم اس کے لئے اس کی مثل دس نیکیاں لکھو اور جب وہ برائی کا ارادہ کرے تو اس کے لئے کچھ نہ لکھو اور اگر وہ برائی کا ارتکاب کرے تو تم اس کی مثل ایک گناہ لکھ دو اور اگر وہ اس ارادے پر عمل نہ کرے تو تم اس کے لئے ایک نیکی لکھو۔ پھر یہ آیت طیبہ پڑھی ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا''(3)

امام ابویعلی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے نیکی کا ارادہ کیا پھر اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کرے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور جس کسی نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے لئے کوئی شے نہیں لکھی جاتی اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کے خلاف ایک گناہ لکھا جاتا ہے(4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک جمعہ اپنے اور دوسرے جمعہ کے درمیانی ایام میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اس میں تین دن زائد ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا''(5)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: تین قسم کے لوگ جمعہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 279، دار صادر بیروت 2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 295 (3821) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، کتاب التفسیر، جلد 11، صفحہ 144 (3073) دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ مسند ابو یعلی، جلد 3، صفحہ 224 (3438) دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ معجم کبیر، جلد 3، صفحہ 298 (3459) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

ایک آدمی جمعہ میں حاضر ہوتا ہے اور لغو کلام کرتا ہے۔ پس ایسے آدمی کے لئے جمعے سے وہی حصہ ہوتا ہے۔ ایک وہ آدمی ہے جو حاضر ہو کر دعا مانگتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے عطا کر دے اور اگر چاہے تو روک لے۔ اور ایک وہ آدمی ہے جو بالکل خاموشی اور سکوت کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوتا ہے، کسی مسلمان کی گردن نہیں پھلانگتا اور نہ کسی کو اذیت اور تکلیف دیتا ہے تو ایسے آدمی کے لئے یہ جمعہ آنے والے جمعہ تک کفارہ ہو جاتا ہے اور تین دن زائد ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا"

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس کسی نے جمعہ کے دن غسل کیا، اگر اس کے پاس خوشبو موجود ہو تو وہ لگائی۔ پھر مسجد میں آیا اور کسی کو اذیت نہیں پہنچائی اور نہ کسی کی گردن پھلانگی تو اس کے لئے یہ جمعہ اپنے اور دوسرے جمعہ کے مابین صادر ہونے والے گناہوں کے لئے کفارہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا"

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک نیکی کا بدلہ اس کی مثل دس نیکیاں ہیں۔

ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے صیام الدھر کے بدلے ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ اس کی مثل دس نیکیاں ہوتی ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھنا پورا زمانہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور ایک دن کا روزہ دس دنوں کے برابر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا"۔ خطیب نے اس روایت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی ایک نیکی کا بدل اس کی مثل دس سے لے کر سات سو گناہ تک نیکیوں کو بنایا ہے۔ مگر روزے کے بارے فرمایا: روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزاء میں خود دیتا ہوں (یا روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزاء میں خود ہوں) (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابو داؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نسائی اور ابن حبان رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا دو خصلتیں ہیں جو بندۂ مسلم ان دونوں کو ہمیشہ اپنائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ دونوں آسان اور تھوڑی سی ہیں اور ان کے مطابق عمل کرنے والے قلیل ہیں۔ اور وہ ہر نماز کے بعد دس بار اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا (یعنی سبحان اللہ کہنا)، دس بار تحمید بیان کرنا (یعنی الحمد للہ کہنا) اور دس بار تکبیر بیان کرنا (یعنی اللہ اکبر کہنا) ہے۔ کیونکہ یہ زبان سے ادا ہونے میں تو ایک سو پچاس ہیں لیکن میزان میں ایک ہزار

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 446، دار صادر بیروت

پانچ سو ہیں۔ اور جب کوئی اپنے بستر پر آرام کے لئے جائے تو اسے چاہیے کہ وہ چونتیس بار اللہ اکبر، تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار سبحان اللہ کہے۔ کیونکہ یہ زبان سے ادا ہونے میں سو ہے اور میزان میں ایک ہزار ہے اور تم میں سے کون ہے جو ایک دن میں دو ہزار پانچ سو مرتبہ گناہ کرتا ہے؟

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کیا تو اس کے لئے ایک نیکی کا بدلہ اس کی مثل دس نیکیاں ہوں گی۔

امام طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو اور اس کی تلاوت کرو کیونکہ تمہیں اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر دیا جاتا ہے۔ خبردار! میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّ پر صرف دس (نیکیاں) ہیں بلکہ، الف، لام اور میم پر تیس نیکیاں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (1)

امام احمد، حاکم رحمہما اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت خریم بن فاتک رحمہ اللہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں اور اعمال چھ قسم کے ہیں۔ پس دو واجب کرنے والے ہیں، مثل بمثل (یعنی عمل کے برابر جزا دی جاتی ہے) دس گناہ اجر، سات سو گناہ اجر، سو جو حالت کفر میں مرا اس کے لئے جہنم واجب ہے اور جو حالت ایمان میں مرا اس کے لئے جنت واجب ہے۔ ایک بندہ گناہ کا عمل کرتا ہے تو اسے اس گناہ کی مثل ہی جزا دی جاتی ہے۔ اور وہ بندہ جو نیکی کا قصد کرتا ہے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور وہ بندہ جو نیکی کا عمل کرتا ہے اس کے لئے دس گناہ اجر لکھا جاتا ہے۔ اور وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرتا ہے تو اسے سات سو گناہ اجر دیا جاتا ہے۔ اور لوگ چار قسم کے ہیں وہ لوگ جو دنیا میں خوشحال ہیں اور آخرت میں بھی خوشحال ہوں گے وہ لوگ جو دنیا میں خوشحال ہیں اور آخرت میں تنگدست ہوں گے وہ لوگ جو دنیا میں تنگ دست ہیں، اور آخرت میں خوشحال ہوں گے۔ اور وہ لوگ جو دنیا اور آخرت دونوں میں تنگ دست ہوں گے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ نیکی جو بندۂ مسلم کرتا ہے اس کے بدلے دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں اسے دی جاتی ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نیکی کا قصد کیا اور اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کر لے تو پھر اس کے لئے اسی کی مثل دس سے لے کر سات سو گناہ تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے ہزار ہزار نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا"

امام ابوداؤد، طیالسی، ابن حبان اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 130 (8648) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 32 (4269) دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ کھانا حاضر ہوا تو ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ قاصد واپس آیا اور اس نے بتایا کہ آپ روزے سے ہیں۔ پس اس نے کھانا رکھا تا کہ کھایا جائے۔ تو اتنے میں ابو ہریرہ بھی آ گئے اور کھانا شروع کر دیا۔ ساتھیوں نے اس آدمی کی طرف دیکھا جسے انہوں نے آپ کی طرف بھیجا تھا۔ تو اس نے کہا تم میری طرف کیا دیکھتے ہو۔ قسم بخدا انہوں نے مجھے کہا تھا کہ وہ روزے سے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے "شہر الصبر کے روزے اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے صوم الدھر (کل زمانہ کے روزے) کے برابر ہیں" پس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک روزہ کو کئی گنا کرنے کے اعتبار سے روزے دار ہوں اور اس کی تخفیف کے اعتبار سے افطار کرنے والا ہوں۔ اور ابن حبان کے بیان کردہ الفاظ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے جس نے ہر مہینہ میں تین روزے رکھے تحقیق اس نے پورا مہینہ روزے رکھے اور میں ہر مہینہ میں تین روزے رکھتا ہوں۔ لہٰذا میں پورا مہینہ روزے دار ہوتا ہوں اور میں نے اس کی تصدیق کتاب اللہ سے پالی ہے۔ اور وہ یہ ارشاد ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (1)

امام طیالسی، احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں ازرق بن قیس سے اور انہوں نے بنی تمیم کے ایک آدمی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم باب معاویہ پر تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو انہوں نے کہا میں روزے دار ہوں۔ جب ہم اندر داخل ہوئے اور دستر خوان بچھا دیے گئے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی کھانے لگے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے فرمایا تجھے کیا ہے؟ میں نے کہا: کیا آپ نے مجھے بتایا نہیں تھا کہ آپ روزے سے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں میں نے آپ کو بتایا تھا۔ پھر فرمایا: کیا تو نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا شاید تو نے اس میں سے مفرد پڑھا ہے، مضعف نہیں پڑھا۔ یعنی "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا"۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے "شہر الصبر کے روزے اور ہر مہینے میں تین روزے نیکی ہے"۔ فرمایا صیام الدھر (ہمیشہ کا روزہ) مغلۃ الصدر کو دور کر دیتا ہے۔ میں نے کہا: مغلۃ الصدر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا رجز الشیطان یعنی شیطان کی غلاظت اور گندگی (2)۔

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے جس کسی نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ صیام الدھر کے برابر ہیں (3)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے رمضان المبارک اور شوال کے چھ دنوں کے روزے رکھے گویا اس نے پورا سال روزے رکھے (4)۔

امام بزار اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 290 (3573) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 391 (3856)
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 347 (3730)
4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 349 (3734)

مہینہ کے روزوں کے بدلے دس مہینوں کے روزے ہیں اور اس کے بعد چھ دن کے روزوں کے بدلے دو مہینوں کے روزے ہیں۔ پس اس طرح سال مکمل ہو جاتا ہے یعنی رمضان المبارک اور اس کے بعد چھ دن (1)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید الفطر کے بعد چھ دن روزے رکھے تو اس کے پورے سال کے روزے مکمل ہو جائیں گے (یعنی گویا اس نے پورا سال روزے رکھے ہیں) کیونکہ ارشاد ربانی ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (2)

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے یہ نقل کیا ہے کہ پہلا خطبہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں دیا وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اللہ تعالیٰ کے شایان شان حمد وثنا بیان فرمائی۔ پھر فرمایا امابعد، اے لوگو! تم اپنے نفسوں کے لئے کچھ آگے بھیجو، تم یقیناً پالو گے۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر ایک کو کئی گنا عطا فرمائے گا۔ پھر وہ اپنے ریوڑ کو چھوڑ دے گا۔ اس کا کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ پھر اس کا رب اسے کہے گا جس کا نہ کوئی ترجمان ہے اور نہ کوئی دربان جو اسے اس کے قریب آنے سے روک رہا ہو: کیا میرا رسول تیرے پاس نہیں آیا تھا کہ اس نے تجھے تبلیغ کی ہو اور میں نے تجھے مال دیا تھا اور اس نے تجھے فضیلت دی تھی۔ تو نے اپنے نفس کے لئے آگے کیا بھیجا؟ پس وہ دائیں بائیں دیکھے گا اور کوئی شے نہیں پائے گا۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کے سوا کچھ نہیں دیکھے گا۔ سو جو یہ استطاعت رکھتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائے اگرچہ آدھی کھجور کے ساتھ ہی، تو اسے ایسا ضرور کرنا چاہیے۔ اور جو کچھ بھی نہ پائے تو وہ کلمہ طیبہ کے ساتھ (اپنی حفاظت کا اہتمام کرے) کیونکہ یہ ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: "بے شک سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں، ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دیتا ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں بلاشبہ سب سے خوبصورت اور حسین کلام کتاب اللہ ہے۔ تحقیق وہ کامیاب ہو گیا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اس کلام سے مزین اور آراستہ فرما دیا اور کفر کے بعد اسلام میں داخل کر دیا اور اس کے سوا لوگوں کے کلام پر اسے ترجیح دی اور پسند کیا۔ کیوں کہ یہ تمام کلاموں سے زیادہ حسین اور زیادہ بلیغ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبوب چیزوں میں سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے تمام کے دلوں کے لئے زیادہ پسندیدہ ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے ذکر سے نہ اکتاؤ اور نہ ہی تم اپنے دلوں کو اس سے سخت کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے پسند فرمالیتا ہے اور چن لیتا ہے تو اسے یہ نام دے دیتا ہے کہ یہ اعمال میں سے پسندیدہ ہیں، بندوں میں سے یہ پسندیدہ اور چنا ہوا ہے اور کلام کے اعتبار سے صالح ہے اور اس میں لوگوں کے لئے حلال و حرام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 349 (3736) 2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، جلد 2، صفحہ 347 (1715) دار الکتب العلمیہ بیروت

تعالیٰ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ جو کچھ تم اپنے مونہوں سے کہتے ہوں اس کی اچھائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرو اور اپنے درمیان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے باہم محبت کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنا عہد توڑنا ناپسند کرتا ہے۔ تم پر سلام ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو (عربی متن درج ذیل ہے) ''إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَيَّنَهُ اللّٰهُ فِيْ قَلْبِهِ، وَأَدْخَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ، وَاخْتَارَهُ عَلٰى مَا سِوَاهُ مِنْ أَحَادِيْثِ النَّاسِ أَنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيْثِ وَأَبْلَغُهُ، أَحِبُّوْا مَنْ أَحَبَّ اللّٰهَ، أَحِبُّوا اللّٰهَ مِنْ كُلِّ قُلُوْبِكُمْ، وَلَا تَمَلُّوْا كَلَامَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ ذِكْرَهُ، وَلَا تَقْسُوْا عَنْهُ قُلُوْبُكُمْ فَإِنَّهُ مِنْ كُلِّ يَخْتَارُ اللّٰهُ وَيَصْطَفِيْ فَقَدْ سَمَّاهُ خِيَرَتَهُ مِنَ الْأَعْمَالِ، وَمُصْطَفَاهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَالصَّالِحَ مِنَ الْحَدِيْثِ، وَمِنْ كُلِّ مَا أَتَى النَّاسُ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، فَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ، وَاصْدُقُوا اللّٰهَ صَالِحَ مَاتَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِكُمْ، وَتَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ بَيْنَكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ يَغْضَبُ أَنْ يُنْكَثَ عَهْدُهُ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ۔ (1)

قُلْ إِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

''آپ فرمائیے بے شک مجھے پہنچا دیا ہے میرے رب نے سیدھی راہ تک یعنی دین مستحکم (جو) ملت ابراہیم ہے جو باطل سے ہٹ کر صرف حق کی طرف مائل تھے اور نہیں تھے وہ مشرکوں سے''۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے ''دِيْنًا قِيَمًا'' پڑھا ہے۔ یعنی قِيَمًا میں قاف کو کسرہ اور یاء کو نصب مخففہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام احمد، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن ابزی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کرتے تو فرماتے ''ہم نے فطرت اسلام اور کلمہ اخلاص پر صبح کی اور ہم نے صبح کی اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر جو باطل سے ہٹ کر صرف حق کی طرف مائل تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔ اور جب شام ہوتی تو پھر بھی اسی طرح کہتے (2)۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

''آپ فرمائیے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لئے ہے جو رب

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 524، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 406، دار صادر بیروت

ہے سارے جہانوں کا نہیں کوئی شریک اس کا اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں"۔

امام ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں بتایا گیا ہے کہ ابوموسیٰ نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ہر مسلمان کتاب اللہ کی تلاوت کرتے وقت یہ آیت پڑھے "قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ...... الآیہ"

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل رحمہ اللہ نے کہا "اِنَّ صَلَاتِیْ" سے مراد یہ ہے کہ میری فرض نماز اور "وَ نُسُكِیْ" سے مراد حج ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے کہا کہ نُسُكِیْ سے مراد ذبیحہ یعنی قربانی ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے "قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ" کے بارے فرمایا بے شک میرا حج اور مذبح (یعنی نُسُكِیْ سے مراد حج اور قربانی ہے)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ نُسُكِیْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ حج اور عمرہ کے دوران میری قربانی (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا نُسُكِیْ سے مراد قربانی ہے۔ اور "وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" کے بارے انہوں نے کہا "میں اس امت میں سے سب سے پہلا مسلمان ہوں (2)۔

امام حاکم رحمہ اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو۔ بے شک اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی تیری ان سب خطاؤں کو بخش دیا جائے گا جو تجھ سے صادر ہوئیں۔ اور یہ کہو "قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آپ کے ساتھ اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ خاص ہے۔ پس تم ہی اس کے اہل ہو یا مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے عام ہے (3)۔

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ؕ وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

"آپ فرمایئے کیا اللہ کے سوا میں تلاش کروں کوئی اور رب، حالانکہ وہ رب ہے ہر چیز کا اور نہیں کماتا کوئی شخص (کوئی چیز) مگر وہ اسی کے ذمہ ہوتی ہے اور نہ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ۔ پھر اپنے رب

1۔ بحوالہ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 183

2۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 73 (881) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 9، صفحہ 283، دار الفکر بیروت

کی طرف ہی تمہیں لوٹ کر جانا ہے تو وہ بتائے گا تمہیں جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے"۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى" کے بارے فرمایا کہ کسی سے دوسرے کے گناہ کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا(1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بروایت صحیح حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زنا سے پیدا ہونے والے بچے پر اس کے والدین (کے گناہ کا) بوجھ نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى"(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ام عمرو بنت ابان بن عثمان کی وفات ہوئی اور جنازہ لایا گیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رونے کی آواز سنی تو فرمایا: کیا یہ رونے سے باز نہیں آئیں گی۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے "اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ" "کہ میت کو اس پر زندہ آدمی کے رونے کے سبب عذاب دیا جاتا ہے"۔ تو میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: قسم بخدا! بلاشبہ جو خبر تو مجھے دے رہا ہے وہ ایک سچے اور لوگوں کے امام کی جانب سے ہے مگر سننے میں خطا ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ولد الزنا کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس پر اس کے والدین کے گناہ میں سے کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے مذکورہ آیت پڑھی(3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: زنا سے پیدا ہونے والا بچہ تین میں سے بہتر ہے (یعنی زانی مرد، زانیہ عورت اور ولد الزنا) اس کے بارے کعب نے کہا ہے کہ ولد الزنا تین میں سے زیادہ شر (برا) ہے(4)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى" کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں لادے گا اور ہر آدمی کا مؤاخذہ اس کے اپنے عمل کے مطابق کیا جائے گا۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 134

2۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 112 (7053) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 107 (12543) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ ایضاً (12544)

''اور وہی ہے جس نے بنایا تمہیں (اپنا) خلیفہ زمین میں اور بلند کیا تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں تاکہ آزمائے تمہیں اس چیز میں جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت سدی سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ) نے کئی امتوں کو ہلاک کیا اور ان کے بعد زمین میں ہمیں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر رزق کے اعتبار سے درجات میں بلند کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے ''جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ'' کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے مختلف قوموں کو زمین میں خلیفہ بناتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ''وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ'' کے بارے مقاتل نے کہا ہے کہ فضل اور غنی میں تم میں سے بعض کے درجات بعض پر بلند کردیے۔ اور ''لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ'' کی تفسیر میں مقاتل کہتے ہیں تاکہ وہ اس میں تمہیں آزمائے جو کچھ اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔ وہ بالیقین غنی اور فقیر، شریف اور شریر، آزاد اور غلام سب کو آزماتا ہے۔

آیاتها ۲۰۶ ﴿سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ۷﴾ رکوعاتها ۲۴

امام ابن ضریس، نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحہم اللہ نے دلائل میں کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سورۂ اعراف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی (1)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ سورۂ اعراف مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ سورۂ اعراف کی یہ ایک آیت مدنی ہے ''واسالهم عن القرية التی كانت حاضرة البحر ...... الآیہ'' بقیہ تمام سورت مکی ہے۔

امام سمویہ رحمہ اللہ نے فوائد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں دو طویل سورتوں میں سے یہ الٓمّٓصٓ پڑھا کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوایوب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی دو رکعتوں میں مکمل سورۂ اعراف پڑھی (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مغرب میں سورۂ اعراف پڑھی اور مکمل سورت دو رکعتوں میں تلاوت فرمائی (3)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 143، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 314 (3519) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ سنن کبری از بیہقی، جلد 2، صفحہ 392، دار الفکر بیروت

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ کِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ فَلَا یَکُنۡ فِیۡ صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ لِتُنۡذِرَ بِہٖ وَ ذِکۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ لَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۳﴾ وَ کَمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا فَجَآءَہَا بَاۡسُنَا بَیَاتًا اَوۡ ہُمۡ قَآئِلُوۡنَ ﴿۴﴾

''الف، لام، میم، صاد یہ کتاب نازل کی گئی ہے آپ کی طرف پس چاہیے کہ نہ ہو آپ کے سینہ میں کچھ تنگی اس (کی تبلیغ) سے (یہ نازل کی گئی ہے) تا کہ آپ ڈرائیں اس سے اور نصیحت ہے مومنوں کے لیے (اے لوگو!) پیروی کرو جو نازل کیا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اور نہ پیروی کرو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں کی۔ بہت ہی کم تم نصیحت قبول کرتے ہو اور کتنی بستیاں تھیں برباد کر دیا ہم نے انہیں۔ پس آیا ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت یا جب وہ دوپہر کو سو رہے تھے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں ''الٓمّٓصٓ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے ''اَنَا اللّٰہُ اَفْصِلُ'' (میں اللہ ہوں تفصیل سے بیان کرتا ہوں) (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مفہوم بیان کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ''الٓمّٓصٓ، طٰہٰ، طٰسٓمّٓ، یٰسٓ، صٓ، حٰمٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ، قٓ، نٓ'' اور انہی کے مشابہ دیگر الفاظ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قسم بیان فرمائی ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ''الٓمّٓصٓ'' کا مفہوم ہے ''ھو المصور'' (وہ تصویر کشی کرنے والا ہے) (4)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا ''الٓمّٓصٓ'' میں الف لفظ اللہ سے لیا گیا ہے، میم لفظ رحمٰن سے اور صاد لفظ الصمد سے لیا گیا ہے۔

ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا کہ ''الٓمّٓصٓ'' انا اللہ الصادق کا مخفف ہے یعنی میں اللہ ہوں سچ بولنے والا۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حرج کا معنی شک ہے۔ آپ نے ایک اعرابی کو کہا ''ما الحرج فیکم؟'' تو انہوں نے کہا کاٹ دینے والا شک۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 137، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حرج کا معنی شک ہے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا حرج کا معنی تنگی ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ''اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا تم اس قرآن کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝

''پس نہ تھی ان کی (چیخ و) پکار جب آیا ان پر ہمارا عذاب بجز اس کے کہ انہوں نے کہا بے شک ہم ہی ظالم تھے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی قوم ہلاک نہیں ہوئی یہاں تک کہ افراد قوم نے اپنی جانب سے گناہوں میں حد سے تجاوز کر لیا۔ پھر آپ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسی مفہوم کی مثل مرفوع روایت ذکر کی ہے (2)۔

فَلَنَسْــَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَ لَنَسْــَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآىٕبِیْنَ ۝

''سو ہم ضرور پوچھیں گے ان سے بھیجے گئے (رسول) جن کی طرف اور ہم ضرور پوچھیں گے رسولوں سے پھر ہم ضرور بیان کریں گے (ان کے حالات) ان پر اپنے علم سے اور نہ تھے ہم ان سے غائب''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں ذکر کیا ہے کہ ''فَلَنَسْــَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَ لَنَسْــَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (کہ رب کریم بیان فرما رہا ہے) ہم لوگوں سے ان امور کے بارے سوال کریں گے جو انہوں نے رسولوں سے حاصل اور قبول کیے اور رسولوں سے ان کے بارے پوچھیں گے جن کی انہوں نے تبلیغ کی اور آپ نے ہی ''فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ'' کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ قیامت کے دن کتاب (نامۂ اعمال) کو رکھا جائے گا اور وہ ان معاملات کے بارے گفتگو کرے گا جو وہ کرتے تھے (3)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے پہلی آیت کے بارے کہا ہے کہ اس میں ایک جگہ مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور دوسری جگہ مراد ملائکہ ہیں یعنی فَلَنَسْــَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ میں سوال انبیاء علیہم السلام سے ہے اور ''وَ لَنَسْــَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ میں ملائکہ سے سوال کا ذکر ہے) اور فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآىٕبِیْنَ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فَلَنَسْــَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ کے بارے فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں سے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے متعلق ضرور پوچھیں گے۔ اور وَ لَنَسْــَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ کے بارے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 138 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 143 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 144

کہ ہم ضرور جبرئیل امین علیہ السلام سے پوچھیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ ہم ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے کہ کیا تم تک رسول پہنچے اور رسولوں سے ضرور پوچھیں گے کہ انہوں نے تمہیں کیا کیا جواب دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قاسم ابوعبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور کہا کہ بندے سے چار خصلتوں کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا: تیرا رب فرمائے گا کیا میں نے تجھے جسم عطا نہیں کیا؟ تو نے اسے کون سے کاموں میں مشغول رکھا؟ کیا میں نے تجھے علم عطا نہیں فرمایا، تو نے کہاں تک اپنے علم کے مطابق عمل کیا؟ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا، تو نے اسے کہاں خرچ کیا میری اطاعت میں یا نافرمانی اور معصیت میں؟ کیا میں نے تجھے اتنی عمر نہیں دی تھی، تو نے اسے کون سے کاموں میں گزارا؟

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت وہیب بن ورد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور عرش ان کے کندھے پر ہے۔ جب وحی نازل ہوتی ہے تو عرش کی جانب سے ایک تختی (لوح) لٹکائی جاتی ہے اور وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی کے ساتھ جا لگتی ہے اور وہ اسے دیکھ لیتے ہیں اور پھر اسے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف بھیج دیتے ہیں۔ وہ اسے یاد کر لیتے ہیں اور اسے آگے رسولوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ پس انہیں لایا جائے گا درآنحالیکہ وہ بہت گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا جو کچھ لوح کے ذریعے تم تک پہنچایا گیا تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ عرض کریں گے: اے میرے رب! میں نے وہ جبرئیل امین علیہ السلام تک پہنچا دیا تھا۔ پھر جبرئیل امین علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ بھی آئیں گے اس حال میں کہ بہت زیادہ گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ تو پھر ان سے پوچھا جائے گا: اسرافیل علیہ السلام نے جو کچھ تیرے تک پہنچایا تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ جواب دیں گے: یا رب! میں نے رسولوں کو پہنچا دیا تھا۔ پھر رسولوں کو بلایا جائے گا وہ بھی کانپتے کانپتے حاضر ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا: تم نے اس کے ساتھ کیا کیا جو جبرئیل امین علیہ السلام نے تم تک پہنچایا؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم نے وہ لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ فرمایا: یہی مفہوم اس ارشاد گرامی کا ہے "فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ"

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابوسنان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے ساری مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے قریب ترین لوح ہے اور وہ عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی شے وحی کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے لوح میں لکھ دیتا ہے۔ پھر وہ لوح آتی ہے حتیٰ کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی سے آلگتی ہے اور اسرافیل علیہ السلام اپنا چہرہ اپنے پروں کے ساتھ ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم واکرام کے لیے اپنی نگاہیں اوپر نہیں اٹھاتے۔ پھر لوح میں دیکھتے ہیں۔ اگر تو وہ اہل آسمان کے لیے ہو تو پھر حضرت میکائیل علیہ السلام کو دے دیتے ہیں اور اگر وہ اہل زمین کے لیے ہو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حوالے کر دیتے ہیں۔ پس قیامت کے دن سب سے اول جس کا محاسبہ کیا جائے گا وہ لوح ہے۔ اسے

بلایا جائے گا۔ وہ گھبراتے ہوئے حاضر ہوگی اور اس سے پوچھا جائے گا کیا تو نے پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دے گی جی ہاں۔ تو ہمارا رب فرمائے گا: تیری شہادت کون دے گا؟ وہ کہے گی: اسرافیل علیہ السلام۔ پھر اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے۔ وہ کانپتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا: کیا لوح نے تجھ تک پیغام پہنچا دیا تھا؟ جب وہ کہیں گے جی ہاں تو لوح کہے گی ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجَانِیْ مِنْ سُوْءِ الْحِسَابِ'' ''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے برے حساب (حساب کی سختی) سے نجات دلائی''۔ پھر سابقہ قول کی طرح آگے تفصیل بیان فرمائی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: اے اسرافیل! جو کچھ میں نے تیرے سپرد کیا ہے وہ لاؤ۔ تو وہ عرض کریں گے: ہاں میں حاضر ہوں، اے میرے پروردگار! صور (قرناء) میں اتنے اتنے سوراخ ہیں، انسانوں کی روحوں میں سے اتنی ہیں، اتنے جن ہیں، شیاطین کی اتنی تعداد ہے، جنگلی جانور اتنے ہیں، پرندے اتنے ہیں، چوپاؤں کی تعداد اتنی ہے، کیڑے مکوڑے اتنے ہیں اور مچھلیاں اتنی تعداد میں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسے لوح میں سے دیکھو۔ تو وہ تعداد بالکل برابر برابر ہوگی نہ زائد ہوگی نہ کم۔ پھر رب کریم فرمائے گا: اے میکائیل! لے آؤ جو میں نے تیرے سپرد کیا تھا۔ تو وہ عرض کریں گے جی ہاں میں حاضر ہوں، اے میرے رب! تو نے آسمان سے اتنے اتنے کیل، اتنا اتنا وزن مثقال، اتنا وزن قیراط، اتنا اتنا وزن رائی کے دانہ کے برابر اور اتنا اتنا وزن درۃ نازل فرمایا۔ تو نے سال میں اتنا اور اتنا نازل فرمایا، مہینے میں اتنا اتنا، ہفتے میں اتنا اتنا، ایک دن میں اتنا اتنا اور ایک ساعۃ میں اتنا اتنا نازل کیا۔ اس طرح تو نے کھیتوں کے لیے اتنا اتنا اتارا، شیاطین کے لیے اتنا نازل کیا، انسانوں کے لیے اتنا اتنا اور چوپاؤں کے لیے اتنا نازل کیا۔ جنگلی جانوروں کے لیے اتنا، پرندوں کے لیے اتنا، مچھلیوں اور کیڑے مکوڑوں کے لیے اتنا اتنا اتارا، لہٰذا یہ کل تعداد اتنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا لوح میں اسے دیکھو۔ تو جب وہ بالکل اس کے برابر ہوگا نہ زیادہ ہوگا نہ کم تو پھر فرمائے گا اے جبرئیل! جو کچھ تیرے سپرد کیا تھا وہ لاؤ۔ تو وہ عرض کریں گے اے میرے رب! میں حاضر ہوں تو نے اپنے فلاں نبی علیہ السلام پر اتنی آیتیں فلاں فلاں مہینے میں، فلاں فلاں ہفتے اور فلاں فلاں دن میں نازل فرمائیں۔ تو نے اپنے فلاں نبی علیہ السلام پر اتنی آیتیں اور اتنی سورتیں نازل فرمائیں۔ سورتوں میں اتنی اتنی آیتیں ہیں۔ تو جب اتنی آیتیں ہیں تو ان میں حرف اتنے ہیں۔ اتنے تو نے مدینہ میں ہلاک کیے ہیں اور اتنے تو نے زمین میں دھنسا دیے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے لوح اسے دیکھ لو۔ پس جب وہ تعداد بالکل برابر ہوگی، نہ اس میں اضافہ ہوگا نہ کمی، تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے عزرائیل! جو کچھ تیرے سپرد کیا ہے وہ لاؤ، تو وہ عرض کریں گے اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ تو نے اتنے انسانوں، اتنے جنوں اور اتنے شیطانوں کی روحیں قبض کی ہیں۔ لوگوں کو پانی میں غرق کیا ہے اور اتنے لوگوں کو جلا دیا ہے۔ اتنے کافر ہیں، اتنے شہید اور اتنے پر مکان گرا دیے گئے۔ اتنے لوگوں کو سانپ اور اس جیسے دیگر کیڑوں سے ڈسوایا گیا۔ اتنے میدان میں اور اتنے پہاڑ میں تھے۔ اتنے پرندے تھے اور اتنے کیڑے مکوڑے اور اتنے جنگلی جانور تھے۔ پس اتنی اتنی تمام چیزیں تھیں حتی کہ کل تعداد اتنی ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کا موازنہ لوح سے کرو۔ چنانچہ

وہ تعداد بالکل برابر ہوگی نہ زیادہ ہوگی نہ کم۔

امام احمد نے حضرت معاویہ بن حیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رب مجھے بلائے گا اور مجھ سے پوچھے گا کیا تو نے میرے بندوں کو پہنچایا؟ تو میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! میں نے ان تک پیغام پہنچا دیا تھا (اور یہ بھی کہا تھا) کہ تم میں سے حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب تک یہ پیغام پہنچائے۔ پھر تمہیں بلایا جائے گا اس حال میں کہ تمہارے منہ چھینکوں کے ساتھ بند ہوں گے اور تمہارے اعضاء میں سب سے پہلے ران اور ہتھیلی بیان دیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا امام سے لوگوں کے بارے پوچھا جائے گا، ہر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے پوچھا جائے گا، عورت سے اس کے خاوند کے گھر کے بارے باز پرس کی جائے گی اور غلام سے اس کے آقا کے مال کے بارے سوال کیا جائے گا۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تمام سردار ہو اور تم تمام سے اپنی رعایا کے بارے باز پرس کی جائے گی۔ پس امام (حاکم وقت) سے لوگوں کے بارے پوچھا جائے گا، آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے سوال کیا جائے گا، عورت سے اس کے خاوند کے گھر کے متعلق باز پرس کی جائے گی اور غلام سے اس کے آقا کے مال کے بارے پوچھا جائے گا (2)۔

امام ابن حبان اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر سردار سے اس کی رعایا کے بارے سوال کرے گا کہ آیا اس نے اس کی حفاظت کی ہے یا اسے ضائع کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ ہر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے پوچھ گچھ کی جائے گی (3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر ایک سردار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعیت کے بارے پوچھا جائے گا۔ لہٰذا تم سوالات کے جوابات تیار کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: ان کا جواب کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی اور خیر کے اعمال (4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الکبیر میں حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: کوئی آدمی بھی کسی قوم کا سردار نہیں ہوگا مگر قیامت کے دن وہ ان کے آگے آگے آئے گا۔ اس کے سامنے ایک جھنڈا ہوگا جسے وہ اٹھائے ہوئے ہوگا اور قوم کے افراد اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ تو اس سے ان کے بارے پوچھا جائے گا اور قوم کے افراد سے اس کے بارے باز پرس کی جائے گی (5)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ امیر جسے دس آدمیوں پر حاکم مقرر کیا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے ان کے بارے باز پرس کی جائے گی (6)۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 4، دار صادر بیروت
2۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 92 (2376) دار الفکر بیروت
3۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 6، صفحہ 281، مطبعۃ السعادۃ مصر
4۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 374، دار الفکر بیروت
5۔ معجم کبیر، جلد 20، صفحہ 276 (652) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 411 (12166)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صاحب رعیت سے اس کی رعایا کے بارے سوال کرے گا کہ آیا اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ان میں نافذ کیا یا اسے ضائع کر دیا یہاں تک کہ ہر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے بھی پوچھا جائے گا(1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے جس کے بارے سوال کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ اس کی نمازوں کے بارے غور وفکر کیا جائے گا اگر وہ درست اور صحیح ہوں گی تو وہ کامیاب ہو جائے گا اور اگر وہ فاسد ہوں گی تو وہ خائب و خاسر ہوگا(2)۔

وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

”اور (اعمال کا) تولنا اس دن برحق ہے۔ پس جن کے بھاری ہوئے ترازو تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور جن کے ہلکے ہوئے ترازو تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو بوجہ اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ بے انصافی کیا کرتے تھے اور یقیناً ہم نے ہی آباد کیا تمہیں زمین میں اور مہیا کر دیے تمہارے لیے اس میں زندہ رہنے کے اسباب۔ بہت ہی کم تم شکر ادا کرتے ہو“۔

امام لالکائی رحمہ اللہ نے السنۃ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک دن ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی حاضر خدمت ہوا، اس پر سفر کے آثار موجود نہیں تھے اور نہ ہی وہ اہل شہر میں سے تھا۔ وہ آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوزانو ہو کر اس طرح بیٹھ گیا جیسے ہم میں سے ہر کوئی نماز میں بیٹھتا ہے، پھر اس نے اپنے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں پر رکھے اور عرض کی یا محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو شہادت دے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، حج اور عمرہ کرے، غسل جنابت کرے، وضو مکمل کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ یہ سن کر اس نے عرض کی: اگر میں اس طرح کر لوں تو کیا میں مسلمان ہوں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کی اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے عرض کی ایمان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ، فرشتوں کے ساتھ، کتابوں کے ساتھ اور رسل علیہم السلام کے ساتھ اور تو ایمان لائے

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 172 (8855) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 20، دارالفکر بیروت

جنت، دوزخ اور میزان کے ساتھ ایمان لائے بعث بعد الموت کے ساتھ (یعنی موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر) اور ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر کے ساتھ۔ اس نے عرض کی: اگر میں اس طرح کرلوں تو کیا میں مومن ہوں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ''وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ'' کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق یعنی عدل ہے ''فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ'' پس جن کی نیکیاں بھاری ہوگئیں۔ اور ''مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ'' کے بارے فرمایا: اور جن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگیا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عیزار نے کہا ہے کہ قیامت کے دن آگے بڑھنا ترکش میں تیر کی مثل ہے۔ سعادت مند وہ ہوگا جو اپنے پاؤں رکھنے کی جگہ پالے گا۔ اور میزان کے پاس ایک فرشتہ ندا دے رہا ہوگا: خبردار! سنو فلاں بن فلاں کا ترازو بھاری ہوگیا اور وہ ہمیشہ کے لیے سعید اور خوش بخت بن گیا، اس کے بعد وہ کبھی بھی شقی اور بد بخت نہیں ہوگا اور فلاں بن فلاں کا ترازو ہلکا ہوگیا، وہ ہمیشہ کے لیے شقی ہوگیا، اب وہ کبھی بھی سعید نہیں ہوگا(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے اس ارشاد کے بارے حضرت سدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس دن اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اعمال کے خواتیم کا وزن کیا جائے گا، پس وہ آدمی جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا اس کے عمل کا اختتام خیر اور بھلائی پر ہوگا اور جس کے لیے شر کا ارادہ کیا تو اس کا خاتمہ عمل شر کے ساتھ ہوگا(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حارث الاعور رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل حق پر حق بالیقین ثقیل اور بھاری ہوتا ہے جیسا کہ میزان میں بھاری ہوتا ہے اور اہل باطل پر حق اس طرح خفیف اور ہلکا ہوتا ہے جیسا میزان میں ہلکا ہوتا ہے۔

امام ابن منذر اور لالکائی نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک بن سلیمان نے کہا کہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میزان کا ذکر کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا اس کی ایک لسان (یعنی ترازو کا وہ حصہ جو تولتے وقت ہاتھ میں پکڑا جاتا ہے) اور دو پلڑے ہیں۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب نے کہا کہ میزان کو بیت المقدس کے پاس دو درختوں کے درمیان رکھا جائے گا۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریر اور لالکائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن وزن کرنے والے حضرت جبریئل علیہ السلام ہوں گے۔ بعض کے اعمال کو بعض پر ڈال دیا جائے گا وہ اس طرح کہ ظالم کی نیکیاں لے کر مظلوم کی طرف لوٹا دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر ڈال دیے جائیں گے(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میزان کی ایک لسان ہوگی اور دو

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 209 (35407) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 33، مطبعۃ السعادۃ مصر

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 146

پلڑے ہوں گے جن میں وزن کیا جائے گا۔ پس جن کے ترازو بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے اور کامیاب ہوں گے اور جن کے ترازو ہلکے ہوں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جنت میں اپنے مراتب کو، اپنے ان اعمال کے سبب جن سے وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنے اہل میں سے کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا لوگ قیامت کے دن اپنے اہل کو یاد کریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر تین مقامات پر نہیں: میزان کے پاس، اعمال ناموں کے اڑ کر ہاتھوں میں پہنچنے کے وقت اور پل صراط سے گزرتے وقت (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے قیامت کے دن لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔ جس کی ایک نیکی بھی اس کی برائیوں کی نسبت زیادہ ہوگی تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہوں میں سے ایک بھی نیکیوں کی نسبت زیادہ ہوگا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ پھر آپ نے مذکورۃ الصدر ''فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ'' دونوں آیتیں پڑھیں۔ اور پھر کہا: میزان ایک حبہ (دو جو کے برابر ایک وزن) وزن کے ساتھ ہلکا اور بھاری ہوسکتا ہے اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو جائیں گی تو وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا۔ سو وہ اعراف پر ہی ٹھہریں گے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب الاخلاص میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کا ظاہر اس کے باطن سے ارجح ہوگا، قیامت کے دن اس کا میزان ہلکا ہوگا اور جس کا باطن ظاہر سے ارجح ہوگا قیامت کے دن اس کا ترازو بھاری ہوگا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ترازو رکھا جائے گا اور نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔ پس جس کی نیکیاں گناہوں کے مقابلے میں بھاری ہو جائیں گی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہ نیکیوں پر ارجح ہوں گے وہ جہنم میں داخل ہوگا (2)۔

امام بزار، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ایک فرشتہ میزان پر مقرر ہے۔ پس قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے میزان کے دو پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ اگر اس کا ترازو بھاری ہوا تو فرشتہ اتنی آواز کے ساتھ ندا دے گا کہ اسے ساری مخلوق سنے گی، فلاں بن فلاں ہمیشہ کے لیے سعید ہوگیا، اس کے بعد کبھی بھی وہ شقی نہیں ہوگا۔ اور اگر اس کا ترازو ہلکا ہوا تو فرشتہ یہ ندا دے گا: فلاں ہمیشہ کے لیے بدبخت ہوگیا۔ اس کے بعد کبھی بھی سعید نہیں ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوداؤد، آجری رحمہم اللہ نے الشریعہ میں، حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ جہنم کا ذکر کیا گیا تو آپ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، سورۂ مومنون، جلد 2، صفحہ 421
2۔ کنزالعمال، جلد 14، صفحہ 383 (39025) مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت

رونے لگیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جہنم کا ذکر کیا گیا تو میں رو پڑی، کیا تم قیامت کے دن اپنے اہل کو یاد کرو گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ مگر تین مقامات میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ جہاں میزان رکھا جائے گا یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا ترازو ہلکا ہے یا بھاری، نامہ اعمال اڑائے جانے کے وقت جب کہ کہا جائے گا ''هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ⑲ (الحاقہ) ''لو پڑھو میرا نامہ عمل''۔ یہاں تک کہ وہ جان لے اس کا نامہ عمل کہاں واقع ہوتا ہے اس کے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے کی جانب سے۔ اور پل صراط کے پاس جب کہ اسے جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ اس کے دونوں کناروں پر بہت سی مڑی ہوئی کانٹے دار سلاخیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے گا ان کے ساتھ روک لے گا۔ یہاں تک کہ وہ جان لے کہ آیا وہ نجات پائے گا یا نہیں (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بروایت صحیح حضرت سلیمان رحمہ اللہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ترازو رکھا جائے گا۔ سو اگر اس میں آسمانوں اور زمین کا بھی وزن کیا جائے تو وہ اس کی وسعت رکھتا ہے۔ پس وہ ملائکہ کہیں گے: یا رب! یہاں کس کا وزن کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہوں گا۔ تو فرشتے عرض کریں گے: تیری ذات پاک ہے ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ پھر استرے کی مانند تیز پل صراط بچھائی جائے گی۔ تو فرشتے عرض کریں گے: تو اس پر سے کون گزرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی مخلوق میں سے جسے چاہوں گا (گزاروں گا)۔ تو فرشتے عرض کریں گے تیری ذات پاک ہے، ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا (2)۔

امام ابن مبارک نے الزہد میں، آجری نے الشریعہ میں اور لالکائی نے حضرت سلمان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میزان رکھا جائے گا، اس کے دو پلڑے ہوں گے۔ اگر دو میں سے ایک میں آسمانوں و زمین اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب اس میں رکھ دیا جائے تو وہ اس کی وسعت رکھتا ہے۔ تو فرشتے عرض کریں گے یہ وزن کون کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا مخلوق میں سے جسے میں نے چاہا۔ تو پھر فرشتے کہیں گے تیری ذات پاک ہے ہم نے تیری عبادت اس طرح نہیں کی جیسے حق تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے ترازو کے دو پلڑوں کو زمین و آسمان کی مثل تخلیق فرمایا۔ تو ملائکہ نے عرض کی اے ہمارے رب! اس کے ساتھ تو وزن کس کا کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کا چاہوں گا میں اس کے ساتھ وزن کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے پل صراط کو تلوار کی دھار کی مثل تخلیق فرمایا۔ تو فرشتوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! تو کسے اس پر سے گزارے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسے میں چاہوں گا اس پر سے گزاروں گا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میزان کا ایک کانٹا اور دو پلڑے ہیں۔ اس میں نیکیوں اور بدیوں کا وزن کیا جائے گا۔ پس نیکیوں کو انتہائی حسین صورت میں لایا جائے گا اور انہیں میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ پس وہ برائیوں پر بھاری ہو جائیں گی۔ تو انہیں اٹھا کر بندے کے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 622 (8722)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 629 (8739)

مراتب کے مطابق جنت میں رکھ دیا جائے گا۔ پھر بندۂ مومن کو کہا جائے گا اپنے عمل سے جا مل۔ پس وہ جنت کی طرف چل پڑے گا اور اپنے عمل کے سبب اپنے منازل و مراتب کو پالے گا اور بدیوں کو انتہائی قبیح اور بری صورت میں لایا جائے گا اور انہیں میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور وہ ہلکی ہوں گی۔ کیونکہ باطل ہلکا اور خفیف ہوتا ہے۔ پھر انہیں جہنم میں اس کے مراتب کے مطابق پھینک دیا جائے گا اور اس بندے کو کہا جائے گا: جہنم میں اپنے عمل سے جا مل۔ پس وہ جہنم کی طرف آئے گا اور اپنے عمل کے سبب منازل کی پہچان کر لے گا اور جو کچھ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم میں طرح طرح کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، قوم میں سے انہیں جنت و دوزخ میں اپنے اعمال کے سبب اپنے منازل کی پہچان زیادہ ہوتی ہے جو جمعہ کے دن اپنے گھروں کی طرف لوٹتے ہوئے واپس مڑتے ہیں (1)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور بیہقی نے البعث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کی کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسا کروں گا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے تم مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی اگر میں آپ کو پل صراط کے پاس نہ پاؤں؟ تو آپ نے فرمایا۔ پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی۔ اگر آپ سے میری ملاقات میزان کے پاس بھی نہ ہو؟ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا۔ کیونکہ میں ان تین مقامات سے غیر حاضر نہیں ہوں گا (2)۔

امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی نے البعث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمام مخلوقات سے پہلے میری امت کے ایک آدمی کو پکارا جائے گا اور اس کے ننانوے رجسٹر کھولیں جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک حد نگاہ تک پھیلا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کیا تو اس میں سے کسی شے کا انکار کرتا ہے۔ کیا کراما کاتبین فرشتوں نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں۔ اے میرے پروردگار! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تیرا کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ تو وہ آدمی خوفزدہ ہو کر عرض کرے گا: اے میرے رب! نہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں، تیری ہمارے پاس نیکی ہے۔ آج کے دن تجھ پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس کے لیے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر یہ لکھا ہوگا "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! ان رجسٹروں کے مقابلہ میں کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہے؟ تو اسے کہا جائے گا: بلاشبہ تیرے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ ترازو کے ایک پلڑے میں ان رجسٹروں کو رکھا جائے گا اور ایک پلڑے میں کاغذ کا وہ پرزہ رکھ دیا جائے گا۔ تو رجسٹر ہلکے ہو جائیں گے اور کاغذ کا وہ پرزہ بھاری ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی شے بھاری نہیں ہو سکتی (3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 263 (282) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن ترمذی، جلد 4، صفحہ 537 (2433) دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 710 (1937)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میزان رکھا جائے گا اور ایک آدمی کو لایا جائے گا۔ اسے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں اس کے مجموعی اعمال کو رکھ دیا جائے گا۔ تو اس کی طرف سے ترازو جھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ جب وہ پیٹھ پھیرے گا تو رب رحمٰن کی جانب سے چیخ لگانے والا چیخ کر کہے گا تم جلدی نہ کرو، تم جلدی نہ کرو۔ کیونکہ ابھی اس کا عمل باقی ہے۔ چنانچہ کاغذ کا پرزہ لایا جائے گا اور اس میں لا الہ الا اللہ (کلمہ شریف) لکھا ہوگا۔ تو اس آدمی کے ساتھ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا یہاں تک کہ میزان اس جانب سے جھک جائے گا(1)۔

امام ابن ابی الدنیا اور نمیری رحمہما اللہ نے کتاب الاعلام میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے عرش کے قریب ایک وسیع جگہ میں ٹھہرایا جائے گا۔ آپ پر دو سبز رنگ کے کپڑے ہوں گے اور آپ بہت دراز قامت ہوں گے۔ آپ اپنی اولاد میں سے جنت کی طرف چل کر جانے والے کو دیکھ رہے ہوں گے اور اسے بھی دیکھ رہے ہوں گے جو جہنم کی طرف جارہا ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس حال پر ہوں گے کہ آپ کی نظر حضور نبی مکرم ﷺ کی امت کے ایک آدمی پر پڑے گی جسے جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہوگا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام آواز دیں گے یا احمد یا احمد ﷺ۔ تو آپ ﷺ جواب دیں گے لبیک یا ابا البشر'' اے ابوالبشر میں حاضر ہوں۔ تو پھر آدم علیہ السلام کہیں گے یہ تمہاری امت کا آدمی ہے، اسے جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے۔ پس میں اپنی چادر کو مضبوط کرتے ہوئے تیزی سے ملائکہ کے پیچھے چلوں گا اور یہ کہوں گا: اے میرے رب کے قاصدو! ٹھہر جاؤ۔ تو وہ جواب دیں گے: ہم وہ غضب ناک اور طاقت ور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو حکم ارشاد فرمایا ہے ہم اس کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا جاتا ہے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ مایوس ہو جائیں گے تو اپنی ریش مبارک کو اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ پکڑیں گے اور عرش الٰہی کی طرف متوجہ ہوں گے اور یہ عرض کریں گے ''یَا رَبِّ قَدْ وَ عَدْتَنِیْ اَنْ لَا تُخْزِیَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ؟'' (اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو مجھے میری امت کے بارے میں غمزدہ نہیں کرے گا؟) تو پھر عرش کی جانب سے یہ ندا آئے گی: محمد (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اس آدمی کو اپنے مقام کی طرف واپس لوٹا دو۔ میں اپنا ازار باندھنے کی جگہ سے پوروں کی مثل ایک سفید کاغذ کا پرزہ نکالوں گا اور اسے ترازو کے دائیں پلڑے میں ڈال دوں گا اور یہ کہوں گا: بسم اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام سے) تو اس کے سبب نیکیاں بدیوں کے مقابلہ میں بھاری ہو جائیں گی۔ چنانچہ یہ آواز لگائی جائے گی یہ سعادت مند ہوگیا اور اس کا دادا بھی خوش بخت ہے اور اس کا ترازو بھاری ہوگیا۔ تم اسے جنت کی طرف لے چلو۔ تو پھر وہ کہے گا: اے میرے رب کے قاصدو! ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ میں اس عبد کریم کے بارے میں اپنے رب کی بارگاہ میں التجا کرلوں۔ تو پھر وہ کہے گا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے اور آپ کا اخلاق کتنے خوبصورت ہیں آپ کون ہیں؟ آپ نے میرے گناہوں کو میرے لیے کم کر دیا ہے۔ تو آپ ﷺ فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 221، دار صادر بیروت

اور یہ تیرا وہ درود پاک ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا اور میں تجھ پر آسان کر رہا ہوں جس کا تو زیادہ حاجت مند ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا سب سے پہلے جو کچھ بندے کے میزان میں رکھا جائے گا وہ اس کا اپنے اہل پر خرچہ ہوگا (یعنی وہ مال جو اس نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا سب سے پہلے اسے ہی میزان میں وزن کے لیے رکھا جائے گا)(1)

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور لالکائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ" (دو کلمے ہیں جو زبان سے ادا ہونے میں بڑے خفیف ہیں، میزان میں بڑے بھاری ہیں اور رب رحمٰن کی بارگاہ میں بڑے محبوب ہیں۔ اور وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ)(2)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر سارے آسمان اور زمین، جتنی مخلوق ان میں ہے، جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ ان کے نیچے ہے سب کچھ لا کر میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو بالیقین یہ ان تمام سے بھاری ہوگا(3)۔

امام ابن ابی الدنیا، بزار، ابویعلی، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا کیا میں تیری راہنمائی ایسی دو خصلتوں کی طرف نہ کروں جو پیٹھ پر وزن کے اعتبار سے انتہائی خفیف ہیں اور میزان میں دوسری چیزوں کی نسبت بہت بھاری ہیں؟ انہوں نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ (ضرور راہنمائی فرمائیے) تو آپ ﷺ نے فرمایا "عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَطُوْلِ الصَّمْتِ" "تجھ پر حسن خلق اور طویل خاموشی اختیار کرنا لازم ہے"۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مخلوق کے اعمال میں سے ان دو کی مثل کوئی نہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ام الدرداء کو کہا: کیا تم نے حضور نبی کریم ﷺ سے کسی شے کے بارے کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تو آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ سب سے پہلے جو شے میزان میں رکھی جائے گی وہ حسن خلق ہے(5)۔

امام ابوداؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن حبان اور لالکائی رحمہم اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میزان میں جو چیزیں رکھی جائیں

1۔ مجمع الزوائد، جلد 4، صفحہ 595 (7706)، دارالفکر بیروت
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 287 (3806)، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 65 (3916)، دارالفکر بیروت
4۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 74-173 (3285) دارالکتب العلمیہ بیروت
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ماذکر فی حسن الخلق، جلد 5، صفحہ 212، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

گی حسن خلق سے بڑھ کر بھاری کوئی شے نہیں ہوگی (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک اونٹنی دی۔ پھر میں نے چاہا کہ اس کی نسل میں سے کوئی خریدلوں۔ تو میں نے اس کے بارے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو قیامت کے دن وہ اور اس کی ساری اولاد تمہارے میزان میں آئے گی (2)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کیا میں اس کے میزان کے پاس کھڑا ہوں گا۔ پس اگر اس کا میزان بھاری رہا تو فبہا ورنہ میں اس کی شفاعت کروں گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے الزہد میں مغیث بن سمی اور مسروق رحمہما اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ ایک راہب نے اپنے صومعہ (عبادت گاہ) میں ساٹھ سال تک عبادت کی۔ پھر ایک دن اس نے بارش کا پانی دیکھا اور یہ کہا کہ اگر میں اتروں تو میں کسی کو بھی نہیں دیکھ رہا۔ پس میں پانی پیوں گا اور وضو کر کے پھر اپنی جگہ واپس لوٹ آؤں گا۔ پس ایک عورت اس سے چھیڑ چھاڑ کرے اور وہ اس کے سامنے برہنہ ہو جائے۔ اور وہ اپنے نفس پر مالک نہیں اگر وہ اس پر واقع ہو (یعنی اگر وہ اس کی قربت اختیار کرے تو اسے اپنے اوپر کنٹرول اور ضبط نہیں) پھر وہ ایک تالاب میں داخل ہو، تا کہ اس میں غسل کرلے اور پھر اسے اسی حال میں موت آ لے۔ اسی دوران ایک سائل اس کے پاس سے گزرے، تو اس کی طرف اشارہ کرے کہ وہ اس کی گدڑی میں لپٹی ہوئی روٹی کو اٹھا لے۔ پس وہ مسکین روٹی اٹھا لے اور پھر وہ مر جائے۔ پھر ساٹھ سالہ عمل کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور اس کی خطا کو لا کر دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے۔ تو وہ خطا اس عبادت کے مقابلہ میں بھاری ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ روٹی لائی جائے گی اور اسے اس کی عبادت کے ساتھ رکھا جائے گا تو اس کے سبب وہ عمل خطا سے بھاری ہو جائے گا (3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرحبا مرحبا! پانچ چیزیں ہیں جو میزان میں سب سے بھاری ہوں گی یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور عمل صالح جسے مسلمان آگے بھیجتا ہے (4)۔

امام ابویعلی اور ابن حبان رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے خادم کے کام کے لیے جو کچھ تو نے خرچ کیا تو اس کا اجر تیرے میزان میں ڈالا جائے گا۔

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 4، صفحہ 127 (2003) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 164 (1303) مکتبۃ المعارف الریاض

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ذکر الرحمۃ، جلد 7، صفحہ 61 (34210)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 101 (16843) دار الفکر بیروت

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور پھر اسے صاف کپڑے کے ساتھ پونچھ ڈالا تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں اور جس نے ایسا نہ کیا تو وہ افضل ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن تمام اعمال کے ساتھ وضو کا بھی وزن کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے وضو کے بعد رومال کا استعمال ناپسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کا وزن کیا جائے گا (1)۔

امام ترمذی اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ وضو کے بعد رومال کا استعمال مکروہ قرار دیتے۔ کیونکہ اس کا ہر قطرہ کا وزن کیا جانا ہے۔

مرہبی نے فضل العلم میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا اور علماء کی سیاہی شہداء کے خون پر فوقیت لے جائے گی۔

امام دیلمی نے بھی حضرت ابن عمرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی کی مثل حدیث بیان کی ہے (2)۔

امام عبد البر رحمہ اللہ نے فضل العلم میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کے عمل کو لایا جائے گا اور اسے میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا، تو وہ ہلکا ہو جائے گا۔ پھر بادل کی مثل کوئی شے لائی جائے گی اور اسے میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ تو وہ بھاری ہو جائے گا۔ پھر اسے کہا جائے گا کیا تو جانتا ہے یہ کیا ہے؟ تو وہ کہے گا نہیں۔ پس اسے بتایا جائے گا یہ اس علم کی فضیلت ہے جو تو لوگوں کا سکھاتا تھا۔

امام ابن المبارک رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا: کہ قیامت کے دن ایک آدمی آئے گا اور وہ اپنے عمل کو بالکل حقیر گمان کرے گا۔ پس وہ ابھی اسی کیفیت میں ہوگا کہ اچانک بادل کی مثل کوئی شے آئے گی یہاں تک کہ وہ اس کی میراث میں داخل ہو جائے گی۔ تو اسے بتایا جائے گا یہ وہ ہے جو تو لوگوں کو خیر اور بھلائی کی تعلیم دیتا تھا اور تیرے بعد اسے میراث بنا دیا گیا اور آج تجھے اس کا اجر دیا گیا۔

امام ابن مبارک رحمہ اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جس کسی نے پیٹ اور شرم گاہ (کی خواہش پورا کرنے) کا قصد کیا۔ اس نے قیامت کے دن اپنے میزان کو ہلکا اور کم کر دیا۔

امام اصبہانی رحمہ اللہ نے الترغیب میں حضرت لیث رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی امت میزان میں تمام لوگوں کی نسبت بھاری اور وزنی ہوگی۔ ان کی زبانوں پر وہ کلمہ آسان ہے جو ان سے پہلی امتوں پر ثقیل اور بھاری تھا۔ اور وہ ہے لا الہ الا اللہ۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ایوب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے کئی ایک ساتھیوں سے یہ سنا ہے کہ ایک بندے کو قیامت کے دن میزان کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور وہ میزان کو دیکھے گا اور کبھی وزن کرنے والے کی

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 139، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 5، صفحہ 485 (8839) دار الکتب العلمیہ بیروت

طرف دیکھے گا۔ تو وہ اسے کہے گا اے اللہ تعالیٰ کے بندے! کیا تو اپنے عمل میں سے کوئی شے مفقود پاتا ہے؟ تو وہ جواب دے گا ہاں۔ تو وزن کرنے والا سوال کرے گا۔ وہ کیا ہے؟ تو وہ جواب میں کہے گا وہ ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ" یہ سن کر صاحب میزان کہے گا: یہ اس سے کہیں عظیم ہے کہ اسے میزان میں رکھا جائے۔ موسیٰ بن عبیدہ نے کہا: میں نے یہ سنا ہے کہ جو آدمی دنیا میں یہ کلمہ پڑھتا رہا قیامت کے دن خصم کے جھگڑنے کی طرح یہ جھگڑا اور مجادلہ کرتے ہوئے آئے گا(1)۔

امام ابوداؤد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوالازہر زہیر انماری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آرام کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو آپ یہ الفاظ کہتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاَخْسِئْ شَيْطَانِيْ وَ فُكَّ رِهَانِيْ وَثَقِّلْ مِيْزَانِيْ، وَاجْعَلْنِيْ فِي النَّدِيِّ الْاَعْلٰى "اے اللہ میری مغفرت فرمادے، میرے شیطان کو ذلیل ورسوا کردے، میری رہونہ چیزوں کو آزادی دلادے، میرے میزان کو ثقیل اور بھاری کردے اور مجھے اعلیٰ مجلس میں شامل فرمادے"(2)۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

"اور بے شک ہم نے پیدا کیا تمہیں پھر (خاص) شکل وصورت بنائی تمہاری، پھر حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں"۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ" کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ انہیں مردوں کی صلبوں میں پیدا کیا گیا اور عورتوں کی رحموں میں ان کی شکلیں اور صورتیں بنائی گئیں(3)۔

امام فریابی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں پیدا کیا گیا اور پھر رحموں میں ان کی شکلیں اور صورتیں بنائی گئیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ قول باری تعالیٰ "خَلَقْنٰكُمْ" کا مفہوم ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اور "ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ" کا معنی ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کی شکل وصورت بنائی(4)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر ان کی پشت میں تمہاری شکل وصورت بنائی(5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق فرمایا۔ پھر تخلیق کے مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری شکل و

1۔ حواشی نوادر الاصول، صفحہ 58، دار صادر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 733 (2012)، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 151 دار احیاء التراث العربی بیروت
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 150
5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 151

صورت بنائی۔ یعنی پہلے علقہ (جما ہوا خون) پھر مضغہ (لوتھڑا) پھر ہڈیاں بنائیں اور پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا (1)۔

امام عبدالرزاق اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ انسان کو رحم میں تخلیق کیا پھر اسے شکل وصورت عطا کی اور اس کی کان، آنکھ اور انگلیوں کو شق کیا (2)۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝۱۲

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کس چیز نے روکا تجھے اس سے کہ تو سجدہ کرے جب میں نے حکم دیا تجھے۔ ابلیس نے کہا (کیونکہ) میں بہتر ہوں اس سے۔ تو نے پیدا کیا مجھے آگ سے اور تو نے پیدا کیا اسے کیچڑ سے''۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے قول خداوندی ''قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ'' کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جو عزت وکرامت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو عطا فرمائی اس پر اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس نے ان کے ساتھ حسد کیا اور کہا: میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور یہ مٹی سے۔ تو اس طرح گناہوں کی ابتدا تکبر سے ہوئی۔ دشمن خدا نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس تکبر وحسد کی وجہ سے اسے ہلاک کردیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ابلیس کو نار العزۃ سے پیدا کیا گیا ہے اور فرشتوں کو نور العزۃ سے تخلیق کیا گیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ'' کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس میں ابلیس نے (مقابلۃً) قیاس کیا اور وہی سب سے پہلے قیاس کرنے والا ہے (3)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں اور دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ کے واسطہ سے ان کے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جس نے سب سے پہلے دین کے معاملہ میں اپنی رائے سے قیاس کیا وہ ابلیس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو اس نے کہا'' اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ'' جعفر نے کہا: جس نے اپنی رائے سے دین کے معاملہ میں قیاس کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ابلیس کے ساتھ ملا دے گا۔ کیونکہ قیاس کرنے میں اس نے ابلیس کی اتباع اور پیروی کی ہے (4)۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ۝۱۳ قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝۱۴ قَالَ اِنَّكَ مِنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 150
2۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 74 (888)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 156
4۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 197، مطبعۃ السعادۃ مصر

الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا اتر جا یہاں سے مناسب نہیں ہے تیرے لیے کہ تو غرور کرے یہاں رہتے ہوئے پس نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے بولا مہلت دے مجھے اس دن تک جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک تو مہلت دیے ہوؤں میں سے ہے"۔

ابوالشیخ نے سدی سے فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ تجھے نہیں چاہیے کہ تو یہاں تکبر کرے۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾

"کہنے لگا اس وجہ سے کہ تو نے مجھے (اپنی رحمت سے) مایوس کر دیا میں ضرور تاک میں بیٹھوں گا ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے راستہ پر"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنۃ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ" کا معنی بیان کیا ہے "اَضْلَلْتَنِيْ" "اس وجہ سے تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بقیہ کی سند سے حضرت ارطاۃ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اہل طائف میں سے ایک آدمی سے "فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ابلیس پہچان گیا کہ اس پر گمراہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آئی ہے۔ سو وہ تقدیر پر ایمان لے آیا۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا "صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ" سے مراد (راہ) حق ہے۔

عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ" سے مراد مکہ کا راستہ ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ" سے مراد طریق کلمہ ہے(2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عون رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح قول نقل کیا ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے: جو ساتھیوں کی جماعت مکہ کی طرف نکلتی ہے ابلیس ان کی تعداد کے برابر ان کے ساتھ اپنے شیاطین تیار کر لیتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں: میں ان کے لیے بیٹھوں گا اور میں انہیں تیرے راستے سے روکوں گا۔

امام احمد، نسائی، ابن حبان، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سبرۃ ابن الفاکہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ابن آدم کے لیے شیطان اس کے راستے میں بیٹھا۔ پھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 158   2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 159

اس کے لیے اسلام کے راستے میں بیٹھا اور کہا: کیا تو اسلام لاتا ہے اور اپنے اور اپنے آباء کے دین کو چھوڑتا ہے؟ تو اس نے اس کی نافرمانی کی اور اسلام قبول کر لیا۔ پھر یہ اس کے لیے ہجرت کے راستے میں بیٹھ گیا اور اسے کہا: کیا تو ہجرت کرتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو چھوڑتا ہے۔ بے شک مہاجر اپنی قدرت اور غنا میں گھوڑے کی مثل ہے؟ پس ابن آدم نے نافرمانی کی اور اس نے ہجرت کی۔ پھر وہ ابن آدم کے لیے راہ جہاد میں بیٹھ گیا اور اسے کہا: یہ اپنی جان اور مال کو خرچ کرنا ہے اور تو قتال کرتا ہے۔ کیا تو جنگ کرے گا اور عورت سے نکاح کرے گا اور مال تقسیم کر دے گا؟ تو ابن آدم نے اس کی نافرمانی کی اور جہاد کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس ان میں سے جس نے ایسا کیا اور مر گیا یا کسی کیڑے نے اسے کاٹا اور وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے (1)۔

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

”پھر میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (بہکانے کے لیے) ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثر کو شکر گزار“۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ”ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ“ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ”کہ میں انہیں آخرت کے بارے شک میں ڈالوں گا“ ”وَ مِنْ خَلْفِهِمْ“ ”اور دنیا میں ان کی رغبت دلاؤں گا“ ”وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ“ ”اور ان پر ان کے دین کا معاملہ مشتبہ کر دوں گا“ ”وَ عَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ“ ”میں ان کے لیے گناہوں کو پسندیدہ اور ان پر باطل کو آسان کر دوں گا“ ”وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ“ ”اور تو ان میں سے اکثر کو موحد نہیں پائے گا (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے ”پھر میں ضرور ان کے پاس آؤں گا بہکانے کے لیے ان کے آگے سے“ ”یعنی دنیا کی جانب سے“ ”اور ان کے پیچھے سے“ ”یعنی آخرت کی جانب سے“ ”اور ان کے دائیں سے“ ”یعنی ان کی نیکیوں کی جانب سے“ ”اور ان کے بائیں سے“ ”یعنی ان کے گناہوں اور برائیوں کی جانب سے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اس نے انہیں کہا موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا، جنت اور دوزخ کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور پیچھے کی جانب سے انہیں امر دنیا کی طرف متوجہ کیا۔ اور امر دنیا کو ان کے لیے خوب مزین اور آراستہ کیا اور انہیں اس کی طرف دعوت دی۔ اور دائیں جانب سے مراد یہ ہے کہ میں نیکیوں کی جانب سے بھی ان کے پاس آؤں گا اور انہیں نیکی کے معاملہ میں غافل اور سست کر دوں گا اور بائیں جانب سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے لیے گناہوں اور برائیوں کو خوب مزین کر کے انہیں ان کی طرف بلائے گا اور معصیت کو اپنانے کا حکم دے گا۔ اے ابن آدم وہ تیرے پاس سامنے کی جانب سے تو آئے گا مگر اوپر کی جانب سے تیرے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 21 (246)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 161

پاس نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے درمیان حائل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنۃ میں ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ وہ مِنْ فَوْقِهِمْ (اوپر کی جانب سے) کہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ ان کے اوپر اللہ ہے اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں۔ کیونکہ ان کے اوپر کی جانب سے رحمت نازل ہوتی ہے(1)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا ہے: اے ابن آدم! (شیطان) ہر جہت سے تیرے پاس آتا ہے۔ مگر وہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مابین حائل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ بلاشبہ اوپر کی جانب سے صرف رحمت تجھ پر نازل ہوتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ابلیس نے کہا: میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اوپر کی جانب سے ان پر رحمت نازل کروں گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ "میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے" یعنی حق کے راستوں سے "اور ان کے پیچھے سے" یعنی باطل کے راستوں سے "اور ان کے دائیں سے" یعنی امر آخرت کی جانب سے "اور ان کے بائیں سے" یعنی دنیا کی جانب سے۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے صبح و شام کبھی بھی یہ دعا نہیں مانگی "اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِيْنِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي، وَاَعُوْذُ بِكَ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي"" اے اللہ! آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے اور اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں تجھ سے تیری عظمت کے سبب پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے نیچے کی جانب سے بہک جاؤں"(2)۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۸ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹

"فرمایا نکل جا یہاں سے ذلیل (اور) راندہ ہوا۔ جس کسی نے پیروی کی تیری ان سے تو یقیناً میں بھر دوں گا جہنم کو تم سب سے اور اے آدم! رہو تم اور تمہاری بیوی جنت میں اور کھاؤ جہاں سے چاہو اور مت نزدیک جانا اس (خاص) درخت کے ورنہ تم دونوں ہو جاؤ گے اپنا نقصان کرنے والوں سے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "مَذْءُوْمًا" کا معنی مَلُوْمًا یعنی ملامت کیا ہوا اور مَّدْحُوْرًا کا معنی ہے مقیتا یعنی قابل نفرت۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 163 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 698 (1902) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ مَذْءُوْمًا کا معنی قابل مذمت اور مَّدْحُوْرًا کا معنی مَنْفِیًّا۔ دھتکارا ہوا، دور ہٹایا ہوا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مَذْءُوْمًا کا معنی مَنْفِیًّا یعنی ذلیل ورسوا اور مَّدْحُوْرًا کا معنی ہے مَطْرُوْدًا۔ دھتکارا ہوا، راندہ ہوا۔

امام ابن منذر، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ مَذْءُوْمًا کا معنی ہے مَعِیْبًا عیب دار۔ اور مَّدْحُوْرًا کا معنی ہے مَنْفِیًّا۔ دھتکارہ ہوا۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٜ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

" پھر وسوسہ ڈالا ان کے (دلوں میں) شیطان نے تاکہ بے پردہ کردے ان کے لیے جو ڈھانپا گیا تھا ان کی شرم گاہوں سے اور (انہیں) کہا کہ نہیں منع کیا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لیے کہ کہیں نہ بن جاؤ تم دونوں فرشتے یا کہیں نہ ہو جاؤ ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے اور قسم اٹھائی ان کے سامنے کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں پس شیطان نے نیچے گرا دیا ان کو دھوکہ سے، پھر جب دونوں نے چکھ لیا درخت سے تو ظاہر ہو گئیں ان پر ان کی شرم گاہیں اور چپکانے لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے اور ندا دی انہیں ان کے رب نے کیا نہیں منع کیا تھا میں نے تمہیں اس درخت سے اور کیا نہ فرمایا تھا تمہیں کہ بلا شبہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے دونوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار! ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخشش فرمائے تو ہمارے لیے اور نہ رحم

فرمائے ہم پر تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک (نیز) فرمایا اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے تم اٹھائے جاؤ گے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو جنت میں ایک درخت سے کچھ کھانے سے منع فرمایا۔ شیطان آیا اور سانپ کے پیٹ میں داخل ہو گیا۔ سو اس نے حضرت مائی حوا سے گفتگو کی اور حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا اور کہا: تمہارے رب نے اس درخت کے کھانے سے تمہیں منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ تم فرشتے ہو جاؤ گے یا تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اس نے دونوں کو قسم اٹھا کر کہا کہ میں تم دونوں کو نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں (تمہارے لیے بڑا خیر خواہ ہوں) پس حضرت مائی حوا علیہا السلام نے اس درخت کو کاٹ ڈالا اور درخت سے خون نکل آیا اور ساتھ ہی ان دونوں سے وہ فاخرانہ لباس گر گیا جو پہلے سے ان کے جسموں پر موجود تھا۔ "تو پھر یہ دونوں اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگ گئے اور ان دونوں کو ان کے رب نے ندا دی کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور کیا تمہیں نہ فرمایا تھا کہ بلاشبہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے"۔ تو نے اس درخت کو کیوں کھایا حالانکہ میں نے تجھے اس سے منع کیا تھا؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! مجھے حوا نے کھلایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو فرمایا تو نے آدم کو یہ کیوں کھلایا؟ تو انہوں نے عرض کی: مجھے سانپ نے حکم دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سانپ کو فرمایا تو نے اسے یہ حکم کیوں دیا؟ اس نے عرض کی مجھے ابلیس نے حکم دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ ملعون (لعنتی) اور مدحور (دھتکارا ہوا) ہے۔ اے حوا! تجھے ہر چاند میں اسی طرح خون جاری ہو گا جیسے تو نے اس درخت سے نکالا ہے۔ اے سانپ! اپنے پاؤں کاٹ دے پس تو اپنے چہرے کے بل گھسیٹ کر ہی چلے گا۔ اور جو بھی تجھے ملے گا پتھر کے ساتھ تیرا سر کچل دے گا۔ نیچے اتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوغنیم سعید بن حدین حضرمی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو جنت میں سکونت عطا فرمائی تو آدم علیہ السلام جنت میں گھومنے پھرنے کے لیے نکلے۔ تو ان کی عدم موجودگی کو ابلیس نے غنیمت جانا، پس وہ آیا اور اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں حضرت مائی حوا علیہا السلام تشریف فرما تھیں۔ پس اس نے کانے کی ایک نلی کے ساتھ سیٹی بجائی جسے حضرت مائی حوا نے سنا۔ آپ کے اور اس کے درمیان ستر قبے تھے، ان میں سے بعض بعض کے اندر تھے۔ پس حضرت مائی حوا اس پر جھانکیں۔ وہ مسلسل سیٹی بجاتا رہتا اور سننے والوں نے اس کی مثل لذت شہوت اور سماع کہیں نہیں سنا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت مائی حوا کا کوئی عضو باقی نہ رہا مگر اس میں خلجان اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ تو انہوں نے کہا: میں تجھے اللہ کی قسم دیتی ہوں جو بڑی عظمت و شان والا ہے، اگر تو نے اسے مجھ سے دور نہ کیا تو تو مجھے ہلاک کر دے گا۔ تو اس نے اس کانے کو کھینچا۔ پھر اسے تبدیل کیا، تو ایک دوسری آواز میں سیٹی بجنے لگی، تو اس سے رونا، نوحہ اور حزن و

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 171

ملال برپا ہوگیا۔ سننے والوں نے اس کی مثل آواز نہیں سنی تھی۔ حتی کہ آپ کا دل حزن وبکا کے ساتھ کٹنے لگا۔ تو آپ نے اسے فرمایا: میں تجھے عظمت وشان والے رب کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ تو مجھ سے باز آجا۔ تو وہ رک گیا۔ پھر آپ نے اس سے کہا: یہ کیا ہے جو تو لایا ہے؟ کہ ایک دفعہ اس نے فرحت وسرور کے ساتھ مجھے پکڑا ہے اور دوسری دفعہ حزن وملال میں مجھے مبتلا کر دیا ہے۔ تو اس نے کہا: میں نے جنت میں تمہارے مقام ومرتبہ اور اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو جو عزت وکرامت عطا فرمائی ہے اس کا ذکر کیا ہے اور میں تم دونوں کے مقام ومرتبہ سے بہت خوش ہوا ہوں۔ پھر میں نے یہ ذکر کیا ہے کہ تم دونوں کو اس سے نکال دیا جائے گا۔ چنانچہ میں تم دونوں کے لیے رویا اور تم پر حزن وغم کا اظہار کیا۔ کیا تمہارے رب نے تمہیں نہیں کہا کہ جب تم اس درخت سے کھاؤ گے تو مر جاؤ گے اور جنت سے نکال دیے جاؤ گے؟ اے حوا! میری طرف دیکھ۔ میں اس درخت سے کھاتا ہوں۔ اگر اس سے میں مر گیا یا میری خلقت میں سے کوئی شے بدل گئی تو پھر تم دونوں بھی اس سے نہ کھانا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا بہت بڑا خیر خواہ ہوں۔ سو ابلیس چل پڑا حتی کہ اس درخت کو پا کر اس سے کھالیا اور ساتھ یہ کہنا شروع کر دیا اے حوا! میری طرف دیکھ۔ کیا میری خلقت میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی یا کیا میری موت آئی؟ سو وہی کچھ ہوا ہے جس کی خبر میں نے تمہیں دی ہے۔ پھر وہ چلتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

آدم علیہ السلام جب اس جگہ سے واپس آئے جہاں وہ جنت میں گھومنے پھرنے گئے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے حضرت حوا کو انتہائی غمزدہ حالت میں منہ کے بل اوندھا لیٹے ہوئے پایا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میرے پاس انتہائی مشفق ناصح آیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو۔ شاید وہ وہی ابلیس ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ڈرایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: اے آدم! قسم بخدا! وہ اس درخت کی طرف گیا اور اس سے کھایا اور میں اسے دیکھتی رہی، نہ وہ مرا اور نہ اس کے جسم میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی۔ پس وہ مسلسل آپ کو اس کے دھوکے اور مکر میں ڈالتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام دونوں اس درخت کی طرف چل پڑے اور آدم علیہ السلام نے اس درخت کا پھل پکڑنے کے لیے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو جنت کے تمام درختوں نے آپ کو آواز دی: اے آدم! اس سے نہ کھاؤ۔ کیونکہ اگر تم اس سے کھاؤ گے تو جنت سے نکال دیئے جاؤ گے۔ آدم علیہ السلام نے معصیت کا پختہ عزم کیا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے پھل کو پانے کے لیے درخت کو پکڑ لیا۔ تو درخت لمبا ہونا شروع ہو گیا۔ پھر آپ بھی اپنا ہاتھ بڑھانے لگے۔ تاکہ اسے پکڑ سکیں۔ پھر جب آپ نے اپنا ہاتھ پھل پر رکھا تو وہ سخت ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے معصیت پر ان کے عزم مصمم کو دیکھا۔ تب انہوں نے اس پھل کو پکڑ لیا اور کھالیا۔ آپ نے وہ پھل حوا کو بھی دیا اور انہوں نے بھی کھالیا۔ پس اس کے ساتھ ہی ان کے بدن سے جنت کا حسین وجمیل لباس اتر گیا اور ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں۔ تو وہ بالفور جنت کے پتوں کے ساتھ انہیں ڈھانپنے لگے اور جنت کے پتے ان پر چپٹانے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ دکھائی دے رہا ہے۔

رب کریم نے جنت میں آپ کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے آدم! تو کہاں ہے نکل؟ انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے تیری طرف نکلتے ہوئے حیا آتی ہے۔ رب کریم نے فرمایا: شاید تو نے اس درخت سے کھالیا ہے جس سے

میں نے تجھے منع کیا تھا؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! یہ جسے تو نے میرے ساتھ کردیا ہے اس نے مجھے بہکا دیا ہے۔ فرمایا: اے آدم! تو کب تک چھپائے گا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ ہر شے میری ہے اے آدم اور مجھ پر کوئی شے مخفی نہیں ہوتی نہ تاریکی میں اور نہ روشنی میں؟ پھر ان دونوں کی طرف فرشتوں کو بھیجا۔ ان کی گردنوں میں کچھ ڈال کر انہیں لایا گیا، یہاں تک کہ انہیں جنت سے باہر نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں ننگا کھڑا کیا گیا اور ابلیس بھی ان کے ساتھ تھا۔ پس اس وقت ابلیس کو ان دونوں کے ساتھ نیچے اتار دیا گیا۔ اور آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے چند کلمات سیکھ لیے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمالی اور ان تمام کو نیچے اتار دیا گیا۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَاوٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا" کی تفسیر میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا دونوں میں سے ہر ایک پر ایک نور غالب تھا۔ جس کے سبب دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کی شرم گاہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سو جب دونوں سے لغزش سرزد ہوئی تو وہ نور واپس لے لیا گیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ نقل کیا ہے (شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا) تاکہ وہ ان کے لباس کو پھاڑ دے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ ان کی شرم گاہ ہے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کی کتابوں میں پڑھا کرتا تھا اور آدم علیہ السلام یہ نہیں جانتے تھے۔ ان دونوں کا لباس ظفر تھا۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان دونوں کے پاس ابلیس آیا اور کہا: تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم فرشتے نہ ہو جاؤ اور اللہ عزوجل کی مثل نہ ہو جاؤ۔ انہوں نے اس کی بات تسلیم نہ کی، حتیٰ کہ وہ سانپ کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور پھر ان سے ہم کلام ہوا۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "مَلِكَیْنِ" کو لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ "مَلَكَیْنِ" کو لام کے فتحہ (زبر) کے ساتھ پڑھا کرتے تھے کہ یہ ملائکہ سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ" کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ نے ملائکہ کی افضلیت کا ذکر کیا ہے کہ ملائکہ کو شکل صورت، پروں اور عزت وکرامت کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے۔ کہ جنت میں ایک درخت ہے اس کی دو شاخیں ہیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ ملائکہ طواف کرتے ہیں اور دوسری کا ذکر اس قول میں ہے "مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ" یعنی تاکہ تم ان ملائکہ میں سے نہ ہو جاؤ جو اس شاخ کے ساتھ طواف کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ آیت پڑھتے "مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 166 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 167

اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَا مَلَكَيۡنِ '' کہ اس نے تم دونوں کو خطا میں ڈالا تا کہ تم دونوں فرشتے نہ ہو جاؤ، اس لیے نہیں ڈالا کہ تم ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ۔ اور تمہیں اس میں ہمیشہ موت نہیں آئے گی اور اس نے ان کے لیے قسم کھائی کہ بلاشبہ وہ ان کا بڑا خیر خواہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' اَوۡ تَكُوۡنَا مِنَ الۡخٰلِدِيۡنَ '' کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ نہیں مرو گے۔ اور '' وَقَاسَمَهُمَاۤ '' کے بارے کہا کہ اس نے دونوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ '' وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّىۡ لَـكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ '' کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے دونوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی یہاں تک کہ اس نے انہیں دھوکے میں مبتلا کر دیا۔ تحقیق بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ اس نے انہیں کہا: مجھے تم دونوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ پس تم میری اتباع کرو، میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔ قتادہ نے کہا: بعض اہل علم کہا کرتے تھے جس کسی نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دھوکہ دیا ہم اس کے دھوکے میں آ گئے (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایک قرات اس طرح ہے '' وَقَاسَمَهُمَا بِاللّٰهِ اِنِّیۡ لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيۡنَ ''

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے '' فَدَلّٰٮهُمَا بِغُرُوۡرٍ‌ ۚ '' کی تفسیر میں کہا پس شیطان نے دونوں کو دھوکے کے ساتھ کمزور کر دیا (یعنی دھوکے میں مبتلا کر دیا)

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ '' فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتۡ لَهُمَا سَوۡاٰتُهُمَا '' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے قبل وہ شرم گاہ کو نہیں دیکھتے تھے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر جانور کا لباس اس کا اپنا ہے اور انسان کا لباس ظفر ہے اور آدم علیہ السلام کو ان کے ناخن کے پاس توبہ نے پالیا۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے سنن میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کا لباس ناخن کی مثل تھا۔ پس جب ان دونوں نے اس درخت سے کھا لیا تو ان پر سوائے ناخن کی مثل کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ اور '' وَطَفِقَا يَخۡصِفٰنِ عَلَيۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَـنَّةِ‌ ؕ '' کے بارے فرمایا کہ وہ انجیر کے پتے اتارتے تھے اور انہیں اپنی شرم گاہوں پر رکھتے تھے (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں سکونت عطا فرمائی تو انہیں ناخن کا لباس پہنایا اور جب ان سے لغزش سرزد ہوئی تو ان سے لباس سلب کر لیا اور صرف انگلیوں کے کناروں پر انہیں باقی رکھا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 168 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 169 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 170

حضرت آدم علیہ السلام کا لباس ناخن کا تھا اور یہ پرندے کے پروں کی مثل تھا۔ جب ان سے لغزش ہوئی تو ان کا لباس اتر گیا اور زینت اور کئی دیگر منافع کے لیے ناخنوں کو باقی چھوڑ دیا گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کا لباس یاقوت تھا۔ پس جب ان سے لغزش صادر ہوئی تو وہ سکڑ گیا اور ناخن بن گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد مبارک ساٹھ ہاتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جلد کا باس پہنایا اور ناخن کے ساتھ آپ کی معاونت کی کہ وہ اس کے ساتھ کھجلا سکتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ'' کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ایسے پیوند لگانے لگے جیسے کپڑے پر لگائے جاتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ وہ دونوں اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپنے لگے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ان پر جنت کے پتے چپٹانے لگے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ ایسی چیزیں پکڑنے لگے جن کے ساتھ اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپ سکتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ'' کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! اس نے میرے سامنے تیری قسم کھائی ہے اور میں یہ گمان نہیں کر سکتا کہ تیری مخلوق میں سے کوئی سچ کے سوا بھی تیری قسم کھا سکتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے یعنی وہ گناہ ہے جس کا ارتکاب ہم نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مغفرت فرمادی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ''قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا...... الآیہ'' ہی وہ کلمات ہیں جو آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے سیکھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بندۂ مومن جب گناہ میں واقع ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے حیا محسوس کرتا ہے۔ پھر وہ بحمد اللہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس سے نکلنے کی راہ کیا ہے؟ تو وہ یہ جان لیتا ہے کہ اس سے نکلنے کی راہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار اور توبہ کرنا ہے اور توبہ کرنے سے کوئی آدمی بھی شرم محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر توبہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کوئی بھی خلاصی اور نجات نہ پا سکے۔ تمہارے جد اعلیٰ (آدم علیہ السلام) سے جب لغزش صادر ہوئی تو توبہ کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کریب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بلایا اور فرمایا لکھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عبداللہ کی جانب سے تمہارے فلاں عالم کی طرف کہ اس نے ''وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ'' کے بارے یہ بیان کیا ہے کہ اس کا ٹھکانہ زمین کے اوپر ہے، اس کا ٹھکانہ رحم میں ہے، اس کا ٹھکانہ زمین کے نیچے ہے اور اس کا ٹھکانہ وہاں ہے جہاں وہ جنت یا جہنم میں جائے گا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

''اے اولاد آدم! بے شک اتارا ہم نے تم پر لباس جو ڈھانپتا ہے تمہاری شرم گاہوں کو اور باعث زینت ہے۔ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں اے اولاد آدم! نہ فتنہ میں مبتلا کردے تمہیں شیطان جیسے نکالا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے (اور) اتروادیا ان سے ان کا لباس تاکہ دکھلا دے انہیں ان کے پردہ کی جگہیں۔ بے شک دیکھتا ہے تمہیں وہ اور اس کا کنبہ جہاں سے تم نہیں دیکھتے ہو انہیں۔ بلاشبہ ہم نے بنادیا ہے شیطانوں کو دوست ان کا جو ایمان نہیں لاتے''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد نے فرمایا کہ عرب کے لوگ ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ طواف کے دوران ان میں سے کوئی بھی کپڑا نہیں پہنتا تھا (تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی) اور فرمایا وَرِيْشًا کا معنی مال ہے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ آیت قریش میں سے حمس کے بارے نازل ہوئی اور وہ جو اس کا ماخذ قبائل عرب کو قرار دیتے ہیں اور وہ انصار ہیں یعنی الاوس، خزرج، خزاعہ، ثقیف، بنی عامر بن صعصعہ اور بطون کنانہ بن بکر۔ یہ گوشت نہیں کھاتے تھے، گھروں میں پیچھے کی جانب سے آیا کرتے تھے، وہ بلی اور خرگوش کے بالوں اور دیگر بالوں کا کاروبار نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ چمڑے کا کاروبار کرتے تھے، اپنے بچوں کو خوب سازوسامان پہناتے تھے اور قریش کے علاوہ وہ ننگے بدن طواف کرتے تھے۔ سو جب وہ وہاں آتے تو اپنے وہ کپڑے اتار

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 174

پھینکتے جو پہن کر آتے اور کہتے یہ ہمارے وہ کپڑے ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے رب کی بارگاہ میں گناہوں اور خطاؤں سے پاکیزگی عطا کی ہے۔ پھر وہ قریش کو کہتے: کون ہے جو چادر ہمیں عاریۃ دے سکتا ہے؟ پس اگر وہ نہ پاتے تو پھر ننگے بدن طواف کرتے۔ اور جب اپنے طواف سے فارغ ہوتے تو اپنے وہ کپڑے اٹھالیتے جو انہوں نے رکھے ہوتے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا لباس سے مراد کپڑے ہیں، وَ رِيشًا سے مراد مال اور لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مراد اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن علی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لباس سے مراد عام لباس ہے، وَ رِيشًا سے مراد زیب وزینت کا لباس ہے اور لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مراد اسلام ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وَ رِيشًا سے مراد مال، لباس، عیش اور نعمتیں ہیں اور لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مراد ایمان اور عمل صالح ہے اور فرمایا ''ذٰلِكَ خَيْرٌ'' یعنی ایمان اور عمل صالح ریش اور لباس سے بہتر اور افضل ہے(2)۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ریاش سے مراد مال ہے(3)۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نیا کپڑا پہنتے تھے تو آپ یہ دعا مانگتے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مِنَ الرِّيَاشِ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَ اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِي النَّاسِ''(4)

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: ریاش سے مراد جمال (خوبصورتی) ہے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا: کہ ارشاد خداوندی ''وَ رِيشًا'' کے بارے مجھے کچھ بتایئے؟ تو آپ نے فرمایا: ریاش سے مراد مال ہے: انہوں نے عرض کی۔ کیا اہل عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

فرشني بخير طال ماقد بريتني وخير الموالي من يريش ولايبري

''پس اس نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا جب کہ تو نے مجھے ذلیل ورسوا کیا۔ بہترین دوست وہ ہے جو مال عطا کرتا ہے اور ذلیل ورسوا نہیں کرتا''۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: لباس سے مراد لباس ہی ہے اور لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مراد ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کے لیے) لباس اتارا اور پھر فرمایا بہتر اور اچھا لباس تقویٰ ہے(5)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے لِبَاسُ التَّقْوٰى کو مرفوع پڑھا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 174,76,78 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 77-176 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 175
4۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 58-157، دار صادر بیروت 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 179

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے ریشا کو بغیر الف کے اور لِبَاسُ التَّقْوٰی کو مرفوع پڑھا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو "و ریاشا" پڑھتے سنا ہے اور آپ نے وَرِیْشًا نہیں کہا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے "رِیَاشًا" پڑھا ہے (1)۔

امام ابوعبید، عبد بن حمید، حکیم ترمذی، ابن منذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت معبد الجہنی رحمہ اللہ نے کہا لباس التقویٰ سے مراد حیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِیْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی" پس لباس وہ ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپتا ہے اور وہ تمہارے لباس ہیں۔ ریاش سے مراد سامان معاش ہے اور لباس التقویٰ سے مراد حیا ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے "لِبَاسُ التَّقْوٰی" کے بارے یہ قول نقل کیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اپنی شرم گاہ کو چھپاتا ہے۔ یہی تقویٰ کا لباس ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "لِبَاسُ التَّقْوٰی" کے بارے عکرمہ نے کہا: اس سے مراد وہ لباس ہے جو قیامت کے دن متقی لوگوں کو پہنایا جائے گا اور یہ اس لباس سے بہتر ہے جو دنیا والے پہنتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لِبَاسُ التَّقْوٰی سے مراد چہرے میں حسین خاموشی کا ہونا ہے (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے نے خیر یا شر کا کوئی عمل کیا اسے اپنے عمل کی چادر (لباس) پہنائی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ اسے پہچان لیں گے اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ہے "وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ...... الآیہ"

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا، وہ فرما رہے تھے: اے لوگو! ان مخفی اور پوشیدہ کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے "قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! کسی نے بھی کوئی عمل کبھی چھپ کر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی چادر اعلانیہ اسے پہنائے گا۔ اگر اس نے اچھا عمل کیا تو اسے اچھی چادر پہنائی جائے گی اور اگر برا عمل کیا تو اسے برائی کی چادر پہنائی جائے گی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آپ نے رِیْشًا کی بجائے "رِیَاشًا" کہا اور "وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ" کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد حسین خاموشی ہے (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا، لباس سے مراد کپڑے، ریاش سے مراد مال اور لباس التقویٰ سے مراد ایمان ہے۔ اور ذٰلِكَ خَیْرٌ کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ لِبَاسُ التَّقْوٰی بہتر ہے مال سے اور اس لباس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 175 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 174 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 177 4۔ ایضاً

سے جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپ لیتا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے "يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا" میں لباس سے مراد تقویٰ لیا ہے اور "اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ" کی تفسیر میں کہا کہ بے شک جن اور شیاطین تمہیں دیکھتے ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن منبہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ "يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا" میں لباس سے مراد نور ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وَ قَبِيْلُهٗ سے مراد اس کی نسل ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ "اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ" کا مفہوم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے: قسم بخدا! بلاشبہ دشمن تجھے ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تو اسے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ انتہائی سخت اذیت دینے والا ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

ابوالشیخ نے مجاہد سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اس نے یہ درخواست کی کہ وہ دیکھتا رہے لیکن اسے نہ دیکھا جائے اور وہ تحت الثریٰ سے نکل جائے اور جب اسے بڑھاپا آجائے تو وہ پھر جوانی کی طرف لوٹ جائے تو اس کی یہ درخواست قبول کر لی گئی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مطرف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر آدمی شکار کو دیکھ لے اور شکار اسے نہ دیکھے تو وہ اسے دھوکہ دے سکتا ہے اور کیا قریب نہیں کہ وہ اسے پکڑ لے؟ لوگ کہتے: کیوں نہیں۔ تو پھر وہ کہتے: بلاشبہ شیطان ہمیں دیکھتا ہے اور ہم اسے نہیں دیکھ سکتے اور وہ ہم پر حملہ آور ہوتا ہے (3)۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم میں سے کسی آدمی کے ذہن میں شیطان کے بارے خیال آیا یہاں تک کہ وہ اسے دیکھنے لگا۔ تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے دور نہ ہٹے اور قدم آگے بڑھاتا رہے۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوف زدہ رہنے والا ہے جتنا کہ تم اس سے رہتے ہو۔ لہٰذا اگر وہ اس سے پیچھے ہٹا تو وہ اس پر سوار ہو جائے گا اور اگر قدم آگے بڑھایا تو وہ اس سے بھاگ جائے گا۔ مجاہد نے کہا ہے کہ میں اس کے ساتھ آزمایا گیا یہاں تک کہ میں اسے دیکھنے لگ گیا۔ تو مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول یاد آ گیا، پس میں قدم آگے بڑھاتا گیا تو وہ بھاگ گیا۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں کہا ہے کہ حضرت نعیم بن عمر رحمہ اللہ نے کہا: جن شیاطین کو انسانوں کی طرح نہیں دیکھ سکتے۔

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

"اور جب کرتے ہیں کوئی بے حیائی کا کام (تو) کہتے ہیں پایا ہم نے ایسا ہی کرتے ہوئے اپنے باپ دادا کو اور اللہ نے بھی ہمیں حکم دیا اس کا۔ آپ فرما دیجئے بے شک اللہ حکم نہیں دیتا بے حیائیوں کا کیا ایسی بات لگاتے ہو اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 179 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 82-181

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 179 (35134)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

پر جو تم نہیں جانتے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن سے کرتے تھے۔ تو اس آیت میں انہیں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کی بے حیائی یہ تھی کہ وہ بیت اللہ کے اردگرد ننگے بدن طواف کرتے تھے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: عرب کا ایک قبیلہ اہل یمن میں سے تھا، وہ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ سو جب انہیں کہا گیا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم نے ایسا ہی کرتے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب قرظی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مشرک مرد دن کے وقت بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے اور عورتیں رات کو برہنہ طواف کرتی تھیں اور وہ یہ کہتے تھے ہم نے اسی طریقہ پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی کا ہمیں حکم دیا ہے۔ پس جب اسلام اور اس کے اخلاق کریمانہ کا ظہور ہوا تو انہیں اس سے روک دیا گیا۔

امام عبد بن حمید نے اس آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی بندے کو اپنی معصیت اور نافرمانی پر عزت و اکرام عطا نہیں کیا، نہ وہ اس کے سبب کسی سے راضی ہوا ہے اور نہ ہی اس نے اس کا حکم دیا ہے۔ بلکہ وہ اپنی اطاعت کے سبب تم سے راضی ہوتا ہے اور اس نے تمہیں اپنی نافرمانی سے منع کیا ہے۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۟ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِیْقًا هَدٰی وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

''آپ فرمائیے حکم دیا ہے میرے رب نے عدل و انصاف کا اور سیدھا کرو اپنے چہرے (قبلہ کی طرف) ہر نماز کے وقت اور عبادت کرو اس کی اس حال میں کہ تم خالص کرنے والے ہو اس کے لیے عبادت کو جس طرح اس نے پہلے پیدا کیا تھا تمہیں ویسے ہی تم لوٹو گے ایک گروہ کو اللہ نے ہدایت دے دی اور ایک گروہ ہے کہ مقرر ہو گئی ان پر گمراہی انہوں نے بنا لیا شیطانوں کو (اپنا) دوست اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں''۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 183 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 182 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 183

اللہ نے فرمایا'' بِالْقِسْطِ '''' کا معنی عدل ہے (یعنی آپ فرمایئے میرے رب نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے) اور'' وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ '' کی تفسیر میں فرمایا: ہر نماز کے وقت تم اپنے چہرے سیدھے کعبہ معظمہ کی طرف کرو جہاں بھی تم نماز پڑھو چاہے کنیسہ (عیسائیوں کی عبادت گاہ) میں ہو یا کسی اور جگہ۔ اور'' كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ '' کی تفسیر میں فرمایا: جس طرح اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا شقی یا سعید ویسے ہی تم لوٹو گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ'' وَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۬ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ '' کی تفسیر میں حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں تم دین کو اسی طرح خالص کرو جس طرح کہ اس نے تمہیں پہلے آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا فرمایا۔ اس طرح کہ اس نے انہیں اسلام پر پیدا فرمایا۔ لہٰذا تم عبادت کے لیے اسی کو پکارو۔ کسی غیر کو مت پکارو۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم ارشاد فرمایا کہ وہ دین، عبادت اور عمل کو اسی کے لیے خالص کریں اور پھر اپنے چہرے کو بیت الحرام (کعبہ معظمہ) کی طرف متوجہ کریں۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ'' كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ...... '' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں بنی آدم کو مومن اور کافر پیدا فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے'' هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ '' (التغابن: 2)'' وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور تم میں سے بعض مومن ہیں''۔ پھر وہ انہیں قیامت کے دن لوٹائے گا اس طرح جیسا کہ اس نے انہیں ابتدا میں مومن اور کافر پیدا کیا تھا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہیں اسی حالت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ تھے یعنی مومن کو حالت ایمان پر اور منافق کو اپنے نفاق کی حالت پر اٹھایا جائے گا (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ'' كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ '' کی تفسیر میں محمد بن کعب نے کہا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہدایت اور سعادت مندی پر پیدا فرمایا ہے اسے وہ اسی کی طرف پھیر دے گا جس پر اسے پہلے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ جادوگروں سے کیا کہ پہلے ان کی تخلیق ہدایت اور سعادت مندی پر کی۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو کر فوت ہوئے۔ اور جیسا کہ ابلیس کے ساتھ کیا کہ ابتدا سے ہی اس کی تخلیق کفر اور گمراہی پر کی اور وہ ملائکہ کے ساتھ ان جیسے عمل کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے کفر کی طرف لوٹا دیا جس پر اسے پہلے پیدا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا'' وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ '' (البقرہ: 34)'' اور (داخل) ہو گیا وہ کفار (کے ٹولہ) میں'' (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ'' كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ '' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے اسی طرح تم لوٹو گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جس طرح اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا ہے حالانکہ تم کوئی شے نہیں تھے اور اس نے تمہیں وہ حیات عطا فرمائی۔ اسی طرح وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 86-184 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 185 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 186

تمہیں موت دے گا پھر قیامت کے دن تمہیں زندہ کرے گا(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی ارشاد کے بارے میں حضرت ربیع بن انس سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا فرمایا اور مٹی کی طرف ہی وہ لوٹیں گے۔ انہوں نے فرمایا: اس میں حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جسے مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے اور اس نے مٹی کی طرف ہی لوٹنا ہے اس کے لیے فخر پسندیدہ نہیں۔ جو آج زندہ ہے اور کل مر جائے گا اس کے لیے تکبر زیبا نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تکبر کرنے والوں کو یہ وعید سنائی ہے کہ وہ انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور ضعف اور کمزوری کا اظہار کرنے والوں کو بلند فرمائے گا اور فرمایا" مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝" (طٰہٰ) "اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (روز حشر) اس سے ہم تمہیں نکالیں گے ایک بار پھر"۔ پھر فرمایا فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ " كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ " کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم مرو گے اس حال میں کہ ہدایت یافتہ یہ گمان کر رہا ہوگا کہ وہ ہدایت پر ہے اور غنی (دولت مند) یہ گمان کر رہا ہوگا کہ وہ ہدایت پر ہے۔ یہاں تک کہ موت کے وقت اس کے لیے سب ظاہر ہو جائے گا۔ اسی طرح تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ اسی کا ذکر اس ارشاد میں ہے" وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ " (اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم لوٹو گے اس حالت پر جس پر تمہارے ہونے کے بارے لکھا جا چکا ہے" فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ "(2)

امام ابوالشیخ نے حضرت عمر بن ابی معروف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: قول باری تعالیٰ " كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ " کے بارے مجھے ایک ثقہ آدمی نے بتایا ہے کہ تم اس طرح غیر مختون لوٹو گے جیسا کہ اس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔

امام ابوالشیخ نے مقاتل بن وہب عبدی سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کی تاویل اس امت کے آخر میں ظاہر ہوگی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الضعفاء میں حضرت عبدالغفور بن عبدالعزیز بن سعید الانصاری رحمہ اللہ سے اور انہوں نے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلق کثیر کی صورتیں مسخ کر دے گا اور بے شک انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس نے میرے ساتھ تمسخر کیا۔ لہٰذا وہ اس کی شکل کو مسخ کر دے گا۔ پھر اسے قیامت کے دن انسان بنا کر اٹھائے گا جیسا کہ وہ فرما رہا ہے " كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ " پھر اسے جہنم میں داخل کر دے گا۔

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 187 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 186

"اے آدم کی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ نہیں پسند کرتا فضول خرچی کرنے والوں کو"۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ عورتیں ننگے بدن طواف کرتی تھیں۔ مگر یہ کہ کوئی عورت اپنی شرم گاہ پر کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیتی اور یہ کہتی۔

اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْكُلُّهٗ وَمَا بَدَامِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ

"آج اس کا بعض یا کل ظاہر ہو رہا ہے اور جو اس سے ظاہر ہے میں اسے حلال قرار نہیں دیتی" (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم ان کپڑوں میں اس کا طواف نہیں کریں گے جو گناہوں سے آلودہ ہیں۔ سو ایک عورت آئی، اس نے اپنے کپڑے اتار پھینکے اور طواف کیا اور اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھ لیا اور کہا:

اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْكُلُّهٗ فَمَا بَدَامِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ

تو اس وقت یہ آیت "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" سے لے کر "وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" تک نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زینت کا حکم دیا اور زینت سے مراد لباس ہے اور لباس وہ ہوتا ہے جو شرم گاہ کو ڈھانپ لیتا ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ محض کپڑے اور سامان کی نفاست ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے زِيْنَتَكُمْ کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ اس سے مراد ہر وہ شے ہے جو شرم گاہ کو ڈھانپ سکے اگرچہ وہ چوغہ ہی ہو (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا زینت سے مراد کپڑے ہیں (4)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسی چوڑی چادر جو جسم کو ڈھانپ لے وہ بھی زینت میں سے ہے (5)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف برہنہ حالت میں کرتے تھے۔ وہ گھروں میں پچھواڑے کی جانب سے آتے تھے اور پچھوڑے سے ہی ان میں داخل ہوتے تھے۔ وہ قریش کے ایک قبیلے کے لوگ تھے جنہیں حمس کہا جاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 189 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 190 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 189 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 192

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ"

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب کے کچھ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ حتی کہ اگر کوئی عورت بیت اللہ شریف کا طواف کرتی تو وہ بھی برہنہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ"

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ رات کے وقت ننگے بدن طواف کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے کپڑے پہن لیں اور برہنہ نہ رہیں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب جب حج کرتے تھے تو وہ حرم کے قریب پڑاؤ کرتے، اپنے کپڑے اتار دیتے اور اپنی چادریں رکھ لیتے اور مکہ مکرمہ میں بغیر چادر کے داخل ہوتے۔ مگر ان میں سے جس آدمی کا کوئی دوست حمس میں سے ہوتا، تو وہ اسے کپڑے عاریۃً دے دیتا اور اپنی جانب سے کھانا بھی کھلاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عطار رحمہ اللہ نے کہا: زمانہ جاہلیت میں مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ"

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: اہل یمن کا ایک قبیلہ تھا، وہ برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ مگر ان میں سے کئی ایک جو مکہ کے باسیوں سے چادریں عاریۃً لے لیتے اور وہ ان میں طواف کرتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ریشم و دیباج پہننے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ وہ برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ جب وہ آتے تو کپڑے مسجد سے باہر رکھ دیتے تھے اور پھر مسجد میں داخل ہوتے۔ جب کوئی آدمی کپڑے پہن کر مسجد میں داخل ہوتا تو اسے مارا جاتا اور اس سے کپڑے کھینچ لیے جاتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی "يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ"

امام ابن عدی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کا لباس پہن لیا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: نماز کا لباس کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے جوتے پہن لو اور انہی میں نماز پڑھ لو (3)۔

امام عقیلی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے جوتوں میں نماز پڑھا کرو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 190 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 191

3۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 6، صفحہ 313، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جن چیزوں کے سبب افضیلت اور کرامت عطا فرمائی ہے ان میں سے ایک ان کا حالت نماز میں اپنے جوتے پہنے رکھنا ہے۔

امام ابوداؤد اور حاکم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو۔ کیونکہ وہ موزے اور جوتے پہن کر نماز نہیں پڑھتے (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور اپنے جوتے اتار دے تو وہ ان کے ساتھ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اسے چاہیے کہ وہ انہیں اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لے یا پھر انہیں پہن کر ہی نماز پڑھ لے۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (2)۔

امام ابویعلی رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا" نماز کا لباس جوتے ہیں" (زَيْنُ الصَّلٰوةِ الْحَذَاءُ) (3)

امام بزار رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو اور اپنے جوتے پہن کر نماز پڑھو۔ کیونکہ وہ موزے اور جوتے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جوتے پہن کر نماز پڑھنا تکمیل نماز کے ذرائع میں سے ہے (4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے سفید ریش بوڑھوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے گروہ انصار! (بالوں کو) سرخ اور زرد رنگ کر لو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل کتاب پائجامہ پہنتے ہیں اور وہ چادر نہیں باندھتے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پائجامہ بھی پہنو اور چادر بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل کتاب موزے پہنتے ہیں اور جوتے نہیں پہنتے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم موزے پہنو اور جوتے بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل کتاب اپنی داڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنی مونچھوں کو کاٹو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالف کرو (5)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نعلین پاک میں نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں (6)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 391 (956) دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً (957)
3۔ مسند ابویعلی، جلد 1، صفحہ 247 (528) دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 189 (2249) دارالفکر بیروت
5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 264، دار صادر بیروت
6۔ صحیح بخاری، باب الصلوٰۃ فی النعال، جلد 1، صفحہ 151، دار ابن کثیر دمشق

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے میری توجہ ابن الکواء اور ان کے ساتھیوں کی طرف دلائی اور اس وقت میں باریک قمیص اور حلہ پہنے ہوئے تھا۔ تو انہوں نے مجھے کہا تو ابن عباس ہے اور اس قسم کے کپڑے پہنتا ہے؟ تو میں نے کہا: سب سے پہلی دلیل جس کے سبب میں تم سے مباحثہ کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ'' (الاعراف: 32)'' آپ فرمایئے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لیے''۔ اور مزید فرمایا ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں عیدوں کے مواقع پر یمنی چادر پہنا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حروریہ نکلے، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے کہا: اس قوم کے پاس آؤ۔ میں نے یمنی حلوں میں سے خوبصورت ترین حلہ پہنا اور ان لوگوں کے پاس آیا۔ تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! تیرا آنا مبارک، خوش آمدید، یہ حلہ کیسا ہے؟ میں نے کہا: کیا اس کے سبب تم مجھے عیب دے رہے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی احسن اور خوبصورت حلہ پہنے ہوئے دیکھا ہے (1)۔

امام طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے کپڑے پہن لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کے لیے لباس پہنا جائے اور اگر اس کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو اسے چاہیے کہ نماز پڑھتے وقت چادر باندھ لے۔ اور تم میں سے کوئی بھی حالت نماز میں یہودیوں کی مثل پوری طرح چادر میں نہ لپٹ جائے (2)۔

امام شافعی، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو بھی ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہیں پڑھنی چاہیے کہ کپڑے کا کوئی حصہ کندھوں پر نہ ہو (یعنی حالت نماز میں کندھے ننگے نہیں ہونے چاہئیں) (3)

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی لحاف (بستر کی چادر) میں نماز پڑھے جسے وہ پہنے ہوئے نہ ہو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی پائجامہ میں نماز پڑھے اور اپنے اوپر چادر نہ لیے ہوئے ہو (4)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خوبصورت ترین لباس جسے پہن کر تم اپنی قبور اور مساجد میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو وہ سفید لباس ہے (5)۔

امام ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی رحمہم اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کپڑوں میں سے سفید لباس پہنو۔ کیونکہ یہ

1۔ سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، جلد 2، صفحہ 559، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 236، دارالفکر بیروت

3۔ سنن ابوداؤد، جلد 3، صفحہ 153 (607) مکتبۃ الرشد الریاض

4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 165 (617)

5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 166 (3568) دارالکتب العلمیہ بیروت

سب سے بہتر اور افضل کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو انہی کپڑوں میں کفن دو(1)۔

امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث طیبہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو۔ کیونکہ وہ انتہائی پاکیزہ اور طیب ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے(2)۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ میں گھٹیا سے کپڑے پہنے ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام سبھی قسم کا مال عطا فرمایا ہے۔ تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا فرمایا ہے تو پھر تجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر دکھائی دینا چاہیے(3)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت وفضل کا اثر دکھائی دے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے(4)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے یہ پسند ہے کہ میرے کپڑے دھلے ہوئے ہوں، میرے سر کو تیل لگا ہوا ہو، میرے جوتوں کے تسمے نئے ہوں۔ اس طرح اس نے کئی چیزوں کا ذکر کیا حتی کہ اپنے کوڑے کی محبت اور تعلق کا ذکر بھی کیا۔ عرض کی یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ سب کبر میں سے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ یہ سب جمال اور حسن ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور تکبر حق سے جاہل ہونا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے(5)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت جندب بن مکیث رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی وفد کے پاس تشریف لاتے تو آپ حسین ترین لباس زیب تن فرماتے اور اس کا حکم اپنے صحابہ کرام کو بھی ارشاد فرماتے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو، اپنے پالانوں کو درست کرلو اور اپنے لباس کو صحیح کرلو، یہاں تک کہ تم لوگوں میں اس طرح ہو جاؤ گویا تم ہی سردار ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فحش اور تفحش (بدعملی)

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 165 (3566) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (3567)

3۔ سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، جلد 2، صفحہ 562، نورمحمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

4۔ سنن ترمذی، جلد 5، صفحہ 114 (2819) دارالکتب العلمیہ بیروت 5۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 399، دارصادر بیروت

کو پسند نہیں فرمایا۔ رہا یہ ارشاد ربانی "وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا ...... الآیہ" (1)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کھانا پینا حلال قرار دیا ہے جب تک اس میں فضول خرچی اور کبر و نخوت نہ ہو (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کھانا پینا حلال قرار دیا ہے جب تک اس میں فضول خرچی یا کبر و خود پسندی نہ ہو (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ کھانے پینے میں فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "لَا تُسْرِفُوْا" کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تم کپڑوں اور کھانے پینے کی اشیاء میں فضول خرچی نہ کرو۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس ارشاد کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: تم حرام نہ کھاؤ۔ یہ اسراف ہے (4)۔

امام عبد بن حمید، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے یہ حدیث طیبہ نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو، بشرطیکہ اس میں کبر و نخوت اور فضول خرچی نہ ہو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمتوں کا اثر ظاہر ہو (5)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا، کہ میں نے ایک دن میں دو بار کھایا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو پسند کرتی ہے کہ پیٹ کی خواہش کی تکمیل کے سوا تیرا کوئی شغل (اور مصروفیت) نہ ہو؟ ایک دن میں دو بار کھانا اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے (6)۔

امام ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلا شبہ اسراف میں سے یہ ہے کہ تو اپنی چاہت کی ہر شے کھائے (7)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے۔ تب ان کے پاس گوشت پڑا تھا تو آپ نے فرمایا: یہ گوشت کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کی: مجھے اس کی طلب اور چاہت ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا جب بھی تجھے کسی شے کی چاہت ہوگی تو اسے کھائے گا؟ کسی بندے کے اسراف کے لیے یہی کافی ہے کہ جب اسے کسی شے کی خواہش پیدا ہو تو وہ اسے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 180، دار صادر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 192 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 193 5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 185 (3605) دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 26 (6540) دار الکتب العلمیہ بیروت 7۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 55 (3352)

کھائے۔(كَفٰى بِالْمَرْءِ اِسْرَافًا اَنْ يَّاْكُلَ كُلَّمَا اشْتَهٰى)

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کھا جو تو چاہے، پی جو تیری چاہت ہو اور پہن جو تیری خواہش ہو۔ مگر دو چیزیں تجھے گمراہ کردیں گی فضول خرچی اور کبر و عجب (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا: اسراف میں سے یہ ہے کہ انسان ایسا لباس پہنے اور ایسی چیز کھائے اور پیے جس کی طاقت اس میں نہ ہو۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا مال میں اسراف کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے حلال مال عطا فرمائے اور تو اسے ایسی حرام (اشیاء) میں خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حرام کی ہیں (2)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ (زیادہ) کھانا کھانا ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دنیا میں لوگوں میں سے جو آدمی جتنا زیادہ سیر ہو کر کھائے گا قیامت کے دن وہ اتنا زیادہ بھوکا رہے گا (3)۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ڈکار لیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ڈکار ہم سے روک لو۔ کیونکہ قیامت کے دن وہ آدمی اتنا ہی زیادہ بھوکا رہے گا جتنا دنیا میں زیادہ سیر ہوگا (4)۔ امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، ابن السنی رحمہم اللہ نے الطب میں، حاکم، ابونعیم رحمہ اللہ نے الطب میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ابن آدم نے پیٹ سے بڑھ کر کوئی برا برتن نہیں بھرا۔ اس کے لیے اتنے لقمے کافی ہیں جو اس کی صلب (ریڑھ کی ہڈی) کو قائم اور سیدھا رکھیں اور اگر بہت ضروری ہو تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی اپنے نفس کے لیے ہو۔ ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے یہ صحیح ہے (5)۔

امام ابن سنی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے طب نبوی میں حضرت عبدالرحمٰن بن مرقع سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی برتن پیدا نہیں کیا کہ جب وہ بھر جائے تو پیٹ سے بڑھ کر برا ہو۔ پس اگر ضروری ہو تو تم اس کا ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی ہوا کے لیے بنالو۔

امام ابن السنی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بیماری کی اصل بدہضمی ہے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 331، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 54 (3351)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً (3350)
5۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 367 (7945) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن السنی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کھانے پینے سے پیٹ کو بھرنے سے بچو۔ کیونکہ یہ جسم کو فاسد کر دیتا ہے بیماری کا وارث بنا دیتا ہے، نماز سے سست اور غافل کر دیتا ہے۔ لہٰذا کھانے پینے میں تم پر میانہ روی لازم ہے۔ کیونکہ یہ جسم کی اصلاح کرتی ہے، فضول خرچی سے محفوظ رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ موٹے جسم والے عالم کو ناپسند کرتا ہے اور آدمی ہرگز ہلاک نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنی شہوت کو اپنے دین پر غالب کر دے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ارطاۃ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس بہت ماہرین طب جمع ہوئے تو اس نے ان سے پوچھا: معدے کے علاج کی اصل کیا ہے؟ تو حاضرین میں سے ہر آدمی نے اپنی بات کہی مگر ان میں سے ایک آدمی خاموش رہا، جب وہ سب گفتگو سے فارغ ہوئے تو بادشاہ نے اسے کہا: تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے کہا انہوں نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا ہے اور یہ تمام کی تمام کچھ نہ کچھ فائدہ دیتی ہیں۔ لیکن ان کا سہارا اور بنیاد تین چیزیں ہیں تو کبھی کھانا نہ کھا مگر تب جب کھانے کی طلب شدید ہو اور جو گوشت تیرے لیے پکایا جائے اسے تو نہ کھا یہاں تک کہ تو اسے اچھی طرح پکا لے اور کبھی بھی کوئی لقمہ نہ نگل یہاں تک کہ تو اسے اچھی طرح چبا لے۔ تو ان صورتوں میں معدے پر کوئی مشقت اور بوجھ نہیں پڑے گا(1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم بن علی موصلی رحمہ اللہ نے کہا ہے: تمام کلام سے چار ہزار کلمات بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ان میں سے چار سو کلمات بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ان میں سے چالیس کلمات ذکر کیے گئے ہیں اور پھر ان تمام کو چار کلمات میں محصور کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے پہلا قول یہ ہے کہ تو عورتوں پر کبھی اعتماد نہ کر، دوسرا یہ ہے کہ تو معدے میں وہ چیز نہ ڈال جسے ہضم کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ تیسرا یہ ہے کہ مال تجھے دھوکہ نہ دے اور چوتھا قول یہ ہے کہ تیرے لیے اتنا علم کافی ہے جس سے تو نفع حاصل کر سکے۔ (اَوَّلُهَا لَا تَثِقَنَّ بِالنِّسَاءِ وَالثَّانِيَةُ لَا تَحْمِلْ مَعِدَتَكَ مَالَا تُطِيقُ وَالثَّالِثَةُ لَا يَغُرَّنَّكَ الْمَالُ وَالرَّابِعَةُ يَكْفِيكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا تَنْتَفِعُ بِهِ)(2)

امام ابو محمد الخلال رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے بیماری کی شکایت کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: اے عائشہ! دوا کو لازم پکڑو۔ معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور بدن کو وہی چیز دو جس کا وہ عادی ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن محب رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ معدہ جسم کا حوض ہے اور رگیں اسی میں کھلتی ہیں۔ پس جو اس میں صحت کے ساتھ وارد ہوگا وہ صحت کے ساتھ واپس جائے گا اور جو بیماری کے ساتھ اس میں داخل ہوگا وہ بیماری کے ساتھ اس سے نکلے گا(3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 65 (5793) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 66 (5794)

3۔ ایضاً، (5795)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں، ابن سنی اور ابونعیم نے طب نبوی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معدہ بدن کا حوض ہے۔ تمام رگیں اس میں داخل ہوتی ہیں۔ سو جب معدہ صحیح ہوگا رگیں صحت کے ساتھ نکلیں گی اور جب معدہ فاسد ہوگا تو رگیں بیماری کے ساتھ نکلیں گی (1)۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

"آپ فرمایئے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لیے اور (کس نے حرام کیے) لذیذ پاکیزہ کھانے۔ آپ فرمایئے یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں اس دنیوی زندگی میں بھی (اور) صرف انہیں کے لیے ہیں قیامت کے روز یونہی ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتوں کو ان لوگوں کے لیے جو (حقیقت کو) جانتے ہیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قریش بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے، اس حال میں کہ وہ برہنہ ہوتے، سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ" اور انہیں کپڑے پہننے کا حکم ارشاد فرمایا اور قول باری تعالیٰ "قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ" کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: کہ اہل ایمان ہی دنیا میں ان چیزوں سے نفع اٹھاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کے سبب ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

امام وکیع رحمہ اللہ نے الغرر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا مقانع القز کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس سے مراد زینت کی وہ تمام چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" الآیہ کے بارے حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مشرکین دنیا کی رونقوں اور خوبیوں میں مومنین کے ساتھ شریک ہیں اور قیامت کے دن یہ صرف مومنین کے لیے ہوں گی، مشرکین کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد چربی، گوشت اور گھی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ایک قوم تھی جس کے لوگ بکری کا گوشت، دودھ اور گھی حرام قرار دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 66 (5796) دارالکتب العلمیہ بیروت

الرِّزْقِ'' اور کہا زینت سے مراد کپڑے ہیں۔

عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ''وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ نے کہا کہ اس سے مراد وہ اموال ہیں جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے یعنی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے کپڑے اور کئی دیگر ایسی چیزیں اپنے اوپر حرام کر رکھی تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا'' (یونس:59) ''آپ فرمائیے بھلا بتاؤ تو جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا پس بنا لیا ہے تم نے اس سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال''۔ اور اسی کے بارے یہ آیت نازل فرمائی ''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا'' یعنی دنیوی زندگی میں لذیذ اور پاکیزہ کھانوں میں مسلمان کفار کے ساتھ شریک ہیں۔ پس انہوں نے پاکیزہ اور لذیذ کھانے کھائے، عمدہ کپڑے پہنے اور صالح عورتوں سے نکاح کیے۔ پھر آخرت میں اللہ تعالیٰ ان طیب اور پاکیزہ چیزوں کو صرف اہل ایمان کے لیے خالص کر دے گا اور مشرکین کے لیے وہاں کوئی شے نہیں ہوگی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زینت کو قیامت کے دن صرف ان کے لیے خاص کر دیا جائے گا جو دنیا میں ایمان لائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حجاج بن یوسف کو خَالِصَةٌ کو مرفوع پڑھتے سنا ہے۔ عاصم نے کہا: حجاج نے اس کا اعراب نہیں دیکھا اور عاصم نے اسے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

''آپ فرمائیے بے شک حرام کر دیا ہے میرے رب نے سب بے حیائیوں کو جو ظاہر ہیں ان سے اور جو پوشیدہ ہیں اور (حرام کر دیا) گناہ کو اور سرکشی کو بغیر حق کے اور یہ کہ شریک ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ جس کے لیے نہیں اتاری اللہ نے کوئی سند اور یہ کہ تم کہو اللہ پر ایسی بات جو تم نہیں جانتے ہو''۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں مَا ظَهَرَ سے مراد ننگا ہونا ہے اور مَا بَطَنَ سے مراد زنا ہے۔ وہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی، ابن منذر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 194 2۔ ایضاً

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت مند کوئی نہیں، اسی لیے اس نے تمام بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے جو ان سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں کوئی آدمی اپنی عورت کے ساتھ دیکھ لوں تو میں بالیقین اسے تلوار کے ساتھ مار ڈالوں۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو، قسم بخدا! میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سب بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور کوئی آدمی بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت رکھنے والا نہیں (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ غیرت رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں بالیقین غیرت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت کرتا ہے، اپنی غیرت کے سبب ہی اس نے تمام بے حیائیوں سے روک دیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں **مَا ظَهَرَ مِنْهَا** کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد بغیر پردہ کے غسل کرنا ہے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں حد کو پہنچ گیا ہوں سو آپ مجھے حد لگائیے۔ (یعنی مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہو گیا ہے جس کے سبب مجھ پر حد واجب ہو گئی ہے آپ حد لگا دیجئے) تو آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگائے۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور غضب کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سب بے حیائیوں کو تم پر حرام کر دیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔ پس جو ان میں سے کسی کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ستر (پردے) کے ساتھ اسے ڈھانپ لے۔ کیونکہ جو کوئی ان میں سے کوئی شے ہمارے پاس اٹھا کر لائے گا تو اس پر سزا ہو گی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں انتہائی غیور (بہت زیادہ غیرت کرنے والا) ہوں اور ابراہیم علیہ السلام بھی غیور تھے اور ہر آدمی کو غیرت پر ابھارا جاتا ہے مگر جس کا دل الٹا کر دیا جائے (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا "**الْاِثْمَ**" سے مراد معصیت اور ظلم ہے۔ فرمایا: اگر تو لوگوں پر بغیر حق کے ظلم و زیادتی کرے گا۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 381، دار صادر بیروت 2۔ صحیح بخاری، جلد 4، صفحہ 371 (7261) دار الفکر بیروت

3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 7، صفحہ 379 (13515)، المجلس العلمی بیروت

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب الغیرۃ وما فیھا، جلد 4، صفحہ 53 (17713) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۝۳۴

''اور ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے، سو جب آجائے ان کا مقررہ وقت تو نہ وہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں ایک لمحہ اور نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ، خطیب رحمہم اللہ نے تالی التلخیص میں اور ابن النجار رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمر کی زیادتی کا تذکرہ کیا اور کہا جو آدمی صلہ رحمی کرتا ہے اس کی موت مؤخر کر دی جاتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کی عمر میں زیادتی نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ'' لیکن وہ آدمی جس کی اولاد نیک اور صالح ہوتی ہے تو وہ اس کے بعد اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے اس تک پہنچا دیتا ہے۔ پس یہی وہ شے ہے جو اس کی مدت میں تاخیر کر دیتی ہے اور ایک روایت میں لفظ یہ ہیں کہ قبر میں ان کی دعا اس سے جا ملتی ہے اور یہی عمر کے زیادہ ہونے کا مفہوم ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن ابی عروبہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حسن کہا کرتے تھے کتنی احمق ہے وہ قوم جو یہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کی عمر طویل کر۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے ''فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضرت عمر رضی اللہ سے دعا کرتے تو ان کی موت مؤخر کر دی جاتی۔ تب آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ''فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ'' تو حضرت کعب نے کہا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ'' (فاطر:11) ''اور نہ لمبی زندگی دی جاتی ہے کسی طویل العمر کو اور نہ کم رکھی جاتی ہے کسی کی عمر مگر (اس کی تفصیل) کتاب میں درج ہے''۔ زہری نے کہا: ہر آدمی کی عمر لکھی ہوئی ہے۔ سو یہ معلوم ہوا کہ جب تک موت کا مقررہ وقت نہ آئے تو اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے اسے مؤخر کر دیتا ہے اور اس میں کمی کر دیتا ہے۔ اور جب ان کا مقررہ وقت آجائے تو نہ وہ ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں(2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا، جب ہم اس کا ذکر کرتے تو ہم ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو ساتھ اس کا ذکر کرتے۔ اس کے پہلو میں ایک نبی علیہ السلام تھے جن کی طرف وحی کی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

1۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 51 (34) مکتبۃ المعارف الریاض
2۔ تفسیر عبدالرزاق، سورۂ فاطر، جلد 3، صفحہ 73، دار الکتب العلمیہ بیروت

علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اسے کہہ دیں کہ تو اپنا معاہدہ لکھ اور اپنی وصیت درج کر لے۔ کیونکہ تو تین دنوں میں مر جائے گا۔ پس نبی علیہ السلام نے اسے اس کی اطلاع دے دی، جب تیسرا دن ہوا تو وہ دیوار اور تخت کے درمیان گر پڑا۔ پھر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں فیصلے کرنے میں عدل کرتا رہا اور جب معاملات بکھر جاتے تو میں تجھ سے ہدایت اور راہنمائی طلب کرتا پس تو میری عمر میں زیادتی فرما دے۔ یہاں تک کہ میرا بچہ بڑا ہو جائے۔ اور میری بیٹی پرورش پا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس نے اس طرح کہا ہے اور اس نے سچ کہا ہے۔ تحقیق میں نے اس کی عمر میں پندرہ برس کا اضافہ کر دیا۔ سو اتنے میں اس کا بیٹا بڑا ہو جائے گا اور اس کی بیٹی پرورش پا جائے گی۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ التجا کرتے تو بالیقین اللہ تعالیٰ انہیں باقی رکھتا۔ اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو انہوں نے دعا مانگی ''اَللّٰھُمَّ اقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ غَیْرَ عَاجِزٍ وَلَا مَلُوْمٍ'' ''اے اللہ! مجھے اپنی طرف بلا لے اس حال میں کہ نہ تو میں عاجز ہوں اور نہ مجھ پر ملامت کی جائے''۔

ابن سعد نے ابن ابی ملیکہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ آئے اور دروازے کے ساتھ (کھڑے ہو کر) رونے لگے اور کہنے لگے قسم بخدا! اگر امیر المومنین اللہ تعالیٰ کو قسم دے دیتے کہ وہ ان کی موت کو مؤخر کر دے تو یقیناً وہ اسے مؤخر کر دیتا۔ پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المومنین! یہ کعب اس اس طرح کہہ رہے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! میں اللہ تعالیٰ سے یہ التجا نہیں کروں گا۔

امام علامہ بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن لبیبہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے میرے رب! میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ان کے بالغ ہونے تک مجھ سے موت کو مؤخر کر دے۔ تو بیس برس کے لیے ان کی موت مؤخر کر دی گئی (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: جس آدمی کے لیے یہ باعث مسرت ہو کہ اس کی موت مؤخر کر دی جائے اور اس کے رزق میں اضافہ کر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے (2)۔

امام حکیم ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جسے میری امت کے معاملات میں سے کسی کا والی بنایا گیا اور اس کی نیت اچھی رہی تو لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب ڈال دیا جائے گا اور جب اس نے لوگوں کی طرف خیر اور بھلائی کا ہاتھ بڑھایا تو ان کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جائے گی۔ اور جب اس نے ان کے مالوں میں اضافہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنا مال وافر فرما دے گا اور جب اس نے کمزور کو طاقتور سے انصاف دلایا تو اللہ تعالیٰ اس کی قوت اور طاقت کو اور مضبوط کر دے گا۔ اور جب اس نے عدل کیا تو اس کی عمر میں اضافہ فرما دے گا (3)۔

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 20، صفحہ 350، دارالفکر بیروت　2۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 279، دار صادر بیروت

3۔ نوادر الاصول، صفحہ 167، دار صادر بیروت

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو اپنے رب سے ڈرا اور جس نے رشتہ داروں سے حسن سلوک کیا اس کی عمر میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اس کا مال بڑھ جاتا ہے اور اس کے اصحاب اس سے محبت کرتے ہیں (1)۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

"اے اولاد آدم! اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کریں تم پر میری آیتیں تو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اپنی اصلاح کر لی تو نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور غرور کیا ان سے وہ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو سیار سلمی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو اپنے دست قدرت میں پکڑا اور فرمایا "يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" پھر رسولوں کی طرف نظر التفات فرمائی اور ارشاد فرمایا "يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ (المومنون) "اے (میرے) پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔ بے شک میں جو اعمال تم کر رہے ہو ان سے خوب واقف ہوں"۔ اور مزید فرمایا "وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ "(المومنین)" اور یہی تمہارا دین ہے (اور) وہ ایک ہی ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں سو تم ڈرا کرو مجھ سے پھر انہیں پھیلا دیا" (1)۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

"اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو انہیں مل جائے گا ان کا حصہ جو ان کی قسمت میں لکھا ہے۔ یہاں تک کہ جب آئیں گے ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے جو قبض کریں گے ان کی روحوں کو تو (ان سے) کہیں گے کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے اللہ کے سوا کہیں

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 238، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 199، دار احیاء التراث العربی بیروت

گے وہ گم ہو گئے ہم سے اور گواہی دیں گے اپنے نفسوں پر کہ وہ کافر تھے"۔

امام فریابی، ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خیر اور شر میں سے جو کچھ ان کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ انہیں مل جائے گا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ اپنے اعمال میں سے اپنا حصہ پالیں گے۔ جس کسی نے نیک عمل کیے وہ اس کی جزا کو پالے گا اور جس نے برے عمل کیے وہ ان کی سزا کو پالے گا(2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ" کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ شقاوت اور سعادت میں سے ان کے لیے لکھا گیا ہے وہ انہیں مل جائے گا(3)۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ایک قوم ایسے اعمال کرے گی جن کا کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ انہیں ان کا وہ حصہ مل جائے گا جو پہلے قسمت میں لکھا جا چکا ہے(4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا قسمت میں خیر یا شر میں سے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے وہ انہیں مل جائے گا(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا کہ رزق، عمر اور عمل میں سے جو کچھ ان کے لیے لکھا جا چکا ہے وہ انہیں مل جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوصالح رحمہ اللہ نے کہا عذاب میں سے ان کا حصہ انہیں مل جائے گا(6)، عبد بن حمید نے حسن سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ربیع بن انس نے کہا: جو رزق ان کے لیے لکھا جا چکا ہے وہ انہیں مل جائے گا۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۸ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 202 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 201 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 202 6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 200

لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا داخل ہو جاؤ ان امتوں میں جو گزر چکی ہیں تم سے پہلے جنوں اور انسانوں سے (ان کے پاس) دوزخ میں (داخل ہو جاؤ) جب بھی داخل ہوگی کوئی امت تو وہ لعنت بھیجے گی دوسری امت پر یہاں تک کہ جب جمع ہو جائیں گی اس میں سب امتیں تو کہے گی آخری امت پہلی امتوں کے متعلق اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا پس دے ان کو دگنا عذاب آگ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر ایک کے لیے دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے اور کہیں گی پہلی امتیں پچھلی امتوں سے کہ نہیں ہے تمہیں ہم پر کوئی فضیلت پس چکھو عذاب بوجہ اس کے جو تم کیا کرتے تھے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے قَدْ خَلَتْ کا معنی قَدْ مَضَتْ (گزر چکی ہیں) ہے اور ''كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا'' کی تفسیر میں کہا: کہ جب بھی ایک دین والے داخل ہوں گے تو وہ اس دین پر چلنے والے اپنے اصحاب پر لعنت بھیجیں گے یعنی مشرک مشرکین پر، یہودی یہودیوں پر، عیسائی عیسائیوں پر، صابی صابیوں پر اور مجوسی مجوسیوں پر لعنت بھیجیں گے اور پیچھے آنے والے پہلے گزر جانے والوں پر لعنت بھیجیں گے۔ یہاں تک کہ جب سب امتیں (دوزخ میں) جمع ہو جائیں گی تو وہ جو آخر زمانہ میں تھے وہ ان کے متعلق کہیں گے جنہوں نے پہلے انہیں اس دین پر لگایا اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا پس انہیں آگ کا دگنا عذاب دے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا پہلے اور بعد میں آنے والے سب لوگوں کے لیے ہی دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور پہلی امتیں پچھلی امتوں سے کہیں گی، تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں کیونکہ تم بھی اسی طرح گمراہ ہوئے جس طرح ہم گمراہ تھے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے کہا ہے: عَذَابًا ضِعْفًا میں ضِعْفًا بمعنی مُضَاعَفًا ہے۔ یعنی وہ عذاب جسے دگنا کیا جائے۔ ''قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ'' میں بھی ضعف بمعنی مُضَاعَفٌ ہے۔ اور ''فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ تمارے لیے ہمارے مقابلے میں عذاب میں کوئی تخفیف نہیں ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ'' کی تفسیر میں حضرت ابومجلز رحمہ اللہ کہتے ہیں (پہلی امتیں پچھلی امتوں کو کہیں گی) جب ہم نے نافرمانی کی تو جو عذاب ہمارے لیے تیار کیا گیا اس کے بارے تمہیں وضاحت کر دی گئی اور تمہیں اس سے ڈرایا گیا۔ لہٰذا تمہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں (3)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا: جن مرتے نہیں ہیں تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 205,06,07 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 207 3۔ ایضاً

میں نے انہیں کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ" اور ماخلا وہی ہوتا ہے جو چلا جائے۔ واللہ اعلم۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۰﴾

"بے شک جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے نہ کھولے جائیں گے ان کے لیے آسمان کے دروازے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں جب تک نہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکہ میں اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں جرم کرنے والوں کو"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ان کے اعمال میں سے کوئی شی اللہ تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوگی (1)۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے عمل اور دعا کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ کفار کو عار دلائی جارہی ہے کہ ان کی ارواح کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے جب کہ وہ ارواح مومنین کے لیے کھولیں جائیں گے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ" یعنی تا کی بجائے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن حبان، حاکم اور حاکم رحمہم اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرنے والے کے پاس ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ اگر وہ آدمی نیک اور صالح ہو تو کہتے ہیں: اے پاکیزہ نفس تو نکل آ، تو ایک پاکیزہ جسم میں تھا۔ اے قابل تعریف وستائش نکل آ۔ تیرے لیے جنت کی راحتوں اور پھولوں کی بشارت ہے اور تیرے لیے خوش خبری ہے کہ تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ وہ تجھ پر ناراض نہیں ہے۔ پس اسی طرح اسے مسلسل کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر آدمی برا اور گناہ گار ہو تو اسے کہتے ہیں: اے خبیث نفس! نکل آ۔ تو ایک خبیث اور ناپاک جسم میں ہے۔ اے قابل مذمت ونفرت نکل آ۔ تیرے لیے جہنم کے کھولتے ہوئے گرم پانی اور سخت بدبودار ٹھنڈے پانی اور انہی کے مثل

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 208 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

دیگر عذاب کی بشارت ہو۔ اس طرح اسے مسلسل کہا جاتا ہے یہاں تک کہ روح نکل آتی ہے پھر وہ اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں تو آگے سے کہا جاتا ہے یہ کون ہے؟ تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ تو پھر کہا جاتا ہے: اے نفس خبیثہ تیرا آنا نا مبارک ہے۔ تو ایک ناپاک اور خبیث جسم میں تھا۔ اے ذلیل ورسوا! واپس لوٹ جا۔ کیونکہ تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ تو اسے آسمان کی بلندی سے چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ قبر کی طرف آجاتی ہے(1)۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے مصنف میں، لالکائی رحمہ اللہ نے السنۃ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ بندۂ مومن کی روح خارج ہوتی ہے اس حال میں کہ اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر پاکیزہ اور راحت بخش ہوتی ہے اور وہ ملائکہ اسے ساتھ لے کر آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں جو اسے قبض کرتے ہیں۔ تو آسمان کے قریب دوسرے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں یہ فلاں ہے اور ساتھ ہی اس کے نیک اور اچھے اعمال کا ذکر کرتے ہیں تو پھر وہ فرشتے انہیں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور اسے جو تمہارے ساتھ ہے۔ پھر اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ پس وہ اسے ساتھ لے کر اسی دروازے سے اوپر چڑھ جاتے ہیں جس سے اس کا عمل اوپر جاتا ہے اور اس کا چہرہ روشن ہو جاتا ہے۔ پس وہ رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اس حال میں کہ اس کا چہرہ سورج کی مثل منور اور روشن ہوتا ہے۔

اور کافر کی روح جب نکلتی ہے تو وہ مردار سے زیادہ بدبودار ہوتی ہے۔ وہ ملائکہ جو اسے قبض کرتے ہیں وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور آسمان کے نزدیک دوسرے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے۔ وہ پوچھتے ہیں یہ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں یہ فلاں ہے۔ وہ ساتھ ہی اس کے برے اعمال کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں: اسے واپس لوٹا دو اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسے سب سے نیچے والی زمین تحت الثریٰ کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ“

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ہناد بن سری، عبد بن حمید، ابوداؤد رحمہم اللہ نے سنن میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے کتاب عذاب القبر میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کے جنازہ کے لیے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم قبر پر پہنچے تو ابھی اس کی لحد نہیں بنائی گئی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے۔ درآنحالیکہ ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے (یعنی ہم انتہائی ساکن اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی اس کے ساتھ آپ زمین کو کھود رہے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اقدس اوپر اٹھایا اور فرمایا ”اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ“ ”عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو“۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ دو، تین

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 209

بار فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: بلاشبہ جب بندۂ مومن دنیا سے تعلق توڑتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے آتے ہیں۔ گویا ان کے چہرے مثل آفتاب ہیں۔ ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے کفن ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوؤں میں سے خاص خوشبو ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس آدمی کے پاس حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور وہ اس آدمی کے سر کے پاس آ کر بیٹھتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں "اَیَّتُھَا النَّفْسُ الطَّیِّبَۃُ اخْرُجِیْ اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٍ" "اے پاکیزہ اور طیب روح! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف نکل آ"۔ چنانچہ روح نکلتی ہے اور اس طرح آسانی سے نکلتی ہے کہ جس طرح مشکیزے سے آخری قطرہ بھی آسانی سے بہہ جاتا ہے۔ اگرچہ تم اس کے سوا بھی دیکھتے رہتے ہو۔ پس وہ اسے پکڑ لیتے ہیں اور جب وہ اسے پکڑتے ہیں تو پھر وہ ملائکہ آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اسے ملک الموت کے قبضے میں نہیں رہنے دیتے بلکہ ان سے لے لیتے ہیں اور اسے اس کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں۔ تو اس سے ایسی پاکیزہ اور راحت بخش خوشبو نکلتی ہے جو اس کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور طیب ہے جو سطح زمین پر پائی جاتی ہے۔ پھر اسے ساتھ لے کر اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ اور ملائکہ کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ ان سے پوچھتے ہیں: یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں کی ہے۔ جن ناموں کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا ہے ان میں سے حسین ترین نام لے کر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں تو وہ ان کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقربین اسے الوداع کہنے کے لیے اوپر آنے والے آسمان تک ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ فرشتے اس روح کو ساتھ لے کر ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کا نامۂ اعمال علیین میں رکھ دو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ کیونکہ میں نے زمین سے ہی انہیں پیدا کیا ہے، زمین میں ہی انہیں لوٹاؤں گا اور اسی سے انہیں دوبارہ اٹھاؤں گا، چنانچہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے آ کر بٹھا دیتے ہیں اور اسے کہتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے رَبِّیَ اللّٰہُ۔ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں: مَا دِیْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے دینی الاسلام۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں۔ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ؟ یہ کون شخصیت ہے جسے تم میں مبعوث کیا گیا؟ تو وہ جواب دیتا ہے ھو رسول اللہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، پھر وہ اسے کہتے ہیں وَمَا عَمَلُكَ؟ تیرا عمل کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر آسمان کی جانب سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے صَدَقَ عَبْدِیْ فَاَفْرِشُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَاَلْبِسُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّۃِ" کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس اسے جنت کی پاکیزہ اور روح پرور ہوا آنے لگتی ہے اور اس کے لیے حد نگاہ تک قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس روشن چہرے والا، حسین لباس والا اور روح پرور خوشبو والا ایک آدمی آتا ہے اور اسے کہتا ہے: تجھے یہ راحت و سکون مبارک ہو جو تیرے لیے باعث مسرت ہے، یہی تیرا وہ دن ہے جس کا تیرے ساتھ وعدہ

کیا جاتا تھا۔ وہ اس سے پوچھتا ہے: تو کون ہے؟ پس تیرا یہ چہرہ ایسا چہرہ ہے جو خیر و بھلائی کے ساتھ آیا ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے میں تیرا نیک اور صالح عمل ہوں پھر وہ کہتا ہے اے میرے رب! قیامت قائم کر، اے میرے رب! قیامت برپا کردے تا کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ سکوں۔

فرمایا: اگر بندہ کافر ہو تو جب وہ آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا سے اس کا تعلق کٹتا ہے تو اس کی پاس سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر آتے ہیں اور ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں۔ وہ حد نگاہ تک وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اخْرُجِيْ إِلٰى سُخْطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبٍ۔ ''اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل آ''۔ تو وہ اس کے جسم میں گھس جاتے ہیں اور وہ اسے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے تر روئی سے سلاخیں کھینچی جاتی ہیں۔ وہ اسے پکڑ لیتے ہیں۔ جب ملک الموت علیہ السلام اسے پکڑتے ہیں تو وہاں موجود فرشتے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ یہاں تک کہ اسے لے کر ان ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس سے زمین میں پائے جانے والے مردار کی بو کی طرح بدبو نکلتی ہے۔ وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی وہ گزرتے ہیں وہ ان سے پوچھتے ہیں: یہ خبیث روح کس کی ہے؟ تو وہ بتاتے ہیں یہ فلاں بن فلاں کی ہے اور دنیا میں جن ناموں سے پکارا جاتا ہے ان میں سے قبیح ترین نام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور اسے کھولنے کی درخواست کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کے لیے کھولا نہیں جاتا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ'' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے اس کا نامہ اعمال سب سے نیچے والی زمین میں سجین میں رکھ دو۔ پھر اس کی روح کو شدت کے ساتھ پھینک دیا جاتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ (الحج) ''اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو اس کی حالت ایسی ہے گویا وہ گرا ہوا آسمان سے پس اچک لیا ہو اسے کسی پرندے یا پھینک دیا ہو اسے ہوا نے کسی دور جگہ میں''۔

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اسے آکر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے (میں نہیں جانتا) پھر وہ اسے کہتے ہیں مَا دِيْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا؟ تو وہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تو پھر آسمان کی جانب سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے بلا شبہ میرے بندے نے جھوٹ بولا ہے، سو اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو اور اس کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس اس کے پاس جہنم کی سخت گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ کر ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس قبیح چہرے والا، گھٹیا لباس والا اور بدبودار ہوا والا ایک آدمی آتا ہے اور اسے کہتا ہے: تجھے بشارت ہو اس حالت کی جو تیرے لیے تکلیف دہ اور پریشان کن ہے، یہی وہ دن

ہے جس کا تیرے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ اس سے پوچھتا ہے: تو کون ہے تیرا چہرہ ایسا ہے جس سے شر ظاہر ہو رہا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں۔ تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم نہ کر (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے ”لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ“ کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ان کا کلام اور کوئی عمل اوپر نہیں چڑھے گا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ہی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ان کا کوئی عمل اور دعا بلند نہیں ہوگی (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کی ارواح اور ان کے اعمال کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کافر کی روح جب قبض کی جاتی ہے تو زمین کے فرشتے اسے مارتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ سو جب وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو اسے آسمان کے فرشتے مارتے ہیں اور وہ نیچے اتر آتی ہے پھر اسے زمین کے فرشتے مارتے ہیں اور وہ اوپر کی طرف بلند ہوتی ہے۔ پھر اسے آسمان دنیا کے فرشتے مارتے ہیں تو وہ سب سے نچلی زمین کی طرف گر جاتی ہے اور جب بندۂ مومن کی روح جاتی ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور وہ جس فرشتے کے پاس سے بھی گزرتی ہے تو وہ اسے مرحبا اور سلام کہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہش و آرزو کے مطابق اسے عطا فرماتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے کی روح کو اس میں زمین کی طرف لوٹا دو۔ کیونکہ میں نے مٹی سے ہی اسے پیدا کیا، مٹی کی طرف ہی لوٹاؤں گا اور پھر مٹی سے اسے نکالا جائے گا (5)۔

ارشاد باری تعالیٰ ”حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ“

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اَلْجَمَلُ سے مراد ذوالقوائم، ٹانگوں والا جانور (اونٹ) ہے اور سَمِّ الْخِیَاطِ کا معنی سوئی کا ناکہ ہے (6)۔

امام سعید بن منصور، فریابی، عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے کبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اَلْجَمَلُ سے مراد زوج الناقۃ یعنی اونٹ ہے (7)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس ارشاد کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جمل سے مراد اونٹنی کا بچہ ہے جو اپنے باڑے میں چار پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے (8)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 93 (107) دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 208، داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 209
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 208
6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 13-212
7۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 212
8۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 211

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابوعبید، ابن جریر، ابن منذر، ابن الانباری نے مصاحف میں اور ابوالشیخ نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ الْجُمَّلُ کی بجائے الْجُمَّلُ یعنی جیم کے ضمہ اور میم کی شد کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور فرماتے کہ اس سے مراد موٹی بٹی ہوئی رسی ہے اور یہ بحری جہازوں کی رسیوں میں سے ہوتی ہے (1)۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن منذر، ابن الانباری رحمہم اللہ نے مصاحف میں اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے" حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ "(2)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مصعب رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر جمل پڑھا جائے تو پھر ہم ایک پرندے کو پہچانتے ہے جسے جمل کہا جاتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ الْجَمَلُ سے مراد کشتی کی رسی ہے اور سَمِّ الْخِيَاطِ سے مراد سوراخ ہے (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے کہا ہے کہ جمل سے مراد وہ رسی ہے جس کے ساتھ کھجور پر چڑھا جاتا ہے۔ جمل میں میم مرفوع اور مشدد ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت حسن سے یہ مفہوم نقل کیا ہے: یہاں تک کہ اونٹ داخل ہو سوئی کے ناکہ میں (4)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ ان سے سَمِّ الْخِيَاطِ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔ اس سے مراد سوئی کے سوراخ میں جمل (اونٹ) کا داخل ہونا ہے۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ٝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

" ان کے لیے دوزخ کا ہی بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا۔ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے (ہمارا قانون یہ ہے کہ) ہم تکلیف نہیں دیتے کسی کو مگر جتنی اس کی طاقت ہے، وہ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

امام ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مِهَادٌ کا بستر اور غَوَاشٍ کا معنی لحاف ہے۔

امام ہناد، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی نقل کیے ہیں (5)۔

امام ابوالحسن القطان رحمہ اللہ نے طوالات میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 213 | 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 212 | 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 214
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 211 | 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 215

حدیث بیان کی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر کو اس کی قبر میں آگ کے دو لوح (طوق یا تختے) پہنائے جاتے ہیں۔ اور انہی کا ذکر اس آیت میں ہے "لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ" اور فرمایا یہ اس کے اوپر کی جانب اور اس کے نیچے کی جانب طبقات ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ اوپر کی جانب طبقات زیادہ ہیں یا نیچے کی جانب، مگر یہ کہ نیچے والے طبقات اسے اوپر اٹھاتے ہیں اور اوپر والے طبقات اسے نیچے دباتے ہیں اور وہ ان دونوں قسم کے طبقات کے درمیان تنگ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس طرح پھنس جاتا ہے جیسے نیزے میں لوہا پھنسا ہوتا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

"اور ہم نکال لیں گے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ ہے رواں ہوں گی ان کے نیچے سے نہریں۔ اور کہیں گے ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے راہ دکھائی ہمیں اس بہشت کی اور ہم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے اگر نہ ہدایت دیتا ہمیں اللہ تعالیٰ بے شک آئے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ۔ اور ان (خوش نصیبوں) کو آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے وارث بنائے گئے ہو تم جس کے بوجہ ان عملوں کے جو تم کیا کرتے تھے"۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! ہم میں اہل بدر ہیں، یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی "وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ" (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا غِلٍّ کا معنی عداوت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن سے یہ نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کو پل صراط عبور کر لینے کے بعد روک لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض سے بعض کے ساتھ دنیا میں کی جانے والی زیادتیوں کا مؤاخذہ کیا جائے گا۔ پھر جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے دلوں میں کسی کے بارے کوئی کینہ نہیں ہوگا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل جنت کو جب جنت کی طرف بھیجا جائے گا۔ تو وہ وہاں پہنچ کر اس کے دروازے کے پاس ایک درخت پائیں گے، اس کے تنے کی جڑوں میں دو چشمے ہوں گے، تو وہ ان میں سے ایک چشمے سے سیراب ہوں گے۔ تو ان کے سینوں میں جو کچھ کینہ وغیرہ ہے وہ اسے نکال لے گا۔ اور وہی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 217

شراب طہور ہے۔ اور وہ دوسرے چشمے سے غسل کریں گے۔ تو ان پر آسودہ حالی اور اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کی رونق اور حسن وجمال ظاہر ہو جائے گا اور اس کے بعد وہ کبھی بھی نہ پراگندہ حال ہوں گے اور نہ ہی ان کے رنگ تبدیل ہوں گے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت کے قریب اہل جنت کو روک لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض سے بعض کا قصاص لے لیا جائے گا اور پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جس وقت وہ جنت میں داخل ہوں گے اس وقت کوئی آدمی کسی سے ناخن توڑنے کا مطالبہ بھی نہیں کرے گا کہ اس نے دنیا میں اس کے ساتھ یہ ظلم کیا تھا۔ اور اہل جہنم کو جہنم کے قریب روک لیا جائے گا یہاں تک کہ بعض سے بعض کا قصاص لے لیا جائے گا۔ پھر وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو اس وقت ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ناخن توڑنے کا مطالبہ بھی نہیں کرے گا کہ اس نے دنیا میں اس پر ظلم کیا ہے (2)۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ ''وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا''

امام نسائی، ابن ابی الدنیا، ابن جریر رحمہم اللہ نے ذکر الموت میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جہنم میں سے ہر آدمی جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھے گا اور کہے گا ''اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا'' یہ کلمہ ان کی زبان پر بطور حسرت اور افسوس ہوگا اور اہل جنت میں سے ہر فرد جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھے گا تو وہ کہے گا ''اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا'' یہ کلمہ ان کی زبان پر بطور شکر جاری ہوگا (3)۔

امام سعید بن منصور، ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوہاشم رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف لکھا کہ ہم سے پہلے اہل بصرہ کو خیر اور بھلائی خوب پہنچی ہے یہاں تک کہ انہی پر ہلکی اور کم ہوگئی۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی طرف لکھا۔ میں تمہارا خط سمجھ گیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کو جنت میں داخل فرمائے گا تو ان کے یہ کہنے پر وہ ان سے راضی ہوگا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا'' اور تم سے پہلے جو گزرے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، دارمی، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ'' کے بارے فرمایا کہ انہیں آواز دی جائے گی تم صحت مند رہو گے بیمار نہیں ہو گے، تم نعمتوں سے نوازے جاؤ گے پس تم مایوس اور ناامید نہ ہو گے۔ تم جوان رہو گے پس تم بوڑھے نہیں ہو گے اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے پس تمہیں موت نہیں آئے گی (4)۔

ہناد، ابن جریر اور عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اہل جنت کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو ندا دینے والا یہ آواز دے گا۔ اے اہل جنت! بلاشبہ تمہارے لیے ہمیشہ کی زندگی ہے تم کبھی فوت نہیں ہو گے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 217 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 218 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 219

تمہارے لیے نعمتیں ہیں سو تم کبھی مایوس نہیں ہو گے۔ تمہارے لیے جوانی ہے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تمہارے لیے صحت ہے سو تم کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ پس یہی مفہوم اس ارشاد کا ہے: "وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" (1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اس ارشاد کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی مومن اور کافر نہیں ہے مگر اس کے لیے جنت اور دوزخ میں واضح ٹھکانا ہے۔ جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہوں گے اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو اہل جہنم کے لیے جنت کو بلند کیا جائے گا اور وہ اس میں اپنے ٹھکانوں کو دیکھ لیں گے اور انہیں کہا جائے گا اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا عمل کرتے تو تمہارے لیے یہ ٹھکانے ہوتے۔ پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! تم جو عمل کرتے رہے ان کے بدلے تم ان کے وارث بنا دیے گئے۔ لہٰذا ان کے محلات اہل جنت میں تقسیم ہو جائیں گے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو معاذ بصری رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو سفید اونٹنیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا، ان کے پر ہوں گے اور ان پر سونے کے کجاوے ہوں گے۔ ان کے پاؤں کے نشانات سے نور چمک رہا ہو گا اور ان کا ہر قدم حد نگاہ پر پڑے گا اور وہ اس درخت کے پاس جا کر رکیں گے جس کی جڑوں سے دو چشمے جاری ہیں۔ وہ ایک چشمے سے خوب جی بھر کر پئیں گے تو ان کے پیٹوں میں جو میل کچیل ہو گی وہ ڈھل جائے گی اور دوسرے چشمے سے غسل کریں گے۔ اس کے بعد کبھی بھی ان کی آنکھیں اور ان کے بال پراگندہ نہیں ہوں گے۔ اور ان پر نعمتوں بھری تراوت اور تازگی ظاہر ہو جائے گی۔ پھر وہ جنت کے دروازے کے پاس جا کر رکیں گے۔ وہاں سونے کی سطح پر سرخ یاقوت کا حلقہ ہو گا۔ پس وہ حلقہ کے ساتھ سطح پر ضرب لگائیں گے تو اس کے بجنے کی آواز سنائی دے گی۔ تو ہر حور آ پہنچے گی کہ اس کا خاوند آ پہنچا ہے پھر وہ اس کے متولی کو بھیجے گی اور وہ دروازہ کھولے گا۔ جب اس کی نظر اس پر پڑے گی تو یہ (جنتی) سجدے میں گر جائے گا۔ تو وہ (جنت کا متولی) اسے کہے گا اپنا سر اٹھا لے، میں تو تیرا خادم ہوں، مجھے تیرے حکم کا پابند بنایا گیا ہے۔ پس یہ اس کے پیچھے چلے گا اور اس کے نشانات قدم کی پیروی کرے گا۔ تیزی کرنے والی یہ حور بڑی جلدی سے موتیوں اور یاقوت کے خیموں سے باہر نکلے گی یہاں تک کہ اس سے معانقہ جا کرے گی۔ پھر کہے گی تو میرا محبوب ہے اور میں تجھ سے محبت کرتی ہوں۔ میں اس طرح ہمیشہ رہنے والی ہوں کہ مجھے موت نہیں آئے گی، میں اس طرح خوشحال ہوں کہ میں کبھی مفلس نہیں ہوں گی، میں اس طرح راضی اور خوش رہنے والی ہوں کہ کبھی ناراض نہیں ہوں گی اور میں اس طرح سکونت پذیر ہوں کہ کبھی رخت سفر نہیں باندھوں گی۔ پھر وہ ایسے محل میں داخل ہو گا جس کی بلندی ایک لاکھ ذراع ہو گی۔ اس کی بنیاد موتیوں کی چٹان پر ہو گی۔ اس کے ستون زرد، سرخ اور سبز رنگ کے ہوں گے۔ کوئی ستون دوسرے کا ہم شکل نہیں ہو گا۔ اس محل میں ستر پلنگ ہوں گے اور ہر پلنگ پر ستر بستر ہوں گے، ہر بستر پر ستر بیویاں ہوں گی اور ہر زوجہ پر ستر ایسے حلے ہوں گے، جن کے اندر سے ان کی پنڈلیوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 219 2۔ ایضاً

کی سفیدی دکھائی دے رہی ہوگی۔ اور وہ تمہاری ایک رات کی مقدار میں ان سے جماع کا فیصلہ کرے گا۔ یہ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ ایسی نہریں ہیں جن کا پانی کبھی متغیر نہیں ہوگا۔ پس اگر وہ چاہے تو کھڑے ہو کر کھائے۔ اگر چاہے تو بیٹھ کر کھائے اور اگر چاہے تو تکیہ لگا کر کھائے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: ''وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾'' (الدھر) ''اور قریب ہوں گے ان سے اس کے درختوں کے سائے اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے''۔

پس کھانے کی خواہش کرے گا، تو اس کے پاس سفید پرندہ آئے گا اور اپنے پروں کو اٹھائے گا۔ تو یہ اس کے پہلوؤں سے جو کھانا چاہے گا کھالے گا۔ پھر وہ پرندہ اڑ جائے گا اور چلا جائے گا۔ پھر ایک فرشتہ آئے گا اور کہے گا: تم پر سلام ہو۔ یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ان عملوں کے سبب جو تم کیا کرتے تھے۔

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾

''اور آواز دیں گے جنتی دوزخیوں کو بے شک ہم نے پالیا جو وعدہ فرمایا تھا ہمارے ساتھ ہمارے رب نے سچا تو کیا تم نے بھی پایا جو وعدہ کیا تھا تمہارے رب نے سچا۔ وہ کہیں گے ہاں۔ تو پھر اعلان کرے گا ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان یہ کہ لعنت ہو اللہ کی ظالموں پر جو روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور چاہتے ہیں اسے کہ ٹیڑھا ہو جائے اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں اور ان دونوں (جنت و دوزخ) کے درمیان پردہ ہے۔ اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو پہچانتے ہوں گے سب کو ان کی علامت سے اور وہ آواز دیں گے جنتیوں کو کہ سلامتی ہو تم پر (اور ابھی) جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا الآیہ'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنتی دوزخیوں کو آواز دیں گے بے شک ہم نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو انعام و اکرام کا وعدہ ہمارے ساتھ ہمارے رب نے فرمایا تھا۔ تو کیا جو ذلت و رسوائی اور عذاب کا وعدہ تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟(1)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 221، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل جنت کے ساتھ جو ثواب کا وعدہ کیا گیا تھا انہوں نے اسے پالیا اور اہل جہنم کے ساتھ جو عذاب کا وعدہ کیا گیا تھا انہوں نے اسے پالیا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے اس کنویں کے پاس کھڑے ہوئے جس میں مشرکین کو ڈالا گیا تھا اور فرمایا کہ ہمارے رب نے جو وعدہ ہمارے ساتھ فرمایا تھا ہم نے اسے پہچان لیا۔ تو کیا تم نے بھی اس وعدہ کو سچا پایا ہے جو تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا تھا؟ تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: کیا وہ مردے نہیں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ وہ اسی طرح سن رہے ہیں جیسے تم سن رہے ہو۔ ''فَقَالَ لَهُ النَّاسُ: أَلَيْسُوا أَمْوَاتًا؟! فَقَالَ: إِنَّهُمْ يَسْمَعُونَ كَمَا تَسْمَعُونَ(2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ''وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ حجاب سے مراد سور (دیوار) ہے اور وہی اعراف ہے۔ اور اس کا نام اعراف اس لیے ہے کیونکہ اصحاب اعراف لوگوں کو پہچانتے ہیں(3)۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ ''وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ'' تو اس کے بارے سعید بن منصور اور ابن منذر نے حذیفہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے(4)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اعراف سے مراد بلند شے ہے(5)۔

امام فریابی، ہناد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اعراف سے مراد ایسی فصیل ہے جس کے اوپر مرغ کی کلغی کی مثل کلغی بنی ہوئی ہو(6)۔

امام ہناد، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب ہے، یہ ایک فصیل ہے جس کا دروازہ بھی ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول بیان کیا ہے کہ اعراف سے مراد جنت اور دوزخ کے درمیان پہاڑ ہے اور وہ لوگ ان کی چوٹیوں پر ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت کعب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ میں اعراف گہرائی اور گہرائی کے اعتبار سے ہے۔

حضرت ابن لہیعہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسی گہری وادی ہے جو بلند و بالا پہاڑ کے پیچھے ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کا گمان ہے اعراف سے مراد پل صراط ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 221
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 361، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 223
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 146، دار الصمیعی الریاض
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 224
6۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک ٹیلہ ہے اس پر گناہ گار لوگ جنت اور دوزخ کے درمیان بیٹھے ہوں گے(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک فصیل ہے(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اعراف سے مراد وہ رکاوٹ اور فصیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہے(3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں سے حساب و کتاب لیا جائے گا پس جس کی ایک نیکی بھی اس کے گناہوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس کا ایک گناہ بھی اس کی نیکیوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (الاعراف: 9,8) ''پس جن کے بھاری ہوئے ترازو تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور جن کے ہلکے ہوئے ترازو تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو''۔

پھر فرمایا کہ ترازو ایک حبہ وزن کے ساتھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور بھاری ہو جاتا ہے فرمایا اور وہ آدمی جس کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے وہ اصحاب الاعراف میں سے ہوگا۔ سو انہیں پل صراط پر ٹھہرایا جائے گا۔ اور پھر اہل جنت اور اہل نار کو پیش کیا جائے گا۔ جب وہ اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو آواز دیں گے ''سلام علیکم'' تم پر سلامتی ہو۔ اور جب اپنی نظریں اپنے بائیں طرف پھیریں گے تو اصحاب نار کو دیکھیں گے۔ تو کہیں گے '' رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ '' (اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ رکھ) پس تم ان کے ٹھکانوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ جو نیکوکار لوگ ہیں، انہیں ایک آگ عطا کی جائے گی جس کے ساتھ وہ اپنے سامنے اور اپنے دائیں طرف چل سکیں گے۔ ہر بندۂ مومن اور ہر امت کو ایک نور عطا کیا جائے گا۔ پس جب وہ پل صراط پر پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ہر منافق مرد اور منافقہ عورت سے وہ نور سلب کر لے گا۔ جب اہل جنت منافقین کو پیش آنے والی حالت کو دیکھیں گے، تو کہیں گے '' رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا '' (اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارے نور کو مکمل فرما) رہے اصحاب اعراف، تو جو نور ان کے ہاتھوں میں ہوگا، وہ ان سے چھینا نہیں جائے گا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا '' لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ '' (ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے) یعنی خواہش اور حرص داخل ہونے کی ہوگی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بندہ جب ایک نیکی کا عمل کرتا ہے تو اس کے بدلے اس کے لیے دس لکھی جاتی ہیں۔ اور جب برائی کا عمل کرتا ہے تو اس کے لیے صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا وہ ہلاک اور برباد ہو گیا جس کا ایک ایک گناہ اس کی دس دس نیکیوں پر غالب آ گیا(4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 224　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 226

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب الاعراف ایسا گروہ ہے جس کے ایسے اعمال ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ انہیں جہنم کی آگ سے نجات دے گا اور یہ جنت میں داخل ہونے والوں کے آخر میں ہوں گے اور تحقیق یہ اہل جنت اور اہل دوزخ کو پہچانتے ہوں گے(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اصحاب اعراف وہ ہیں جن کے اعمال برابر برابر ہوں گے۔ یعنی ان کی نیکیاں انہیں جنت کا اہل بنانے سے کم ہوں گی اور ان کے گناہ انہیں جہنم کا مستحق بنانے سے کم ہوں گے۔ چنانچہ انہیں اعراف پر رکھا جائے گا اور وہ لوگوں کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے۔ سو جب بندوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو ان کے لیے شفاعت طلب کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں، اپنے رب کے پاس ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ تو وہ فرمائیں گے: کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا ہو، اس میں اپنی جانب سے روح پھونکی ہو، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب سے سبقت لے گئی ہو اور ملائکہ نے اسے سجدہ کیا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے۔ نہیں۔ تو پھر آپ فرمائیں گے: میں اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ میں تمہاری شفاعت کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں۔ لہٰذا تم میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے یہ عرض کریں گے کہ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ان کے لیے شفاعت فرمائیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: کیا تم کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خلیل بنایا ہو؟ کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنے کے سبب اس کی قوم نے اسے جلایا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے نہیں۔ تو پھر آپ فرمائیں گے: میں اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ میں تمہاری شفاعت کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں۔ لہٰذا تم میرے بیٹے موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے (اور اپنا مدعیٰ پیش کریں گے) تو وہ انہیں فرمائیں گے: کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوا ہو اور اسے سرگوشی کے لیے قریب بلایا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے نہیں۔ تو پھر وہ کہیں گے میں اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ میں تمہاری شفاعت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں، لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ وہ وہاں حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اپنے رب کے پاس ہمارے لیے شفاعت کیجئے، تو وہ فرمائیں گے: کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہو؟ کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو جو مادرزاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفایاب کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے نہیں۔ تو آپ فرمائیں گے: میں اپنے نفس پر دلیل سے غالب ہوں کہ میں اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ میں تمہارے لیے شفاعت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ البتہ تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ میرے پاس آئیں گے۔ تو میں اپنا ہاتھ اپنے سینے پر مار کر کہوں گا" میں شفاعت کے لیے تیار ہوں۔ پھر میں چل پڑوں گا، حتیٰ کہ عرش کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 226

سامنے آکر کھڑا ہوں گا اور اپنے رب کی حمد و ثناء کروں گا اور مجھے ایسی ثناء سکھلا دی جائے گی جس کی مثل سامعین نے کبھی نہیں سنی ہوگی۔ پھر میں سجدہ کروں گا تو مجھے کہا جائے گا "يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سرِ نیاز اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا فرمایا جائے گا، شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو میں اپنا سر اٹھالوں گا عرض کروں گا "رب امتی" اے میرے پروردگار! میری امت کی چارہ سازی کیجئے، تو رب کریم فرمائے گا ہم للہ وہ آپ ہی کے لیے ہے۔ پھر کوئی نبی مرسل اور ملک مقرب باقی نہیں رہے گا مگر وہ اس دن اس مقام کے سبب مجھ پر رشک کرے گا اور یہی مقام محمود ہے۔ پھر میں انہیں لے کر جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھولنے کی درخواست کروں گا۔ تو وہ دروازہ میرے لیے اور ان کے لیے کھول دیا جائے گا۔ پھر انہیں ایک نہر کی طرف لے جایا جائے گا۔ اسے نہر حیات کہا جاتا ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر سونے کے درخت ہیں جو موتیوں کے ساتھ مزین اور آراستہ کیے گئے ہیں۔ اس کی مٹی کستوری ہے اور اس کے سنگریزے یاقوت کے ہیں۔ چنانچہ وہ اس میں غسل کریں گے۔ تو ان کی طرف اہل جنت کی رنگت اور اہل جنت کی ہوا لوٹ آئے گی۔ وہ اس طرح ہو جائیں گے گویا وہ چمکتے دمکتے ستارے ہیں۔ ان کے سینوں میں سفیدی کے نشانات باقی رہیں گے جن کے سبب وہ پہچانے جائیں گے۔ انہیں مساکین اہل الجنۃ کہا جائے گا(1)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ہناد بن السری، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ اصحاب الاعراف سے مراد وہ قوم ہے جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ ان کے گناہ انہیں جہنم میں لے جانے کے لیے کافی نہ ہوئے اور ان کی نیکیاں انہیں جنت میں لیجانے سے کم ہوگئیں۔ چنانچہ انہیں جنت اور دوزخ کے درمیان فصیل پر رکھا جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔ پس وہ اسی حالت پر ہوں گے کہ اچانک ان کا رب ان پر جلوہ افروز ہوگا۔ اور انہیں ارشاد فرمائے گا: اٹھو! اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے تمہیں بخش دیا ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں بیان کیا ہے کہ "وعلی الاعراف" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ رکاوٹ (فصیل) ہے جو جنت اور دوزخ کے مابین ہے اور اس پر ٹھہرنے والے مرد ہوں گے جن کے گناہ بہت بڑے ہوں گے۔ وہ عظیم الجثۃ ہوں گے ان کے لیے حکم اللہ تعالیٰ کا ہو گا۔ وہ اعراف پر ٹھہرے ہوں گے اور اہل جہنم کو چہروں کی سیاہی اور اہل جنت کو چہروں کی سفیدی سے پہچانیں گے۔ سو جب وہ اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو وہ بھی اس میں داخل ہونے کی خواہش کریں گے۔ اور جب اہل جہنم کو دیکھیں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرما دے گا۔ اسی کے بارے یہ ارشاد گرامی ہے "اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ" (الاعراف: 49)" کیا یہ (جنتی) وہی (نہیں) ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ نہیں عطا کرے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 235   2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 225

ں مراد اصحاب اعراف ہیں "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔ (دیکھو! انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں نہیں کوئی خوف تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے)(1)

امام ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میزان رکھا جائے گا اور نیکیوں اور بدیوں کا وزن کیا جائے گا پس جس کی نیکیاں بدیوں کے مقابلے میں جوں کے انڈے کے برابر بھی وزنی ہوں گی، وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس کے گناہ نیکیوں کے مقابلے میں جوں کے انڈے کے برابر وزنی ہوں گے وہ دوزخ میں داخل ہو گا، عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی؟ فرمایا وہ اصحاب اعراف ہیں۔ "لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ" (جو ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ آخری لوگ ہیں جن کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔ جب رب العالمین بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو گا تو فرمائے گا تم ایسی قوم ہو، کیا تمہاری نیکیوں نے تمہیں جہنم سے نکال لیا ہے اور تم جنت میں بھی داخل نہیں ہو سکے پس تم میری جانب سے آزاد ہو تم جنت میں جہاں چاہو پھرو(2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور اہل جنت کو جنت کی طرف اور اہل جہنم کو دوزخ کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر اصحاب اعراف کو کہا جائے گا تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہم تیرے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ تو انہیں کہا جائے گا کہ تمہاری نیکیوں نے تمہیں جہنم میں داخل ہونے سے بچا لیا ہے۔ لیکن تمہارے اور جنت کے درمیان تمہاری خطائیں حائل ہیں پس تم میری مغفرت اور میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ" کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے۔ ہمارے سامنے یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے اصحاب اعراف۔ وہ قوم ہے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ چونکہ ان کی نیکیاں بدیوں پر اور بدیاں نیکیوں پر فضیلت حاصل نہ کر سکیں۔ اس لیے انہیں یہیں روک لیا گیا(3)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اصحاب اعراف وہ قوم ہے جس کی نیکیاں اور بدیاں مساوی ہوں گی۔ تو انہیں وہیں فصیل پر ٹھہرا لیا جائے گا۔ سو جب وہ اصحاب جنت کو دیکھیں گے تو ان کے چہروں کی سفیدی سے وہ انہیں پہچان لیں گے اور جب ان کی نظر اصحاب دوزخ پر پڑے گی تو ان کے چہروں کی سیاہی سے وہ انہیں پہچان لیں گے۔ پھر فرمایا "لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ" ابھی تک وہ جنت میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 235 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 231 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 227

داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے۔ پھر فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اصحاب اعراف کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ پھر انہیں ایک نہر کے پاس لایا جائے گا جسے نہر حیات کہا جاتا ہے۔ اس کی مٹی ورس (ایک قسم کی گھاس جو رنگائی کے کام آتی ہے) اور زعفران کی ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے کانوں سے بنائے گئے ہیں جنہیں موتیوں کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ پس وہ اس سے غسل کریں گے تو ان کے سینوں میں سفید نشان ظاہر ہو جائے گا۔ پھر وہ غسل کریں گے اور ان کی سفیدی اور بڑھ جائے گی۔ پھر انہیں کہا جائے گا جو چاہو خواہش کرو۔ وہ اپنی پسند اور چاہت کا اظہار کریں گے۔ تو انہیں کہا جائے گا جتنی تم نے خواہش کی ہے اس کی مثل ستر بار (گنا) تمہارے لیے ہے۔ پس یہ لوگ جنت کے مساکین ہوں گے(1)۔

امام ہناد بن سری، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اعراف سے مراد وہ فصیل ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے اور یہ ایک حجاب ہے۔ اور اصحاب اعراف اسی مقام پر ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمانے کا ارادہ فرمائے گا تو انہیں ایک نہر پر لیجایا جائے گا جسے نہر الحیاۃ کہا جاتا ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے کانوں سے بنے ہوئے ہیں جنہیں موتیوں کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ اس کی مٹی کستوری کی ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے رنگ صاف ہو جائیں گے۔ پھر ان کے سینوں میں سفید نشان ظاہر کیے جائیں گے جن کے ساتھ وہ پہچانیں جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا مانگو۔ پس وہ سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آرزوئیں پوری ہو جائیں گی۔ پھر انہیں کہا جائے گا تمہارے لیے وہ بھی ہے جو تم نے مانگا اور ستر گنا زائد بھی ہے۔ پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے سینوں پر سفید نشان ہوگا، جس سے وہ پہچانیں جائیں گے۔ اور انہیں مساکین اہل الجنۃ کا نام دیا جائے گا(2)۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن منیع اور حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسندوں میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن انباری نے کتاب الاضداد اور خرائطی مساوی الاخلاق میں، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں عبدالرحمٰن المزنی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ قوم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا حالانکہ وہ اپنے آباء کے نافرمان تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان کی قربانی نے انہیں جہنم میں جانے سے بچالیا۔ اور اپنے آباء کی نافرمانی نے انہیں جنت میں جانے سے روک لیا(3)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نقل کی ہے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 40، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 226
3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 228

کہ رسول اللہ ﷺ سے اصحاب اعراف کے بارے سوال کیا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ مرد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے جائیں گے اور یہ اپنے آباء کے نافرمان ہوں گے۔ پس شہادت انہیں جہنم میں جانے سے روک لے گی اور نافرمانی جنت میں داخل ہونے کے مانع ہوگی۔ لہٰذا یہ جنت اور دوزخ کے درمیان واقع ہونے والی فصیل پر ہوں گے۔ حتیٰ کہ ان کے گوشت اور چربی پگھل جائیں گے یہاں تک کہ اللہ اپنی مخلوق کے حساب و کتاب سے فارغ ہو جائے گا، سو جب وہ مخلوق کے حساب سے فارغ ہوگا اور ان کے علاوہ کوئی باقی نہیں بچے گا۔ تو پھر انہیں اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے گا اور انہیں اپنی خصوصی رحمت کے سبب جنت میں داخل فرمادے گا(1)۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیا جائے گا اور وہ اپنے آباء کے نافرمان ہوں گے۔ پس اپنے آباء کی نافرمانی کے سبب انہیں جنت میں جانے سے روک دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے کے سبب انہیں جہنم میں جانے سے بچالیا جائے گا۔

امام حارث بن ابی اسامہ رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مالک الہلالی رحمہ اللہ سے اور انہوں اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ اصحاب اعراف کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کے لیے) نکلے اور شہید کر دیے گئے۔ پس شہادت انہیں جہنم میں داخل ہونے سے مانع ہوگی اور اپنے آباء کی نافرمانی جنت میں داخل ہونے سے روکے گی۔ پس یہی لوگ سب سے آخر جنت میں داخل ہوں گے(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اصحاب الاعراف ایسا گروہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے لیے نکلے اور ان کے آباء واجداد اور ان کی مائیں ان پر ناراض تھیں۔ وہ ان کے پاس سے ان کی اجازت کے بغیر نکل آئے۔ تو ان کی شہادت کے سبب انہیں جہنم میں داخل ہونے سے روک لیا جائے گا اور اپنے آباء کی نافرمانی کے سبب جنت میں داخل ہونے سے انہیں روک لیا جائے گا۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ کی سند سے قبیلہ مزینہ کے ایک آدمی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسے لوگوں کا گروہ ہے جو اپنے آباء کی اجازت کے بغیر نافرمانی کرتے ہوئے نکلے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیے گئے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن جنوں کے لیے ثواب بھی ہے اور ان پر عقاب (سزا) بھی ہے۔ تو ہم نے آپ ﷺ سے ان کے ثواب کے بارے استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اعراف پر ہوں گے اور وہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 94 (11013)، دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 228

ساتھ جنت میں نہیں ہوں گے۔ پھر ہم نے پوچھا اعراف کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جنت کی دیوار ہے جس میں نہریں جاری ہیں اور اس میں درخت اور پھل اگتے ہیں۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن انباری نے اضداد میں، ابوالشیخ اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابومجلز سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اعراف ایک بلند مقام ہے اس پر ملائکہ میں سے رجال ہوں گے۔ وہ اہل جنت اور اہل جہنم کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے اور یہ سب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ہوگا اور ''وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ'' کے بارے فرمایا کہ اصحاب اعراف اہل جنت کو آواز دیں گے: ''اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ'' کہ تم پر سلامتی ہو۔ ابھی تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے اور جنت میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے'' ان سے کہا گیا اے ابومجلز! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے'' رجال'' کہ وہاں مرد ہوں گے۔ اور تم کہتے ہو کہ ملائکہ ہوں گے کیا معنی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ملائکہ مذکر ہی ہیں کوئی بھی مؤنث نہیں (اس لیے انہیں رجال کہا گیا)(1)

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا اصحاب اعراف صالحین، فقہا اور علماء کا گروہ ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب اعراف سے مراد ایک قوم ہے جس میں عجب اور خود پسندی پائی جاتی ہے۔ حضرت قتادہ نے کہا: اور مسلم بن یسار نے کہا کہ ان سے مراد وہ قوم ہے جس پر قرض تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ''وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ کفار کو چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلی رنگت سے پہچان لیں گے۔ جب کہ اہل جنت کے چہرے سفید اور چمک دار ہوں گے(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے اصحاب اعراف کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا مجھے خبر دی گئی ہے کہ آپ کا رب اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوگا اور فرمائے گا اس جگہ پر تمہیں کس نے روک رکھا ہے؟ وہ عرض کریں گے تو ہمارا رب ہے، تو نے ہمیں پیدا کیا ہے اور تو ہی ہمارے بارے بہتر اور اچھا جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم دنیا سے کون سی حالت پر جدا ہوئے؟ وہ عرض کریں گے: یہ شہادت دیتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ان کا رب انہیں فرمائے گا: میرے سوا تمہارا کوئی دوست اور قریب تر نہیں۔ بلاشبہ تمہاری نیکیوں نے تمہیں جہنم میں داخل ہونے سے بچالیا ہے اور تمہاری خطاؤں نے تمہیں جنت میں جانے سے روک دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کی نیکیاں اور بدیاں برابر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 229 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 230

ہوں گی وہ اصحاب اعراف میں سے ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں اصحاب الاعراف کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ایسا گروہ ہے جس کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ یہ جنت و دوزخ کے درمیان فصیل پر ہوں گے۔ یہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے اور اس میں داخل ہو جائیں گے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے "**لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ یَطْمَعُوْنَ**" کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کی خواہش اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں نہیں ڈالے گا مگر اس عزت افزائی اور کرامت کی خاطر جس کا ارادہ رب کریم ان کے بارے فرمائے گا (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن عمار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "**لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ یَطْمَعُوْنَ**" کے بارے ان سے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا ملائکہ ان پر سلام بھیجیں گے حالانکہ ابھی تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور جس وقت وہ انہیں سلام کریں گے اس وقت وہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہو جائیں گے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ اصحاب اعراف لوگوں کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے، اہل جہنم کو ان کے چہروں کی سیاہی سے اور اہل جنت کو ان کے چہروں کی سفیدی سے۔ جب ان کا گزر ایسے گروہ سے ہوگا جنہیں جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو وہ انہیں کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ اور جب وہ ایسے گروہ کے پاس سے گزریں گے جنہیں جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو وہ کہیں گے "**رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ**" اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کا ساتھی نہ بنا (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پسند کرتا ہوں کہ میں اصحاب اعراف کے مقام میں ہوں۔

وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۷﴾

"اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں دوزخیوں کی طرف (تو) کہیں گے اے ہمارے رب! نہ کر تو ہمیں ظلم پیشہ لوگوں کے ساتھ"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "**وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ**"

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 226 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 232 3۔ ایضاً جلد 8، صفحہ 32-231

کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب ان کے چہرے صرف اہل جہنم کی طرف کر دیے جائیں گے۔ (تو پھر وہ مذکورہ دعا کریں گے) کیونکہ جب وہ اہل جنت کو دیکھیں گے تو اس وقت ان کے چہرے اہل جہنم سے پھر چکے ہوں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ جب وہ اہل جہنم کے چہروں کی سیاہی اور ان کی آنکھوں کی نیلی رنگ دیکھیں گے تو اس وقت کہیں گے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ سے ''وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ'' کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ جب اہل جنت کی نگاہیں پھیری جائیں گی دوزخیوں کی طرف تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں ظلم پیشہ لوگوں کے ساتھ نہ کر۔

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

''اور پکاریں گے اعراف والے ان لوگوں کو جنہیں وہ پہچانتے ہوں گے ان کی علامتوں سے (انہیں) کہیں گے نہ فائدہ پہنچایا تمہیں تمہارے جتھے نے اور (نہ اس ساز و سامان نے) جس کی وجہ سے تم غرور کیا کرتے تھے (اے سرکشو!) کیا یہ (جنتی) وہی (نہیں) ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ نہیں عطا کرے گا انہیں اللہ اپنی رحمت سے۔ (دیکھو! انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں نہیں کوئی خوف تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اصحاب اعراف ان لوگوں کو پکاریں گے جو جہنم میں ہوں گے اور یہ انہیں ان کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے۔ کہیں گے تمہیں تمہارے جتھے اور تمہارے تکبر نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور (نہ اس ساز و سامان نے) جس کی وجہ سے تم غرور کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو فرمائے گا: کیا یہ (اصحاب اعراف) وہی (نہیں) ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے عطا نہیں کرے گا۔ (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے) کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ وہ انہیں چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلی رنگت سے پہچانتے ہوں گے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ سے ''وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا''

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 233 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 35-234 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 230

کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب اعراف یہ آواز تب دیں گے جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی کے بارے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سے جبر اور ظلم کرنے والے لوگ ان کے پاس سے گزریں گے۔ تو یہ انہیں ان کی علامات سے پہچان لیں گے۔ پھر اصحاب اعراف انہیں پکاریں گے کہ تمہارے جتھے نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور نہ اس ساز و سامان نے جس کی وجہ سے تم غرور کیا کرتے تھے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں کچھ عطا نہیں کرے گا۔ فرمایا یہی کمزور اور ضعفاء ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب اصحاب اعراف کو کہا جائے گا ''اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ'' (کہ جنت میں داخل ہو جاؤ) تو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے ''اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ'' کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ جہنم میں موجود لوگ قسمیں اٹھاتے تھے کہ اصحاب اعراف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کچھ نہیں پائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس دعوے کی تکذیب کر دی۔ پس سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والے یہی لوگ ہوں گے۔ یہی کچھ ہم نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام سے سنا ہے۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰

''اور آواز دیں گے دوزخی جنتیوں کو کہ انڈیلو ہم پر کچھ پانی یا جو کچھ دیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے۔ جنتی کہیں گے کہ اللہ نے حرام کر دی ہیں یہ دونوں چیزیں کافروں پر''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا افضل صدقہ کون سا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: افضل صدقہ پانی پلانا ہے۔ کیا تم نے اہل نار کا یہ قول نہیں سنا کہ جب وہ اہل جنت سے مدد طلب کریں گے تو کہیں گے کہ ہم پر کچھ پانی انڈیلو یا جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ کی والدہ فوت ہو گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ان کے لیے میں کچھ صدقہ کر سکتا ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی پلانا، خوب سیراب کرنا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورۃ الصدر آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے بھائی کو آواز دے گا اور کہے گا اے میرے بھائی! میری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 234 　 2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 221 (3380)، دار الکتب العلمیہ بیروت

مدد کر، میں جل گیا ہوں، مجھ پر پانی انڈیل دے، تو اسے کہا جائے گا تو اسے یہ جواب دے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر یہ دونوں چیزیں حرام کردی ہیں (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا " وَمِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ " سے مراد طعام ہے (یعنی جو کھانے کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے کچھ دے دو) (2)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو طالب بیمار ہوئے تو ساتھیوں نے انہیں کہا کہ تم اپنے بھتیجے کی طرف پیغام بھیجو تو وہ تمہاری طرف جنت سے انگوروں کا گچھا لا کر بھیج دے گا۔ شاید اس سے تمہیں شفا ہو جائے گی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا " اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ " (کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں) (3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے اس آیت کے بارے کہا کہ اہل جہنم جنتیوں سے پانی اور کھانا طلب کریں گے تو ان کا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا کھانا اور پانی دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں (4)۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عقیل بن شہر الریاحی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹھنڈا پانی پیا۔ تو رونے لگے اور انتہائی شدید روئے۔ آپ سے کہا گیا کس چیز نے آپ کو اتنا رلایا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: مجھے کتاب اللہ کی یہ آیت یاد آئی ہے " وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ " (سبا: 54) (اور رکاوٹ کھڑی کردی جائے گی ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جو وہ دل سے چاہتے ہوں گے) تو مجھے معلوم ہوا کہ اہل نار ٹھنڈے پانی کے سوا کچھ نہیں چاہیں گے۔ تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے " اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ " (5)

امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ سے ملاقات کریں گے اس حال میں کہ اس کے چہرے پر گرد و غبار پڑا ہوگا۔ تو رب کریم کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے میرے رب! بلاشبہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہے کہ میرا باپ جہنم میں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام کردی ہے (6)۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 237 2۔ ایضاً 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 57، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 237 5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 149، دار الکتب العلمیہ بیروت
6۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1223 (3172) دار ابن کثیر دمشق

نَنۡسٰهُمۡ كَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ يَوۡمِهِمۡ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾

''جنہوں نے بنالیا تھا اپنے دین کو کھیل اور تماشا اور فریب میں مبتلا کر دیا تھا انہیں دنیا کی زندگی نے سو آج ہم فراموش کر دیں گے انہیں جیسے بھلا دیا تھا انہوں نے اس دن کی ملاقات کو اور جس طرح وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور بے شک لے آئے ہم ان کے پاس ایک کتاب جسے ہم نے واضح کر دیا ہے (اپنے) علم (کامل) سے در آں حالیکہ وہ ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ ''فَالۡيَوۡمَ نَنۡسٰهُمۡ كَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ يَوۡمِهِمۡ هٰذَا'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم انہیں جہنم میں ڈال کر چھوڑ دیں گے جیسا کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خیر اور بھلائی سے انہیں فراموش کر دے گا اور تکلیف اور عذاب سے انہیں فراموش نہیں کرے گا (یعنی اس میں انہیں ضرور مبتلا کرے گا)(2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَالۡيَوۡمَ نَنۡسٰهُمۡ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: ہم انہیں جہنم میں بہت پیچھے دھکیل دیں گے(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے ہم انہیں رحمت سے دور ہٹا دیں گے جیسا کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کے لیے عمل کرنا چھوڑ دیے تھے(4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت یزید بن ابی مالک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بلاشبہ جہنم میں کئی ایسے کنویں ہیں کہ جسے ان میں پھینکا جائے گا اسے بھلا دیا جائے گا۔ وہ اس میں جائے قرار تک پہنچنے سے قبل ستر برس تک گرتا جائے گا۔

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَـقِّ ۚ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 238 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 239 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 238

''کافر کس چیز کے منتظر ہیں؟ یہ کہ قرآن کی دھمکی کا انجام کیا ہوتا ہے۔ جس روز ظاہر ہوگا اس کا انجام تو کہیں گے جو بھلائے ہوئے تھے اسے اس سے پہلے کہ بے شک لائے تھے ہمارے رب کے رسول حق (پیغام) تو کیا (آج) ہمارے کوئی سفارشی ہیں تو وہ سفارش کریں ہمارے لیے یا ہمیں واپس بھیج دیا جائے تا کہ ہم عمل کریں اس کے برعکس جو ہم کیا کرتے تھے، بے شک انہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو اور گم ہو گیا ان سے جو وہ بہتان باندھا کرتے تھے''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے تَأْوِیْلَهٗ کا معنی عاقبته (انجام) کیا ہے (یعنی کافر کس چیز کے منتظر ہیں؟ یہ کہ قرآن کی دھمکی کا انجام کیا ہوتا ہے) (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ'' میں تاویل کا معنی حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے جزا کیا ہے (یعنی جس روز اس کی جزا ظاہر ہوگی) اور یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ'' میں نَسُوْهُ کا معنی اعرضوا منه کیا ہے (یعنی وہ کہیں گے جو اس سے پہلے اس سے اعراض کیے ہوئے تھے) (2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یوم سے مراد قیامت کا دن ہے (کہ جب قیامت کے دن ان کا انجام ظاہر ہوگا) (3)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تاویل سے مراد عواقب (انجام) ہے مثلاً واقعہ بدر قیامت اور دیگر جو وعدے اس سے کیے گئے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس کے انجام میں سے کچھ ظاہر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کا انجام مکمل ہو جائے گا۔ جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اس دن اس کا انجام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی ''یوم یاتی تاویله'' اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے دوستوں اور اپنے دشمنوں کو ان کے اپنے اپنے اعمال کے مطابق بدلہ اور جزا عطا فرمائے گا۔ تو اس دن وہ کہیں گے جو اس سے پہلے اسے بھلائے ہوئے تھے کہ بے شک ہمارے رب کے رسول حق (پیغام) لائے تھے الی آخر الآیہ (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے تاویل کا معنی تحقیق نقل کیا (کہ جس دن اس کی حقیقت ظاہر ہوگی) اور انہوں نے بطور تصدیق یہ آیت پڑھی ''هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ (یوسف: 100) اور فرمایا کہ اس میں هٰذَا تَاْوِیْلُ، هذا تحقیقها کے معنی میں ہے۔ اسی طرح یہ آیت بھی ہے ''وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ'' (آل عمران: 7) فرمایا کہ اس کا معنی ہے: ''اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا'' (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 240 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 41-240 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 240
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے ان سے گم ہو گیا جو وہ دنیا میں جھوٹ بولا کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ يَفْتَرُوْنَ کا معنی يُشْرِكُوْنَ ہے کہ ان سے گم ہو گیا جسے وہ شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾

''بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر متمکن ہوا عرش پر (جیسے اسے زیبا ہے) ڈھانکتا ہے رات سے دن کو در آنحالیکہ طلب کرتا ہے دن رات کو تیزی سے اور (پیدا فرمایا) سورج اور چاند اور ستاروں کو وہ سب پابند ہیں اس کے حکم کے، سن لو! اسی کے لیے خاص ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کو دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آہستہ۔ بے شک اللہ نہیں دوست رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو''۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سمیط رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمارے رب کریم نے اس آیت میں اپنی ذات کے بارے میں ہماری راہنمائی فرمائی ہے ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ...... الآیہ''

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب الدعاء میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے جس نے یہ بیس آیات پڑھیں میں اس کا ضامن ہوں، اللہ تعالیٰ اسے ہر ظالم حکمران، ہر سرکش شیطان، ہر نقصان پہنچانے والے درندے اور ہر عادی چور سے محفوظ رکھے گا۔ (وہ آیات یہ ہیں) آیۃ الکرسی، سورۂ اعراف کی یہ تین آیات ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ...... الآیہ'' سورۂ صافات کی پہلی دس آیات، سورۂ رحمٰن کی یہ تین آیات ''يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾'' (رحمٰن) اور سورۂ حشر کی آخری آیات یعنی هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے لے کر تا آخر۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ'' گھڑسواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ملی، وہ عرب

کے باسی نہیں دکھائی دیتے تھے۔ تو انہوں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم جنات میں سے ہیں اور ہم اس شہر سے نکلے ہیں، اس آیت نے ہمیں نکالا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن ابی مرزوق رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس نے سونے کے وقت یہ آیت پڑھی'' اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ...... الآیہ'' تو اس پر فرشتہ اپنا پر بچھا دیتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اور وہ چوری سے محفوظ رہتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن قیس صاحب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آدمی بیمار ہو گیا اور اس کے دوستوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئی اور وہ اس کے لیے دعا اور تعویذ کرنے لگے۔ تو ان میں سے ایک آدمی نے'' اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ...... الآیہ'' والی تمام آیات پڑھیں۔ وہ آدمی خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے حرکت کی اور سیدھا بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک دن اور ایک رات سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ دوسرے دن وہی ساعت آگئی جس میں پہلے دن اس نے سجدہ کیا تھا۔ تو اس کے گھر والوں نے اسے کہا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تجھے صحت عطا فرمائی ہے'' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَاكَ'' اس نے کہا میری طرف وہ فرشتہ بھیجا گیا جو روح قبض کرتا ہے تو جب تمہارے ساتھی نے وہ آیات پڑھیں تو اس فرشتے نے سجدہ کیا اور میں نے بھی اس کے سجود کے ساتھ سجدہ کیا پس اس وقت اس نے اپنا سر اٹھایا ہے پھر وہ جھکا اور فوت ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، ان میں سے ہر دن کا علیحدہ علیحدہ نام یہ ہے، ابو جاد، ہواز، حطی، کلمون، صعفص اور قرشات۔

امام سمویہ رحمہ اللہ نے فوائد میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، فرمایا اس میں سے ہر دن کی مقدار ہزار برس تھی۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تخلیق کی ابتدا عرش، پانی اور ہوا سے کی گئی اور پھر زمین پانی سے پیدا کی گئی۔ تخلیق کی ابتدا اتوار سے کی گئی پھر پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعۃ المبارک کے دن تخلیق کا عمل مکمل ہو گیا اور ہفتے کے دن یہودی یہودی بنے۔ ان چھ دنوں میں سے ہر دن موجودہ دنوں کے اعتبار سے ہزار برس کے برابر تھا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے سب کی تخلیق کی ابتدا اتوار کے دن کی، پھر جمعہ کے دن تین ساعتوں میں اپنی شان قدرت کے مطابق عرش پر متمکن ہوا اور ان میں سے ایک ساعت میں عداوت اور دشمنی پیدا فرمائی تا کہ لوگ دعا اور سوال کے وقت اپنے رب کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 242، دار احیاء التراث العربی بیروت

طرف ہی رغبت رکھیں اور ایک ساعت میں وہ بدبو پیدا کی جو مرنے کے بعد ابن آدم میں ظاہر ہوتی ہے تاکہ جب وہ مرے تو اس کے لیے قبر بنائی جائے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت حیان الاعرج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یزید بن ابی سلم نے جابر بن زید کی طرف لکھا کہ تخلیق کی ابتدا کس سے ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ عرش، پانی اور قلم سے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے پہلے کسے پیدا کیا گیا۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت کعب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کا آغاز اتوار سے کیا پھر پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعۃ المبارک تک یہ سلسلہ جاری رہا اور ان میں سے ہر دن کو ایک ہزار برس کے برابر بنایا(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے ابو ہریرہ! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے سب کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر اپنی شان قدرت کے مطابق عرش پر متمکن ہوا اور ہفتے کے دن مٹی، اتوار کے دن پہاڑ، پیر کے دن درخت، منگل کے دن آدم علیہ السلام، بدھ کے دن نور، جمعرات کے دن چوپائے اور دیگر جانور اور جمعۃ المبارک کے دن، دن کی آخری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان قدرت کے مطابق ساتویں دن عرش پر متمکن ہوا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس طرح عرش پر متمکن ہوا جس طرح اسے زیبا ہے۔ تو عرش نے اس کی تسبیح بیان کی۔

امام ابن مردویہ اور لالکائی رحمہما اللہ نے السنۃ میں ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے "ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس کی کیفیت عقل سے باہر ہے، استواء غیر مجہول ہے۔ اس کا اقرار کرنا ایمان ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

امام لالکائی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عیینہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس ارشاد کے بارے حضرت ربیعہ سے پوچھا گیا کہ رب کے عرش پر متمکن ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا استواء غیر مجہول ہے۔ کیف غیر معقول ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (لوگوں تک) پہنچانا لازم ہے اور ہم پر اس کی تصدیق کرنا واجب ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبداللہ بن صالح بن مسلم رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیعہ سے مذکورہ سوال کیا گیا تو آپ نے مذکورہ جواب ارشاد فرمایا۔

امام لالکائی رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن عبداللہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت مالک بن انس رحمہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ماجاء فی الاوائل، جلد 7، صفحہ 269، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور انہیں کہا اے ابو عبداللہ! اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہوا۔ اس کے اس متمکن ہونے کی کیا کیفیت ہے؟ تو راوی نے کہا میں نے مالک کو کبھی اس حال میں نہیں دیکھا کہ انہوں نے اپنے کلام میں اپنی ایجاد کی طرح کی کوئی شے پائی اور ان پر پسینہ ہو۔ قوم نے سر جھکا لیے وہ آدمی اٹھا اور حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا۔ تو آپ نے فرمایا اس کی کیفیت عقل سے وراء ہے استواء غیر مجہول ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس کے بارے سوال کرنا بدعت ہے اور مجھے تو تیرے گمراہ ہونے کا خوف ہے۔ آپ نے اسے یہ بتایا اور وہاں سے نکال دیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم حضرت مالک بن انس کے پاس تھے۔ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے ابو عبداللہ! رحمٰن عرش پر متمکن ہوا۔ اس استواء کی کیفیت کیا ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے سر جھکا لیا اور آپ کو پسینہ آنے لگا۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ (طہ) رحمٰن عرش پر متمکن ہوا جیسا کہ اس کی ذات کو زیبا ہے۔ اس کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی، اس سے کیف اٹھا لیا گیا ہے اور تو برا اور بدعتی آدمی ہے اسے یہاں سے نکال دو، راوی کہتے ہیں کہ اس آدمی کو وہاں سے نکال دیا گیا۔

بیہقی نے احمد بن ابی الحواری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اپنی ذات کے بارے کوئی وصف بیان کرے۔ تو اس کی تفسیر اس کی تلاوت ہے اور اس پر سکوت اختیار کرنا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن موسیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ابن عیینہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے جو وصف بیان کیا ہے تو اس کی تفسیر اس کی قرأت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل علیہم الصلوۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے اس کی تفسیر بیان کرنا صحیح نہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو عیسیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی شان قدرت کے مطابق عرش پر متمکن ہوا تو ایک فرشتہ سجدے میں گر گیا اور قیامت قائم ہونے تک سجدہ میں رہے گا۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ اپنا سر اٹھائے گا۔ اور کہے گا سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْتُكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ اِلَّآ اَنِّىْ لَمْ اُشْرِكْ بِكَ شَيْئًا وَّلَمْ اَتَّخِذْ مِنْ دُوْنِكَ وَلِيًّا، تیری ذات پاک ہے میں نے اس طرح تیری عبادت نہیں کی جیسے تیری عبادت کا حق تھا مگر بلاشبہ میں نے تیرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہرایا اور نہ تیرے سوا کسی کو ولی بنایا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے ''یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ'' کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رات سے دن کو ڈھانکتا ہے تو دن اپنی روشنی سمیت چلا جاتا ہے اور وہ اسے بڑی تیزی کے ساتھ طلب کرتا ہے یہاں تک کہ اسے پالیتا ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حَثِيْثًا کا معنی سریعا (تیزی سے) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ'' کا مفہوم حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 242

ہے کہ اللہ تعالیٰ دن کو رات کا لباس پہنا دیتا ہے۔

رہا قول باری تعالیٰ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ تو اس کے بارے طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج چاند اور ستارے عرش کے نور سے پیدا کیے گئے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" کے بارے حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ خلق سے مراد پیدا کرنا اور امر سے مراد کلام کرنا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت عبدالعزیز شامی رحمہما اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے اور انہیں شرف صحابیت بھی حاصل تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اپنے عمل صالح کرنے پر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان نہ کی اور اپنی تعریف کی، تو اس نے کفر کیا اور اپنا کیا ہوا عمل ضائع کر دیا اور جس کسی نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے امر میں سے کچھ بندوں کے لیے بھی مقرر کیا ہے، تو اس نے اس ارشاد کا انکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا۔ اور وہ ارشاد یہ ہے "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ" "سن لو اس کے لیے خاص ہے پیدا کرنا اور حکم دینا" (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ارشاد خداوندی "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" میں خفیۃ سے مراد سراً اور مخفی دعا مانگنا ہے۔ یعنی تم اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آہستہ (سراً) بے شک اللہ تعالیٰ دعا میں اور دیگر امور میں حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (2)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے کہا تَضَرُّعًا کا معنی اعلانیہ اور خُفْيَةً کا معنی سراً آہستہ آہستہ دعا کرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے تَضَرُّعًا کا معنی ہے عاجزی کرتے ہوئے اور خُفْيَةً کا معنی ہے آواز پست کرتے ہوئے۔ یعنی تم اپنی دنیوی اور اخروی حاجات کے بارے میں اپنے رب سے دعا کرو عاجزی کرتے ہوئے دھیمی اور پست آواز کے ساتھ۔ اور "اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں تم کسی مومن مرد اور عورت کے بارے شر اور برائی کی دعا نہ کرو یعنی اے اللہ! فلاں کو ذلیل و رسوا کر دے اور فلاں پر لعنت بھیج اور اسی کی مثل دیگر دعائیں۔ کیونکہ یہ عداوت اور دشمنی کی علامت ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے "اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے تم انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منازل و مراتب (پر پہنچنے) کی دعا نہ کرو (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ وہ یہ نظریہ رکھتے تھے کہ بلند آواز سے دعا کرنا حد سے بڑھنا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" سے "تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ" تک کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 243 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 244 3۔ ایضاً

نے تمہیں اپنی قدرت اور عظمت وجلال کی خبر دی ہے۔ پھر یہ بیان کیا ہے کہ تم اس سے کیسے دعا مانگو کہ وہ اس کے غصے اور ناراضگی کا سبب نہ بنے۔ تو فرمایا ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ''۔ حضرت قتادہ نے کہا کہ تم جان لو بعض دعاؤں میں سے حد سے تجاوز ہوتا ہے، لہٰذا تم دشمنی اور حد سے بڑھنے سے اجتناب کرو اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس حقیقی قوۃ اور طاقت نہیں ہے۔ فرمایا ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ بنی سلیم کے بھائی مجالد بن مسعود نے ایک قوم کو چیخ چیخ کر دعا کرتے ہوئے سنا۔ تو وہ ان کی طرف چل پڑے اور فرمایا: اے قوم! تم نے اپنے سے پہلے لوگوں پر فضیلت کو پالیا ہے یا کہ تم ہلاک ہو چکے ہو۔ پس وہ لوگ ایک ایک کر کے وہاں سے کھسکنا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ فرمایا ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قوم کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ لوگ اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: یہ قوم کیا حاصل کر رہی ہے؟ قسم بخدا! اگر یہ لوگ زمین میں پہاڑ سے بھی بڑھ کر طویل اور لمبے ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ سے قرب میں اضافہ نہ کر سکتے۔ حضرت قتادہ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ کا قرب اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے حاصل ہو سکتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے جو دعا بھی مانگو اس میں چاہیے کہ سکینت ووقار ہو، اس میں خاموشی، لباس اور ہدایت کا حسن بھی ہو اور اس میں راحت وسکون کا جمال بھی ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اس طرح کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! میں تجھ سے جنت کی دائیں جانب قصر ابیض کی التجا کرتا ہوں، جب میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ تو انہوں نے اسے فرمایا: اے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جو دعا اور طہور (پاکیزگی حاصل کرنے) میں حد سے بڑھ جائیں گے(1)۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو سنا کہ وہ دعا کرتے ہوئے یہ کہہ رہا ہے: اے اللہ! میں تجھ سے جنت، اس کی نعمتوں اور اس کی دیگر رونقوں اور خوبیوں کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے دوزخ، اس کی زنجیروں اور اس کے طوقوں سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: بلاشبہ تو نے اللہ تعالیٰ سے خیر وبھلائی کا سوال کیا ہے اور بہت سے شر سے اس کی پناہ مانگی ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی جو دعا میں حد سے بڑھ جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ'' بلاشبہ تیرے لیے صرف اتنا کہنا کافی ہے اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور ایسے قول وعمل کا جو اس کے قریب کا ذریعہ اور سبب ہو اور میں تجھ ہی سے جہنم سے پناہ مانگتا ہوں اور ہر ایسے قول وعمل سے جو اس کے قرب کا ذریعہ اور سبب ہو(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے کہا۔ تو اپنے رب سے ایسے امر

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 321 (3864)، دارالکتب العلمیہ بیروت　　2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 172، دار صادر بیروت

کے بارے سوال کرنے سے اجتناب کر، جس سے تجھے منع کیا گیا ہے یا جو تیرے لیے مناسب نہیں۔

امام ابن مبارک، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان دعا میں انتہائی (عجز و انکساری) کی کوشش کرتے تھے اور اگر ان کی آواز ہوتی تو وہ نہیں سنائی دیتی تھی مگر صرف اتنی کہ وہ ان کے اور ان کے رب کے درمیان ایک سرگوشی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً " اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عبد صالح کا ذکر کیا اور اس کے قول کو پسند کرتے ہوئے فرمایا" اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ "(مریم:) " جب اس نے پکارا اپنے رب کو چپکے چپکے"(1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ابن جریج نے کہا کہ دعا میں حد سے بڑھنا یہ ہے کہ آواز کو بلند کرنا اور چیخ و پکار کر کے دعا کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے اور دعا میں عجز و انکساری اور راحت و سکون کا حکم دیا گیا ہے(2)۔

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶

" اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور دعا مانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے۔ بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکوکاروں سے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے" وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا " کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے بعد کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب نے اس کی اصلاح کر دی ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت محمد مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کو اہل زمین کی طرف بھیجا اور اس وقت زمین کے باسی فساد برپا کیے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت ﷺ کے سبب ان کی اصلاح فرمائی۔ پس جس کسی نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لائے ہوئے دین کے خلاف دعوت دی، وہ زمین میں فساد پھیلانے والوں میں سے ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوسنان سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے رب کریم فرما رہا ہے: تحقیق میں نے اپنی حلال چیزوں کو حلال قرار دیا ہے، حرام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور اپنی حدود کو مقرر کر دیا ہے پس تم ان سے تجاوز نہ کرو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ" وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا " کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان کیا ہے" خَوْفًا مِّنْهُ وَ طَمَعًا لِمَا عِنْدَهٗ " یعنی تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور اس کی امید اور خواہش رکھتے ہوئے جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اور یہاں محسنین بمعنی مومنین ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت مومنین کے قریب ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں لایا۔ وہ تو مفسدین میں سے ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 243 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 244

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مطرالوراق سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے اس کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ کیونکہ اس نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ اس کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ حَتّٰٓى إِذَآ أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۚ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾

"اور وہی خدا ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوش خبری سناتے ہوئے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ اٹھالاتی ہیں بھاری بادل تو ہم لے جاتے ہیں اسے کسی ویران شہر کی طرف پھر ہم اتارتے ہیں اس سے پانی پھر پیدا کرتے ہیں اس کے ذریعہ ہر قسم کے پھل۔ اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو تاکہ تم نصیحت قبول کرو"۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے حضرت عاصم رحمہ اللہ نے یہ آیت اس طرح پڑھی "وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ" اس پر (تمام قراء کا) اجماع ہے۔ اور بُشْرًا میں باء کو خفیف پڑھا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہوا بھیجتا ہے اور وہ خافقین یعنی زمین و آسمان کے کنارے جہاں مل رہے ہوتے ہیں کے درمیان سے بادل کو لاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اسے وہاں سے نکال کر پھیلا دیتا ہے۔ پس وہ اسے آسمان میں پھیلائے رکھتا ہے جیسے چاہتا ہے پھر آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے اور پانی بادل پر بہا دیتا ہے پھر اس کے بعد بادل بارش برساتا ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ" کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگ ان (ہواؤں) سے خوش ہو جاتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ یمانی رحمہ اللہ اسے "بُشْرًا" پڑھتے تھے یعنی مبشرات سے قبل (اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں رحمت سے مراد بارش ہے اور انہوں نے ہی "كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى" کی تفسیر میں کہا کہ اسی طرح تمہیں نکالا جائے گا۔ یعنی جس طرح پانی کے سبب کھیتی نکالی جاتی ہے اسی طرح مردوں کو بھی نکالا جائے گا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے "كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مردوں کو نکالنے کا ارادہ فرمائے گا تو آسمان بارش برسائے گا، یہاں تک کہ زمین ان کے ساتھ پھٹ جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ارواح کو بھیجے گا اور ہر روح اپنے جسم کی طرف آئے گی۔ پس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 247 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 48-247

اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو بارش کے سبب زندہ فرمائے گا جیسے وہ زمین کو سرسبز وشاداب کرتا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾

''اور جو سرزمین عمدہ زرخیز ہے (کثرت سے) نکلتی ہے اس کی پیداوار اپنے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے نہیں نکلتی اس سے (پیداوار) مگر قلیل گھٹیا۔ اسی طرح ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں (اپنی) نشانیاں اس قوم کے لیے جو شکر گزار رہے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورۃ الصدر آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندۂ مومن کے لیے بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ مومن پاک ہے اور اس کا عمل بھی پاک ہے۔ اس طرح جیسا کہ زرخیز اور عمدہ سرزمین کا پھل عمدہ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اور '' وَالَّذِي خَبُثَ الآیہ '' میں اللہ تعالیٰ نے کافر کی مثال بیان کی ہے کہ جس طرح دلدلی اور شوریلی زمین سے اچھی پیداوار نہیں نکلتی اسی طرح کافر خود بھی ناپاک ہے اور اس کا عمل بھی ناپاک ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمین کے تمام اوصاف دلدل، شور اور دیگر اوصاف حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی مثل ہیں کہ ان میں پاکیزہ اور اچھے لوگ بھی ہیں اور ناپاک اور برے لوگ بھی (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے '' وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ '' کے بارے کہا کہ یہ ایسے بندۂ مومن کی مثال ہے جس نے کتاب اللہ سنی، اسے یاد کیا اور مضبوطی سے تھام لیا پھر اس کے مطابق عمل کیا اور اس سے خوب نفع اٹھایا۔ تو یہ اس زمین کی مثل ہے جس پر بارش برسی پھر اس نے پیداوار اگائی اور خوب سرسبز وشاداب ہوگئی۔ اور '' وَالَّذِي خَبُثَ '' یہ کافر کی مثال ہے جس نے نہ قرآن کو سمجھا اور نہ اس کے مطابق عمل کیا۔ نہ اسے مضبوطی سے تھاما اور نہ اس سے نفع حاصل کیا۔ پس وہ اس فاسد اور خراب زمین کی طرح ہے جس پر بارش تو برسی۔ مگر اس نے کوئی شے نہیں اگائی اور نہ وہ سرسبز وشاداب ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے دلوں کے لیے بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ بارش نازل کرتا ہے تو عمدہ اور زرخیز زمین اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنی پیداوار نکالتی ہے اور '' وَالَّذِي خَبُثَ '' اس سے مراد وہ خراب اور دلدلی زمین ہے جس کی پیداوار نہیں نکلتی مگر قلیل اور گھٹیا۔ اسی طرح دل ہیں کہ جب قرآن بندۂ مومن کے دل پر نازل ہوا۔ تو وہ اس کے ساتھ ایمان لایا اور ایمان اس کے دل میں راسخ اور ثابت ہوگیا اور کافر کے دل میں جب قرآن داخل ہوا۔ تو اس کا تعلق کسی ایسی شے سے نہ ہوا۔ جو اسے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 249 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 250

نفع دیتی۔ اور اس کے دل میں ایمان میں سے کوئی شے ثابت نہیں ہوئی مگر وہی جو اسے نفع نہیں دے سکتی۔ جیسا کہ خراب زمین سے ایسی پیداوار ہی نکلتی ہے جو نفع بخش نہیں ہوتی۔ اور "نَکِدًا" سے مراد ایسی قلیل شے ہے جو نفع نہ دے سکتی ہو(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے "وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ" میں یاء کو فتحہ اور راء کو ضمہ (پیش) کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زرخیز اور عمدہ زمین کو بارش نفع دیتی ہے اور اس سے پیداوار اگتی ہے اور وہ زمین جو دلدلی اور شور یلی ہو اسے بارش کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اور اس سے بالکل قلیل گھٹیا سی پیداوار نکلتی ہے۔ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد کے لیے بیان فرمائی ہے۔ بلاشبہ ساری اولاد آدم ایک ہی نفس سے پیدا کی گئی ہے۔ سو ان میں سے کچھ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے ساتھ ایمان لائے ہیں، تو وہ اچھے اور عمدہ ہو گئے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے ساتھ کفر کیا ہے تو وہ ناپاک اور فاسد ہو گئے (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کے لیے بیان فرمائی ہے(3)۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس ہدایت اور علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال کثیر موسلا دھار بارش کی طرح ہے، جو زمین پر برستی ہے۔ پس زمین کا کوئی حصہ پانی کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور گھاس اور کثیر سبزہ وغیرہ اگاتا ہے۔ اور زمین کا کوئی حصہ سخت ہوتا ہے۔ وہ پانی کو اپنے اوپر روک لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے پس لوگ اس سے پیتے ہیں، زمین کو سیراب کرتے ہیں اور فصلیں اگاتے ہیں۔ اور زمین کا کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو انتہائی پست اور نرم ہوتا ہے۔ نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ ہی گھاس اور سبزہ وغیرہ اگاتا ہے۔ پس اسی طرح مثال ہے اس آدمی کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور اسے اس دین نے نفع دیا، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا پس اس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور (دوسری) اس کی مثال ہے جس نے دین کے لیے سر نہیں اٹھایا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا(4)۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵۹

"بے شک ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف تو انہوں نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اللہ کے سوا۔ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نہ آجائے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 250
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً
4۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 42، دار ابن کثیر دمشق

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت یزید الرقاشی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا نام نوح اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ نے طویل وقت تک اپنی ذات پر نوحہ کیا(2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کو نوح اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ اپنی ذات پر نوحہ کرتے تھے۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت مقاتل اور جویبر رحمہما اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بوڑھے ہو گئے اور ان کی ہڈیاں نرم پڑ گئیں تو انہوں نے کہا اے میرے پروردگار! کب تک میں مشقت اٹھاتا رہوں گا اور محنت کرتا رہوں گا؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے آدم! اس وقت تک یہاں تک تیرا مختون بچہ پیدا ہو جائے۔ تو پھر دس قبیلوں کے بعد حضرت نوح علیہ السلام (آپ کے خاندان میں) پیدا ہوئے۔ ان دن آپ کی عمر ساٹھ سال کم ہزار برس تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے نوح بن لامک بن متوشلخ بن ادریس وھو اخنوخ بن یرد بن مہلا ییل ابن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ آپ کا اسم گرامی السکن تھا۔ آپ کو نوح السکن کہا جاتا ہے اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کو آپ کے پاس ہی سکون حاصل ہوا اور آدم علیہ السلام تمام کے باپ ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کو نوح اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی قوم پر پچاس برس کم ہزار سال تک نوحہ کیا۔ وہ اس طرح کہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے اور جب وہ انکار کرتے تو آپ روتے اور ان پر نوحہ کرتے تھے(3)۔

امام ابن عساکر نے وہب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دس آباء کا واسطہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان بھی دس آباء کا واسطہ موجود ہے(4)۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین دس آباء ہیں اور وہ تمام کے تمام دین حق پر قائم تھے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(5)۔

امام ابن عساکر نے حضرت نوف الشامی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے انبیاء علیہم السلام میں سے پانچ عربی ہیں: حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام(6)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دوسرے ہزار میں مبعوث ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا وصال نہیں ہوا تھا یہاں تک کہ پہلے ہزار برس کے آخر میں حضرت نوح علیہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 243، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 241
3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 242
4۔ ایضاً
5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 596 (4009) دار الکتب العلمیہ بیروت
6۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 242

السلام کی ولادت ہوئی۔ لوگوں میں گناہ عام ہو چکے تھے، ظلم و زیادتی کرنے والے جابر حکمران کثیر تعداد میں تھے اور ان میں تکبر اور رعونت انتہائی بڑھ چکی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام انتہائی صبر اور بردباری کے ساتھ دن، رات، سراً اور اعلانیۃً انہیں دعوت حق دیتے رہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی اتنے شدید اور سخت حالات پیش نہیں آئے، جن کا سامنا حضرت نوح علیہ السلام کو کرنا پڑا۔ وہ لوگ آپ علیہ السلام کے پاس آتے اور پکڑ کر گلا دبا دیتے اور مجالس میں مارتے اور پھر بھاگ جاتے۔ آپ ان کے ایسے سلوک کے باوجود ان کے لیے بددعا نہ کرتے۔ بلکہ ان کے لیے دعا کرتے اور کہتے ''یَا رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ'' اے میرے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ (حقیقت حال) جانتے نہیں ہیں۔ مگر آپ کے اس حسن سلوک نے ان میں آپ سے فرار اختیار کرنے کے سوا اور کچھ اضافہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب آپ ان میں سے کسی آدمی سے کلام کرتے، تو وہ اپنے سر کو کپڑے کے ساتھ خوب لپیٹ لیتا اور اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا، تاکہ آپ کے کلام میں سے کوئی شے اسے سنائی نہ دے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ (نوح:7)'' تو (ہر بار) انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر لپیٹ لیے اپنے کپڑے''۔ پھر وہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتے اور تیزی سے چلے جاتے اور کہتے اسے رہنے دو کیونکہ یہ کذاب ہے۔ آپ پر انتہائی شدید اور سخت آزمائش آتی رہی اور آپ ایک زمانہ کے بعد دوسرے زمانہ کے لوگوں اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل کا انتظار کرتے رہے۔ مگر جو نسل بھی آئی وہ پہلی سے زیادہ خبیث اور پہلی سے بڑھ کر متکبر اور سرکش نکلی اور ان میں آدمی یہ کہتے: یہ ہمارے آباء و اجداد کے ساتھ بھی تھا اور یہ مسلسل جنون میں مبتلا ہے اور ان میں سے کوئی آدمی مرتے وقت اپنی اولاد کو یہ وصیت کرتا۔ اس مجنون سے بچ کر رہو کیونکہ اس کے بارے مجھے میرے آباء نے بتایا ہے کہ لوگوں کی ہلاکت اور بربادی اس کے ہاتھوں پر ہے۔ پس وہ اس قسم کی وصیت اپنے درمیان کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی اپنے بچے کو اپنے کندھے پر اٹھاتا، پھر اس کے ساتھ ٹھہرا رہتا اور اس پر واقف ہو جاتا تو کہتا: اے میرے بیٹے! میں زندہ رہوں یا مر جاؤں، تو اس شیخ سے بچنا۔ پھر جب آپ کا ان کے ساتھ ایک طویل زمانہ گزر گیا تو انہوں نے کہا ''قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ (ہود)'' وہ (برافروختہ ہو کر) بولے اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا۔ (اس مباحثہ کو رہنے دو) اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو''(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جزیرہ، حضرت ہود علیہ السلام سرزمین شجر جو کہ سرزمین مہرہ میں ہے، حضرت صالح علیہ السلام حجر، حضرت لوط علیہ السلام سدوم اور حضرت شعیب علیہ السلام مدین میں مبعوث کیے گئے اور حضرت ابراہیم، حضرت آدم، حضرت اسحٰق اور حضرت یوسف علیہم السلام کا وصال سرزمین فلسطین میں ہوا اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام دمشق میں قتل کیے گئے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کو مارتے تھے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 44-243، دارالفکر بیروت

یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی تھی، جب افاقہ ہوتا تو آپ یہ دعا مانگتے: اے میرے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ ناواقف ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے عبید بن عمیر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو آپ کی قوم اتنا مارتی یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو جاتے۔ پھر جب افاقہ پاتے تو اس طرح دعا کرتے: اِهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ شقیق نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ اقدس سے خون صاف کر رہے ہیں اور بطور حکایت انبیاء علیہم السلام سے کسی نبی علیہ السلام کا یہ قول بیان کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں: اَللّٰهُمَّ اِهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (2)

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے ایک دوسری سند سے بھی حضرت عبید بن عمیر لیثی سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ آپ کا گلا دبا لیتے تھے یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں اوپر چڑھ آتیں۔ اور جب وہ آپ کو چھوڑتے تو آپ یہ دعا کرتے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ جَهَلَةٌ" اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جاہل ہیں۔

امام عبد بن حمید، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ انبیاء میں سے ایک نبی علیہ السلام کا قول بطور حکایت بیان کر رہے ہیں اس حال میں کہ آپ کی قوم نے آپ پر تشدد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جبین اقدس سے خون صاف کر رہے ہیں اور زبان اقدس سے یہ کہہ رہے ہیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (3)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابومہاجر الرقی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک بالوں کے بنے ہوئے ایک خیمے میں سکونت پذیر رہے۔ آپ کو کہا جاتا تھا۔ اے اللہ تعالیٰ کے نبی! گھر بنا لیجئے۔ تو آپ فرماتے میں آج فوت ہو جاؤں گا یا کل فوت ہو جاؤں گا۔ "أَمُوْتُ الْيَوْمَ أَمُوْتُ غَدًا"

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت وہب بن ورد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کانوں سے گھر بنایا۔ تو آپ کو کہا گیا: آپ نے اس کے علاوہ کسی اور شے سے کیوں نہیں بنایا؟ تو آپ نے فرمایا جس نے فوت ہو جانا ہے اس کے لیے یہی کافی ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا، عقیلی، ابن عساکر اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام انبیاء علیہم السلام میں سے بہت بڑے نبی تھے۔ جب بھی وہ بیت الخلاء سے باہر

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 247، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 412، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 400 (10751) دار الکتب العلمیہ بیروت

آتے تو یہ دعا مانگتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ طَعْمَهٗ وَاَبْقٰی فِیْ مَنْفِعَتِهٖ، وَاَخْرَجَ مِنِّیْ اَذَاهُ" "سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس کھانے سے مجھے لطف اندوز کیا، پھر اس کی منفعت اور فوائد کو باقی رکھا اور اس کی اذیت اور تکلیف کو مجھ سے خارج کر دیا" (1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور زنادقہ کے سوا آپ کی امت کو ہلاک نہیں کیا پھر یکے بعد دیگرے نبی تشریف لاتے رہے اور اللہ تعالیٰ زنادقہ کے سوا اس امت کو ہلاک نہیں کرے گا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعد بن حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم مہینے میں دو بار فصل کاشت کرتے تھے اور وہ عورت جو دن کے پہلے حصے میں بچے کو جنم دیتی تو دن کے آخری حصہ میں اس کے پیچھے دوسرا بچہ پیدا ہوتا۔

ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول ذکر کیا ہے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو عذاب نہیں دیا گیا یہاں تک کہ زمین میں کوئی میدان اور پہاڑ ایسا نہیں تھا جسے کوئی آباد کرنے والا آباد نہ کر رہا ہو اور اپنی ذات کے ساتھ مختص کرے والا مختص نہ کرتا (یعنی اس قوم پر عذاب تب آیا جب کہ وہ زمین کے نشیب و فراز ہر جگہ پر پھیلے ہوئے تھے اور اسے اپنی ملکیت قرار دے چکے تھے)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں میدان اور پہاڑ اپنے اپنے باسیوں کے سبب تنگ ہو چکے تھے، یہاں تک کہ میدانوں میں رہنے والے لوگ پہاڑوں پر چڑھنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی میدانوں میں اتنی گنجائش تھی کہ پہاڑوں پر رہنے والے ان کی طرف اتر آئیں۔ فرمایا: تم اس پر یقین کر لو۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے کہا: حضرت نوح علیہ السلام اپنے زمانے والوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے اور آپ برقعہ پہنے رکھتے تھے۔ کشتی میں سوار ہونے والوں کو بھوک نے آلیا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنا چہرۂ مبارک ان کے لیے ظاہر فرمایا تو وہ سب سیر ہو گئے (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر وادی عسفان کے پاس سے ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وادی کے پاس حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا بھی سرخ اونٹوں پر گزر ہوا ہے، اونٹوں کی نکیل کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی۔ اس کا لباس عباء (چوغہ) پر تھا اور وہ دھاری دار چادریں لیے ہوئے تھے۔ وہ تلبیہ کہتے ہوئے بیت عتیق کا حج کرنے کے لیے گئے (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ

1۔ الفردوس للدیلمی، جلد 4، صفحہ 290 (6854) دارالباز
2۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 272، دارالفکر بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 440، دارالکتب العلمیہ بیروت

فرماتے سنا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں کے علاوہ صوم دہر (ہمیشہ روزہ) رکھا، حضرت داؤد علیہ السلام نے نصف الدہر روزہ رکھا (یعنی ایک دن آپ روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھا۔ یعنی آپ نے بہت سا عرصہ روزے رکھے اور بہت سا زمانہ افطار کیے (1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں، بزار، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب قریب الموت ہوئے تو آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: میں تیرے لیے ایک وصیت پر اکتفا کررہا ہوں۔ وہ یہ کہ میں تجھے دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کررہا ہوں۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اس نظریہ پر ثابت قدم رہو لا الہ الا اللہ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو بالیقین یہ ان پر بھاری ہوگا۔ اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کا ایک مبہم حلقہ (دائرہ) زرہ بن جائے، تو لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ انہیں توڑ دے گا۔ کیونکہ یہ ہر شے کی نماز (عبادت) ہے۔ اور اسی کے سبب ہر شے کو رزق دیا جاتا ہے۔ اور میں تجھے شرک اور کبر (تکبر) سے منع کرتا ہوں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ نہ بتاؤں جس کی تعلیم حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو دی؟ صحابہ کرام نے عرض کی: کیوں نہیں (ضرور ارشاد فرمایئے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا: میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو یہ کہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" کیونکہ اگر اس کے مقابلے میں دوسری جانب آسمان بھی رکھ دیے جائیں تو بالیقین یہ ان سے بھاری ہوگا۔ اور اگر وہ حلقہ ہوجائیں تو یہ اسے توڑ دے گا۔ اور میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو یہ کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ کیونکہ یہ ساری مخلوق کا ذکر ہے، ساری مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی کے سبب مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے (3)۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا

1۔ تہذیب تاریخ مدینہ دمشق، جلد 2، صفحہ 155، دار المیسرہ　2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 113 (154) دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی ثواب التسبیح، جلد 6، صفحہ 55 (29425)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

''ان کی قوم کے سرداروں نے کہا (اے نوح!) ہم دیکھتے ہیں تمہیں کھلی گمراہی میں آپ نے کہا اے میری قوم! نہیں ہے مجھ میں ذرا گمراہی بلکہ میں تو رسول ہوں سارے جہانوں کے پروردگار کی طرف سے پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تمہیں اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے کیا تم تعجب کرتے ہو اس پر کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعہ جو تم میں سے ہے تاکہ وہ ڈرائے تمہیں (غضب الٰہی سے) اور تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے پھر بھی انہوں نے جھٹلایا نوح کو تو ہم نے نجات دی ان کو اور جو آپ کے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے غرق کر دیا ان (بدبختوں) کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ دل کے اندھے تھے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک سے نقل کیا ہے کہ ''الْمَلَاُ'' سے مراد آپ کی قوم کے سردار اور وڈیرے لوگ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ کا مفہوم بیان مِّنْ رَّبِّكُمْ ہے (یعنی کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بیان آیا)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ''قوما عمین'' سے مراد قوم کفار ہے (یعنی وہ لوگ کافر تھے)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ ''اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ'' عَنِ الْحَقِّ۔ (بے شک وہ لوگ حق کو دیکھنے سے اندھے تھے۔

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا

بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ۗ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۗ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۝

''اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا کیا تم نہیں ڈرتے کہنے لگے وہ سردار جو کافر تھے آپ کی قوم سے کہ (اے ہود!) ہم تو خیال کرتے ہیں کہ تم نرے نادان ہو اور ہم گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو ہود نے کہا اے میری قوم! نہیں مجھ میں ذرا نادانی بلکہ میں تو رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں تو تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جو دیانت دار ہوں کیا تم تعجب کرتے ہو کہ آئی تمہاری پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعے جو تم میں سے ہے تاکہ وہ ڈرائے تمہیں (عذاب الٰہی سے) اور یاد کرو جب اس نے بنا دیا تمہیں جانشین قوم نوح کے بعد اور بڑھا دیا تمہیں جسمانی لحاظ سے قد و قامت میں تو یاد کرو اللہ (تعالیٰ) کی نعمتوں کو شاید تم کامیاب ہو جاؤ وہ کہنے لگے (اے ہود!) کیا تم اس لیے آئے ہو ہمارے پاس کہ ہم عبادت کریں ایک اللہ کی اور چھوڑ دیں ان (معبودوں) کو جن کی عبادت کیا کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔ سو لے آؤ ہم پر وہ (عذاب) جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم سچے ہو ہود (علیہ السلام) نے کہا وا جب ہو گیا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب۔ کیا تم جھگڑا کرتے ہو مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (حالانکہ) نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی سند۔ سو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں''۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے کلبی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ''وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ ان کے دینی بھائی نہیں تھے بلکہ ان کے نسبی بھائی تھے۔ چونکہ آپ یعنی حضرت ہود علیہ السلام ان میں سے تھے اس لیے آپ کو ان کا بھائی کہا گیا۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت شرقی بن قطامی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کا اسم گرامی عابر بن شالخ بن ارفشخد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت ہود علیہ السلام کا تعلق حضر موت کے ایک قبیلہ بنی عبد الضخم سے تھا۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ہود علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ آپ کے ہاں

چار صاحبزادے پیدا ہوئے: قحطان، مقحط، قاحط اور فالغ اور یہی ابو مضر (یعنی قبیلہ مضر کے جد اعلیٰ) ہیں اور قحطان ابو الیمن ہیں اور باقیوں کی کوئی نسل نہیں چلی۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے مقاتل کی سند سے حضرت ضحاک سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن اسحاق کی سند سے مخصوص افراد سے اور کلبی کی سند سے نقل کیا ہے کہ ان تمام نے کہا: عاد بت پرست تھے۔ وہ انہی کی عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے کئی بت بنا رکھے تھے مثلاً ود، سواع، یغوث اور نسر۔ انہوں نے ایک بت بنایا، اسے صمود کہا جاتا تھا اور ایک بت کو ہتار کہا جاتا تھا۔ ایسے ہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام جس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اسے خلود کہا جاتا تھا۔ آپ نسب کے اعتبار سے شریف اور شکل وصورت کے اعتبار سے انتہائی حسین اور وجیہ تھے۔ آپ جسمانی اعتبار سے اپنے زمانے کے لوگوں کی نسبت سفید جسم رکھتے تھے۔ باریش تھے اور آپ کی داڑھی مبارک خاصی طویل تھی۔ تو آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں اور لوگوں پر ظلم وستم ڈھانے سے باز آجائیں۔ آپ نے اس کے علاوہ انہیں کوئی حکم نہیں دیا اور نہ ہی انہیں کسی شریعت اور نماز کی طرف دعوت دی۔ لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور آپ کو جھٹلا دیا۔ قوم نے کہا قوت کے اعتبار سے کون ہم سے زیادہ طاقتور اور بہادر ہے؟ سو اسی بنا پر جو ہود علیہ السلام کو ان کا بھائی قرار دیا گیا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ آپ ان کی قوم میں سے تھے ورنہ دین کے اعتبار سے آپ ان کے بھائی نہ تھے۔ آپ نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانو اور تم اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ بناؤ۔ اس کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا تم نہیں ڈرتے یعنی تم کیسے ہو کہ ڈرتے نہیں ہو اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد تمہیں زمین کا رہائشی بنایا۔ پس تم کیسے ہو کہ عبرت حاصل نہیں کرتے کہ تم ایمان لے آؤ۔ حالانکہ تم اس عذاب کو جانتے ہو جو نوح علیہ السلام کی قوم پر نازل ہوا جب کہ انہوں نے نافرمانی کی؟ اور تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ان کے گھر ریت کے بنے ہوئے تھے اور وہ یمن میں عمان اور حضر موت کے درمیان آباد تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے ساری زمین میں فساد برپا کیا اور زمین کے باسیوں پر اپنی وافر قوت کے سبب غلبہ پالیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ربیع بن خثیم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم عاد یمن اور شام کے درمیان چیونٹیوں کی مثل تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ قوم عاد کے لوگ یمن میں ریت کے گھروں میں آباد تھے۔ اور "وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ" کی تفسیر میں سدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو ختم کیا اور ان کے بعد تمہیں ان کا جانشین بنایا اور جسمانی لحاظ سے قد وقامت میں (یعنی لمبا ہونے میں) تمہیں بڑھا دیا۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قوم عاد کا ایک آدمی ان کے ہاتھوں کے مطابق ساٹھ ہاتھ لمبا تھا اور اس آدمی کی کھوپڑی (سر) بہت بڑے قبے (گنبد) کی مثل تھی اور آنکھیں اتنی بڑی تھیں کہ درندے ان میں بچے جن سکتے تھے اور نتھنے بھی اسی طرح تھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً'' کے ضمن میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ بارہ بارہ ہاتھ لمبے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایسا آدمی بھی تھا کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جسمانی اعتبار سے ایک آدمی کا قد اسّی باع تھا۔ (باع سے مراد دو بازوؤں کو پھیلانے کی مقدار ہے یہ تقریباً چھ فٹ ہوتی ہے) ان میں گندم کا ایک دانہ گائے کے گردے کی مثل تھا اور ایک انار کے چھلکے میں دس افراد بیٹھ سکتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بَصْۜطَةً مراد شدۃ یعنی قوت وطاقت ہے۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر قوم عاد کا ایک آدمی ہوتا کہ وہ پتھر سے دروازے کا ایک پٹ بنا دیا۔ تو پھر اگر اس امت کے پانچ سو آدمی بھی اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ یہ طاقت نہیں رکھتے اور اگر ان میں سے کوئی آدمی اپنا پاؤں زمین میں داخل کر دے تو تو اس کے اندر ہی گھس جائے۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ موفقیات میں حضرت ثور بن زید دیلمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ایک کتاب پڑھی (اس میں لکھا تھا) میں شداد بن عاد ہوں، میں وہ ہوں جس نے بلند و بالا عمارتیں بنائیں۔ میں وہ ہوں جس نے وادی کے بطن سے بدر (ماہ تمام) کو روک دیا اور میں وہ ہوں جس نے سمندر میں نو ہاتھ فاصلے پر خزانہ دفن کیا جسے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی نہیں نکال سکے گا۔

امام ابن بکار رحمہ اللہ نے حضرت ثور بن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں یمن آیا تو اچانک میری نظر ایک آدمی پر پڑی جس سے بڑھ کر طویل آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو اس پر مجھے تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا: تو تعجب کر رہا ہے کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا: قسم بخدا! اس سے طویل آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! ہم نے ایک پنڈلی یا ایک بازو پایا ہے۔ ہم نے اس ذراع کے ساتھ اس کی پیمائش کی ہے تو ہم نے اسے سولہ ذراع پایا ہے۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا: پہلے زمانے میں چار سو سال گزر جاتے تھے اور کسی ایک جنازے کے بارے بھی نہیں سنائی دیتا تھا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الاء اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور رجس کا معنی ناراضگی ہے (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 62-255

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ " قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ " کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر عذاب آ گیا۔ رجس کا لفظ قرآن کریم میں جہاں بھی واقع ہے اس کا معنی عذاب ہے۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا مجھے رجس اور غضب کے بارے بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: رجس کا معنی لعنت اور غضب کا معنی عذاب ہے۔ تو انہوں نے استفسار کیا، کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو اس طرح کہتے نہیں سنا:

إِذَا سَنَةٌ كَانَتْ بِنَجْدٍ مُحِيطَةً وَكَانَ عَلَيْهِمْ رِجْسُهَا وَ عَذَابُهَا

" جب خشک سالی نجد کو گھیرے ہوئے تھی اور ان پر اس کا غضب اور اس کا عذاب تھا "۔

فَأَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾

" پھر ہم نے نجات دے دی ہود کو اور جو ان کے ہمراہ تھے اپنی خاص رحمت سے اور ہم نے کاٹ کر رکھ دی جڑ ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلا دیا ہماری آیتوں کو اور نہ تھے وہ ایمان لانے والے "۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رحمہ اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقیم (تباہ و برباد کر دینے والی ہوا) کی طرف وحی فرمائی کہ وہ قوم عاد پر چلے اور ان سے اس کا انتقام لے وہ بیل کے نتھنے کی مقدار بغیر کیل کے نکلی، یہاں تک کہ مشرق و مغرب کے درمیان ساری زمین کانپ گئی۔ تو خزان (خازن الامیر) نے کہا: اے ہمارے رب! ہم اسے ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر یہ اسی حالت پر نکلتی رہی تو زمین کے مشارق و مغارب کے مابین ہر شے کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ واپس لوٹ آ، تو وہ واپس لوٹ گئی۔ پھر انگوٹھی کے حلقے کے سوراخ کی مقدار نکلی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ وہ اپنے مومنین کو لے کر ایک باڑے میں علیحدگی اختیار کر لیں۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت قوم سے علیحدہ ہو گئے اور آپ نے ان کے ارد گرد خط کھینچ دیا۔ پھر ہوا آئی مگر وہ حضرت ہود علیہ السلام کے باڑے میں داخل نہ ہوئی اور نہ ہی اس نے خط سے تجاوز کیا۔ ان پر صرف اتنی مقدار میں ہوا چلی جس سے ان کے نفوس لطف اندوز ہوں اور ان کی جسمانی جلدیں نرم رہیں۔ لیکن قوم عاد سے زمین و آسمان کے درمیان پوری شدت کے ساتھ چلتے ہوئے گزری اور انہیں پتھروں کے ساتھ زخمی کرتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے سانپوں اور بچھوؤں کو حکم دیا کہ وہ ان کے راستوں پر بیٹھ جائیں اور قوم عاد کے کسی فرد کو وہاں سے گزرنے نہ دیں۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف ہوا کو بھیجا تو حضرت ہود علیہ السلام اپنے ساتھ اہل ایمان کو لے کر ایک باڑہ میں علیحدہ ہو گئے اور ان پر ہوا صرف اتنی مقدار میں ہی پہنچی جس سے ان کی جلدیں نرم رہیں اور ان کے نفوس لذت اندوز ہو سکیں۔ لیکن قوم عاد پر وہ اتنی شدت سے چلتی رہی کہ وہ

انہیں زمین وآسمان کے درمیان اٹھالیتی اور پتھروں کے ساتھ ان کے سر پیچ دیتی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا" وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا " کا معنی ہے ہم نے انہیں نیست ونابود کر دیا جنہوں نے جھٹلایا(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ہزین بن حمزہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے یہ عرض کی کہ وہ انہیں قوم عاد کا کوئی آدمی دکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک آدمی کو پردے سے ظاہر کیا۔ تو اس کا سر مدینہ میں تھا اور پاؤں ذی الحلیفہ میں یعنی اس کی لمبائی چار میل تھی۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا۔ تو جب حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ذاک خلیل اللہ" وہ تو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

امام احمد، ابویعلی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج پر تشریف لے گئے تو آپ کا گزر وادی عسفان کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مقام سے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام سرخ اونٹوں پر گزرے ہیں ان کی مہاریں کھجور کی چھال کی تھیں۔ وہ چوغے پہنے ہوئے تھے اور ان پر دھاری دار چادریں تھیں۔ وہ تلبیہ کہتے ہوئے بیت عتیق کا حج کرنے گئے تھے(2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن سابط رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم، رکن اور چشمہ زمزم کے درمیان ننانوے انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کے مزارات ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبور بھی اسی ٹکڑے میں ہیں(3)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تین انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی نبی علیہ السلام کی قبر کا علم نہیں ہوسکا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر رکن اور بیت اللہ کے درمیان میزاب رحمت کے نیچے ہے۔ حضرت ہود علیہ اسلام کی قبر یمن کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کے نیچے ریت میں ہے، اس پر درخت ہے۔ اور وہ جگہ انتہائی سخت گرم ہے اور تیسری حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ہے۔ پس ان تین انبیاء علیہم السلام کی قبور حق ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن جریر اور ابن عساکر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضرموت کے ایک سرخ ٹیلہ میں ہے۔ آپ کے سر کی جانب بیری کا درخت ہے(4)۔

امام ابن عساکر نے عثمان بن ابی العاتکہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد دمشق کا قبلہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔

ابوالشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی عمر چار سو بہتر برس تھی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 263
2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 432، دار صادر بیروت
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 288، دار الفکر بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 255

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے موفقیات میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کے عجائبات چار ہیں۔ایک شیشہ جو کہ اسکندریہ کے منارہ سے معلق ہے۔پس بیٹھنے والا اس کے نیچے بیٹھتا ہے تو وہ وہاں سے قسطنطنیہ اور دونوں شہروں کے درمیان سمندر کے عرض کو دیکھ لیتا ہے اور ایک گھوڑا ہے جو کہ سرزمین اندلس میں تانبے کا بنا ہوا تھا، وہ اپنی ہتھیلی کو جھکا کر اپنے ہاتھ کو پھیلائے ہوئے تھا۔یعنی اس کے پیچھے والے پاؤں نہیں تھے۔ کوئی بھی ان شہروں تک نہیں پہنچا مگر چیونٹیوں نے اسے کھالیا ہے اور ایک تانبے کا مینار ہے جو عاد کی زمین میں ہے اور اس پر تانبے کا ایک سوار ہے۔سو جب اشہر حرام ہوتے تو اس سے پانی گرتا اور لوگ پیتے۔خوب سیراب ہوتے اور اپنے حوض بھر لیتے اور جب اشہر حرام اختتام کو پہنچتے تو وہ پانی گرنا بھی ختم ہو جاتا اور روم کی زمین میں تانبے کا ایک درخت ہے جس پر تانبے کی ایک چڑیا ہے۔جب زیتون کا موسم آتا ہے تو تانبے کی چڑیا زرد پڑ جاتی۔پھر اڑنے والی ہر چڑیا تین زیتون لے کر آتی۔دو دو اپنے پاؤں میں اور ایک زیتون اپنی چونچ میں۔یہاں تک کہ وہ اس تانبے کی چڑیا پر آ کر پھینکتیں اور اہل روم انہیں نچوڑ لیتے جو تیل انہیں آنے والے موسم سرما تک اپنے کھانے کے لیے اور چراغوں میں جلانے کے لیے کافی ہو جاتا۔

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ

نَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٧٩﴾

''اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ بے شک آ چکی ہے تمہارے پاس روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے، یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی ہے پس چھوڑ دو اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور نہ ہاتھ لگاؤ اسے برائی سے ورنہ پکڑے گا تمہیں عذاب دردناک اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تمہیں جانشین عاد کے بعد اور ٹھکانا دیا تمہیں زمین میں تم بناتے ہو اس کے میدانی علاقوں میں عالی شان محل اور تراشتے ہو پہاڑوں میں مکانات۔ سو یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے کہا ان سرداروں نے جو تکبر کیا کرتے تھے ان کی قوم سے ان لوگوں کو جنہیں وہ کمزور و ذلیل سمجھتے تھے جو ان میں سے ایمان لائے تھے کیا تم یقین رکھتے ہو کہ صالح رسول ہے اپنے رب کی طرف سے۔ انہوں نے کہا بے شک ہم اس پر جسے دیکر انہیں بھیجا گیا ہے ایمان لانے والے ہیں کہنے لگے وہ لوگ جو تکبر کیا کرتے تھے کہ ہم تو اس چیز کے جس پر تم ایمان لائے ہو منکر ہیں پس انہوں نے کونچیں کاٹ ڈالیں اس اونٹنی کی اور انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور کہا اے صالح! لے آؤ ہم پر اس (عذاب) کو جس کا تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اگر تم اللہ کے رسولوں سے ہو پھر آلیا انہیں زلزلہ کے جھٹکوں نے تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے تو (صالح نے) منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور (بصد حسرت) کہا اے میری قوم! بے شک پہنچا دیا میں نے تم کو پیغام اپنے رب کا اور میں نے خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم تو پسند ہی نہیں کرتے (اپنے) خیر خواہوں کو''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مطلب بن زیاد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی لیلی سے یہودی اور عیسائی کے بارے یہ سوال کیا کہ کیا اسے بھائی کہا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں وہ ایک دار میں رہنے کے سبب بھائی ہے۔ لہٰذا اسے بھائی کہا جا سکتا ہے۔ اور فرمایا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا'' اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا''

امام سنید، ابن جریر اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت حجاج کی سند سے حضرت ابوبکر بن عبداللہ رحمہ اللہ سے انہوں نے شہر بن حوشب سے اور انہوں نے حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں آباد کیا اور انہیں بہت لمبی عمریں عطا فرمائیں حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مٹی سے اپنا گھر تعمیر کرتا، تو وہ منہدم ہو جاتا اور وہ آدمی ابھی تک زندہ ہوتا۔ سو جب انہوں نے ایسا ہوتے دیکھا تو انہوں نے پہاڑوں میں اپنے گھر بنانے شروع کر دیے۔ وہ پہاڑوں کو کھودتے اور انہیں کاٹ کر ان میں غاریں سی بنا لیتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشی اعتبار سے خوشحال تھے۔ تو انہوں نے کہا: اے صالح! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی ایسی نشانی ظاہر فرمائے جس کے سبب ہم یہ جان لیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام

نے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک اونٹنی پیدا فرمائی۔ پانی پینے کے لیے ایک دن اس کے لیے اور ایک دن ان کے لیے مقرر تھا، پس جب اس کے پانی پینے کا دن ہوتا تو وہ اسے کھلی فضا میں علیحدہ لے جاتے اور اس کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔ اور جب ان کے پانی پینے کا دن ہوتا تو اسے پانی سے دور بھگا دیتے اور وہ کوئی پانی نہ پی سکتی۔ جب کہ وہ خود اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ تیری قوم عنقریب تیری اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گی۔ چنانچہ آپ نے انہیں فرمایا تو انہوں نے کہا ہم اس طرح کرنے والے نہیں۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تم اس کی کونچیں نہیں کاٹو گے۔ عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اس کی کونچیں کاٹ ڈالے گا۔ تو انہوں نے کہا: اس پیدا ہونے والے بچے کی علامت کیا ہے؟ قسم بخدا! جونہی ہم اسے پائیں گے تو اسے قتل کر ڈالیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ بچہ اشقر (زرد سرخ رنگ والا) ازرق (نیلا) اصہب (سرخی ملا سفید رنگ) اور احمر (سرخ رنگ والا) ہوگا۔ شہر میں تو انتہائی طاقت ور اور غلبہ رکھنے والے شیخ تھے۔ ان میں سے ایک کا بیٹا تھا جو نکاح کی رغبت رکھتا تھا اور دوسرے کی بیٹی تھی جس کے لیے وہ کوئی ہم کفو مرد نہیں پا رہا تھا۔ وہ دونوں ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے۔ تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تیرے لیے کون سی شے مانع ہے کہ تو اپنے بیٹے کی شادی نہیں کر رہا؟ تو اس نے جواب دیا: میں اس کے لیے کوئی ہم کفو لڑکی نہیں پا رہا۔ تو اس نے کہا: میری بیٹی اس کی ہم کفو ہے۔ میں تجھے شادی کر دیتا ہوں۔ سو اس نے اس سے شادی کر دی۔ تو ان دونوں کے ملنے سے وہ بچہ پیدا ہوا۔ اس وقت شہر میں آٹھ گروہ تھے جو زمین میں فساد پھیلا رہے تھے۔ جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اس کی کونچیں کاٹنے والا تمہیں میں پیدا ہوگا۔ تو انہوں نے گاؤں سے آٹھ دایاں عورتیں چنیں اور ان کے ساتھ پولیس مقرر کی کہ وہ سارے شہر میں چکر لگائیں اور جب وہ کسی عورت کو درد میں مبتلا دیکھیں تو پھر نظر رکھیں کہ اس کے ہاں کیا پیدا ہوا ہے؟ اگر پیدا ہونے والا بچہ ہو تو پھر اسے خوب الٹ پلٹ کر کے دیکھیں کہ وہ کیسا ہے؟ اور اگر وہ بچی ہو تو اس اعراض برت لیں۔

چنانچہ انہوں نے جب اس بچے کو پالیا تو ان عورتوں نے خوب شور مچایا کہ یہی وہ بچہ ہے جس کی نشاندہی اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے کی ہے۔ تو پولیس نے اسے اٹھانے کا ارادہ کیا، مگر اس کا دادا ان کے درمیان حائل ہو گیا اور کہا: اگر صالح علیہ السلام نے اسی کا ارادہ کیا ہے تو ہم خود اسے قتل کریں گے۔ یہ ایک شریر بچہ تھا۔ وہ ایک دن میں اتنا بڑھتا تھا جتنا دوسرے بچے ایک ہفتے میں بڑھتے ہیں۔ وہ ایک ہفتہ میں اتنی نشو ونما پالیتا تھا جتنی دوسرے بچے ایک مہینہ میں نشو ونما پاتے ہیں اور وہ ایک مہینہ میں اتنا بڑھتا تھا جتنا دوسرے عام بچے ایک سال میں بڑھتے تھے۔ پس وہ آٹھ گروہ جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے وہ جمع ہوئے اور وہ دونوں شیخ بھی ان میں شامل ہوئے۔ تو انہوں نے کہا: اس بچے کے مقام و مرتبہ اور اس کے دادا کی عظمت و شرف کی وجہ سے اس بچے کو ہم پر عامل بنا دیجئے۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں ان کے ساتھ نہیں سوتے تھے۔ بلکہ وہ رات اپنی مسجد میں گزارتے تھے اور جب صبح ہوتی تو ان کے پاس آتے اور انہیں وعظ و نصیحت فرماتے۔ جب شام ہوتی تو اپنی عبادت گاہ کی طرف نکل جاتے اور وہیں رات گزارتے۔

حضرت حجاج اور ابن جریج رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں یہ فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہوگی۔ تو انہوں نے کہا: پھر آپ ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایک کے سوا سب بچوں کو قتل کر ڈالا۔ آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا: اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لیے اسی کی مثل (نوجوان لڑکا) ہوتا۔ یہ صالح کا عمل ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ کو قتل کرنے کے لیے مشاورت کی اور کہا: ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہرا اس حالت پر دیکھیں گے۔ پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک ہم سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ چنانچہ وہ آئے اور آپ کی تاک میں بیٹھنے کے لیے ایک چٹان کے نیچے داخل ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو ان پر گرا دیا اور اس نے انہیں کچل ڈالا۔ پس انہوں نے کچلی ہوئی حالت میں صبح کی۔ جیسے جیسے ان کے بارے لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ ان کی طرف چلے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب کچلے پڑے ہیں۔ لوگ چیختے چلاتے گاؤں کی طرف واپس لوٹے۔ اے اللہ کے بندو! کیا صالح اس پر راضی نہیں ہوا کہ اس نے انہیں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے انہیں قتل کر دیا؟ چنانچہ اونٹنی کو مارنے کے لیے گاؤں کے تمام کے تمام لوگ جمع ہوئے۔ پھر ڈر کے مارے اس سے پیچھے ہٹ گئے۔ مگر اس دس سالہ بچے نے (اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں)

پھر بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی طرف لوٹتی ہے، فرمایا: انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے یہاں تک کہ حضرت صالح علیہ السلام کے راستے میں ایک گھاٹ پر آپہنچے۔ اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے اور کہنے لگے: جب آپ ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے۔ پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان کے ساتھ رات گزاریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا، تو وہ ان پر ہموار ہو گئی۔ (یعنی وہ اس کے نیچے دب گئے) پھر وہ اکٹھے ہو کر ناقہ کی طرف چل پڑے۔ وہ اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی۔ تو ایک بد بخت انسان نے ان میں سے ایک کو کہا تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے۔ چنانچہ وہ ناقہ کے پاس آیا۔ مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عظیم عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا۔ المختصر اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی۔ یہاں تک کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی۔ جس کے نتیجہ میں ناقہ گر گئی اور پاؤں مارنے لگی۔ تو اسی دوران ان میں سے ایک آدمی کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی تو آپ کو بلا کر کہا: اپنی ناقہ کو دیکھ لو، اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں۔ پس آپ آئے تو وہ نکل کر آپ سے ملاقات کرنے لگے اور آپ سے معذرت کرنے لگے، اے اللہ کے نبی! فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں، اس لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔

آپ نے فرمایا: تم دیکھو کیا تم اس کے بچے کو پا لو گے؟ سو اگر تم نے اسے پا لیا تو قریب ہے اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھا

لے۔ چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے۔ پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ پہاڑ کی طرف آ گیا جسے القارۃ قصیر کہا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا۔ وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تا کہ اسے پکڑلیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا، تو وہ آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں تشریف لے گئے۔ جب ناقہ کے بچے نے آپ کو دیکھا تو رو پڑا یہاں تک کہ اس کے آنسو بہہ پڑے۔ پھر وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا اور خوب شدت سے بلبلایا، پھر دوسری بار اور پھر تیسری بار بھی اسی طرح بلبلایا۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ہر بار بلبلانے کے بدلے ایک موت ہے۔ پس تم تین دن تک اپنے گھروں میں لطف اندوز ہولو۔ اور یہ ایسا وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ خبردار! عذاب کی نشانی یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔ دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے صبح کی تو ان کے چھوٹے، بڑے اور مردوں اور عورتوں کے چہرے اس طرح زرد ہو چکے تھے گویا ان پر زعفران کا طلا کر دیا گیا ہے۔ جب شام ہوئی تو وہ سارے کے سارے چیخنے چلانے لگے: موت کا ایک دن گزر گیا اور عذاب تم پر آ چکا ہے۔ پھر جب انہوں نے دوسرے دن کی صبح کی تو ان کے چہرے اس طرح سرخ ہو چکے تھے گویا انہیں خون سے رنگ دیا گیا ہے۔ وہ چیخ و پکار کرنے لگے، شور و غوغا مچانے لگے اور رونے لگے اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ عذاب ہے۔ پھر جب شام ہوئی تو مل کر چیخ و پکار کرنے لگے کہ ہمارے مقررہ وقت میں سے دو دن گزر گئے اور عذاب آچکا ہے اور جب انہوں نے تیسرے دن کی صبح کی تو ان کے چہرے اس طرح سیاہ ہو چکے تھے گویا ان پر تارکول کا طلا کر دیا گیا ہو، وہ سارے کے سارے چلائے خبردار! تم پر عذاب آچکا ہے پس انہوں نے کفن پہن لیے اور حنوط لگالیا۔

ان کا حنوط صبر (ایلوا) اور مغر (گوند) تھا اور ان کے کفن چمڑے کے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیا اور وہ اپنی آنکھوں کو ادھر ادھر پھیرانے لگے۔ کبھی وہ آسمان کی طرف دیکھتے اور کبھی زمین کی طرف۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان پر عذاب کہاں سے آئے گا۔ کیا آسمان سے ان کے اوپر عذاب آئے گا یا پاؤں کے نیچے سے زمین کی طرف سے۔ یعنی کیا انہیں زمین میں دھنسایا جائے گا یا ان کے اوپر پتھر برسائے جائیں گے؟ پھر جب انہوں نے چوتھے دن کی صبح کی، تو ان کے اوپر آسمان کی جانب سے ایک سخت آواز آئی، اس میں ہر قسم کی گرج کی آواز بھی تھی اور زمین میں بولنے والی ہر شے کی آواز بھی تھی۔ اس کے ساتھ ان کے سینوں میں دل کٹ گئے اور وہ اپنے گھروں میں ہی زمین پر پڑے رہ گئے (1)۔

امام عبد الرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا: ہمارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں اگر آپ سچے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: چلو۔ پس وہ آپ کے ساتھ زمین کے ایک بلند حصے (چھوٹا سا پہاڑ) کی طرف نکل کر گئے۔ تو اس پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو حاملہ عورت پر دردزہ کے وقت طاری ہوتی ہے۔ پھر وہ زمین پھٹ گئی تو اس کے اندر سے ایک اونٹنی باہر آئی۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا" هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 617 (4069) دار الکتب العلمیہ بیروت

تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ'' اور جب انہوں نے اکتا کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو پھر آپ نے فرمایا ''فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝ (ھود) '' تو صالح نے فرمایا لطف اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن تک۔ یہ (اللہ کا) وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا'' (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس وقت انہوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تین دن تک لطف اٹھالو۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تمہارے عذاب کی نشانی یہ ہے کہ کل صبح تمہارے چہرے زرد ہوں گے، پھر دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے اور پھر تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ تو ان کے چہرے اسی طرح ہو گئے۔ پس جب تیسرا دن آیا تو انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ تو انہوں نے کفن پہن لیے اور حنوط لگا لیا۔ پھر ایک کرخت چیخ نے انہیں آلیا اور انہیں ساکت کر دیا اور ناقہ کی کونچیں کاٹنے والے نے کہا: میں اسے قتل نہیں کروں گا یہاں تک کہ تمام کے تمام راضی ہو جائیں۔ پس وہ پردہ دار عورتوں کے پاس بھی گئے اور انہیں جا کر کہا کیا تم اس پر راضی ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہاں اور بچوں کے پاس بھی گئے۔ حتیٰ کہ تمام نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔ تو انہوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں (2)۔

امام احمد، بزار، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مقام حجر پر اترے تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے نبی سے علامات اور معجزات کا مطالبہ نہ کرو۔ کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے آپ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف کوئی نشانی بھیج دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اونٹنی کو بھیج دیا۔ وہ اس درے سے آئی تھی اور اپنی باری کے دن ان کا سارا پانی پی جاتی تھی اور جس دن اس کی باری نہیں ہوتی تھی وہ اس کا دودھ اس طرح دوہتے تھے جیسا کہ وہ اس سے پانی لے رہے ہیں اور اسی درے سے واپس جاتی تھی۔ پھر انہوں نے اپنے رب کے امر سے سرکشی اختیار کر لی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین دن کے بعد ان پر عذاب لانے کا وعدہ کیا اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ پھر ان کے اوپر ایک کرخت قسم کی چیخ آئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے جو زمین کے مشارق و مغارب میں تھے سب کو ہلاک کر دیا۔ مگر ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھا اور حرم الٰہی نے اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیا۔ تو عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ابورغال۔ تو جب وہ بھی حرم سے باہر نکلا تو پھر اس تک بھی وہ عذاب پہنچا جو اس کی قوم پر آیا تھا (3)۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے اسی کی مثل حضرت ابن طفیل سے مرفوع حدیث نقل کی ہے (4)۔

امام احمد اور ابن منذر نے حضرت ابو کبشہ انماری سے یہ قول بیان کیا ہے۔ جب غزوۂ تبوک کے وقت قوم اہل حجر کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 264 دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 83 (913) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 371 (3304) دار الکتب العلمیہ بیروت   4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 80-279

طرف تیزی سے چلتے ہوئے ان کے پاس پہنچے، تو لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ نماز تیار ہے۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت آپ فرمارہے تھے کیونکر وہ ایسی قوم پر داخل ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ﷺ ہم ان پر تعجب کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب خیز امر کی خبر نہ دوں؟ تم میں سے ایک آدمی ہے جو تمہیں ان واقعات کی خبر دیتا ہوں جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں اور ان کی بھی جو تمہارے بعد ہونے والے ہیں۔ سیدھی راہ پر استقامت اختیار کرو اور مضبوط رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ تم پر کسی شے کا عذاب آجائے اور عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا جو اپنے آپ سے کسی شے کا دفاع نہیں کر سکیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ ثمودیوں نے جب ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگے اور کہنے لگے: تم پر لازم ہے کہ اس کے بچے کو پکڑ لو۔ لیکن اونٹنی کا بچہ تو قارہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ یہاں تک کہ جب دن ہوا، تو اس نے منہ قبلہ شریف کی طرف کیا اور کہا: یارب میری ماں، یارب میری ماں، یارب میری ماں۔ تو اس وقت ان پر سخت اور کرخت چیخ بھیج دی گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن ابی الہذیل رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب ناقہ کی کونچیں کاٹ دی گئیں تو اس کا بچہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گیا اور وہاں بلبلایا۔ پس جس شے نے بھی اسے سنا وہ ہلاک اور برباد ہوگئی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ناقہ کو قتل کر دیا تو آپ نے انہیں فرمایا: بلاشبہ تم پر عذاب آنے والا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا: اس کی علامت کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے، دوسرے دن زرد اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ سو جب پہلے دن انہوں نے صبح کی تو ان کے چہرے سرخ ہو چکے تھے اور جب دوسرا دن آیا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔ پھر جب تیسرا دن آیا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ تو اب انہیں عذاب کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے حنوط لگا لیا اور کفن پہن لیے اور اپنے گھروں میں مقیم ہو گئے۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان پر ایک سخت چیخ لگائی جس کے سبب ان تمام کی روحیں بدنوں سے نکل گئیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں دعوت حق دی اور انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا اور یہ درخواست کر دی کہ آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں۔ پس آپ اونٹنی لے کر ان کے پاس آئے۔ پانی پینے کے لیے ایک دن اس کے لیے مقرر تھا اور ایک دن ان کے لیے۔ تو ان تمام نے اس کا اقرار کر لیا۔ ناقہ کے لیے پانی پینے کا ایک دن مقرر تھا جس میں وہ پانی پیا کرتی تھی۔ دو پہاڑوں کے درمیان ایک نہر تھی اور اس مقام سے دونوں پہاڑ بہت تنگ تھے۔ اس نہر پر ناقہ کا نشان قیامت تک باقی رہے گا۔ پانی پینے کے بعد وہ ناقہ واپس آئی اور ان کے لیے ٹھہری رہتی یہاں تک کہ وہ دودھ دوہ لیتے۔ اور وہ انہیں خوب سیراب کرتی۔ اور جس دن وہ پانی پینے کے لیے آتے تو وہ نہ آتی، ناقہ کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اس مہینے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 231، دار صادر بیروت

میں تمہارے ہاں ایک بچہ ہوگا اور اس کے ہاتھ پر (یعنی اس کے سبب) تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ تو اس مہینے میں ان میں سے نو افراد کے گھر بچے پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو ذبح کر دیا پھر دسویں آدمی کے گھر بیٹا پیدا ہوا، تو اس نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ اس کے پاس اس سے قبل کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس دسویں بچے کا باپ سرخ نیلا تھا۔ یہ بچہ بہت تیزی سے نشو ونما پاتا رہا۔ جب کبھی یہ ان نو افراد کے پاس سے گزرتا اور وہ اسے دیکھتے تو کہتے۔ اگر ہمارے بیٹے بھی زندہ ہوتے تو اس کی مثل ہوتے۔ چنانچہ یہ تمام افراد حضرت صالح علیہ السلام پر غضب ناک اور ناراض ہوئے۔

امام ابن منذر نے بیان کیا کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا "وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ" کا معنی ہے تم اس کی کونچیں نہ کاٹو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا "وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا" کا معنی ہے کہ وہ پہاڑوں میں سوراخ کر کے گھر بنایا کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ "وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ" کا معنی ہے کہ انہوں نے باطل میں غلو اختیار کیا اور رجفة کا معنی چیخ ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ "فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ" کا مفہوم یہ ہے کہ سارے کا سارا لشکر اپنے اپنے گھروں میں (مردہ ہو گیا)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابن زید سے بیان کیا ہے کہ جٰثِمِیْنَ کا معنی میتین (مردہ) ہے (2)۔

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے کہا جٰثِمِیْنَ کا معنی میتین ہے یعنی وہ اپنے گھروں میں مردہ ہو گئے۔

امام عبد الرزاق اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ثمودیوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو اس کا بچہ چلا گیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس نے کہا: اے میرے رب! میری ماں کہاں ہے؟ وہ سخت بلبلایا۔ تو اس وقت ایک شدید اور کرخت آواز نازل ہوئی اور اس نے ان تمام کو ہلاک کر دیا (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عمار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ناقہ کا سوال کیا پھر اس کے پاس آئے اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ اور بنی اسرائیل نے مائدہ (دستر خواں) کا سوال کیا، وہ ان پر نازل ہوا۔ تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر اختیار کیا۔ بلاشبہ تمہاری آزمائش اور فتنہ درہم و دینار میں ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے نجات حاصل کر لی تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! یہ ایسی جگہ ہے جہاں اس کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب ہوا ہے۔ لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے حرم اور ان کے امن کے ساتھ جا ملو (یعنی سر زمین حرم میں جا کر رہو)۔ پس انہی ساعتوں میں انہوں نے حج کا چاند دیکھا اور وہ چل پڑے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اور پھر یہیں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اس مقدس شہر میں فوت ہوئے اور ان کی قبور کعبہ معظمہ کے مغرب میں واقع ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 73-272 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 274

3۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 82، (912) دار الکتب العلمیہ بیروت

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۖ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۸۴﴾

''اور (بھیجا ہم نے) لوط کو جب انہوں نے کہا اپنی قوم سے کہ کیا تم کیا کرتے ہو ایسی بے حیائی (کا فعل) جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا ساری دنیا میں بے شک تم جاتے ہو مردوں کے پاس شہوت رانی کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ تو حد سے گزرنے والے ہو اور نہ تھا کوئی جواب ان کی قوم کے پاس سوائے اس کے کہ وہ بولے باہر نکال دو انہیں اپنی بستی سے یہ لوگ تو بڑے پاکباز بنتے ہیں پس ہم نے نجات دے دی لوط کو اور ان کے گھر والوں کو بجز ان کی بیوی کے، وہ ہوگئی پیچھے رہ جانے والوں سے اور برسایا ہم نے ان پر (پتھروں کا) مینہ تو دیکھو کیسا (عبرت ناک) انجام ہوا مجرموں کا''۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن صرد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے (1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بستیوں کی طرف بھیجا گیا اور لوط علیہ السلام کی بستیاں چار شہروں پر مشتمل تھیں یعنی سدوم، امورا، عامورا اور صبوریہ۔ ہر بستی میں ایک لاکھ جنگجو تھے اور ان میں سے سب سے بڑا شہر سدوم تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام اسی میں سکونت پذیر تھے۔ یہ شہر ملک شام کے شہروں میں سے ہے اور فلسطین سے ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لوط بن ہاران بن تارح کے چچا تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو وعظ و نصیحت فرماتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قوم لوط کو مہلت دیتا رہا اور انہوں نے اسلام کا پردہ چاک کر دیا اور محارم کی آبروریزی کرنے لگے اور فاحشہ کبریٰ (لواطت) کا ارتکاب کرنے لگے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گدھوں پر سوار ہو کر قوم لوط کے شہروں میں تشریف لائے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ لیکن انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ اپنے گدھے پر آتے تھے اور سدوم کی طرف دیکھ کر فرماتے: اے سدوم! اللہ تعالیٰ کی جانب سے تیرے لیے کون سا دن مقرر ہے۔ بلاشبہ اس

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 308، دار الفکر بیروت

نے تمہیں منع فرمایا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دو۔ یہاں تک کہ مقررہ وقت آپہنچا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا۔ وہ مردوں کی صورت میں اترے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر رکے۔ اس وقت آپ اپنے کھیت میں زمین کی پیمائش کر رہے تھے۔ جب پانی آپ کی زمین کے کھال میں پہنچا تو آپ نے اپنا پیمانہ زمین میں گاڑ دیا اور اس کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی۔ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دیکھا تو کہا: اگر اللہ تعالیٰ کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو وہ بالیقین اس بندے کو خلیل بناتا۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنالیا ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، بیہقی رحمہم اللہ نے ذم الملاہی والشعب میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ''اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ'' کا مفہوم یہ ہے کہ کیا تم مردوں کی دبروں میں بے حیائی کا فعل کیا کرتے ہو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ'' کی تفسیر میں حضرت عمرو بن دینار نے کہا کہ کسی مرد نے مرد کے ساتھ اس طرح کی بے حیائی کا فعل نہیں کیا تھا یہاں تک قوم لوط آئی (اور اس نے اس کا ارتکاب کیا) (3)

امام ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابوصخرہ جامع بن شداد رحمہ اللہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ قوم لوط میں لواطت کا عمل مردوں میں شروع ہونے سے قبل، عورتوں میں چالیس برس تک جاری رہا (4)۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسے آدمی کے بارے پوچھا گیا جو عورت کے ساتھ دبر کے راستے سے ملاپ کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا اس کا آغاز قوم لوط نے کیا تھا۔ پہلے مردوں نے یہ فعل عورتوں کے ساتھ کیا اور پھر یہی فعل مردوں نے مردوں کے ساتھ کیا (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا: مجھ سے سوال کرو۔ تو ابن الکواء نے کہا: کیا عورتوں کے ساتھ ان کی دبروں میں اختلاط کیا جاسکتا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ گھٹیا ہے، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کرے، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ''اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ'' (6)

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ شے جس نے انہیں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ بے حیائی کا فعل کرنے پر ابھارا وہ یہ تھی کہ ان کے گھروں اور ان کے باغات میں ان کے پھل لگے ہوئے تھے اور وہ پھل راستے کی جانب باہر لٹکے ہوئے تھے۔ ایک بار ان پر قحط پڑا اور پھل کی قلت آگئی۔ تو

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 309، دارالفکر بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 359 (5399) دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 359 (5400)
4۔ ایضاً، باب تحریم الفروج، جلد 4، صفحہ 375 (5459)
5۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 320، دارالفکر بیروت
6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 530 (16812) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا: کہ اگر تم اس ظاہر سامنے والے پھل کو مسافروں سے محفوظ رکھو گے تو اس میں تمہارے لیے عیش وخوشحالی ہوگی۔ انہوں نے کہا: ہم کون سی چیز کے سبب اس پھل کو بچا سکتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: تم یہ اصول بنالو کہ اپنے شہر میں جس اجنبی شخص کو پکڑلو، تو اس کے بارے میں یہ طریقہ کرو کہ تم اس کے ساتھ وطی کرو اور اس پر چار درہم جرمانہ لگا دو۔ کیونکہ جب تم اس طرح کرو گے تو لوگ تمہارے شہر کی طرف نہیں آئیں گے۔ پس یہی وہ شے ہے جس نے انہیں اتنی بڑی بے حیائی کے ارتکاب پر ابھارا جس کا ارتکاب اس سے قبل پوری دنیا میں کسی نے نہیں کیا تھا(1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے رحمہما اللہ حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کسی راوی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم لوط کے عمل کا آغاز اس طرح ہوا کہ ابلیس ایک انتہائی خوبصورت بچے کی شکل میں ان کی مخصوص مجلس ذکر میں ان کے پاس آیا۔ جب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے انہیں اپنی طرف بلایا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ لواطت کی۔ پھر انہوں نے اس عمل کو جاری رکھا(2)۔

امام ابن ابی الدنیا، ابوالشیخ، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم لوط کے بارے میں پختہ قول یہ ہے کہ اس وقت عورتیں عورتوں کے سبب اور مرد مردوں کے سبب ایک دوسرے سے مستغنی اور بے نیاز تھے (یعنی عورتیں عورتوں سے، مرد مردوں سے لطف اندوز ہوتے تھے)(3)

امام ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوحمزہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی عورتوں کو ان کے مردوں کے سبب عذاب دیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں انتہائی عدل وانصاف فرمایا ہے کہ اس وقت مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے لطف اندوز ہوتی تھیں(4)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ '' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ لوگ مردوں اور عورتوں کی دبروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں(5)۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ '' کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ انہیں استہزاء کرتے ہوئے کہتے کہ یہ لوگ مردوں اور عورتوں کی دبروں سے بچنے کے سبب بڑے پاک باز بنتے ہیں(6)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے انہی الفاظ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ان لوگوں پر بغیر کسی عیب کے عیب لگایا اور بغیر کسی برائی کے ان کی مذمت کی(7)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ '' کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: '' مگر ان کی بیوی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں باقی رہنے والوں میں سے ہوگی۔ '' اور

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 313، دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 50، صفحہ 320 4۔ ایضاً
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 276، داراحیاء التراث العربی بیروت 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً

''وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا'' کے بارے کہا کہ بقیہ قوم لوط پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی اور اس نے انہیں ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا(1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تو حضرت لوط علیہ اسلام حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے پاس چلے گئے اور پھر انہی کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا'' کی تفسیر میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے ان کے بادیہ نشینوں چرواہوں اور مسافروں پر پتھروں کی بارش برسائی اور ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مطر سے مراد گندھک اور آگ کی بارش ہے۔ یعنی ہم نے ان پر گندھک اور آگ کی بارش برسائی۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ نے کہا ہے قوم لوط کی تعداد چالیس لاکھ تھی۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں، حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جو دوسروں کے غلاموں کا ولی اور مالک بنا، اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے زمین کی حدود کو بدل دیا، اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس پر جس نے کسی اندھے کو راستے سے بھٹکا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے اپنے والدین پر لعنت و ملامت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا (یعنی غیر اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا) اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس پر جس نے جانوروں کے ساتھ بدفعلی کی اور اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کی ہے جس نے قوم لوط جیسا عمل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آخری جملہ تین بار فرمایا(3)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف قوم لوط کے عمل سے ہے(4)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگ اپنی صبح بھی اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کی حالت میں کرتے ہیں اور اپنی شام بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی حالت میں کرتے ہیں۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلا وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، دوسرا وہ عورتیں جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں تیسرا وہ آدمی جو چوپاؤں کے ساتھ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 85، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 326، دار الفکر بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 396 (8052) دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 38-237 (256) بیروت

21B

بدفعلی کرتا ہے اور چوتھا وہ آدمی جو کسی مرد کے ساتھ لواطت کا عمل کرتا ہے(1)۔

امام عبد الرزاق، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جسے تم پاؤ کہ وہ قوم لوط کی مثل عمل کر رہا ہے تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ لوطی کی حد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اسے گاؤں کی سب سے اونچی عمارت پر کھڑا کر کے (لوگوں کو) دکھایا جائے پھر اسے اوندھا کر کے وہاں سے نیچے پھینک دیا جائے۔ پھر اس پر پتھر برسائے جائیں(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت یزید بن قیس رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوطی کو رجم کیا ہے(4)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوطی کو رجم کیا جائے گا چاہے وہ محصن ہو یا محصن نہ ہو، سنت ماضیہ یہی ہے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر کسی کے لیے مناسب ہوتا کہ اسے دوبار رجم کیا جائے تو بالیقین لوطی کو (دوبار) رجم کیا جاتا(6)۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رجم کی علت قوم لوط کا قتل کیا جانا ہے(7)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور ابراہیم رحمہما اللہ دونوں نے کہا کہ لوطی کی حد زانی کی حد کی مثل ہے۔ اگر وہ محصن ہو تو اسے رجم کیا جائے گا ورنہ حد لگائی جائے گی(8)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی قوم لوط کے قبیح عمل کے ساتھ متہم ہوا۔ تو آپ نے قریش کے بعض نوجوانوں کو حکم فرمایا کہ وہ اس کی مجالست اختیار نہ کریں(9)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت وضین بن عطا رحمہما اللہ سے اور انہوں نے بعض تابعین سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ کسی آدمی کو خوبصورت بچے کے چہرے کی طرف دیکھنے کے سبب حد لگائی جائے(10)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 356 (5385) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ متدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 395 (8047) بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 357 (5388)
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 358 (5390)
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً (5391)
7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 497 (27348) مدینہ منورہ
8۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 358 (5392)
9۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 358 (5394)
10۔ ایضاً (5394)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے بقیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض تابعین نے کہا میں عبادت گزار نوجوان پر ضرر رساں درندے کی نسبت اس بے ریش بچے سے زیادہ خوف محسوس کرتا ہوں جو اس کے پاس بیٹھتا ہے(1)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت حسن بن ذکوان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم اغنیاء کے بچوں کے ساتھ مجالست اختیار نہ کرو کیونکہ ان کی صورتیں عورتوں کی صورتوں کی طرح ہوتی ہیں اور ان کا فتنہ باکرہ کنواری کے فتنہ سے زیادہ شدید ہے(2)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت نجیب بن سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کہا جاتا تھا کسی آدمی کو تنہا مکان میں بے ریش (امرد) بچے کے ساتھ رات نہیں گزارنی چاہیے(3)۔

امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ حمام میں داخل ہوئے تو آپ کے پیچھے ایک خوبصورت بچہ بھی اس میں داخل ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: اسے نکال دو۔ کیونکہ میں ہر عورت کے ساتھ شیطان دیکھتا ہوں اور دس سال سے زائد عمر کے بچے کے ساتھ دس سے زائد شیطان دیکھتا ہوں(4)۔

امام ابن ابی الدنیا، حکیم ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ چوپاؤں میں خنزیر اور گدھے کے سوا کوئی بھی قوم لوط کا عمل نہیں کرتا(5)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن سہل رحمہ اللہ نے کہا عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جنہیں لوطیون (لواطت کرنے والے) کہا جائے گا۔ ان کی تین قسمیں ہوں گی: ایک صنف کے لوگ نظر بازی کریں گے، ایک صنف کے لوگ مصافحہ کریں گے اور ایک صنف کے لوگ قوم لوط جیسا عمل کریں گے(6)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ آدمی جو قوم لوط جیسا عمل کرتا ہے اگر وہ آسمان سے گرنے والے ہر قطرے اور زمین میں نکلنے والے پانی کے ہر قطرے کے ساتھ بھی غسل کرے تو وہ پھر بھی ناپاک ہی رہے گا(7)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دبر کی حرمت فرج کی حرمت سے زیادہ شدید ہے(8)۔

امام حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور حضرت بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر (سے) اپنی مخلوق میں سے سات افراد پر لعنت کی ہے اور ان میں سے ہر ایک پر اپنی لعنت کو تین بار لوٹایا ہے اور ہر ایک کے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 358 (5396) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، (5397)
3۔ ایضاً، (باب تحریم الفروج)، جلد 4، صفحہ 359
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 360 (5404)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 359 (5401)
6۔ ایضاً (5402)
7۔ ایضاً، (5403)
8۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب حد الوطی، جلد 5، صفحہ 497 (27349) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

بعد بار بار لعنت کی ہے۔ فرمایا وہ ملعون ہے، وہ ملعون ہے، وہ ملعون ہے جس نے قوم لوط کے عمل کی مثل عمل کیا، وہ ملعون ہے جس نے چوپاؤں میں سے کسی کے ساتھ بدفعلی کی وہ ملعون ہے جس نے بیوی اور اس کی اخیافی بیٹی کو اپنے نکاح میں جمع کر لیا، وہ ملعون ہے جس نے اپنے والدین کی نافرمانی کی، وہ ملعون ہے جس نے غیر اللہ کا نام لے کر کسی جانور کو ذبح کیا، وہ ملعون ہے جس نے زمین کی حدود کو تبدیل کر دیا اور وہ ملعون ہے جو کسی غیر کے غلاموں کا مالک بن گیا(1)۔

امام ابن ماجہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جو قوم لوط کے عمل جیسا عمل کرے تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو رجم کر دو(2)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابو داؤد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے کنوارے آدمی کے بارے پوچھا گیا جو لواطت کرتے ہوئے پایا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: اسے رجم کیا جائے گا(3)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غمزدہ حالت میں دیکھا۔ تو عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سی شے ہے جو آپ کو غمگین کر رہی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے بارے میں یہ خوف کھا رہا ہوں کہ وہ میرے بعد قوم لوط کے عمل جیسے عمل میں مبتلا ہو جائے گی(4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو حصین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے گھر کے محاصرے کے دن اوپر سے لوگوں پر جھانک کر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ چار کے سوا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں۔ ایک وہ آدمی جس نے قتل کیا تو اسے قتل کیا جائے گا۔ دوسرا وہ آدمی جو محصن ہونے کے بعد زنا کرے تیسرا وہ آدمی جو اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو جائے اور چوتھا وہ آدمی جو قوم لوط کے عمل کی مثل عمل کرے(5)۔

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 396 (8053) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 394 (8048)
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب حد الواطی، جلد 5، صفحہ 497 (27339)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 7، صفحہ 365 (1349) المجلس العلمی بیروت 5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 98-497 (27350)

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآىِٕفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۛ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

”اور (ہم نے بھیجا) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے بغیر، بے شک آ گئی تمہارے پاس روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے، تو پورا کرو ناپ اور تول کو اور نہ گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ فساد برپا کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان لانے والے ہو اور مت بیٹھا کرو راستوں پر کہ ڈرا رہے ہو تم (راہ گیروں کو) اور روک رہے ہو تم اللہ کی راہ سے جو ایمان لایا اللہ کے ساتھ اور تلاش کرتے ہو اس میں عیب اور یاد کرو (وہ وقت) جب تم تھوڑے تھے پھر اس نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو! کیا ہوا انجام فساد برپا کرنے والوں کا اور اگر ایک گروہ تم میں سے ایمان لا چکا ہے اس کے ساتھ جو دے کر میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہ لایا تو (ذرا) صبر کرو یہاں تک کہ فیصلہ کر دے اللہ ہمارے درمیان اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے کہنے لگے

وہ سردار جو غرور وتکبر کیا کرتے تھے ان (شعیب) کی قوم سے یا تو ہم نکال کر رہیں گے تمہیں اے شعیب! اور جو ایمان لائے تمہارے ساتھ اپنی بستی سے یا تمہیں لوٹ آنا ہوگا ہماری ملت میں۔ شعیب نے کہا: اگرچہ ہم اس (ارتداد) کو ناپسند بھی کرتے ہو پھر تو ہم نے ضرور بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اگر ہم لوٹ آئیں تمہارے دین میں اس کے بعد کہ جب نجات دے دی ہمیں اللہ نے اس سے اور نہیں کوئی وجہ ہمارے لیے کہ ہم لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ جو پروردگار ہے ہمارا گھیرے ہوئے ہے ہمارا رب ہر چیز کو اپنے علم سے، صرف اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، اے ہمارے رب! فیصلہ فرما دے ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے اور کہا ان رئیسوں نے جو کافر تھے ان کی قوم سے کہ اگر تم پیروی کرنے لگو شعیب کی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ پھر پکڑ لیا انہیں زلزلہ نے تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے۔ جن (بدبختوں) نے جھٹلایا شعیب کو (وہ یوں نابود کر دیے گئے) گویا کبھی بستے ہی نہ تھے ان مکانوں میں، جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو ہو گئے وہی نقصان اٹھانے والے۔ تو منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور کہا اے میری قوم! بے شک میں نے پہنچا دیے تھے تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں نے نصیحت کی تھی تمہیں، تو (اب) کیونکر غم کروں میں کافر قوم (کے ہولناک انجام) پر''۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن بشر رحمہ اللہ کی سند سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن زیاد بن سمعان رحمہ اللہ نے کسی کتاب پڑھنے والے سے یہ خبر دی ہے کہ تورات کو ماننے والے یہ گمان رکھتے ہیں کہ تورات میں حضرت شعیب علیہ السلام کا نام میکائیل ہے، سریانی زبان میں آپ کا اسم گرامی جزی بن یشخر ہے اور عبرانی زبان میں آپ کا اسم گرامی شعیب بن یشخر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن بشر رحمہ اللہ کی سند سے شرقی بن القطامی سے یہ بیان کیا ہے اور یہ علم الانساب کے ماہر جید عالم تھے۔ انہوں نے کہا کہ عبرانی زبان میں آپ کا اسم گرامی شیروب ہے اور عربی زبان میں شعیب ابن عیفا بن یوبب بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، یوبب جعفر کے وزن پر ہے، اس کا پہلا حرف یاء اور واؤ کے بعد دو باء ہیں۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد رسول اور نبی تھے۔ آپ کا اور آپ کی قوم کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (اعراف: 85) (اور (ہم نے بھیجا) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، اس کے بغیر تمہارا کوئی خدا نہیں ہے)۔ ان لوگوں میں شرک بھی تھا اور اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے اور اپنے نبی کو جھٹلانے کے ساتھ ساتھ، ان میں ناپ تول میں کمی کرنے والے بھی تھے، وہ انتہائی سرکش اور باغی قوم تھی، وہ راستے پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو ان کے مالوں میں نقصان پہنچاتے، یہاں تک کہ وہ مال خرید لیتے۔ اس طریقے کا آغاز سب سے پہلے انہوں نے ہی کیا۔ جب ان کے پاس کوئی اجنبی

آدمی آتا تو اس سے دراہم لے لیتے اور پھر کہہ دیتے تیرے یہ دراہم کھوٹے ہیں اور انہیں توڑ دیتے پھر وہ انہی دراہم کو اس سے کم قیمت پر خرید لیتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (اعراف:86) (اور نہ فساد برپا کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد) ان کے شہر بلادمیرۃ تھے۔لوگ ان شہروں سے کھنچتے چلے آتے تھے لیکن یہ ان کے راستے میں بیٹھ جاتے تھے اور لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ وہ انہیں کہا کرتے: اس کی کوئی بات نہ سنو، کیونکہ یہ بہت بڑا کذاب ہے، تمہیں فتنہ میں مبتلا کردے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (اعراف:86) (اور مت بیٹھا کرو راستوں پر کہ ڈرارہے ہو تم لوگوں کو) کہ اگر تم نے شعیب کی اتباع کی تو وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کردے گا۔ پھر وہ حضرت شعیب علیہ السلام کو ڈراتے دھمکاتے اور کہتے اے شعیب! بالیقین ہم تجھے اپنے گاؤں سے نکال دیں گے یا پھر تو ہماری ملت یعنی ہمارے آباؤ اجداد کے دین کی طرف لوٹ آئے گا۔ تو اس وقت آپ نے فرمایا "وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴿۸۸﴾ (ہود) (اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ خود تمہارے خلاف کرنے لگوں اس امر میں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں۔ (نیز) میں نہیں چاہتا ہوں مگر (تمہاری) اصلاح (اور درستی) جہاں تک میرا بس ہے۔ اور نہیں میرا راہ پانا مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں) یعنی وہی مجھے بچانے والا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ (اعراف:88) اگرچہ تمہارے دین کی طرف لوٹنا ہم ناپسند بھی کرتے ہوں اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹ آئیں پھر تو ہم نے اللہ تعالیٰ پر ضرور جھوٹا بہتان باندھا۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ ہم اس دین میں لوٹیں، اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات عطا فرمائی ہے اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّنَا (اعراف:89) (مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا پروردگار ہے) تو اس میں آپ نے انجام سے خوف محسوس کیا اور مشیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا۔ "وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا" ہمارا رب ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے یعنی ہم نہیں جانتے جو کچھ ہمارے لیے پہلے لکھ دیا گیا ہے "عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۭ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ" صرف اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے رب! فیصلہ فرمادے ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت شعیب علیہ السلام بڑے حلیم، صادق اور انتہائی باوقار تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی آپ کا ذکر فرماتے تو فرماتے آپ خطیب الانبیاء تھے اس لیے کہ جب آپ اپنی قوم کو دعوت حق دیتے تو قوم کی طرف رجوع کا انداز انتہائی حسین اور دلکش ہوتا۔ اور جب وہ آپ کی دعوت کا انکار کرتے ہوئے آپ کو جھٹلا دیتے اور آپ کو رجم اور شہر سے باہر نکال دینے کی دھمکی دیتے تو ایسی حالت میں بھی آپ کا انداز انتہائی شستہ اور پروقار ہوتا۔

آپ کی قوم کے طاقت ور لوگ کمزوروں کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے کہتے "لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ" اگر تم شعیب کی پیروی کرنے لگو تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے، اس کے باوجود حضرت شعیب علیہ السلام انہیں دعوت دینے سے نہیں رکے، پھر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی اختیار کی تو انہیں ایک زلزلے نے پکڑ لیا۔ وہ اس طرح کہ

حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کے پاس آکر ٹھہرے۔ پھر ایک سخت چیخ لگائی جس سے پہاڑ اور زمین کانپ اٹھی۔ اور اس کے ساتھ ان کی ارواح ان کے جسموں سے نکل گئیں۔ اس کا ذکر اس آیت میں فرمایا ''فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ '' وہ اس طرح کہ جب انہوں نے چیخ سنی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے سبب سخت گھبرا گئے اور خوف زدہ ہو گئے۔ اور اسی دوران زمین لرز اٹھی اور اس زلزلے نے انہیں مردہ حالت میں زمین پر پھینک دیا (1)۔

اسحاق اور ابن عساکر نے حضرت عکرمہ اور سدی دونوں سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو بار نہیں بھیجا۔ ایک بار مدین کی طرف بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے سخت چیخ اور زلزلے کے ساتھ وہاں کے رہنے والوں کو گرفت میں لے لیا اور دوسری بار اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یوم الظلہ کے عذاب کے ساتھ پکڑ لیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ (اعراف:85) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم لوگوں پر ان کی چیزوں کے بارے میں ظلم و زیادتی نہ کرو۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ کا معنی لَا تَظۡلِمُوۡهُمۡ ہے۔ یعنی تم لوگوں پر ظلم نہ کرو۔ اور وَلَا تَقۡعُدُوۡا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوۡعِدُوۡنَ کی تفسیر میں فرمایا وہ لوگ ان لوگوں کو ڈراتے تھے جو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آئے اور اسلام لانے کا ارادہ کرتے (تو اللہ تعالیٰ نے انہیں راستے میں بیٹھ کر راہ گیروں کو ڈرانے دھمکانے سے منع فرمایا) (2)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ وَلَا تَقۡعُدُوۡا الآیہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا'' وہ راستے میں بیٹھتے تھے اور جو بھی ان کے پاس آتا اسے یہ بتاتے کہ شعیب (علیہ السلام) کذاب ہے پس وہ تمہیں تمہارے دین کے بارے میں فتنہ میں نہ ڈال دے (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صراط کا معنی طریق (راستہ) ہے اور'' توعدون '' کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آنے سے ڈراتے تھے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ توعدون کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ تم حق کے ہر راستے سے ڈرا رہے ہو اور تم یہاں کے باسیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک رہے ہو اور تم اس میں عیب تلاش کرتے ہو (5)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ تم راستے میں چنگی لینے کی خاطر نہ بیٹھو کہ تم لوگوں کو ڈراتے ہو اور انہیں اسلام سے روکتے ہو اور تم ہلاکت کے (ذرائع) تلاش کرتے ہو (6)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی اتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ'' وتبغونها '' کی تفسیر میں حضرت قتادہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 280 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 79-278 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 279

4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 80-279 6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 280

رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا، تم ایسا راستہ تلاش کرتے ہو جو حق سے پھرا ہوا ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ تم راستوں پر مت بیٹھا کرو۔ اس حال میں کہ تم چنگی وصول کرتے ہو اور راہ گیروں کو خوفزدہ کرتے ہو۔ یعنی مراد محصول لینے والے لوگ ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یا کسی اور سے (یہ شک حضرت ابوالعالیہ کو ہے) یہ روایت بیان کی ہے کہ شب معراج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر راستے میں پڑی ہوئی ایک ایسی لکڑی کے پاس سے ہوا کہ وہ اپنے پاس سے گزرنے والے کے کپڑے کو چاک کر دے اور گزرنے والی ہر شے کو پھاڑ دے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کی ان قوموں کی مثال ہے جو راستے پر بیٹھیں گے اور ڈاکے ڈالیں گے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی "وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ "(1)

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ "وَ مَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ" کی تفسیر میں سدی نے کہا: ہمیں نہیں چاہیے کہ ہم تمہارے شرک میں لوٹ آئیں "بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا" اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات عطا فرما دی ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو شرک کو نہیں چاہے گا۔ لیکن وہ کہتا ہے "مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے (2)۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے موفقیات میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قدریہ کے بارے کہا: قسم بخدا! وہ اس طرح نہیں کہتے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ ہی اس طرح جیسا کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات نے فرمایا اور نہ ہی اس طرح جیسے اصحاب جنت نے کہا اور نہ ہی اس طرح جیسے اصحاب دوزخ نے کہا اور نہ ہی اس طرح کہتے ہیں جیسے ان کے بھائی ابلیس نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (الدھر:30)" اور (اے لوگو!) تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ خود چاہے"۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا "وَ مَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (اور ہمارے لیے کوئی وجہ نہیں کہ ہم لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے) اور اصحاب جنت نے کہا" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ "(الاعراف:43)" ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے راہ دکھائی ہمیں اس بہشت کی اور ہم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے اگر نہ ہدایت دیتا ہمیں اللہ تعالیٰ"۔ اور اصحاب دوزخ نے کہا "وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (الزمر)" لیکن ثبت ہو چکا تھا (لوح محفوظ میں) عذاب کا حکم کفار پر"۔ اور ابلیس نے کہا "رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ "(الحجر:39)" وہ بولا اے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے الوقف والا بتداء میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 280 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 6

بِالۡحَقِّ ” یہاں تک کہ میں نے ذی یزی کی بیٹی کو یہ کہتے سنا تَعَالَ اُفَاتِحۡكَ یَعۡنِیۡ اُقَاضِیۡكَ (آؤ میں تمہارا فیصلہ کروں گی) (تب مجھے افتح کا مفہوم ذہین نشین ہوا)(1)

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ افۡتَحۡ کا معنی اقض (تو فیصلہ فرما) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ افۡتَحۡ کا معنی القضاء (فیصلہ ہے) یہ لغت یمانیہ ہے جب ان میں سے کسی نے کہنا ہو ” تَعَالَ اُقَاضِیۡكَ الۡقَضَا ” (آؤ میں تمہارا فیصلہ کروں) تو وہ کہتا ہے تَعَالَ اُفَاتِحۡكَ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ” كَاَنۡ لَّمۡ یَغۡنَوۡا فِیۡهَا ” کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (جھٹلانے والوں کو اس طرح نابود کر دیا گیا) گویا کہ وہ کبھی اس میں آباد ہوئے ہی نہیں تھے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان فرمایا: گویا کہ وہ کبھی اس میں زندہ رہے ہی نہیں (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں گویا کہ انہوں نے کبھی اس میں زندگی گزاری ہی نہیں (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ” فَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ وَ قَالَ یٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَ نَصَحۡتُ لَكُمۡ ” کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بہت زیادہ تبلیغ کرتے تھے۔ اور قسم بخدا! اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو پیغام حق اسی طرح سناتے تھے جیسے تمہارے نبی حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو سنایا کرتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ” فَكَیۡفَ اٰسٰی ” کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ (اب) میں کیونکر غم کروں۔

امام ابن عساکر نے حضرت مبلۃ بن عبداللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو نصف رات کے وقت اہل مدین کی طرف بھیجا۔ تاکہ انہیں ان کے مال و اسباب سمیت الٹا کر دیں۔ تو آپ کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی جو کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کر رہا تھا۔ تو آپ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ آپ اسے بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک کر دیں۔ پھر آپ بلندیوں کی جانب لوٹ کر گئے اور عرض کی: اَللّٰهُمَّ اَنۡتَ سُبُّوۡحٌ قُدُّوۡسٌ ” اے اللہ! تیری ذات سراپا حمد و ستائش ہے اور تیری ذات پاک ہے، تو نے مجھے مدین کی طرف بھیجا ہے تاکہ ان کی بستیوں کو الٹا کر دوں۔ تو میں نے ایک آدمی کو پایا وہ کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کر رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: وہ فلاں بن فلاں ہے، اس نے مجھے نہیں پہچانا۔ لہٰذا اسی سے (عذاب کا) آغاز کر کیونکہ اس نے میرے محارم کا دفاع نہیں کیا مگر صلح اور حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 7 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 10 3۔ ایضاً

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام وہ کتاب پڑھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد حرام میں دو قبریں ہیں، ان دو کے سوا ان میں کوئی قبر نہیں۔ ایک قبر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہے اور دوسری حضرت شعیب علیہ السلام کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر مبارک مقام حجر میں ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر مبارک حجر اسود کے بالمقابل ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا اور آپ کے ساتھ مومنین کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان تمام کے مزارات کعبہ معظمہ کی مغربی جانب ہیں اور وہ دارالندوہ اور باب بنی سہم کے درمیان واقع ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے یعقوب بن ابی سلمہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو آپ فرماتے وہ تو خطیب الانبیاء تھے۔ کیونکہ آپ کا قوم کی طرف رجوع انہیں دعوت حق دینے کی صورت میں اور پھر ان کی جانب سے انکار کی صورت میں انتہائی حسین اور دلکش تھا۔ پس جب انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو رجم کرنے اور شہر سے نکال دینے کی دھمکی دی اور اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی اور تکبر اختیار کیا تو یوم الظلہ کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا اور مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل مدین میں سے ایک آدمی جسے عمرو بن حلہا کہا جاتا تھا، جب اس نے عذاب دیکھا تو اس نے کہا:

يَا قَوْمِ اِنَّ شُعَيْبًا مُرْسَلٌ فَذَرُوْا عَنْكُمْ سَمِيْرًا وَّ عِمْرَانَ بْنَ شَدَّادِ

"اے قوم بلاشبہ حضرت شعیب علیہ السلام رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پس تم سمیر اور عمران بن شداد کو چھوڑ دو"۔

اِنِّيْ اَرٰى غَيْنَةً يَا قَوْمِ قَدْ طَلَعَتْ تَدْعُوْ بِصَوْتٍ عَلٰى صَمَانَةِ الْوَادِ

"اے قوم! بلاشبہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عذاب ظاہر ہو چکا ہے جو وادی کی بقا کے خلاف آواز دے رہا ہے"۔

وَاِنَّهٗ لَا يُرَوّٰى فِيْهِ ضُحٰى غَدٍ اِلَّا الرَّقِيْمُ يَمَشِّيْ بَيْنَ اَنْجَادِ

"کل دن کے وقت اس میں کوئی سیراب نہیں ہوگا سوائے کتے کے جو ساز و سامان کے درمیان گھوم پھر رہا ہوگا"۔

سمیر اور عمران بن شداد دونوں ان کے کاہن تھے اور رقیم ان کا کتا تھا (4)۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 23، صفحہ 78، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 23، صفحہ 79 3۔ ایضاً، جلد 23، صفحہ 80

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 620 (4071) دار الکتب العلمیہ بیروت

لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

”اور نہ بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی مگر یہ کہ (جب نبی جھٹلایا گیا) تو ہم نے مبتلا کر دیا وہاں کے باشندوں کو سختی اور تکلیف میں تا کہ وہ گڑگڑانے لگیں پھر ہم نے بدل دی تکلیف کی جگہ راحت حتیٰ کہ وہ پھلے پھولے اور کہنے لگے: بے شک (یونہی) پہنچا کرتی تھی ہمارے باپ دادا کو (کبھی) تکلیف اور (کبھی) راحت تو ہم نے پکڑ لیا انہیں اچانک اور اس کا انہیں خواب وخیال بھی نہ تھا“۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پھر ہم نے شدت اور تنگی کو راحت اور خوش حالی میں بدل دیا ”حَتّٰى عَفَوْا“ یہاں تک کہ وہ تعداد میں بڑھ گئے اور ان کے مال ومتاع وافر ہو گئے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ السَّيِّئَةِ سے مراد شر اور برائی ہے اور الْحَسَنَةَ سے مراد راحت وخوشحالی، عدل وانصاف اور اولاد ہے۔ اور آپ ”حَتّٰى عَفَوْا“ کا معنی اس طرح بیان کرتے ہیں ”یہاں تک کہ ان کے مال ومتاع اور ان کی اولاد کثیر ہو گئی“ (1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ”وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ“ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ کہنے لگے کہ اسی کی مثل حالات ہمارے آباؤاجداد پر بھی آتے تھے اور یہ کچھ نہیں۔ اور ”فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ“ کی تفسیر میں آپ نے کہا کہ اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ بغاوت کی اور اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو کبھی نہیں پکڑا مگر اس کے سکوت، غفلت اور خوشحالی کی حالت میں۔ پس تم اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھو۔ بلاشبہ فاسق قوم کے سوا کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو بے خبر خیال نہیں کرتا (2)۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

”اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم کھول دیتے ان پر برکتیں آسمان کی اور زمین کی لیکن انہوں نے جھٹلایا (ہمارے رسولوں کو) تو پکڑ لیا ہم نے انہیں بوجہ ان کرتوتوں کے جو وہ کیا کرتے تھے“۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 13-12، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 13

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اگر بستیوں والے اس کے ساتھ ایمان لاتے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور اس سے بچتے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تو بالیقین آسمان انہیں اپنی برکتیں عطا کرتا اور زمین اپنی نباتات اور سبزے کے ساتھ انہیں نوازتی۔

امام ابن ابی حاتم نے معاذ بن رفاعہ کی سند سے موسیٰ الطائفی سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روٹی کی عزت و تکریم کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی برکات سے اسے نازل فرمایا اور زمین کی برکتوں سے اسے نکالا (1)۔

بزار اور طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن ام حرام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو قبلوں کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے روٹی کی عزت و تکریم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے آسمان کی برکات سے نازل کیا ہے اور زمین کی برکتیں اس کے لیے مسخر کردی ہیں اور جو کوئی اس کھانے کو اٹھالیتا ہے جو دستر خوان سے گر جاتا ہے تو اس کی مغفرت کردی جائے گی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بستی والوں کو اتنی وسعت اور خوشحالی عطا فرمائی کہ وہ استنجا روٹی سے کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بھوک اور قحط بھیج دیا یہاں تک کہ وہ ایسی چیزیں خود کھانے لگے جو پہلے دوسروں کو کھلاتے تھے۔

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿٩٧﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩٨﴾

"تو کیا بے خوف ہو گئے ہیں ان بستیوں والے اس سے کہ آجائے ان پر ہمارا عذاب راتوں رات اس حال میں کہ وہ سو رہے ہوں یا کیا بے خوف ہو گئے ہیں ان بستیوں والے اس سے کہ آجائے ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت جب کہ وہ کھیل کود رہے ہوں"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو نضرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جب کوئی آدمی یہ آیت پڑھے "أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ" تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی آواز بلند کرے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم مرغ اور کتے نہ رکھو۔ پس تم بستیوں والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا۔

أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩٩﴾

"تو کیا یہ بے خوف ہو گئے ہیں اللہ کی خفیہ تدبیر سے، پس نہیں بے خوف ہوتے اللہ کی خفیہ تدبیر سے سوائے اس قوم کے جو نقصان اٹھانے والی ہوتی ہے"۔

1۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 235 (40776)

2۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 335، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے اپنے دوست کی طرف لکھا: جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے تو کوئی ایسی شے حاصل کرے جو تیرے لیے باعث مسرت وخوشی ہو تو اس سے بے خوف نہ ہو جا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی خفیہ تدبیر ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے سوائے اس قوم کے جو نقصان اٹھانے والی ہوتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا: یہ خوف کیسا ہے جو تمہیں لاحق ہے حالانکہ میں نے تمہیں اس مقام ومرتبہ پر فائز کیا ہے، جس پر تمہارے سوا کسی کو نہیں کیا؟ تو انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے۔ کیونکہ نقصان اٹھانے والی قوم کے سوا کوئی بھی تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتا۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ زوائد الزہد میں حضرت علی بن ابی حلیمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ذر بن عبداللہ خولانی جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد میں ہی پڑے رہتے۔ اور جب واپسی کا ارادہ کرتے تو بلند آواز میں یہ آیت پڑھتے ”فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ“

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اسماعیل بن رافع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا بندے کے گناہ پر قائم رہنے کے مترادف ہے۔ درآنحالیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی تمنا اور آرزو رکھتا ہو۔

اَوَ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰

”کیا یہ (حقیقت) واضح نہ ہوئی ان لوگوں پر جو وارث بنے زمین کے اس کے اصلی مالکوں (کی تباہی) کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو سزا دیں انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اور مہر لگا دیں ان کے دلوں پر تاکہ وہ کچھ سن ہی نہ سکیں“۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ”اَوَلَمْ يَهْدِ“ کا معنی اَوَلَمْ يُبَيِّنْ ہے (یعنی کیا یہ (حقیقت) واضح نہ ہوئی) (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ”لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا“ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ ان سے مراد مشرکین ہیں (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 15 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 16

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

''یہ بستیاں ہیں ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ان کی کچھ خبریں اور بے شک آئے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ اور نہ ہوا یہ کہ ایمان لاتے اس پر جس کو جھٹلا چکے تھے اس سے پہلے۔ اسی طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ'' کی تفسیر میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ جس دن کا انہوں نے میثاق کے ساتھ اقرار کیا ہے بعض اس کی تکذیب کریں گے اور بعض اس کی تصدیق کریں گے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ'' کا مفہوم اس ارشاد کی مثل ہے ''وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ'' (الانعام: 28) ''اور اگر انہیں واپس بھیجا جائے (جیسے ان کی خواہش ہے) تو پھر بھی وہی کریں جس سے روکے گئے تھے'' (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی ارشاد کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: اس سے مراد وہ دن ہے جس دن اس سے وعدہ لیا گیا اور وہ مجبوراً ایمان لائے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ'' کی تفسیر میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ جانتا ہے کہ کون مطیع و فرمانبردار ہوگا اور کون نافرمان۔ اور یہ اس وقت سے ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی تصدیق یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا ''قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾'' (ہود) ''اے نوح (کشتی سے) اتر یے امن و سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ جو آپ پر ہیں اور ان قوموں پر جو آپ کے ہمراہ ہیں۔ اور (آئندہ) کچھ قومیں ہوں گی ہم لطف اندوز کریں گے انہیں، پھر پہنچے گا انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب''۔ اور اسی کے بارے میں یہ فرمایا ''وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾'' (الانعام) اور اسی کے بارے میں یہ ارشاد بھی ہے ''وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾'' (الاسراء:) ''اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو''۔

امام ابوالشیخ نے مقاتل بن حیان سے ارشاد باری تعالیٰ ''وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ''

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 17　　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 16

لگایا۔ تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا اگر تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لے آتا تو اس کی بارگاہ میں التجا کرتا کہ وہ تجھ پر تیرا شباب لوٹا دے۔ تو اس نے اس کا ذکر ہامان سے کیا۔ تو اس نے اسے سیاہ رنگ کے ساتھ رنگ دیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا تیری میعاد تین دن ہے۔ سو جب تین دن گزر گئے تو اس کا خضاب اتر گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون پر اسی دروازے بند کیے جاتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جس دروازے کے پاس بھی آتے وہ خود بخود کھل جاتا تھا اور آپ کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔

وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِیْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۹﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۱۱۲﴾

”اور کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اے فرعون! بلاشبہ میں رسول ہوں پروردگار عالم کا واجب ہے مجھ پر کہ میں نہ کہوں اللہ پر سوائے سچی بات کے، میں آیا ہوں تمہارے پاس روشن دلیل لے کر تمہارے رب کی طرف سے، پس بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو فرعون نے کہا اگر تم لائے ہو کوئی نشانی تو پیش کرو اسے اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو ڈال دیا موسیٰ نے اپنا عصا تو فوراً وہ صاف اژدہا بن گیا اور نکالا اپنا ہاتھ (گریبان سے) تو فوراً وہ سفید (روشن) ہو گیا دیکھنے والوں کے لیے کہنے لگے قوم فرعون کے رئیس واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہارے ملک سے تو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو بولے مہلت دو اسے اور اس کے بھائی کو اور بھیجو شہروں میں ہرکارے تاکہ وہ لے آئیں تمہارے پاس ہر ماہر جادوگر کو“۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس طرح پڑھتے تھے ”حَقِیْقٌ عَلَیَّ اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ“ یعنی عَلٰی کی جگہ عَلَیَّ پڑھتے تھے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''فَاَلْقٰى عَصَاهُ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ عصا مبارک حضرت آدم علیہ السلام کا عصا تھا۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف آئے تو ایک فرشتے نے وہ عصا آپ کو دیا۔ وہ رات کے وقت آپ کو روشنی مہیا کرتا تھا اور دن کے وقت آپ اسے ساتھ لے کر زمین میں گھومتے پھرتے اور اپنے لیے رزق تلاش کرتے اور اس کے ساتھ اپنے ریوڑ کو ہانکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ'' (تو فوراً وہ صاف اژدہا بن گیا) یعنی ایسا سانپ بن گیا قریب تھا کہ وہ آپ پر حملہ آور ہو جائے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت منہال رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ سانپ آسمان کی جانب ایک میل تک بلند ہو گیا اور وہ فرعون کی طرف آیا۔ وہ کہنے لگا: اے موسیٰ! جو چاہو مجھے حکم دو۔ اور فرعون کہنے لگا: اے موسیٰ! میں اس کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے بھیجا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ اس نے آپ کے پیٹ کو پکڑ لیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے۔ تو وہ اون کا ایسا لباس پہنے ہوئے تھے جو اس کی گردن سے اوپر تک تھا۔ فرعون سے آپ کے اندر آنے کی اجازت لی گئی۔ تو اس نے کہا: آپ کو لے آؤ۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور فرمایا: بلاشبہ میرے الہٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے۔ تو اس نے اپنے گرد بیٹھنے والوں کو کہا: میں اپنے سوا تمہارے لیے اور کوئی الہٰ نہیں جانتا، اسے پکڑ لو۔ آپ نے فرمایا: میں تیرے پاس نشانی اور معجزہ لے کر آیا ہوں۔ تو اس نے کہا: اسے پیش کرو اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈال دیا۔ تو وہ اژدہا بن گیا۔ ایسا کہ اس کے دو جبڑوں کے درمیان محل کی چھت اور زمین کے درمیان کی ہر شے سما سکتی تھی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اپنے گریبان میں داخل کیا اور جب اسے نکالا تو بجلی کی مثل اس طرح چمکنے لگا کہ آنکھیں چمک اٹھیں۔ پس وہ اپنے چہروں کے بل گر پڑے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو پکڑ لیا۔ پھر تشریف لے گئے اور وہاں سے سب لوگ بھاگ گئے۔ پھر جب افاقہ ہوا اور فرعون سے خوف اور ڈر جاتا رہا تو اس نے اپنے پاس بیٹھنے والے رئیسوں کو کہا: تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: مہلت دے دو اسے اور اس کے بھائی کو۔ نہ تم اسے ادھر لاؤ اور نہ ہی وہ ہمارے قریب آئے۔ اور شہروں میں ہرکارے بھیج دو اور جادوگر فرعون سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ اس نے ان کی طرف بڑی تیزی سے ہرکاروں کو بھیجا اور انہوں نے انہیں جا کر کہا: تحقیق تمہارے الہٰ کو تمہاری ضرورت ہے اور ساتھ یہ بتاتے کہ اس اس طرح کا کام ہے۔ جادوگروں نے کہا: بالیقین یہ کوئی جادوگر جادو کر رہا ہے کیا ہمارے لیے کوئی اجر ہوگا اگر ہم غالب آ گئے؟ کہنے لگا: کیا ایک جادوگر لوگوں پر جادو کر سکتا ہے اور ایک جادوگر جادوگر پر جادو نہیں کر سکتا؟ اس نے کہا ہاں بے شک (اگر تم غالب آ گئے) تو بلاشبہ تم مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حکم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا عوسج (کانٹے دار درخت) کا تھا اور اس کے بعد عوسج کسی کے لیے مسخر نہیں ہوا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا نام ماشا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مسلم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہی دابۃ الارض تھا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ کہ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ سے مراد مذکر سانپ ہے(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت معمر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ فَاِذَا هِیَ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ کا معنی ہے وہ بہت بڑا سانپ بن گیا۔ معمر کا قول ہے کہ کسی اور نے کہا کہ وہ شہر کی مثل بڑا سانپ بن گیا(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا کہ وہ زرد رنگ کا مذکر سانپ بن گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اژدہا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک سے بنا تھا اس کے دو جبڑوں کے درمیان بارہ ذراع کا فاصلہ تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت فرقد سنجی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون کو جب حاجت پیش آئی تو پچاس فرسخ کی مسافت پر جادوگر اسے لے گئے اور جب حاجت ختم ہوگئی تو وہ اسے لے آئے کیونکہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اپنا منہ کھولا تو اس کے دو جبڑوں کے درمیان چالیس ذراع کا فاصلہ تھا اور اس دن چالیس بار اس نے ایسا کیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے '' فَاِذَا هِیَ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ '' کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ سانپوں میں سے نر سانپ تھا، اپنا منہ کھولے ہوئے تھا۔ اپنا نیچے والا جبڑا زمین پر اور اوپر والا جبڑا محل کی فصیل پر رکھے ہوئے تھا۔ پھر وہ فرعون کی طرف متوجہ ہوا، تا کہ اسے پکڑ لے۔ جب فرعون نے اسے دیکھا تو وہ اس سے انتہائی خوفزدہ ہوا اور اچھل پڑا اور اس نے ایسی بات کہی جو اس سے قبل کبھی نہیں کی تھی۔ وہ زور زور سے پکارنے لگا: اے موسیٰ! اسے پکڑ لو میں تیرے ساتھ ایمان لے آؤں گا اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دوں گا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا تو وہ عصا بن گیا(3)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ وَّنَزَعَ يَدَهٗ میں ید سے مراد ہتھیلی ہے یعنی اپنی ہتھیلی نکالی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے '' يُّرِيۡدُ اَنۡ يُّخۡرِجَكُمۡ '' کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ '' اَرۡجِهۡ '' کا معنی اخرہ ہے۔ یعنی تو اسے مہلت دے دے(4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' قَالُوۡۤا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ '' کا معنی حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ قوم فرعون کے رئیسوں نے کہا: تو اسے اور اس کے بھائی کو روک لے(5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 21 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 20 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 24 5۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ" کہ تو شہروں میں شرط (پولیس والے (ہرکارے) بھیج دے(1)۔

وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ۚ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ۚ وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ۙ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ۚ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

"اور آگئے جادوگر فرعون کے پاس۔ جادوگروں نے کہا یقیناً (آج تو) ہمیں بڑا انعام ملنا چاہیے اگر ہم (موسیٰ پر) غالب آجائیں فرعون نے کہا بے شک اور (اس کے علاوہ) تم خاصان بارگاہ سے ہو جاؤ گے جادوگروں نے کہا اے موسیٰ! یا تو تم (پہلے) ڈالو ورنہ ہم ہی (پہلے) ڈالنے والے ہیں آپ نے فرمایا تم ہی ڈالو پس جب انہوں نے ڈالا تو جادو کر دیا انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر اور خوفزدہ کر دیا انہیں اور مظاہرہ کیا انہوں نے بڑے جادو کا اور ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ ڈال دیجئے اپنا عصا۔ تو فوراً وہ نگلنے لگا جو فریب انہوں نے بنا رکھا تھا تو ثابت ہو گیا حق اور باطل ہو گیا جو (جادو) وہ کیا کرتے تھے یوں فرعونی مغلوب ہو گئے وہاں (بھرے مجمع میں) اور پلٹے ذلیل و خوار ہو کر اور گر پڑے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے (اور) کہنے لگے ہم تو ایمان لے آئے سارے جہانوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 24

کے پروردگار پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا فرعون نے کہا تم تو ایمان لائے ہوئے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں (اس کے مقابلہ کی) تمہیں اجازت دیتا۔ بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے (مل کر) کیا ہے شہر میں تا کہ تم نکال دو یہاں سے اس کے اصلی باشندوں کو۔ ابھی (اس کا انجام) تمہیں معلوم ہو جائے گا میں (پہلے) کٹوا دوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مختلف طرفوں سے پھر تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا سب کے سب کو وہ بولے (پرواہ نہیں) ہم تو اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں اور تو کیا ناپسند کرتا ہے ہم سے بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے اپنے رب کی آیتوں پر جب وہ آئیں ہمارے پاس۔ اے ہمارے رب! انڈیل دے ہم پر صبر اور وفات دے ہمیں اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں"۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ جادوگر ستر آدمی تھے۔ وہ صبح کے وقت جادوگر تھے اور شام کے وقت شہداء تھے۔ ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور دن کے آخری حصہ میں شہید تھے کیونکہ اس وقت وہ قتل کر دیے گئے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون کے جادوگر بارہ ہزار تھے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن اسحٰق سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون نے پندرہ ہزار جادوگر جمع کیے (3)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوثمامہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون کے جادوگر ستر ہزار تھے اور ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد انیس ہزار تھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جادوگروں کی تعداد تیس ہزار سے کچھ زائد تھی۔ ان میں سے ہر آدمی کے پاس رسی یا چھڑی تھی پس جب انہوں نے انہیں پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں خوفزدہ کر دیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون کے ستر ہزار جادوگر تھے سو انہوں نے ستر ہزار رسیاں اور ستر ہزار چھڑیاں زمین پر پھینکیں۔ یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کے جادو کے سبب یہ خیال آنے لگا کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! اپنا عصا ڈالو۔ پس آپ نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ صاف اژدہا بن گیا۔ اس نے اپنا منہ کھولا اور ان کی رسیوں اور چھڑیوں کو نگل گیا۔ تو اس وقت جادوگر سجدے میں گر گئے۔ انہوں نے اپنے سر نہیں اٹھائے یہاں تک کہ جنت، دوزخ اور ان کے اہل کا انجام دیکھ لیا (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ جادوگر جنہیں اللہ تعالیٰ نے حالت اسلام پر موت دی ان کی تعداد اسی ہزار تھی۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 86 (926) دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 26
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 27
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 28-27

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ تین سو جادوگر قرم کے رہنے والے تھے، تین سو عریش سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں اس بات میں شک ہے کہ ان میں سے تین سو اسکندریہ کے باسی تھے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کیا ہمارے لیے عطا اور فضیلت و برتری ہوگی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: انہوں نے موٹی رسیاں اور لمبی چھڑیاں زمین پر پھینکیں۔ تو ان کے جادو کے سبب یہ وہم ہونے لگا کہ یہ دوڑ رہی ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ کی تفسیر میں حضرت سدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو۔ تو آپ نے اپنا عصا مبارک زمین پر ڈال دیا۔ تو وہ تمام کے تمام سانپوں کو کھا گیا۔ پس جب جادوگروں نے یہ منظر دیکھا تو سجدے میں گر گئے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ''وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک زمین پر پھینکا۔ تو وہ سانپ کی صورت میں بدل گیا اور وہ ان کے سارے جادو، چھڑیاں اور ان کی رسیوں کو کھا گیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مَا يَاْفِكُوْنَ کا معنی يَكْذِبُوْنَ نقل کیا ہے۔ یعنی وہ فوراً نگلنے لگا جو فریب اور جھوٹ انہوں نے بنا رکھا تھا (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ'' کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ان کی رسیوں اور چھڑیوں کو نگلنے لگا (4)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جادوگر جب جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کچھ لے کر آئے ہیں اگر وہ جادو ہے تو وہ ہرگز غالب نہیں آئیں گے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو ابھی تم دیکھ لوگے۔ سو جب آپ نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو اس نے اسے کھا لیا جو فریب انہوں نے اپنے جادو کے سبب دے رکھا تھا اور اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آیا۔ تو انہیں یقین ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اس وقت وہ سجدہ کرتے ہوئے گر گئے اور کہنے لگے ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے ساتھ ایمان لائے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام میں سے کئی لوگوں سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے امیر کی ملاقات ہوئی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا: تیری کیا رائے ہے اگر میں تجھ پر غالب آ گیا تو کیا تو میرے ساتھ ایمان لے آئے گا اور تو یہ شہادت دے گا کہ جو دین میں لے کر آیا ہوں وہ حق ہے؟ جادوگر نے کہا میں بالیقین کل ایسا جادو لاؤں گا جس پر کوئی جادو غالب نہیں آ سکے گا۔ قسم بخدا! اگر تم مجھ پر غالب آ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 27　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 28　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً

گئے تو میں بالیقین تمہارے ساتھ ایمان لاؤں گا اور میں یہ شہادت دوں گا کہ آپ حق پر ہیں۔ فرعون ان کی اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ اور یہ فرعون کا قول ہے" اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ " بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے شہر میں کیا تھا۔ جب تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کے لیے ملے تھے۔ کیا تم دونوں شہر سے اس کے باسیوں کو نکال دو گے؟(1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا" فَوَقَعَ الْحَقُّ " کا معنی ہے حق ظاہر ہو گیا اور " وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ " کا معنی ہے اور وہ فریب جو وہ کرتے تھے وہ ختم ہو گیا (مٹ گیا)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ " وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ " کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی حالت سجدہ میں اپنے وہ محلات اور منازل دیکھ لیے جو ان کے لیے بنائے جائیں گے (یعنی جو انہیں عطا کیے جائیں گے)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جادوگر سجدے میں گرے تو ان کے لیے جنت (کے حجابات) اٹھا دیے گئے اور انہوں نے اسے دیکھ لیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ " اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ " کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے شہر میں کیا تھا، جب تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کے لیے ملے تھے۔ کیا تم دونوں شہر سے اس کے باسیوں کو نکال دو گے؟ تو فرعون نے کہا میں بالیقین تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا۔ چنانچہ اس نے انہیں قتل کر دیا اور ان کے ہاتھ پاؤں اپنے کہنے کے مطابق کاٹ دیے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ جادوگر جو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جمع کیے تھے، ان کے چار سردار یہ تھے سابور، عاذور، حط حط اور مصفی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اس وقت ایمان لائے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کو دیکھا، اور پھر ان کے ساتھ تمام کے تمام جادوگر ایمان لے آئے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون نے سب سے پہلے سولی دی اور اسی نے ہاتھ، پاؤں مخالف سمت سے سب سے پہلے کاٹے تھے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی منذر رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جادوگروں نے وہ کچھ پھینک دیا جو ان کے ہاتھوں میں تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا۔ تو وہ صاف اژدھا بن گیا۔ اس نے اپنا منہ کھولا جو چکی کی مثل تھا۔ اس نے اس کا نیچے والا کنارہ زمین پر رکھا اور دوسرے کو اوپر اٹھایا اور جو رسیاں اور چھڑیاں انہوں نے پھینکی تھیں، ان میں سے ہر شے کو نگل لیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف آئے اور اسے پکڑ لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ اور بنی اسرائیل سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے" اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ " ہم موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب کے ساتھ ایمان لائے۔ تو فرعون نے کہا" اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ " الآیہ (تم تو ایمان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 30 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 31

لائے ہوئے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں (اس کے مقابلہ کی) تمہیں اجازت دیتا) پس سب سے پہلے زمین میں فرعون نے مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹے اور اسی نے سب سے پہلے سولی دی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ" کا معنی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ میں ضرور کاٹ دوں گا ایک سمت سے تمہارا ہاتھ اور دوسری سمت سے تمہارا پاؤں۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور آخری حصہ میں شہید تھے (1)۔

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾

"اور کہا قوم فرعون کے سرداروں نے (اے فرعون!) کیا تو (یونہی) چھوڑے رکھے گا موسیٰ اور اس کی قوم کو تاکہ فساد برپا کرتے رہیں اس ملک میں اور چھوڑے رہے موسیٰ تجھے اور تیرے خداؤں کو۔ اس نے (برافروختہ ہو کر) کہا (ہرگز نہیں بلکہ) ہم تہ تیغ کر دیں گے ان کے لڑکوں کو اور زندہ چھوڑ دیں گے ان کی عورتوں کو اور ہم بے شک ان پر غالب ہیں فرمایا موسیٰ نے اپنی قوم کو (اس آزمائش میں) مدد طلب کرو اللہ سے اور صبر و استقامت سے کام لو۔ بلاشبہ زمین اللہ ہی کی ہے وارث بناتا ہے اس کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے (مخصوص) ہے"۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابو حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ "وَیَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ" پڑھتے تھے اور فرماتے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رہے اور فرمایا کہ فرعون کی عبادت کی جاتی تھی وہ خود عبادت نہیں کرتا تھا (2) ابن الانباری نے حضرت ضحاک سے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ تیری عبادت کو چھوڑے رہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کہا کہ اٰلِهَتَكَ کا معنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 31　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 34　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 33

عبادتك ہے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رہے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: تم یہ آیت ''وَ یَذَرَكَ'' کیسے پڑھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ''وَیَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ'' تو حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں ''اٰلِهَتَكَ'' بمعنی عبادتك ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ فرعون کہا کرتا تھا ''اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى'' میں تمہارا رب ہوں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی ارشاد کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ اس سے بت مراد نہیں لے رہے بلکہ ''اٰلِهَتَكَ'' سے ان کی مراد تعظیم تھی، یعنی موسیٰ (علیہ السلام) تجھے اور تیری تعظیم کو چھوڑے رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ آلھۃ سے مراد بت نہیں لے رہے تھے بلکہ فرعون کی تعظیم وتکریم مراد لے رہے تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سلیمان التیمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے بکر بن عبد اللہ کے پاس یہ آیت پڑھی ''وَیَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ'' تو بکر نے پوچھا: کیا تو اس طرح کی ترکیب عربی میں جانتا ہے؟ تو میں نے کہا: ہاں بے شک۔ پھر حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ آ گئے۔ تو بکر نے مجھے پڑھنے کو کہا۔ چنانچہ میں نے اسی طرح آیت پڑھی۔ تو حضرت حسن نے بھی کہا ''وَیَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ'' تو میں نے حسن کو کہا: کیا وہ (فرعون) کسی شے کی عبادت کرتا تھا؟ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! وہ عبادت کرتا تھا۔ سلیمان تیمی نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ اپنی گردن میں کوئی چیز رکھتا تھا اور اسی کی عبادت کرتا تھا۔ اور مزید کہا: کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ گائے کی پوجا کرتا تھا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون کے کئی الٰہ تھے جن کی پوجا وہ چھپ کر کیا کرتا تھا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب جادوگر ایمان لے آئے تو بنی اسرائیل کے چھ لاکھ افراد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی (3)۔

قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

''قوم موسیٰ نے کہا ہم تو ستائے گئے اس سے پہلے بھی کہ آپ آئے ہمارے پاس اور اس کے بعد بھی کہ آپ آئے ہمارے پاس۔ آپ نے کہا عنقریب تمہارا رب ہلاک کر دے گا تمہارے دشمن کو اور (ان کا) جانشین بنا دے گا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 33 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 35

تمہیں زمین میں پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم تو ستائے گئے اللہ تعالیٰ کے آپ کو رسول بنا کر بھیجنے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ آپ کے ہمارے پاس آنے سے پہلے فرعون ہمیں دودھ کا پابند کیا کرتا تھا۔ اور جب آپ تشریف لے آئے تو اس نے ہمیں دودھ کے ساتھ بھوسے کا بھی پابند بنا رکھا ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب! تو فرعون کو ہلاک کر دے۔ تو کب تک اسے باقی رکھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی بے شک انہوں نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس کے بدلے وہ انہیں ہلاک کر دے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے قبل کہ اللہ کے دشمن فرعون کو ختم کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا جاتا، فرعون کو یہ معلوم ہوا کہ اس سال میں ایک بچہ پیدا ہو گا اور وہ تیری بادشاہی کو تجھ سے چھین لے گا۔ تو فرعون اس سال میں ان کے بچوں کے پیچھے پڑ گیا اور ان سے ہر مذکر بچے کو ذبح کر دیتا پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان کے پاس آنے کے بعد بھی بچوں کو ذبح کرایا۔ اور بنی اسرائیل کا یہی قول ہے جس کی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت اور شکوہ کر رہے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا "عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ" "عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور زمین میں تمہیں ان کا جانشین بنا دے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہمارے ساتھ اہل بیت ہیں، وہ غالب رہیں گے اور مہر لگائیں گے، پس بنی ہاشم کی حکومت کا ہونا ضروری ہے۔ سو جن میں تم رہ رہے ہو ان میں بنی ہاشم کو تم تلاش کرو۔ اور انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی "عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ" "عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور زمین میں (ان کا) جانشین تمہیں بنا دے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

"اور بے شک ہم نے پکڑ لیا فرعونیوں کو قحط سالی اور پھلوں کی پیداوار میں کمی سے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 36

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ میں بِالسِّنِيْنَ کا معنی بھوک، قحط سالی ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بِالسِّنِيْنَ سے مراد آفات ہیں۔ یعنی ہم نے فرعونیوں کو طرح طرح کی آفتوں کے ساتھ پکڑ لیا اور اس کے علاوہ پھلوں کی پیداوار میں کمی کر کے (انہیں گرفت میں لے لیا) (2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سالہا سال تک انہیں قحط سالی کے ساتھ پکڑے رکھا اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کیے رکھی۔ بھوک اور قحط سالی ان کے جنگل میں رہنے والے اور جانور رکھنے والے لوگوں کے لیے تھی اور پھلوں کی کمی ان کے شہروں اور دیہاتوں میں بسنے والوں کے لیے تھی (3)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت رجاء بن حیوہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ پھلوں کی پیداوار میں کمی اس حد تک تھی کہ کھجور کے درخت پر سوائے ایک خشک کھجور کے کوئی پھل نہیں لگتا تھا۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قحط سالی کے ساتھ فرعونیوں کو پکڑا۔ تو ان کی ہر شے خشک ہو گئی، ان کے مویشی مر گئے۔ یہاں تک کہ دریائے نیل بھی خشک ہو گیا۔ وہ فرعون کے پاس اکٹھے ہوئے اور اسے کہا اگر تو اس طرح ہے جیسے تو گمان کرتا ہے۔ تو پھر ہمارے لیے دریائے نیل میں پانی لے آ۔ اس نے جواب دیا، کل صبح تمہیں پانی مل جائے گا۔ سو جب وہ اس کے پاس سے نکل گئے تو اس نے کہا میں نے کون سی شے بنائی ہے؟ کیا میں دریائے نیل میں پانی جاری کرنے پر قادر ہوں، کل صبح ہو گی تو وہ مجھے جھٹلا دیں گے، جب نصف رات ہوئی، وہ اٹھا اور اس نے غسل کیا اور اون سے بنی ہوئی قمیص پہنی۔ پھر ننگے پاؤں باہر نکلا۔ یہاں تک کہ دریائے نیل پر پہنچ گیا اور اس کے اندر کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی: اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ تو دریائے نیل کو پانی کے ساتھ بھر دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ سو تو اسے بھر دے۔ پس اسے یقین ہو گیا کہ پانی کا ریلا آئے گا۔ تو وہ باہر نکل آیا اور دریائے نیل پانی کے ساتھ ابلنے لگا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک اور تباہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

"تو جب آتا ان پر خوشحالی (کا دور) (تو) کہتے ہم مستحق ہیں اس کے اور اگر پہنچتی انہیں کوئی تکلیف (تو) بدفالی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 37　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً

پکڑتے موسیٰ سے اور آپ کے ساتھیوں سے۔ سن لو! ان کی بدفالی تو (مکافات عمل کے قانون کے مطابق) اللہ کے پاس سے ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت کریمہ میں اَلْحَسَنَةُ سے مراد عافیت اور خوشحالی ہے۔ یعنی جب انہیں خوشحالی اور عافیت حاصل ہوتی تو کہتے ہم ہی اس کے زیادہ حق دار ہیں اور اگر انہیں کوئی مصیبت اور تنگی پہنچتی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بدفالی پکڑتے (1)۔

امام ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ طٰٓئِرُهُمْ کا معنی مَصَآئِبُهُمْ ہے۔ یعنی سن لو ان کے مصائب تو (مکافات عمل کے قانون کے مطابق) اللہ کے پاس ہیں (2)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (سن لو! ان کے لیے مصائب اور تکالیف کا) حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں امر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے امر سے انہیں پہنچا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے اپنے اعمال کا بدلہ ہے۔

وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾

"اور انہوں نے کہا کیسی ہی تو لے آئے ہمارے پاس نشانی (معجزہ) تاکہ تو جادو کرے ہم پر اس سے ہرگز نہیں ہم تم پر ایمان لانے والے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ" کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے "ان مَاتَاتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ" "اگر تو ہمارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے کر آئے"۔ تو انہوں نے کہا اس میں ما زائدہ ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۱۳۳﴾

"پھر بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون (یہ سب) واضح نشانیاں تھیں پھر بھی وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ (پیشہ ور) مجرم تھے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آیت طیبہ میں طوفان سے مراد موت ہے (4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عطار رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا طوفان سے مراد موت ہے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 38　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 39
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 40　5۔ ایضاً

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: طوفان سے مراد ہر حال میں موت ہے(1)۔

ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا طوفان سے مراد انہیں غرق کرنا ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان سے مراد یہ ہے کہ ان پر آٹھ دن تک رات دن مسلسل بارش برسائی جاتی رہی۔ الْقُمَّلَ سے مراد ایسی ٹڈی ہے جس کے پر نہ ہوں۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ طوفان تیرے رب کے امروں میں سے ایک امر ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی'' فَطَافَ عَلَيْهَا طَآىِٕفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (القلم:19) ''پس چکر لگا گیا اس باغ پر ایک چکر لگانے والا آپ کے رب کی طرف سے''(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون پر طوفان بھیجا اور اس سے مراد بارش ہے۔ تو فرعونیوں نے کہا: اے موسیٰ! (علیہ السلام) اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجئے وہ اس بارش کو ہم سے دور ہٹا دے۔ ہم تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔ سو آپ نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔ اور اس سال اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اتنی کھیتیاں اور گھاس وغیرہ اگائی کہ اس سے قبل کبھی بھی اتنا کچھ نہیں اگایا تھا۔ تو وہ کہنے لگے یہ وہی ہے جس کی ہم تمنا اور آرزو کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی کو بھیج دیا اور اسے ان پر مسلط کر دیا۔ سو جب ان کی نظر اس پر پڑی تو انہیں یقین ہو گیا کہ ان کی کوئی فصل باقی نہیں بچے گی۔ تو انہوں نے پہلے کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی۔ تو آپ نے اپنے رب سے التجا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ٹڈی کو دور فرما دیا۔ چنانچہ انہوں نے فصلوں کو گاہا اور صاف کر کے انہیں گھروں میں محفوظ کر لیا اور کہنے لگے ہم نے فصلوں کو محفوظ کر لیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جوئیں بھیج دیں۔ اور یہاں قمل سے مراد وہ گھن ہے جو گندم سے نکلتا ہے۔ ایک آدمی دس اجرب گندم چکی پر لے جاتا تھا تو ان میں سے تین قفیز بھی واپس نہیں لوٹائے جاتے تھے۔ تو انہوں نے پہلے کی طرح دعا کی درخواست کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بھی نجات عطا فرما دی۔ لیکن پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے سے انکار کر دیا۔ تو اسی اثناء میں آپ نے فرعون کے پاس نہر سے مینڈک کے ٹرانے کی آواز سنی۔ تو آپ نے فرمایا: اے فرعون! کیا تو اور تیری قوم اس مینڈک سے مل چکے ہو؟ تو اس نے کہا: کیا وہ اس مینڈک کے قریب ہے؟ پس جب شام ہوئی تو ہر آدمی اپنی ٹھوڑی تک مینڈکوں میں تھا اور ان میں سے کوئی بھی کلام نہیں کرتا تھا مگر یہ کہ مینڈک اچھل کر اس کے منہ میں داخل ہو جاتا اور ان کے برتنوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا مگر یہ کہ وہ مینڈکوں سے بھرا پڑا تھا۔ تو انہوں نے پہلے کی طرح دعا کی درخواست کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مینڈکوں کو دور فرما دیا۔ لیکن انہوں نے وعدہ وفا نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خون بھیجا۔ تو ان کے دریا خون ہو گئے اور ان کے کنوئیں بھی خون ہو گئے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 40 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 39 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 40

تو انہوں نے فرعون کے پاس یہ شکوئی کیا۔ تو اس نے کہا: محسوس ایسا ہوتا ہے کہ اس نے تم پر جادو کر دیا ہے؟ فرعونیوں نے کہا: ہمارے برتنوں، کنوؤں اور دریاؤں میں کوئی پانی نہیں ہے مگر ہم اس میں تازہ خون کا ذائقہ پاتے ہیں۔ تو فرعون نے پھر کہا: اے موسیٰ (علیہ السلام) اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ان سے اس خون کو دور فرما دے۔ لیکن انہوں نے وعدہ پورا نہ کیا (1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ" میں طوفان سے مراد شدید بارش ہے یعنی ہم نے ان پر بارش بھیجی یہاں تک کہ انہیں ہلاک ہونے کا خوف ہونے لگا، تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: اے موسیٰ! اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے لیے دعا فرمائیے، کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور لے جائے۔ تو ہم آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو ان سے بارش ختم ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سبب ان کی فصلوں کو خوب اگایا اور ان کے شہروں کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ تو انہوں نے کہا: ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم پر بارش نہ برسائی جائے۔ ہم اپنے الہوں کو چھوڑ کر تیرے ساتھ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی کو بھیج دیا اور اس نے بڑی تیزی سے ان کی فصلوں اور پھلوں کو خراب کرنا شروع کر دیا۔ تو انہوں نے پھر التجا کی: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجئے کہ وہ اس ٹڈی کو ہم سے دور فرما دے۔ تو عنقریب ہم تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ٹڈی سے نجات دے دی۔ درآنحالیکہ ان کی فصلوں اور دیگر حاجات زندگی میں سے ابھی کچھ باقی تھیں۔ تو انہوں نے کہا: جو ہمارے لیے باقی بچا ہے وہ ہمیں کافی ہے۔ لہٰذا ہم تیرے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیجیں گے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر قمل کو بھیج دیا اور یہ ایک رینگنے والا کیڑا ہے۔ جو فصل وغیرہ ٹڈی نے چھوڑ دی تھی یہ اس میں داخل ہو گیا۔ تو وہ خوب گھبرا گئے اور انہیں ہلاکت و بربادی کا خوف ہونے لگا تو انہوں نے پھر درخواست کی: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ اس کیڑے (گھن) کو ہم سے دور کر دے۔ تو ہم تمہارے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے نجات دے دی۔ تو پھر وہ کہنے لگے: ہم تمہارے ساتھ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور نہ تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے والے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک کو بھیج دیا اور ان کے گھر مینڈکوں سے بھر گئے اور ان کے سبب انہیں سخت تکلیف پہنچی۔ اتنی شدید اذیت کہ اس سے قبل کبھی بھی ایسی تکلیف سے دوچار نہیں ہوئے تھے۔ وہ اچھل کر ان کی ہنڈیوں میں داخل ہو جاتے تھے اور ان کے کھانوں کو خراب کر دیتے تھے اور ان کی آگ بجھا دیتے تھے۔ انہوں نے پھر کہا: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجئے کہ وہ ان مینڈکوں کو ہم سے دور فرما دے۔ کیونکہ ان کے سبب ہم شدید آزمائش میں اور اذیت میں مبتلا ہیں۔ تو ہم آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مینڈکوں کو دور فرما دیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 45

تو انہوں نے پھر کہہ دیا: ہم تمہارے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون بھیج دیا۔ پس وہ خون ہی کھانے لگے اور خون ہی پینے لگے۔ پھر عرض کی: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا فرمائیے، وہ اس خون کو ہم سے دور کر دے۔ تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے خون کو دور فرما لیا۔ لیکن انہوں نے پھر کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تیرے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ پس یہی وہ واضح نشانیاں تھیں جو ایک دوسری کے پیچھے ظاہر ہوئیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت مکمل ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے انہیں پکڑا اور گہرے سمندر میں انہیں غرق کر دیا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم نے ان پر پانی، طاعون اور ٹڈی بھیجی۔ فرمایا ٹڈی ان کے دروازے کے کیلوں اور ان کے کپڑوں کو کھانے لگی اور قمل سے مراد کیڑا (یعنی جوں یا گھن ہے) اور مینڈکیں ان کے بستروں اور ان کے کھانوں میں داخل ہو جاتی تھیں اور خون ان کے کپڑوں، پانی اور کھانے میں ظاہر ہوتا تھا(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطار رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ٹڈی جب بنی اسرائیل پر مسلط ہو گئی تو اس نے ان کے دروازوں کو حتی کہ ان کے کیلوں کو بھی کھا لیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ٹڈی سمندر میں ایک مچھلی سے نکلتی ہے۔

امام عقیلی رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء میں اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت مریم علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجا کی کہ وہ ایسا گوشت عطا فرمائے جس میں خون نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹڈی عطا فرمائی۔

امام طبرانی اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی کہ وہ انہیں ایسا گوشت کھلائے جس میں خون نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹڈی عطا فرمائی۔ تو انہوں نے کہا ''اَللّٰهُمَّ اَعِشْهُ بِغَيْرِ رِضَاعٍ، وَتَابِعْ بَيْنَهٗ بِغَيْرِ شِيَاعٍ'' ''اے اللہ! اسے بغیر دودھ کے زندہ رکھ اور ان کے درمیان بغیر اشتراک کے موافقت رکھ''۔ امام ذہبی نے کہا کہ اس روایت کی سند پہلی کی نسبت انظف ہے(3)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت زینب ربیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایسے پرندے کے گوشت کا سوال کیا جسے ذبح کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلیاں اور ٹڈی عطا فرمائی(4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 45
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 49
3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الصید والذبائح، جلد 9، صفحہ 258، دار الفکر بیروت
4۔ ایضاً

امام ابوداؤد، ابن ماجہ، ابوالشیخ نے العظمہ میں، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ٹڈی کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے سب سے زیادہ ہے نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں (1)۔

امام ابوبکر البرقی نے معرفۃ الصحابہ میں، طبرانی، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور علامہ بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوزہیر نمیری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم ٹڈی کے ساتھ نہ لڑو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے بہت بڑا لشکر ہے۔ بیہقی نے کہا اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ کھیتوں کو خراب و برباد کرنے کے لیے تعرض نہ کرے اور جب وہ تعرض کرے تو پھر ہر طریقے سے دفاع کرنا جائز ہے چاہے وہ قتال ہو یا قتل ہو۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ قتال اور قتل کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا متعذر اور مشکل ہے (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے مغیرہ عن ابراہیم عن عبداللہ یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ٹڈی آ کر گری۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ٹڈی کو قتل کیا، تو گویا اس نے خون بہا والی شے کو قتل کیا۔ علامہ بیہقی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کے بعض راوی مجہول ہیں اور پھر ابراہیم اور ابن مسعود کے درمیان انقطاع بھی ہے (3)۔

امام حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے مجہول راوی والی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ٹڈی آ کر گری۔ تو آپ ﷺ نے اسے اٹھالیا۔ تو اس کے ایک پر پر عبرانی میں لکھا ہوا تھا "لَا يَغْنِي جَنِيْنِي وَلَا يَشْبَعُ آكِلِي، نَحْنُ جُنْدُ اللّٰهِ الْاَكْبَرِ لَنَا تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ بَيْضَةً وَلَوْ تَمَّتْ لَنَا الْمِائَةُ لَا كَلْنَا الدُّنْيَا بِمَا فِيْهَا" "میرا جنین گرتا نہیں، مجھے کھانے والا سیر نہیں ہوتا، ہم عظیم و کبیر رب کا لشکر ہیں، ہمارے ننانوے انڈے ہوتے ہیں۔ اگر سو مکمل ہو جاتے تو ہم دنیا کی ہر شے کو کھا جاتیں"۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ٹڈی کو ہلاک کر دے۔ ان میں سے کبار کو قتل کر دے اور صغار کو موت دے دے۔ ان کے انڈوں کو خراب اور فاسد کر دے اور مسلمان کے کھیتوں اور دیگر ضروریات زندگی سے ان کے منہ بند کر دے۔ بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: بعض امور میں آپ کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے (4)۔

امام طبرانی، اسماعیل بن عبدالغافر فارسی رحمہما اللہ نے اربعین میں اور بیہقی نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ہم یعنی میں، میرے بھائی محمد بن حنفیہ اور میرے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس، قثم اور فضل ایک دستر خوان پر اکھٹے تھے۔ کہ ایک ٹڈی آگری تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے پکڑ لیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: پڑھیے! ٹڈی کے پر پر کیا لکھا ہوا ہے؟ تو آپ نے کہا میں نے اپنے ابا جان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول

1۔ سنن ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الجراد، جلد 2، صفحہ 178، وزارت تعلیم اسلام آباد

2۔ شعب الایمان، باب الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 232، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 233

اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا "ٹڈی کے پر پر لکھا ہوا ہے" اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا رَبُّ الْجَرَادَةِ وَرَازِقُهَا اِذَا شِئْتُ بَعَثْتُهَا رِزْقًا لِقَوْمٍ، وَاِنْ شِئْتُ عَلٰى قَوْمٍ بَلَاءً" بے شک میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں ٹڈی کا رب اور اس کا رازق ہوں، جب میں چاہتا ہوں تو اسے کسی قوم کے لیے رزق بنا کر بھیج دیتا ہوں۔ اور اگر چاہوں تو کسی قوم پر آفت اور مصیبت بنا کر اسے بھیجتا ہوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قسم بخدا! یہ مخفی علم میں سے ہے(1)۔

امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا: ٹڈی پر سریانی زبان میں یہ لکھا ہوا ہے" اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا وَحْدِيْ لَا شَرِيْكَ لِيْ، اَلْجَرَادُ جُنْدٌ مِّنْ جُنْدِيْ اُسَلِّطُهٗ عَلٰى مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ"" بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں یکتا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں، ٹڈی میرے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ میں اپنے بندوں میں سے جن پر چاہوں اسے مسلط کر دیتا ہوں"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو آپ کی مٹی سے جو فالتو بچی اس سے ٹڈی کو تخلیق فرمادیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی الحسن رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: طوفان سے مراد بارش، جراد سے مراد یہی ٹڈی اور قمل سے مراد وہ کیڑا ہے جو گندم میں ہوتا ہے (یعنی گھن)(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوصخر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ الْقُمَّلَ سے مراد وہ ٹڈی ہے جو اڑ نہیں سکتی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قمل سے مراد الْقُمَّلَ (جوں) ہی ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں نے الْقُمَّلَ کے بارے میں یہ گمان کیا ہے کہ اس سے مراد پسو ہیں(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ الْقُمَّلَ سے مراد جوئیں ہیں۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا: کہ قول باری تعالیٰ" الْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ" کے متعلق مجھے بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا: الْقُمَّلَ سے مراد رینگنے والا کیڑا ہے اور الضَّفَادِعَ سے مراد بھی یہی ہے (مینڈک) انہوں نے استفسار کیا۔ کیا عرب اسے پہچانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا:

يُبَادِرُوْنَ النَّحْلَ مِنْ اَنَّهَا كَاَنَّهُمْ فِي الشَّرَفِ الْقُمَّلِ

"وہ شہد کی مکھیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں، جب کہ اصلیت میں یہ لوگ الْقُمَّلَ (رینگنے والا کیڑا) ہیں"۔

ابوالشیخ نے عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ الْقُمَّلَ سے مراد جنادب (ایک قسم کی ٹڈیاں) ہیں جو کہ (جراد) ٹڈی کی بیٹیاں ہیں۔

1۔ شعب الایمان، باب فی اکل الجراد، جلد 7، صفحہ 233 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 41 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 42

ابوالشیخ نے عفیف سے اور انہوں نے اہل شام میں سے ایک آدمی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ الْقُمَّلَ سے مراد پسو ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مینڈک خشکی پر رہتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسے فرعونیوں کی طرف بھیجا۔ تو اس نے حکم سنا اور اطاعت بجالائی۔ پھر یہ کبھی اپنے آپ کو ابلتی ہنڈیا میں پھینک دیتا اور کبھی تنوروں میں کود جاتا حالانکہ وہ جوش مار رہے ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس حسین فرمانبرداری اور اطاعت کی جزا کے طور پر اسے پانی کی ٹھنڈک عطا فرمائی (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فرعونیوں پر مینڈک سے بڑھ کر کوئی شے تکلیف دہ اور اذیت ناک نہ تھی۔ یہ ان کی ہنڈیوں کے پاس آجاتے حالانکہ وہ ابل رہی ہوتی تھیں۔ اور یہ اپنے آپ کو ان میں ڈال دیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جزا کے طور پر پانی اور مٹی کی ٹھنڈک قیامت تک کے لیے اسے عطا فرمادی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تم مینڈک کو نہ مارو۔ کیونکہ جب اسے فرعونیوں کی طرف بھیجا گیا تو ان میں سے ایک مینڈک چلا اور آگ سے بھرے تنور میں گر گیا۔ اس کے عوض اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے ٹھنڈی شے کے ساتھ جزا عطا فرمائی۔ جسے ہم پانی کہتے ہیں اور اس کی آواز (ٹراں ٹراں) کو تسبیح بنا دیا۔

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عثمان تیمی رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک طبیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک دوا میں مینڈک کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مارنے سے منع فرما دیا (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" دریائے نیل میں خون بہنے لگا پس اسرائیلی صاف اور میٹھا پانی پیا کرتے تھے اور فرعونی خون سے سیراب ہوتا تھا۔ حالانکہ دونوں ایک برتن میں شریک ہوتے تھے۔ پس جو کچھ اسرائیلی کو ملتا تھا وہ صاف اور میٹھا پانی ہوتا اور جو کچھ فرعونی کو ملتا وہ خون ہوتا" (3)

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر خون بھیجا۔ وہ اپنے پانی سے جو چلو بھی بھرتے وہ سرخ خون ہوتا۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ فرعون دو آدمیوں ایک قبطی اور ایک اسرائیلی کو ایک برتن پر جمع کر دیتا۔ تو پھر اسرائیلی کو جو ملتا تھا وہ پانی ہوتا اور جو قبطی کو ملتا وہ خون ہوتا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "الدَّمَ" کے بارے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نکسیر کو مسلط کر دیا (4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت نوف الشامی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غلبہ پانے کے بعد بیس برس تک فرعونیوں میں ٹھہرے رہے اور آپ انہیں نشانیاں دکھاتے رہے مثلاً ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون اور وہ اسلام لانے سے انکار ہی کرتے رہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 47
2۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب الادویۃ المکروھۃ، جلد 2، صفحہ 185، وزارت تعلیم اسلام آباد
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 48
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 50

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادگروں پر غالب آنے کے بعد چالیس برس تک فرعونیوں میں ٹھہرے رہے اور انہیں واضح نشانیاں دکھاتے رہے یعنی ٹڈی، جوئیں اور مینڈک۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ تمام نشانیاں (معجزات) واضح تھیں اور ان کا ظہور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت تمام ہو جائے۔

امام ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ان نشانیوں میں سے بعض بعض کے پیچھے ظاہر ہوئیں وہ نشانی ان میں ایک ہفتے سے دوسرے ہفتے تک ٹھہرتی تھی اور پھر مہینے بھر کے لیے اسے ان سے اٹھالیا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان تمام نشانیوں میں سے ہر دو نشانیوں کے درمیان تیس دن کا فاصلہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ نو علامات نو برس میں ظاہر ہوئیں، ہر سال میں ایک نشانی ظاہر ہوئی۔

وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

"اور جب آجاتا ان پر کوئی عذاب تو کہتے اے موسیٰ! دعا کر ہمارے لیے اپنے رب سے اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم ہٹا دو گے ہم سے یہ عذاب تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تم پر اور ضرور روانہ کر دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب ایک مقررہ معیاد تک جس کو وہ پہنچنے والے تھے تو فوراً انہوں نے (توبہ کا عہد) توڑ دیا"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا رجز سے مراد عذاب ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیتے ہوئے فرمایا تم میں ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ مینڈھا ذبح کرے۔ پھر اپنی ہتھیلی اس کے خون سے رنگ لے۔ پھر اسے اپنے دروازے پر لگا دے۔ تو قبطیوں نے بنی اسرائیل کو کہا: تم یہ خون اپنے دروازے پر کیوں لگا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل کر رہا ہے۔ ہم اس سے بچ جائیں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ قبطی نے کہا: کیا اللہ

تعالیٰ نے تمہیں یہی علامت بتائی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اسی طرح ہمیں ہمارے نبی مکرم نے حکم دیا ہے۔ پس انہوں نے صبح اس حال میں کی کہ قوم فرعون کے ستر ہزار افراد مر چکے تھے۔ اور شام کے وقت حالت یہ تھی کہ وہ دفنائے نہیں جا سکتے تھے۔ تو اس وقت فرعون نے کہا "ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ" "دعا کرو ہمارے اپنے رب سے اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم ہٹا دو گے ہم سے یہ عذاب تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تم پر اور ضرور روانہ کر دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل"۔ اس آیت میں رجز سے مراد طاعون ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اسے دور ہٹا دیا۔ ان تمام سے بڑھ کر فرعون نے وعدہ وفا کیا اور کہا بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر جہاں چاہو چلے جاؤ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو طاعون میں مبتلا کر دیا اور انہیں اس میں مشغول کر دیا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر نکل گئے۔ اور آپ نے بنی اسرائیل کو فرمایا اپنی ہتھیلیوں کو مٹی اور راکھ میں رکھو اور پھر اسے اپنے دروازے پر مل لو۔ اس طرح ملک الموت تم سے رکے رہیں گے۔ فرعون نے کہا کیا کوئی ہمارے غلاموں کو مار سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ہم پکڑے جائیں گے اور وہ نہیں پکڑے جائیں گے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر سے یہ نقل کیا ہے کہ "لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ" میں رجز سے مراد طاعون ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا الرِّجْزَ کا معنی عذاب ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُم بَٰلِغُوهُ" میں میعاد مقررہ سے مراد ان کا غرق ہونا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت کریمہ میں رجز سے مراد عذاب ہے اور "إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُم بَٰلِغُوهُ" سے مراد وہ مخصوص تعداد ہے جو ان کے ساتھ دنوں کی مقرر تھی (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ" کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ انہوں نے وعدے پورے نہ کیے (3)۔

فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَٰهُمْ فِى ٱلْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا وَكَانُوا۟ عَنْهَا غَٰفِلِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَأَوْرَثْنَا ٱلْقَوْمَ ٱلَّذِينَ كَانُوا۟ يُسْتَضْعَفُونَ مَشَٰرِقَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 51 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 52-51 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 53

الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ﴿۱۳۷﴾

”پھر ہم نے بدلہ لیا ان سے اور غرق کر دیا انہیں سمندر میں کیونکہ انہوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو اور وہ اس (آنے والے) عذاب سے بالکل غافل تھے اور ہم نے وارث بنا دیا اس قوم کو جسے ذلیل و حقیر سمجھا جاتا تھا (انہیں وارث بنایا) اس زمین کے شرق و غرب کا جس میں ہم نے برکت رکھ دی تھی اور پورا ہو گیا آپ کے پروردگار کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے متعلق بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا تھا۔ اور ہم نے برباد کر دیا جو کیا کرتے تھے فرعون اور اس کی قوم اور (برباد کر دیے) جو بلند مکان وہ تعمیر کیا کرتے تھے“۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ”الْیَمِّ“ کا معنی بحر (سمندر) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بھی الْیَمِّ سے مراد سمندر بیان کیا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے قول باری تعالیٰ ”مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا“ کی تفسیر میں حضرت حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ارض شام ہے (1)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا: اس سے مراد ارض شام ہے (2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عبد اللہ بن شوذب کا قول بیان کیا ہے کہ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا سے مراد فلسطین ہے۔

امام ابن عساکر نے زید بن اسلم سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا سے مراد شام کی بستیاں ہیں (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک شام میں فرات سے عریش تک برکت رکھ دی ہے (4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاغبش رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے اور انہوں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو پایا ہے کہ ان سے اس برکت کے بارے سوال کیا گیا جو سرزمین شام میں رکھی گئی، اس کی حد کہاں تک پہنچتی ہے؟ تو انہوں نے کہا اس کی پہلی حد عریش مصر ہے، دوسری حد ثنیہ کا کنارہ ہے، تیسری حد فرات ہے اور چوتھی حد وہ ہے جہاں حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 54
2۔ ایضاً
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 143، دار الفکر بیروت
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 144

ہود علیہ السلام کی قبر مبارک بنائی گئی ہے(1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کے رب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا: عریش سے لے کر فرات تک کی مبارک زمین کو آباد کرو۔ آپ ہی نے سب سے پہلے ختنہ کرایا اور مہمان کی عزت و تکریم کی(2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ دمشق کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے غلام نے بنایا ہے وہ حبشی تھا جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے باہر تشریف لائے، اس وقت نمرود بن کنعان نے آپ کو وہ غلام ہبہ کیا تھا۔ اس غلام کا نام دمشق تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے نام پر اس شہر کا نام رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر شے پر اسے اختیار دے رکھا تھا اور اس کے بعد ایک طویل زمانے تک رومی اس میں سکونت پذیر رہے(3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوعبدالملک جزری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب دنیا مصائب و آلام اور قحط میں مبتلا تھی تو اس وقت سرزمین شام کے باسی خوش حالی، راحت و آرام اور عافیت میں تھے۔ اور جب شام تنگی اور قحط میں مبتلا تھا تو فلسطین خوش حالی اور عافیت میں تھا۔ اور جب فلسطین تکالیف اور قحط میں گھرا ہوا تھا تو بیت المقدس خوش حالی اور عافیت میں تھا اور فرمایا شام میں برکت رکھی گئی ہے۔ فلسطین مقدس ہے اور بیت المقدس کو ہزار بار پاکیزہ اور متبرک کیا گیا ہے(4)۔

امام ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلام الاسود سے کہا: تمہیں کس چیز نے حمص سے دمشق کی طرف منتقل کیا؟ تو انہوں نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہاں برکت دوگنا ہو جاتی ہے(5)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی سے پوچھا: تو کہاں رہتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں الغوطہ میں رہتا ہوں، تو حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے کہا۔ دمشق میں سکونت اختیار کرنے سے تجھے کون سی شے مانع ہے؟ کیونکہ اس میں دوگناہ برکت رکھی گئی ہے(6)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ سرزمین شام اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کا خزانہ ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خزانہ کیا ہوا ہے یعنی وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے مزارات ہیں(7)۔

امام ابن عساکر نے حضرت ثابت بن معبد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے شام! تو میرے شہروں میں سے بہتر اور اچھی سرزمین ہے۔ میں اپنے بندوں میں سے افضل اور بہتر افراد کو تجھ میں سکونت عطا کروں گا(8)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، رویانی نے مسند میں، ابن حبان، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 196، دارالفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 141
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 13
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 145
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 251
6۔ ایضاً
7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 123
8۔ ایضاً

اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے کاغذ کے ٹکڑوں پر قرآن کریم لکھ رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے فرمایا "طُوْبٰی لِلشَّامِ" شام کے لیے سعادت مندی اور خیر و برکت ہے۔ عرض کی گئی (یا رسول اللہ ﷺ) وہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک رحمٰن کے فرشتے وہاں کے باسیوں پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(1)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: بے شک عنقریب تم کئی لشکر اکھٹے کرو گے اور ایک لشکر شام، مصر، عراق اور یمن سے ہوگا۔ تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے پسند فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام کی ضمانت عطا فرمائی ہے(2)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک عنقریب تم کئی لشکر مہیا کرو گے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے لیے انتخاب فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے شہروں میں سے چن لیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے افضل ترین بندے سکونت پذیر ہیں۔ پس جس نے اس سے اعراض کیا تو اسے نجد کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اس کے باسیوں کی ضمانت عطا فرمائی ہے(3)۔

امام احمد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن حوالۃ الازدی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے لیے شہر کا انتخاب فرمائیے جس میں میں رہوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر لازم ہے کہ شام میں رہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے شام! تو میرے شہروں میں سے چنی ہوئی عمدہ جگہ ہے۔ میں تجھ میں اپنے بندوں میں سے افضل و اعلیٰ بندے داخل کروں گا۔ اور احمد کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے: کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کی پسندیدہ اور بہترین زمین ہے اور وہ اس کے لیے اپنے بندوں میں سے بہترین بندوں کا انتخاب فرماتا ہے۔ اگر تم انکار کرو تو پھر یمن کو لازم پکڑ لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شام اور اہل شام کی مجھے ضمانت دی ہے(4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم شام کو لازم پکڑے رہو۔ کیونکہ وہ سرزمین اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سے پسندیدہ اور چنی ہوئی ہے۔ وہ اس میں اپنے بہترین اور نیک بندوں کو ہی سکونت عطا کرتا ہے اور جو انکار کرے، تو اسے چاہیے کہ وہ یمن میں رہے اور اس کی نہروں سے سیراب ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے(5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 249 (2900-01) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مجمع الزوائد، کتاب المناقب، جلد 10، صفحہ 36 (16645)، دار الفکر بیروت

3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 39 (16654)

4۔ تاریخ مدینہ دمشق، اشتقاق تسمیۃ الشام، جلد 1، صفحہ 69، دار الفکر بیروت

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 68

امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن حوالہ الازدی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک عنقریب تم کئی لشکر شام روانہ کرو گے۔ اور ایک لشکر عراق کے لیے اور ایک لشکر یمن کی طرف۔ تو حوالی نے کہا: میرے لیے انتخاب فرمادیجئے یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے اور جو کوئی نہ جا سکے تو اسے چاہیے کہ وہ یمن چلا جائے اور اسی کی نہروں سے سیراب ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔ اس میں کوئی مومن باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ شام چلا جائے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیا علیہم السلام پر جو کچھ نازل کیا ہے میں نے اس میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: شام میرا ترکش ہے۔ سو جب میں کسی قوم پر ناراض ہوتا ہوں تو اس میں سے ایک تیر ان پر پھینکتا ہوں (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ اور طبرانی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد میری امت کے لیے شام کو بڑی جلدی سے فتح کر دیا جائے گا۔ سو جب وہ اسے فتح کر لیں گے اور اس میں اتر جائیں گے تو اہل شام جزیرہ کی انتہا میں مسلسل رہنے لگیں گے۔ پس جو اس کے ساحلوں میں سے کسی ساحل پر اترے گا تو وہ جہاد میں ہوگا اور جو کوئی بیت المقدس اور اس کے نواح میں اترے گا تو وہ رباط (چھاؤنی) میں ہوگا (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔ جب اہل شام میں فساد اور بگاڑ آجائے گا، تو پھر تم میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں رہے گی۔ میری امت کے ایک گروہ کی ہمیشہ مدد کی جاتی رہے گی۔ اور جو انہیں ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کریں گے وہ انہیں نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی (5)۔ ترمذی نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ضمرہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ میں نے یہ سنا ہے کہ ہر نبی شام کی جانب سے مبعوث کیا گیا۔ اور اگر شام کی جانب سے نہ ہوا تو پھر اسے اس کی سیر کرائی گئی (6)۔

امام حافظ اور ابوبکر النجاد رحمہما اللہ نے جزاء التراجم میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اثناء میں کہ میں سو رہا تھا میں نے اسلام کا ستون دیکھا، جسے میرے سر کے نیچے سے اٹھایا گیا ہے اور میں نے گمان کیا کہ اسے لے جایا جا رہا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنی نگاہ کے ساتھ اس کا پیچھا کیا تو دیکھا اسے شام میں گاڑ دیا گیا۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 110، دار صادر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، کتاب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحہ 504 (8413) بیروت
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، اہل الشام مرابطون، جلد 1، صفحہ 288، دار الفکر بیروت
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 283
5۔ ایضاً، عند فساد اہل الشام، جلد 1، صفحہ 305
6۔ ایضاً، الشام مہاجر ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، جلد 1، صفحہ 164

خبردار سنو! کیونکہ جب فتنے برپا ہوں گے تو اس وقت ایمان شام میں ہوگا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شام سرزمین محشر و منشر ہے (یعنی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد لوگوں کے جمع ہونے اور پھیلنے کی سرزمین ہے)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ گرج، بجلی کی چمک اور برکتیں بڑی تیزی سے شام کی طرف جائیں گی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے عبداللہ کے عہد میں فرات میں طغیانی آئی تو لوگوں نے اس پر تکلیف اور کراہت کا اظہار کیا۔ تو اس نے کہا: اے لوگو! تم اس کے پھیلاؤ اور طغیانی پر برہم نہ ہو۔ کیونکہ وہ وقت قریب ہے جب اس میں ایک ٹب پانی تلاش کیا جائے گا۔ لیکن وہ نہیں پایا جائے گا۔ اس وقت سارے کا سارا پانی اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔ اس دن پانی اور بقیہ مومنین شام میں ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ ک نزدیک پسندیدہ ملک شام ہے اور شام میں سے محبوب ترین القدس ہے اور القدس میں سے پسندیدہ جبل نابلس ہے۔ بالیقین لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ اس پر رسیوں کی طرح آپس میں متحد ہو جائیں گے۔

امام طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابلیس عراق میں داخل ہوا تو وہاں اس نے اپنی حاجت وضرورت پوری کر لی، پھر شام میں داخل ہوا تو انہوں نے اسے بھگا دیا، یہاں تک کہ وہ بیسان پہنچ گیا۔ پھر وہ مصر داخل ہوا۔ وہاں اس نے انڈے دیے اور بچے نکالے اور بڑی عمدگی کے ساتھ سردار بن کر پھلا پھولا (یعنی وہاں اس نے لوگوں کو خوب بہکایا اور سردار بن کر لوگوں کی راہنمائی ضلالت وگمراہی کی طرف کرنے لگا) (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شیطان مشرق میں داخل ہوا۔ تو اس نے اپنا مطلب خوب پورا کیا۔ پھر وہ ارض مقدس شام کا ارادہ کرتے ہوئے نکلا تو اسے روک دیا گیا۔ پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ مغرب آپہنچا اور خوب انڈے دیے اور وہاں بڑی قوت وطاقت کے ساتھ پھیلا (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں کتابوں میں بار بار شام کا ذکر پاتا ہوں یہاں تک کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شام کے علاوہ کسی کی حاجت اور ضرورت نہیں (3)۔

امام احمد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَيَمَنِنَا" اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما، لوگوں نے عرض کی "وَفِيْ نَجْدِنَا" وَفِي لَفْظٍ: "وَفِيْ مَشْرِقِنَا" اور ہمارے نجد میں بھی اور ایک روایت کے الفاظ ہیں اور ہمارے

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 41-340 (13290) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد　2۔ تاریخ مدینہ دمشق، تمسک اہل الشام بالطاعۃ، جلد 1، صفحہ 318

3۔ ایضاً، شام صفوۃ اللہ، جلد 1، صفحہ 123

مشرق میں بھی، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ'' (وہاں زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا(1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیر کے دس حصے ہیں ان میں سے نو شام میں ہیں اور ایک بقیہ ساری زمین میں۔ اور شر کے بھی دس حصے ہیں۔ ان میں سے ایک شام میں ہے اور نو بقیہ ساری زمین میں۔ اور جب اہل شام بگڑ جائیں گے تو تم میں خیر اور بھلائی نہیں رہے گی(2)۔

امام طبرانی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر کو تقسیم کیا ہے اور اس کے دس حصے بنا دیئے ہیں۔ دس میں سے نو حصے شام میں رکھے ہیں اور بقیہ ایک حصہ ساری زمین میں رکھ دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شر کو تقسیم کر کے اس کے دس حصے بنا دیئے ہیں۔ دس میں سے نو حصے ساری زمین میں اور ایک حصہ شام میں رکھا ہے(3)۔

امام ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم کتاب اللہ میں اس زمین کو گدھ کی صفت پر پاتے ہیں۔ لہٰذا سر شام ہے دو پر مشرق و مغرب ہیں اور دم یمن ہے۔ جب تک سر باقی رہے گا لوگ خیر و برکت کے ساتھ رہیں گے اور جب سر اتر جائے گا تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ضرور بضرور لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جزائر عرب میں سے کوئی جزیرہ باقی نہیں رہے گا مگر اس میں شام کی طرف سے گھڑ سواروں کی ایک جماعت آئے گی، جو ان کے ساتھ اسلام کے نام پر لڑائی کریں گے، اگر وہ نہ ہو تو یہ کافر ہو جائیں(4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے دنیا کی مثال ایک پرندے کی صورت پر بیان کی گئی ہے، پس مصر اور بصرہ دو پر ہیں، جزیرہ چونچ ہے، شام سر ہے اور یمن دم ہے(5)۔

امام ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زمین کا سر شام ہے(6)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بلاشبہ میں کتاب اللہ میں ایک منزل اور حد پاتا ہوں وہ یہ کہ زمین کی خرابی اور فساد شام سے چالیس سال پہلے ہوگا(7)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت بحیر بن سعد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زمین کے فاسد اور خراب ہونے کے بعد چالس سال تک شام قائم رہے گا(8)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوم قیامت سے قبل حضر موت کی جانب سے ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو اکٹھا کر دے گی، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ!

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، دعاء النبی ﷺ بالبرکۃ، جلد 1، صفحہ 136، بیروت
2۔ ایضاً، ان الشام من الخیر تسعۃ اعشارہ، جلد 1، صفحہ 154
3۔ ایضاً، اعلام النبی ﷺ، جلد 1، صفحہ 155
4۔ ایضاً، ابن الشام سرۃ الدنیا، جلد 1، صفحہ 191
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 93-192
6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 192
7۔ ایضاً، الشام یبقی عامرا، جلد 10، صفحہ 194
8۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 195

ﷺ سو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم شام کو لازم پکڑلو (یعنی اس میں سکونت اختیار کرلو) (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قریب ہی یمن کی جانب سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو شام کی طرف ہانک کرلے جائے گی، جب لوگ صبح کو چلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلے گی، جب دوپہر کو وہ قیلولہ کریں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ رک جائے گی اور جب وہ شام کو چلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلے گی سو جب تم اس کے بارے سنو تو تم شام کی طرف نکل جاؤ (2)۔

تمام نے فوائد میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عمود الکتاب (کتاب کا ستون) کو دیکھا کہ میرے تکیہ کے نیچے سے کھینچ لیا گیا ہے۔ تو میری نگاہ نے اس کا پیچھا کیا تو دیکھا کہ وہ ایک پھیلا ہوا انتہائی روشن نور ہے اور اسے شام کی طرف لے جایا گیا ہے۔ خبردار! جب فتنے برپا ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا (3)۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا" کے بارے لیث بن سعد نے کہا: کہ اس سے مراد سرزمین مصر ہے اور کتاب اللہ میں یہی ارض مبارکہ ہے۔

امام ابن عبد الحکم نے تاریخ مصر میں اور محمد بن ربیع الجیزی رحمہما اللہ نے مصر میں داخل ہونے والے صحابہ کرام کی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مصر اللہ تعالیٰ کی زمین میں مٹی کے اعتبار سے انتہائی عمدہ اور صاف اور خرابت وفساد کے اعتبار سے انتہائی بعید ہے۔ جب تک زمینوں میں سے کسی میں برکت رہے گی تب تک اس میں برکت باقی رہے گی۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو یہ خواہش کرے کہ وہ جنت کا ذکر کرے یا دنیا میں اس کی مثل دیکھے۔ تو اسے چاہیے کہ وہ اس وقت سرزمین مصر کو دیکھ لے جب اس کے کھیت سرسبز ہوتے ہیں اور اس کے پھل پکے ہوتے ہیں۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے جو یہ خواہش کرے کہ وہ جنت کی مثل دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ سرزمین مصر کو دیکھ لے جب سرسبز وشاداب ہو۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن لہیعہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے خلافت کے عدل کے سبب مصر کی ولایت قائم ہے۔

امام ابن عبد الحکم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا کو پانچ صورتوں پر تخلیق کیا گیا ہے۔ یعنی یہ ایک پرندے کی صورت میں سے اس کے سر، سینے، دو پروں اور اس کی دم کی صورت پر ہے۔ پس سر مکہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، اشتقاق تسمیۃ الشام، جلد 1، صفحہ 85، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 86

3۔ ایضاً، عند وقوع الفتن، جلد 1، صفحہ 103

مکرمہ، مدینہ منورہ اوریمن ہے، سینہ شام اور مصر ہے، دایاں پر عراق ہے، بایاں پر سندھ اور ہند ہے۔ اور دم ذات الحمام سے لے کر سورج کے غروب ہونے کے مقام تک سارا علاقہ ہے اور پرندے میں سب سے زیادہ شریر اور ناپسندیدہ دم ہوتی ہے۔

ابونعیم نے حلیہ میں نوف سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ دنیا کو ایک پرندے کی شکل پر بنایا گیا ہے اور جب اس کے پرکٹ جائیں تو وہ گر جاتا ہے۔ پس زمین کے دو پر مصر اور بصرہ ہیں، جب یہ فاسد اور برباد ہو جائیں گے تو دنیا ختم ہو جائے گی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ " وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى " کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا فرعون پر غالب آنا اور اللہ تعالیٰ کا انہیں زمین میں قدرت اور اختیار دینا ہے اور وہ چیزیں مراد ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس زمین سے وارث بنایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت موسیٰ بن علی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل آل فرعون کا چوتھائی حصہ تھے اور چار سو چالیس برس تک فرعون ان پر حکمران رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بنی اسرائیل کے لیے کمزور کر دیا اور انہیں آٹھ سو اسی برس تک ولایت عطا کیے رکھی۔ راوی نے کہا: پہلے زمانے میں اگر کوئی آدمی ہزار برس عمر پاتا تو وہ بالغ ہوتا یہاں تک کہ ایک سو بیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر لوگوں کو اپنے سلطان کی جانب سے کسی قسم کی آزمائش اور تکلیف میں مبتلا کیا جاتا، تو وہ صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور انتظار نہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اسے دور فرمادے۔ بلکہ وہ تلوار کی پناہ لیتے تھے اور اسی پر اعتماد کرتے تھے۔ قسم بخدا! وہ کسی دن کبھی بھی خیر کے ساتھ نہیں آئے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی " وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا "۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو کچھ بنو اسرائیل کو دیا گیا وہ ان کے صبر کے بدلے دیا گیا اور اس امت نے خوفزدہ ہو کر کبھی تلوار کی پناہ نہیں لی۔ سو یہ خیر کے ساتھ آئی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جب کوئی ایسا معاملہ آجائے جو تیرے لیے مناسب اور قابل برداشت نہ ہو تو اس پر صبر کر اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے دور کرنے کا انتظار کر (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت بیان بن حکیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کے پاس اپنے پڑوسی کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا صبر کر۔ کیونکہ عنقریب اللہ تعالیٰ تجھے اس سے نجات عطا فرمادے گا۔ پس کچھ ہی وقت گزرا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کی معاونت کی اور انہوں نے اسے بہت کچھ عطا کیا، پھر وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور اپنا سارا واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا بلاشبہ یہ تیرے لیے اس صبر کی جزا ہے۔

1۔ حلیۃ الاولیاء، نوف البکالی، جلد 6، صفحہ 50، مصر 2۔ کتاب الزہد، زہد ابی الدرداء، صفحہ 173، بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ”وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ“ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو مہلت نہیں دیتا مگر بالکل قلیل، یہاں تک کہ اسے اس کے اپنے عمل کے سبب ہی ہلاک کر دیتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا يَعْرِشُوْنَ بمعنی يَبْنُوْنَ ہے یعنی جو بلند مکان وہ تعمیر کیا کرتے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی ”وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ“ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ گھر اور رہائشی محلات انتہائی اونچے اور بلند تعمیر کرتے تھے اور ان کے انگورٹی پر نہیں چڑھائے جاسکتے تھے (2)۔ واللہ اعلم۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾

”اور ہم نے پار اتارا بنی اسرائیل کو سمندر سے تو گزرے وہ ایک ایسی قوم پر جو مگن بیٹھے تھے اپنے بتوں کی عبادت میں، بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ! بناؤ ہمارے لیے بھی ایک (ایسا) خدا جیسے ان کے خدا ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا یقیناً تم جاہل (اور بے سمجھ) لوگ ہو بے شک یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں تباہ ہو کر رہیں گے اور باطل ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں موسیٰ نے کہا کیا بغیر اللہ کے تلاش کروں تمہارے لیے کوئی اور خدا حالانکہ اس نے فضیلت دی ہے تمہیں سارے جہانوں پر اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے نجات دی تمہیں فرعونیوں سے جو چکھاتے تھے تمہیں سخت عذاب، مار ڈالتے تھے تمہارے فرزندوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی“۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: آیت کریمہ ”فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ“ میں قوم سے مراد لخم ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 55، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو عمران جونی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم سے مراد لخم اور جذام ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن جریج سے اسی آیت کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس قوم کے پاس تانبے سے بنی ہوئی گائے کے مجسمے تھے اور جب سامری کے بچھڑے نے انہیں یہ شبہ ڈالا کہ یہ اسی گائے کا ہے۔ تو یہ بچھڑے کے معاملے کی ابتدا تھی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت قائم ہو جائے۔ اور پھر اس کے بعد وہ ان سے انتقام لے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا کہ " قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ " کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اے اللہ تیری ذات پاک ہے! یہ وہ قوم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غلامی سے نجات دی ہے اور ان کے لیے سمندر کو کاٹا۔ ان کے دشمن کو ہلاک و برباد کیا اور انہیں بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ پھر انہوں نے صریح شرک کا سوال کر دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حنین کی طرف نکلے۔ تو ہم ایک بیری کے پاس سے گزرے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہمارے لیے لٹکانے کی جگہ قرار دیجئے جیسے یہ کفار کے لیے لٹکانے کی جگہ ہے۔ کفار اپنے ہتھیار بیری کے درخت کے ساتھ لٹکایا کرتے تھے اور اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر! یہ بات ایسی ہے جیسی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہی تھی کہ " ہمارے لیے بھی ایک ایسا خدا بناؤ جیسے ان کے خدا ہیں) بے شک تم ان لوگوں کے طریقہ پر چل رہے ہو جو تم سے پہلے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور طبرانی نے کثیر بن عبداللہ بن عوف کی سند سے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جنگ لڑی۔ ہم تعداد میں ہزار سے کچھ زائد تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ مکرمہ اور حنین فتح فرما دیے۔ حتیٰ کہ جب ہم حنین اور طائف کے درمیان تھے۔ تو ہمارا گزر ایک درخت کے پاس سے ہوا۔ وہ بیری کے بہت بڑا درخت کے قریب ہوئے۔ اس کے ساتھ ڈول لٹکائے جاتے تھے اور اسے ذات الانواط کہا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت بھی کی جاتی تھی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرم دن میں اس کے قریب دوسرے سایہ کی طرف تشریف لے گئے۔ تو آپ سے ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے بھی ایک لٹکانے کی جگہ بنا دیں جیسے ان کے لیے لٹکانے کی جگہ ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہی طریقہ ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! جو تم نے کہا یہ اسی طرح ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ہمارے لیے بھی ایک خدا بناؤ جیسے ان کے لیے خدا ہیں (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت میں مُتَبَّرٌ کا معنی خسران (ہلاکت) ہے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 59
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 57
3۔ معجم کبیر، جلد 17، صفحہ 21 (27) مکتبۃ العلوم والحکم بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 58

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مُتَبَّرٌ کا معنی ھالك (ہلاک اور تباہ ہونے والا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مُتَبَّرٌ بمعنی المخسر (ہلاک کرنے والا) اور فرمایا المتبر اور الباطل دونوں برابر اور ہم معنی ہیں جیسا کہ غفور اور رحیم کے الفاظ ہیں۔ اور عرب کہتے ہیں اِنَّهُ الْبَائِسُ الْمُتَبَّرُ، وَاِنَّهُ الْبَائِسُ الْمُخسِرُ (بے شک یہ ہلاک کرنے والا خوف ہے)

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

''اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے تیس رات کا اور مکمل کیا اسے دس مزید راتوں سے سو پوری ہوگئی اس کے رب کی میعاد چالیس راتیں۔ اور (طور پر جاتے وقت) کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا نائب رہنا میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کے راستہ پر''۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ''وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ'' میں جن چالیس راتوں کا ذکر ہے وہ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرمی کا خیال ہے وہ تیس راتیں جن کا وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا وہ ذوالقعدہ کی ہیں۔ اور وہ دس راتیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چالیس راتیں مکمل کیں وہ ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ سال کے بقیہ ایام میں کیا جانے والا کوئی عمل بھی اس عمل سے افضل نہیں جو ذوالحجہ کے دس دنوں میں کیا جائے۔ اور یہی وہ دس (راتیں) ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے معیاد مکمل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ'' میں ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو پیچھے چھوڑا اور ان پر حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ (اپنا نائب) مقرر کیا اور آپ خود چالیس راتیں طور پر قیام فرما رہے۔ اور اس وقت آپ پر تورات تختیوں کی صورت میں نازل ہوئی اور رب کریم نے (اپنی شان کے لائق) سرگوشی کرتے ہوئے انہیں قرب خاص عطا فرمایا اور شرف ہم کلامی سے نوازا اور آپ نے قلم چلنے کی آواز سنی اور ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے چالیس راتوں میں کوئی گفتگو نہیں کی یہاں تک کہ آپ طور سے اتر آئے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً سے مراد ذوالقعدہ ہے اور ''وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ'' سے مراد ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں (1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اسی کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے رب نے میرے ساتھ تیس راتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور میں ہارون علیہ السلام کو تم میں نائب بنا رہا ہوں۔ سو جب موسیٰ علیہ السلام علیحدہ ہو کر اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں دس راتوں کا اضافہ فرما دیا اور آپ کی قوم کی آزمائش انہیں دس میں تھی جن کا اضافہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ پس جب تیس راتیں گزر گئیں تو سامری نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا اور آپ کے گھوڑے کے پاؤں کے نشان سے ایک مشت مٹی اٹھالی۔ اور جب تیس راتیں گزر گئیں تو اس نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک تمہارے پاس فرعونیوں کے زیورات میں سے کچھ زیور ہے اور تم پر حرام ہے لہٰذا جو تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ، تا کہ ہم اسے جلا دیں۔ چنانچہ جو زیورات ان کے پاس تھے وہ لے آئے اور اس نے آگ جلائی اور پھر وہ زیور آگ میں پھینک دیا۔ پھر جب وہ زیور پگھل گیا، تو اس نے مٹی کی وہ مشت آگ میں پھینک دی اور وہ بچھڑا بن گیا۔ جو محض ڈھانچہ تھا اس سے گائے کی آواز آئی تھی۔ اس نے ایک بار ڈکار کر گائے کی آواز نکالی۔ دوبارہ نہیں۔ تو سامری نے کہا: بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے رب کو تلاش کرنے گئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا الٰہ یہ ہے۔ اس کے متعلق یہ ارشاد گرامی ہے ''هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۙ۬ فَنَسِیَ ؕ'' (طٰہٰ) ''پھر سامری اور اس کے چیلوں نے کہا (اے فرزندان یعقوب) یہ ہے تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا پس موسیٰ بھول گئے''۔ وہ کہنے لگے: وہ اپنے رب کو تلاش کرنے کے لیے چلے اور اس سے بہک گئے اور وہ تو یہ ہے پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ۝ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا (طٰہٰ:86،85)'' ارشاد ہوا کہ ہم نے تو آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے تمہاری قوم کو تمہارے (چلے آنے کے) بعد اور گمراہ کر دیا ہے انہیں سامری نے (یہ سنتے ہی) لوٹے موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر''۔ اَسِفًا کا معنی حزیناً یعنی غمگین اور افسردہ خاطر ہونا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ''اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ میری طرف رجوع کریں اور دس دنوں میں مجھ ہی سے دعا مانگیں۔ اس روایت میں عشر سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں اور جب دسواں دن ہو تو وہ میری طرف نکلیں۔ میں ان کی مغفرت فرما دوں گا''۔ وہب نے کہا یہی وہ دن ہے جس کو یہود نے تلاش کیا تھا اور پھر انہوں نے اس میں غلطی کی۔ اور عرب کے عدد سے بڑھ کر صحیح عدد کوئی نہیں (2)۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ وہ آپ سے تیس دن کے بعد کلام فرمائے گا اور آپ نے ان دنوں میں

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 89، دارالکتب العلمیہ بیروت　　2۔ کتاب الزہد، صفحہ 86، بیروت

دن رات کے روزے رکھے۔ تو آپ نے ناپسند کیا کہ آپ اپنے رب سے ہم کلام ہوں اور آپ کے منہ کی بو روزے دار کے منہ کی بو کی مثل ہو۔ پس آپ نے زمین کی ایک بوٹی منہ میں ڈالی اور اسے خوب چبایا۔ تو آپ کے رب نے آپ سے فرمایا: تم نے روزہ افطار کیوں کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ حقیقی کیفیت کو جانتا تھا۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے تیرے ساتھ کلام کرنے کو ناپسند کیا ہے مگر اس حالت میں کہ میرے منہ میں انتہائی اچھی پاکیزہ خوشبو ہو۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو نہیں جانتا کہ روزے دار کے منہ کی بو میرے نزدیک کستوری کی خوشبو سے اچھی اور زیادہ پسندیدہ ہے۔ لہٰذا لوٹ جا اور دس دن روزے رکھ اور پھر میری طرف آنا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہی کچھ کیا، جس کا حکم ان کے رب نے انہیں فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو جو فرمانا تھا وہ فرمادیا (1)۔

رہا یہ ارشاد گرامی '' وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ '' تو اس کے بارے بزار، ابن ابی حاتم، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر شرف کلام بخشا تو یہ کلام اس کلام کے علاوہ فرمایا جو اس دن فرمایا تھا جس دن آپ کو بلایا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم سے عرض کی: اے میرے رب! کیا یہ تیرا وہی کلام ہے جس کے ساتھ تو نے مجھ سے کلام فرمایا؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تیرے ساتھ دس ہزار زبانوں کی قوت سے کلام کیا ہے۔ اور میرے پاس تمام زبانوں کی قوت ہے اور اس سے کہیں زیادہ قوت بھی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف لوٹ کر گئے۔ تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم نے گرج کی اس آواز کی طرف نہیں دیکھا جو انتہائی شیریں اور رس گھولنے والے انداز میں آتی ہے' تم نے اسے سنا ہوا ہے۔ پس وہ آواز رحمٰن کے کلام کے قریب قریب ہے۔ لیکن بعینہٖ وہ نہیں ہے۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت عطاء بن سائب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبہ (گنبد) تھا۔ اس کی طوالت (بلندی) چھ سو ذراع تھی۔ اس میں آپ اپنے رب سے ہم کلام ہوا کرتے تھے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔ تو انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! کیا تیرا کلام اس طرح ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں دس ہزار زبانوں کی قوت سے تیرے ساتھ کلام کر رہا ہوں اور میرے پاس تمام زبانوں کی قوت ہے۔ اگر میں تیرے ساتھ اپنے کلام کے اصلی اور حقیقی انداز سے گفتگو کروں تو تو کچھ بھی نہ سمجھ سکے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے پہلے تمام زبانوں کے واسطہ سے آپ سے گفتگو فرمائی۔ تو موسیٰ علیہ السلام یہ کہنے لگے: اے میرے رب! میں نہیں سمجھ رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان کے ساتھ آواز کی مثل دوسری زبانوں میں آپ سے گفتگو فرمائی۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! کیا

1۔ الفردوس للدیلمی، جلد 3، صفحہ 427 (5309)

2۔ نوادر الاصول، صفحہ 24-23، دار صادر بیروت

تیرا کلام اسی طرح ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں اگر تو میرا کلام اپنی حقیقی حالت پر سنے تو تو کچھ بھی نہ سمجھے۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! کیا تیری مخلوق میں کوئی ایسی شے ہے جو تیرے کلام کے مشابہ ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں۔ بجلی کی گرج کی آواز جو لوگوں نے سن رکھی ہے وہی میری مخلوق میں سے میرے کلام کے مشابہ ہونے کے زیادہ قریب ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے محمد بن کعب قرظی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی گئی تمہارے رب کا کلام مخلوق میں سے کس کے زیادہ مشابہ ہے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایسی گرج جو ساکن ہو۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابوالحویرث عبدالرحمٰن بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسی قدر ہی گفتگو فرمائی جتنی آپ کو سمجھنے کی طاقت رکھتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے جمیع کلام کے ساتھ گفتگو فرماتا تو کوئی چیز بھی آپ نہ سمجھ سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں تک وہاں ٹھہرے رہے اور کوئی بھی آپ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ جو دیکھتا وہ رب العالمین کے نور کی تاب نہ لا کر مر جاتا (2)۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے: جب میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے لیے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ایک ہزار دو سو کلمات کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بربری زبان میں آپ سے گفتگو فرمائی اور فرمایا: اے موسیٰ! میں اپنے آپ کو ان کلمات سے تعبیر کرتا ہوں "انا اللہ اکبر" (میں اللہ ہوں، سب سے برتر اور بڑا ہوں) تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! تو نے دنیا اپنے دشمنوں کو دی ہے اور اپنے دوستوں کو اس سے روکا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اپنے دشمنوں کو دنیا عطا کی ہے تاکہ وہ اس میں تردد کرتے رہیں اور میں نے اپنے دوستوں کو اس سے منع کیا ہے تاکہ وہ عجز وانکساری اختیار کریں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عجلان سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمام زبانوں میں کلام فرمایا۔ اور ان میں سے ایک بربری زبان ہے۔ فرمایا میں نے بربری زبان میں موسیٰ علیہ السلام سے یہ کلام کی "اَنَا اللّٰهُ الْكَبِيْرُ"

سعید بن منصور، ابو منذر، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام سے نوازا اس دن آپ اون کا جبہ، چادر، پائجامہ اور ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور آپ کے نعلین غیر ذبح شدہ گدھے کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے (4)۔

ابوالشیخ نے عبدالرحمٰن بن معاویہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا تو چالیس دن تک آپ وہاں ٹھہرے رہے اور کسی میں آپ کو دیکھنے کی تاب نہ تھی (اور جو دیکھتا) وہ رب العالمین کے نور (کی چمک) سے مر جاتا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن رویم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب سے

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 93، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، باب تواریخ المتقدمین، جلد 2، صفحہ 629، بیروت
3۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 3، صفحہ 425 (5304) مکہ مکرمہ
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 81 (76) دارالکتب العلمیہ بیروت

اپنے رب سے کلام کیا پھر عورتوں کے پاس نہیں آئے اور آپ اپنے چہرے پر نقاب پہنے رہا کرتے تھے۔ کوئی بھی آپ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا مگر وہ مر جاتا۔ اور آپ نے جس عورت کے لیے بھی اپنے چہرے کو ننگا کیا تو سورج کی شعاعوں کی مثل شعاعیں اسے ڈھانپ لیتیں اور وہ اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیتی اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہزار مقام سے گفتگو فرمائی۔ اور جب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف کلام بخشا تو آپ نے تین دن تک اپنے چہرہ پر وہ نور دیکھا۔ اور جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا پھر آپ کسی زوجہ محترمہ کے قریب نہیں گئے (1)۔

امام ابن منذر نے عروہ بن رویم لخمی رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی نے آپ سے کہا بے شک میں چالیس سال سے آپ سے بیوہ ہو چکی ہوں۔ آپ مجھے ایک بار تو شرف دیدار سے متمتع فرمائیے۔ چنانچہ آپ نے اپنے چہرۂ اقدس سے برقع اٹھایا تو آپ کے چہرے کے نور نے اسے ڈھانپ لیا۔ اس کی نظریں چمک اٹھیں اور عرض کی: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں آپ کی زوجہ ہونے کا شرف عطا کرے۔ تو آپ نے فرمایا: اس شرط پر کہ تو میرے بعد کسی اور سے شادی نہ کرے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کے سوا کچھ نہ کھائے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ فصل کاٹنے والوں کے پیچھے پیچھے جایا کرتی تھیں اور جب وہ یہ دیکھتے تو وہ ان کے لیے بڑی تیزی کرتے (یعنی بڑی تیز رفتاری سے فصل کاٹتے) اور جب آپ یہ محسوس کرتیں تو آپ کٹائی میں ان سے آگے نکل جاتیں۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابوخیثمہ نے کتاب العلم میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا تو کہا: اے میرے رب! تیرے کون سے بندے تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہیں؟ رب کریم نے فرمایا: وہ بندے جو میرا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔ عرض کی: تیرا کون سا بندہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو اپنے نفس کے خلاف اسی طرح فیصلہ کرتا ہے جیسے لوگوں کے خلاف کرتا ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ غنی کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو اس پر راضی ہو جائے جو کچھ میں اسے عطا کر دوں (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے اجتماعی نیکی اور بھلائی کے بارے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگوں کو ایسی چیزوں کا عادی بنا دے جن کا عادی بننا تو خود پسند کرتا ہے۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور بیہقی نے جویبر رحمہم اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ

1۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 50، مصر
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب کلام موسیٰ علیہ السلام، جلد 7، صفحہ 76-72، مدینہ منورہ

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تین دن میں ایک لاکھ چالیس ہزار کلمات کے ساتھ گفتگو فرمائی اور پھر جب موسیٰ علیہ السلام لوگوں کا کلام سنتے تو آپ انہیں ناپسند کرتے۔ کیونکہ آپ کے کانوں میں رب کریم کے کلام کی آواز پڑی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جن چیزوں کے بارے گفتگو فرمائی ان میں سے یہ بھی ہے کہ فرمایا: اے موسیٰ! عمل کرنے والوں نے دنیا میں زہد کی مثل کوئی عمل نہیں کیا۔ جو چیزیں میں نے لوگوں پر حرام کی ہیں ان سے اجتناب اور پرہیز کر کے میرا قرب اختیار کرنے والوں کی طرح کسی نے میرا قرب حاصل نہیں کیا اور میرے خوف سے رونے کی مثل عبادت گزاروں نے میری عبادت نہیں کی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے رب! اے ساری کائنات کے خدا، اے روز جزا کے مالک اور اے صاحب جلال واکرام! تو نے ان کے لیے کیا تیار کیا ہے اور تو نے انہیں کیا جزا دی ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: دنیا میں زہد اختیار کرنے والوں کے لیے میں نے اپنی جنت مباح کر دی ہے، وہ جہاں چاہیں اس میں اپنا ٹھکانہ بنا سکتے ہیں اور وہ لوگ جو میری حرام کردہ چیزوں سے بچنے والے ہیں ان کے سوا قیامت کے دن کوئی آدمی حساب و کتاب کے دوران مناقشے اور اپنے اعمال پر جرح و تفتیش سے نہیں بچ سکے گا۔ لیکن میں ان سے حیا کروں گا، انہیں عزت و تکریم سے نوازوں گا اور انہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمادوں گا اور وہ لوگ جو میرے خوف سے رونے والے ہیں پس ان کے لیے تو صرف رفیق اعلیٰ ہے اور کوئی بھی اس میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوگا(1)۔

امام ابو یعلی، ابن حبان، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے میرے رب! مجھے ایسی چیز سکھا دے جس کے ساتھ میں تیرا ذکر کروں اور تجھے پکاروں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! کہو لا الہ الا اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اس طرح تو تیرے سارے بندے ذکر کرتے ہیں۔ رب کریم نے پھر فرمایا: کہو لا الہ الا اللہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا لا الہ الا انت یا رب۔ اے میرے پروردگار! میں ایسی شے کا ارادہ کر رہا ہوں جسے تو میرے ساتھ خاص فرما دے۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان میں موجود ہر شے، اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں، تو ان تمام کے مقابلے میں لا الہ الا اللہ کا پلڑا بھاری ہوگا(2)۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے کتاب الاولیاء میں حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! کون ہیں وہ جنہوں نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جنہوں نے انہیں ہلاک کیا جنہیں تو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ (ظلم وزیادتی سے) بری ہوں گے، جن کے دل پاک ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو میری عظمت اور جلال کے سبب ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، وہ لوگ ہیں کہ جب میں ذکر کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور جب وہ ذکر کرتے ہیں تو میں بھی ان کے ذکر

1۔ مجمع الزوائد، جلد 8، صفحہ 73-372 (13776) دار الفکر بیروت　2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 710 (1936) بیروت

کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔ وہ لوگ ہیں جو تکلیف اور مشکل کے لمحات میں اچھی طرح سے وضو کرتے ہیں، اور وہ میرے ذکر کی طرف اس طرح رجوع کرتے ہیں جیسے گدھیں اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹتی ہیں اور وہ میری محبت کے اس طرح پابند ہوتے ہیں جیسے بچے لوگوں کی محبت کے مشتاق ہوتے ہیں اور میری حرام کردہ چیزوں کو جب حلال سمجھا جائے تو وہ اس طرح غضب ناک ہوتے ہیں جیسے چیتے کو جب کوئی غم اور تکلیف پہنچے تو وہ غیظ و غضب میں ہوتا ہے(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قصیر نے کہا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: مجھے ان کے پاس تلاش کرو جن کے دل عجز و انکساری کرنے والے ہیں۔ میں ہر روز ایک کرم ان کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر اس طرح نہ ہو تو وہ گر جائیں(2)۔

امام ابن مبارک اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے بتایئے لوگوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ رب کریم نے فرمایا: کیوں؟ تو عرض کی اس لیے تاکہ میں اس کے ساتھ محبت کروں، کیونکہ تو اس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ تو رب کریم نے فرمایا: وہ بندہ جو زمین کے ایک کنارے میں رہ رہا ہے، اس کے بارے زمین کے دوسرے کنارے میں رہنے والے نے سنا، لیکن وہ اسے پہچانتا نہیں۔ پس اگر اسے وہاں کوئی مصیبت آ پہنچے (تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے) گویا وہ تکلیف اور مصیبت اسے پہنچی اور اگر اسے وہاں کوئی کانٹا چبھے (تو اسے اس طرح محسوس ہوتا ہے) گویا وہ کانٹا اسے چبھا ہے اور وہ یہ سب کچھ میرے لیے کرتا ہے، تو وہی بندہ مخلوق میں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے رب! تو نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو کیا تو انہیں جہنم میں داخل کرے گا یا تو انہیں عذاب دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: سب کے سب میری مخلوق ہیں۔ پھر فرمایا: فصل کاشت کرو۔ پس آپ نے فصل کاشت کی۔ پھر فرمایا اسے سیراب کرو۔ آپ نے اسے پانی لگایا، پھر فرمایا: اس کی نگہداشت کرو۔ سو آپ اس کی نگہبانی کرتے رہے۔ پھر اسے کاٹا اور اسے اٹھالیا۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! تیری کھیتی نے کیا کیا؟ آپ نے عرض کی: میں اس سے فارغ ہو چکا ہوں اور میں نے اسے اٹھالیا ہے۔ رب کریم نے فرمایا: کیا تو نے اس میں سے کوئی شے چھوڑ دی ہے؟ تو آپ نے عرض کی: وہی جس میں کوئی منفعت اور خیر نہیں تھی۔ تو رب کریم نے فرمایا: اسی طرح میں بھی عذاب نہیں دوں گا مگر انہیں ہی جن میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں ہوگی۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ پوچھا: تیرے بندوں میں سے کون زیادہ غنی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو اسی پر قناعت کرتا ہے جو اسے دیا جاتا ہے۔ پھر عرض کی: تیرے بندوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جو لوگوں کے لیے بھی ایسے ہی فیصلے کرتا ہے جیسے اپنے لیے کرتا ہے۔ پھر عرض کی: تیرے بندوں میں سے زیادہ علم والا کون ہے؟ فرمایا جو زیادہ ڈرنے والا ہے(3)۔

1۔ کتاب الزہد، باب زہد موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 95 2۔ ایضاً 3۔ حلیۃ الاولیاء، مجاہد بن جبر، جلد 3، صفحہ 293، مطبعۃ السعادۃ مصر

امام ابوبکر بن ابی عاصم نے کتاب السنۃ میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام راستے میں چل رہے تھے تو اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق اور جبار ہے، کی جانب سے آپ کو ندا آئی: اے موسیٰ۔ پس آپ دائیں بائیں متوجہ ہوئے لیکن کسی (آواز دینے والے) کو نہیں دیکھا۔ پھر دوسری بار اللہ تعالیٰ نے آپ کو ندا فرمائی: اے موسیٰ بن عمران۔ پھر آپ دائیں بائیں متوجہ ہوئے لیکن کسی کو نہیں دیکھا اور آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ پھر تیسری بار ندا دی گئی: اے موسیٰ بن عمران! اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا (بلاشبہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں) تو آپ نے کہا: لبیك لبیك (اے میرے رب میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں) پھر آپ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ میں گر گئے۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو اس دن میرے عرش کے سائے میں رہے جس دن میرے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا (لہٰذا) تو یتیم کے لیے رحیم وشفیق باپ کی طرح ہو جا، اور بیوہ عورت کے لیے مہربان خاوند کی طرح ہو جا۔ اے موسیٰ بن عمران! تو رحم کر تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ اے موسیٰ! جیسا تو کرے گا ویسا تیرے ساتھ کیا جائے گا۔ اے موسیٰ بنی اسرائیل کے نبی! جو مجھ سے اس حال میں ملا کہ وہ احمد (ﷺ) کا انکار کرتا ہو، میں اسے جہنم میں داخل کروں گا، تو آپ نے عرض کی: احمد کون ہیں؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے ایسی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس سے بڑھ کر میرے نزدیک عزت وشرف والی ہو۔ میں نے زمین وآسمان اور شمس وقمر کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا ہے اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جنت میری ساری مخلوق پر حرام ہے یہاں تک کہ محمد ﷺ اور آپ کی امت اس میں داخل ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: احمد ﷺ کی امت کون لوگ ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی امت کے لوگ حمادون (بہت زیادہ حمد کرنے والے) ہیں۔ وہ اترتے، چڑھتے اور ہر حال میں حمد کرتے رہیں گے، اپنی کمروں کو مضبوطی سے باندھے رہیں گے اور اپنے اعضاء کو پاک رکھیں گے۔ وہ دن کے وقت روزہ دار ہوں گے اور رات کے وقت عبادت گزار، میں ان سے تھوڑا سا عمل بھی قبول کرلوں گا اور انہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے کے سبب جنت میں داخل کر دوں گا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''اِجْعَلْنِیْ نَبِیَّ تِلْكَ الْاُمَّةِ'' مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ تو رب کریم نے فرمایا ''نَبِیُّهَا مِنْهَا'' اس امت کا نبی اس میں سے ہوگا۔ تو پھر عرض کی ''اِجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّةِ ذٰلِكَ النَّبِیِّ'' (مجھے اس نبی کی امت میں سے بنا دے) تو رب کریم نے فرمایا ''اِسْتَقْدَمْتَ وَ اسْتَأْخَرَ یَا مُوْسٰی وَلٰكِنْ سَاَجْمَعُ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ فِیْ دَارِ الْجَلَالِ'' (اے موسیٰ! تو پہلے آیا ہے اور وہ بعد میں آئے گا۔ لیکن میں عنقریب تمہیں دار الجلال میں جمع فرما دوں گا)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے خدا! زبان اور دل کے ساتھ تیرا ذکر کرنے کی جزا کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! قیامت کے دن میں اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرماؤں گا اور میں اسے اپنی حفاظت اور رحمت میں رکھوں گا پھر عرض کی۔ اے رب! تیرے بندوں میں سے کون زیادہ شقی اور بدبخت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آدمی جسے نصیحت کوئی فائدہ نہ دے اور جب وہ تنہائی

اور خلوت میں ہو تو میرا ذکر نہ کرے(1)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! اس آدمی کی جزا کیا ہے جو یتیم کو گھر میں پناہ دیئے رکھے یہاں تک کہ وہ مستغنی ہو جائے یا کسی بیوہ کی کفالت کرتا رہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اسے اپنی جنت میں سکونت عطا کروں گا اور اس دن اسے سایہ مہیا کروں گا جس دن میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا(2)۔

امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے ترغیب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے رب! اس کی جزا کیا ہے جس نے بیٹے پر رونے والی ماں کو صبر دلایا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس دن اسے اپنا سایہ عطا فرماؤں گا جس دن میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

امام آدم بن ابی ایاس رحمہ اللہ نے کتاب العلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کلام کے لیے قریب ہوئے تو آپ نے عرش کے سائے میں ایک آدمی کو دیکھا۔ آپ کو اس کے مکان پر رشک آ گیا۔ تو اس کے بارے پوچھا تو اس کے نام کے بارے تو آپ کو نہ بتایا گیا۔ البتہ اس کے عمل سے مطلع کر دیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا: یہ آدمی لوگوں کے ساتھ اس پر حسد نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل میں سے عطا فرماتا ہے، والدین کے ساتھ نیکی اور فرمانبرداری کا سلوک کرتا ہے اور چغل خوری نہیں کرتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! تو کیا طلب کرنے کے لیے آیا ہے؟ عرض کی: اے میرے پروردگار! میں ہدایت طلب کرنے کے لیے آیا ہوں۔ فرمایا اے موسیٰ! تحقیق تو نے پالی ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میری وہ لغزشیں معاف فرما دے جو زمانہ ماضی میں ہوئیں اور جو مستقبل میں ہوں گی اور جو ان کے درمیان ہوں گی اور وہ جنہیں تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اور میں نفس کے وسوسہ اور برے عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تو آپ کو کہا گیا: اے موسیٰ! تیرے لیے کافی ہے۔ پھر عرض کی: اے رب! کون سا عمل تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں وہ کرتا رہوں؟ رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میرا ذکر کیا کر۔ پھر پوچھا: اے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ متقی کون ہے؟ فرمایا: وہ جو میرا ذکر کرتا ہے اور مجھے بھولتا نہیں۔ پھر عرض کی: اے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ غنی کون ہے؟ فرمایا: وہ جو اس پر قناعت کر لیتا ہے جو کچھ اسے دیا جاتا ہے۔ پھر عرض کی: اے رب! تیرے بندوں میں سے افضل کون ہے؟ فرمایا: وہ جو حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی نہیں کرتا۔ پھر عرض کی: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے زیادہ عالم کون ہے؟ فرمایا: وہ جو اپنے علم کی خاطر لوگوں کے علم کا طالب ہوتا ہے، شاید وہ کوئی ایسا کلمہ سن لے جو ہدایت کی جانب اس کی رہنمائی کر دے یا کوئی ردی اور بیکار عمل اس سے دور کر دے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! عمل کے اعتبار سے تیرے نزدیک تیرا کون سا بندہ محبوب ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جس کی زبان جھوٹ نہیں بولتی اس کی شرم گاہ بدکاری کا ارتکاب نہیں کرتی اور اس کا دل فسق و فجور کا مرتکب نہیں ہوتا۔ پھر عرض کی: اے

1۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 45، مصر 2۔ ایضاً، کعب بن عمرو، جلد 2، صفحہ 20

میرے رب! اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا: حسین تخلیق میں بندۂ مومن کا دل۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ مبغوض ہے؟ فرمایا: وہ جو رات کے وقت مردار ہو اور دن کے وقت ناحق کرنے والا ہو پھر عرض کی اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا بدصورت تخلیق میں کافر کا دل۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالجلد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: جب تو میرا ذکر کرے تو تو میرا ذکر اس طرح کر کہ تیرے اعضاء کانپنے لگیں۔ میرا ذکر کرتے وقت تو خشوع کرنے والا اور مطمئن ہو جا۔ اور جب تو میرا ذکر کرے تو اپنی زبان کو اپنے دل کے پیچھے رکھ۔ اور جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو حقیر و ذلیل بندے کے مقام پر کھڑا ہو اور اپنے نفس کی مذمت کر۔ اور یہی مذمت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جب تو میرے ساتھ کلام کر رہا ہو تو خوف زدہ دل اور سچ بولنے والی زبان کے ساتھ کلام کر (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اہل کتاب میں سے ایک سخت آدمی (قسی رجل) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! اگر تجھے ایسی حالت میں موت آجائے کہ تو بغیر وضو کے ہو تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرنا۔ مزید کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صدقہ کے ساتھ مصائب و آلام کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے مثلاً غرق ہونا، جل جانا، چوری اور ذات الجنب۔ راوی نے کہا کہ آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی: کیا جہنم بھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں جہنم بھی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ خیر اور بھلائی سکھاؤ اور سیکھو۔ کیونکہ میں خیر کی تعلیم دینے والے اور تعلیم حاصل کرنے والے کی قبر کو منور کر دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جگہوں میں کوئی وحشت محسوس نہیں کرتے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سینا پر تشریف لے گئے تو رب جبار نے آپ کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی۔ تو فرمایا: اے موسیٰ! یہ کیا ہے؟ حالانکہ وہ خود بہتر جانتا ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! یہ مردوں کے زیور میں سے ایک شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا اس پر میرے اسماء یا کلام میں سے کچھ لکھا ہوا ہے؟ عرض کی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اس پر یہ لکھ لو " لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ۝۳۸ " (الرعد) "ہر میعاد کے لیے ایک نوشتہ ہے"۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! تو بچے کو اس کے والدین سے یتیم کر کے اسے اس طرح چھوڑ دیتا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو مجھ سے راضی نہیں ہے کہ میں اس کا کفیل ہوں۔

امام ابن مبارک نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 85، بیروت

میرے رب! اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا: حسین تخلیق میں بندۂ مومن کا دل۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ مبغوض ہے؟ فرمایا: وہ جو رات کے وقت مردار ہو اور دن کے وقت ناحق کرنے والا ہو پھر عرض کی اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا بدصورت تخلیق میں کافر کا دل۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالجلد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: جب تو میرا ذکر کرے تو تو میرا ذکر اس طرح کر کہ تیرے اعضاء کانپنے لگیں۔ میرا ذکر کرتے وقت تو خشوع کرنے والا اور مطمئن ہو جا۔ اور جب تو میرا ذکر کرے تو اپنی زبان کو اپنے دل کے پیچھے رکھ۔ اور جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو حقیر و ذلیل بندے کے مقام پر کھڑا ہو اور اپنے نفس کی مذمت کر۔ اور یہی مذمت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جب تو میرے ساتھ کلام کر رہا ہو تو خوف زدہ دل اور سچ بولنے والی زبان کے ساتھ کلام کر(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اہل کتاب میں سے ایک سخت آدمی (قسی رجل) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! اگر تجھے ایسی حالت میں موت آجائے کہ تو بغیر وضو کے ہو تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرنا۔ مزید کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ صدقہ کے ساتھ مصائب و آلام کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے مثلاً غرق ہونا، جل جانا، چوری اور ذات الجنب۔ راوی نے کہا کہ آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی: کیا جہنم بھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں جہنم بھی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ خیر اور بھلائی سکھاؤ اور سیکھو۔ کیونکہ میں خیر کی تعلیم دینے والے اور تعلیم حاصل کرنے والے کی قبر کو منور کر دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جگہوں میں کوئی وحشت محسوس نہیں کرتے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سینا پر تشریف لے گئے تو رب جبار نے آپ کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی۔ تو فرمایا: اے موسیٰ! یہ کیا ہے؟ حالانکہ وہ خود بہتر جانتا ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! یہ مردوں کے زیور میں سے ایک شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا اس پر میرے اسماء یا کلام میں سے کچھ لکھا ہوا ہے؟ عرض کی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اس پر یہ لکھ لو "لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾" (الرعد) "ہر میعاد کے لیے ایک نوشتہ ہے"۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! تو بچے کو اس کے والدین سے یتیم کر کے اسے اس طرح چھوڑ دیتا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو مجھ سے راضی نہیں ہے کہ میں اس کا کفیل ہوں۔

امام ابن مبارک نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 85، بیروت

رب! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا: وہ جو میرے متعلق زیادہ علم رکھتا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! عنقریب وہ مجھ سے سوال کریں گے تیری ابتدا کیسے ہوئی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم انہیں یہ بتانا کہ بے شک میں شے سے پہلے ہوں، ہر شے کو بنانے والا ہوں اور ہر شے کے بعد بھی ہوں گا (1)۔

امام احمد نے الزہد میں ابوالجلد سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: اے میرے رب! مجھ پر ایسی پختہ نشانی نازل فرما، جسے لے کر میں تیرے بندوں میں چلتا رہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! تو جا اور جو تو پسند کرے کہ وہ میرے بندے تیری طرف لے کر آئیں۔ پس وہی تو ان کی طرف لے کر جائے گا (2)۔

امام احمد نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب: کون سی چیز ہے جو زمین میں سب سے کم رکھی گئی ہے؟ فرمایا: عدل ان اشیاء میں سب سے کم ہے جو زمین میں رکھی گئی ہیں۔ (3)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! لوگوں میں سے کون زیادہ متقی ہے؟ فرمایا وہ جو ذکر کرتا ہے اور بھولتا نہیں۔ پھر عرض کی: لوگوں میں سے کون زیادہ عالم ہے؟ فرمایا: وہ جو اپنے علم کی خاطر لوگوں سے علم اخذ کرتا ہے۔

امام احمد اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا: جو اپنی رؤیت کے ساتھ ذکر کرنے والا ہو۔ پھر عرض کی: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: وہ لوگ جو مریضوں کی بیماری پرسی کرتے ہیں بچے کی موت پر رونے والی عورت کو صبر اور حوصلہ دلاتے ہیں اور گم کردہ راہ عورت کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں (4)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب پہاڑوں کو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تجلی ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے تو تمام پہاڑوں نے فخر و تکبر کیا اور اس پہاڑ نے تواضع وانکساری کی جس پر اس نے تجلی ڈالی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں احمد بن حواری کی سند سے حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں (شان قدرت کے مطابق) جھانک کر دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل سے بڑھ کر تواضع کرنے والا کوئی دل نہیں پایا لہٰذا اس کی تواضع کے سبب آپ کو شرف ہم کلامی کے لیے مختص فرما دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابوسلیمان کے سوا کسی اور نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تم پر اپنے بندوں میں سے ایک بندے کے ساتھ کلام کرنے والا ہوں۔ تو پہاڑ فخر اور تکبر کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بندے سے کلام فرمائے گا لیکن کوہ طور

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 84، بیروت 2۔ ایضاً، صفحہ 85 3۔ ایضاً، صفحہ 86

4۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 45، مصر

نے تواضع اور انکساری کی اور کہا: اگر کوئی شے اس کا مقدر بنائی گئی ہے تو وہ ہو کر رہے گی۔ راوی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طور کی تواضع کے سبب اس پر موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علاء بن کثیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو جانتا ہے میں نے تیرے ساتھ کیوں کلام کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: نہیں۔ اے میرے رب! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس لیے کہ میں نے ایسی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جس نے میرے لیے تیری مثل تواضع کی ہو۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت نوف بکالی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی جانب وحی فرمائی: میں تم میں سے کسی پہاڑ پر نزول فرمانے والا ہوں۔ تو جبل طور کے سوا تمام پہاڑ فخر و تکبر سے بلند ہو گئے۔ صرف جبل طور نے تواضع اور انکساری کا اظہار کیا اور کہا: جو میرے لیے حصہ بنایا گیا ہے میں اس پر راضی ہوں اور امر اسی کے مطابق ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ کا یہ مفہوم ہے اگر میرے لیے کوئی مقدر کی گئی ہے تو عنقریب وہ مجھ پر آ جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میرے لیے تیری تواضع اختیار کرنے کے سبب اور میری قدرت کے ساتھ تیری رضا کے سبب میں عنقریب تجھ پر ہی نزول فرماؤں گا(2)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابو خالد الاحمق رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو ابلیس پہاڑ پر ظاہر ہوا۔ اچانک جبرئیل امین علیہ السلام نے اسے پالیا اور فرمایا اے لعین! دور ہو جا۔ کیا تو یہاں بھی کام کر رہا ہے؟ اس نے کہا: میں آیا ہوں اور میں موسیٰ علیہ السلام سے وہی توقع رکھتا ہوں جو میں نے ان کے باپ سے رکھی۔ تو جبریل علیہ السلام نے اسے فرمایا: اے لعین! پیچھے ہٹ جا دور ہو جا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام بیٹھے اور موسیٰ علیہ السلام کی قوت و طاقت پر رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبے کو قوت گویائی عطا فرمائی۔ تو اس نے کہا: اے جبرئیل! یہ رونا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے انتہائی قرب میں ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اس طرح سنوں جیسے موسیٰ علیہ السلام سنتے ہیں۔ تو جبے نے کہا: اے جبرئیل! میں موسیٰ علیہ السلام کا جبہ ہوں اور میں ان کے جسم پر ہوں۔ کیا میں موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں یا تم؟ اے جبرائیل! میں وہ نہیں سن سکتا جو تو سنتا ہے۔

وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 295 (8219) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 6، صفحہ 49، مصر

''اور جب آئے موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر اور گفتگو کی ان سے ان کے رب نے (تو اس وقت) عرض کی: اے میرے رب! مجھے دیکھنے کی قوت دے تا کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔ اللہ نے فرمایا: تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے مجھے، البتہ دیکھو اس پہاڑ کی طرف سو اگر یہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو تم بھی دیکھ سکو گے مجھے۔ پھر جب تجلی ڈالی ان کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اسے پاش پاش اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہو کر۔ پھر جب آپ کو ہوش آیا تو عرض کی پاک ہے تو (ہر نقص سے) میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ''قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں، اے میرے رب! مجھے قوت عطا فرما کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام باری تعالیٰ سنا تو آپ میں رب کریم کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے یہ عرض کی: اے میرے رب! مجھے دیکھنے کی قوت دے تا کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ ''اِنَّكَ لَنْ تَرٰىنِیْ'' بلاشبہ تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ فرمایا: اے موسیٰ! کبھی بھی اس طرح نہیں ہوگا کہ کوئی مجھے دیکھے اور زندہ بھی رہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھے دیکھوں اور پھر مر جاؤں ایسا ہونا میرے نزدیک اس سے بڑھ کر پسندیدہ اور محبوب ہے کہ میں تجھے نہ دیکھوں اور پھر زندہ رہوں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اے موسیٰ! اس عظیم وطویل سخت پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ثابت وقائم رہا، یہ عاجز وذلیل نہ ہوا اور اس نے اپنے وہ حصے گرا کر پاش پاش نہ کر دیئے جو میری عظمت کو دیکھیں گے تو پھر تو مجھے اپنی کمزوری اور پستی کے باوجود دیکھ سکے گا، اور اگر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس نے اپنی عظمت وشدت اور قوت کے باوجود اپنے آپ کو گرا دیا، تو پھر تم تو اس کے مقابلے میں بہت کمزور اور عاجز ہو۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابونعیم حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ ''رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ'' تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ مر جائے گا۔ کوئی خشک (جامد) مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ لڑھک جائے گا۔ اور کوئی تر مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ متفرق ہو جائے گا۔ مجھے وہ اہل جنت دیکھیں گے جن کی آنکھیں نہیں مریں گی اور نہ ان کے جسم بوسیدہ ہوں گے (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ کیونکہ یہ تم سے بڑا ہے اور خلقت کے اعتبار سے انتہائی مضبوط اور سخت ہے۔ فرمایا: پھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 62، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ نوادر الاصول، صفحہ 142، دار صادر بیروت

جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور آپ نے پہاڑ کی طرف دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو قائم نہیں رکھ سکا۔ اور پہاڑ پہلی بار ہی ہموار ہونا شروع ہو گیا ہے تو جب پہاڑ کو ایسا کرتے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا، تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں طور سینا پہاڑ پر آپ کو شرف کلام سے نوازوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام سے لے کر طور سینا تک سولہ فرسخ کا فاصلہ تھا۔ گرج تھی، بجلی چمک رہی تھی، کڑک تھی اور رات انتہائی ٹھنڈی تھی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور جبل طور کی ایک چٹان کے سامنے ٹھہر گئے۔ وہاں ایک سبز درخت تھا، اس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے اور اس کے اندر سے آگ ظاہر ہونے لگی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام متعجب ہو کر ٹھہر گئے۔ تو درخت کے اندر سے آواز آئی اے موسیٰ! حضرت موسیٰ علیہ السلام آواز کو سنتے ہوئے ٹھہرے رہے اور کہا کیا یہ کوئی عبرانی زبان میں مجھ سے بات کر رہا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا اے موسیٰ! میں عبرانی نہیں ہوں۔ بے شک میں اللہ رب العالمین ہوں۔ تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ستر لغات میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور ان میں سے ہر لغت دوسری سے مختلف تھی۔ اس مقام پر آپ کو تورات عطا فرمائی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے خدا! مجھے دیکھنے کی قوت عطا فرما تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! جو مجھے دیکھے گا وہ مر جائے گا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے خدا! مجھے اپنے دیدار سے نواز اور اسی کے ساتھ میری موت واقع ہو جائے۔ تو طور سیناء پہاڑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا: اے موسیٰ بن عمران! علیہ السلام تو نے امر عظیم کے بارے سوال کیا ہے۔ تحقیق ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر شے، اور ساتوں زمینیں اور ان میں موجود ہر شے کانپ اٹھی، پہاڑ ہل گئے ہیں۔ اور اے ابن عمران! تیرے سوال کی عظمت کے سبب سمندروں میں اضطراب آ گیا ہے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ عرض کی: اے میرے رب! مجھے دیکھنے کی قوت عطا فرما تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ثابت و قائم رہا تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا، پھر جب آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ایک جمعہ کی مقدار اسی طرح رہے پھر آپ کو افاقہ ہوا، تو اپنے چہرے سے مٹی صاف کی اور یہ کہنے لگے "سُبۡحٰنَکَ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ" "پاک ہے تو (ہر نقص سے) میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں"۔ پس اس مقام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا تھا وہ مر جاتا، تو پھر آپ نے اپنے چہرے پر حجاب ڈال لیا، اور آپ اپنی گردن پھیر کر لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ پس اسی دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن صحرا میں گئے تو وہاں دیکھا تین آدمی قبر کھود رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے قبر مکمل کر لی۔ پس موسیٰ علیہ السلام آئے اور ان پر جھانکتے ہوئے انہیں فرمایا: یہ قبر کس کے لیے کھود رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ایک آدمی کے لیے۔ وہ یا تو آپ ہیں یا وہ آپ کی مثل ہے۔ اس کی قد و قامت آپ کے برابر ہے یا آپ کی طرح ہے۔ پس اگر آپ اس میں اتریں گے تو ہم یہ قبر آپ کے لیے مختص کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں اترے اور اس میں لیٹ گئے تو

اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم فرمایا اور وہ آپ پر بند ہوگئی۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن عدی نے الکامل میں، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں کئی اسناد سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ آیت پڑھی ''فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا'' اور فرمایا'' اس طرح، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا اور اپنے انگوٹھے کے کنارے کو خنصر (چھوٹی انگلی) کے پورے پر رکھا۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ نے خنصر کے اوپر والے جوڑ پر رکھا۔ پس پہاڑ دھنس گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں پس پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور وہ یوم قیامت تک اس میں نیچے دھنستا ہی رہے گا(1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ثابت رحمہ اللہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قول باری تعالیٰ '' فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ '' کے بارے ارشاد فرمایا: '' اللہ تعالیٰ نے اتنی مقدار (اپنے آپ کو) ظاہر فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھے کی اپنی چھوٹی انگلی خنصر پر رکھا۔ حمید نے کہا: اے ابو محمد! تو اس سے کیا مراد لے رہا ہے؟ تو انہوں نے ان کے سینے میں ضرب لگائی اور کہا: اے حمید! تو کون ہے؟ اے حمید! تو کیا ہے؟ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان فرما رہے ہیں اور تو کہہ رہا ہے تو اس سے کیا ارادہ رکھتا ہے؟

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ پہاڑ جسے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا تھا کہ آپ اس کی طرف دیکھیں، وہ طور ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ '' فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ '' کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خنصر انگلی کی مقدار تجلی ڈالی '' جَعَلَهٗ دَكًّا '' تو اس نے اسے مٹی بنا دیا '' وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا '' اور موسیٰ علیہ السلام گر پڑے درآنحالیکہ آپ پر غشی طاری تھی(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی ڈالی تو دس فرسخ کی مسافت سے سخت تاریک رات میں رینگنے والی چیونٹی بالکل صاف دیکھتے تھے (عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَمَّا تَجَلَّى اللّٰهُ لِمُوْسٰى كَانَ یُبْصِرُ دَبِیْبَ النَّمْلَةِ عَلَى الصَّفَا فِی اللَّیْلَةِ الظَّلْمَاءِ عَنْ مَسِیْرَةِ عَشَرَةِ فَرَاسِخَ)

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس کی عظمت وجلال کے سبب چھ پہاڑ اڑ گئے۔ ان میں سے تین مدینہ طیبہ میں جا گرے اور وہ احد، ورقان اور رضوی ہیں اور تین مکہ مکرمہ میں جا کر گرے اور وہ حراء، ثبیر اور ثور ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 66
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 65

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے لیے (پہاڑ پر) تجلی ڈالی تو اس کے سبب سات پہاڑ اڑ گئے، ان میں سے حجاز میں پانچ ہیں اور یمن میں دو ہیں۔ حجاز میں یہ ہیں: احد، ثبیر، حراء، ثور اور ورقان۔ اور یمن میں حصور اور صیر ہیں (1)۔

امام ابن مردویہ نے قول باری تعالیٰ ''فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا'' کی تفسیر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے) موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی اور فرمایا ''اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ'' ''بے شک میں اللہ ہوں''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کی شام تھی اور پہاڑ موقف میں تھا۔ پس وہ سات حصوں میں کٹ گیا اس کا ایک ٹکڑا سامنے جا کر گرا اور وہ وہ ہے جس کے پاس یوم عرفہ کو موقف میں امام کھڑا ہوتا ہے اور تین مدینہ طیبہ میں جا کر گرے اور وہ طیبہ، احد اور رضوی ہیں اور طور سیناء شام میں اور اس کا نام طور اس لیے ہے کیونکہ یہ شام کی طرف ہوا میں اڑ کر گیا تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ '' فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا'' کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے دست قدرت کی) خنصر کو ظاہر فرمایا۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے '' دَكًّا'' کو مشدد اور مد کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن مردویہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے '' دکا'' کے لفظ کو تنوین کے ساتھ بغیر مد کے پڑھا ہے (2)۔

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت معاویہ بن قرہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس کی عظمت وجلال کے سبب چھ پہاڑ اڑ گئے اور وہ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں جا کر گرے۔ جو مدینہ طیبہ میں گرے وہ یہ ہیں: احد، ورقان اور رضوی۔ اور جو مکہ مکرمہ میں گرے وہ یہ ہیں: ثور، ثبیر اور حراء۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے رب نے کلام فرمایا تو انہوں نے اپنے رب کو دیکھنا چاہا اور التجا کر دی۔ تو رب کریم نے جواب دیا ''لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ '' (تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے البتہ تم پہاڑ کی طرف دیکھو) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے اردگرد ملائکہ کو کھڑا کر دیا۔ پھر ملائکہ کو آگ کے ساتھ گھیر لیا۔ پھر آگ کے اردگرد ملائکہ کو کھڑا کیا اور پھر ان کے اردگرد آگ جمع کر دی اور پھر آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور خنصر کی مثل تجلی ڈالی۔ تو صرف اس پہاڑ کو پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ وہ اتنی دیر بے ہوش رہے جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر جب آپ کو افاقہ ہوا تو کہا ''سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ '' یعنی میں بنی اسرائیل میں سے سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں (3)۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 95 (11017)، دار الفکر بیروت 2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 261، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 69-61

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض حجاب اٹھائے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حروف پڑھتے تھے " فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" اور فرماتے وہ ٹھوس پتھر تھا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اس پر تجلی ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی کا ٹیلا ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ پہاڑ زمین میں دھنس گیا۔ یہاں تک کہ وہ سمندر میں جا گرا اور وہ اس کے بعد بھی دھنستا جا رہا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو معشر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں چالیس رات تک قیام فرما رہے اور جو کوئی آپ کی طرف دیکھتا وہ رب العالمین کے نور کے سبب مر جاتا اور اس کا مصداق کتاب اللہ میں ہے " فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" فرمایا (جب آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے اسے مٹی بنا دیا)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عروہ بن رویم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طور پر تجلی ڈالنے سے قبل پہاڑ بالکل ٹھوس اور ہموار تھے۔ ان میں غاریں اور دراڑیں نہیں تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طور پر تجلی ڈالی تو طور پاش پاش ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گئے اور ان میں یہ غاریں اور دراڑیں بن گئیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ دَكًّا کا معنی ہے ہموار زمین۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا " جَعَلَهٗ دَكًّا" کا معنی ہے کہ پہاڑ کے بعض حصوں نے بعض کو گرا کر ہموار کر دیا (1)۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ " وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غشی طاری ہو گئی۔ مگر آپ کی روح آپ کے جسم میں ہی رہی۔ جب افاقہ ہوا تو جو دیکھا تھا اس کی عظمت و جلال کے سبب کہا: " سُبْحٰنَكَ" اے اللہ تو اس سے پاک ہے کہ وہ تجھے دیکھ سکے " تُبْتُ اِلَيْكَ" میں اپنے سابقہ امر سے رجوع کرتا ہوں۔ " وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" اور رب میں پہلا تصدیق کرنے والا ہوں کہ کوئی تجھے دیکھ نہیں سکتا"۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ " وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں سب سے پہلا اس پر ایمان رکھنے والا ہوں کہ تیری مخلوق میں سے کوئی شے تجھے نہیں دیکھ سکتی (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ تفسیر بیان کی " وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مردہ حالت میں گر پڑے " فَلَمَّاۤ اَفَاقَ" اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اور جان آپ پر لوٹا دی " قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کہ کوئی نفس تجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا اس کے ساتھ کہ وہ زندہ بھی رہے اور اس وقت سارا عالم خوف زدہ ہو جائے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ " تبت

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 89، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 68

الیك ''میں تیرے دیدار کا سوال کرنے سے توبہ کرتا ہوں'' وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ '' اور میں ایمان لانے کے اعتبار سے اپنی قوم میں سب سے اول ہوں۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے '' وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ '' کی تفسیر میں حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگرچہ آپ سے پہلے مومنین تھے۔ لیکن آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں ان میں سے اول ہوں جو اس پر ایمان لائے کہ تیری مخلوق میں سے کوئی بھی قیامت تک تجھے نہیں دیکھ سکے گا۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کے درمیان سے مجھے اختیار نہ کرو۔ کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو کر گر جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا (تو میں دیکھوں گا) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں، سو میں نہیں جانتا۔ کہ انہیں مجھ سے پہلے افاقہ ہوا یا کوہ طور پر بے ہوش کر گرنے کے بدلے اب ان سے درگزر کیا گیا (1)۔

قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۱۴۵﴾

'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے سرفراز کیا ہے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری سے اور اپنے کلام سے اور لے لو جو میں نے دیا ہے تمہیں اور ہو جاؤ شکر گزار بندوں سے اور ہم نے لکھ دی موسیٰ کے لیے تختیوں میں ہر چیز نصیحت پذیری کے لیے اور (لکھ دی) تفصیل ہر چیز کی۔ پھر (فرمایا) پکڑ لو اسے مضبوطی سے اور حکم دو اپنی قوم کو کہ پکڑ لیں اس کی اچھی باتیں۔ عنقریب میں دکھاؤں گا تمہیں نافرمانوں کا (برباد شدہ) گھر''۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن شوذب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم جانتے ہو میں نے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری اور اپنے کلام سے کیوں سرفراز کیا ہے؟ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس لیے کہ تیرے تواضع کرنے کی مثل کسی نے تواضع نہیں کی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ایسے عمل پر میری راہنمائی فرما کہ جب میں وہ عمل کروں تو اس میں جو معاملہ تو نے میرے ساتھ کیا ہے تیرا شکر ادا ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کہو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ، فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایسے عمل کا ارادہ کیا ہے، جو ان کے جسم کو کمزور کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں

1۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، جلد 1، صفحہ 481، قدیمی کتب خانہ کراچی

فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو وہ ان تمام سے بھاری ہو جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے" وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ "

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ تورات سونے کی قلموں سے لکھی گئی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیاں لکھیں اور وہ تختیوں میں قلمیں چلنے کی آواز سن رہے تھے۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" وہ تختیاں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئیں وہ جنت کے بیری کے درخت سے بنی ہوئی تھیں اور ایک تختی کی لمبائی بارہ ذراع تھی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ تختیاں جنت کے زبرجد اور زمرد کی بنی ہوئی تھیں، رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا تو وہ جنت عدن سے تختیاں لے کر آئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ ان تختیوں پر اس قلم کے ساتھ لکھا، جس کے ساتھ ذکر (قرآن کریم) لکھا۔ رب کریم نے نور کی نہر سے سیاہی حاصل کی اور اسی کے ساتھ تختیاں لکھیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وہ کہا کرتے تھے کہ وہ تختیاں یاقوت کی بنی ہوئی تھیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ زبرجد کی تھیں۔ ان کی کتابت سونے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ انہیں لکھا اور اہل آسمان نے قلم چلنے کی آواز سنی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابو العالیہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیاں زبرجد کی تھیں۔

ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ تختیاں سبز زمرد کی تھیں۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم فرمایا تو وہ جنت عدن سے تختیاں لے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ ان پر اس قلم کے ساتھ لکھا جس کے ساتھ ذکر لکھا۔ اور رب تعالیٰ نے نور کی نہر سے سیاہی حاصل کی اور اس کے ساتھ تختیاں لکھیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات لکھی۔ اس وقت آپ چٹان کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور قلم چلنے کی آواز سن رہے تھے۔ تختیاں زمرد کی بنی ہوئی تھیں اور آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین سوائے حجاب کے اور کچھ نہ تھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین کے سوا کسی چیز کو مس نہیں کیا (وہ تین یہ ہیں) حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ جنت میں درخت اپنے دست قدرت سے لگائے اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت حکیم بن جابر سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کو اپنے دست قدرت سے مس نہیں کیا (وہ تین یہ ہیں جنت میں درخت اپنے دست قدرت سے لگائے اور اس کی مٹی ورس اور زعفران کی بنائی اور اس کے پہاڑ کستوری کے بنائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت وروان بن خالد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، قلم کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، عرش کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، وہ کتاب جو اس کے پاس ہے اور کوئی غیر اس پر مطلع نہیں، وہ اپنے دست قدرت سے لکھی اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیوں میں تورات عطا فرمائی۔ اس میں ہر شے کی تفصیل اور پند و نصائح تھے۔ جب آپ وہ لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت پر لگا ہوا دیکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے تورات پھینک دی اور وہ ٹوٹ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سات میں سے چھ حصوں کو اٹھالیا اور ساتواں حصہ باقی رکھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مغیث الشامی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا کسی چیز کو بھی اپنے دست قدرت سے تخلیق نہیں فرمایا (وہ یہ ہیں) جنت میں اپنے دست قدرت سے درخت لگائے، حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے السنۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا، جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا اور تورات اپنے ہاتھ سے لکھی۔ پھر تمام چیزوں کے لیے فرمایا: کن (تو ہو جا) تو وہ چیزیں معرض وجود میں آگئیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے '' وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ '' کی تفسیر حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح نقل کی ہے کہ ہر وہ شے جس کا انہیں حکم دیا گیا اور جس سے انہیں منع کیا گیا ہم نے آپ کے لیے تختیوں میں لکھ دی۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے یعنی جن چیزوں کا انہیں حکم دیا گیا اور جن سے انہیں منع کیا گیا ہر شے کی تفصیل اس میں موجود تھی۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت مستدرک رحمہ اللہ میں اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اپنی کتاب میں فرما رہا ہے '' اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ '' (الاعراف: 144) '' وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ '' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ اس طرح جانتے ہیں کہ تمام اشیاء آپ کے لیے لکھ دی گئیں جیسے تم اپنے علماء کو جانتے ہو۔

پھر جب آپ ساحل سمندر تک پہنچے تو آپ کی ملاقات ایک عالم سے ہوئی اور آپ نے اسے گفتگو کے لیے کہا تو اس نے آپ کی فضیلت علم کا اقرار کر لیا اور گفتگو نے اسے حسد پر نہ ابھارا (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موت کی دشواری لاحق ہوئی۔ تو انہوں نے کہا: یہ حضرت آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے خاص گھر میں رکھا ہوا تھا جہاں ہم پر موت طاری نہ ہوتی۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں اتار دیا سو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اگر آدم علیہ السلام کو تمہاری طرف بھیج دیا جائے تو کیا تم ان سے مباحثہ کرو گے؟ آپ نے عرض کی۔ ہاں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھیجا، تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے سوال کیا اور کہا: اگر تم لغزش نہ کرتے تو ہم یہاں نہ ہوتے۔ تو جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر شے کی تفصیل اور نصائح عطا فرمائے ہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ "مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا" (الحدید:22) "نہیں آئی کوئی مصیبت زمین پر اور نہ تمہاری جانوں پر مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں"۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں (ایسے ہی ہے) تو اس طرح حضرت آدم علیہ السلام مباحثہ میں ان پر غالب آ گئے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تختیوں میں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء اور آپ کی امت کا ذکر بھی کیا۔ اور جو کچھ اپنے پاس ان کے لیے ذخیرہ کیے ہوئے ہے اور دین کے معاملے میں انہیں آسانیاں فراہم کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان چیزوں کے بارے میں وسعت دی ہے جو ان کے لیے حلال کی ہیں سب تحریر کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیوں میں لکھا: اے موسیٰ! میرے بارے میں جھوٹی قسم نہ اٹھانا۔ کیونکہ جو میرے بارے میں جھوٹی قسم اٹھاتا ہے میں اس کے عمل کو پاک نہیں کرتا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ نے "وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ" کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھا: میری عبادت کرو اور اہل آسمان اور اہل زمین میں سے کسی شے کو بھی میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ کیونکہ وہ سب میری مخلوق ہیں کیونکہ جب میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے تو میں غضب ناک ہوتا ہوں اور جب میں غضب میں ہوتا ہوں تو میں لعنت بھیجتا ہوں اور میری لعنت اولاد کی جانب سے چوتھی (نسل تک کو) پا لیتی ہے۔ اور جب میری اطاعت وفرمانبرداری کی جائے تو میں راضی ہوتا ہوں اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت

1۔ مستدرک حاکم، باب تواریخ المتقدمین من الانبیاء، جلد 2، صفحہ 626، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 71

عطا فرماتا ہوں اور میری برکت ایک امت کے بعد دوسری امت تک کو پہنچتی ہے اور تم میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔ کیونکہ میرے نام کے ساتھ جو جھوٹی قسم کھاتا ہے میں اس کے عمل کو پاک نہیں کرتا اور اپنے والدین کی عزت و توقیر کرو۔ کیونکہ جو اپنے والدین کی عزت و تکریم کرتا ہے تو میں اس کی عمر کو طویل کر دیتا ہوں اور اسے ایسا بچہ عطا فرماتا ہوں جو اس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ اور جو اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے میں اس کی عمر کو کم کر دیتا ہوں اور اسے ایسا بیٹا عطا کرتا ہوں جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور ہفتے کے دن کی حفاظت کرو کیونکہ یہی وہ آخری دن ہے جس میں میں اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے فارغ ہوا۔ نہ زنا کرو، نہ چوری کرو۔ اور میرے دشمن سے اپنا چہرہ پھیر کر نہ بھاگو اور اپنے اس پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا نہ کرو جو تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ اپنے پڑوسی کے مال پر قبضہ نہ کرو۔ اور تم اس کی بیوی کا پیچھا نہ کرو۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوحمزہ القاص سے بیان کیا ہے کہ وہ دس آیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیوں میں لکھیں۔ وہ یہ ہیں کہ میری عبادت کرو، میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ، میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ کھاؤ، کیونکہ جو میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم کھاتا ہے میں اسے پاکیزگی اور طہارت عطا نہیں کرتا، میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، میں تمہارے لیے تمہاری موت کو مؤخر کر دوں گا اور مصنوعی دوستی کرنے والے سے تمہیں بچاؤں گا، نہ چوری کرو اور نہ زنا کا ارتکاب کرو۔ ورنہ میں تم سے اپنے چہرے کا نور چھپا لوں گا اور تمہاری دعا کے لیے میرے آسمانوں کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ خیانت اور دھوکہ نہ کرو۔ لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور ایسی چیز کے بارے شہادت نہ دو جسے تمہارے کانوں نے سنا نہ ہو اور تمہارے دل نے سمجھا نہ ہو۔ کیونکہ قیامت کے دن میں شہادت دینے والوں کو ان کی شہادت کی بنا پر کھڑا کروں گا اور پھر شہادت کے بارے ان سے سوال کروں گا اور میرے سوا کسی کے لیے ذبح نہ کرو۔ کیونکہ اہل زمین کی کوئی قربانی میری طرف بلند نہیں ہوتی مگر وہی جس پر میرا نام ذکر کیا جائے (1)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو نازل فرمایا اس میں یہ بھی ہے کہ تم اہل ہوا (خواہش نفس کی پرستش کرنے والے) کی مجالست اختیار نہ کرو ورنہ وہ تمہارے دل میں وہ کچھ ڈال دیں گے جو اس میں نہیں (2)۔

امام ابن مردویہ، ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن لال نے مکارم اخلاق میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تختیوں میں جو عطا فرمایا ان میں سے سب سے پہلے پہلی تختی میں جو لکھا ہوا ہے، وہ دس ابواب ہیں: اے موسیٰ! میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرا۔ کیونکہ میری جانب سے یہ قول برحق ہے کہ ضرور بہ ضرور مشرکین کے چہروں کو آگ میں جھلسایا جائے گا۔ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، میں تجھے مصنوعی دوستی کرنے والے سے محفوظ رکھوں گا اور تیری عمر میں اضافہ کر دوں گا اور تجھے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 222 (4858)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 60 (9462)

پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھوں گا۔ پھر تجھے اس سے بہتر کی طرف پلٹا دوں گا۔ اس نفس کو حق کے سوا قتل نہ کرو جسے میں نے حرام کیا ہے۔ ورنہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود اور آسمان اپنی اطراف و اکناف کے باوجود تم پر تنگ ہو جائیں گے اور تو میری ناراضگی اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنائے گا۔ میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ اٹھاؤ اور نہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے قسم اٹھاؤ۔ کیونکہ جو مجھے پاک نہیں کرتا اور میرے اسماء کی تعظیم و تکریم نہیں کرتا، میں اسے کبھی پاک نہیں کرتا۔ اور میں نے لوگوں کو اپنے فضل میں سے جو کچھ عطا فرما رکھا ہے اس پر لوگوں سے حسد نہ کرو اور نہ ہی ان سے میرا انعام اور رزق دور ہٹاؤ۔ کیونکہ حسد کرنے والا میری نعمت کا دشمن ہے، میرے فیصلے کو رد کرنے والا ہے اور میری اس تقسیم پر ناراض ہونے والا ہے جو میں اپنے بندوں کے درمیان کرتا ہوں۔ اور جو اس طرح نہ ہو پس میں اس سے نہیں اور وہ مجھ سے نہیں۔ (یعنی میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں) اور ایسے معاملے کی شہادت نہ دو جسے تمہارے کانوں نے سنا نہ ہو، تمہاری عقل و دماغ نے یاد نہ کیا ہو اور تمہارے دل نے اس پر یقین نہ کیا ہو۔ کیونکہ میں قیامت کے دن شہادت دینے والوں کو ان کی شہادتوں کی بنا پر کھڑا کروں گا اور پھر شہادت کے بارے ان سے انتہائی تیز سوال کروں گا، نہ زنا کرو، نہ چوری کرو اور نہ اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔ ورنہ میں تم سے اپنے چہرے کو چھپا لوں گا اور تمہارے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ لوگوں کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور میرے سوا کسی اور کے لیے جانور ذبح نہ کرو۔ کیونکہ میں کوئی قربانی قبول نہیں کرتا مگر وہ جس پر میرا نام لیا جائے اور وہ خاص میری رضا کے لیے ہو۔ اور ہفتے کا دن میری عبادت کے لیے فارغ کر دو اور میری رضا کے لیے اپنی جان اور اپنے جمیع اہل بیت قربان کر دو۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہفتے کا دن عید بنایا ہے اور ہمارے لیے جمعہ کا انتخاب کیا ہے اور اسے ہمارے لیے عید بنا دیا ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے جو کچھ تختیوں میں لکھا اس میں سے یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی کے مال اور اپنے بھائی کی بیوی کی خواہش اور آرزو نہ کرو۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت وہب بن منبہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے ہم نے تمہیں شوق دلایا اور تم مشتاق نہیں ہوئے۔ ہم تمہاری طرف مائل ہوئے اور تم روئے نہیں۔ خبردار! ہر رات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ آسمان سے ندا دیتا ہے: اے قتل کرنے والو! تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لیے ایسی تلوار ہے جو کبھی کند نہیں ہوگی اور وہ جہنم کی آگ ہے۔ چالیس برس کے لوگ اس کھیتی کی مثل ہیں جسے ہم نے کاٹ دیا ہے۔ پچاس سال کی عمر کے لوگو! حساب کی طرف آؤ، تمہارا کوئی عذر نہیں ہے۔ اے ساٹھ برس کی عمر پانے والو! تم نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا اور اے ستر برس عمر پانے والو! تم کیا انتظار کر رہے ہو۔ کاش! مخلوق نہ ہوتی اور وہ پیدا نہ کیے جاتے اور جب انہیں پیدا کر دیا گیا تو وہ جانتے ہیں انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ خبردار سنو! قیامت تمہارے قریب آ چکی ہے۔ پس اپنی احتیاط کو لازم پکڑو(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 178، بیروت

السلام نے کہا: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو بعد میں آئیں گے لیکن قیامت کے دن پہلے اٹھیں گے۔ وہ پیدا ہونے میں مؤخر ہیں اور جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے سابق اور مقدم ہیں پس انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جو تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے۔ اسے لوگوں کے لیے خیر امت بنا کر نکالا گیا ہے، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ سو تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کے بارے یہ پاتا ہوں کہ وہ پہلی اور آخری کتابوں پر ایمان رکھتے ہوں گے اور بڑھتی ہوئی گمراہی کرنے والوں کے ساتھ قتال کریں گے یہاں تک کہ کانے کذاب کو بھی قتل کر دیں گے۔ سو انہیں تو میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے دلوں میں ہوں گی اور وہ انہیں پڑھتے ہوں گے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ''تم سے پہلے لوگ اپنی کتابیں دیکھ کر پڑھتے تھے۔ اور جب انہیں اٹھا لیا گیا تو انہیں اس کی کوئی شے نہ حفظ تھی اور نہ وہ اسے یاد کر سکتے۔ اے امت حاضرہ! بے شک حفظ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسی نعمت عطا فرمائی ہے جو تم سے پہلی امتوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہی اس کے لیے خاص کیا ہے اور تمہیں ہی یہ عزت و کرامت عطا فرمائی ہے''۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ وہ اپنے صدقات خود کھائیں گے اور ان پر انہیں اجر بھی دیا جائے گا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ''تم سے پہلے لوگوں میں سے کوئی صدقہ کرتا تھا اور وہ اس سے قبول کر لیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک آگ بھیجتا اور وہ اسے کھا جاتی۔ اور اگر وہ رد کر دیا جاتا تو وہ پڑا رہتا اور پرندے درندے اسے کھا جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے صدقات تمہارے اغنیا سے فقراء کے لیے ہیں اور ان کے بدلے تم پر انتہائی رحمت فرمائی ہے اور اس کے عوض تم سے بے شمار تکالیف اور مصائب کو دور اور ہلکا کیا ہے''۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی نیکی کا قصد کرے گا۔ پھر وہ اس کے مطابق عمل نہ بھی کرے تو اس کے لیے نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس کے مطابق عمل کرے گا تو اس کی مثل دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب کوئی ان میں سے برائی اور گناہ کا قصد کرے تو اس کے خلاف کچھ بھی نہیں لکھا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے مطابق عمل کرے اور اگر اس کے مطابق عمل کرے گا، تو اس کے لیے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ وہ دعائیں کریں گے اور ان کی

دعاؤں کو قبول کیا جائے گا۔ تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: پس ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینک دیں اور عرض کی: اے اللہ! تب تو مجھے احمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے۔ راوی کا بیان ہے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو چیزیں عطا فرمائیں جو کسی کو نہیں دی گئیں فرمایا یٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ (الاعراف: 144) حضرت قتادہ نے فرمایا پس اللہ تعالیٰ کے نبی راضی ہو گئے۔ پھر دوسری چیز عطا فرمائی اور وہ یہ ہے ''وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ۝ (الاعراف)'' اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے''۔ فرمایا: اس طرح اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام مکمل طور پر راضی ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے، اسے لوگوں کی طرف نکالا گیا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کسی نے نیکی کا ارادہ کیا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لیے اسی کی مثل دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کسی نے گناہ کا ارادہ کیا اور اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جائے گا اور جب اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لیے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی۔ تو انہیں میری امت بنا دے۔ رب کریم نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں کہ وہ شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو قیامت کے دن دعا کریں گے اور ان کی دعا قبول کی جائے گی تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جن کی ان لوگوں کے خلاف مدد کی جائے گی جنہوں نے ان کے ساتھ عداوت رکھی یہاں تک کہ وہ کانے دجال کو بھی قتل کر دیں گے۔ تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں اپنے ہاتھ سے پھینک دیں اور عرض کی: اے میرے رب! مجھے احمد ﷺ کی امت میں سے کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ۝ (الاعراف) سو اللہ تعالیٰ کے

نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کا یہ قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنے رب کے ساتھ ہم کلام ہونے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰی علیہ اطیب التحیۃ والثناء اور آپ کی امت کو جو شرف و کمال عطا کیا ہے، اس کے بارے ہے، اس طرح کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات پڑھی اور اس میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کی مدح وتوصیف کے مقام پر پہنچے تو کہا: اے میرے رب! یہ نبی کون ہے جسے اور ان کی امت کو تو نے اول بھی بنایا ہے اور آخر بھی؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: یہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو امی، عربی، حرمی، تہامی اور قاذر بن اسماعیل کی اولاد سے ہیں۔ میں نے انہیں اول بنایا ہے اس اعتبار سے کہ انہیں سب سے پہلے اٹھا کر میدان حشر میں لایا جائے گا اور میں نے انہیں آخر اس اعتبار سے بنایا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا ہے، اے موسیٰ! میں نے ان کی شریعت کے ساتھ دوسری شریعتوں کو، ان کی کتاب کے ساتھ دوسری کتابوں کو، آپ کی سنت کے ساتھ دیگر سنن کو اور ان کے دین کے ساتھ دیگر ادیان کو ختم کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے چن لیا ہے اور مجھے شرف کلام عطا کیا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک تو میرا صفی ہے اور وہ میرا حبیب ہے۔ قیامت کے دن میں اسے ایک بلند مقام پر فائز فرماؤں گا۔ میں نے ان کا حوض دیگر حوضوں کی نسبت وسیع وعریض بنایا ہے۔ اس پر وارد ہونے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے اور ان کی اتباع کرنے والے بھی کثیر ہیں۔ عرض کی: اے میرے رب! تحقیق تو نے انہیں عزت وتکریم عطا کی اور شرف وعظمت سے نوازا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میرے لیے ضروری ہے کہ میں انہیں عزت وتکریم عطا کروں اور انہیں اور ان کی امت کو فضیلت عطا کروں۔ اس لیے کہ وہ میرے ساتھ ایمان لائیں گے اور میرے تمام رسولوں کے ساتھ، میرے تمام کلمات کے ساتھ اور میرے ہر قسم کے غیب کے ساتھ اور جو ان میں شاہد ہے یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وصال کے بعد یوم قیامت تک (وہ ایمان لائیں گے)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! کیا یہ ان کی صفت اور تعریف ہے؟ رب کریم نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تو نے انہیں جمعہ عطا کیا ہے یا میری امت کو؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں جمعہ تو ان کے لیے ہیں۔ تمہاری امت کے لیے نہیں۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی صفت یہ دیکھی ہے کہ وہ پنج کلیان ہوں گے (یعنی وہ پانچ اعضاء جو دوران وضو دھوئے جاتے ہیں وہ روشن ہوں گے) وہ کون ہیں؟ کیا وہ بنی اسرائیل میں سے ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے جن کے پانچ اعضاء وضو، وضو کے اثر کے سبب چمک رہے ہوں گے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایسی قوم کا ذکر پایا ہے جو پل صراط سے بجلی اور ہوا کی طرح گزریں گے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا تذکرہ پایا ہے کہ وہ پانچ نمازیں پڑھیں گے، وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ وہ اپنے نصف تک (یعنی نصف پنڈلی تک) چادریں پہنیں گے، وہ کون ہیں؟

فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا ذکر پایا کہ انہیں ایک نیکی کا بدلہ دس ملیں گی اور ایک برائی کا بدلہ صرف ایک۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ وہ اپنی تلواریں سونتے ہوں گے اور کوئی حاجت (اور حرص) انہیں روک نہیں سکے گی۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ جب وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں گے تو وہ تجھ سے استخارہ کریں گے اور پھر وہ کام شروع کریں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کے نیکو کاران کے گناہ گاروں کے لیے شفاعت کریں گے۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ بیت حرام کا حج کریں گے۔ نہ وہ اس سے ہمیشہ دور رہیں گے اور نہ وہ اس سے مطلب برآری کی کوشش کریں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔

پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی صفت میں یہ پایا ہے کہ وہ تیرے راستے میں لشکر کی صفیں باندھ کر لڑیں گے اور ان پر صبر پوری قوت کے ساتھ طاری رہے گا۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک گناہ کا ارتکاب کرے گا اور پھر وہ وضو کرے گا تو اس کا وہ گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ اور وہ نماز پڑھے گا۔ تو اس کے لیے نماز گناہ کا عوض بنانے کی بجائے اضافی اور زائد بنا دی جائے گی۔ پس وہ کون ہے؟ فرمایا وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے، پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا وصف اس طرح پایا ہے کہ وہ تیرے رسولوں کی شہادت دیں گے کہ انہوں نے تیرا پیغام لوگوں تک پہنچایا ہے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے پایا ہے کہ وہ صدقہ اپنے ہی پیٹوں میں ڈال لیں گے (یعنی وہ خود ہی کھا لیں گے) وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ ان کے مال غنیمت حلال ہوگا اور دیگر امتوں کے لیے یہ حرام ہے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ ان کے لیے زمین پاکیزہ اور جائے نماز بنا دی جائے گی۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ ذکر پایا ہے کہ ان میں سے ایک آدمی سابقہ یعنی ان سے پہلی امتوں کے تیس افراد سے بہتر ہوگا۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: اے موسیٰ! وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ فرمایا: امم ماضیہ کا ایک آدمی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کسی فرد سے تیس گنا زیادہ عبادت کرتا ہے

اور یہ ان سے تمام کتابوں کے ساتھ ایمان لانے کے سبب تیس گناہ زیادہ بہتر ہے۔

عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ وہ تیرے ذکر کے لیے اکھٹے ہوں گے اور اسی کی بنا پر ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ جیسا کہ گدھیں اپنے گھونسلوں میں اترتی ہیں۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا۔ وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ جب وہ غصے میں ہوں گے تو تیرا ذکر کریں گے یعنی لا الہ الا اللہ کہیں گے اور جب جھگڑیں گے تو تیری تسبیح بیان کریں گے، وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ وہ تیری خوشنودی کے لیے اس طرح غضب ناک ہوں گے جیسے چیتا اپنی ذات کے لیے حالت جنگ میں غضب میں ہوتا ہے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کے اعمال اور ارواح کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور ملائکہ ان کے ساتھ ساتھ رہیں گے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ تعریف پائی ہے کہ درخت اور پہاڑ انہیں اپنے پاس سے گزرتے وقت بشارت اور خوشخبری دیں گے، اس لیے کہ وہ تیری تسبیح و تقدیس بیان کریں گے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف دیکھا ہے کہ مصیبت کے وقت کے لیے انہیں استرجاع (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) کہنا عطا کیا گیا ہے اور انہیں مصیبت کے وقت کی نماز، رحمت اور ہدایت عطا کی گئی ہے، سو وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ تعریف پائی ہے کہ تو اور تیرے فرشتے ان پر صلاۃ (رحمت) بھیجتے ہیں۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان کے محسن (نیکوکار) بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے میانہ رو لوگوں سے آسان سا حساب لیا جائے گا اور ان میں سے ظلم کرنے والے کو بخش دیا جائے گا۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تو مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ فرمایا: اے موسیٰ! تو ان میں سے ہے اور وہ تجھ سے ہیں۔ کیوں کہ تو بھی میرے دین پر ہے اور وہ بھی میرے دین پر ہیں۔ لیکن میں نے تجھے اپنی پیغامبری اور اپنے کلام کے سبب فضیلت دی ہے۔ پس تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا وصف اس طرح پایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں اٹھایا جائے گا، تو ان کی صفیں مشرق و مغرب کے درمیان ساری جگہ کو بھر دیں گی۔ ان پر موقف کو آسان کر دیا جائے گا اور دیگر امتوں میں سے کوئی بھی ان کی فضیلت کو نہیں پا سکے گا۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان کی روحیں ان کے بستروں پر قبض کی جائیں گی اور وہ میرے نزدیک شہید ہوں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں

نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ وہ تیرے بارے میں کبھی لومۃ لائم (ملامت کرنے والے کی ملامت) سے خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت دیکھی ہے کہ وہ مومنین کے لیے انتہائی نرم ہوں گے اور کفار پر انتہائی سخت ہوں گے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان میں سے صدیق تمام صدیقین سے افضل ہوگا۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تو نے انہیں عزت و تکریم اور فضیلت دی ہے۔ فرمایا: اے موسیٰ! وہ اسی طرح میرا نبی، صفی اور میرا حبیب ہے۔ اور ان کی امت سب سے بہتر اور افضل امت ہے۔

پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ دیگر امتوں کے لیے جنت میں داخل ہونا حرام کیا گیا ہے یہاں تک کہ ان کا نبی اور اس کی امت جنت میں داخل ہو جائے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! بنی اسرائیل کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا: اے موسیٰ! آپ کی قوم بنی اسرائیل آپ کے بعد آپ کے دین کو تبدیل کر دے گی اور آپ کی وہ کتاب جو آپ پر نازل کی گئی ہے اس میں تغیر اور تبدیلی کر دیں گے اور محمد ﷺ کی امت ان کی سنت کو تبدیل نہیں کرے گی اور اس کتاب کو باطل نہیں کریں گے جو ان پر نازل کی جائے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس لیے میں نے عزت و کرامت کا تاج انہیں پہنایا ہے اور انہیں تمام امتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے نبی کو افضل الانبیاء بنایا ہے، وہ حشر میں اول ہوں گے، زمین پھٹنے میں بھی اول ہوں گے۔ (یعنی سب سے پہلے انہیں سے زمین پھٹے گی)، شفاعت کرنے میں اول ہوں گے اور سب سے پہلے انہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

عرض کی۔ اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ وہ بڑے حلیم اور علماء ہوں گے اور وہ اپنی فقاہت کے سبب انبیاء علیہم السلام کے مقام و مرتبہ کے قریب تک پہنچ جائیں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ اے موسیٰ! انہیں اول و آخر کا علم عطا کیا گیا ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا ذکر پایا ہے کہ ان کے سامنے دستر خوان رکھا جائے گا اور وہ اسے نہیں اٹھائیں گے یہاں تک کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان میں سے کوئی کپڑا پہنے گا اور وہ اسے نہیں جھاڑے گا یہاں تک کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پاتا ہوں کہ جب وہ اپنے جانوروں کی پیٹھوں پر بیٹھیں گے تو وہ تیری حمد و ثناء کریں گے۔ اور ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ اے موسیٰ! وہ میرے وہ دوست (اولیاء) ہیں جن کے سبب میں آگ اور بتوں کے پجاریوں سے انتقام لوں گا۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب تورات نازل ہوئی اور آپ نے اسے پڑھا تو اس میں اس امت کا ذکر پایا اور کہا: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو الآخرون السابقون ہیں۔ تو اسے میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا قبول کی جائے گی۔ پس تو اسے میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے سینوں میں ہوں گی۔ وہ اسے یاد پڑھیں گے۔ پس تو اسے میری امت بنادے۔ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جو مال فے کھائیں گے۔ پس تو اسے میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو صدقہ خود کھائیں گے اور انہیں اس پر اجر دیا جائے گا۔ تو اسے میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی نیکی کا ارادہ کرے گا اور پھر وہ اس کے مطابق عمل نہ کرے تو بھی اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اور اگر اس نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ تو اسے میری امت بنادے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جنہیں اول و آخر کا علم دیا جائے گا اور وہ ضلالت و گمراہی کے ساتھیوں اور مسیح دجال کو قتل کریں گے۔ پس تو اسے میری امت بنادے۔ تو رب کریم نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! پھر تو مجھے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے کردے۔ تو اس وقت آپ کو دو خصلتیں عطا کی گئیں اور فرمایا یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں راضی ہوں (1)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں عبدالرحمٰن مغافری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی حاکم کو روتے ہوئے دیکھا تو اسے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں وہ بات جس نے تجھے رونے پر مجبور کر دیا ہے اگر اس کی خبر میں تجھے دے دوں تو کیا تو میری تصدیق کرے گا؟ تو اس نے کہا، ہاں، ضرور۔ آپ نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں تورات میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو سب امتوں سے بہتر اور افضل ہے، اسے لوگوں کی طرف نکالا گیا ہے، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، وہ پہلی اور آخری سب کتابوں کے ساتھ ایمان لائیں گے، گمراہ لوگوں کے ساتھ جنگ کریں گے یہاں تک کہ کانے دجال کو قتل کر دیں گے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! انہیں میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

1۔ دلائل النبوۃ از ابونعیم، الفصل الرابع، جلد 1، صفحہ 77، بیروت

کی امت ہے۔ اس عالم نے کہا ہاں (مجھے یہی بات یاد آئی جس کے سبب میں رونے لگا) حضرت کعب نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ دشمنوں سے الفت کرنے والوں کی تعریف کریں گے اور وہ فیصلے کرنے کے بڑے ماہر ہوں گے۔ جب وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں گے تو کام کرنے والا یہ کہے گا: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں ایسا کروں گا۔ پس تو انہیں میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ اس عالم نے کہا: ہاں اس طرح ہے۔ پھر حضرت کعب نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی بلندی پر چڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ذکر کرے گا اور جب کسی وادی میں اترے گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے گا۔ مٹی ان کے لیے پاکیزہ بنادی جائے گی اور زمین ان کے لیے مسجد ہوگی۔ جہاں وہ چاہیں گے جنابت سے طہارت حاصل کرسکیں گے۔ مٹی کے ساتھ ان کا طہارت حاصل کرنا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کی طرح ہوگا جہاں وہ پانی نہیں پائیں گے۔ وضو کے اثر سے ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔ پس تو انہیں میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ تو اس عالم نے کہا: ہاں (یہی چیز مجھے رونے پر مجبور کررہی تھی)۔ حضرت کعب نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں پایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایک کمزور و ناتواں امت مرحومہ کا ذکر پاتا ہوں جو کتاب کے وارث ہوں گے اور تو نے انہیں چن لیا ہے **فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ** (فاطر:32) ''پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیان رو ہیں اور بعض سبقت لے جانے والے ہیں نیکیوں میں''۔ اور میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں پاتا مگر یہ کہ اس پر رحم کیا گیا ہے۔ پس تو انہیں میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ اس عالم نے کہا: ہاں اس طرح ہے۔ پھر حضرت کعب نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی جانے والی کتاب میں پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایک امت کا تذکرہ تورات میں پاتا ہوں کہ ان کے مصاحف ان کے سینوں میں ہوں گے اور وہ اہل جنت کے کپڑوں کی طرح کا لباس پہنیں گے، اپنی نمازوں میں ملائکہ کی صفوں کی طرح صفیں باندھیں گے اور مساجد میں ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مثل ہوں گی، ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر وہی جو نیکیوں سے اس طرح بری اور خالی ہو جیسے پتھر درخت کے پتوں سے خالی ہوتا ہے، سو تو انہیں میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ اس عالم نے کہا: ہاں اس طرح ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اس خیر و برکت اور عظمت سے آگاہ ہوئے جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء اور آپ کی امت کو نوازا، تو کہہ اٹھے: اے کاش! میں احمد ﷺ کی امت میں سے

ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف تین آیات وحی فرمائیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ آپ کو راضی کر رہا ہے۔ فرمایا: ''یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ'' (الاعراف: 144) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام مکمل طور پر راضی ہو گئے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو کہا: کہ مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اوصاف کے بارے کچھ بتایئے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے کتاب اللہ میں ان کے متعلق یہ پایا ہے کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والے ہیں۔ وہ ہر خیر و شر پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کرتے ہیں۔ وہ ہر شرف و بلندی پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کرتے ہیں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ان کی ندا اور پکار آسمان کی فضا میں ہوتی ہے اور حالت نماز میں ان کی آواز کسی چٹان پر شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی ہے۔ وہ نماز میں ملائکہ کی صفوں کی مثل صفیں باندھتے ہیں اور وہ میدان جنگ میں اس طرح صف بندی کرتے ہیں جیسے حالت نماز میں صفیں بناتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کریں گے تو ان کے آگے پیچھے شدید اور مضبوط نیزوں کے ساتھ ملائکہ ہوں گے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صف میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر سایہ فگن ہوگی۔ جیسا کہ گدھیں اپنے گھونسلے پر سایہ کیے رکھتی ہیں اور کبھی بھی لشکر سے پیچھے نہیں ہٹتے یہاں تک کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ان کے پاس حاضر ہو جائیں۔

امام طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت محمد بن یزید ثقفی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قیس بن خرشہ اور کعب الاحبار رضی اللہ عنہما دونوں ایک ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ صفین پہنچے تو حضرت کعب رکے اور تھوڑی دیر غور و فکر کرتے رہے۔ پھر کہا کہ اس مقام پر مسلمانوں کا اس قدر خون بہایا جائے گا کہ اس کی مثل زمین کے کسی حصہ میں نہیں بہایا جائے گا۔ تو حضرت قیس نے کہا: آپ کو کون سی چیز بتا رہی ہے۔ کیونکہ یہ تو وہ غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا ہوا ہے؟ تو حضرت کعب نے کہا: زمین کی ہر بالشت کے بارے میں اس تورات میں لکھا ہوا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی ہے کہ جو کچھ قیامت تک اس پر ہوگا اور جو کچھ اس سے نکلے گا۔

امام عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت خالد ربعی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے ہاتھ بلند کر کے یہ کہہ رہے ہیں: اے میرے رب! تیرے مومن بندوں نے مجھے قتل کیا ہے (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت خالد ربعی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے اے ابن آدم! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جب تو پیٹ بھر کر کھائے تو تو بھوکے کو یاد کر۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! تو رحم کر، تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ بے شک جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ تو کیسے یہ امید رکھتا ہے کہ میں تجھ

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 160، بیروت

پر رحم کروں گا۔ حالانکہ تو میرے بندوں پر رحم نہیں کرتا؟

امام احمد اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے: اے ابن آدم! میرے سامنے کھڑے ہو کر اپنی نماز میں روتے ہوئے عجز کا اظہار نہ کر۔ کیونکہ میں اللہ ہوں جو تیرے دل کے قریب ہوں اور غیب سے تو میرا نور دیکھتا ہے۔ حضرت مالک نے فرمایا: اس نور سے مراد وہ حلاوت اور سرور ہے جو بندۂ مومن کو حاصل ہوتا ہے (1)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ چار حروف ہیں جو تورات میں لکھے ہوئے ہیں جس نے مشاورت نہ کی وہ ندامت اٹھائے گا جس نے غنا کا اظہار کیا وہ ترجیح پا جائے گا فقر و افلاس سرخ موت ہے اور جیسے تو کرے گا ویسا ہی تیرے ساتھ کیا جائے گا (2)۔

امام احمد اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت خیثمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو تیرا دل غنا سے بھر جائے گا اور تیرے فقر کا ازالہ ہو جائے گا اور اگر تو اس طرح نہیں کرے گا تو تیرا دل کام سے بھر جائے گا اور تیرا فقر دور نہیں ہوگا (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں بیان سے یہ نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! ٹوٹا ہوا ٹکڑا (یعنی کھانے کا ٹکڑا) تجھے کفایت کرے گا، خرقہ (کپڑے کا ٹکڑا) تجھے ڈھانپ لے گا اور پتھر تجھے پناہ دے گا (4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہیب المکی رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! جب تو غصے میں ہو تو میرا ذکر کر اور جب میں غصے میں ہوا تو میں تیرا ذکر کروں گا اور میں تجھے ان کے ساتھ ہلاک نہیں کروں گا جنہیں میں ہلاک کروں گا۔ اور جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو اپنے لیے میری نصرت پر راضی ہو جا۔ کیونکہ تیرے لیے میری نصرت اس سے بہتر ہے جو تیری نصرت اپنے آپ کے لیے ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت الحسن بن ابی الحسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے تورات ہم پر بڑی بھاری اور ثقیل ہے۔ سو آپ ہمیں مجموعی طور پر ایسے امر سے آگاہ کریں جس میں تخفیف ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی آپ کی قوم نے آپ سے کیا سوال کیا ہے؟ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تو خود اچھی طرح جانتا ہے۔ تو رب کریم نے فرمایا: بے شک میں نے تمہیں بھیجا ہے تاکہ ان کی جانب سے پیغام مجھے پہنچائے اور میری جانب سے انہیں پہنچائے۔ تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: کہ انہوں نے مجھ سے مجموعی طور پر ایسے امر کے بارے سوال کیا ہے جس میں تخفیف ہو اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ تورات ان پر بڑی ثقیل ہے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تم انہیں یہ کہو کہ وہ میراث کے معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کریں۔ تمہارے پاس گھر میں کوئی

1۔ حلیۃ الاولیاء، مالک بن دینار، جلد 2، صفحہ 359، مطبعۃ السعادۃ مصر
2۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 48، مطبعۃ السعادۃ مصر
3۔ ایضاً، خیثمہ، جلد 4، صفحہ 17-16
4۔ کتاب الزہد، صفحہ 18، بیروت

آدمی بغیر اجازت کے داخل نہ ہو اور چاہیے کہ کھانے کے بعد اس طرح وضو کریں جیسے نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔ پس انہوں نے اسے بہت ہلکا سمجھا۔ پھر وہ اس پر بھی کاربند نہ رہ سکے۔ راوی نے کہا: تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: جو بات کرے تو وہ جھوٹ نہ بولے، جو وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرے، جسے امین بنایا جائے تو وہ خیانت نہ کرے، اور تم اپنے ہاتھوں، آنکھوں اور شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے وہ آدمی جس کا علم بڑھتا ہے اس میں خوف اور اضطراب بھی بڑھتا ہے اور فرمایا: تورات میں لکھا ہوا ہے وہ آدمی جس کا پڑوسی گناہ کا عمل کرتا ہو اور وہ اسے منع نہ کرے تو وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک تورات میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! تو میری یاد دلاتا ہے اور خود مجھے بھلا دیتا ہے۔ تو میری طرف دعوت دیتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے۔ میں تجھے رزق دیتا ہوں اور تو عبادت میرے غیر کی کرتا ہے۔

حضرت عبد اللہ اور ان کے بیٹے نے ولید بن عمر رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! اپنے ہاتھوں کو حرکت دے تیرے لیے رزق کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں جن کاموں کا تجھے حکم دیتا ہوں، ان میں میری اطاعت کر۔ پس میں بذات خود ان امور کو بہتر جانتا ہوں جو تیری اصلاح کر سکتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ نے عقبہ بن زینب رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے تو ابن آدم پر توکل نہ کر، کیونکہ ابن آدم غافل ہے۔ بلکہ تو اس حی (زندہ) پر توکل کر جسے موت نہیں آئے گی۔ اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو موت آ گئی تو اور کون ہے جسے موت نہیں آئے گی؟

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اس کتاب میں پایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی کہ جو آدمی دنیا سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مبغوض جانتا ہے اور جو دنیا سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے محبت فرماتا ہے اور جو دنیا کی عزت و تکریم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رسوا کر دیتا ہے اور جو دنیا کو ذلیل وحقیر جانتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عزت و تکریم عطا کرتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے چاہیے کہ تیرا چہرہ کشادہ اور خنداں ہو اور تیرا کلام حسین اور پاکیزہ ہو۔ تو لوگوں کے نزدیک ان لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہو جائے گا جو انہیں عطیات دیتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: جیسے تم رحم کرتے ہو اسی طرح تم پر رحم کیا جائے گا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے بنی اسرائیل

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 212 (25338) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 215 (25365)

کے لیے سمندر کو پھاڑ دیا تورات میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! اپنے رب سے ڈر، اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کر، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر۔ تو تیرے لیے تیری عمر میں اضافہ کر دیا جائے گا، آسانی اور خوشحالی کو تیرے لیے آسان بنا دیا جائے گا اور تنگی اور تکلیف کو تجھ سے پھیر دیا جائے گا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے کردوس ثعلبی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے۔ تقویٰ اختیار کر، تو اس کے سبب بچ جائے گا، کیونکہ بچاؤ (اور حفاظت) تقویٰ میں ہے تم رحم کرو، تم پر رحم کیا جائے گا تم توبہ کرو، تمہاری توبہ قبول کی جائے گی۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابوالجوزاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ اگر تیرے لیے باعث مسرت یہ ہے کہ تو زندہ رہے اور تو علم الیقین تک پہنچ جائے تو پھر ہر وقت یہ کوشش کر کہ تو شہوات دنیا پر غالب آجائے۔ کیونکہ جو شہوات دنیا پر غالب آجاتا ہے تو شیطان اس کے سائے سے دور بھاگتا ہے(2)۔

امام طبرانی نے السنہ میں اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات لکھے تو فرمایا: اے جبرائیل! تو جنت میں داخل ہو۔ اور جنت کے درخت سے میرے پاس دو تختیاں لا۔ پس جبرائیل امین علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے۔ تو جنت کے یاقوت کے درختوں میں سے ایک درخت آپ کی طرف متوجہ ہوا، آپ نے اس سے دو تختیاں کاٹیں اور اس درخت نے آپ کی اس سارے معاملہ میں اتباع کی، جس کا حکم اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو فرمایا تھا، آپ ان دونوں تختیوں کو لے کر رحمٰن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے ان دونوں کو پکڑا۔ جونہی اللہ تعالیٰ نے انہیں مس کیا تو دونوں تختیاں نور ہوگئیں اور عرش کے نیچے ایک نہر ہے جس میں نور چلتا ہے۔ حاملین عرش میں سے کوئی نہیں جانتا وہ کہاں سے آرہا ہے اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں جارہا ہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ اور جب رب رحمٰن نے اس سے سیاہی حاصل کر لی وہ خشک ہوگئی اور پھر جاری نہ ہوئی پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات اپنے دست قدرت سے لکھ دی ، تو دونوں تختیاں انہیں عطا فرما دیں، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پکڑا تو وہ تختیاں پتھر بن گئیں۔ پھر جب آپ بنی اسرائیل اور ہارون علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو آپ انتہائی غصے میں تھے۔ آپ نے انہیں ڈاڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑا اور انہیں اپنی طرف کھینچنے لگے۔ تو حضرت ہارون نے آپ کو کہا: ''قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِي وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ (الاعراف: 150)'' ہارون نے کہا اے میری ماں جائے) اس قوم نے کمزور و بےبس بنا دیا مجھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں مجھے''۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہارے پاس آنے سے خوف زدہ رہا۔ اور آپ کہہ رہے ہیں، کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور میرے قول کا انتظار نہیں کیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کریم رب سے استغفار کیا اور اپنے بھائی کے لیے بھی استغفار کیا اور تختیاں ٹوٹ گئیں جب آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے پھینکا تھا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی دعا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 217 (25390)　2۔ نوادر الاصول، صفحہ 26، بیروت

میں کہا کرتے تھے "اَللّٰھُمَّ لَیِّنْ قَلْبِیْ بِالتَّوْرَاۃِ وَلَا تَجْعَلْ قَلْبِیْ قَاسِیًا کَالْحَجَرِ" "اے اللہ! میرے دل کو تورات کے ساتھ نرم کردے اور میرے دل کو پتھر کی طرح سخت کر" (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اجتماعی عمل کے بارے سوال کیا۔ تو آپ کو کہا گیا: غور کرلو کہ وہ کام جس کے بارے تم چاہتے ہو کہ لوگ اس میں تمہارے ساتھ شریک ہوں، تو ایسے کام میں تم بھی لوگوں کے ساتھ شریک ہو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ" کا معنی ہے پس تم اسے پوری کوشش اور احتیاط کے ساتھ پکڑلو۔ اور دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد دار الکفار ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ" کا معنی ہے پس تم اسے پوری کوشش کے ساتھ پکڑلو۔ اور "وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا" کا معنی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اسے پکڑلیں اس سے زیادہ قوت اور مضبوطی کے ساتھ، جس کے ساتھ آپ کی قوم کو حکم دیا گیا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے امر کو پوری قوت اور کوشش کے ساتھ پکڑا جائے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ "بِقُوَّةٍ" کا معنی بطاعة ہے یعنی تم اسے اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوئے پکڑلو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا "بِقُوَّةٍ" کا معنی جد واجتهاد ہے یعنی تم اسے پوری کوشش اور محنت کے ساتھ پکڑلو۔ اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ پکڑلیں وہ سب اچھی باتیں جو اس میں پاتے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا عنقریب میں تمہیں آخرت میں فاسقوں کا ٹھکانہ اور انجام دکھاؤں گا۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اس سے مراد دنیا میں ان کے (برباد شدہ) گھر ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد جہنم ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے "سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ" کی تفسیر میں کہا کہ فاسقین کے گھروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اٹھایا گیا یہاں تک کہ آپ نے ان کی طرف دیکھ لیا (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد مصر ہے۔

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 85، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 72-71
3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 90، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 157، دار الصمیعی الریاض

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

''میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں (کی توجہ) کو جو غرور کرتے پھرتے ہیں زمین میں ناحق اور اگر دیکھ لیں تمام نشانیوں کو (تو بھی) نہ ایمان لے آئیں ان پر۔ اور دیکھ بھی لیں راہ رشد و ہدایت تب بھی نہ بنائیں اسے (اپنا) راستہ اور اگر دیکھیں گمراہی کے راستہ کو (تو جھٹ) بنالیں اسے (اپنی) راہ۔ یہ (ساری غلط روی) اس لیے ہے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور (ہمیشہ) رہے ان سے غفلت برتنے والے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو ضائع ہو گئے ان کے سارے اعمال۔ کیا انہیں جزا دی جائے گی سوائے اس کے جو وہ کیا کرتے تھے؟ (ہرگز نہیں)''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ '' سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ '' کا معنی حضرت سدی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: میں اپنی آیات میں غور وفکر کرنے سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو غرور کرتے پھرتے ہیں۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ میں ان کی توجہ پھیر دوں گا آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے اور ان نشانیوں سے جو ان میں پائی جاتی ہیں کہ وہ ان میں غور وفکر کریں یا ان میں تدبر کرتے ہوئے ان سے عبرت اور درس حاصل کریں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ اسی آیت کا معنی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں ان سے قرآن کریم کی فہم اور سمجھ چھین لوں گا۔

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

''اور بنالیا قوم موسیٰ نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد اپنے زیورات سے ایک بچھڑا جو محض ڈھانچہ تھا اس سے گائے کی آواز آتی تھی۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ وہ نہ بات کر سکتا ہے ان سے اور نہ انہیں ہدایت کی راہ بتا

سکتا ہے۔ انہوں نے (خدا) بنالیا اسے اور وہ (بڑے) ظالم تھے“۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے ”وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا“ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ جس وقت انہوں نے اسے دفن کیا (یعنی زیورات کو اکٹھا کر کے پگھلا دیا اور اس کا ڈھانچہ سا بنالیا) تو سامری نے اس پر ایک مشت وہ مٹی پھینکی جو اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کے نشان سے اٹھائی تھی۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرعونیوں سے عاریۃً زیورات لیے اور سامری نے انہیں جمع کر کے ان سے ایک بچھڑا بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے جسم، گوشت اور خون عطا کر دیا اور ساتھ ہی اسے گائے کی آواز کی مثل آواز بھی عطا کر دی (1)۔

امام طستی رحمہ اللہ نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا مجھے ارشاد باری تعالیٰ ”عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ“ کا معنی بتایئے؟ تو آپ نے فرمایا: لہ خُوَارٌ کا معنی ہے لَهٗ صِيَاحٌ، یعنی اس کی آواز اور چیخ و پکار بھی تھی۔ انہوں نے عرض کی: کیا عرب اسے پہچانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں کیا آپ نے شاعر کو یہ کہتے نہیں سنا ہے کہ وہ کہتا ہے:

كَانَ بَنِيْ مُعَاوِيَةَ بْنِ بَكْرٍ اِلَى الْاِسْلَامِ ضَاحِيَةً تَخُوْرُ

”بنی معاویہ بن بکر کی اسلام کی خاطر ایسی قربانیاں ہیں جو آواز نکالتی ہیں“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس بچھڑے نے صرف ایک ہی بار آواز نکالی۔ دوبارہ وہ نہیں بولا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ“

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ خُوَارٌ کا معنی صوت (آواز) ہے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

”اور جب وہ سخت پشیمان ہوئے اور انہیں نظر آ گیا کہ وہ (راہ راست سے) بھٹک گئے (تو) کہنے لگے کہ اگر نہ رحم فرماتا ہم پر ہمارا رب اور نہ بخش دیتا ہمیں تو ہم ضرور ہو جاتے نقصان اٹھانے والوں سے“۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ ”وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ“ کا معنی بیان کیا ہے۔ کہ جب وہ نادم ہوئے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 90، دار الکتب العلمیہ بیروت

مِنۢ بَعۡدِیۡ ۚ اَعَجِلۡتُمۡ اَمۡرَ رَبِّکُمۡ ۚ وَ اَلۡقَی الۡاَلۡوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاۡسِ اَخِیۡهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیۡهِ ؕ قَالَ ابۡنَ اُمَّ اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِیۡ وَ کَادُوۡا یَقۡتُلُوۡنَنِیۡ ۫ۖ فَلَا تُشۡمِتۡ بِیَ الۡاَعۡدَآءَ وَ لَا تَجۡعَلۡنِیۡ مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِاَخِیۡ وَ اَدۡخِلۡنَا فِیۡ رَحۡمَتِکَ ۫ۖ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۱۵۱﴾

''اور جب واپس آئے موسیٰ اپنی قوم کی طرف خشمناک (اور) غمگین ہوکر (تو) بولے (اے قوم!) بہت بری جانشینی کی ہے تم نے میری میرے بعد۔ کیا تم نے جلد بازی کی اپنے رب کے فرمان سے اور (غصہ سے) پھینک دیں تختیاں اور پکڑ لیا سر اپنے بھائی کا (اور) کھینچا اسے اپنی طرف۔ ہارون نے کہا: اے میری ماں جائے! اس قوم نے کمزور و بے بس بنا دیا مجھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں مجھے۔ سو نہ ہنساؤ مجھ پر دشمنوں کو اور نہ شمار کرو مجھے اس ظالم قوم کے ساتھ موسیٰ نے التجا کی: اے میرے رب! بخش دے مجھے اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو زیادہ رحم کرنے والا ہے تمام رحم کرنے والوں سے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ اَسِفًا کا معنی حزینا (غمگین ہونا) ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس آئے اس عمل پر غمگین ہوکر جو آپ کے بعد آپ کی قوم نے کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں اَسِفًا کا معنی غمگین ہونا ہے۔ اور سورۂ زخرف میں ہے ''فَلَمَّآ اٰسَفُوۡنَا'' (الزخرف:55) ''پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا''۔ تو اس کے بارے آپ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ لفظ غصہ دلانے اور ناراض کرنے کے معنی میں ہے۔ گویا الاسف دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک غضب (غصہ) اور دوسرا حزن (غم)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَسِفًا کا معنی جزعًا (غم و تکدر کا اظہار کرنا) ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ الاسف غضب کے بعد اس سے شدید تر ایک مقام ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 78، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اَسِفًا سے مراد شدید غصہ ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، بزار، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر واضح فرما رہا ہے کہ وہ شے جسے دیکھ لیا جائے وہ اس کی طرح نہیں ہوتی جس کی فقط خبر دی جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی قوم کو آزمائش میں ڈالا دیا گیا ہے تو یہ سن کر انہوں نے تختیاں نہیں پھینکیں اور جب آپ نے انہیں دیکھا اور مشاہدہ کر لیا تو تختیاں ہاتھ سے پھینک دیں اور ان میں سے کچھ ٹوٹ گئیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام غصے اور غصب میں ہوتے تو آپ کی ٹوپی آگ سے بھڑک اٹھتی۔

امام ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے تختیاں پھینکیں تو وہ ٹوٹ گئیں اور ان میں سے چھٹے حصے کے سوا سب اٹھالی گئیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیوں میں نصائح اور ہر شے کی تفصیل لکھ دی۔ اور جب انہوں نے انہیں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سات حصوں میں سے چھ کو اٹھالیا اور ساتویں کو باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: "وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ" (الاعراف:154) "اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی"۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد ان کے بارے میں ہے جو ان میں سے باقی رہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سبع مثانی عطا کی گئیں۔ ان سے مراد طوال (سات لمبی سورتیں) ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ عطا کی گئیں۔ پھر جب انہوں نے تختیاں پھینک دیں تو ان میں سے دو اٹھالی گئیں اور چار باقی رہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے "وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ" کے ضمن میں حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ تختیوں سے پانچ چیزیں اٹھالی گئیں اور لوگوں کے لیے انہیں جاننا ضروری نہیں تھا۔ ان کا ذکر اس آیت میں ہے "اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ" (لقمان:34) الی آخر الآیہ۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ تختیاں زمرد کی تھیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پھینکا تو تفصیل جاتی رہی اور صرف ہدایت باقی رہی۔

امام ابن منذر نے ابن جریر رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیاں نو تھیں ان میں سے دو اٹھالی گئیں اور سات باقی رہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 410، دار صادر بیروت

بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے (کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ التجا کی) مجھے ان بچھڑے والوں کے ساتھ شمار نہ کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

''بے شک جنہوں نے بنالیا بچھڑے کو معبود جلدی ہی پہنچے گا انہیں غضب ان کے رب کی طرف سے اور رسوائی دنیا کی زندگی میں اور اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں بہتان باندھنے والوں کو''۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ایوب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوقلابہ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا: کہ یوم قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے کے لیے یہی جزا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذلیل ورسوا کر دے گا(1)۔

ابن ابی حاتم نے ''وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ'' کے بارے حضرت سفیان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر بدعتی ذلیل ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تو کسی مبتدع کو نہیں پائے گا مگر تو اسے ذلیل ورسوا پائے گا۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ''اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا''(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ زمین میں کوئی بدعتی نہیں مگر یہ کہ وہ ایسی ذلت ورسوائی پاتا ہے جو اسے ڈھانپ لے گی اور یہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔ لوگوں نے استفسار کیا: یہ کہاں ہے؟ تو آپ نے کہا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ''اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ ...... الآیہ؟ تو لوگوں نے کہا: اے ابو محمد! یہ تو بچھڑے والوں کے لیے خاص ہے۔ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ اس کا مابعد حصہ پڑھو ''وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ''۔ پس یہ قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے اور بدعت کا ارتکاب کرنے والے کے لیے ہے۔

وَ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا ؗ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

''اور جنہوں نے کیے برے کام پھر توبہ کی اس کے بعد اور ایمان لائے بے شک آپ کا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی عورت سے زنا کرتا ہے اور پھر اس سے شادی کر لیتا ہے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا ؗ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ''۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 90
2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 72 (9522) دار الکتب العلمیہ بیروت

وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَ فِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

"اور جب فرو ہو گیا موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ تو اٹھالیا ان تختیوں کو اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیوں میں تورات عطا فرمائی۔ ان میں ہر شے کی وضاحت اور پند و نصائح تھیں۔ تورات لکھی ہوئی تھی۔ پس جب آپ لے کر آئے۔ تو آپ نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا۔ تو آپ نے تورات اپنے ہاتھ سے پھینک دی اور وہ ٹوٹ گئی۔ پھر آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں سر سے پکڑ لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سات میں سے چھ اٹھالیں اور ساتویں باقی رہی۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا، آپ نے تختیوں کو اٹھالیا، تو ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تحریر ان میں سے باقی رہنے والی تختی میں تھی۔

امام ابوعبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے کہا کہ وہ تختیاں زمرد کی تھیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پھینکا تو ان سے تفصیل جاتی رہی اور ہدایت اور رحمت باقی رہی۔ اور آپ نے پڑھا "وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ (اعراف: 145) اور پھر یہ آیت پڑھی "وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَ فِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ" فرمایا یہاں تفصیل کا ذکر نہیں کیا گیا۔

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا (اعراف: 155) کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان افراد کو چنا، تاکہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ مل کر آپ کی قوم پر اللہ تعالیٰ کا حکم قائم کر سکیں۔ اور فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (اعراف: 155) کے بارے فرمایا کہ زلزلے نے انہیں بھی پکڑ لیا جب ان کی قوم کو پکڑا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے: اس کے بعد کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ستر افراد کو لے کر نکلے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے اور یہ التجا کرنے لگے کہ وہ ان سے عذاب کو ٹال دے، دور فرما دے۔ لیکن ان کی دعا قبول نہ ہوئی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ وہ بھی معصیت اور گناہ میں اسی طرح واقع ہوئے ہیں جیسے ان کی قوم۔ ابوسعد نے کہا کہ میرے سامنے محمد بن کعب قرظی نے بیان کیا ہے کہ ان کی دعا اس لیے قبول نہیں کی گئی کہ انہوں نے انہیں بے حیائی اور گناہ سے منع نہیں کیا۔ اور نہ انہیں نیکی کا حکم دیا۔ پس زلزلے نے انہیں گرفت میں لے لیا، تو وہ مر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت فضل بن عیسیٰ بن اخی رقاشی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا: کیا تم ہمارے چچا کے بیٹے اور ہم میں سے نہیں ہو اور تم گمان یہ کرتے ہو کہ تم نے رب العزت کے ساتھ کلام کیا ہے۔ پس ہم تمہارے ساتھ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر دیکھ لیں۔ جب اس کے سوا ہر شے کا انہوں نے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ آپ اپنی قوم میں سے ستر افراد چن لیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر شرفاء کو چن لیا پھر آپ نے انہیں کہا تم نکل چلو۔ پس جب وہ ظاہر کھلے میدان میں پہنچ گئے تو آپ وہ لے کر ان کے پاس آئے جو پہلے ان کے لیے نہیں تھا، پس انہیں زلزلے نے پکڑ لیا۔ وہ کہنے لگے: اے موسیٰ! تو ہمیں واپس لوٹا دے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اب میرے پاس کوئی اختیار نہیں۔ تم نے ایک شے کے بارے سوال کیا پس وہ تمہارے پاس آ گئی۔ چنانچہ وہ سارے کے سارے مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ کو کہا گیا: اے موسیٰ! تم واپس لوٹ جاؤ۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! کہاں لوٹ چلوں؟ ''قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا (الاعراف:155)'' تو موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انہیں اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بوجہ اس (غلطی) کے جو کی (چند) احمقوں نے ہم سے''۔ الی قوبہ۔ ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ...... الایہ'' (اعراف:156) حضرت عکرمہ نے کہا: اس دن اس امت کے لیے رحمت لکھی گئی۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے کتاب من عاش بعد الموت میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کا وقت آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے کو ساتھ لے کر پہاڑ کی غار کی طرف چلو۔ کیونکہ میں ہارون علیہ السلام کی روح قبض کرنے والا ہوں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے چل پڑے۔ جب وہ غار کے پاس پہنچ گئے تو اس میں داخل ہوئے تو دیکھا وہاں ایک چارپائی پڑی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر لیٹ گئے اور پھر اس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا: اے ہارون! یہ جگہ کتنی حسین اور اچھی ہے۔ چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام اس پر لیٹ گئے تو ان کی روح قبض کر لی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے صاحبزادے دونوں غم زدہ حالت میں بنی اسرائیل کی طرف لوٹ آئے۔ تو انہوں نے آپ سے کہا: ہارون علیہ السلام کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان کا وصال ہو گیا ہے۔ تو انہوں نے کہا: نہیں بلکہ تم نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ تم یہ جانتے تھے کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تم ہلاک و برباد ہو جاؤ۔ کیا میں اپنے بھائی کو قتل کر سکتا ہوں۔ جسے میں نے بطور وزیر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا تھا اور اگر میں ان کے قتل کا ارادہ کرتا تو کیا ان کا بیٹا مجھے چھوڑ دیتا؟ اس پر بنی اسرائیل نے کہا: نہیں تم نے انہیں قتل ہی کیا ہے۔ کیونکہ تم ہماری وجہ سے ان کے ساتھ حسد کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: سو تم ستر افراد چن لو۔ پس آپ انہیں ساتھ لے کر چلے اور راستے میں دو آدمی بیمار ہو گئے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے اردگرد خط کھینچ کر حصار بنا دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادے اور بنی

اسرائیل چلتے رہے یہاں تک کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ تو وہاں جا کر آپ نے فرمایا: اے ہارون! تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے کسی نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ میں فوت ہوا ہوں۔ وہ کہنے لگے: اے موسیٰ! جو آپ چاہتے ہیں، ہمارے لیے اپنے رب سے یہ دعا کریں کہ وہ ہمیں انبیاء بنا دے۔ راوی کا بیان ہے تو اس پر زلزلے نے انہیں پکڑ لیا۔ پس وہ سب گر پڑے اور وہ دو آدمی بھی گر پڑے جنہیں وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے یہ التجا کرتے ہوئے اٹھے "لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا اور وہ سب اپنی قوم کی طرف انبیاء بن کر لوٹے (1)۔

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

"اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے وعدۂ ملاقات کے لیے۔ پھر جب پکڑ لیا انہیں زلزلہ (کے جھٹکوں) نے تو موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انہیں اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بوجہ (غلطی) کے جو کی (چند) احمقوں نے ہم سے نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش۔ تو گمراہ کرتا ہے اس سے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ تو ہی ہمارا کارفرما ہے، بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم میں سے ستر افراد چننے کا حکم فرمایا۔ پس آپ نے ستر آدمی چنے اور انہیں لے کر کھلے میدان میں نکلے اور یہ اس لیے کیا تاکہ وہ تمہارے رب سے اس کے بارے دعا کریں جس کے بارے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہوں نے کہا: اے اللہ! تو ہمیں وہ شے عطا فرما جو ہمارے بعد کسی کو عطا نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو ناپسند فرمایا اور انہیں زلزلے کے جھٹکوں نے پکڑ لیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے یہ التجا کی "لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ" وہ کہہ رہے تھے: یہ نہیں ہے مگر تیرا عذاب جسے تو چاہتا ہے اس میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اسے اس سے پھیر دیتا ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت نوف حمیری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر افراد کو اپنے رب کے وعدہ ملاقات کے لیے چن لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 89، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 88

تمہارے لیے زمین کو مسجد اور پاکیزہ بنادوں گا، تمہارے گھروں میں تمہیں راحت وسکون عطا کروں گا۔ اور تمہیں اس لائق بنا دوں گا کہ تم تورات اپنے دلوں میں محفوظ کر کے یاد پڑھو گے۔ چنانچہ تم میں سے مرد اور عورتیں تورات پڑھیں گی، آزاد اور غلام، چھوٹے اور بڑے سبھی تورات پڑھیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو مسجد اور پاکیزہ بنادیا ہے۔ تو انہوں نے کہا: ہم عبادت کرنا نہیں چاہتے مگر صرف عبادت گاہوں میں۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے گھروں میں تمہیں راحت وسکون عطا کرے گا۔ تو انہوں نے کہا: ہم نہیں چاہتے مگر ویسا ہی جیسے تابوت میں تھا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس لائق بنادے گا کہ تم تورات یاد پڑھو گے، پس تمہارے مرد اور عورتیں، آزاد اور غلام، چھوٹے اور بڑے سبھی تورات یاد کرلیں گے۔ انہوں نے کہا: ہم تو اسے دیکھ کر پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ٝ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور میں نے انہیں دوسروں کے لیے پیغام رساں بنایا ہے۔ تو مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کا نبی انہیں میں سے ہوگا۔ پھر آپ نے عرض کی: تو مجھے اس امت میں سے بنادے۔ رب کریم نے فرمایا: تم انہیں ہرگز نہیں پاسکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں اپنی قوم کا وفد لے کر تیرے پاس حاضر ہوں اور میں نے انہیں دوسروں کے لیے پیغام رساں بنایا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی نازل فرمائی: وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ۝ (الاعراف) ''اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے''۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہوگئے۔ نوف نے کہا: کیا تم رب العالمین کی حمد بیان نہیں کرتے، جو تمہارے چھپے ہوئے اور مخفی امور پر شاہد ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہارے کان بنائے ہیں اور تمہارے لیے دوسروں کو پیغام رساں بنایا ہے؟

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت نوف بکالی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر آدمی چنے تو آپ نے انہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف وفد بن کر چلو اور اس سے سوال کرو۔ پس ایک سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور ایک سوال ان کا تھا، پس جب وہ طور کے پاس پہنچے اور یہی وہ جگہ تھی جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا: تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔ تو انہوں نے کہا۔ اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (النساء:153) ''(اے موسیٰ) دکھاؤ ہمیں اللہ کھلم کھلا''۔ فرمایا: وہ بڑی حکمت والا ہے۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے بار بار یہ سوال کررہے ہو؟ فرمایا: یہی ہمارا سوال ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کھلم کھلا کراؤ۔ تو انہیں زلزلے کے جھٹکوں نے آلیا اور وہ

سب گر پڑے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں بنی اسرائیل میں سے ستر شرفاء تیرے پاس لایا ہوں۔ سو تو انہیں ان کی طرف واپس لوٹا دے۔ کیونکہ اب میرے ساتھ ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ میں بنی اسرائیل کو کیسے مطمئن کروں گا۔ کیا وہ مجھے قتل نہیں کر دیں گے؟ پھر آپ سے کہا گیا: تم اپنا مسئلہ پیش کرو۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو انہیں دوبارہ زندہ کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا۔ تو اس طرح ان کا سوال اور آپ کا سوال بھی ختم ہو گیا اور اس دعوت کو اس امت کے لیے بنا دیا گیا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید رقاشی رحمہ اللہ سے اسی آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ستر افراد عمر کے لحاظ سے تیس سال سے اوپر تھے اور چالیس سال کو ابھی نہیں پہنچے تھے۔ اور ایسا اس لیے تھا کہ تیس سال سے اوپر کی عمر میں جہالت اور بچپنا ختم ہو جاتا ہے اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنی عقل اور فہم و فراست سے کوئی شے بھی مفقود نہیں پاتا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لِّمِيْقَاتِنَا" کا معنی وعدہ کی جگہ ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی تکمیل وعدہ کے لیے چنے اور "فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ" کے بارے کہا: پھر جب انہیں زلزلہ (کے جھٹکوں) نے پکڑ لیا تو وہ مر گئے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ "اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ" کا معنی ہے کہ یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فتنہ سے مراد مشیت ہے یعنی یہ نہیں ہے مگر تیری مشیت۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! بے شک اس سامری نے انہیں بچھڑا بنانے کا حکم دیا ہے۔ کیا تو نے دیکھا ہے کہ اس میں روح کس نے پھونکی ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: میں نے۔ تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت راشد بن سعد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ملاقات کے لیے مقررہ جگہ پر آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک تمہارے بعد تمہاری امت کو آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! انہیں کیسے آزمایا جا رہا ہے۔ حالانکہ تو نے انہیں فرعون سے نجات دی ہے، تو نے انہیں سمندر سے بچا لیا ہے اور تو نے ان پر انعام فرمایا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! انہوں نے تیرے بعد ایک بچھڑا بنایا ہے جو فقط ڈھانچہ ہے اس سے گائے کی آواز آتی ہے۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تو اس میں روح کس نے ڈالی ہے؟ رب کریم نے فرمایا: میں نے۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا ہے۔ فرمایا: اے موسیٰ! اے رأس النبیین، اے ابوالحکماء! میں نے یہ ان کے دلوں میں دیکھا، تو میں نے اسے ان کے لیے آسان بنا دیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی عمر عدنی نے مسند میں، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ

قول نقل کیا ہے کہ وہ ستر افراد جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا، انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا اس لیے کہ اگرچہ وہ بچھڑے پر رضامند نہیں تھے لیکن انہوں نے اس سے روکا نہیں تھا۔

عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ستر افراد پاکیزہ لباس پہنتے تھے، ایسے کپڑے جن کا سوت باکرہ عورت کاتتی اور اسے بنتی تھیں۔ پھر وہ بارش والی رات کی صبح کھلے میدان کی طرف نکلتے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے۔ تو قسم بخدا! اس دن اس قوم نے جو بھی مانگا اللہ تعالیٰ نے وہ اس امت کو عطا فرمایا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاسود محمد بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ستر افراد جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا وہ سیاہ خضاب سے پہچانے جاتے تھے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۤءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

”اور لکھ دے ہمارے لیے اس دنیا میں خیر و برکت اور آخرت میں بھی۔ بے شک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف۔ اللہ نے فرمایا: میرا عذاب، پہنچاتا ہوں میں اسے جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت کشادہ ہے ہر چیز پر۔ سو میں لکھوں گا اس کو ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور وہ جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں (یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔ وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں، پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں“۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے قول باری تعالیٰ ''وَ اكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ'' کے بارے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ عطا نہیں فرمائیں۔ بلکہ یہ ارشاد فرمایا ''قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ارشاد خداوندی ''وَ اكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ'' کے متعلق انہوں نے کہا کہ اس دن اس امت کے لیے رحمت لکھ دی گئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آیت میں حَسَنَةً سے مراد مغفرت ہے(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ایک سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ کا معنی بیان کیا ہے کہ ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے کہ ہم نے رجوع کیا ہے(4)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو وجزہ سعدی رحمہ اللہ جو کہ عربی زبان کے بہت بڑے ماہر اور عالم تھے سے بیان کیا ہے: نہیں قسم بخدا! عربوں میں سے کسی کے کلام میں میں ''هُدْنَا'' کا لفظ نہیں جانتا۔ اسے کہا گیا: وہ کیسے؟ تو اس نے کہا یہ لفظ ھدنا ہاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کا معنی ہے: ہم مائل ہوئے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن اور قتادہ رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ'' کے بارے دونوں نے کہا کہ دنیا میں میری رحمت وسیع ہے اور ہر نیکوکار اور فاسق کو شامل ہے اور قیامت کے دن صرف متقی لوگوں کے لیے ہوگی(5)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی اس میں رہنے والی ساری مخلوق کو شامل ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سماک بن فضل رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس ذکر کیا گیا کہ کون سی شے سب سے بڑی اور اعظم ہے تو پاس موجود لوگوں نے آسمانوں اور زمین کا ذکر کیا اور آپ خود خاموش رہے۔ تو ساتھیوں نے کہا: ابوالفضل! اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بڑھ کر اور کوئی شے عظیم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے: ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ''۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 158، دار الصمیعی الریاض
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 94، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 95
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 203 (35352)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
5۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 99، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت جندب بن عبداللہ بجلی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ اس نے اپنی سواری کو بٹھایا پھر اسے باندھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر یہ دعا کی: اے اللہ! مجھ پر اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم فرما۔ اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے وسیع رحمت کو محدود کر دیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں اور ان میں سے ایک رحمت (زمین پر) نازل فرمائی، جس کے سبب ساری مخلوق جن وانس اور جانور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت وشفقت کا سلوک کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں اپنے پاس رکھیں (1)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت ہے جس کے سبب ساری مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرتی ہے اور جانور اپنی اولاد کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا سلوک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے لیے ننانوے رحمتیں مؤخر کر رکھی ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوف اور ابن مردویہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا، اس دن اس نے سو رحمتیں بھی پیدا فرمائیں۔ ان میں سے ہر رحمت زمین وآسمان کے مابین ہر شے کو محیط ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک رحمت زمین کی طرف اتاری۔ اسی کے سبب ساری مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرتی ہے، والدہ اپنی اولاد کے ساتھ شفقت اور پیار کرتی ہے، اسی کے سبب پرندے اور درندے ایک جگہ سے پانی پیتے ہیں اور اسی کے سبب ساری مخلوق زندگی گزار رہی ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ یہ رحمت اپنی مخلوق سے چھین لے گا اور پھر متقی لوگوں کو عطا فرما دے گا۔ اور اس میں ننانوے رحمتوں کا اضافہ بھی فرمائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: "وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ"۔ (3)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اپنے دین میں فسق وفجور کرنے والا اور اپنی معیشت میں احمقانہ پن اپنانے والا بالضرور جنت میں داخل ہوں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ ضرور بہ ضرور جنت میں داخل ہوگا جس کے گناہ آگ مٹا دے گی۔ اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اتنی وسیع مغفرت فرمائے گا کہ ابلیس کو بھی رحمت پہنچنے کی امید لگنے لگے گی (4)۔

امام احمد، عبد بن حمید نے مسند میں، ابو یعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ نے اظہار فخر کیا۔ پس جہنم نے کہا: اے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 312، دار صادر بیروت

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب التوبہ، جلد 17، صفحہ 57 (2735) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 61-60، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ۔ 4۔ معجم کبیر، جلد 3، صفحہ 168، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

میرے رب! مجھ میں بڑے بڑے جابر حکمران، بادشاہ اور سردار ہوں گے۔ اور جنت نے کہا: مجھ میں فقراء، مساکین اور کمزور لوگ داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جہنم کو فرمایا: تو میرا عذاب ہے، میں تجھے جس تک چاہوں گا پہنچاؤں گا اور جنت کو فرمایا: تو میری رحمت ہے اور ہر شے کے لیے وسیع و کشادہ ہے۔ تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھرنا ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابوبکر ہذلی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ فرمان نازل ہوا: ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ'' تو ابلیس نے کہا: اے میرے رب! میں بھی شے کے ضمن میں داخل ہوں۔ تو پھر یہ فرمان نازل ہوا: فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ۔ الآیہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے یہ رحمت چھین لی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ ارشاد نازل ہوا: ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ'' تو ابلیس نے کہا: میں بھی شے میں سے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ پھر یہ ارشاد نازل فرمایا: ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ۔ الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ فرمان نازل ہوا ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ'' تو ابلیس نے کہا: ہر شے کے ضمن میں میں بھی آتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ'' یہودیوں نے کہا: پس ہم ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ'' سو اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو ابلیس اور یہودیوں سے علیحدہ کر دیا اور اسے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ساتھ خاص کر دیا۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ'' تو ابلیس نے گردن لمبی کی اور کہا: شے کے ضمن میں میں بھی ہوں تو پھر یہ آیت نازل ہوئی ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ''۔ تو یہودیوں نے بڑے فخر سے اپنی گردنیں بلند کرتے ہوئے کہا: ہم تورات اور انجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور یہود و نصاریٰ سے رحمت کو کھینچ لیا اور اسے صرف اس امت کے لیے بنا دیا۔ اور فرمایا: ''اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ'' الآیہ۔(2)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، بزار نے مسند میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے ایک شے کا سوال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وہ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کو عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ''وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ'' الی قولہ ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ'' پس اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر شے عطا فرمائی جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ

1۔ مسند ابو یعلی، جلد 1، صفحہ 553 (1308) دار الکتب العلمیہ بیروت   2۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 343 (379) دار الکتب العلمیہ بیروت

کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ رحمت اس امت کے لیے لکھ دی ہے(1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ستر کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اور آپ کی دعا کو ان کے حق میں قبول فرما لیا جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ایمان لائے اور آپ کے اس قول کی اتباع کی۔ ''فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ...... فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مُحَمَّدًا''(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے سو میں اسے (رحمت کو) لکھوں گا ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، یعنی جو شرک سے بچتے ہیں(3)۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ'' سے مراد امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے کاش! مجھے حضرت محمد ﷺ تک مؤخر کر دیا جاتا۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ کا رب مخلوق کو پیدا فرماتا ہے کیا پھر انہیں عذاب بھی دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! فصل کاشت کرو۔ پھر آپ نے عرض کی: میں نے فصل کاشت کر دی۔ تو رب کریم نے فرمایا: فصل کاٹ لو۔ عرض کی: کاٹ لی۔ فرمایا: اسے گاہ لو۔ عرض کی: گاہ لیا۔ فرمایا: صاف کر کے دانے نکال لو۔ عرض کی: دانے نکال لیے۔ پھر فرمایا کیا کوئی شے باقی رہی؟ عرض کی۔ کوئی ایسی شے باقی نہیں رہی جس میں خیر اور نفع ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح میں بھی اپنی مخلوق میں سے کسی کو عذاب نہیں دوں گا مگر اسے ہی جس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہوگی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ دونوں ان ستر افراد میں سے ہیں جن کے بارے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے فخر کرتے ہوئے التجا کی تھی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا کر دیئے گئے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ ''وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ...... الآیہ'' (اعراف:155)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام مسجد حرام کی طرف اترتے ہیں اور اپنا جھنڈا مسجد حرام میں گاڑ دیتے ہیں اور تمام ملائکہ ان مساجد کی طرف آتے ہیں جن میں جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے اجتماع ہوتا ہے۔ اور اپنے اپنے جھنڈے مساجد کے دروازوں پر گاڑ دیتے ہیں۔ پھر وہ چاندی کے کاغذ اور سونے کی قلمیں کھول لیتے ہیں۔ پھر وہ جمعہ کی طرف پہلے آنے والے کے نام بالترتیب لکھتے ہیں۔ جب مسجد میں آنے والوں کی تعداد ستر ہو جاتی ہے درآنحالیکہ وہ جمعہ کی طرف جلدی آئے ہوں۔ تو پھر وہ اپنے کاغذ لپیٹ لیتے ہیں۔ پس یہ ستر افراد ان کی طرح ہیں جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے چنا تھا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 97
2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 352، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 99

اور وہ لوگ جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا وہ انبیاء تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ہم میں سے ستر آدمی جمعہ کے لیے آئیں تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان ستر افراد کی طرح ہیں جنہیں وفد بنا کر وہ اپنے رب کے پاس لے گئے یا ان سے بھی افضل ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ" کا مفہوم حضرت ابراہیم نخعی نے یہ بیان کیا ہے کہ نہ وہ لکھتے ہیں اور نہ پڑھتے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ" کا مفہوم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ وہ تمہارے نبی ﷺ ہیں، آپ امی تھے، لکھتے نہیں تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور الوداع کہنے والے کی طرح خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: میں محمد نبی امی ہوں، میں محمد نبی امی ہوں، میں محمد نبی امی ہوں (ﷺ) اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھے فواتح الکلم، خواتم الکلم اور جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ مجھے جہنم کے محافظ فرشتوں اور حاملین عرش کے بارے بتایا گیا ہے۔ پس جب تک میں تم میں موجود ہوں، تم میری بات سنو اور میری اطاعت وفرمانبرداری بجالاؤ اور جب مجھے موت آجائے، تو تم کتاب اللہ کو لازم پکڑے رکھو، اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال جانو۔ اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حرام جانو۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ہم امت امیہ ہیں نہ ہم لکھتے ہیں اور نہ ہم حساب کرتے ہیں۔ بے شک مہینہ اتنے اتنے (دنوں کا) ہے۔ آپ نے چھ مرتبہ اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور (آخری بار) ایک انگلی بند کرلی (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ مجھے حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا وصال نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ پڑھنے اور لکھنے لگے۔ میں نے یہ حدیث حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذکر کی، تو انہوں نے کہا: یہ سچ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ہمارے اصحاب اسی طرح کہا کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے "الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ"۔ اس کے بارے ابن سعد، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اس نبی ﷺ کی نعت، امر اور نبوت کا ذکر پاتے ہیں درآنحالیکہ یہ ان کے پاس لکھا ہوا ہے (2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ بعض کتب میں رسول اللہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، جلد 1، صفحہ 256، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ طبقات ابن سعد بصفۃ النبی ﷺ، جلد 1، صفحہ 362، بیروت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ بد خلق اور تندخو نہیں ہیں اور نہ ہی آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ آپ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر کر لیتے ہیں۔ آپ کی امت ہر حال میں حمد و ثناء بیان کرنے والی ہے (2)۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے اعرابیوں میں سے ایک آدمی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں کچھ میٹھا پھل لے کر مدینہ طیبہ میں تجارت کے لیے آیا۔ جب میں اپنی فروخت سے فارغ ہوا تو میں نے کہا: میں ضرور بہ ضرور اس آدمی سے ملاقات کروں گا اور اس کی باتیں سنوں گا۔ پس وہ مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان ملے، اس حال میں کہ وہ دونوں چل رہے تھے۔ پس میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں ایک یہودی کے پاس آئے۔ وہ تورات کو کھول کر پڑھ رہا تھا اور اس کے ساتھ اپنے آپ کو اپنے قریب الموت بیٹے کے غم سے تسلی اور حوصلہ دے رہا تھا۔ اس کا بیٹا انتہائی حسین اور خوبصورت نوجوان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: میں تجھے اس کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات نازل فرمائی! کیا تو اپنی کتاب میں میرا ذکر ان صفات کے ساتھ اور میرے ظہور کی جگہ کا ذکر پاتا ہے؟ تو اس نے اپنے سر کے ساتھ اس طرح اشارہ کیا کہ نہیں۔ تو اس کے بیٹے نے کہا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے تورات نازل فرمائی! بے شک ہم اپنی کتاب میں آپ کی یہ صفات اور آپ کے ظہور کی جگہ کا ذکر پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پھر فرمایا: اپنے بھائی کو یہودی کے پاس رہنے دو۔ بعد ازاں اس کے کفن اور اس پر نماز جنازہ کا اہتمام فرمایا۔

امام ابن سعد، بخاری، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کے بارے بتائیے تو انہوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں۔ قسم بخدا! قرآن کریم میں موجود صفات میں سے بعض تورات میں بیان کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (الاحزاب) "اے نبی (مکرم!) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا"۔ اور آپ امیوں کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ تو بد خلق ہیں اور نہ ہی تندخو اور نہ آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف فرما دیں گے اور درگزر کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ آپ کے سبب بھکی ہوئی ملت صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے اور وہ یہ کہنے لگیں لا الہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) اور آپ کے سبب اللہ تعالیٰ اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور غافل دلوں کو سننے اور یاد رکھنے والے دل عطا فرما دے (1)۔

امام ابن سعد، مسند میں دارمی، دلائل میں بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

1۔ طبقات ابن سعد، صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد 1، صفحہ 362، دار صادر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 101، دار احیاء التراث العربی بیروت

کہ آپ نے فرمایا: تورات میں رسول اللہ ﷺ کی یہ صفت ہے: يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ (الاحزاب) ''اے نبی (مکرم) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا'' اور آپ امیوں کی حفاظت فرمانے والے ہیں، آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، آپ نہ تو بدخلق ہیں اور نہ ہی تندخو اور نہ ہی آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں، آپ برائی کا بدلہ اس کی مثل سے نہیں دیں گے بلکہ معاف فرمادیں گے اور درگزر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا یہاں تک کہ آپ کے سبب بھٹکی ہوئی ملت کو صراط مستقیم پر گامزن کردے اور وہ یہ کہنے لگیں: لا الہ الا اللہ اور آپ کے سبب اللہ تعالیٰ اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور غافل دلوں کو سننے اور یاد رکھنے والے دل عطا فرمادے۔ (1)

امام دارمی رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ پہلی سطر میں ہے ''مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدِيَ الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَّلَا غَلِيْظٌ وَّلَا صَخَّابٌ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ وَيَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ'' کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، میرے بندے اور صاحب اختیار ہیں، آپ نہ بدخلق ہیں اور نہ تندخو اور نہ آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف کردیں گے اور بخش دیں گے آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے، مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے اور آپ کا ملک شام ہے''۔ اور دوسری سطر میں ہے ''مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ، يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاۤءِ وَ الضَّرَّاۤءِ، يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَّيُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ، رُعَاةُ الشَّمْسِ يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَا جَاۤءَ وَقْتُهَا وَلَوْ كَانُوْا عَلٰى رَاْسِ كَنَاسَةٍ، وَّيَاْتَزِرُوْنَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ، يُوَضِّئُوْنَ اَطْرَافَهُمْ، وَاَصْوَاتُهُمْ بِاللَّيْلِ فِيْ جَوِّ السَّمَاۤءِ كَاَصْوَاتِ النَّحْلِ'' محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہے، وہ خوشحال اور تنگی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں، وہ ہر منزل میں اترتے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ذکر کرتے ہیں، سورج کی رعایت رکھتے ہوئے جب نماز کا وقت ہوجائے تو وہ نماز ادا کرتے ہیں، وہ اپنی کمروں پر تہبند باندھتے ہیں اور اپنے اعضاء کو اچھی طرح وضو کراتے ہیں اور آسمان کی فضا میں رات کے وقت ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی آوازوں کی طرح گونجتی ہیں''۔

امام ابن سعد، دارمی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوفروہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تورات میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کس طرح بیان کیے گئے ہیں؟ تو حضرت کعب نے کہا: ہم تورات میں آپ ﷺ کا ذکر اس طرح پاتے ہیں کہ آپ محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں، آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی اور آپ طابہ (مدینہ طیبہ) کی طرف ہجرت فرما ہوں گے اور آپ کا ملک شام ہوگا۔ آپ نہ تو فحاشی کا ارتکاب کریں گے اور نہ بازاروں میں شور و شغب۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے۔ بلکہ

1۔ طبقات کبریٰ، صفۃ رسول اللہ ﷺ فی التوراۃ والانجیل، جلد 1، صفحہ 360، دار صادر بیروت

معاف کر دیں گے اور بخش دیں گے۔ آپ کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہے۔ وہ ہر قسم کی خوشحالی میں الله تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے اور ہر ٹیلے اور بلند جگہ پر الله تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کریں گے۔ وہ اپنے اعضاء کو وضو کے پانی سے دھوئیں گے اور اپنی کمروں کے ساتھ تہبند باندھیں گے۔ وہ اپنی نمازوں میں اس طرح صف بندی کریں گے جس طرح وہ اپنے میدان قتال میں صف بند ہوں گے۔ مساجد میں ان کی آوازوں کی گونج شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوگی اور ان کی منادی (اذان) آسمان کی فضا میں سنی جائے گی (1)۔

ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں حضرت ام درداء رضی الله عنہا سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی الله عنہ سے پوچھا: تم تورات میں رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کس طرح پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم اس طرح آپ کا تذکرہ پاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الله تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کا نام متوکل ہے۔ آپ نہ بد خلق ہیں اور نہ تندخو اور نہ آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں۔ آپ کو چابیاں عطا کی گئی ہیں تاکہ الله تعالیٰ آپ کے سبب کانوں کو دیکھنے والی آنکھیں اور بہروں کو سننے والے کان عطا کرے اور آپ کے سبب ٹیڑھے راستے کو سیدھا کر دے، یہاں تک کہ وہ شہادت دے لا الہ الا الله وحدہٗ لاشریک لہ، آپ مظلوم کی مدد کریں گے اور اس کا اس سے دفاع کریں گے کہ اسے کمزور اور ضعیف سمجھا جائے (2)۔

امام زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں اور ابونعیم رحمہما الله نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی الله عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری صفت یہ ہے کہ میں احمد ہوں، متوکل ہوں۔ آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور آپ کا مقام ہجرت طیبہ (مدینہ منورہ) ہے۔ آپ نہ بد خلق ہیں اور نہ تندخو۔ آپ نیکی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ نہیں دیتے۔ آپ کی امت بہت زیادہ حمد و ثنا کرنے والی ہے۔ وہ اپنی کمروں پر تہبند باندھتے ہیں۔ اپنے اعضا کو وضو کے پانی سے دھوتے ہیں۔ ان کی اناجیل ان کے سینوں میں ہیں۔ وہ نماز کے لیے اس طرح صف بندی کرتے ہیں جس طرح جنگ کے لیے صفیں باندھتے ہیں۔ ان کی قربانیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے سبب وہ اپنے خون کی قربانی دیتے ہیں۔ رات کے وقت وہ راہب ہوتے ہیں (یعنی انتہائی عبادت گزار) اور دن کے وقت شیر ہوتے ہیں۔

امام ابونعیم نے حضرت کعب رضی الله عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ الله تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کچھ نازل کیا تھا میرا باپ لوگوں کی نسبت اس کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور جو کچھ وہ جانتے تھے انہوں نے مجھ سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی، جب وہ قریب الموت ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! تو جانتا ہے کہ میں نے تجھ سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی جو بھی میں جانتا تھا۔ مگر میں نے تجھ سے دو کاغذ علیحدہ چھپا رکھے ہیں۔ اور ان میں یہ ہے کہ ایک نبی مبعوث ہوگا اور اس کا سایہ اپنے سارے زمانے پر ہوگا پس میں نے پسند نہیں کیا کہ اس کے بارے تجھے خبر دوں اور نہ میں تجھ پر یہ اعتماد رکھتا ہوں کہ ان کذابین میں سے کوئی ظاہر ہوا تو تو اس کی اطاعت کرے گا۔ میں نے وہ کاغذ اس جالے میں رکھے ہیں جسے تو دیکھ رہا ہے اور ان پر مٹی کا لیپ کر دیا گیا ہے، پس تو اس وقت نہ انہیں چھیڑنا اور نہ ان میں غور و فکر کے لیے دیکھنا۔ سو اگر تیرے بارے میں الله

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، الشام یکون ملک اہل الاسلام، جلد 1، صفحہ 185، دار الفکر بیروت

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، صفۃ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ، جلد 1، صفحہ 377، دار الکتب العلمیہ بیروت

تعالیٰ خیر اور بھلائی چاہے گا اور وہ نبی مکرم ﷺ تشریف لائیں گے تو تو ان کی اتباع کرے گا پھر جب وہ فوت ہو گئے۔ اور ہم نے انہیں دفن کر دیا تو اب میرے لیے ان دو کاغذوں میں دیکھنے سے بڑھ کر اور کوئی شے پسندیدہ اور محبوب نہ تھی۔ چنانچہ میں نے وہ جالا کھولا اور اس سے وہ دونوں کاغذ نکالے۔ تو ان میں یہ لکھا ہوا تھا: محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت طیبہ (مدینہ طیبہ) ہے، آپ نہ تو بداخلاق ہیں اور نہ تندمزاج اور نہ ہی آپ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں آپ برائی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتے ہیں معاف کرنا اور درگزر کرنا آپ کا وطیرہ ہو گا آپ کی امت بہت زیادہ تسبیح و تحمید کرنے والی ہے، وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے، ان کی زبانیں تکبیر کے ساتھ پست ہوں گی اور عجز و انکساری کا اظہار کریں گی اور وہ اپنے نبی ﷺ کی مدد کریں گے ہر اس کے خلاف جو بھی اس سے دشمنی کرے گا وہ اپنی شرم گاہوں کو دھوئیں گے اور اپنی کمروں پہ تہبند باندھیں گے، اناجیل ان کے سینوں میں ہوں گی اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح رحم اور مہربانی کا سلوک کریں گے جس طرح ایک ماں کے بیٹے آپس ایک دوسرے کے ساتھ محبت و پیار کا سلوک کرتے ہیں اور وہی قیامت کے دن تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا وقت چاہا اتنا گزرا اور پھر مجھے خبر پہنچی کہ نبی مکرم ﷺ کا ظہور مکہ مکرمہ میں ہوا ہے۔ میں معاملہ کو مؤخر کرتا رہا اور آہستہ آہستہ غور و فکر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ پھر مجھے اطلاع ملی کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے اور آپ کا خلیفہ آپ کا قائم مقام بنا ہے۔ پھر ان کے لشکر ہمارے پاس آئے۔ تو میں نے کہا: میں اس دین میں داخل نہیں ہوں گا یہاں تک کہ میں ان کی سیرت اور اعمال کو خوب اچھی طرح دیکھ لوں۔ پس میں اسے دور ہٹاتا رہا اور اسے مؤخر کرتا رہا تاکہ میں خوب چھان بین کر لوں۔ یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عمال ہمارے اوپر مقرر ہو گئے۔ پس جب میں نے ان کے ایفائے عہد کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دشمنوں کے خلاف جو کچھ کیا اس کا مشاہدہ کیا، تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا میں منتظر تھا، پھر قسم بخدا! میں ایک رات اپنے مکان کی چھت پر تھا، تو اچانک مسلمانوں میں سے ایک آدمی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کرنے لگا: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا...... الآیہ" (النساء: 47) "اے وہ لوگو جنہیں دی گئی کتاب ایمان لاؤ اس کتاب پر جو نازل فرمائی ہم نے تاکہ تصدیق کرے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے (ایمان لاؤ) اس سے پہلے کہ ہم مسخ کر دیں چہرے"۔ پس جونہی میں نے یہ آیت سنی تو مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا کہ میں صبح نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ میرا چہرہ گدی کی جانب پھر جائے گا۔ پس میرے نزدیک اس صبح سے بڑھ کر اور کوئی شے محبوب اور پسندیدہ نہیں تھی۔ چنانچہ میں صبح ہوتے ہی مسلمانوں کے پاس چلا گیا۔

امام حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی کے کچھ دینار رسول اللہ ﷺ پر قرض تھے۔ تو اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے ان کا تقاضا کیا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اس وقت میرے پاس کچھ نہیں کہ میں تجھے ادا کروں۔ تو اس نے کہا: اے محمد! (ﷺ) پھر میں تم سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ تم مجھے ادا کر دو۔ کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) تب میں تمہارے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ

نے اس دوران ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں ادا فرمائیں۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اس یہودی کو جھڑ کنے لگے اور خوف زدہ کرنے لگے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ یہودی آپ کو روکے ہوئے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے منع فرمایا ہے کہ میں کسی معاہدہ کرنے والے کے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی کروں۔ پس جب وہ دن گزر گیا تو یہودی نے اسلام قبول کرلیا اور کہا: میرے مال کا نصف اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہے۔ قسم بخدا! جو کچھ میں نے کیا ہے وہ صرف اس لیے کیا ہے تا کہ میں آپ کی وہ صفات دیکھ لوں جو تورات میں بیان کی گئی ہیں کہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ولادت مکہ مکرمہ، مقام ہجرت مدینہ طیبہ اور آپ کا ملک شام ہے نہ آپ بدخلق ہیں اور نہ تند مزاج اور نہ ہی آپ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے ہیں نہ آپ برائی کا ارتکاب کریں گے اور نہ ہی کسی سے فحش کلامی کریں گے (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات تورات میں بیان کی گئیں ان میں سے حلم کے سوا سب میں نے آپ میں دیکھ لیں۔ پھر میں نے ایک معینہ مدت تک پھل کی بیع میں تیس دینار پیشگی دیے۔ میں نے آپ کو مہلت دیے رکھی یہاں تک کہ جب معینہ مدت میں سے ایک دن باقی تھا، تو میں آپ کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا حق ادا کرو۔ کیونکہ تم خاندان بنی عبد المطلب کے لوگ دوسروں کا حق مار لیتے ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خبیث یہودی! قسم بخدا! اگر تو اس جگہ پر نہ ہوتا تو میں اس چہرے پر مارتا جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوحفص! اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے۔ ہم اس کے سوا تیرے زیادہ ضرورت مند تھے، وہ یہ کہ تم مجھے یہ کہتے کہ جو میرے ذمے واجب الادا ہے میں وہ ادا کروں اور اس کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم اس کا حق پورا کرنے کے لیے اس کی مدد کرتے۔ تو اس پر میری جہالت کے مجہول ہونے کے بارے سوائے حلم کے اور کچھ اضافہ نہ ہوتا۔ فرمایا: اے یہودی! تیرا حق کل ادا کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا: اے ابوحفص! اسے اس باغ میں لے جاؤ جہاں اس نے پہلے دن تقاضا کیا تھا۔ سو اگر یہ راضی ہو جائے تو اسے اتنے اتنے صاع دے دینا۔ پھر جو کچھ تم نے اسے کہا ہے اس کے بدلے اتنے اتنے صاع دینا اور زیادہ بھی دینا اور اگر یہ راضی نہ ہو تو اسے باغ سے اتنے اتنے دے دینا۔ چنانچہ وہ مجھے ساتھ لے کر اس باغ میں آئے اور وہ ان کھجوروں پر راضی ہو گیا۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے وہ کھجوریں بھی دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائیں اور جتنی زیادہ دینے کا حکم فرمایا تھا وہ بھی دے دیں۔ جب یہودی ان پر قبضہ کر چکا تو اس نے کہا اشهد ان لا اله الا الله وانه رسول الله۔ قسم بخدا! اے عمر! جو کچھ تو نے مجھے کرتے دیکھا۔ اس پر مجھے صرف اس شے نے برانگیختہ کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان صفات کا مشاہدہ کروں جو تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ حلم کے سوا میں تمام صفات دیکھ چکا تھا اس لیے آج میں نے آپ کو اس حلم کے ساتھ آزمایا ہے۔ تو میں نے آپ کو بعینہ اس کے مطابق پایا جو تورات میں بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ کھجوریں اور میرا نصف مال مسلمان فقراء کے لیے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو میں نے کہا: کیا ان میں سے بعض کے لیے؟ تو اس نے بھی کہا: ہاں ان

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 678 (4242)، دار الکتب العلمیہ بیروت

میں سے بعض کے لیے۔ فرمایا: ایک بوڑھے کے سوا اس یہودی کے گھر کے تمام کے تمام افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ اس بوڑھے کی عمر سو برس تھی۔ پس وہ کفر پر ہی رہا(1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت کثیر بن مرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق تمہارے پاس عظمت و شان والا رسول تشریف لایا۔ اس میں کوئی سستی اور کاہلی نہیں۔ وہ ان آنکھوں کو کھول دے گا جو اندھی ہیں۔ ان کانوں کو قوت سماعت عطا کر دے گا جو بہرے ہیں۔ وہ ان دلوں کو کاٹ دے گا جو سننے اور یاد رکھنے سے عاری ہیں۔ وہ اس راستے اور طریقہ کو سیدھا کر دے گا جو ٹیڑھا ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا لا الہ الا اللہ۔(2)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ بیت المدراس تشریف لائے اور فرمایا: میرے ساتھ نکلو، میں تمہیں تعلیم دوں گا۔ تو انہوں نے عرض کی: یہ عبداللہ بن صوریا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ اسے خلوت میں لے گئے اور اسے اپنے دین کے بارے بتایا اور ان نعمتوں کے بارے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرمائی ہیں اور جو انہیں من وسلویٰ کھلایا ہے اور جو انہیں بادل کا سایہ عطا فرمایا ہے۔ (آپ ﷺ نے فرمایا) کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم۔ ہاں اور بے شک یہ قوم بھی وہ سب جانتی ہے جو میں جانتا ہوں۔ بلاشبہ آپ کی صفت و نعت واضح طور پر تورات میں موجود ہے۔ لیکن یہ لوگ آپ سے حسد کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کون سی چیز روک رہی ہے؟ اس نے کہا: میں اپنی قوم کے خلاف کرنا ناپسند کرتا ہوں اور قریب ہے کہ وہ آپ کی اتباع کریں گے اور اسلام لے آئیں گے تو میں بھی اسلام قبول کر لوں گا۔

امام طبرانی، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت فلتان بن عاصم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ ایک آدمی آیا تو حضور نبی مکرم ﷺ نے اسے فرمایا: کیا تو تورات پڑھتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا انجیل پڑھتا ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ تو آپ نے قسم دے کر اس سے پوچھا: کیا تو تورات اور انجیل میں میرا ذکر پاتا ہے؟ اس نے بتایا ہم اس طرح کے اوصاف پاتے ہیں جیسے آپ میں ہیں، اور جیسے آپ کی ہیئت ہے اور آپ کے ظہور کی جگہ کا ذکر بھی پاتے ہیں اور ہم یہ امید رکھتے تھے کہ آپ ہم میں سے ہوں گے۔ اور جب آپ کا ظہور ہو گیا تو ہمیں یہ خوف لاحق ہوا کہ آپ وہی ہوں۔ پھر ہم نے غور وفکر کیا (تو اس نتیجے پر پہنچے کہ) آپ وہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیوں نہیں؟ اس نے کہا۔ اس لیے کہ اس نبی مکرم ﷺ کے ساتھ اس کی امت میں سے ستر ہزار افراد ہوں گے جن پر نہ کوئی حساب ہو گا اور نہ اس کے لیے کوئی عذاب ہو گا۔ آپ کے ساتھ تو بالکل تھوڑی سی تعداد ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! بالیقین میں وہی ہوں اور بے شک وہ میری امت کے افراد ہی ہیں اور بے شک وہ ستر ہزار اور ستر ہزار سے بھی زائد افراد ہیں(3)۔

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 361، دار صادر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 362
3۔ معجم کبیر، جلد 18، صفحہ 33-332، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قریش نے نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط اور ان کے علاوہ دوسروں کو یثرب کے یہود کی طرف بھیجا اور انہیں کہا: کہ تم وہاں جا کر ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے پوچھو۔ وہ مدینہ طیبہ آئے اور آ کر کہا: ہم ایک ایسے کام کے لیے تمہارے پاس آئے ہیں جو ہم میں نیا وقوع پذیر ہوا ہے۔ ہم میں سے ایک یتیم بچہ ہے اور وہ بہت بڑی بات کرتا ہے۔ وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ رسول الرحمٰن ہے۔ تو یہود نے کہا: اس کے اخلاق وصفات بیان کرو۔ چنانچہ انہوں نے وہ بیان کیے۔ انہوں نے پھر پوچھا: تم میں سے کن لوگوں نے اس کی اتباع کی ہے؟ انہوں نے بتایا: ہم میں سے کمزور اور ضعیف لوگوں نے۔ تو یہ سن کر ان میں سے ایک عالم ہنس پڑا اور اس نے کہا: یہ وہی نبی ہے جس کے اوصاف ہم پاتے ہیں اور ہم آپ کی قوم کے بارے یہ پاتے ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ عداوت رکھنے کے اعتبار سے تمام لوگوں سے زیادہ اشد اور سخت ہوگی (1)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے دوسو سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ پھر وہ مر گیا۔ تو انہوں نے اسے اٹھالیا اور کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اسے نکالو اور اس پر نماز جنازہ ادا کرو۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! بنی اسرائیل نے یہ شہادت دی ہے کہ اس نے دوسو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی بات اسی طرح ہے۔ لیکن ایک بار اس نے تورات کھولی اور اس کی نظر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ تو اس نے اسے چوما، اسے اپنی آنکھوں پر لگایا اور آپ پر درود پاک پڑھا۔ تو میں نے اس کی قدر افزائی فرمائی۔ اس کے گناہ معاف فرما دیے اور اس کی شادی ستر حوروں سے کر دی (2)۔

امام ابن سعد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ اخلاق میں کوئی کجی ہوگی، نہ آپ تندمزاج ہوں گے، نہ بازاروں میں چیخ وپکار کریں گے اور نہ ہی آپ برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی سے دیں گے بلکہ آپ معاف فرما دیں گے اور درگزر کریں گے (3)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جارود بن عبداللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اور کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے تحقیق میں نے آپ کے وصف وکمال کا تذکرہ انجیل میں پایا ہے۔ اور آپ کے لیے ابن بتول کی بشارت دی گئی ہے۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر نے موسیٰ بن یعقوب ربعی کی سند سے سہل مولی خیثمہ رحمہم اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الطیب التحیۃ والثناء کی نعت وتعریف انجیل میں پڑھی ہے کہ بے شک آپ قد وقامت کے اعتبار سے

1۔ طبقات ابن سعد، ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ، جلد 1، صفحہ 362، بیروت
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 42 (250، مصر)
3۔ طبقات کبریٰ، ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل، جلد 1، صفحہ 363

نہ زیادہ چھوٹے ہوں گے اور نہ زیادہ طویل، سفید بھرے ہوئے جسم والے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی، آپ اکثر احتباء کریں گے (اس طرح بیٹھنا کہ گھٹنے کھڑے ہوں اور کپڑے کو پیٹھ کے پیچھے سے گزار کر گھٹنوں کے ساتھ باندھ دیا جائے) آپ صدقہ قبول نہیں کریں گے۔ گدھے اور اونٹ پر سواری کریں گے، بکریوں کا دودھ دوہیں گے، پیوند لگی قمیص پہن لیں گے اور جو بھی ایسا کرے گا وہ کبر ونخوت سے محفوظ رہے گا اور آپ اس طرح کریں گے اور آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: ''بے شک میں ایک نبی امی بھیجنے والا ہوں۔ اس کے سبب میں بہرے کانوں کو، غافل دلوں کو اور اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا۔ اس کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے اور اس کا ملک شام ہے۔ وہ میرا بندہ ہے، متوکل ہے اور مصطفیٰ ہے۔ وہ عالی مرتبہ حبیب ہے، وہ بہت زیادہ محبت کرنے والا اور مختار ہے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دے گا، بلکہ معاف اور درگزر کرے گا، مومنین کے ساتھ انتہائی رحمت اور شفقت کا سلوک کرے گا، وہ بھاری بوجھ اٹھانے والے جانوروں کے لیے روئے گا اور کسی بیوہ کی گود میں تربیت پانے والے یتیم کے لیے بھی پیار و محبت کے آنسو بہائے گا۔ نہ اس کے اخلاق میں کوئی کجی ہو گی اور نہ وہ سخت مزاج ہو گا۔ اور نہ ہی بازاروں میں شور وشغب کرے گا۔ اس سے نہ تو فحاشی اور اعمال بد کا صدور ہو گا اور نہ ہی فحش گفتگو اس کی زبان سے نکلے گی۔ جب وہ کسی چراغ کے پہلو سے گزرے گا تو وہ اتنے سکون سے گزرے گا کہ اسے بجھا نہیں دے گا اور اگر وہ خشک گھاس پر چلے گا تو اپنے پاؤں کے نیچے سے آواز نہیں سنے گا، میں اسے مبشر ونذیر بنا کر مبعوث فرماؤں گا۔ میں ہر خوبصورتی کے لیے ان کی راہنمائی کروں گا اور تمام تر اخلاق کریمانہ انہیں عطا کروں گا، میں سکینت ووقار ان کا لباس، نیکی اور خیر ان کا شعار، مغفرت اور احسان ان کا زیور، حق ان کی شریعت، ہدایت ان کی امام اور اسلام کو ان کی ملت قرار دوں گا، ان کا اسم گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا۔ میں انہیں ضلالت کے بعد ہدایت، جہالت (عدم علم) کے بعد علم، پستی کے بعد بلندی اور انکار کے بعد شہرت عطا کروں گا۔ قلت کے بعد کثرت، فقر و فاقہ کے بعد غنا اور تفرقہ کے بعد اجتماعیت عطا فرماؤں گا۔ میں دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دوں گا اور بکھری ہوئی مختلف امتوں کے نزدیک انہیں محبوب بنا دوں گا۔ اور ان کی امت کو دیگر امتوں سے بہتر اور افضل قرار دوں گا۔ آپ کی امت کو لوگوں کی طرف نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا بنا کر ظاہر کروں گا، وہ میری توحید کا اقرار اور مجھ پر ایمان لائیں گے اور میرے لیے اخلاص کا اظہار کریں گے اور میرے رسل عظام جو کچھ لائے اس کی تصدیق کریں گے اور وہ دشمنوں کے ساتھ محبت والفت رکھنے والے ہوں گے۔

مبارک ہے ان دلوں، چہروں اور ارواح کے لیے جو میرے لیے خالص کر دیے گئے۔ میں ان کی مساجد، مجالس، ان کے آرام کرنے کی جگہوں، ان کے پلٹنے کی جگہوں اور ٹھہرنے کی جگہوں میں انہیں تسبیح وتکبیر اور تمجید وتوحید کا الہام کروں گا۔ وہ اپنی

1۔ طبقات کبریٰ، ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل، جلد 1، صفحہ 363

مساجد میں اس طرح صفیں باندھیں گے جیسے میرے عرش کے اردگرد ملائکہ صفیں باندھے ہوئے ہیں۔ وہی میرے اولیاء اور انصار ہیں۔ میں انہیں کے سبب بتوں کی پوجا کرنے والے اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا، وہ میرے لیے ہی قیام وقعود اور سجود کریں گے۔ وہ حد درجہ میری رضا کو چاہتے ہوئے اور پسند کرتے ہوئے اپنے گھروں اور اموال کو چھوڑ دیں گے اور میرے راستے میں صف بستہ اور لشکر بند ہو کر قتال کریں گے۔ میں ان کی کتاب کے سبب دیگر کتب، ان کی شریعت کے سبب دیگر شرائع اور ان کے دین کے سبب دیگر ادیان کو ختم کردوں گا، جس کسی نے انہیں پایا اور پھر ان کی کتاب پر ایمان نہ لایا، ان کے دین اور ان کی شریعت میں داخل نہ ہوا، وہ مجھ سے نہیں ہے اور وہ میری جانب سے بری ہے۔ میں انہیں افضل الامم بناؤں گا اور میں انہیں امت وسط اور لوگوں پر شاہد بناؤں گا۔ جب وہ حال غضب میں ہوں گے تو میری تہلیل بیان کریں گے، جب ان کی روحیں قبض کی جائیں گی تو وہ میری کبریائی بیان کریں گے اور جب وہ جھگڑا کریں گے تو میری تسبیح بیان کریں گے۔ وہ اپنے چہرے اور دیگر اعضا بدن کو پاک رکھیں گے اور اپنی کمروں پر کپڑے باندھے رکھیں گے۔ وہ ٹیلوں اور بلند جگہوں پر تہلیل بیان کریں گے۔ ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے۔ اور ان کی اناجیل ان کے سینے ہوں گے (یعنی انہیں قرآن کریم حفظ ہوگا) وہ رات کے وقت راہب ہوں گے اور دن کے وقت شیر ہوں گے، ان کی منادی آسمان کی فضا ہوگی اور ان کی (آوازوں کی) بھنبھناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مثل ہوگی۔ مبارک اور بشارت ہے ان کے لیے جو ان کے ساتھ ہوں گے، ان کے دین پر ہوں گے اور ان کے مناہج اور شریعت پر چلنے والے ہوں گے۔ میرا فضل ہے جسے میں چاہوں گا عطا کروں گا اور میں صاحب فضل عظیم ہوں (1)۔

امام عالم بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں بیان فرمایا: اے داؤد! (علیہ السلام) عنقریب تمہارے بعد ایک نبی آئے گا۔ ان کا اسم گرامی احمد اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا، وہ نبی صادق ہوگا۔ میں کبھی ان پر اظہار غضب نہیں کروں گا اور نہ ہی وہ کبھی میری نافرمانی کریں گے۔ میں نے ان کی سابقہ اور بعد میں ہونے والی تمام لغزشوں کی مغفرت فرمادی ہے۔ ان کی امت پر انتہائی رحم فرمایا گیا ہے۔ میں نے انہیں اسی طرح نوافل عطا فرمائے ہیں جیسے میں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے، اور میں نے اس پر وہ فرائض لازم کیے ہیں جو میں نے انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فرض کیے۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ میرے پاس اس حال میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء علیہم السلام کے نور کی مثل ہوگا۔ اسی لیے میں نے ان پر فرض کیا ہے کہ وہ میری رضا کے لیے ہر نماز کے لیے طہارت کا اہتمام کریں جیسے میں نے ان سے قبل انبیاء علیہم السلام پر یہ فرض کیا۔ میں نے انہیں غسل جنابت کرنے کا اسی طرح حکم دیا ہے جیسے ان سے قبل انبیاء علیہم السلام کو دیا۔ میں نے انہیں اسی طرح حج کرنے کا حکم دیا جیسے میں نے ان سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو دیا اور میں نے انہیں جہاد کرنے کا اسی طرح حکم دیا جیسے ان سے قبل رسل عظام علیہم السلام کو دیا۔ اے داؤد! (علیہ السلام) بلاشبہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور میں نے انہیں چھ ایسی خصلتیں عطا

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، الفصل الخامس، جلد 1، صفحہ 82، مکتبہ عربیہ بیروت

فرمائی ہیں جو ان کے علاوہ کسی امت کو عطا نہیں کیں میں خطا اور نسیان کے سبب ان کا مؤاخذہ نہیں کروں گا اور ہر وہ گناہ جس کا ارتکاب بغیر ارادے کے انہوں نے کیا، جب وہ مجھ سے اس کی مغفرت طلب کریں گے تو میں اسے بخش دوں گا۔ ان کے نفس اپنی آخرت کے لیے جو بھی اچھا کام کریں گے تو میں اس پر انہیں کئی گنا دنیا میں عطا کروں گا اور کئی گنا ان کے لیے اپنے پاس محفوظ رکھوں گا اور وہ اس سے افضل و اعلیٰ ہوگا۔ جب وہ آزمائشوں میں مصائب پر صبر کرتے ہوئے یہ کہیں گے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ تو اس پر میں انہیں رحمت و برکت سے نوازوں گا اور نعمتوں بھری جنتوں کی طرف ان کی راہنمائی فرماؤں گا۔ اگر وہ مجھ سے دعا مانگیں گے تو میں ان کی دعا قبول کروں گا، پس یا تو وہ اسے دنیا میں ہی دیکھ لیں گے، یا اس کے سبب ان سے دنیا میں کوئی تکلیف دور فرما دوں گا، یا پھر اسے ان کے لیے آخرت تک مؤخر کر دوں گا۔ اے داؤد! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں سے جو کوئی مجھے اس حال میں ملا کہ وہ شہادت دیتا ہو کہ میں یکتا ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میرا کوئی شریک نہیں اور وہ اس کی تصدیق کرتا ہو تو وہ میرے ساتھ میری جنت اور عزت و تکریم میں ہوگا۔ اور جو مجھے اس حال میں ملا کہ اس نے محمد ﷺ کی تکذیب کی ہو، اس (دین) کو جھٹلایا ہو جو وہ لے کر آئے اور میری کتاب کے ساتھ استہزا کیا، تو میں قبر میں اس پر شدید عذاب مسلط کر دوں گا اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت ملائکہ اس کے چہرے اور سرین پر ماریں گے اور پھر میں اسے جہنم کے درک اسفل میں داخل کروں گا۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں کتابوں میں یہ ذکر پاتا ہوں کہ یہ امت اللہ تعالیٰ کا ذکر اس طرح پسند کرتی ہے جیسے فاختہ اپنے گھونسلے سے محبت کرتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف اس اونٹ سے بڑھ کر تیزی سے آتے ہیں جو پیاس کی حالت میں گھاٹ کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے (1)۔

قول باری تعالیٰ "وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ" الآیہ کے بارے طبرانی نے حبیب بن سلیمان بن سمرہ نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ کے پاس اعرابی حاضر ہوا، اور ایک آدمی کے بارے پوچھنے لگا کہ اس کے مال، قربانیوں، جانوروں، بکریوں، حاملہ اونٹنیوں ان کے بچوں اور ریوڑوں میں سے کون سی شے اس کے لیے حلال ہے اور کون سی شے اس پر حرام ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکیزہ چیزیں تیرے لیے حلال کی گئی ہیں اور ناپاک تجھ پر حرام کی گئی ہیں۔ مگر یہ کہ تجھے شدید بھوک لگی ہو تو تو اتنی مقدار کھا سکتا ہے کہ تیری وہ شدت اور حاجت باقی نہ رہے۔ اس نے عرض کی: میرے فقر کی وہ کون سی حالت ہے کہ جب میں اس تک پہنچ جاؤں تو میں وہ شے کھا سکتا ہوں؟ یا میرے غنا کی وہ کون سی کیفیت ہے جو میری اس حاجت کو پورا کر دے گی (اور اس کے بعد اس شے کا استعمال میرے لیے حلال نہیں)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو نتاج (بچہ جننے کی حالت) کا امیدوار ہو تو تو اپنے جانور کے گوشت (مردار کے گوشت) کے سبب اپنے نتاج تک پہنچ سکتا ہے۔ یا جب تو عشاء (رات کا کھانا) کا امیدوار ہو کہ تو اسے پا لے گا تو تو اپنے جانور کے گوشت (مردار کے گوشت) کے سبب اس تک پہنچ سکتا ہے۔ اور جب تجھے ان میں سے کسی شے کی بھی

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 34، دار صادر بیروت

امید نہ ہو تو پھر جو تجھے میسر آئے وہی اپنے گھر والوں کو کھلا دے یہاں تک کہ تو اس سے مستغنی ہو جائے۔ اعرابی نے پوچھا: میرے لیے وہ کون سا عشاء (رات کا کھانا) ہے کہ جب میں اسے پالوں تو میں اسے چھوڑ دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو شام کے وقت نکالے گئے دودھ سے اپنے گھر والوں کو سیراب کردے، تو پھر اس کھانے سے اجتناب کر جو تجھ پر حرام کیا گیا ہے۔ رہا تیرا مال! تو چونکہ وہ سب کا سب خوشحالی اور راحت کا سبب ہے، اس میں سے کوئی بھی حرام نہیں، مگر تیرے وہ اونٹ جو بچہ جننے کے قریب ہوں اور بکریوں اور بھیڑوں میں سے جو حاملہ ہوں اور بچہ جننے کے قریب ہوں تو ان کا بچہ اپنے مویشیوں کو کھلا سکتا ہے یہاں تک کہ تو مستغنی ہو جائے (یعنی تیری حاجت باقی نہ رہے)۔ پھر اگر تو چاہے تو اپنے گھر والوں کو کھلا اور اگر چاہے تو اس کا گوشت صدقہ کردے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم ارشاد فرمایا کہ اپنے ریوڑ کی ہر سو میں سے دس بکریوں کو بانجھ رکھے (1)۔

امام ابن منذر اور بیہقی نے سنن میں نقل کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ'' میں حلال کا ذکر ہے اور ''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ'' میں ان ثقیل چیزوں کا تذکرہ ہے جو ان کے دین میں تھیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں قول باری تعالیٰ ''وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ حرام کردہ چیزوں میں سے خنزیر کا گوشت، سود (ربا) اور وہ چیزیں ہیں جو ان حرام کھانوں میں سے انہوں نے حلال کر رکھی تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا۔ اور ارشاد خداوندی ''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ'' کے بارے فرمایا کہ اس میں اس عہد کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان چیزوں کے بارے لیا جو ان پر حرام قرار دیں (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس میں ان کے ان عہدوں اور معاہدوں کا ذکر ہے جو ایسی چیزوں کو حرام کرنے کے بارے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کی تھیں (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے سدی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان عہدوں اور معاہدوں کا بوجھ اتارتا ہے جن کا بوجھ تورات اور انجیل میں ان پر ڈالا گیا (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے ''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ'' کے بارے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا۔ کہ اس سے مراد عبادت میں شدت اور سختی کو اپنانا ہے۔ ان میں سے کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دروازے پر یہ لکھا جاتا کہ تیری توبہ یہ ہے کہ تو اپنے اہل اور مال کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف نکلے اور پھر واپس نہ لوٹے یہاں تک کہ تمہارے آخری فرد کو موت آ جائے ''اِنَّ تَوْبَتَكَ اَنْ تَخْرُجَ اَنْتَ وَاَهْلُكَ وَمَالُكَ اِلَى الْعَدُوِّ فَلَا تَرْجِعَ حَتّٰى يَاْتِيَ الْمَوْتُ عَلٰى اٰخِرِكُمْ''

1۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 752، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 102، داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 103

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اسی ارشاد کے بارے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِصۡرَهُمۡ سے مراد شدت اور تکلیف ہے جو بنی اسرائیل کو اپنے جسم سے جلد کے اس مقام کو کاٹتے وقت ہوتی تھی جس پر پیشاب یا اس جیسی کوئی اور غلاظت لگ جاتی تھی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ" کے بارے ابن شوذب نے کہا ہے۔ کہ اغلال سے مراد ان پر عائد کی جانے والی سختیاں اور شدتیں تھیں۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے "وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ انتہائی شدید اور سخت احکام ہیں جو قوم پر نافذ تھے کہ اتنے میں حضور نبی رحمت محمد مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء تشریف لائے اور لوگوں سے ان شدتوں اور سختیوں کو اٹھا لیا گیا (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اِصۡرَهُمۡ سے مراد وہ شدت اور تکلیف ہے جو پیشاب کے اثر کو اپنے جسموں سے کاٹ کر اپنے آپ کو پہنچایا کرتے تھے اور گوشت میں رگیں تلاش کی جاتی تھیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِصۡرَهُمۡ سے مراد ان کے عہد ہیں (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "وَعَزَّرُوۡهُ" کا معنی ہے کہ جنہوں نے آپ کی تعظیم کی اور عزت و توقیر کی (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے "وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ" کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ جنہوں نے آپ کی تعظیم کی اور تلوار کے ذریعے آپ کی مدد اور معاونت کی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ" کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے اور آپ کی تعظیم کرنے میں تم سبقت بھی لے جاؤ، لیکن تم میں سے بہتر اور افضل وہ ہوگا جو ایمان لایا اور اس نور کی اتباع کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے "وَعَزَّرُوۡهُ" کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت اور مدد کرو (5)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "وَعَزَّرُوۡهُ" کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡكُمۡ جَمِیۡعَا ۨ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ۪ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 103 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 104 5۔ ایضاً

" آپ فرمایئے اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔نہیں کوئی معبود سوائے اس کے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے۔جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس کی تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ"۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر سرخ وسیاہ کی طرف مبعوث فرمایا اور ارشاد فرمایا " یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا "

امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے مابین گفتگو ہوئی۔اسی دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر غصے ہو گئے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر آپ کے پاس سے واپس چلے گئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے آئے اور آپ سے کہا کہ آپ مجھے معاف فرمادیں۔لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور آپ پر اپنا دروازہ بند کر لیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے کیے پر ندامت ہوئی، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپہنچے اور سلام عرض کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور سارا واقعہ عرض کر دیا۔وہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے اور فرمایا کیا تم میرے اس ساتھی کو چھوڑ رہے ہو کہ جب میں نے کہا: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں" تو تم نے کہا تم نے جھوٹ کہا ہے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے" فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: "هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْلِیْ صَاحِبِیْ، اِنِّیْ قُلْتُ "یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا" فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: صَدَقْتَ" (1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ارشاد باری تعالیٰ "یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ" میں کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ" میں کلمات کو جمع کی صورت میں پڑھا ہے۔

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ

1۔صحیح بخاری، باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ، جلد 1، صفحہ 17-516، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 106، داراحیاء التراث العربی بیروت

28A

عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۚ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ۚ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۚ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۚ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

”اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتا تا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے اور ہم نے بانٹ دیا انہیں بارہ قبیلوں میں جو الگ الگ قومیں ہیں اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی طرف جب پانی طلب کیا آپ سے آپ کی قوم نے (ہم نے وحی کی) کہ مارو اپنے عصا سے اس پتھر کو، تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے۔ جان لیا ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ۔ اور ہم نے سایہ کر دیا ان پر بادل کا اور ہم نے اتارا ان پر من وسلویٰ (اور فرمایا) کھاؤ ان پاک چیزوں کو جو ہم نے دی ہیں تمہیں۔ اور نہیں ظلم کیا انہوں نے ہم پر بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے اور جب کہا گیا انہیں کہ آباد ہو جاؤ اس شہر میں اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو اور کہو (اے کریم) بخش دے ہمیں اور داخل ہو دروازہ سے جھکتے ہوئے، ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں (اور) زیادہ دیں گے احسان کرنے والوں کو تو بدل ڈالی جنہوں نے ظلم کیا تھا ان سے بات خلاف اس کے جو کہی گئی تھی انہیں، تب ہم نے بھیج دیا ان پر عذاب آسمان سے اس وجہ سے کہ وہ ظلم کیا کرتے تھے“۔

امام فریابی اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ ان کی انجیل ان کے دلوں میں محفوظ ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد ﷺ کی امت ہے اور وہ تمہارے بعد ہوگی۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں ایک امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو پانچ نمازیں پڑھتی ہوگی اور وہ نمازیں ان گناہوں کا کفارہ ہوں گی جو ان کے درمیانی اوقات میں وقوع پذیر ہوں گے؟ رب کریم نے فرمایا: وہ احمد ﷺ کی امت ہے جو تمہارے بعد آئے گی، پھر عرض کی: اے میرے محبوب! میں ایک امت کے بارے پاتا ہوں کہ وہ اپنے مالوں میں سے صدقات دیں گے پھر وہ صدقات انہیں میں لوٹ جائیں گے اور وہ انہیں کھالیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد ﷺ کی امت ہے جو تمہارے بعد آئے گی۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! مجھے احمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پسندیدہ حالت وکیفت کی خاطر یہ آیت نازل فرمائی ”وَ

مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤى اُمَّةٌ يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَـقِّ وَبِهٖ يَعۡدِلُوۡنَ " (اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے)۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابولیلیٰ کندی سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی " وَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤى اُمَّةٌ يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَـقِّ وَبِهٖ يَعۡدِلُوۡنَ " تو ایک آدمی نے کہا میرے نزدیک اس سے بڑھ کر پسندیدہ نہیں کہ میں ان میں سے ہوں۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں، ان کی مثل ہونے کی بنا پر تمہارے صالحین بڑھ جائیں گے؟

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ " مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤى اُمَّةٌ " الآیہ کے بارے انہوں نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل نے جب اپنے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور کفر اختیار کیا۔ تو اس وقت ان کے بارہ قبیلے تھے۔ ان میں سے ایک قبیلے نے دوسروں کے ساتھ کارروائی میں شریک ہونے سے برأت اختیار کی اور معذرت کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجا کی کہ وہ انہیں دوسرے قبائل سے جدا کر دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زمین میں ایک سرنگ کھول دی۔ وہ اس میں چلتے رہے یہاں تک کہ چین سے پرے جا کر نکلے۔ پس وہی لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر کاربند تھے اور ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اسۡكُنُوا الۡاَرۡضَ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا (الاسراء) " اور ہم نے حکم دیا فرعون کو غرق کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو کہ تم آباد ہو جاؤ اس سرزمین میں پس جب آئے گا آخرت کا وعدہ تو ہم لے آئیں گے تمہیں سمیٹ کر"۔ اور وعد الآخرۃ سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ لوگ اس سرنگ میں ڈیڑھ سال تک چلتے رہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اکہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک کے سوا وہ تمام کے تمام جہنمی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی بہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک کے سوا تمام کے تمام جہنمی ہیں۔ اور یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ان میں سے ایک کے سوا تمام فرقے ناری ہوں گے۔ پس یہود کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وَمِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤى اُمَّةٌ يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَـقِّ وَبِهٖ يَعۡدِلُوۡنَ " اور نصاریٰ کے بارے ارشاد خداوندی ہے " مِنۡهُمۡ اُمَّةٌ مُّقۡتَصِدَةٌ " (المائدہ: 66) " ان میں ایک جماعت اعتدال پسند بھی ہے"۔ اور وہی جماعت نجات پانے والی ہے اور ہمارے بارے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمِمَّنۡ خَلَقۡنَاۤ اُمَّةٌ يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَـقِّ وَبِهٖ يَعۡدِلُوۡنَ (الاعراف) " اور ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا فرمایا ایک امت ہے جو راہ دکھاتی ہے حق کے ساتھ اور حق کے ساتھ ہی عدل و انصاف کرتی ہے"۔ پس یہی وہ جماعت ہے جو اس امت میں سے نجات پائے گی۔

امام ابوالشیخ نے حضرت مقاتل سے یہ بیان کیا ہے کہ جن چیزوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم جان دو عالم حضرت محمد

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 107۔

ﷺ کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ان افراد کو دیکھا جو چین سے پرے سکونت پذیر تھے۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی اور گناہوں کا ارتکاب کیا اور ان انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا جو لوگوں کو عدل وانصاف کا حکم دیتے تھے تو ان لوگوں نے ارض مقدس میں رہتے ہوئے اپنے رب سے یہ دعا کی: اے اللہ! ہمیں ان کے درمیان سے نکال لے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے لیے زمین میں ایک سرنگ بنادی۔ وہ اس میں داخل ہو گئے۔ ان کے ساتھ ایک نہر جاری کردی اور ان کے لیے ان کے آگے نور کے چراغ روشن کردیے اور وہ لوگ اس میں ڈیڑھ سال تک چلتے رہے۔ اور وہ بیت المقدس سے ان کی مجلس (بیٹھنے کی جگہ) کی طرف ہے جس میں وہ ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس زمین کی طرف نکال دیا جس میں کیڑے مکوڑے، چوپائے اور درندے باہم مل جل کر رہتے ہیں۔ وہاں گناہ اور معصیت کا کوئی تصور نہیں۔ پس شب معراج حضور نبی مکرم ﷺ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی معیت میں ان کے پاس آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ نے انہیں نماز کی تعلیم دی۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اس کے بارے بشارت دی تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ'' کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمہارے اور ان کے درمیان ریت کی ایک نہر جاری ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ صفوان بن عمرو نے کہا: وہ لوگ جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ'' وہ لوگ بنی اسرائیل کے قبائل میں سے ایک قبیلے کے لوگ ہیں جنہوں نے بہت بڑی گھمسان کی جنگ کے دن اسلام اور اہل اسلام کی مدد کی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اندلس سے پار اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے تھے۔ اندلس اور ہمارے درمیان یہ نہیں دیکھا گیا کہ مخلوق نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو۔ ان کے کنکر موتی اور یاقوت کے ہیں اور پہاڑ سونے اور چاندی کے ہیں، نہ وہ کچھ کاشت کرتے ہیں اور نہ کچھ کاٹتے ہیں اور نہ ہی وہ کوئی کام کرتے ہیں، ان کے دروازوں پر درخت ہیں، ان کے پتے اتنے چوڑے ہیں کہ وہ ان کے لباس ہیں اور ان کے دروازوں پر ایسے درخت ہیں جن پر پھل لگے ہوئے ہیں اور انہیں سے وہ خوراک حاصل کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فَانْۢبَجَسَتْ کا معنی فَانْفَجَرَتْ ہے، یعنی پھوٹ نکلے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے آپ کو کہا کہ مجھے اس ارشاد خداوندی کے بارے کچھ بتایئے ''فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا'' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے بارہ چشمے جاری فرمائے۔ ہر قبیلے کے لیے ایک چشمہ تھا جس سے ان کے افراد پانی پیتے تھے۔ انہوں نے عرض

کی: کیا اہل عرب یہ مفہوم جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ بشر بن حازم کہتا ہے:

فَاسْبَلَتِ الْعَيْنَانِ مِنِّي بِوَاكِفٍ كَمَا انْهَلَّ مِنْ وَاهِي الْكُلَى الْمُتَبَجِّسِ

"میری دونوں آنکھیں موسلا دھار آنسو بہاتی ہیں جیسے کمزور گردے والے کا پیشاب بہتا ہے"۔

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾

"اور پوچھو ان سے حال اس بستی کا جو آباد تھی ساحل سمندر پر، جب کہ وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتہ (کے حکم کے بارے) میں جب آیا کرتیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن پانی پر تیرتی ہوئی اور جو دن ہفتہ کا نہ ہوتا تو وہ نہ آتیں ان کے پاس (اس طرح بے دھڑک)۔ ہم نے آزمائش میں ڈالا انہیں بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے کہ تم کیوں نصیحت کرتے ہو اس قوم کو اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب؟ انہوں نے کہا تا کہ معذرت پیش کرسکیں تمہارے رب کے دربار میں (کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا) اور شاید وہ ڈرنے لگیں پھر جب انہوں نے فراموش کردی جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے نجات دے دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنہوں نے ظلم کیا برے عذاب سے، بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے پھر جب انہوں نے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے ہم نے حکم دیا انہیں کہ بن جاؤ بندر راندے ہوئے"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا۔ تو اس وقت آپ نے یہ آیت پڑھی۔ "وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ" اور فرمایا: اے عکرمہ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا گاؤں ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: یہ گاؤں ایلہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ اس آیت میں الْقَرْيَةِ سے مراد طبریہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا۔ کہ الْقَرْيَةِ سے مراد وہ گاؤں ہے جسے مقنا کہا جاتا ہے جو مدین اور عینونا کے درمیان ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ الْقَرْيَةِ سے مراد مدین ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے " اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ " کے بارے فرمایا کہ یہاں يَعْدُوْنَ بمعنی یظلمون ہے۔ یعنی وہ ہفتہ کے حکم کے بارے میں زیادتی کرنے لگے اور حد سے بڑھنے لگے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ " شُرَّعًا " کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ ان کی مچھلیاں ہر جانب سے پانی پر تیرتی ہوئی آتیں تھیں۔ یعنی شُرَّعًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شُرَّعًا سے مراد ہے پانی پر ظاہر (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شُرَّعًا کا معنی وارِدَة ہے، یعنی پانی پر آنے والی (مچھلیاں)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ " وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ " کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مصر اور مدینہ کے درمیان سمندر کے کنارے ایلہ نامی ایک گاؤں ہے۔ وہاں کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلیاں حرام قرار دیں۔ چنانچہ ان کے پاس ہفتہ کے دن ہر جانب سے مچھلیاں تیرتی ہوئیں ساحل سمندر پر آجاتیں اور جب ہفتے کا دن گزر چکتا تو پھر وہ انہیں نہ پکڑ سکتے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اس حکم پر کاربند رہے۔ بالآخر ان میں سے ایک گروہ نے ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنا شروع کر دیں۔ تو دوسرے گروہ نے انہیں منع کیا۔ لیکن اس سے ان کی گمراہی میں اور اضافہ ہو گیا۔ تو پھر منع کرنے والوں میں سے ایک گروہ نے کہا: تم جانتے ہو یہ وہ قوم ہے جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے " لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ " اور وہ دوسرے گروہ سے سخت ناراض اور غصے ہوئے اور ان تمام افراد سے بھی جو انہیں منع کرتے تھے، سو جب ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے غضب اور عذاب آیا، تو وہی دو گروہ محفوظ رہے جنہوں نے یہ کہا تھا، تم کیوں نصیحت کرتے ہو؟ اور وہ جنہوں نے یہ کہا: تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کرسکیں۔ اور وہ تمام لوگ جنہوں نے مچھلیاں پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور نافرمانی کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ہلاک کر دیا اور انہیں بندر بنا دیا (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ایک دن فرض کیا تھا جیسے تم پر جمعہ کا دن فرض کیا۔ لیکن انہوں نے مخالفت کی اور ہفتہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 111، دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 13-110

کے دن کو عظیم سمجھنے لگے۔ اور جو کچھ انہیں حکم دیا گیا انہوں نے اسے ترک کر دیا۔ سو جب انہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم کا آغاز کیا تو وہ آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے اور ان پر مچھلیاں حرام کر دی گئیں۔ اور یہ ایک گاؤں تھا جسے مدین کہا جاتا تھا اور یہ ایلہ اور طور کے درمیان واقع تھا۔ پس جب ہفتے کا دن آتا تو ان کے لیے مچھلیاں تیرتی ہوئی آتیں اور وہ سمندر میں ہر طرف انہیں دیکھتے تھے۔ مگر جب ہفتے کا دن گزر جاتا وہ واپس چلی جاتیں اور دکھائی نہ دیتیں۔ حتی کہ آنے والے ہفتہ کے دن تک اسی طرح ہوتا رہتا۔ پھر جب ہفتہ کا دن آتا تو وہ دوبارہ تیرتی ہوئی آجاتیں، آخر کار ان میں سے ایک آدمی نے مچھلی کو پکڑا اور اسے دھاگے کے ساتھ باندھا۔ پھر ساحل پر ایک کیل گاڑ کر دھاگے کو اس کے ساتھ باندھ دیا اور مچھلی کو پانی میں چھوڑ دیا۔ پھر جب دوسرا دن آیا تو اس نے اسے پکڑا اور چھپ کر کھا لیا، پس وہ اسی طرح کرنے لگے اور وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان میں سے بقیہ لوگ انہیں روکیں گے۔ سو انہوں نے انہیں روکا مگر وہ نہ رکے۔ یہاں تک کہ بازاروں میں جب اعلانیہ ایسا ہونے لگا تو ان میں سے ایک گروہ نے ان منع کرنے والوں کو کہا کہ تم کیوں اس قوم کو نصیحت کرتے ہو، اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت ترین عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا: تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں کہ ہم نے ان کے اعمال پر اپنی ناراضگی اور غصے کا اظہار کر دیا اور شاید وہ ڈرنے لگیں۔ تو اس طرح وہ تین گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک وہ جنہوں نے منع کیا دوسرا وہ جنہوں نے کہا تم نصیحت کیوں کرتے ہو؟ اور تیسرا وہ جو گناہ اور خطا کا ارتکاب کرنے والے تھے۔ ان میں سے صرف منع کرنے والے ہی عذاب سے محفوظ رہے۔ باقی تمام کے تمام ہلاک ہو گئے۔ دوسرے دن منع کرنے والوں نے جب صبح کی تو اپنی مجالس سے لوگوں کو مفقود پایا اور وہ انہیں کہیں نظر نہ آئے۔ حالانکہ رات کے وقت وہ اپنے گھروں میں تھے اور انہوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کیے تھے۔ چنانچہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: لوگوں کے کئی حالات ہوتے ہیں۔ پس تم انہیں دیکھو ان کا کیا حال ہے؟ چنانچہ وہ ان کے گھروں میں داخل ہوئے تو دیکھا قوم کی شکلیں مسخ کر دی گئی ہیں، انہوں نے پہچان لیا کہ فلاں آدمی بندر بنا دیا گیا ہے اور فلاں عورت کو بندریا بنا دیا گیا ہے (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو وہ رو رہے تھے اور مصحف ان کی گود میں تھا۔ تو میں نے کہا اے ابن عباس! آپ کو کونسی شے رلا رہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ کاغذ۔ جن میں سورۂ اعراف لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم ایلہ کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے کہا: وہاں یہود کا ایک قبیلہ تھا، ہفتہ کے دن ان کی مچھلیاں تیرتی ہوئی آیا کرتی تھیں پھر وہ پانی میں غوطہ زن ہو جاتیں اور وہ انہیں نہ پکڑ سکتے۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے پیچھے شدید محنت اور مشقت کے ساتھ غوطے لگانا پڑتے تھے اور ہفتہ کے دن سفید اور اتنی موٹی مچھلیاں تیرتی ہوئی آتیں گویا کہ وہ حاملہ ہیں۔ کچھ عرصہ تک یہی صورت حال رہی۔ پھر شیطان نے ان کے ذہنوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہفتہ کے دن تمہیں مچھلیاں کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ تو تم ہفتے کے دن انہیں پکڑ لیا کرو اور دوسرے دنوں میں انہیں کھا لیا کرو۔ تو ان میں سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 117

ایک گروہ نے اس طرح کیا۔ اور ایک گروہ نے کہا: نہیں۔ بلکہ تمہیں ہفتہ کے دن مچھلیاں کھانے، پکڑنے اور ان کا شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے، پس ان میں سے ایک گروہ نے اپنے آپ کو، بیٹوں اور عورتوں کو اس پر تیار کر لیا اور سیدھی جانب والا گروہ الگ ہو گیا۔ اور بائیں جانب والا گروہ بھی دور ہو کر الگ ہو گیا اور خاموش رہا۔ سیدھی جانب والوں نے کہا: تمہاری ہلاکت ہو......؟ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دو اور بائیں جانب والے گروہ نے کہا ”تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟“ تو دائیں جانب والے گروہ نے کہا: تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا اور شاید وہ ڈرنے لگیں۔ اگر وہ باز آ گئے تو یہ ہمارے لیے پسندیدہ ہے کہ نہ وہ تکلیف میں مبتلا کیے جائیں گے اور نہ ہلاک کیے جائیں گے۔ اور اگر وہ باز نہ آئے تو تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں گے۔ لیکن وہ لوگ گناہ اور غلطی کرتے ہی رہے۔ تو انہیں دائیں جانب والوں نے کہا: اے اللہ کے دشمنو! تم نے اس طرح کیا ہے۔ قسم بخدا! آج کی رات ہم تمہیں تمہارے شہر میں چھوڑ کر جائیں گے اور قسم بخدا! تم صبح کو نہیں دکھائی دو گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صبح تک یا تو زمین میں دھنسا دے گا، یا تم پر پتھروں کی بارش کرے گا، یا اپنے پاس سے کوئی اور عذاب تم پر مسلط کر دے گا۔ چنانچہ انہوں نے جب صبح کی تو آ کر انہوں نے ان کے دروازوں پر دستک دی اور انہیں پکارا۔ مگر انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ تو انہوں نے سیڑھی رکھی اور شہر کی فصیل پر ایک آدمی کو چڑھایا۔ اس نے ان کی طرف دیکھا تو کہا: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ کے یہ بندے تو بندر بن چکے ہیں۔ ان کی دمیں لٹک رہی ہیں۔ پھر انہوں نے دروازے کھولے اور ان کے پاس داخل ہوئے۔ تو بندروں نے انسانوں میں سے اپنے رشتہ داروں کو پہچان لیا۔ مگر انسان بندروں میں سے اپنے رشتہ داروں کو نہیں پہچانتے تھے۔ جنہیں بندر بنا دیا گیا تھا جب ان کے پاس انسانوں میں سے کوئی رشتہ دار آتا، تو اس کے کپڑے سونگھتا اور رونے لگتا۔ تو وہ اسے کہتا: کیا ہم نے تمہیں روکا نہیں تھا۔ تو وہ اپنا سر ہلا کر کہتا، ہاں کیوں نہیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ”فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىِٕیْسٍ“ ”پھر جب انہوں نے فراموش کر دی جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے نجات دے دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنہوں نے ظلم کیا برے عذاب سے“۔ فرمایا بَىِٕیْسٍ کا معنی دردناک اور سخت تکلیف دہ عذاب ہے۔ فرمایا سو میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جنہوں نے منع کیا کہ وہ نجات پا گئے۔ اور دوسرے جن کا ذکر کیا گیا ہے میں انہیں نہیں دیکھتا۔ اور ہم کئی چیزیں دیکھتے ہیں، ہم ان کا انکار کر دیتے ہیں اور ان کے بارے کچھ نہیں کہتے۔ میں نے کہا: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ پر فدا ہونے کے لیے بنایا ہے۔ کیا آپ جانتے نہیں کہ انہوں نے ان کے عمل کو ناپسند کیا اور ان کی مخالفت کی اور انہوں نے کہا ”تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو۔ اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے۔“ حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ پھر آپ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا، تو میں نے دو موٹے کپڑے پہن لیے (1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ساحل سمندر پر ایک گاؤں تھا

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 96، دار الکتب العلمیہ بیروت

جسے ایلہ کہا جاتا تھا اور ساحل سمندر پر پتھر کے بنے ہوئے دو بت تھے جن کے منہ پانی کی طرف تھے۔ ان میں سے ایک کو لقیم اور دوسرے کو لقمانہ کہا جاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مچھلیوں کو یہ الہام فرمایا کہ وہ ہفتہ کے دن ان دونوں بتوں کے پاس جائیں، اور گاؤں والوں کو یہ الہام کیا، کہ میں نے مچھلیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہفتہ کے دن ان دونوں بتوں کا قصد کریں۔ چنانچہ تم میں سے کوئی اس دن نہ مچھلیوں سے تعرض کرے اور نہ انہیں روکے اور جب ہفتے کا دن گزر جائے تو پھر تمہارے لیے ان کا شکار کرنا مباح ہے۔ سو جب ہفتے کی فجر طلوع ہوئی تو مچھلیاں تیرتی ہوئی ان بتوں کے پاس آئیں اور کئی پکڑنے والے شکار سے باز نہ رہے۔ اور ہفتے کے دن شہر میں مچھلی عام ہوگئی۔ انہوں نے کہا: ہم ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑیں گے اور اتوار کے دن کھائیں گے۔ چنانچہ جب دوسرا ہفتہ آیا تو پہلے کی نسبت بھی زیادہ مچھلیاں آئیں اور دوسرے ہفتے شہر میں مچھلیوں کی بہتات ہوگئی۔ تو پھر انہیں میں سے ایک جماعت ان کے پاس گئی اور انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تو ایک دوسری جماعت نے انہیں یہ کہا تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے کہا تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کرسکیں (کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے) اور شاید وہ ڈرنے لگیں۔ پس انہی ہفتوں میں سے ایک ہفتہ تھا کہ شہر میں مچھلیاں پھیل گئیں۔ تو اس پر برائی سے روکنے والے اٹھے اور انہوں نے کہا: ہم آج کی رات تمہارے ساتھ اس شہر میں نہیں گزاریں گے تو انہیں یہ کہا گیا: اگر تم صبح کرلو تو پھر اپنی اولادوں اور عورتوں کے ساتھ پلٹ آنا، انہوں نے جواب دیا: ہم آج کی رات تمہارے ساتھ اس گاؤں میں نہیں بسر کریں گے۔ اور اگر ہم نے صبح کرلی تو ہم اپنی اولادوں اور ساز و سامان کو تمہارے درمیان سے نکال لیں گے۔ یہ قوم دونوں کناروں پر آباد تھی۔ شام کے وقت انہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے۔ جب انہوں نے صبح کی تو نہ اس قوم کی انہوں نے کوئی آواز سنی، اور نہ کوئی چراغ دیکھا جسے لے کر کوئی گاؤں سے باہر نکلا ہو۔ تو وہ کہنے لگے: اس بستی والوں کو عذاب نے آلیا ہے چنانچہ انہوں نے حال معلوم کرنے کے لیے اپنا ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ شہر کے پاس آیا تو دیکھا ابھی ان کے دروازے بند ہیں۔ پھر ایک گھر میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا وہ سب بندر بنے ہوئے ہیں۔ عورتیں مؤنث اور مرد مذکر صنف بنے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے ایک دوسرے گھر میں جھانکا۔ تو اسی طرح وہاں بھی دیکھا کہ بچے چھوٹے بندر بنے ہوئے ہیں اور بڑے آدمی بڑے بندر بن چکے ہیں۔ وہ لوٹ کر اپنی قوم کی طرف گیا اور جاکر کہا: اے میری قوم! اس گاؤں والوں پر وہ عذاب آچکا ہے جس سے تم انہیں ڈراتے تھے۔ وہ سب بندر بن گئے ہیں اور وہ اپنے دروازے کھولنے کی قدرت بھی نہیں رکھتے۔ چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس آئے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب بندر ہیں۔ ایک آدمی ایک بندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے کہتا کہ کیا تو فلاں ہے؟ تو وہ اپنے سر سے اشارہ کرتے ہوئے جواب دیتا: ہاں میں وہی ہوں۔ اب وہ رونے لگے۔ تو انہوں نے انہیں کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کرے، ہم نے تمہیں اسی سے ڈرایا تھا۔ پھر انہوں نے ان کے دروازے کھولے اور وہ نکل کر جنگل کی طرف چلے گئے۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

روکنے والے نجات پا گئے، نافرمانی کرنے والے ہلاک ہو گئے اور میں یہ نہیں جانتا کہ خاموش رہنے والوں کے ساتھ کیا ہوا؟(1)

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قسم بخدا! اگر میں جانتا ہوتا کہ وہ جماعت جنہوں نے یہ کہا ''تم اس قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے'' وہ برائی سے روکنے والوں کے ساتھ نجات پا گئے ہیں تو میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہوتا اس سے جس سے کے سبب عدول کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں الفاظ ہیں کہ سرخ اونٹوں کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہوتا لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ وہ عذاب ان تمام پر اکھٹا نازل ہوا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ان لوگوں کے بارے نہیں جانتا جنہوں نے یہ کہا کہ تم اس قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو؟ کیا انہوں نے نجات پائی یا نہیں؟ سو میں مسلسل آپ کے ساتھ غور و فکر کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہوا کہ وہ نجات پا گئے۔ تو پھر آپ نے مجھے ایک حلہ پہنایا(2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کی صورتوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا گیا جنہوں نے یہ کہا ''تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے''

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ...... '' الآیہ کے متعلق حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک مچھلی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دن میں حرام کر دیا۔ اور اس کے سوا بقیہ تمام دنوں میں اسے حلال قرار دیا۔ اور وہ اسی دن آتی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر رکھی تھی۔ گویا وہ خالص دودھ ہے جس سے ہر ایک کو روکا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اسے روکنے اور پکڑنے کی کوشش اور قصد کرنے لگے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ جب کوئی بھی کثرت سے گناہ کا اہتمام کرتا ہے تو وہ اسے کر گزرتا ہے۔ چنانچہ وہ اہتمام کرتے رہے اور اسے روکنے کی کوشش کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے اور اسے کھا لیا۔ قسم بخدا! وہ سب سے بڑھ کر ثقیل اور نہ ہضم ہونے والا کھانا ہے جس قوم نے کبھی بھی اسے کھایا۔ تو اس نے دنیا میں اسے پریشان اور رسوا باقی رکھا اور آخرت میں اس کی سزا انتہائی شدید اور سخت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں کی قسم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندۂ مومن کی حرمت مچھلی سے کہیں زیادہ اور بڑھ کر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قیام ساعت کا وعدہ کر رکھا ہے اور قیامت کا دن انتہائی شدید اور سخت تکلیف دہ ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو پکڑا جو ہفتے کے دن لکڑیاں اٹھائے جا رہا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہفتہ کا دن منا رہے تھے۔ تو آپ نے اسے سولی چڑھا دیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے ہفتے کے دن لکڑیاں چنیں اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 117 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 114 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 118

حضرت داؤد علیہ السلام ہفتہ کا دن منا رہے تھے۔ تو آپ نے اسے سولی دے دی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ حفظ کیا تھا کہ "بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ" فعیل کے وزن پر ہے، پھر اس کے بارے مجھے شک لاحق ہو گیا، تو میں نے حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس روایت کو چھوڑ دیا۔ اور اعمش سے "بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ" بروزن فعیل روایت شروع کر دی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ" کے متعلق فرمایا کہ اس عذاب میں کوئی رحمت (اور نرمی) نہیں۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ "بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ" کا معنی ہے دردناک اور تکلیف دہ عذاب (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اس کا معنی ہے انتہائی سخت تکلیف دینے والا عذاب۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطا رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ہفتہ کے دن حدود سے تجاوز کیا تو انہیں تین آوازوں میں پکارا گیا۔ ایک بار آواز دی گئی: اے گاؤں کے رہنے والو! تو ان میں سے ایک گروہ بیدار ہو گیا۔ پھر آواز دی گئی اے بستی والو! تو پہلے کی نسبت زیادہ طائفہ بیدار ہو گیا۔ پھر تیسری بار ندا دی گئی اے اس شہر کے باسیو! تو اس آواز کے ساتھ مرد، عورتیں اور بچے سب کے سب بیدار ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا "كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ" راندے ہوئے بندر ہو جاؤ۔ سو وہ لوگ جنہوں نے انہیں منع کیا تھا وہ ان پر داخل ہوتے اور انہیں کہتے اے فلاں! کیا ہم نے تمہیں منع نہیں کیا تھا؟ تو وہ اپنے سر ہلا کر جواب دیتے ہاں کیوں نہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر اور ماہان حنفی رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا گیا۔ تو ہر آدمی کو آدمی کے مشابہ بندر بنا دیا گیا۔ سو جب اسے کہا جاتا کیا تو فلاں ہے؟ تو وہ اپنے ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا کہ یہ میرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے۔

ابن بطہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایسے کاموں کا ارتکاب مت کرو جن کا ارتکاب یہودیوں نے کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو ادنیٰ سے حیلہ کے ساتھ حلال سمجھنے لگو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن عبد العزیز العمری سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے کہا کہ تم انہیں حکم دیتے ہو جو وہ آپ سے قبول نہیں کریں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا: تاکہ (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) معذرت پیش کر سکوں (کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا) اور پھر یہ آیت پڑھی "قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 121

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ؗ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾

''اور یاد کرو جب اعلان کر دیا آپ کے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا ان پر روز قیامت تک ایسے (جابر) جو چکھائیں گے انہیں بڑا عذاب، بے شک آپ کا رب جلدی عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ غفور رحیم (بھی) ہے اور ہم نے بانٹ دیا انہیں زمین میں کئی گروہوں میں ان میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ اور طرح ہیں اور ہم نے آزمایا انہیں نعمتوں اور تکلیفوں کے ساتھ تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف رجوع کریں''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ '' وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ ...... الآیہ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ جن کے پاس اللہ تعالیٰ روز قیامت تک ایسے جابر بھیجتا رہے گا جو انہیں بڑا عذاب چکھائیں گے، وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی قیامت تک آنے والی امت ہے۔ اور سُوْٓءَ الْعَذَابِ سے مراد جزیہ ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی مذکورہ آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان لوگوں سے مراد یہود ہیں، ان پر عربوں کو مسلط کیا گیا اور وہ ان سے خراج وصول کرنے لگے۔ اور یہی خراج بڑا عذاب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی نبی نے خراج وصول نہیں کیا۔ آپ نے تیرہ برس تک خراج لیا۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ اور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نہیں لیا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ '' وَ قَطَّعْنٰهُمْ ...... الآیہ'' کے بارے انہوں نے فرمایا کہ اس میں بھی یہود کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں پھیلا دیا اور زمین میں کوئی حصہ باقی نہ رہا جس میں یہودیوں کی کوئی چھوٹی جماعت یا بڑا گروہ موجود نہ ہو۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ '' کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ آپ کے رب نے یہ اعلان کیا کہ وہ یہود و نصاریٰ پر روز قیامت تک بھیجتا رہے گا، ایسے (جابر) جو انہیں بڑا عذاب چکھائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا جو ان سے جزیہ وصول کرتے ہیں حالانکہ وہ تھوڑے ہیں۔ اور ہم نے (یہود) کو زمین میں کئی گروہوں میں بانٹ دیا۔ (فرمایا) (یہود) میں سے کچھ نیک ہیں اور وہ مسلمان اہل کتاب ہیں اور کچھ ان کے سوا ہیں یعنی وہ یہودی ہیں۔ اور ہم نے انہیں نعمتوں یعنی خوشحالی اور عافیت اور تکلیفوں یعنی آزمائشوں اور سزا کے ساتھ آزمایا(2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 123　　2۔ ایضاً جلد 9، صفحہ 25-123

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے آپ سے کہا: کہ قول باری تعالیٰ '' وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا '' میں امم سے مراد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد گروہ اور فرقے ہیں۔ اور بطور استشہاد بشر بن ابی حازم کا یہ شعر بیان کیا:

مِنْ قَيْسِ عَيْلَانَ فِيْ ذَوَائِبِهَا مِنْهُمْ وَهُمْ بَعْدَ قَادَةِ الْاُمَمِ

'' وہ قیس غیلان سے ہیں اور انہیں میں سے کچھ پہاڑ کی چوٹیوں پر موجود ہیں اور یہی لوگ بعد میں جماعتوں کے قائد بنے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت طیبہ میں بِالْحَسَنٰتِ سے مراد خوشحالی اور شادابی ہے اور السَّيِّاٰتِ سے مراد قحط سالی ہے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

'' پھر جانشین بنے ان کے بعد وہ ناخلف جو وارث ہوئے کتاب کے، وہ لیتے ہیں مال اس دنیا کا اور (بایں ہمہ) کہتے ہیں کہ ضرور بخش دیا جائے گا ہمیں۔ اور اگر آ جائے ان کے پاس اور مال اس جیسا تو لے لیں اسے بھی۔ کیا نہیں لیا تھا ان سے پختہ وعدہ کتاب میں کہ نہ منسوب کریں اللہ کی طرف کوئی بات سوائے حق کے اور پڑھ لیا انہوں نے جو کتاب میں تھا؟ اور دار آخرت بہتر ہے ان کے لیے جو متقی ہیں۔ تو کیا تم (اتنا) بھی نہیں سمجھتے اور جنہوں نے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے کتاب کو اور قائم کیا نماز کو۔ بے شک ہم ضائع نہیں کریں گے اجر اصلاح کرنے والوں کا''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے سوال کیا گیا '' فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى '' تو آپ نے فرمایا: اس میں ان اقوام کا ذکر ہے جو دنیا کی طرف متوجہ ہو کر اسے خوب کھاتے ہیں اور قرآن کریم کی رخصتوں کی پیروی کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا۔ دنیا کی جو شے بھی ان کے سامنے آتی ہے وہ اسے پکڑ لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ" سے مراد نصاریٰ ہیں۔ اور "يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى" کے بارے فرمایا کہ دنیا کی جو چیز بھی انہیں پیش آ جائے چاہے وہ حلال ہو یا حرام، وہ اس کے حریص ہو کر اسے لے لیتے ہیں اور تمنا مغفرت کی کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر اس کی مثل کوئی دوسری چیز پالیں تو اسے بھی لے لیتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ...... الآیہ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جن چیزوں تک وہ پہنچیں انہیں لے لیتے ہیں اور جنہیں چاہیں چھوڑ دیتے ہیں چاہے وہ حلال ہوں یا حرام اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا: خلف سے مراد ناخلف، نااہل وارث ہیں۔ "وَّرِثُوا الْكِتٰبَ" یعنی وہ ناخلف کتاب کے وارث ہوئے اپنے ان انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد جنہیں اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا فرمائی اور ان سے عہد و پیمان لیے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ "يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا" کے بارے فرمایا: یہ ان کی ایسی آرزوئیں اور خواہشیں ہیں جن کی تمنا انہوں نے اللہ تعالیٰ (کی منشا اور مرضی) کے خلاف کی اور یہ ایسا فریب اور دھوکہ ہے جس کے سبب وہ دھوکہ اور فریب میں مبتلا رہتے ہیں "وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ" یعنی کوئی شے بھی انہیں کسی شے سے مشغول نہیں کرتی، اور نہ کوئی شے انہیں اس دنیا سے روکتی ہے۔ بلکہ جب بھی دنیا کی کوئی شے ان کے پاس آ جائے تو وہ اسے لے لیتے ہیں اور قطعاً یہ پرواہ نہیں کرتے کہ یہ شے حلال ہے یا حرام۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور علامہ بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ارشاد خداوندی "يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا" کے ضمن میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اعمال گناہوں کے کرتے ہیں۔ اور کہتے یہ ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سامان دنیا میں سے جو بھی ان کے پاس آ جائے وہ اسے لے لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اور اس کی طرف رجوع (توبہ) کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کسی کو بھی قاضی مقرر نہیں کرتے تھے مگر ایسے شخص کو جو فیصلہ کرتے وقت رشوت لیتا۔ پھر جب اسے اس کے بارے کہا جاتا تو وہ کہتا مجھے بخش دیا جائے گا۔

امام ابوالشیخ نے ابوجلد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے سینے قرآن سے خالی ہو جائیں گے اور وہ اس طرح گرنے لگیں گے اور بوسیدہ ہو جائیں گے جیسے کپڑے بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے لیے کوئی حلاوت اور لذت نہیں پائیں گے۔ جن امور کے بجالانے کا انہیں حکم دیا گیا اگر وہ ان میں کوتاہی کریں گے، تو ساتھ یہ کہیں گے بے شک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 128 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 161، دار الصمیعی الریاض

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور اگر ان کاموں کا ارتکاب کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا۔ تو ساتھ یہ کہیں گے ہمیں بخش دیا جائے گا، بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ان کے تمام تر امور میں طمع اور لالچ ہوگا اور اس میں خوف نہیں ہوگا۔ وہ بھیڑیوں کے دلوں پر بھیڑوں کے چمڑے پہنا دیں گے۔ ان میں سے افضل فی نفسہ دھوکا باز ہوگا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ مومن یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے فرمادیا ہے ویسے ہی ہے۔ بندہ مومن انتہائی حسین عمل کرتا ہے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر دل میں خوف رکھتا ہے۔ اگر وہ اس مال میں سے پہاڑ بھی خرچ کر ڈالے جو ریاکاری اور دکھاوے سے محفوظ ہو۔ تو وہ بھی اس کی صلاح، نیکی اور عبادت میں اضافہ نہیں کرسکتا۔ البتہ اس کے خوف میں اضافہ کردیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کیا میں نجات پا جاؤں گا؟ اور منافق یہ کہتا ہے: عوام الناس بہت زیادہ ہیں۔ مجھے بخش دیا جائے گا۔ میرے لیے کوئی حرج نہیں۔ سو وہ اعمال برے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تمنا اس کے برعکس کی کرتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے "اَلَمۡ یُؤۡخَذۡ عَلَیۡہِمۡ مِّیۡثَاقُ الۡکِتٰبِ اَنۡ لَّا یَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الۡحَقَّ" کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ اپنے ایسے گناہوں کی بخشش کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے جن کا ارتکاب بار بار مسلسل کرتے ہیں اور ان سے توبہ نہیں کرتے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے "وَ دَرَسُوۡا مَا فِیۡہِ" کے بارے فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے کتاب میں پڑھا جہالت کے سبب انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے "وَالَّذِیۡنَ یُمَسِّکُوۡنَ بِالۡکِتٰبِ" کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان میں سے اہل ایمان کے لیے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "وَالَّذِیۡنَ یُمَسِّکُوۡنَ بِالۡکِتٰبِ" کا معنی ہے یہود و نصاریٰ میں سے جنہوں نے کتاب کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت بن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: مذکورہ آیت میں کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے۔

وَ اِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ فَوۡقَہُمۡ کَاَنَّہٗ ظُلَّۃٌ وَّ ظَنُّوۡۤا اَنَّہٗ وَاقِعٌۢ بِہِمۡ ۚ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَیۡنٰکُمۡ بِقُوَّۃٍ وَّ اذۡکُرُوۡا مَا فِیۡہِ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۱﴾

"اور جب ہم نے اٹھایا پہاڑ ان کے اوپر اس طرح گویا وہ سائبان ہے اور خیال کرنے لگے کہ وہ ضرور گر پڑے گا ان پر (ہم نے کہا) پکڑلو جو ہم نے دیا ہے تمہیں (پوری) قوت سے اور یاد رکھو جو اس میں ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 130

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے علی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: آیت کریمہ میں ''وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ '' کا معنی ہے رَفَعْنَاهُ یعنی جب ہم نے پہاڑ ان کے اوپر اٹھایا۔ جیسا کہ یہ ارشاد ہے'' وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ '' (النساء: 154) اور فرمایا'' خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ '' (پکڑلو جو ہم نے دیا ہے تمہیں (پوری) قوت سے) ورنہ میں اس (پہاڑ) کو تم پر چھوڑ دوں گا (یعنی تمہارے اوپر اس پہاڑ کو گرادوں گا)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ'' اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ '' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے سروں پر ملائکہ نے پہاڑ کو اوپر اٹھالیا اور ان سے یہ کہا گیا'' خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ '' کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے پوری قوت سے پکڑ لو۔ تو جب وہ پہاڑ کی طرف دیکھتے تو کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور جب کتاب کی طرف دیکھتے تو کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بالیقین جانتا ہوں کہ یہود نے اس حرف پر سجدہ نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ '' فرمایا تم میرے حکم کو ضرور بہ ضرور پکڑ لو ورنہ میں تم پر یہ پہاڑ پھینک دوں گا، تو انہوں نے سجدہ کیا اور ساتھ ہی پہاڑ کی طرف اس خوف سے دیکھ رہے تھے کہ وہ ان پر گر نہ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی سجدہ کو پسند کرلیا اور انہوں نے اسے ہی اختیار کرلیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک یہودی اور ایک عیسائی حاضر ہوا۔ تو آپ نے یہودی سے کہا: کس شے نے تمہیں یہ دعوت دی کہ تم اپنی پیشانیوں کے ساتھ سجدہ کرو؟ تو اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنی پیشانیوں کے ساتھ اس ارشاد خداوندی کے سبب سجدہ کیا'' وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ '' سو تم پیشانیوں کے بل گر گئے اور پہاڑ کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اور آپ نے نصرانی کو کہا۔ تم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے مشرق کی طرف سجدہ کیا: اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ (مریم)'' جب وہ الگ ہوگئی اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے اس آیت میں جس پہاڑ کا ذکر ہے وہ جبل طور ہے، اسے ہی بنی اسرائیل پر اٹھایا گیا تھا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ'' وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ '' کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح مکھن نکالا جاتا ہے ہم نے پہاڑ کو نکال لیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ثابت بن حجاج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات مکمل طور پر ایک ہی بار ان پر نازل ہوئی تو یہ ان پر گراں گزری۔ تو انہوں نے اسے لینے سے انکار کردیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو ان پر سائبان کی مثل کھڑا کردیا۔ تو پھر انہوں نے تورات کو لے لیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 131

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ" کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو اپنی بنیادوں سے اکھیڑ کر ان کے سروں کے اوپر کھڑا کر دیا، اور پھر فرمایا: تم میرے حکم کو پکڑ لو ورنہ میں اس پہاڑ کو تم پر پھینک دوں گا۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے الموفقیات میں حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ شہنشاہ روم ہرقل نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط تحریر کیا۔ اس میں وہ آپ سے استفسار کرتا ہے۔ شے اور لاشے کے بارے میں، اپنے دین کے بارے میں جس کے سوا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا، مفتاح الصلوٰۃ کیا ہے، جنت میں لگائی جانے والی چیز کیا ہے، ہر شے کی صلوٰۃ کیا ہے۔ ایسی چار چیزوں کے بارے پوچھا جن میں روح ہے اور انہوں نے مردوں کی صلبوں اور عورتوں کی رحموں میں کوئی حرکت نہیں کی۔ ایسے آدمی کے بارے سوال کیا جس کا باپ نہیں، ایسے آدمی کے بارے پوچھا جس کی کوئی قوم نہیں اور ایسی قبر کے بارے پوچھا جو صاحب قبر کے ساتھ چلی۔ قوس قزح کیا ہے؟ اور وہ کون سا خطۂ زمین ہے جس پر صرف ایک بار سورج طلوع ہوا، نہ اس سے پہلے اس پر طلوع ہوا اور نہ اس کے بعد ہوگا۔ ایسے کوچ کرنے والے کے بارے پوچھا جس نے ایک بار کوچ کیا، نہ اس سے پہلے کوچ کیا اور نہ اس کے بعد کرے گا اور ایسے درخت کے بارے استفسار کیا جو بغیر پانی کے اگا۔ ایسی شے کے بارے سوال کیا جو سانس لیتی ہے حالانکہ اس میں روح نہیں۔ اور الیوم، امس، غد اور بعد غد کے بارے پوچھا کہ کلام میں ان کے اجزاء کیا ہیں۔ گرج، بجلی اور اس کی آواز کے بارے استفسار کیا۔ کہکشاں اور چاند میں دکھائی دینے والے سیاہ داغ کے بارے استفسار کیا، کہ یہ سب کیا ہے؟ تو آپ سے کہا گیا: یہ آپ کے بس کی بات نہیں۔ کیوں کہ اس کے خط کا جواب لکھنے میں کسی شے میں آپ سے خطا ہوگئی تو وہ اسی کے بارے آپ کو طعنہ دے گا۔ اس لیے آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف لکھ بھیجیں۔ سو آپ نے ان کی طرف لکھ بھیجا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خط کا جواب تحریر کیا۔ آپ نے لکھا: تم نے شے کے بارے سوال کیا ہے۔ تو وہ پانی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (الانبیاء: 30) اور رہی لاشے تو وہ دنیا ہے کیونکہ وہ ہلاک ہو جائے گی اور فنا ہو جائے گی۔ اور وہ دین جس کے سوا اللہ تعالیٰ کوئی اور قبول نہیں کرے گا وہ لا الہ الا اللہ ہے اور مفتاح الصلوٰۃ اللہ اکبر ہے۔ غرس الجنت کے بارے پوچھا تو وہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ تم نے پوچھا ہر شے کی صلوٰۃ کیا ہے۔ تو وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے اور وہ چار جن میں روح تو ہے مگر انہوں نے مردوں کی اصلاب اور عورتوں کی رحموں میں حرکت نہیں کی۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا علیہا السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور وہ دنبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی جگہ قربان کیا(1)۔ اور وہ آدمی جس کا باپ نہیں وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ وہ آدمی جس کی کوئی قوم نہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور وہ قبر جو صاحب قبر کے ساتھ چلی اس سے مراد وہ مچھلی ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر سمندر میں چلتی رہی۔ رہی قوس قزح، تو یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں کے لیے غرق ہونے سے امان ہے۔ اور وہ ٹکڑا زمین جس پر ایک بار سورج

1۔ راجح قول یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ضیاء القرآن، سورۂ صافات، آیت نمبر 103 کا حاشیہ۔

طلوع ہوا نہ اس سے پہلے اس پر سورج طلوع ہوا اور نہ پھر اس کے بعد۔ تو اس سے مراد سمندر کا وہ مقام ہے جہاں سے وہ بنی اسرائیل کے لیے دولخت ہوا تھا۔ اور وہ کوچ کرنے والا جس نے ایک بار کوچ کیا نہ اس سے پہلے کوچ کیا اور نہ بعد تو وہ جبل طور سیناء ہے۔ اس کے اور ارض مقدسہ کے درمیان چار راتوں کی مسافت تھی۔ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے نور کے دو پردوں کے ساتھ اڑایا جس میں عذاب کی علامات تھیں اور اسے ان پر سایہ فگن کر دیا۔ اور ایک ندا دینے والے نے انہیں ندا دی، اگر تم نے تورات کو قبول کر لیا تو میں اسے تم سے اٹھا لوں گا، ورنہ میں اسے تم پر پھینک دوں گا، سو انہوں نے معذور ہو کر تورات کو لے لیا، تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو اپنی جگہ پر واپس لوٹا دیا۔ اسی کا تذکرہ اس ارشاد میں کیا "وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ" الآیہ۔ اور وہ درخت جو بغیر پانی کے اگا اس سے مراد بغیر تنے کے وہ بیل ہے جو حضرت یونس علیہ السلام پر اگی تھی۔ اور وہ شے جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے وہ صبح ہے۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ (التکویر) "اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے"۔ رہا سوال الیوم کا تو یہ عمل ہے، اور امس یہ مثل ہے اور غدیہ اجل (موت) ہے اور بعد غدیہ امل (امید، آرزو) ہے رہی برق (بجلی) تو اس سے مراد فرشتوں کے ہاتھوں میں وہ کوڑے ہیں جن کے ساتھ بادلوں کو پیٹا جاتا ہے۔ اور رعد، اس فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے اور اس کی آواز اس کی جھڑک ہوتی ہے۔ اور کہکشاں یہ آسمان کے دروازے ہیں اور انہی سے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور چاند میں جو سیاہ داغ دکھائی دیتا ہے تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ (الاسراء: 12) "اور ہم نے بنایا ہے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں اور ہم نے مدھم کر دیا رات کی نشانی کو"۔ اگر وہ داغ نہ ہو تو نہ رات کو چاند سے پہچانا جائے اور نہ دن کو رات سے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر کی طرف خط بھیجا، اس کی طرف سوالات کے جوابات لکھ بھیجے۔ تو قیصر روم نے کہا: نبی یا نبی کی اہل بیت میں سے کسی آدمی کے سوا یہ کوئی نہیں جانتا۔ "فَقَالَ قَیْصَرُ: مَا یَعْلَمُ هٰذَا اِلَّا نَبِیٌّ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِ نَبِیٍّ" واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ۙ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

"اور (اے محبوب!) یاد کرو جب نکالا آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنا دیا خود ان کو ان کے نفسوں پر (اور پوچھا) کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے، ہم نے

9B

گواہی دی (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روز حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے یا یہ نہ کہو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا (ہم سے) پہلے اور ہم تو تھے ان کی اولاد ان کے بعد تو کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس شرک کی وجہ سے جو کیا تھا باطل پرستوں نے اور اسی طرح ہم مفصل بیان کرتے ہیں نشانیاں تا کہ وہ (ان میں غور کریں) اور کفر سے باز آجائیں''۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ ''وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ ...... الآیہ'' کے متعلق روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کا رب ہے اور ان کی عمر، رزق اور مصیبت کے بارے لکھ دیا پھر ان کی پشت سے چیونٹیوں کی طرح ان کی اولاد نکالی اور ان تمام سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کا رب ہے۔ پھر ان کی عمریں، رزق اور مصائب لکھ دیئے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی مثل نکالا۔ پھر انہیں ان کے ناموں کے ساتھ پکارا اور کہا: یہ فلاں بن فلاں ہے، یہ ایسے ایسے عمل کرے گا۔ یہ فلاں بن فلاں ہے، یہ ایسے ایسے عمل کرے گا۔ پھر انہیں اپنے دست قدرت کے ساتھ دونوں مٹھیوں میں پکڑا اور فرمایا یہ جنت میں ہوں گے اور یہ جہنم میں ہوں گے (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر ان کی پشت سے چیونٹیوں کی مثل اولاد نکالی اور پھر ان سے کہا تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر انہیں آپ کی پشت میں واپس لوٹا دیا یہاں تک کہ قیامت قائم ہونے تک وہ سب پیدا ہوں گے جن سے میثاق لیا گیا، نہ ان میں زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی ان میں کمی کی جائے گی (3)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو (زمین پر) اتارا گیا، تو اس وقت آپ کو دحناء (جگہ کا نام) میں اتارا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت کو مس فرمایا اور اس سے ان تمام ارواح کو نکالا، جنہیں قیامت تک اس نے پیدا فرمانا تھا۔ پھر ان سے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ان تمام نے عرض کی: کیوں نہیں۔ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ پس اس دن قلم وہ سب کچھ لکھ کر خشک ہو گیا جو یوم قیامت تک ہونے والا ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس فرمایا اور ان کی پیٹھ سے قیامت تک پیدا ہونے والی ان کی اولاد کو نکالا اور پھر ان سے یہ میثاق لیا کہ وہ ان کا رب ہے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح جواب دیا کہ جب کسی کافر اور کسی دوسرے سے یہ سوال کیا جاتا ہے، تیرا رب کون ہے؟ تو وہ یہی کہتا ہے اللہ۔ یعنی میرا رب اللہ ہے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 134، دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 136

4۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 98، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنۃ میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ کے ضمن میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اس طرح نکالا جیسے سر سے کنگھی نکالی جاتی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مندہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا، گویا کہ وہ پانی کی موج میں آنے والی چیونٹیاں ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے کندھے پر ضرب لگائی تو اس سے موتیوں کی مثل چمکتی ہوئی اولاد ہتھیلی میں نکلی۔ تو فرمایا یہ جنت کے لیے ہیں۔ پھر دوسرے دست قدرت کے ساتھ بائیں کندھے پر ضرب لگائی۔ تو اس سے کوئلے کی مثل سیاہ اولاد نکلی۔ تو فرمایا: یہ آگ کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ فرمایا: اسی کا ذکر اس آیت میں ہے وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ (الاعراف:179) ''اور بے شک ہم نے پیدا کیے جہنم کے لیے بہت سے جن اور انسان''۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس فرمایا۔ آپ اس وقت عرفات کے پہلو میں وادیٔ نعمان میں تھے اور اس سے ان تمام ارواح کو نکالا جنہیں قیامت تک پیدا فرمانا ہے پھر ان سے میثاق لیا اور یہ آیت تلاوت کی: ''اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ'' آپ نے اس آیت کو اسی طرح یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبد الکریم بن ابی امیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں کی طرح (اولاد) نکالی گئی۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ارواح نے اپنے اجساد کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے اور اس کی معرفت کا اقرار کیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجساد کی تخلیق سے پہلے پیدا فرمایا اور ان سے میثاق لیا۔

امام ابن عبد البر نے التمہید میں سدی کی سند سے ابو مالک اور ابو صالح رحمہم اللہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور مرۃ الہمدانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دیگر کئی افراد نے ارشاد باری تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ کے متعلق فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا تو انہیں آسمان سے نیچے اتارنے سے پہلے ان کی پشت کی دائیں جانب کو مس فرمایا اور اس سے موتیوں کی طرح چمکتی ہوئی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 134 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 140

اولاد کو باہر نکالا اور وہ چیونٹیوں کی ہیئت میں تھی۔ اور انہیں فرمایا: تم میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر پشت کی بائیں جانب کو مس فرمایا اور اس سے چیونٹیوں کی طرح سیاہ رنگ میں اولاد نکالی اور انہیں کہا: تم جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ سو اس لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال فرمایا۔ پھر ان سے میثاق لیا اور فرمایا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے) اس کے سبب دو گروہ معرض وجود میں آئے، ایک گروہ پیروی کرنے والوں کا، جنہوں نے پسند اور رضا مندی سے قَالُوْا بَلٰى کہا۔ اور دوسرا گروہ ان کا جنہوں نے تقیہ کی بنا پر مجبوراً بغیر رضا مندی کے یہ اقرار کیا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ نے کہا شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ " ہم نے گواہی دی (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روز حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے، یا یہ نہ کہو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا (ہم سے) پہلے"۔ صحابہ کرام نے کہا: کہ اولاد آدم میں سے کوئی بھی نہیں مگر وہ پہچانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے۔ اسی لیے یہ ارشاد خداوندی ہے وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا (العمران: 83) " حالانکہ اس کے حضور سر جھکا دیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے یا مجبوری سے"۔ اور یہ ارشاد گرامی بھی ہے قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ (الانعام) " آپ فرمائیے اللہ ہی کے لیے کامل دلیل ہے سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت فرما تا تم سب کو"۔ یعنی میثاق لینے کے دن۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اہل مدینہ میں سے ایک آدمی ابو محمد سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے ارشاد ربانی " وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ " کے متعلق حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جس طرح تو نے مجھ سے سوال کیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اور ان میں روح پھونکی، پھر انہیں بٹھایا اور اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد نکالی اور فرمایا اس اولاد کو میں نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے، پھر دوسرے دست قدرت کے ساتھ اس کی پشت کو مس کیا۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اور فرمایا اس اولاد کو میں نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ وہ اعمال کرتے رہیں گے جو میں نے چاہے۔ پھر میں ان کا خاتمہ برے اعمال کے ساتھ کروں گا اور انہیں جہنم میں داخل کر دوں گا (1)۔

امام عبد بن حمید، عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مندہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں، لالکائی، ابن مردویہ، بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے تاریخ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ کے ضمن میں کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 136

علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کو نکالا، تو ارواح کو ان کی صورتوں میں رکھا، پھر انہیں قوت گویائی عطا فرمائی، چنانچہ انہوں نے گفتگو کی پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد و میثاق لیا۔ اور خود انہیں ان کے نفسوں پر گواہ بناتے ہوئے ان سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو ان سب نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم پر سات آسمانوں کو گواہ بنا رہا ہوں اور تم پر تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو گواہ بنا رہا ہوں۔ تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں تو اس کے بارے علم نہیں تھا۔ تم جان لو بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے بغیر کوئی رب نہیں۔ تم میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ میں عنقریب تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا، وہ تمہیں میرا عہد و میثاق یاد دلائیں گے اور میں تم پر کتابیں نازل کروں گا۔ سب نے جواب دیا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو ہی ہمارا رب اور ہمارا اللہ ہے تیرے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے اور نہ ہی کوئی الٰہ ہے۔ پس ان تمام نے اقرار کر لیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ان پر بلند کیا گیا تاکہ آپ ان کی طرف دیکھ لیں۔ چنانچہ آپ نے غنی و فقیر اور حسین و جمیل صورت رکھنے والوں اور ان کے سوا دوسرے افراد کو دیکھا۔ تو کہا: اے میرے رب! تو نے اپنے بندوں کے مابین مساوات قائم کیوں نہیں کی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے یہ پسند کیا ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ آپ نے ان میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، جو چراغوں کی مثل منور اور روشن تھے۔ ان سے نبوت و رسالت کے بارے میں خصوصی علیحدہ میثاق لیا گیا کہ وہ پیغام حق اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچائیں گے۔ اس کا ذکر اس ارشاد میں ہے: وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ (الاحزاب: 7) الآیہ۔ اسی طرح ارشاد خداوندی ہے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: 30) ''اللہ کے دین کو جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے''۔ اسی کے بارے یہ ارشاد بھی ہے: وَ مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَ اِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ (الاعراف) ''اور نہ پایا ہم نے ان کی اکثریت کو وعدہ کا پابند اور ضرور پایا ان میں سے بہتوں کو حکم عدولی کرنے والا''۔ اسی کے بارے مزید کہا فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ (الاعراف: 101) ''اور نہ ہوا یہ کہ ایمان لائے اس پر جس کو جھٹلا چکے تھے اس سے پہلے''۔ فرمایا: اس دن اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ کون اسے جھٹلائے گا اور کون اس کی تصدیق کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی ان ارواح میں موجود تھی جن سے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں عہد و میثاق لیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے (جبرئیل علیہ السلام کو) حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بشر کی صورت میں بھیجا۔ پس وہ اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضرت ابی نے کہا: وہ روح حضرت مریم علیہا السلام کے منہ سے ان کے اندر داخل ہوئی (1)۔

حضرت امام مالک نے موطا میں، امام احمد، عبد بن حمید، بخاری نے تاریخ میں، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، آجری نے الشریعہ میں، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت مسلم بن یسار جہنی رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ'' الآیہ کے بارے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 137

انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ سے سنا کہ آپ سے اسی کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پھر اپنے دست قدرت کے ساتھ ان کی پشت کو مس فرمایا اور اس سے ان کی اولاد کو نکالا اور فرمایا: میں نے انہیں جنت کے لیے اور ایسے اعمال کے ساتھ پیدا کیا ہے جو اعمال اہل جنت کرتے ہیں۔ پھر ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد کو نکالا۔ اور فرمایا: میں نے انہیں جہنم کے لیے اور ایسے اعمال کے ساتھ پیدا کیا ہے جو اعمال اہل جہنم کریں گے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر عمل کی کیا حیثیت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتا ہے تو پھر اس سے اہل جنت کے اعمال کراتا ہے یہاں تک کہ اہل جنت جیسے اعمال کرتے ہوئے اسے موت آجاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔ اور جب کسی کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو پھر اس سے اہل جہنم کے اعمال کی مثل اعمال کراتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایسے اعمال کرتے کرتے اسے موت آجاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کردے گا (1)۔

امام احمد، نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ، حاکم رحمہم اللہ آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے دن وادیٔ نعمان میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد نکال کر میثاق لیا اور آپ کی صلب سے اس ساری اولاد کو نکالا جسے پیدا فرمانا تھا اور اسے آپ کے سامنے چیونٹیوں کی طرف بکھیر دیا۔ پھر ان سے یہ کہہ کر کلام فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ (2)

امام ابن جریر اور ابن مندہ رحمہما اللہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ''۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے اولاد کو اس طرح نکالا جیسے سر سے کنگھی نکالی جاتی ہے اور انہیں فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى۔ تو ملائکہ نے کہا شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (ہم نے گواہی دی (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روز حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے) (3)

امام ابن ابی حاتم، ابن مندہ، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس فرمایا، تو اس سے وہ تمام روحیں باہر آئیں جنہیں قیامت تک اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمانا ہے اور آپ کی پسلیوں میں سے ایک کو اکھیڑا، تو اس سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر ان سے یہ عہد لیا '' اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى '' (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے) پھر بنی آدم میں سے ہر روح نے اس کا نور اپنے چہرے پر کھینچا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی آزمائش میں ڈال

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 136 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 133 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 135

دیا، جو اس کے لیے لکھ دی کہ وہ اسے دنیا میں طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کر دے گا پھر ان تمام کو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پیش کیا اور فرمایا: اے آدم! یہ تیری اولاد ہے۔ ان میں جذام اور برص کے مریض بھی ہیں، اندھے اور دیگر طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا لوگ بھی ہیں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! تو نے میری اولاد کے ساتھ اس طرح کیوں کیا ہے؟ تو رب کریم نے جواباً ارشاد فرمایا: تاکہ تو میری نعمتوں کا شکر ادا کرے اور حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں جنہیں میں اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ نور کے سبب تمام لوگوں میں اظہر اور عیاں ہیں؟ تو رب کریم نے فرمایا: یہ تیری اولاد میں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر عرض کی۔ یہ کون ہے جسے میں نے اس حال میں دیکھا ہے کہ اس کا نور تمام لوگوں سے بڑھ کر ظاہر اور واضح ہے؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں جو آخری امتوں میں ہوں گے۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تو نے ان کی عمر کتنی بنائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ساٹھ برس۔ تو عرض کی: اے میرے رب! میری عمر کتنی بنائی ہے؟ فرمایا: اتنے اتنے برس۔ تو عرض کی: اے میرے رب! میری عمر میں سے چالیس سال کا ان کی عمر میں اضافہ فرما دے یہاں تک کہ ان کی عمر سو برس ہو جائے۔ رب کریم نے فرمایا: اے آدم! کیا تو ایسا کرے گا؟ عرض کی: ہاں اے میرے رب۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسے لکھ دیا جائے گا اور اس پر مہر لگا دی جائے گی بلا شبہ ہم نے لکھ کر مہر لگا دی ہے اور ہم اسے تبدیل نہیں کریں گے۔ عرض کی: اے میرے رب! ایسا کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب ملک الموت علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا: اے ملک الموت! تم کیا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں، تو آپ نے فرمایا: کیا ابھی میری عمر سے چالیس برس باقی نہیں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا آپ نے وہ اپنے بیٹے حضرت داؤد علیہ السلام کو نہیں عطا کر دیے تھے؟ تو آپ نے کہا: نہیں۔ راوی نے کہا: کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھولے اور آپ کی ساری اولاد بھول گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو آپ کی ذریت نے بھی انکار کیا (1)۔

امام ابن جریر نے جویبر سے نقل کیا ہے کہ ضحاک بن مزاحم کا بیٹا چھ دن کی عمر پا کر فوت ہو گیا تو انہوں نے کہا: جب میں نے اپنے بیٹے کو لحد میں رکھا تو اس کا چہرہ ظاہر کر دیا اور کفن کی گرہ کھول دی۔ اس لیے کہ میرے بیٹے کو بیٹھایا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا۔ تو یہ سن کر میں نے ان سے کہا: کیا اس سے بھی سوال کیے جائیں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں اس میثاق کے بارے میں جس کا اقرار اس نے آدم علیہ السلام کی صلب میں کیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس کیا اور اس سے ان تمام ارواح کو نکالا جنہیں قیامت تک پیدا فرمانا ہے۔ پھر ان سے یہ میثاق لیا کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور ان کے لیے رزق کی کفالت اٹھائی۔ بعد از اں انہیں آپ کی پشت میں لوٹا دیا۔ اور قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 395، دار الفکر بیروت

ان تمام کو پیدا فرمادے گا جن سے اس دن میثاق لیا۔ سو جس نے ان میں سے دوسرے میثاق کا ادراک کرلیا اور اسے پورا کردیا اسے پہلا میثاق نفع دے گا۔ اور جس نے دوسرے میثاق کا ادراک کیا اور اس کا اقرار نہ کیا تو اسے پہلے میثاق نے کوئی نفع نہیں دیا۔ اور جو دوسرے میثاق کو پانے سے پہلے ہی صغر سنی میں فوت ہوگیا تو وہ پہلے میثاق کے مطابق اپنی فطرت پر فوت ہوا(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے قیامت تک پیدا ہونے والی روحوں کو نکالا۔ اور ان کی عمروں، رزق، اعمال اور شقاوت وسعادت کے بارے لکھ دیا۔ پس جسے سعادت کا علم ہوا اس نے افعال خیر اور مجلس خیر کو اختیار کیا اور جسے شقاوت کا علم ہوا اس نے افعال شر اور مجالس شر کو اپنایا۔

امام عبد بن حمید، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور اس کی قضا کا فیصلہ فرمایا اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اہل یمین (دائیں طرف والے) کو اپنے دائیں دست قدرت سے پکڑا اور اہل شمال کو دوسرے دست قدرت سے پکڑا۔ رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں (ان میں کوئی بھی بایاں ہاتھ نہیں) اور فرمایا اے اصحاب یمین! تو انہوں نے جواباً عرض کی اے ہمارے رب! لبیک وسعدیک۔ تو رب کریم نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انہوں نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اصحاب شمال! تو انہوں نے جواباً عرض کی: اے ہمارے رب لبیک وسعدیک۔ فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر ان میں سے بعض آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے۔ تو ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں کیوں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَهُمۡ اَعۡمَالٌ مِّنۡ دُوۡنِ ذٰلِكَ هُمۡ لَهَا عٰمِلُوۡنَ (المومنون) ”اور ان کے اعمال مومنوں کے اعمال سے مختلف ہیں۔ یہ (نابکار) ان برے کاموں کو ہی کرنے والے ہیں“۔ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ ”یہ اس لیے ہوا کہ وہ قیامت کے دن یہ نہ کہیں کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے“۔ پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا۔ پس اہل جنت اسی کے اہل ہیں۔ اور اہل نار اسی کے اہل ہیں۔ تو کسی کہنے والے نے یہ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر اعمال کس لیے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر قوم اپنے مراتب اور درجات کے لیے عمل کرتی ہے۔ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا تب ہم محنت اور کوشش کریں گے(2)۔

امام عبد بن حمید، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت کو مس کیا اس میں سے وہ روحیں باہر آئیں جنہیں قیامت تک اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں سے پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 135، بیروت 2۔ نوادر الاصول، صفحہ 8، بیروت

کے درمیان نور کی چمک رکھ دی۔ پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام پر پیش فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے۔ پھر آپ نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کے مابین موجود نورانی چمک نے آپ کو انتہائی تعجب اور ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ تو عرض کی۔ اے میرے پروردگار! یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ کی اولاد میں آخری امتوں کا ایک آدمی ہے۔ اسے داؤد کہا جائے گا۔ عرض کی: اے میرے رب! اس کی عمر کتنی بنائی ہے؟ فرمایا: ساٹھ برس۔ عرض کی: اے میرے پروردگار! میری عمر سے چالیس برس کا اس میں اضافہ کر دے، تو جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر گزر گئی تو ان کے پاس ملک الموت علیہ السلام آئے۔ تو آپ نے ان سے کہا: کیا ابھی میری عمر کے چالیس برس باقی نہیں ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: کیا وہ تم نے اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے انکار کر دیا۔ پس آپ کی اولاد نے بھی انکار کیا اور آپ بھول گئے۔ تو آپ کی اولاد بھی بھول گئی۔

امام ابن ابی الدنیا نے الشکر میں، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اہل جنت کو آپ کی پشت کی دائیں جانب سے نکالا اور اہل نار کو پشت کی بائیں جانب سے نکالا تو وہ سب زمین پر رینگنے لگے۔ ان میں اندھے، بہرے، برص کے مریض، اپاہج اور طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا لوگ تھے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! کیا تو نے میری اولاد کو ایک جیسا (ایک دوسرے کے مساوی) نہیں بنایا؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے آدم! میں نے چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو آپ کی پشت میں لوٹا دیا(1)۔

عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت قتادہ اور حسن رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان دونوں نے کہا: جب حضرت آدم علیہ السلام پر ان کی اولاد پیش کی گئی۔ تو آپ نے ان میں سے بعض کو بعض پر افضل دیکھا۔ تو عرض کی: اے میرے رب! تو نے ان کے درمیان مساوات کیوں نہیں رکھی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ جب صاحب فضل اپنی فضیلت کو دیکھے گا تو وہ میری حمد بیان کرے گا اور میرا شکر ادا کرے گا(2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کتاب الزہد میں حضرت بکر رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

ابن جریر، بزار، طبرانی، اجری نے الشریعہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ہشام بن حکیم سے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: کیا اعمال کو دیکھا جائے گا یا حتمی فیصلہ کر دیا گیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشتوں سے پکڑا۔ پھر انہیں اپنے نفسوں پر گواہ بنایا۔ پھر اپنی دو ہتھیلیوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا یہ جنت میں ہوں گے اور یہ جہنم میں ہوں گے پس اہل جنت پر اہل جنت کے اعمال آسان کر دیے جاتے ہیں۔ اور اہل نار کے لیے اہل نار کے اعمال آسان بنا دیئے جاتے ہیں(3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 107 (4441)، دارالکتب العلمیہ بیروت   2۔ ایضاً (4442)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 140

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ان کی پشت سے باہر نکالی۔ یہاں تک کہ انہوں نے زمین کو بھر دیا اور وہ اس طرح تھے۔ اور آپ نے اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے پر ملا دیا(1)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا۔ تو اس نے مشرکین کے بچے اہل جنت کی خدمت کے لیے مجھے عطا فرمائے۔ اس لیے کہ جو شرک ان کے آباء نے کیا انہوں نے اس کو نہیں پایا اور وہ پہلے میثاق میں شامل تھے (اسی پر وہ فوت ہو گئے)(2)

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: قیامت کے دن اہل جہنم میں سے ایک آدمی کو کہا جائے گا: تیرا کیا خیال ہے اگر زمین پر موجود ہر شے تیری ہو جائے تو کیا تو اس کے عوض اسے قربان کر دے گا؟ تو وہ کہے گا ہاں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تو اس سے آسان تر شے کا تجھ سے ارادہ کیا تھا کہ تو جب اپنے باپ آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا تو میں نے تجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا مگر تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شریک ٹھہراتا رہا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ عزل کرتے تھے اور اس آیت کی تاویل کرتے تھے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ۔(4)

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضور نبی مکرم ﷺ سے عزل کے بارے یہ سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر لازم نہیں کہ تم نہ کرو۔ اگر وہ ان میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا ہے، تو وہ چٹان پر بھی ہوا تو اس میں روح پھونک دی جائے گی(5)۔

امام احمد اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ پانی وہ ہے جس سے بچہ پیدا ہونا ہے تو اگر وہ چٹان پر بھی ٹپکا دیا جائے۔ تو بالیقین اللہ تعالیٰ اس سے وہ نکالے گا جو اس نے مقرر کیا ہے تو بالیقین اللہ تعالیٰ نفس کو پیدا کر دے گا کیونکہ وہی اس کا خالق ہے(6)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان سے عزل کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اگر کسی آدمی کی صلب سے پیدا ہونے والے نفس سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لے رکھا ہے۔ پھر وہ اسے کسی چٹان پر بھی ٹپکا دے تو بالیقین اللہ تعالیٰ اسی چٹان سے اسے نکال لائے گا۔ اب اگر تو چاہے تو عزل کر اور اگر نہ چاہے تو عزل نہ کر۔

1۔ معجم کبیر، جلد 19، صفحہ 383 (898) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ نوادر الاصول، صفحہ 44، بیروت
3۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب طلب الکافر الفداء بملاء الارض ذهبا، جلد 17، صفحہ 22-121، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 11-510 (16589) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 167 (969) دار الصمیعی الریاض
6۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 140، دار صادر بیروت

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا وہ کہتے تھے کہ وہ نطفہ جس سے اللہ تعالیٰ نے بچے کا فیصلہ فرما رکھا ہے، اگر وہ چٹان پر بھی گر جائے تو بالیقین اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا فرمادے گا۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابوالشیخ نے حضرت فاطمہ بنت حسین سے یہ روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے میثاق لیا تو اسے رکن میں رکھ دیا پس استلام حجر (حجر اسود کا بوسہ) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے میں سے ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ابو محمد بن علی کے ساتھ تھا۔ اسی اثناء میں ایک آدمی نے آپ سے پوچھا: اے ابوجعفر! اس رکن کی تخلیق کی ابتداء کیسے ہوئی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، تو اولاد آدم سے فرمایا ''الست بربکم'' تو ان تمام نے اقرار کرتے ہوئے کہا ''بلی'' بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک نہر جاری فرمائی، جو شہد سے زیادہ میٹھی اور مکھن سے بڑھ کر نرم تھی۔ پھر قلم کو حکم دیا کہ اس نہر سے سیاہی حاصل کرلے۔ چنانچہ قلم نے ان کا اقرار اور قیامت تک ہونے والے سارے معاملات لکھ دیئے۔ پھر اس کتاب کو اس پتھر نے لقمہ بنالیا اور یہ استلام (بوسہ) جو تو دیکھ رہا ہے یہ ان کے اس اقرار کے مطابق معاہدہ ہے جو اقرار انہوں نے کیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ پر ضرب لگائی، تو وہ تمام نفوس جنہیں جنت کے لیے پیدا کیا گیا، وہ انتہائی صاف سفید رنگ میں اس سے باہر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سب اہل جنت ہیں اور وہ تمام نفوس جو جہنم کے لیے پیدا کیے گئے وہ سیاہ رنگ میں باہر آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سب اہل نار ہیں۔ یہ رائی کے دانے کی طرح چیونٹیوں کی صورتوں میں تھے اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کرو۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ سب نے عرض کی: اے اللہ! ہم حاضر ہیں، ہم نے تیری اطاعت کی۔ اے اللہ! ہم نے تیری اطاعت کی۔ اے اللہ! ہم نے تیری اطاعت کی۔ ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ اَطَعْنَاكَ، اَللّٰهُمَّ اَطَعْنَاكَ، اَللّٰهُمَّ اَطَعْنَاكَ'' اور یہی وہ ہے جو بطور تلبیہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج میں عطا فرمایا۔ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے ساتھ ایمان لانے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے امر کا اقرار کرنے اور اس کی معرفت کا عہد و پیمان لیا (1)۔

امام جندی نے فضائل مکہ میں، ابوالحسن قطان نے الطوالات میں، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی معیت میں حج ادا کیا۔ جب آپ نے طواف شروع کیا تو حجر اسود کی طرف آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا: بلاشبہ میں یہ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو نقصان دے سکتا ہے اور نہ ہی نفع۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر آپ نے اسے بوسہ دیا ''حَجَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَلَمَّا دَخَلَ الطَّوَافَ اسْتَقْبَلَ الْحَجَرَ فَقَالَ: اِنِّيْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَّاتَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ ثُمَّ قَبَّلَهُ'' تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 137

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! بے شک یہ نفع اور نقصان پہنچاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: کتاب اللہ میں یہ کہاں ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کی پشت پر دست قدرت پھیرا اور ان سے یہ اقرار لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے عہد و پیمان لے لیا، اور اسے سفید کاغذ پر لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی۔ تو اسے فرمایا: اپنا منہ کھول۔ چنانچہ اس نے منہ کھولا اور اس کاغذ کو اپنا لقمہ بنا لیا اور کہا: میں قیامت کے دن اس کی شہادت دوں گا جس نے تیرے ساتھ کیے وعدے کو وفا کیا اور میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی زبان انتہا کی تیز ہوگی اور وہ اس آدمی کی توحید کے بارے شہادت دے گا جو اسے بوسہ دے گا۔ اے امیر المومنین! اس طرح یہ نفع اور نقصان دے گا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اس قوم میں زندہ رہوں جس میں اے ابوالحسن تو نہ ہو۔ "فَقَالَ عُمَرُ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَعِیْشَ فِیْ قَوْمٍ لَّسْتَ فِیْهِمْ یَا اَبَا حَسَنٍ" بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد باری تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ کے ضمن میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (بنی آدم کو) ہتھیلی میں پکڑا۔ گویا کہ وہ اولین و آخرین کے گوشت کے ٹکڑے ہیں اور پھر دو یا تین مرتبہ انہیں دست قدرت میں الٹ پلٹ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا اپنے دست قدرت کو اوپر نیچے کرتا رہا پھر انہیں اپنے آباء کی صلبوں میں لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ انہیں قرناً بعد قرن نکالا۔ پھر اس کے بعد فرمایا وَ مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ (الاعراف: 102) الآیہ۔ پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ (المائدہ: 7)

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو انہیں تو شہ دان کے جھاڑنے کی طرح جھاڑا۔ تو ان سے کیڑوں کی مثل (اولاد) نیچے گری۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دو قبضے بھرے جو دائیں ہتھیلی میں تھے ان کے لیے فرمایا یہ جنتی ہیں اور جو دوسری ہتھیلی میں تھے ان کے لیے فرمایا: یہ جہنم میں ہوں گے۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور آپ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کی پشت سے مخلوق کو نکالا اور فرمایا: یہ جنت میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اور یہ جہنم میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، تو ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم عمل کس لیے کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کے مطابق (عمل کرتے ہیں) (2)

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 451 (4040)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات ابن سعد، جلد 7، صفحہ 417، دار صادر بیروت

امام احمد، بزار اور طبرانی رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور جب انہیں تخلیق کیا تو ان کے دائیں کندھے پر ضرب لگائی۔ تو اس سے سفید اولاد باہر نکالی، وہ چیونٹیوں کی مثل تھے۔ پھر بائیں کندھے پر ضرب لگائی تو ان سے سیاہ اولاد باہر نکالی۔ وہ کوئلے کی مثل تھے۔ جو دائیں جانب تھے ان کے لیے فرمایا: یہ جنت کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اور جو بائیں جانب تھے ان کے لیے فرمایا یہ جہنم کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (1)۔

امام بزار، طبرانی، آجری اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل ذکرہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے دن ان کی صلب سے دو قبضے (مٹھیاں) بھرے۔ تمام پاک باز اور طیب دائیں دست قدرت میں تھے اور تمام ناپاک اور خبیث دوسرے میں اور ارشاد فرمایا: یہ اصحاب جنت ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ اصحاب نار ہیں، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ بعد ازاں انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا اور وہ اس وقت سے اب تک پیدا ہوتے جا رہے ہیں (2)۔

امام بزار، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دو قبضوں (مٹھیوں) کے بارے فرمایا۔ یہ جنت میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (3)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قبضوں کے بارے فرمایا: یہ اس لیے ہیں اور یہ اس لیے ہیں (یعنی دائیں قبضہ میں اہل جنت ہیں اور دوسرے میں اہل نار ہیں) پس لوگ متفرق ہیں حالانکہ وہ تقدیر میں کوئی اختلاف نہیں رکھتے (4)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں اور آجری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو آدم علیہ السلام کی دائیں جانب پر اپنے دست قدرت سے ضرب لگائی اور اس سے چیونٹیوں کی مثل اولاد باہر نکالی اور فرمایا: اے آدم! یہ تیری اولاد اہل جنت میں سے ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب پر اپنے دست قدرت سے ضرب لگائی اور اس سے کوئلے کی مثل اولاد نکالی۔ پھر فرمایا۔ اے آدم! تیری یہ اولاد اہل نار میں سے ہے (5)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابونضر رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک آدمی تھا جسے ابوعبداللہ کہا جاتا ہے۔ اس کے دوست احباب بیمار پرسی کے لیے اس کے پاس گئے، تو دیکھا وہ رو رہا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا تجھے کون سی شے رلا رہی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں دست قدرت سے ایک مٹھ بھری اور دوسرے دست قدرت سے دوسری۔ اور فرمایا یہ اس کے لیے ہیں

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 385 (11777) دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، (11781) 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 386 (11782)
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 387 5۔ نوادر الاصول، صفحہ 8، بیروت

اور یہ اس کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (یعنی دائیں قبضہ والے اہل جنت ہیں اور دوسرے قبضہ والے اہل نار ہیں) اور میں نہیں جانتا کہ میں کون سے قبضہ میں ہوں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے ایک مٹھ خوب بھری اور فرمایا میری رحمت کے ساتھ یہ جنت کے لیے ہیں اور ایک مٹھ بھری تو فرمایا: یہ نار کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس دن حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا: اس دن آپ کی پشت سے آپ کی اس ساری اولاد کو نکالا جس نے یوم قیامت تک پیدا ہونا ہے اور انہیں چیونٹیوں کی مثل ظاہر کیا۔ پھر فرمایا ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ“ ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں“ ”قَالُوْا بَلٰى“ ”ان سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ تو ملائکہ نے کہا: ہم گواہ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ ایک مٹھ بھری اور فرمایا: یہ سب جنت میں ہوں گے۔ پھر دوسری مٹھ بھری اور فرمایا یہ سب جہنم میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے اس ارشاد کے بارے فرمایا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ کہ یہ اس میثاق کے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس سے لیا اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ”یا وہ یہ نہ کہیں کہ (ہم سے) پہلے شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا“۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اولاد آدم میں سے کوئی بھی یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا کہ ہمارے باپ دادا نے شرک کیا اور انہوں نے میثاق کو توڑ دیا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ تو کیا تو ہمیں ہمارے آباء کے گناہوں اور اس شرک کے سبب ہلاک کرتا ہے جو باطل پرستوں نے کیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝۱۷۵ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝۱۷۶ سَآءَ مَثَلَا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ۝۱۷۷

”اور پڑھ سنائیے انہیں حال اس کا جسے دیا ہم نے (علم) اپنی آیتوں کا تو وہ کترا کر نکل گیا ان سے تب پیچھے لگ گیا اس کے شیطان تو ہو گیا وہ گمراہوں میں اور اگر ہم چاہتے تو بلند کر دیتے اس کا رتبہ ان آیتوں کے باعث لیکن

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 176، دار صادر بیروت

وہ تو جھک گیا پستی کی طرف اور پیروی کرنے لگا اپنی خواہش کی۔ تو اس کی مثال کتے جیسی ہے، اگر تو حملہ کرے اس پر تب بھی ہانپے اور اگر تو اسے چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ آپ سنائیں (انہیں) یہ قصہ شاید وہ غور و فکر کرنے لگیں بہت بری کہاوت ہے اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور (وہ) اپنی ہی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے"۔

امام فریابی، عبد الرزاق، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا کے بارے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس میں بنی اسرائیل کے اس آدمی کا ذکر ہے جسے بلعم بن ابر کہا جاتا ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ آدمی بلعم بن باعوراء ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بلعام بن عامر وہ آدمی ہے جسے اسم اعظم عطا کیا گیا تھا اور وہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا (2)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا...... الآیہ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شہر جبارین کا ایک آدمی تھا جسے بلعم کہا جاتا تھا۔ وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں جا کر اترے۔ تو اس کے چچا کے بیٹے اور اس کی قوم کے افراد اس کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ (علیہ السلام) ایک نیا آدمی ہے اور اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے۔ بلاشبہ اگر وہ ہم پر غالب آ گیا تو وہ ہمیں ہلاک کر دے گا۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے واپس لوٹا دے۔ اس نے جواب دیا: اگر میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے واپس لوٹا دے تو میری دنیا اور میری آخرت دونوں ختم ہو جائیں گی لیکن وہ اس سے مسلسل اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کے خلاف دعا کر دی اور وہ اس حال اور کیفیت سے نکل گیا جس میں وہ تھا اور ارشاد باری تعالیٰ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ کے بارے فرمایا کہ اگر وہ حکمت کو اٹھائے تو اسے نہیں اٹھا سکتا اور اگر اسے چھوڑ دے تو خیر اور بھلائی کی طرف راہنمائی نہیں پا سکتا۔ جیسا کہ کتا کہ اگر وہ بیٹھا ہوا ہو تب بھی ہانپتا ہے اور اگر بھاگے تب بھی ہانپتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا...... الآیہ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں ایک آدمی کا ذکر ہے جسے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ اس کی تین دعائیں قبول کی جائیں گی۔ اس کی ایک بیوی تھی جس سے اس کی اولاد بھی تھی۔ چنانچہ اس زوجہ نے اسے کہا: تین میں سے ایک دعا میرے لیے کر دو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے ایک دعا تیرے لیے ہو گی۔ بتا تو کیا چاہتی ہے؟ بیوی نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ مجھے بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر خوب صورت اور حسین عورت بنا دے۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 143، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 146

کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بنی اسرائیل کی خوب صورت ترین عورت بنا دیا، جب اس عورت نے یہ جان لیا کہ اس کی مثل حسین وجمیل ان میں کوئی بھی نہیں ہے۔ تو اس عورت نے اس سے اعراض کر لیا اور دوسری شے کا ارادہ کرنے لگی یہ دیکھ کر اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی کہ وہ اسے کتیا بنا دے۔ سو وہ کتیا بن گئی۔ اس طرح اس کی دو دعائیں پوری ہو گئیں اور ان کا حق اس سے ختم ہو گیا، پھر اس کے بیٹے اس کے پاس آئے اور کہا اس پر ہمیں کوئی قرار اور سکون نہیں کہ ہماری ماں کتیا بن گئی ہے۔ لوگ اس کے بارے ہمیں عار دلاتے ہیں اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اسے اپنی سابقہ حالت پر ہی لوٹا دے۔ چنانچہ اس نے دعا کی اور وہ اپنی اسی حالت پر لوٹ آئی جس پر وہ پہلے تھی۔ تو اس طرح اس کی تینوں دعائیں ختم ہو گئیں اور انہیں البسوس کا نام دیا گیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ آدمی جسے بلعم کہا جاتا ہے وہ اہل یمن میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی آیات عطا کیں تو اس نے انہیں چھوڑ دیا(1)۔

امام عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی اتم، ابوالشیخ، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم الہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا کے بارے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں جس آدمی کا ذکر ہے وہ امیہ بن اب الصلت ثقفی ہے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ یہ آیت تمہارے ساتھی امیہ بن ابی الصلت کے بارے نازل ہوئی(2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد امیہ بن ابی الصلت کی بہن فارعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: کیا تجھے اپنے بھائی کے اشعار میں سے کچھ یاد ہیں۔ اس نے عرض کی جی ہاں۔ تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: اے فارعہ! تیرے بھائی کی مثال اس آدمی کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات سے عطا فرمائیں اور وہ ان سے کھسک کر نکل گیا(3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

أَلَا رَسُوْلٌ لَّنَا مِنَّا يُخْبِرُنَا مَا بَعْدَ غَايَتِنَا مِنْ رَأْسِ نَجْرَانَا

''خبردار! ہمارا ایک رسول ہے جو ہمی میں سے ہے، وہ ہمیں ایسے امور کی خبر دیتا ہے جو ہماری موت کے بعد وقوع پذیر ہونے والے ہیں'' وہ بخران کے سرداروں میں سے ایک ہے۔

فرمایا پھر امیہ بحرین کی طرف نکل گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوی نبوت فرمایا۔ اور امیہ آٹھ سال تک بحرین میں مقیم رہا۔ پھر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کی، جب کہ آپ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے دعوت اسلام دی اور ان آیات قرانیہ کی تلاوت فرمائی: بسم اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 144 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 145

3۔ تاریخ مدینہ دمشق، امیہ بن ابی الصلت، جلد 9، صفحہ 84-282، دارالفکر بیروت

الرحمٰن الرحیم ○ یٰسٓ ﴿۱﴾ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ (یٰس) جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو امیہ اچھلا اور اپنے پاؤں گھسیٹتے ہوئے چل پڑا۔ قریش نے بھی اس کی اتباع کی اور کہنے لگے: اے امیہ! تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہے۔ قریش نے پوچھا: تو پھر کیا تو آپ کی اتباع کرے گا؟ اس نے کہا: یہاں تک کہ میں آپ کے معاملہ میں خوب غور و فکر کرلوں۔ پھر وہ شام کی طرف نکل گیا اور غزوہ بدر کے بعد اسلام لانے کے ارادہ سے واپس آیا، لیکن جب اسے مقتولین بدر کے بارے بتایا گیا۔ تو اس نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور پھر طائف کی طرف لوٹ گیا اور وہیں مر گیا۔ تو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔ (1)

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن عاصم بن عروہ بن مسعود رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں ایک حلقہ میں تھا جس میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ تو ایک آدمی نے سورۂ اعراف کی یہ آیت پڑھی وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ تو بعض نے کہا: وہ صیفی بن راہب ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد بلعم ہے جو بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا۔ تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ تو اہل مجلس نے استفسار کیا۔ پھر کون مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد امیہ بن ابی صلت ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے پوچھا۔ تو آپ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا جسے بلعم بن باعورا کہا جاتا تھا اور انصاری کہا کرتے تھے کہ اس سے مراد ابن الراہب ہے جس نے اپنے لیے مسجد الشقاق بنائی۔ اور ثقیف کہتے تھے کہ اس سے مراد امیہ بن ابی صلت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد صیفی بن راہب ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا: اس میں بنی اسرائیل کے ایک نبی یعنی بلعم کا ذکر ہے۔ اسے نبوت عطا کی گئی۔ تو قوم نے اس شرط پر اسے رشوت دی کہ وہ خاموش رہیں گے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا اور قوم کو اس حال پر چھوڑ دیا جس پر وہ پہلے تھے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَانْسَلَخَ مِنْهَا کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس سے علم چھین لیا گیا اور وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا کے بارے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو علم کے ساتھ اس کا رتبہ بالیقین بلند کر دیتا(4)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مالک بن دینار سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلعام بن باعوراء کو شاہ مدین کی طرف بھیجا، تا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔ بلعام مستجاب الدعوات تھا اور علمائے بنی اسرائیل میں سے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شدائد اور تکالیف میں اسے آگے کرتے تھے۔ تو شاہ مدین نے اسے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، امیہ بن ابی الصلت، جلد 9، صفحہ 87-86-285، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 265
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 146
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 151

لاجواب کر کے خاموش کر دیا اور اسے عطیہ دے کر خوش کر دیا۔ چنانچہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین چھوڑ دیا اور اس کا دین اختیار کر لیا۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم جانتا تھا کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے ہی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے لیے بیان فرمائی ہے کہ جسے اس کا علم ہدایت پیش کرے اور وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دے اور اسے چھوڑ دے۔ اور ارشاد خداوندی وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا کے بارے حضرت قتادہ نے کہا: کہ اگر ہم چاہتے تو ہم اسے ہدایت عطا فرما کر اس کا رتبہ بلند فرما دیتے اور شیطان اس پر قطعاً راہ نہ پا سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس نے ہدایت کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ...... الآیہ (تو اس کی مثال کتے جیسی ہے) اس کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کافر کی مثال ہے جن کے دل اسی طرح مردہ ہیں جیسے کتوں کے دل مردہ ہوتے ہیں (1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا کے ضمن میں کہا ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ اور حنفاء میں سے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اور کتاب کا علم عطا فرمایا اور وہ اس سے کترا کر نکل گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کتے کی مثل بنا دیا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر اس طرح بیان کی ہے وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا اگر ہم چاہتے تو ہم اس سے اسے دور کر دیتے وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ لیکن وہ تو پستی کی جانب ٹھہر گیا اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ اگر تو اسے اپنی سواری اور اپنی ٹانگوں کے ساتھ بھگائے (تو وہ ہانپنے لگے) یہ مثل اس آدمی کی ہے جو کتاب پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ کے بارے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: لیکن وہ پستی کی جانب جھک گیا تو اسے نکال دیا گیا (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ کا معنی حضرت حسن رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے: اگر تو اس پر وسعت (طاقت) پالے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کتا منقطع الفواد ہوتا ہے اس کی عقل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو ہدایت چھوڑ دیتا ہے اس کی بھی عقل نہیں ہوتی۔ اور جس کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 154　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 151,52,53　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 152

عقل منقطع ہوتی ہے وہ پہلے بھی اور بعد بھی گمراہ ہوتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابوالمعتمر سے نقل کیا ہے کہ ان سے اس آیت کریمہ کے بارے پوچھا گیا وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا تو انہوں نے سیار کے حوالے سے یہ بیان کیا کہ ایک آدمی تھا جسے بلعام کہا جاتا تھا۔ اسے نبوت عطا کی گئی تھی اور وہ مستجاب الدعوات تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تشریف لائے تو آپ نے اس سرزمین کا ارادہ فرمایا جہاں بلعام سکونت پذیر تھا۔ تو یہ خبر سن کر لوگ سخت خوف زدہ اور مرعوب ہو گئے۔ چنانچہ وہ بلعام کے پاس آئے اور کہا: اس آدمی کے خلاف آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ اس نے کہا: کہ میں اپنے رب سے مشورہ کرلوں؟ چنانچہ اس نے ان کے خلاف دعا مانگنے کی اجازت طلب کی۔ تو اسے کہا گیا: تو ان کے خلاف دعا نہ کرنا، کیونکہ ان میں میرے بندے ہیں اور ان میں ان کا نبی بھی ہے۔ تو اس نے اپنی قوم سے کہا میں نے ان کے خلاف دعا مانگنے کی اجازت طلب کی ہے لیکن مجھے منع کر دیا گیا ہے۔ راوی نے کہا: قوم نے اسے ہدیہ اور تحائف پیش کیے۔ اس نے انہیں قبول کرلیا۔ پھر وہ اس سے واپس لوٹے اور پھر کہا۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف دعا مانگنا، تو اس نے کہا: کہ میں مشورہ کروں گا۔ پھر اس نے اجازت طلب کی۔ تو اسے کوئی جواب نہ دیا گیا۔ تو اس نے کہا: میں نے مشاورت طلب کی ہے لیکن مجھے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ تو قوم نے کہا: اگر تمہارا رب ان کے خلاف تمہاری دعا کو ناپسند کرتا تو بالیقین تمہیں منع فرما دیتا جیسا کہ اس نے پہلی بار منع کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ ان کے خلاف دعا کرنے لگا۔ تو جب وہ دعا میں شروع ہوا تو اس کی زبان پر اپنی ہی قوم کے خلاف دعا جاری ہوگئی اور جب اسے رسول بنایا جائے تو اسے اپنی قوم پر فتح عطا فرمائے تو اس مقام پر اس کی زبان پر یہ جاری ہوا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے لشکر کو فتح عطا فرمائے۔ تو قوم نے کہا: ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے ہی خلاف دعا کر رہے ہو......! اس نے جواب دیا: میری زبان پر یہی جاری ہوتا ہے۔ اگر میں ان کے خلاف دعا کروں تو اسے قبول نہ کیا جائے۔ لیکن میں تمہیں اس امر پر آگاہ کر رہا ہوں کہ عنقریب ان کی ہلاکت اس جگہ میں ہوگی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ زنا کو مبغوض اور ناپسند کرتا ہے۔ اگر وہ زنا میں واقع ہو جائیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ انہیں عورتوں سے دور نکال لایا گیا اور وہ تو مسافر لوگ ہیں۔ عنقریب وہ زنا کے مرتکب ہوں گے اور وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ انہیں عورتوں سے دور نکال دیا گیا، وہ ان کے پاس آتیں تو وہ زنا کا ارتکاب کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون مسلط کر دیا جس کے سبب ستر ہزار افراد موت کی نذر ہو گئے (1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعید بن جبیر سے مذکورہ آیت کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا نام بلعم تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ستر ہزار افراد کے ساتھ اس کی قوم سے جنگ کرنے کا قصد کیا۔ تو اس کی قوم اس کے پاس آئی اور کہا: اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف دعا کیجئے۔ جب بھی ان پر کوئی حملہ کرتا تھا، تو وہ ان کے لیے بددعا کرتا اور وہ ہلاک ہو جاتے۔ وہ دعا کرنے سے پہلے سو جاتا اور خواب میں وہ کچھ دیکھ لیتا جو اسے حکم دیا جاتا۔ چنانچہ وہ سویا، تو اسے کہا گیا: ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، ان کے لیے بددعا نہ کرنا۔ وہ بیدار ہوا، تو اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 148

نے ان کے خلاف دعا کرنے سے انکار کر دیا، راپنی قوم سے کہا: تم ان کے لیے عورتوں کو مزین اور آراستہ کرو۔ بے شک جب وہ انہیں دیکھیں گے، تو وہ صبر نہیں کر سکیں گے، یہاں تک کہ وہ گناہ (زنا) میں واقع ہو جائیں گے اور تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

''جسے ہدایت بخشے اللہ تعالیٰ سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جنہیں گمراہ کر دے تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں یہ کہا کرتے تھے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''

امام مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے ''نَحْمَدُ لِلّٰهِ وَنُثْنِيْ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ، پھر فرماتے ''مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، اَصْدَقُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ'' پھر فرماتے بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ۔ ''ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ایسے کرتے ہیں جو اس کی شایان شان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتا ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ سب سے زیادہ سچی کلام کتاب اللہ ہے۔ اور سب سے زیادہ حسین ہدایت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔ اور تمام امور میں سے سب سے زیادہ نقصان دہ وہ نئے امور ہیں جن کی اصل نہ کتاب میں ہو اور نہ ہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نہ ہی وہ شے اجماع امت سے ثابت ہو۔ اور اس طرح کا ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر قسم کی گمراہی جہنم میں ہے۔ پھر فرمایا مجھے مبعوث کیا گیا، میں اور قیامت دونوں اس طرح ہیں''۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو انگلیوں سے اشارہ کر کے یہ فرماتے کہ میرے اور قیامت کے درمیان صرف ان انگلیوں کا سا فاصلہ ہے) (1)

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت اور تاریکی میں پیدا کیا ہے۔ پھر ان پر اپنے نور کی تجلی ڈالی۔ پس اس دن جس پر اس نور میں سے کچھ پڑا وہ ہدایت پا گیا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک ہو گیا۔ ''جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ''

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، جلد 1، صفحہ 85-284، قدیمی کتب خانہ کراچی

بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

"اور بے شک ہم نے پیدا کیے جہنم کے لیے بہت سے جن اور انسان۔ ان کے دل (تو) ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں ان سے اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں ان سے اور ان کے کان تو ہیں لیکن وہ سنتے نہیں ان سے۔ وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یہی لوگ تو غافل (وبے خبر) ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا" ولقد ذرانا" کا معنی ہے بے شک ہم نے پیدا کیا(1)۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن نے کہا وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ بے شک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کئے (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جب جہنم کے لیے پیدا کیے ہیں جنہیں پیدا کیا ہے۔ زنا سے پیدا ہونے والے ان میں سے ہیں جنہیں جہنم کے لیے پیدا کیا ہے(3)۔

امام حکیم ترمذی، ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں، ابویعلی، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنات کو تین قسموں میں پیدا کیا ہے۔ ایک قسم سانپوں، بچھوؤں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی صورت میں ہے۔ ایک قسم فضاء میں ہوا کی مثل ہے اور ایک قسم ہے جن پر حساب وعقاب ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بھی تین صنفوں میں پیدا فرمایا ہے۔ ایک صنف چوپاؤں کی طرح ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۚ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اور ایک جنس ہے جن کے جسم تو بنی آدم کے جسم ہیں لیکن ان کی ارواح شیاطین کی ارواح ہیں۔ اور ایک صنف ایسی ہے جو اس دن اللہ تعالیٰ (کے عرش کے) سایہ میں ہوگی جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا)(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ کا معنی حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے۔ تحقیق ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے ہیں۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا فرمایا: ان کے دل تو ہیں لیکن وہ امور آخرت میں سے کوئی شے سمجھتے نہیں۔ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ ان کے ساتھ ہدایت کو دیکھتے نہیں۔ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اور ان کے کان تو ہیں لیکن وہ ان کے ساتھ حق بات سنتے نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں چوپاؤں کی طرح بنا دیا۔ پھر انہیں چوپاؤں سے بڑھ کر شریر بنا دیا اور فرمایا بَلْ هُمْ اَضَلُّ بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ پھر بتلا دیا کہ بے شک وہی لوگ بہت زیادہ غافل اور شریر ہیں (5)۔ واللہ اعلم۔

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 157، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 156 3۔ ایضاً

4۔ نوادر الاصول، صفحہ 51-50، بیروت 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 158

اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۸۰

”اور اللہ ہی کے لیے ہیں نام اچھے سو پکارو اسے انہیں ناموں سے اور چھوڑ دو انہیں جو کجروی کرتے ہیں اس کے ناموں میں۔ انہیں سزا دی جائے گی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے“۔

امام بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابوعوانہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوعبد اللہ بن مندہ نے التوحید میں، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ”کتاب الاسماء والصفات“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی ہیں۔ یعنی ایک کم سو ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا جنت میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وہ وتر (طاق) کو ہی پسند کرتا ہے(1)۔

امام ابونعیم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو اسماء ہیں۔ جس کسی نے ان کے واسطہ سے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے الغرائب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میرے ننانوے اسماء ہیں جو انہیں پڑھتا رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں یعنی ایک کم سو ہیں۔ جو انہیں پڑھتا رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ترمذی، ابن منذر، ابن حبان، ابن مندہ، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں۔ یعنی ایک کم سو ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا بے شک وہ وتر ہے اور وتر (طاق) کو پسند کرتا ہے (اسماء گرامی یہ ہیں)

هو الله الذی لا اله الا هو (وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) الرحمن (بہت ہی مہربان) الرحیم (ہمیشہ رحم فرمانے والا) الملك (بادشاہ حقیقی) القدوس (ہر عیب سے پاک) السلام (سلامت رکھنے والا) المومن (امن دینے والا) المهيمن (نگہبان) العزيز (سب سے غالب) الجبار (ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا) المتكبر (متکبر) الخالق (پیدا کرنے والا) المصور (تصویر بنانے والا) الغفار (بخشنے والا) القهار (سب سے طاقت ور) الوهاب (بے حساب دینے والا) الرزاق (رزق دینے والا) الفتاح (کھولنے والا) العليم (سب کچھ جاننے والا) القابض (بند کرنے والا) الباسط (کشادہ کرنے والا) الخافض (پست کرنے والا) الرافع (بلند کرنے والا) المعز (عزت دینے والا) المذل (ذلیل کرنے والا) السميع (خوب سننے والا) البصير (خوب دیکھنے والا) الحكم (فیصلہ کرنے والا) العدل (عدل کرنے والا) اللطيف (بڑا مہربان) الخبير (ہر چیز سے خبردار) الحكيم (بردبار) العظيم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 159، بیروت

(بہت بڑا) الغفور (بہت بخشنے والا) الشکور (بڑا قدردان) العلیٰ (بلند مرتبہ) الکبیر (سب سے بڑا) الحفیظ (سب کا محافظ) المقیت (قوت دینے والا) الحسیب (کفایت کرنے والا) الجلیل (بزرگ) الحکیم (بہت دانا) الودود (محبت کرنے والا) المجید (بزرگ) الباعث (بھیجنے والا رسولوں کا) الشہید (ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا) الحق (حق) الوکیل (کارساز) القوی (توانا) المتین (مضبوط) الولی (دوست) الحمید (جس کی حمد کی گئی) المحصی (گننے والا) المبدی (آغاز کرنے والا) المعید (دوبارہ لوٹانے والا) المحی (زندہ کرنے والا) الممیت (مارنے والا) الحی (زندہ) القیوم (دوسروں کو زندہ رکھنے والا) الواجد (پانے والا) الماجد (بزرگی والا) الواحد (اکیلا) الاحد (یکتا) الصمد (بے نیاز) القادر (قدرت والا) المقتدر (قوت والا) المقدم (آگے کرنے والا) المؤخر (پیچھے کرنے والا) الاول (سب سے پہلے) الآخر (سب سے پیچھے) الظاہر (آشکارا) الباطن (پوشیدہ) البر (احسان کرنے والا) التواب (توبہ قبول کرنے والا) المنتقم (بدلہ لینے والا) العفو (معاف فرمانے والا) الرئوف (بہت مہربان) مالک الملک (سارے ملکوں کا مالک) ذوالجلال والاکرام (بزرگی اور انعام والا) الوالی (ملک) المتعال (سب سے بلند) المقسط (انصاف کرنے والا) الجامع (جمع کرنے والا) الغنی (غنی) المغنی (غنی کرنے والا) المانع (باز رکھنے والا) الضار (ضرر پہنچانے والا) النافع (نفع دینے والا) النور (روشنی والا) الهادی (راہ دکھانے والا) البدیع (نیا پیدا کرنے والا) الباقی (ہمیشہ رہنے والا) الوارث (مالک) الرشید (سب کی رہنمائی کرنے والا) الصبور (بڑا تحمل کرنے والا)۔(1)

امام ابن ابی الدنیا نے الدعا میں، طبرانی، ابوالشیخ، الحاکم، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ننانوے ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں دامن طلب پھیلاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو اَلرَّحْمٰنُ، اَلرَّحِیْمُ، اَلْاِلٰهُ الرَّبُّ، اَلْمَلِكُ، اَلْقُدُّوْسُ، اَلسَّلَامُ، اَلْمُؤْمِنُ، اَلْمُهَيْمِنُ، اَلْعَزِيْزُ، اَلْجَبَّارُ، اَلْمُتَكَبِّرُ، اَلْخَالِقُ، اَلْبَارِئُ، اَلْمُصَوِّرُ، اَلْحَلِيْمُ، اَلْعَلِيْمُ، اَلسَّمِيْعُ، اَلْبَصِيْرُ، اَلْحَيُّ، اَلْقَيُّوْمُ، اَلْوَاسِعُ، اَللَّطِيْفُ، اَلْخَبِيْرُ، اَلْحَنَّانُ، اَلْمَنَّانُ، اَلْبَدِيْعُ، اَلْغَفُوْرُ، اَلْوَدُوْدُ، اَلشَّكُوْرُ، اَلْمَجِيْدُ، اَلْمُبْدِئُ، اَلْمُعِيْدُ، اَلنُّوْرُ، اَلْبَادِئُ، ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ اَلْقَائِمُ، اَلْاَوَّلُ، اَلْآخِرُ، اَلظَّاهِرُ، اَلْبَاطِنُ، اَلْعَفُوُّ، اَلْغَفَّارُ، اَلْوَهَّابُ اور اَلْفَرْدُ۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اَلْقَادِرُ، اَلْاَحَدُ، اَلصَّمَدُ، اَلْوَكِيْلُ، اَلْكَافِيْ، اَلْبَاقِيْ، اَلْمُغِيْثُ، اَلدَّائِمُ، اَلْمُتَعَالِيْ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، اَلْمَوْلٰى، اَلنَّصِيْرُ، اَلْحَقُّ، اَلْمُبِيْنُ، اَلْوَارِثُ، اَلْمُنِيْرُ، اَلْبَاعِثُ، اَلْقَدِيْرُ، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ اَلْمُجِيْبُ، اَلْمُحْيِيْ، اَلْمُمِيْتُ، اَلْحَمِيْدُ۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اَلْجَمِيْلُ، اَلصَّادِقُ، اَلْحَفِيْظُ، اَلْمُحِيْطُ، اَلْكَبِيْرُ، اَلْقَرِيْبُ، اَلرَّقِيْبُ، اَلْفَتَّاحُ، اَلتَّوَّابُ، اَلْقَدِيْمُ، اَلْوِتْرُ، اَلْفَاطِرُ، اَلرَّزَّاقُ، اَلْعَلَّامُ، اَلْعَلِيُّ، اَلْعَظِيْمُ، اَلْغَنِيُّ، اَلْمَلِيْكُ، اَلْمُقْتَدِرُ،

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 62(41)، دارالکتب العلمیہ بیروت

اَلْاِکْرَامُ، اَلرَّؤُوْفُ، اَلْمُدَبِّرُ، اَلْمَالِكُ، اَلْقَاهِرُ، اَلْهَادِیُ، اَلشَّاكِرُ، اَلْكَرِيْمُ، اَلرَّفِيْعُ، اَلشَّهِيْدُ، اَلْوَاحِدُ، ذَا الطَّوْلِ، ذَا الْمَعَارِجِ، ذَا الْفَضْلِ، اَلْكَفِيْلُ، اَلْجَلِيْلُ۔(1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ قرآن پاک میں موجود ہیں۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے ابوجعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ سے ان ننانوے اسماء حسنی کے بارے سوال کیا کہ انہیں جس نے پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ قرآن کریم میں ہیں۔ پانچ اسمائے گرامی سورۂ فاتحہ میں ہیں۔ یا الله، یا رب، یا رحمن، یا رحیم اور یا مالك۔ سورۃ البقرہ میں تینتیس اسماء ہیں۔ یا محیط، یا قدیر، یا علیم، یا حکیم، یا علی، یا عظیم، یا تواب، یا بصیر، یا ولی، یا واسع، یا کافی، یارء وف، یا بدیع، یا شاکر، یا واحد، یا سمیع، یا قابض، یا باسط، یا حی، یا قیوم، یاغنی، یا حمید، یا غفور، یا حلیم، یا اله، یا قریب، یا مجیب، یا عزیز، یا نصیر، یا قوی، یا شدید، یا سریع، یا خبیر، سورۂ آل عمران میں یہ ہیں: یا وهاب، یا قائم، یا صادق، یا باعث، یا منعم اور یا متفضل۔ سورۃ النساء میں یہ اسماء ہیں۔ یا رقیب، یا حسیب، یا شهید، یا مقیت، یا وکیل، یا علی، یا کبیر۔ اور سورۃ الانعام میں یہ ہیں۔ یافاطر، یا قاهر، یا لطیف، یا برهان اور سورۃ الاعراف میں یا محیی اور یا ممیت ہیں۔ سورۃ الانفال میں یا نعم المولی اور یا نعم النصیر ہیں۔ سورۂ ہود میں یہ اسماء ہیں۔ یا حفیظ، یا مجید، یا ودود اور یا فعال لمایرید ہیں اور سورۂ الرعد میں یہ اسماء ہیں۔ یاکبیر اور یا متعال، سورۂ ابراہیم میں یا منان اور یاوارث ہیں۔ اور سورۃ الحجر میں یا خلاق، سورۂ مریم میں یافرد، سورۂ طٰہٰ میں یا غفار، قد افلح میں یا کریم، سورۂ نور میں یا حق اور یا مبین۔ سورۂ فرقان میں یا هادی، سورۂ سبا میں یا فتاح، سورۂ زمر میں یا عالم، سورۂ غافر میں یا غافر، یا قابل التوبة، یا ذا الطول، یا رفیع، سورۃ الذاریات میں یا رزاق، یا ذا القوة، یا متین۔ سورۃ الطور میں یابر، سورۂ اقتربت میں یا ملیك، یا مقتدر۔ سورۃ الرحمٰن میں یا ذاالجلال والا کرام، یا رب المشرقین، یا رب المغربین، یا باقی، یا مهیمن۔ سورۃ الحدید میں یا اول، یا آخر، یا ظاهر، یا باطن۔ سورۃ الحشر میں یا ملك، یا قدوس، یا سلام، یا مؤمن، یا مهیمن، یا عزیز، یا جبار، یا متکبر، یا خالق، یا باری، یا مصور، سورۂ البروج میں یا مبدی، یا معید، سورۃ الفجر میں یا وتر اور سورۃ الاخلاص میں یا احد اور یا صمد موجود ہیں۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے کوئی غم واندوہ یا حزن وملال لاحق ہو تو اسے اس طرح التجا کرنی چاہیے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِيَتِیْ فِیْ يَدِكَ، مَاضٍ فِیْ حُكْمِكَ، عَدْلٌ فِیْ قَضَائِكَ، اَسْاَلُكَ بِكُلِّ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 63 (42) دارالکتب العلمیہ بیروت

اسمٍ هُوَلَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ، اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ، وَ نُوْرَ بَصَرِيْ، وَذِهَابَ هَمِّيْ وَجِلَاءَ حُزْنِيْ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کبھی بھی کسی پریشان حال اور غم زدہ آدمی نے یہ کلمات کہے اللہ تعالیٰ اس سے غم اور پریشانی دور فرما دے گا اور اس کے غم کو فرحت و وسعت میں بدل دے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم یہ کلمات سیکھ نہ لیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں، تم خود بھی انہیں سیکھو اور یہ کلمات دوسروں کو بھی سکھاؤ۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ کا وہ اسم مبارک سکھا دیجئے کہ جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے تو وہ اسے قبول فرمالے۔ تو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اٹھو اور وضو کرو۔ پھر مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر دعا مانگو یہاں تک کہ میں اسے سنوں۔ چنانچہ آپ نے اسی طرح کیا۔ جب دعا کے لیے بیٹھیں تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: اے اللہ! اسے توفیق عطا فرما۔ تو پھر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس طرح دعا کی ''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ بِجَمِيْعِ اَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْنَا مِنْهَا وَ مَالَمْ نَعْلَمْ، وَاَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَمِ الْكَبِيْرِ الْاَكْبَرِ الَّذِيْ مَنْ دَعَاكَ بِهٖ اَجَبْتَهٗ، وَمَنْ سَأَلَكَ بِهٖ اَعْطَيْتَهٗ'' یہ سن کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے صحیح کہا، تو نے صحیح کہا۔

رہا ارشاد خداوندی وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ تو اس کے بارے ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الالحاد کا معنی تکذیب (جھٹلانا) ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس ارشاد کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ انہوں نے العزیز سے عزیٰ مشتق کیا اور لفظ اللہ سے اللات مشتق کر لیا۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت عطا نے کہا: الحاد کا معنی مضاھاۃ (نقل اتارنا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اعمش رحمہ اللہ ے يُلْحِدُوْنَ کو يَلْحَدُوْنَ پڑھا ہے اور یہ لحد سے ماخوذ ہے۔ اور اس کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ اس میں وہ کچھ داخل کرتے ہیں جو اس میں سے نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایسے الفاظ داخل کرتے ہیں جو اس کے اسماء میں سے نہیں ہیں)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے يُلْحِدُوْنَ کا معنی يُشْرِكُوْنَ کیا ہے (یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شریک کرتے ہیں) (2)

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ کا معنی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تکذیب کرتے ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 159، بیروت
2۔ ایضاً

وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

''اور ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا فرمایا ایک امت ہے جو راہ دکھاتی ہے حق کے ساتھ اور حق کے ساتھ ہی عدل وانصاف کرتی ہے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ کے متعلق ابن جریج نے کہا: ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت ہے جو حق کے ساتھ حکم لگاتے ہیں، فیصلہ کرتے ہیں اور (حق کے ساتھ ہی) لیتے ہیں اور عطا کرتے ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب یہ آیت کریمہ پڑھتے تو یہ فرمایا کرتے تھے: یہ آیت تمہارے ہی لیے ہے۔ اسی کی مثل تم سے پہلے ایک قوم کو عطا کیا گیا اور فرمایا وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ (الاعراف) (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے جب بھی ان کا نزول ہوگا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک فرقہ کے سوا سب جہنم میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ یہی وہ فرقہ ہے جو اس امت میں سے نجات پائے گا۔

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾

''اور جنہوں نے تکذیب کی ہماری آیتوں کی تو ہم آہستہ آہستہ پستی میں گرا دیں گے انہیں اس طرح کہ انہیں علم تک نہ ہوگا اور میں مہلت دیتا ہوں انہیں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پختہ ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں سَنَسْتَدْرِجُهُمْ کا معنی ہے عنقریب ہم انہیں پکڑلیں گے اور کہا کہ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ سے مراد عذاب بدر ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن مثنیٰ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ کے بارے کہا: کہ جب بھی وہ نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم انہیں ایک نئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں جو انہیں استغفار بھلا دیتی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 160، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 161

امام ابن ابی الدنیا، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں اسی آیت کے بارے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم انہیں نعمتیں وافر اور کامل عطا کریں گے اور ان کا شکر ادا کرنے سے انہیں روک دیں گے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ اُمۡلِیۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ كَيۡدِیۡ مَتِيۡنٌ کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان سے (عذاب کو) روک لیا گیا ہے اور انہیں ان کے رسولوں کے خلاف مہلت دی گئی ہے۔ بے شک میری تدبیر انتہائی شدید ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دی اور یہ آیت نازل فرمائی "فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ...... الایہ" (توبہ:5) (سو تم مشرکین کو قتل کر دو، جہاں بھی تم انہیں پاؤ)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کید اللہ (اللہ تعالیٰ کی تدبیر) سے مراد عذاب اور سخت سزا ہے۔

اَوَ لَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۸۴﴾

"کیا اب تک نہیں غور و فکر کیا انہوں نے۔ ان کے صاحب پر تو جنون کا ذرا اثر نہیں۔ نہیں ہے وہ مگر کھلم کھلا ڈرانے والا"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر کھڑے ہوئے اور قریش کو ان کے خاندانوں کے نام لے کر بلایا: اے بنی فلاں، اے بنی فلاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی جانب سے نازل ہونے والے تصادم سے ڈراتے رہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک نے کہا: بلاشبہ تمہارے یہ صاحب تو مجنون ہیں، چیختے چلاتے اور شور مچاتے رات گزار دی یہاں تک کہ صبح کر دی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَوَ لَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ۔(1)

اَوَ لَمۡ يَنۡظُرُوۡا فِىۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ۙ وَّاَنۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ ۚ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾

"کیا انہوں نے غور سے نہیں دیکھا آسمانوں اور زمین کی وسیع مملکت میں اور (اس میں) جو چیز پیدا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اور اس میں کہ شاید نزدیک آ گئی ہو ان کی مقررہ میعاد۔ تو کس بات پر وہ اس (قرآن) کے بعد ایمان لے آئیں گے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 162، بیروت

امام احمد اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے المصنف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر پر لے جایا گیا (یعنی شب معراج) میں نے دیکھا کہ جب ہم ساتویں آسمان کے آخر تک پہنچے تو میں نے اوپر کی جانب نظر اٹھائی۔ تو اچانک میں نے گرج، چمک اور عذاب کی بجلی گرتی دیکھی۔ فرمایا کہ میں ایک قوم کے پاس جن کے پیٹ ان مکانوں کی طرح تھے جن میں سانپ ہوں۔ وہ ان کے پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے۔ تو میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔ پھر جب میں آسمان دنیا کی طرف اترا تو میں نے اپنے سے نیچے کی طرف دیکھا تو وہاں شور و شغب، دھواں اور مختلف آوازیں دیکھیں۔ تو میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: شیاطین ہیں جو بنی آدم کی آنکھوں کو بند کر رہے ہیں تاکہ وہ آسمانوں اور زمین کی وسیع مملکت میں غور و فکر نہ کرنے لگیں اور اگر اس طرح نہ ہو تو یقیناً وہ عجائبات قدرت کا مشاہدہ کریں (1)۔

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

"جسے گمراہ کر دے اللہ تعالیٰ تو نہیں کوئی ہدایت دینے والا اسے۔ وہ رہنے دیتا ہے انہیں کہ اپنی گمراہی میں بھٹکتے رہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیا پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر کہا: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ تو آپ کے سامنے ایک نوجوان تھا جس نے غیر عربی زبان میں کوئی بات کہی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ترجمان سے کہا: کہ اس کی بات کے بارے بتائے وہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: کہ اس کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرے گا۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تجھے گمراہ کر دے اور تجھے جہنم میں داخل کر دے۔ اگر معاہدہ میں خیانت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا، پس لوگ منتشر ہوئے اس حال میں کہ ان کے مابین مسئلہ تقدیر میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ واللہ اعلم۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 353، دار صادر بیروت

''وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے قیامت کے متعلق کہ کب ہوگا اس کا وقوع۔ آپ کہیے کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، نہیں ظاہر کرے گا اسے اپنے وقت پر مگر وہی، یہ (حادثہ) بہت گراں ہے آسمانوں اور زمین میں۔ نہ آئے گی تم پر مگر اچانک۔ وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا آپ خوب تحقیق کر چکے ہیں اس کے متعلق۔ آپ فرمایئے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حمل بن ابی قشیر اور سمول بن زید نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ہمیں بتایئے قیامت کب آئے گی؟ اگر آپ نبی ہیں جیسا کہ آپ دعویٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔(1)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا کا معنی ہے قیامت کب قائم ہوگی۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ۔ فرمایا قریش نے کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے قیامت کی علامت بیان کیجیے کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان قرابت کا رشتہ موجود ہے۔ تو رب کریم نے فرمایا يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا آپ خوب تحقیق کر چکے ہیں اس کے متعلق۔ آپ فرمایئے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے)۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرمایا کرتے تھے ''قیامت لوگوں کو گرا دے گی، درآنحالیکہ ایک آدمی اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہا ہوگا، ایک آدمی اپنے حوض کی اصلاح کر رہا ہوگا، ایک آدمی اپنے ترازو کو اوپر نیچے کر رہا ہوگا اور ایک آدمی اپنا ساز و سامان منڈی میں رکھ رہا ہوگا کہ اچانک تم پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا (یعنی قیامت قائم ہو جائے گی)(2)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اَيَّانَ مُرْسٰىهَا کا معنی ہے قیامت کی انتہا کب ہوگی۔ یعنی مُرْسٰىهَا بمعنی مُنْتَهَاهَا ہے(3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ لیکن میں تمہیں اس کی علامات بتاتا ہوں اور وہ کچھ جو اس سے پہلے وقوع پذیر ہوگا۔ بے شک اس سے پہلے فتنہ اور قتل (ہرج) عام ہوگا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنہ کا مفہوم تو ہم جانتے ہیں لیکن ہرج کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہرج حبشی زبان میں قتل کو کہتے ہیں۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے پوچھا گیا۔ اس وقت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لَا يَعْلَمُهَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 163، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 164 3۔ ایضاً

اِلَّا اللّٰهُ وَلَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ" اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے بارے کوئی نہیں جانتا اور وہی اسے اپنے وقت پر ظاہر کرے گا (الف)۔ البتہ میں تمہیں اس کی علامات کے بارے بتاتا ہوں: کہ اس سے پہلے فتنے اور ہرج برپا ہوگا۔ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرج کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حبشی زبان میں ہرج سے مراد قتل ہے۔ لوگوں کے دل خشک ہو جائیں گے۔ ان کے درمیان منافرت پیدا ہو جائے گی اور کوئی کسی کو نہیں پہچانتا ہوگا۔ صاحب عقل اٹھ جائیں گے اور کم عقل لوگ باقی رہ جائیں گے۔ نہ وہ نیکی کو پہچانتے ہوں گے اور نہ ہی وہ منکر کا انکار کریں گے (1)۔

امام مسلم، ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اور آپ نے اپنے وصال سے ایک مہینہ پہلے یہ فرمایا کہ تم مجھ سے قیامت کے بارے پوچھتے ہو۔ بے شک اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جو نوزائیدہ بچہ آج سطح زمین پر موجود ہے اس پر سو سال گزریں گے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے کہا: السلام علیک یا روح اللہ۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ وعلیک یا روح اللہ۔ اے روح اللہ! آپ پر بھی سلام ہو۔ پھر آپ نے کہا: اے جبرئیل! قیامت کب آئے گی؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پروں کو جھاڑا۔ پھر کہا: مسئول عنہا سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں انتہائی ثقیل اور بھاری ہے، وہ اچانک ہی تم پر آئے گی۔ یا یہ کہا لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے اپنے وقت پر ظاہر کرے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ کا مفہوم حضرت مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اسے اللہ تعالیٰ ہی لائے گا (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: وہ اسے اپنے وقت پر ظاہر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا (4)۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 602 (12368) دار الفکر بیروت
2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب فضائل الصحابۃ، جلد 16، صفحہ 74 (2538) دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 164، بیروت　4۔ ایضاً

(الف) کیا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقوع قیامت کے وقت کا علم عطا فرمایا گیا یا نہیں؟ تو اس کے بارے علامہ زرقانی شرح المواہب میں رقمطراز ہیں "علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا ذکر سورہ لقمان کی آخری آیت میں ہے علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا"۔ (شرح المواہب، جلد 1، صفحہ 265) اور تفسیر کبیر میں ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، البتہ ان کو عطا فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں، (جلد 10، صفحہ 678) اور علامہ بیجوری شرح قصیدہ بردہ شریف صفحہ 74 پر فرماتے ہیں۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچوں غیبوں کا علم عطا فرما دیا۔ اور شیخ عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب اس کے بارے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ان پانچوں کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے جب کہ ایک صاحب تصرف امتی کے لیے ان پانچوں کے علم کے بغیر تصرف ممکن نہیں۔ صفحہ 158۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ آپ کو وصال سے قبل ان کا علم عطا فرما دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ (الکلمۃ العلیاء صفحہ 92)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی وضاحت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مخلوق میں سے کوئی شے بھی نہیں ہے مگر اسے قیامت کے دن ضرور ضرر اور تکلیف پہنچے گی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا کہ اسی کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس کا عمل (قیامت کا وقوع) زمین وآسمان کے باسیوں پر انتہائی ثقیل اور گراں ہے۔ بلاشبہ وہ اس کے بارے نہیں جانتے۔ اور حسن نے کہا: کہ جب قیامت قائم ہوگی تو وہ زمین وآسمان کے باسیوں پر انتہائی ثقیل ہوگی۔ وہ کہتے ہیں: وہ ان پر انتہائی گراں ہوگی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے یہ کہا: کہ جب قیامت قائم ہوگی تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے، سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے اور ہر شے اڑادی جائے گی جو زمین پر ہوگی۔ اور یہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ قیامت کا ثقل اور شدت زمین وآسمان دونوں پر ہوگی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً کا معنی ہے کہ وہ اچانک آجائے گی حالانکہ تم ابھی امن میں ہو گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی پر قیامت قائم ہو جائے گی اس حال میں کہ لقمہ اس کے منہ میں ہوگا اور وہ اسے نہ چبا سکے گا، نہ نگل سکے گا اور نہ ہی باہر پھینک سکے گا اور دو آدمیوں پر اس طرح قائم ہوگی کہ وہ اپنے درمیان خرید و فروخت کے لیے کپڑا پھیلائے ہوئے ہوں گے۔ پس نہ تو وہ اسے لپیٹ سکیں گے اور نہ ہی اس کی باہمی بیع کی فرصت پاسکیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ منادی یہ اعلان کرے گا: اے لوگو! تم پر قیامت آچکی ہے، تم پر قیامت آچکی ہے۔ وہ یہ اعلان تین بار کرے گا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ کا مفہوم حضرت سدی رحمہ اللہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے اپنے وقت مقررہ پر بھیجے گا۔ اور ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی ہے۔ اور کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل نہیں جانتا کہ وہ کب قائم ہوگی۔ اور لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً کے بارے کہا: کہ وہ اچانک ناگاہ ان پر آجائے گی اور وہ اس سے غافل ہوں گے (3)۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ "كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا" کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ اس کے بارے سوال کر کے تحقیق کر چکے ہیں یہاں تک کہ آپ نے اس کے بارے جان لیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ "كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا" کے متعلق حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر میں سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 165، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 66-165

ایک نے کہا۔ کہ گویا آپ اس کے بارے جانتے ہیں۔ اور دوسرے نے کہا۔ یہ ضروری ہے کہ اس کے بارے پوچھا جائے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ "كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا" کا مفہوم حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے گویا تم نے قیامت کے بارے بار بار سوال کیا ہے یہاں تک کہ تم نے اس کے بارے یقین حاصل کرلیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں گویا کہ آپ اس کے متعلق جانتے ہیں یعنی آپ تو اس کے متعلق نہیں جانتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: گویا آپ اسے گہرائی سے جاننے والے ہیں (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کے اور ان کے درمیان محبت ہے گویا آپ ان کے دوست ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب لوگوں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک قوم کا سوال پوچھا۔ گویا کہ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ بے شک قیامت کا علم اس کے پاس ہے اور اس نے اس کا علم اپنے ساتھ خاص فرما رکھا ہے اور اس پر اس نے کسی فرشتے یا رسول کو مطلع نہیں کیا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اس آیت کے متعلق حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے گویا کہ آپ ان کے دوست ہیں لہٰذا جب بھی وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے (اس کے بارے) سوال کرتے ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر نقل کی ہے گویا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ وہ آپ سے قیامت کے بارے سوال کریں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح پڑھتے تھے كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے: گویا کہ قیامت کے متعلق ان کا آپ سے سوال کرنا آپ کو خوش کرتا ہے تاکہ اس کے متعلق ہم آپ کو آگاہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے آپ سے مخفی کر دیا اور آپ کو مطلع نہ کیا اور فرمایا: فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (النازعات) "اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق"۔ اور فرمایا: اَكَادُ اُخْفِيْهَا (طہٰ:15) "میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں"۔ اور حضرت ابی کی قرأت میں ہے "اَكَادُ اُخْفِيْهَا مِنْ نَفْسِي"

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قریش نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کہا: بلاشبہ ہمارے اور آپ کے مابین رشتہ داری اور قرابت ہے۔ لہٰذا ہمیں بتائیے قیامت کب آئے گی؟ تو اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 168، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 166

تعالیٰ نے فرمایا یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ”وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا کہ آپ خوب تحقیق کر چکے ہیں اس کے متعلق“(1)۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚۛ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

”آپ کہیے: نہیں مالک ہوں میں اپنے آپ کے لیے نفع کا اور نہ ضرر کا، مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ اور اگر میں (تعلیم الٰہی کے بغیر) جان لیتا غیب کو تو خود ہی بہت جمع کر لیتا خیر سے اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف۔ نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا (نافرمانوں کو) اور خوش خبری سنانے والا اس قوم کو جو ایمان لائی ہے“۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں یقیناً جان لیتا جب میں کوئی چیز خریدتا کہ اس میں مجھے اتنا نفع ہوگا اور میں کوئی چیز نہ بیچتا مگر تب جب کہ مجھے اس میں نفع ہوتا۔ اور وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ کے بارے فرمایا ”اور مجھے فقر و افلاس نہ پہنچتا“۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا ہے قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا کا معنی ہے میں اپنے آپ کے لیے ہدایت اور گمراہی کا مالک نہیں ہوں۔ اور وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ کا مفہوم ہے۔ اگر میں جان لیتا کہ مجھے موت کب آئے گی اور لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ کا معنی ہے تو میں خود ہی بہت عمل صالح جمع کر لیتا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے: میں بالیقین کسی شر اور تکلیف کے لاحق ہونے سے پہلے اس سے اجتناب کرتا (2)۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ۖ وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 67-166، بیروت

2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 169

"وہ (خدا ہے) جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک نفس سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا تا کہ اطمینان حاصل کرے اس (جوڑے) سے پھر جب مرد ڈھانپ لیتا ہے عورت کو تو حاملہ ہو جاتی ہے ہلکے سے حمل سے پھر چلتی پھرتی رہتی ہے اس کے ساتھ۔ پھر جب وہ بوجھل ہو جاتی ہے تو دعا مانگتے ہیں (میاں بیوی) اللہ سے جو ان کا رب ہے کہ اگر تو عنایت فرمائے ہمیں تندرست لڑکا تو ہم ضرور ہو جائیں گے (تیرے) شکر گزار بندوں سے پس جب اللہ عطا کرتا ہے انہیں تندرست لڑکا تو دونوں بناتے ہیں اللہ کے ساتھ شریک اس میں جو اس نے انہیں دیا۔ تو بلند و برتر ہے اللہ ان سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں کیا وہ شریک بناتے ہیں اسے جس نے پیدا نہیں کی کوئی چیز اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور وہ نہیں طاقت رکھتے ان کو مدد پہنچانے کی اور نہ اپنی آپ مدد کر سکتے ہیں اور اگر تو بلائے انہیں ہدایت کی طرف تو نہ پیروی کریں گے تمہاری، یکساں ہے تمہارے لیے خواہ تم بلاؤ انہیں یا تم خاموش رہو"۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت حوا علیہا السلام کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے ان کے گرد چکر لگایا۔ ان کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ تو ابلیس نے کہا: بچے کا نام عبد الحارث رکھو، تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اس کا نام عبد الحارث رکھا تو وہ زندہ رہا۔ پس یہ شیطان کے الہام اور اس کے حکم سے ایسا ہوا(1)۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے بچے کا نام عبد الحارث رکھا(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت حوا حاملہ ہوئیں حالانکہ ان کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا: تم دونوں اس بچے کا نام عبد الحارث رکھنا۔ یہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا نام عبد الحارث رکھا۔ اور یہ شیطان کے الہام اور اس کے امر سے ہوا۔ (الف)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 173، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

(الف) یہ روایات اہل کتاب کے آثار سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب اہل کتاب تم سے حدیث بیان کریں تو تم ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب"۔ ان کی روایات کی تین قسمیں ہیں (۱) جن کی صحت کتاب وسنت سے ثابت ہے (۲) جن کا کذب ثابت ہے (۳) جن کا صدق و کذب متعین نہیں۔ ان روایات کا کذب ہمیں معلوم ہے کیونکہ اگر دونوں میاں بیوی سے مراد حضرت آدم اور حوا علیہما السلام ہوں تو لازم آئے گا کہ وہ دونوں مشرک ہوں کیونکہ مابعد آیت میں ہے کہ جب اللہ نے انہیں صحیح وسالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا لیے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور معصوم ہیں ان کا شرک کرنا عادۃً محال ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد 3، صفحہ 265، مطبوعہ بیروت) جن روایات میں حضرت آدم وحوا کی طرف شرک کی نسبت ہوتی ہے وہ باطل ہیں۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ امام بغوی نے لکھا ہے کہ دعا کرنے والوں اور شریک ٹھہرانے والوں سے مراد بعض علماء نے یہود ونصاریٰ لیے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد عطا فرمائی تھی اور انہوں نے انہیں یہودی اور عیسائی بنا دیا تھا۔ ابن کیسان کہتے ہیں کہ ان سے مراد وہ کفار ہیں جو اپنی اولاد کے نام عبد العزیٰ، عبد مناف، عبد اللات اور عبد الشمس رکھتے تھے۔ اور حضرت عکرمہ اور حسن فرماتے ہیں۔ کہ مراد حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہے۔ یعنی کفار مکہ اور دوسرے لوگوں نے خدا کے شریک ٹھہرائے۔ یہاں دونوں جگہ مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت حوا حاملہ ہوئیں۔تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا: کیا تو میری بات تسلیم کرے گی تیرا بچہ سلامت رہے گا؟ اس کا نام عبدالحارث رکھنا۔تو انہوں نے اس طرح نہ کیا۔چنانچہ بچہ پیدا ہوا اور مر گیا۔پھر حاملہ ہوئیں تو شیطان نے پھر پہلے کی طرح کہا۔مگر آپ نے اس کا کہنا نہ مانا۔پھر جب تیسری بار حاملہ ہوئیں۔تو وہ پھر آیا اور آ کر کہا: اگر تو میری بات کی پیروی کرے گی تو وہ تیرے لیے سلامت رہے گا۔ورنہ وہ چوپایہ ہو جائے گا۔پس اس نے آپ کو خوف زدہ کیا، تو آپ نے اس کی بات مان لی۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بچے کی ولادت ہوئی تو آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔پھر ابلیس دونوں کے پاس آیا اور کہا: تم نے اپنے اس بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: عبداللہ۔اس سے پہلے بھی ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا اور انہوں نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا۔تو ابلیس نے کہا: کیا تم دونوں یہ گمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنا غلام (عبد) تم دونوں کے پاس چھوڑ دے گا؟ قسم بخدا! وہ اسے بھی اسی طرح لے جائے گا جیسے وہ دوسرے کو لے گیا۔البتہ میں تمہاری رہنمائی ایک ایسے نام پر کرتا ہوں، جو تمہارے لیے باقی رہے گا جب تک تم باقی رہے، پس تم اس کا نام عبد شمس رکھ دو۔چنانچہ انہوں نے یہی نام رکھ دیا۔پس اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا سورج کسی شے کو تخلیق نہیں کر سکتا۔بے شک وہ تو خود مخلوق ہے۔راوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان نے انہیں دو بار دھوکہ دیا" حضرت زید نے کہا: ایک بار جنت میں اس نے دونوں کو دھوکہ دیا اور ایک بار زمین پر دھوکہ دیا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو زمین پر اتارا تو آپ کے نفس میں اپنی بیوی کی جانب شہوت و میلان بھی ڈال دیا۔پس اس کے سبب آپ کے جذبات میں انگیخت پیدا ہوئی اور آپ نے ان سے تعلق زوجیت قائم کیا۔پس آپ کے اس ملاپ سے وہ حاملہ ہو گئیں اور جب وہ حاملہ ہو گئیں تو بچے نے جب ان کے پیٹ میں حرکت کی۔تو انہوں نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو ابلیس ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: بے شک تم حاملہ ہو اور بچے کو جنم دو گی۔آپ نے کہا: کیا میں بچہ جنوں گی؟ اس نے کہا۔کیا دیکھ نہیں رہی مگر یہ کہ اونٹنی، گائے، بھیڑ یا بکری وہ بھی اسی (عمل) کا بعض ہے اور وہ (بچہ) آپ کی ناک، آپ کی آنکھ یا آپ کے کان سے خارج ہوگا۔آپ نے کہا: قسم بخدا! مجھ میں کوئی شے نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اس سے تنگ ہوگی۔اس نے کہا میری پیروی کرو اور اس کا نام عبدالحارث رکھو۔ملائکہ میں اس کا نام حارث تھا۔تم اپنی مثل جنم دو گی۔آپ نے اس کا ذکر حضرت آدم علیہ السلام سے کیا۔تو انہوں نے کہا: وہ ہمارا وہ ساتھی ہے جسے میں جانتا ہوں۔سو وہ بچہ مر گیا پھر آپ دوسرے

رکھا گیا ہے اس لیے اس قول کی تائید شرکاء کا لفظ بھی کرتا ہے جو جمع کے صیغہ کے ساتھ مذکور ہے۔(تفسیر مظہری، جلد 3، صفحہ 519) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ آیات حضرت آدم وحوا کے متعلق ہیں تو پھر یہ مشرکین کے رد میں نازل ہوئی ہیں اور اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہاں ہمزہ استفہام مقدر ہے یعنی اَجعلا لہ شرکاء اور ان کا معنی اس طرح ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی دعا کے موافق ان کو صحیح وسالم بیٹا عطا کر دیا تو کیا انہوں نے اللہ کے شریک گھڑ لیے تھے؟ تو اے مشرکو! تم کیوں اللہ کے لیے شریک گھڑتے ہو؟ اور اللہ اس چیز سے بلند ہے جس میں یہ مشرک اللہ کے لیے شریک بناتے ہیں۔(تبیان القرآن، جلد 4، صفحہ 491)

بچے سے حاملہ ہوئیں۔ پھر ابلیس آپ کے پاس آیا اور کہا: میری بات مانو ورنہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ کیونکہ پہلے کو بھی میں نے ہی مارا تھا۔ آپ نے پھر اس کا ذکر حضرت آدم علیہ السلام سے کیا تو آپ نے پہلے کی طرح اب بھی کہا۔ پھر آپ تیسرے بچے سے حاملہ ہوئیں۔ پھر ابلیس آپ کے پاس آیا۔ اور پہلے کی طرح اب بھی کیا۔ تو آپ نے اس کا تذکرہ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کیا۔ تو اس بار آپ نے اسے ناپسند نہ کیا۔ تو آپ نے بچے کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ تو اس کی متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت حوا علیہا السلام حاملہ تھیں۔ ان کے پاس ابلیس آیا اور کہا: میں تم دونوں کا وہ ساتھی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا، تا کہ تو میری پیروی کرے۔ یا اس لیے تا کہ میں اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کر دوں۔ پس وہ بچہ تیرے پیٹ سے نکلے گا اور اسے پھاڑ دے گا اور میں اس طرح کروں گا۔ چنانچہ اس نے دونوں کو خوب خوف زدہ کیا۔ تا کہ وہ اس کا نام عبدالحارث رکھیں۔ تو ان دونوں نے اس کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ تو مردہ بچہ باہر آیا۔ پھر آپ حاملہ ہوئیں۔ پھر ابلیس دونوں کے پاس آیا اور پہلے کی مثل گفتگو کی۔ انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو پھر مردہ بچہ پیدا ہوا۔ پھر آپ حاملہ ہوئیں اور ابلیس دونوں کے پاس آیا اور پہلے کی طرح گفتگو کی اور دونوں کے دل میں بچے کی محبت کا ادراک کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے بچے کا نام عبدالحارث رکھا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا۔(1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے بچے کا نام جو حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے رکھا، وہ عبدالرحمٰن ہے پھر وہ فوت ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک کا نام صالح رکھا اور وہ بھی فوت ہو گیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کے لیے بچے جنتی تھیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ان کی خدمت کرتی تھیں اور ان کا نام عبداللہ اور عبیداللہ رکھتیں۔ اسی طرح ہوتا یہاں تک کہ انہیں موت آ جاتی۔ پھر آپ کے پاس اور حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ابلیس آیا اور کہا: بلاشبہ جو نام تم رکھتے ہو اگر ان کے علاوہ کوئی اور نام رکھو گے تو بچہ زندہ رہے گا، تو پھر آپ نے ایک بچہ کو جنم دیا اور اس کا نام عبدالحارث رکھا۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ الی آخر الآیہ(2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ آیت بعض اہل ملل کے بارے نازل ہوئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے نہیں(3)۔

عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرأت اس طرح کی ہے: حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ۔

امام ابوالشیخ نے ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا کے متعلق حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد5، صفحہ 174، دار الصمیعی الریاض　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد9، صفحہ 173، بیروت

3۔ ایضاً، جلد9، صفحہ 175

خَفِيفًا سے مراد ہے جب تک حمل ظاہر نہ ہوتا۔ اور فَمَرَّتْ بِهٖ سے مراد ہے جب آپ کا حمل ظاہر ہو جاتا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَمَرَّتْ بِهٖ کی تفسیر میں کہا۔ پس وہ شکایت کرتی ہے کیا وہ حاملہ ہے یا نہیں؟ (1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ایوب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهٖ کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: وہ عورت شکایت کرتی ہے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں؟ (2)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ایوب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اگر میں عربی ہوتا تو میں اسے جانتا۔ بے شک وہ مسلسل حمل سے رہتی ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: وہ حاملہ ہوتی ہے نطفہ سے۔ اور فمرت بہ کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ پھر وہ مسلسل حمل کے ساتھ رہتی ہے (4)۔

امام سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَمَرَّتْ بِهٖ کا معنی کرتے ہوئے فرمایا: پھر وہ مسلسل حمل کے ساتھ رہتی ہے (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے یہی کہا کہ پھر وہ مسلسل اس حمل کے ساتھ رہتی ہے (6)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت میمون بن مہران سے فَمَرَّتْ بِهٖ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ اس حمل کو ہلکا محسوس کرتی ہے۔

ابوالشیخ نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ کی تفسیر میں کہا کہ جب بچہ اس کے پیٹ میں بڑا ہو جاتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوصالح رحمہ اللہ نے لَئِنْ اٰتَيْتَنَا کی تفسیر میں کہا وہ دونوں خوف زدہ ہوتے ہیں کہ کہیں وہ چوپایہ ہو۔ تو دونوں کہتے ہیں: اگر تو ہمیں تندرست انسان عطا فرمائے۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دونوں کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ انسان ہی نہ ہو۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر تو ہمیں تندرست لڑکا عنایت فرمائے (7)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ کے بارے فرمایا: وہ اطاعت و پیروی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہیں حالانکہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں بناتے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے شُرَكَآءَ کی قرأت شین کے کسرہ کے ساتھ کی ہے یعنی جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 171، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 170
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 171
5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 173، دار الصمیعی الریاض
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 170
7۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 108، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ سفیان نے جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ دونوں نام میں اس کا شریک بنالیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ابلیس کی کنیت ابو کدوس ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ موصل اور مفصول سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَاۤ اٰتٰىهُمَا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کی شان میں ہے کہ انہوں نے اسماء میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ اور آپ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ کے بارے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے ان سے جنہیں مشرکین شریک بناتے ہیں اور یہ ان دونوں کے لیے معین نہیں (1)۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شرک نہیں کیا۔ کیونکہ اس کا اول حصہ شکر ہے اور اس کا آخر ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد آنے والوں کے لیے بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ کے بارے سدی نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام سے متعلقہ آیت کے درمیان بطور فصل مذکور ہے اور یہ اہل عرب کے معبودان باطلہ کے ساتھ خاص ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو حاتم رحمہما اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت بطور فصل مذکور ہے کہ ان دونوں نے بچے کے سلسلے میں ابلیس کی اطاعت و پیروی کی۔ اور فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یہ آیت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قوم سے متعلق ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ شرک اس کی اطاعت و پیروی میں تھا۔ اس کی عبادت میں شرک نہیں تھا۔ اور انہوں نے کہا کہ حضرت حسن کہا کرتے تھے: وہ یہود و نصاریٰ ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد عطا فرمائی، تو انہوں نے اسے یہودی اور عیسائی بنا دیا (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ سے متعلقہ حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد اولاد آدم اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے بعد شرک کیا (4)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد پاکی بیان کرنا ہے۔ یعنی انکف نفسہ۔ اس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔ کہتے ہیں: اس نے اپنی عظمت بیان کی ہے اور ملائکہ نے اس کی پاکی بیان کی ہے اور ہر شے نے اس کی تسبیح بیان کی ہے۔

امام ابن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ اور جب وہ انہیں تندرست اولاد عطا فرما دیتا ہے تو وہ اسے یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ تو اس کے بارے آپ کہتے ہیں یعنی وہ اس کی پیروی کرتے ہیں جو کسی شے کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یہ شیاطین کسی شے کو پیدا نہیں کر سکتے اور یہ خود پیدا کیے گئے ہیں بلکہ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا کے بارے کہتے ہیں۔ کہ جس کے لیے وہ انہیں پکارتے ہیں وہ ان کو مدد پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 177، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 176 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۱۹۴﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۱۹۵﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِينَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۷﴾

''(اے کفار) بے شک وہ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا بندے ہیں تمہاری طرح تو پکارو انہیں پس چاہیے کہ قبول کریں تمہاری پکار کو اگر تم سچے ہو کیا ان کے پاؤں ہیں چلتے ہیں وہ جن کے ساتھ یا کیا ان کے ہاتھ ہیں پکڑتے ہیں وہ جن کے ساتھ یا کیا ان کی آنکھیں ہیں دیکھتے ہیں جن سے یا کیا ان کے کان ہیں وہ سنتے ہیں جن کے ساتھ آپ کہیے پکارو اپنے شریکوں کو پھر سازش کرو میرے خلاف اور مت مہلت دو مجھے یقیناً میرا حمایتی اللہ ہے جس نے اتاری یہ کتاب۔ اور وہ حمایت کیا کرتا ہے نیک بندوں کی اور جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا وہ طاقت نہیں رکھتے تمہاری امداد کی اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورج اور چاند کو لایا جائے گا یہاں تک کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا جائے گا اور انہیں بھی لایا جائے گا جو ان کی عبادت اور پوجا کرتے تھے۔ انہیں کہا جائے گا فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ''پکارو انہیں پس چاہیے کہ قبول کریں تمہاری پکار کو اگر تم سچے ہو''۔

وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوا ۖ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿۱۹۸﴾

''اور اگر تم بلاؤ انہیں ہدایت کی طرف تو وہ نہ سنیں گے اور تو دیکھے گا انہیں کہ دیکھ رہے ہیں تیری طرف حالانکہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا''۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ کی تفسیر میں سدی نے کہا کہ ان سے مراد مشرکین ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا اور تو دیکھے گا کہ دیکھ رہے ہیں تیری طرف حالانکہ انہیں وہ نظر ہی نہیں آتا جس ہدایت کی طرف تم انہیں بلا رہے ہو۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِينَ ﴿۱۹۹﴾

"قبول کیجئے معذرت (خطا کاروں سے) اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رخ (انور) پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے"۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، نسائی، نحاس نے ناسخ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت لوگوں کے اخلاق کے بارے نازل ہوئی خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ اور ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کے اخلاق سے عفوودرگزر کو اپنا لیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، طبرانی نے الاوسط میں، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ کی تفسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کے اخلاق میں سے عفوودرگزر کو اپنا لیں (2)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے مکارم اخلاق میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے اخلاق میں سے عفوودرگزر کو اپنا لوں۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا میں نہیں جانتا یہاں تک کہ میں جاننے والے سے پوچھ لوں......! چنانچہ جبرئیل علیہ السلام واپس گئے اور لوٹ کر واپس آئے تو کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ جو آپ کے ساتھ ظلم کرے آپ اسے معاف کر دیں جو تمہیں محروم رکھے آپ اسے عطا کرتے رہیں اور جو آپ کے ساتھ قطع تعلقی کرے آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! اس آیت کی تاویل کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں اس کے بارے پوچھ لوں۔ چنانچہ وہ اوپر چڑھے اور پھر نیچے اترے تو کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ اس سے درگزر فرمائیں جو آپ کے ساتھ ظلم وزیادتی کرے آپ اسے عطا کریں جو آپ کو محروم رکھے آپ اس سے صلہ رحمی کریں جو آپ سے قطع تعلقی کرے۔ تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں دنیا اور آخرت کے اعلیٰ ترین اخلاق پر تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس سے درگزر کرے جو تیرے ساتھ ظلم کرے، اسے عطا کرے جو تجھے محروم رکھے اور اس سے صلہ رحمی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 182، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب العلم، جلد 1، صفحہ 430 (213) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 184

کرے جو تیرے ساتھ قطع تعلقی کر لے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: قسم بخدا! میں ان (کفار) میں سے ستر افراد کا مثلہ کروں گا۔ تو اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر حاضر ہوئے: خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا پھر وہ واپس لوٹ کر دوبارہ آئے تو کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم ارشاد فرما رہا ہے کہ آپ اسے معاف کر دیں جس نے آپ پر ظلم کیا اور اس سے صلہ رحمی کریں جس نے آپ سے قطع تعلقی کی اور اسے عطا کریں جس نے آپ کو محروم رکھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ کے بارے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: معافی اور درگزر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق میں سے ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ لوگوں کے اخلاق اور بغیر تجسس و تفتیش کے ان کے اعمال میں سے ہے۔ اور "وامر بالعرف" کا معنی بیان فرمایا کہ آپ نیکی کا حکم دیں (1)۔

امام بخاری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عیینہ بن حصن بن بدر آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس آ کر ٹھہرا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے قربت حاصل تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجالس اور آپ کی مشاورت کے ساتھی قراء کچھ بوڑھے تھے یا کچھ نوجوان تھے۔ تو عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے بھائی کے بیٹے! کیا تیرا اس امیر کے ساتھ کچھ تعلق ہے؟ مجھے اس سے ملاقات کی اجازت لے دو۔ انہوں نے جواب دیا: میں عنقریب تمہیں ان سے ملاقات کی اجازت لے دوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حر نے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے اجازت مرحمت فرما دی۔ پس جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو کہا: یا ابن الخطاب! یہ کیا ہے؟ قسم بخدا! نہ تو آپ ہمیں عطیات عطا فرماتے ہیں اور نہ ہی ہمارے درمیان عدل سے فیصلے کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت غصے میں آ گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے سخت سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ تو یہ دیکھ کر حر نے آپ کو کہا: اے امیر المومنین! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ اور بلاشبہ یہ جاہلین میں سے ہے۔ قسم بخدا! جونہی انہوں نے یہ آیت تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف آگے نہ بڑھے اور آپ کتاب اللہ کے اسی حکم پر ٹھہر گئے (2)۔

امام ابن ابی حاتم ابن وہب کی سند سے مالک بن انس سے اور انہوں نے عبد اللہ بن نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 84-182 2۔ شعب الایمان، باب فی صلۃ الارحام، جلد 6، صفحہ 315 (8314) دار الکتب العلمیہ بیروت

سالم بن عبداللہ اہل شام کے اونٹوں کے پاس سے گزرے اور ان میں گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا: ایسی گھنٹی سے منع کیا گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تمہاری نسبت زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ بڑی گھنٹی مکروہ ہے مگر اس قسم کی گھنٹی میں کوئی حرج نہیں...... پس حضرت سالم رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (اور رخ انور جاہلوں سے پھیر لیجئے)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ کے متعلق حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ وہ اخلاق ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا اور اس پر آپ کی رہنمائی فرمائی (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اولین و آخرین کے اچھے اخلاق پر تیری رہنمائی نہ کروں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جی ہاں ضرور فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اسے عطا کر جو تجھے محروم رکھے، اس سے درگزر کر جو تیرے ساتھ زیادتی کرے اور اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلقی کرے (2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: کیا میں تجھے اہل دنیا اور اہل آخرت کے افضل ترین اخلاق کے بارے خبر نہ دوں؟ تو اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلقی کرے، اسے عطا کر جو تجھے محروم رکھے اور اسے معاف کر دے جو تیرے ساتھ ظلم کرے (3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلقی کرے اور اس سے درگزر کر جو تیرے ساتھ زیادتی کرے (4)۔

بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلقی کرے اور اس سے درگزر کر جو تیرے ساتھ ظلم کرے (5)۔

امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی دنیا اور آخرت کے خوبصورت اور اچھے اخلاق پر نہ کروں؟ (وہ یہ ہے) کہ تو اس سے صلہ رحمی کرے جو تیرے ساتھ قطع تعلقی کرے اور تو اسے عطا کرے جو تجھے محروم کرے اور تو اس سے درگزر کرے جو تیرے ساتھ ظلم کرے (6)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی دنیا اور آخرت کے مکارم اخلاق پر نہ کروں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: جی ہاں ضرور یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے صلہ رحمی کر جو تیرے ساتھ قطع تعلقی کرے، اسے عطا کر جو تجھے محروم رکھے اور اسے معاف کر دے جو تیرے ساتھ زیادتی کرے (7)۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سند سے معمر سے، انہوں نے ابو اسحاق ہمدانی سے اور انہوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 185

2۔ شعب الایمان، باب فی صلۃ الارحام، جلد 6، صفحہ 222 (7956) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً

4۔ ایضاً

5۔ ایضاً

6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 261 (8080)

7۔ ایضاً، (8081)

نے ابن ابی حسین سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی اہل دنیا اور آخرت کے اعلیٰ اخلاق پر نہ کروں؟ (پھر فرمایا) تو اس سے صلہ رحمی کرے جس نے تیرے ساتھ قطع تعلقی کی، اسے عطا کرے جس نے تجھے محروم رکھا اور اسے معاف کر دے جس نے تیرے ساتھ زیادتی کی۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث مرسل حسن ہے(1)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے مکارم اخلاق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ صریح ایمان ہرگز نہیں پا سکے گا یہاں تک کہ وہ اس سے صلہ رحمی کرے جس نے اس سے قطع تعلقی کی، اسے معاف کر دے جس نے اس کے ساتھ زیادتی کی اسے بخش دے جس نے اسے گالی گلوچ دی اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے جس نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ تو اسے معاف کر دے جو تیرے ساتھ زیادتی کرے، اس سے صلہ رحمی کرے جو تیرے ساتھ قطع تعلقی کرے اور اسے عطا کرے جو تجھے محروم رکھے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔

ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عفو و درگزر کو پسند فرمایا اور اس کا حکم ارشاد فرمایا۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فضائل میں سے افضل ترین یہ ہے کہ تو اس سے صلہ رحمی کرے جس نے تیرے ساتھ قطع تعلقی کی، تو اسے عطا کرے جس نے تجھے محروم کیا اور تو اس سے درگزر کرے جس نے تجھے برا بھلا کہا(2)۔

امام سلفی رحمہ اللہ نے طیوریات میں حضرت نافع رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر پر جاتے تو اپنے ساتھ ایک احمق لے جاتے اور اس سے احمقوں کا احمقانہ پن دور فرماتے۔

امام ابن عدی اور بیہقی نے الشعب میں ابن شوذب رحمہم اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم مکحول کے پاس تھے اور ہمارے ساتھ سلیمان بن موسیٰ بھی تھا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے سلیمان پر بڑے فضل و احسان کا اظہار کیا اور سلیمان خاموش رہا کہ اتنے میں سلیمان کا بھائی آ گیا اور اس نے اسے جواب دے کر خاموش کرایا۔ تو حضرت مکحول نے کہا: وہ ذلیل و رسوا ہوا جس کے پاس کوئی سفیہ (بے وقوف) نہیں(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے مالوں میں سے جتنے کی آپ کو اجازت دی گئی ہے وہ لے لو اور وہ جو شے بھی آپ کے پاس لے کر آئیں آپ اسے لے لو۔ یہ حکم سورہ برأت میں صدقات فرضیہ اور ان کی تفصیل نازل ہونے سے پہلے کا ہے(4)۔

1۔ شعب الایمان، باب فی حسن الاخلاق، جلد 6، صفحہ 312 (8300)
2۔ معجم کبیر، جلد 20، صفحہ 188 (413) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ شعب الایمان، باب فی رد السلام، جلد 6، صفحہ 526 (9160)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 183

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ خُذِالْعَفْوَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عفو یعنی فالتو مال لے لو اور اسے خرچ کر دو اور وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ عرف کا معنی معروف ہے۔ یعنی نیکی کا حکم دو۔

امام طستی رحمہ اللہ نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے آپ سے کہا: کہ خُذِالْعَفْوَ کے بارے مجھے بتایئے تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے ان کے مالوں سے فضل (فالتو مال) لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ تیرے لیے لے لیں اس نے کہا: کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے عبید بن ابرص کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

یَعْفُوْ عَنِ الْجَهْلِ وَالسَّوْآتِ كَمَا يُدْرِكُ غَيْثُ الرَّبِيعِ ذُالطَّرِدِ

" وہ جہالت اور برے کاموں کو مٹا دیتا ہے جیسا کہ موسم بہار کی موٹے قطروں والی بارش موسم خزاں کے اثرات کو مٹا دیتی ہے"۔

امام ابن جریر اور نحاس رحمہما اللہ نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ خُذِالْعَفْوَ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: تم مال میں سے فالتو لے لو۔ پھر اس حکم کو زکوۃ نے منسوخ کر دیا (1)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی نے کہا: خُذِالْعَفْوَ والی آیت نازل ہوئی تو ہر آدمی اپنے مال میں سے اتنا روک لیتا جو اس کے لیے کافی ہو جاتا اور فالتو مال صدقہ کر دیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کے ساتھ اسے منسوخ کر دیا۔ اور وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ کے بارے فرمایا کہ عرف سے مراد معروف یعنی نیکی ہے (اور نیکی کا حکم دو) اور " وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ " کے متعلق فرمایا۔ یہ آیت نماز، زکوۃ اور قتال کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو رکنے (باز رہنے، اعراض کرنے) کا حکم دیا۔ اور پھر قتال نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی " اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا " (الحج: 39) الآیہ " اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنا پر کہ ان پر ظلم کیا گیا"۔

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

" اور اگر پہنچے آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ تو فوراً پناہ مانگیے اللہ سے۔ بے شک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی خُذِالْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے میرے رب! غضب کے ہوتے ہوئے ان کی بجا آوری کیسے ممکن ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ ...... الآیہ (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے متعلق حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہ دشمن (وسوسہ اندازی) کو چاہنے اور اس کا ارادہ کرنے والا ہے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 183 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 185 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّیْطَانِ مِنْ هَمَزِهٖ وَ نَفْثِهٖ وَ نَفْخِهٖ'' آپ نے کہا ھمزہ سے مراد موت، نفثہ سے مراد شعر اور نفخہ سے مراد بڑائی اور تکبر ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

''بے شک وہ لوگ جو تقویٰ اختیار کیے ہیں جب چھوتا ہے انہیں کوئی خیال شیطان کی طرف سے تو وہ (خدا کو) یاد کرنے لگتے ہیں تو فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان کھینچ لے جاتے ہیں انہیں گمراہی میں، پھر (انہیں گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے اور (اے محبوب!) جب آپ نہیں لاتے ان کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں کیوں نہ بنالیا تم نے خود اسے۔ فرمایئے میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب سے۔ یہ روشن دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہیں اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا کے متعلق حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ ان سے مراد مومنین ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے ذم الغضب میں، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس سے مراد غضب اور غصہ ہے (1)۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ الطیف سے مراد غضب ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آیت میں طٰٓىِٕفٌ یعنی یہ لفظ الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور تَذَكَّرُوْا کی تفسیر میں کہا کہ وہ برائی اور گناہ کا قصد کرتا ہے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب وہ پھسلتے ہیں تو توبہ کرتے ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت وہب بن جریر رحمہ اللہ کی سند سے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں حسن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا: اے ابوسعید! اس آدمی کے بارے میں کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 187، دار احیاء التراث العربی بیروت

کہتے ہو جو گناہ کا ارتکاب کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کی توبہ کے سبب اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس آدمی نے کہا: پھر اگر وہ دوبارہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر توبہ کر لیتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: اس نے اپنی توبہ کے سبب اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف وکرامت میں اضافہ کر لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے مجھے کہا: کیا تم نے وہ سنا نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے؟ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال گندم کی بالی (سٹے) کی طرح ہے، کبھی وہ جھکتا ہے اور کبھی سیدھا ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں تکبر ہوتا ہے۔ اور جب اس کے مالک نے اسے کاٹ دیا تو اس نے اپنے عمل کو قابل تعریف بنا لیا جیسا کہ بالی کا مالک اپنی گندم کے لائق ہو گیا پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔(1)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ مومن کو کافر کا نام نہیں دیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے عبد مومن کو کافر کا نام نہیں دیا۔ بلکہ اسے متقی کہا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پڑھتے سنا: اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ یعنی آپ نے طٰٓئِفٌ کو الف کے ساتھ پڑھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ سے، انہوں نے حضرت ابراہیم اور یحییٰ بن وثاب رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک نے طٰٓئِفٌ اور دوسرے نے طیف پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے بھی طٰٓئِفٌ کو الف کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ الطائف سے مراد شیطان کی جانب سے آنے والا وسوسہ اور خیال ہے۔ اور تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ کی تفسیر میں کہتے ہیں جب وہ معصیت اور گناہ سے باز آ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور شیطان اور اس کے بھائیوں کی نافرمانی کرتے ہیں۔ فرمایا: جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اور پھر انہیں گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ اس کے بارے کہا نہ ہی انسان برائی کے اعمال کرتے ہیں اور نہ ہی شیاطین انہیں روک سکتے ہیں۔ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اے محبوب! جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں: تم نے خود ہی اسے کیوں نہیں بنا لیا، تم نے خود ہی اسے کیوں نہیں گھڑ لیا اور اسے بنا لیا۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَاِخْوَانُهُمْ مِّنَ الشَّيَاطِيْنِ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ" کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ جن ہیں جو انسانوں میں سے اپنے دوستوں کے

1۔ شعب الایمان، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، جلد 5، صفحہ 408، دار الکتب العلمیہ بیروت

ذہنوں میں باتیں ڈالتے ہیں۔ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ اس کے بارے کہتے ہیں پھر ان سے فخر میں مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں تم نے اپنی جانب سے ہی کیوں نہ بنالی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ شیطان کے بھائی انہیں جاہل اور حقیر سمجھ کر گمراہی میں کھینچ لاتے ہیں اور آپ نے لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا کا معنی بیان کیا، کہ تم نے اسے خود ہی کیوں نہ بنالیا(1)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر حزن و ملال کے آثار نمایاں دیکھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ریش مبارک کو پکڑا اور فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل امین آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ میں نے کہا۔ ہاں بالیقین ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں" اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو جبرئیل نے کہا: بے شک آپ کے بعد انتہائی قلیل مدت میں آپ کی امت فتنہ میں مبتلا ہو جائے گی۔ میں نے کہا: کیا وہ کفر کا فتنہ ہوگا یا گمراہی کا؟ تو جبریل نے کہا: عنقریب سب کچھ ہوگا۔ میں نے کہا: وہ کہاں سے آئے گا حالانکہ میں ان میں کتاب اللہ چھوڑ کر جاؤں گا؟ تو جبرئیل نے کہا: وہ کتاب اللہ کے ساتھ گمراہ ہو جائیں گے اور اس کی ابتداء ان کے قراء اور امراء کی جانب سے ہوگی کہ امراء لوگوں کو اپنے حقوق سے منع کریں گے اور وہ حقوق انہیں نہیں دیں گے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور قراء امراء کی خواہشات کی پیروی کریں گے۔ پس وہ انہیں گمراہی میں کھینچ لائیں گے اور پھر انہیں گمراہ کرنے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! جو ان میں سے محفوظ رہنا چاہے وہ کس طرح بچ سکے گا؟ تو جبرئیل نے کہا: رکنے اور صبر کرنے کے ساتھ کہ اگر وہ ان کو کچھ دے دیں تو وہ اسے لے لیں اور اگر وہ اسے روک لیں (یعنی دینے سے انکار کر دیں) تو یہ اسے چھوڑ دیں(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں تو اسی قرآن کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ هٰذَا بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ یہ روشن دلائل ہیں تمہارے رب کی طرف سے۔ پس تم اسے سمجھ لو۔ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ اور یہ ہدایت اور رحمت ہے اس کے لیے جو اس کے ساتھ ایمان لایا، اس کے مطابق عمل کیا اور پھر اسی پر فوت ہو گیا۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

"اور جب پڑھا جائے قرآن (مجید) تو کان لگا کر سنو اسے اور چپ ہو جاؤ تاکہ تم پر رحمت کی جائے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ اِذَا قُرِئَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 189 2۔ نوادر الاصول، الاصل الثالث، جلد 1، صفحہ 210، بیروت

الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت آوازیں بلند کرنے کے بارے نازل ہوئی۔ دار آنحالیکہ وہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہوں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا فرض نماز کے بارے میں ہے (یعنی جب فرض نماز کے دوران قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو) (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ تو قوم نے آپ کے پیچھے قرأت کی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرأت کرتے تھے تو آپ کی اقتداء میں پڑھنے والے بھی اسی کی مثل پڑھتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کی طرح کہتے۔ یہاں تک کہ فاتحۃ الکتاب اور سورت مکمل ہو جاتی۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے اسے باقی رکھنا چاہا اسی طرح ہوتا رہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا...... الآیہ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کرتے اور وہ خاموش رہتے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے حضور نبی کریم علی الصلوٰۃ والتسلیم کے پیچھے نماز میں قرأت کی۔ تو یہ آیت نازل کی گئی۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا...... الآیہ (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا کیا: ہر وہ آدمی جو سنے کہ قرآن پڑھا جا رہا ہے، اس پر غور سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر کہا: کہ یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا امام کی قرآت کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب امام قرآن کریم پڑھے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور لوگوں کو سنا کہ وہ آپ کے پیچھے قرأت کر رہے ہیں۔ سو جب آپ (نماز سے فارغ ہو کر) پیچھے مڑے تو فرمایا: کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم سمجھو، کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس طرح اپنی عقل سے سمجھو جیسے تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ کہ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا" جب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 193، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 194
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 181، دار الصمیعی الریاض
4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 155، دار الفکر بیروت
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 225، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3

قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو''(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ابو وائل سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق فرمایا: قرآن (سننے) کے لیے اس طرح خاموش رہ جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نماز میں مشغول ہونا ہے اور وہ امام تیرے لیے کافی ہوگا(2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت کو چھوڑ دیا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو''عَنْ اَبِی ہُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ، اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ، فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا، وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا''(5)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جس کا امام ہے تو اس کی قرأت اس کی قرأت ہے''مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَتُہٗ لَہٗ قِرَاءَۃٌ''(6)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے جس نئی چیز (بدعت) کا آغاز کیا وہ قرأت خلف الامام ہے۔ حالانکہ وہ پہلے قرأت نہیں کرتے تھے۔''اَوَّلُ مَا اَحْدَثُوا الْقِرَاءَۃُ خَلْفَ الْاِمَامِ وَکَانُوْ لَا یَقْرَأُوْنَ''

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت انصار میں سے ایک نوجوان کے بارے نازل ہوئی۔ کیونکہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کوئی شے پڑھتے تو وہ بھی اسی طرح پڑھتا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا۔(7)

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب اپنے صحابہ کرام کو نماز پڑھاتے تو جب آپ قرأت کرتے تو صحابہ کرام بھی آپ کے پیچھے قرأت کرتے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا پس قوم خاموش رہتی اور حضور نبی کریم ﷺ قرأت کرتے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے ائمہ جب قرأت کرتے تو وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 192
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 330 (3780)
3۔ ایضاً (3781)
4۔ ایضاً (3783)
5۔ ایضاً، باب من کرہ القراءۃ خلف الامام، جلد 1، صفحہ 331 (3799)
6۔ ایضاً، (3802)
7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 192

بھی انہی کی مثل قرأت کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے اسے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرأت کرتے تھے اور ایک آدمی بھی قرأت کرتا تھا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ (1)

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن پڑھنے والے وہ ائمہ نہیں ہیں جن کے لیے ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ نماز میں کلام کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ (2)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا درآنحالیکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ اس سے پہلے ایک آدمی اپنی نماز میں گفتگو کرتا رہا اور اپنے کام کے بارے حکم دیتا رہا۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم دوران نماز آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ تو پھر قرآن کریم کا یہ حکم نازل ہوا: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ (3)

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ نماز کی حالت میں باہم گفتگو کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز کے دوران گفتگو کرنے سے منع فرمادیا (4)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلمان نماز کی حالت میں باتیں کرتے تھے جیسے یہود و نصاریٰ باتیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (5)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مذکورہ آیت کے مطابق جب سب سے پہلے حکم دیا گیا اس وقت لوگ دوران نماز باتیں کرتے تھے حتیٰ کہ ایک آدمی آتا تھا اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے، تو وہ اپنے ساتھی سے آکر کہتا: تم کتنی نماز پڑھ چکے ہو؟ وہ جواب دیتا، اتنی رکعتیں پڑھ چکے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 225　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 192　3۔ ایضاً

4۔ سنن کبری از بیہقی، جلد 2، صفحہ 155، دارالفکر بیروت　5۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 450، المجلس العلمی بیروت

نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا تو اس کے ذریعے انہیں غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاموش رہنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے تا کہ بندہ غور سے سنے اور اسے یاد اور حفظ کر سکے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ہرگز نہیں سمجھیں گے یہاں تک کہ وہ خاموشی اختیار کریں۔ خاموش رہنے کا تعلق زبان کے ساتھ ہے اور غور سے سننے کا تعلق کانوں کے ساتھ ہے(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت نماز جمعہ، نماز عیدین اور ان نمازوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے(2)۔

امام ابن ابی اتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بندۂ مومن قرآن کریم کی طرف کان لگا کر سننے کی کوشش میں ہوتا ہے، خاص کر نماز جمعہ، نماز عیدین اور ان نمازوں میں جن میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز اور خطبہ میں آوازیں بلند کرنے کے سبب نازل ہوئی۔ کیونکہ خطبہ بھی نماز ہی ہے اور فرمایا: جس نے جمعہ کے دن گفتگو کی اس حال میں کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں حکم نماز اور جمعہ کے دن خطبہ کے دوران گفتگو کرنے کے بارے ہے(3)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے بیان کیا کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دو صورتوں میں خاموشی اختیار کرنا واجب ہے: ایک نماز میں جب کہ امام قرأت کر رہا ہو اور دوسرا جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو(4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا جمعہ کے دن خاموشی اختیار کرنا کس نے واجب کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (اعراف: 204) فرمایا کیا اس سے لوگوں کو نماز اور جمعہ میں خاموش رہنے کا گمان ہوا ہے؟ میں نے کہا: جمعہ کے دن خاموش رہنا اور قرأت کے دوران خاموش رہنا کیا برابر ہے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے قول باری تعالیٰ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 194
2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 155، دار الفکر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 195
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 196

اَنْصِتُوْا کے متعلق فرمایا کہ یہ حکم فرض نماز اور ذکر کے وقت ہے (1)۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ حالت نماز میں جب جنت اور دوزخ کا ذکر سنتے تھے تو اپنی آوازیں بلند کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ...... الآیہ (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جب نماز میں قرآن پڑھا جائے اور جب وحی نازل ہو رہی ہو (تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ آپ ناپسند کرتے تھے کہ جب امام آیت خوف یا آیت رحمت پڑھے تو اس کے پیچھے سے کوئی آدمی کچھ کہے۔ آپ فرماتے خاموش رہو (3)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عثمان بن زائدہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ پر قرآن پڑھا جاتا تو وہ اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آپ اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیتے تھے۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا اور آپ ناپسند کرتے تھے کہ آپ اپنی آنکھ اور دیگر جوارح میں سے کسی کو قرآن کریم سننے کے سوا کسی اور کام میں مشغول رکھیں۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ میں کسی آیت کو خوب کان لگا کر سنا تو اس کے لیے دوگنا نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور جس کسی نے اس کی تلاوت کی تو قیامت کے دن وہ اس کے لیے نور ہوگی (4)۔

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝۲۰۵

''اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور زبان سے بھی چلائے بغیر (یوں یاد کرو) صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی اور نہ ہو جاؤ (یاد الٰہی سے) غافل رہنے والوں سے''۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے یاد کرے اور اسے غفلت سے منع کیا ہے۔ چاہے صبح کا وقت ہو یعنی صبح کی نماز یا شام کا وقت ہو (5)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوصخر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ الْاٰصَالِ سے مراد ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: اس میں حکم یہ ہے کہ جب امام نماز پڑھے تو قرأت کو غور سے سنو اور خاموش رہو اور وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 225 (8329) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 107، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 194
4۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 341، دار صادر بیروت
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 198، داراحیاء التراث العربی بیروت

خاموش رہنے والے! اپنے رب کو یاد کر۔ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور زبان سے بھی چلائے بغیر یعنی ذکر کے ساتھ آواز بلند نہ کر بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور نہ ہو جاؤ (یاد الٰہی سے) غافل رہنے والوں سے (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ کے ضمن میں حضرت عبید بن عمیر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا بندہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، جب میرا بندہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہوں اور جب میرا بندہ جماعت میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی ایسی جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں جو ان کی نسبت احسن اور اکرم ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ آخر الفجر نماز صبح ہے اور آخر العشی نماز عصر ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے وقت ہے یعنی اول الفجر اور آخر الفجر۔ اور اسی کی مثل سورۂ آل عمران میں یہ ارشاد ہے۔ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ (آل عمران) اس میں عشی سے مراد سورج کا غیب (غروب) ہونے کی طرف جھکنا ہے۔ اور ابکار سے مراد فجر کا اول وقت ہے (3)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت معرف بن واصل رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابو وائل کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ سورج کے غروب ہونے کے وقت اپنے غلام کو کہتے آصلنا (ہمیں شام ہوگئی)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ کی تفسیر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا غافل رہنے والوں میں ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے میدان جنگ سے بھاگنے والوں میں سے قتال کرنے والا ہوتا ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بکیر بن اخنس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جمعہ کا دن کسی پر اس حال میں آئے کہ وہ یہ نہ جانتا ہو کہ آج جمعہ کا دن ہے تو اس کا نام غافل رہنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا غفلت تین چیزوں میں پائی جاتی ہے ایک اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے، دوسرا صبح کی نماز پڑھنے کے وقت سے لے کر سورج طلوع ہونے تک اور تیسرا آدمی دین کے معاملہ میں اپنے نفس سے غافل رہے یہاں تک کہ خواہش نفس کا تابع ہو جائے (5)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 195,98 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 197 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 198

4۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 19 (9797)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 5۔ شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ عزوجل شکرھا، جلد 4، صفحہ 180، دار الکتب العلمیہ بیروت

"بے شک جو مقرب ہیں تیرے رب کے وہ تکبر نہیں کیا کرتے اس کی عبادت سے اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اس کی اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں"۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو العریان مجاشعی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے سجدوں کا ذکر فرمایا اور کہا: سورۂ اعراف، رعد، نحل، بنو اسرائیل، مریم، سورۂ حج کا ایک سجدہ، نمل، فرقان، الٓمٓ تنزیل، حٰمٓ تنزیل، صٓ اور مفصل سورتوں میں کوئی سجدہ نہیں (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ علی بن عباس نے قرآن کریم میں دس سجدے شمار کیے ہیں: سورۂ اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، سورہ حج کا پہلا سجدہ، فرقان، نمل، تنزیل، السجدہ اور حٰم السجدہ۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیارہ سجدے کیے ہیں۔ ان میں مفصل میں سے کوئی شے نہیں ہے اور وہ یہ ہیں اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، سورۂ حج کا ایک سجدہ، فرقان، سلیمان، سورۂ نمل، السجدہ، صٓ اور حوامیم کا سجدہ (2)۔

امام ابو داؤد، ابن ماجہ، دار قطنی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قرآن کریم میں پندرہ سجدے پڑھائے۔ ان میں سے تین مفصل سورتوں میں ہیں اور سورۂ حج میں دو سجدے ہیں (3)۔

امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر قرآن کریم پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سورۂ پڑھتے جس میں سجدہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ پاتا (4)۔

امام مسلم، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی انسان آیت سجدہ پڑھے اور اس پر سجدہ کرے تو شیطان روتے ہوئے اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے۔ ہائے ہلاکت! ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کر لیا لہٰذا اس کے لیے جنت ہے۔ اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا، تو میں نے انکار کر دیا۔ لہٰذا میرے لیے جہنم ہے (5)۔

امام بیہقی نے ابن سیرین سے یہ قول بیان کیا ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سجود القرآن کے بارے سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے جسے وہ ادا کرتا ہے یا یہ تطوع ہے جسے تو تبرعاً ادا کرتا ہے۔ اور کوئی مسلمان نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کیا مگر اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک درجہ بلند فرما دیا، یا اس کے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب سجود القرآن، جلد 1، صفحہ 377 (4348) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 313، دار الفکر بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 314

4۔ صحیح مسلم، باب سجود التلاوۃ، جلد 1، صفحہ 215، قدیمی کتب خانہ کراچی

5۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 312، دار الفکر بیروت

عوض اس کا ایک گناہ مٹا دیا، یا اس کے لیے ان دونوں کو ہی جمع کر دیا (یعنی ایک درجہ بھی بلند کر دیا اور ایک گناہ بھی مٹا دیا) (1)

امام بیہقی نے حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کوئی آدمی آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ نہ کرے یہاں تک کہ وہ مکمل آیت پڑھ لے۔ اور جب وہ اس مقام پر آجائے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھائے، تکبیر کہے اور سجدہ کرلے (2)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قرآن کریم پڑھتے تھے۔ جب آیت سجدہ سے گزرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نسائی، دار قطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سجود القرآن میں کہا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سجدہ میں بار بار یہ کہتے تھے میرے چہرے نے یہ سجدہ اس کے لیے کیا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور اس کی آنکھ اور کان کی جگہوں کو اپنی قوت وطاقت کے ساتھ شق کیا ہے، پس اللہ تبارک وتعالیٰ احسن الخالقین ہے۔ ''سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ، فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ'' (4)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت قیس بن سکن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے ''سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ'' فرمایا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام یہ کہا کرتے تھے ''سَجَدَ وَجْهِيَ مُتَعَفِّرًا فِي التُّرَابِ لِخَالِقِيْ وَحَقَّ لَهٗ'' (اپنے خالق کی رضا کے لیے خاک میں لتھڑے ہوئے میرے چہرے نے سجدہ کیا اور یہ اس کا حق ہے) پھر کہا۔ سبحان اللہ! انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا کلام آپ میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ اپنے سجدوں میں کہا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدَ سَوَادِيْ وَبِكَ آمَنَ فُؤَادِيْ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عِلْمًا يَنْفَعُنِيْ وَعِلْمًا يَرْفَعُنِيْ'' (اے اللہ! تیرے لیے میرے وجود نے سجدہ کیا اور میرا دل تیرے ساتھ ایمان لایا، اے اللہ! مجھے ایسا علم عطا فرما جو میرے لیے نفع بخش ہو، اور ایسا علم عطا فرما جو میرے لیے باعث رفعت وبلندی ہو) (6)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وہ جب آیت سجدہ پڑھتے تو، سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (ہمارا رب پاک ہے بے شک ہمارے رب کا وعدہ بالیقین پورا ہونے والا ہے) اس کے بعد تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہتے (7)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کوئی آدمی سجدہ نہ کرے مگر جب کہ وہ پاک ہو

1۔ سنن کبری از بیہقی، جلد 2، صفحہ 322، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 325
3۔ ایضاً
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی سجود القرآن وما یقرأ فیہ، جلد 1، صفحہ 380 (4374)
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 380 (4376)
6۔ ایضاً (4373)
7۔ ایضاً (4378)

(یعنی باوضو ہو)(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ مکروہ جانتے تھے کہ جب وہ آیت سجدہ پر پہنچیں تو اس سے آگے گزر جائیں۔ یہاں تک کہ وہ سجدہ کرلیں (یعنی سجدہ کئے بغیر آگے گزرنا ناپسند کرتے تھے)(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر جمعۃ المبارک منبر پر سورۂ اعراف کی آخری آیات کی قرأت نہیں چھوڑتے تھے۔(3)

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب لا یسجد الا طاهرا، جلد 2، صفحہ 325، دارالفکر بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب من کرہ اذا مر بسجدۃ ان یجاوزھا حتی یسجد، جلد 1، صفحہ 378 (4353)

3۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد 2، صفحہ 472، دارالکتب العلمیہ بیروت

آیاتھا ۷۵ سُوۡرَۃُ الۡاَنۡفَالِ مَدَنِیَّۃٌ ۸ رکوعاتھا ۱۰

امام نحاس نے ناسخ میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: سورۂ انفال مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورہ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

امام سعید بن منصور، امام بخاری، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: سورہ انفال کہاں نازل ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ بدر میں نازل ہوئی۔ اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں وہ بدر کی سورت ہے (1)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ۪ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۝

"دریافت کرتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے متعلق۔ آپ فرمایئے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ پس ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات کی اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اگر تم ایماندار ہو"۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب بدر کا دن تھا تو میرا بھائی عمیر قتل ہو گیا اور میں نے سعید بن العاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی۔ اسے ذا الکتیعہ کہا جاتا تھا۔ میں وہ تلوار لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے مال مقبوض (مال غنیمت) میں رکھ دو۔ پس میں اپنے پاس موجود ساز و سامان سمیت لوٹا اور اللہ تعالیٰ کے سوا میرے بھائی کے قتل اور میرے چھینے ہوئے مال کو لینے کے بارے کوئی نہیں جانتا تھا۔ سو میں تھوڑا ہی دور آیا تھا کہ اتنے میں سورۂ انفال نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: جاؤ اور اپنی تلوار لے لو (2)۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ آج اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے نجات عطا فرمائی ہے۔ کیا یہ تلوار

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 200، دار الصمیعی الریاض 2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 180، دار صادر بیروت

میرے لیے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تلوار نہ تیرے لیے ہے اور نہ ہی میرے لیے ہے۔ اسے رکھ دو۔ سو میں نے اسے رکھ دیا اور پھر واپس لوٹ گیا۔ میں نے دل میں کہا: قریب ہے آج یہ تلوار اسے دے دی جائے جو میری طرح کی آزمائش میں مبتلا نہیں کیا گیا کہ اچانک پیچھے سے مجھے ایک آدمی بلانے گیا۔ میں نے پوچھا: کیا کسی شے کا کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: تو نے مجھ سے اس تلوار کے بارے پوچھا ہے حالانکہ یہ میری نہیں ہے۔ بے شک یہ مجھے عطا کی گئی ہے۔ لہٰذا اب یہ تیرے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔(1)

امام ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: چار آیات میرے بارے میں نازل ہوئیں والدین کے ساتھ حسن سلوک، مال غنیمت، ثلث اور شراب کی حرمت۔

امام طیالسی، بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم، نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: کتاب اللہ میں سے چار آیات میرے بارے میں نازل ہوئیں: میری ماں نے یہ قسم کھائی کہ وہ نہ کھائے گی اور نہ پیے گی یہاں تک کہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مفارقت اور علیحدگی اختیار کرلوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (لقمان:15) ''اور اگر وہ دباؤ ڈالیں تم پر کہ تو میرا شریک ٹھہرائے اس کو جس کا تجھے علم تک نہیں۔ تو ان کا یہ کہنا نہ مان البتہ گزران کروان کے ساتھ دنیا میں خوب صورتی سے''۔ دوسری آیت تب نازل ہوئی جب کہ میں نے تلوار پکڑی تھی اور وہ مجھے پسند تھی۔ تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مجھے عطا فرما دیجئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ''وہ آپ سے غنیمتوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں''۔ تیسری آیت تب نازل ہوئی کہ میں بیمار تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ میں اپنا مال تقسیم کر دوں۔ کیا میں نصف کی وصیت کرسکتا ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے عرض کی: کیا ثلث یعنی تیسرے حصے کی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ تو اس کے بعد ثلث جائز ہوا۔ اور چوتھی آیت کا سبب یہ بنا کہ میں نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر شراب پی۔ تو ان میں سے ایک آدمی نے میری ناک پر اونٹ کی ہڈی دے ماری۔ سو میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے شراب کے حرام ہونے کا حکم نازل فرمایا(2)۔

امام عبد بن حمید، نحاس، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کثیر تعداد میں مال غنیمت آیا، اس میں ایک تلوار تھی۔ میں نے وہ لے لی اور لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ یہ تلوار مجھے عطا فرما دیجئے۔ کیونکہ میں اس کے بارے جانتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اسے وہیں لوٹا دے جہاں سے تو نے اسے لیا ہے۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ یہاں تک کہ جب میں نے اسے مال

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 205، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ الادب المفرد للبخاری، باب برالوالد المشرک، جلد 1، صفحہ 98 (24) بیروت

مقبوض میں پھینکنے کا ارادہ کیا، تو میرے نفس نے مجھے روک لیا۔ چنانچہ میں پھر آپ ﷺ کی طرف لوٹ کر آیا۔ اور عرض کی: یہ مجھے عطا فرما دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے میرے لیے اپنی آواز کو سخت کیا اور فرمایا: اسے وہیں لوٹا دو جہاں سے تم نے اسے لیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن مجھے (مال غنیمت میں سے) ایک تلوار عطا فرمائی اور مال غنیمت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

امام طیالسی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے المعرفۃ میں حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے: کہ انہوں نے کہا: غزوۂ بدر کے دن میں نے ایک تلوار اٹھائی اور وہ لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ یہ تلوار مجھے عطا فرما دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے وہیں رکھ دو جہاں سے اسے اٹھایا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ اور یہی حضرت عبداللہ کی قرأت ہے کہ انفال اسی طرح ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے انفال کے بارے سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم میں اصحاب بدر موجود ہیں۔ یہ اس وقت نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت کے بارے میں اختلاف کیا اور اس کے بارے میں ہمارے اخلاق مناسب نہ رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا اور رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان اسے برابر برابر تقسیم فرمایا(1)۔

امام سعید بن منصور، امام احمد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ بیہقی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر ہوا۔ باہم لوگوں کا مقابلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کیا۔ پس ایک گروہ شکست خوردہ لشکر کے ساتھ لڑتے ہوئے اس کے پیچھے چلا گیا اور ایک گروہ میدان جنگ پر چھا گیا اور مال غنیمت اپنے لیے مخصوص کرنے لگا اور جمع کرنے لگا اور ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تاکہ کوئی دشمن آپ کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔ یہاں تک کہ جب رات ہوئی اور لوگ لوٹ کر آپس میں ایک دوسرے سے ملے۔ تو جنہوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا انہوں نے کہا: ہم نے یہ مال اکٹھا اور جمع کیا ہے۔ لہٰذا اس میں کسی اور کا کوئی حصہ نہیں۔ اور جو دشمن کی تلاش میں نکلے تھے انہوں نے کہا: تم اس مال کے ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔ ہم نے ہی اس سے دشمن کو بھگایا اور ہم نے ہی انہیں شکست سے دوچار کیا۔ اور وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے آپ کے ارد گرد جمع رہے، انہوں نے کہا تم اس مال کے ہم سے بڑھ کر حق دار نہیں ہو۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے رکھا۔ اور ہمیں یہ ڈر تھا کہ کہیں دشمن آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے۔ چنانچہ ہم اس میں مشغول رہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 205

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے مسلمانوں کے مابین تقسیم کیا اور آپ ﷺ جب دشمن کی زمین پر حملہ آور ہوتے تو چوتھائی مال دینے کا اعلان کرتے۔ اور جب واپس لوٹ کر آتے تو ثلث مال غنیمت لوگوں کے سپرد کر دیتے۔ اور آپ مال غنیمت کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے مسلمانوں میں سے قوی اور طاقت ور لوگوں کو چاہیے کہ وہ اسے اپنے میں سے ضعیف اور کمزور لوگوں پر لوٹا دیں (1)۔

امام اسحاق بن راہویہ نے مسند میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سریہ بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی اور اس فتح عطا فرمائی۔ اور جو کوئی ساز و سامان لے کر آیا آپ نے اسے خمس میں سے عطا کیا۔ پھر کچھ آدمی لوٹ کر آئے جو پیش قدمی کرتے ہوئے جنگ لڑتے رہے اور دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے ان سے لڑتے رہے اور انہوں نے مال غنیمت پیچھے چھوڑ دیا۔ نتیجتاً انہوں نے مال غنیمت میں سے کوئی شے حاصل نہ کی۔ تو انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں سے ان لوگوں کا کیا حال ہے جو پیش قدمی کرتے رہے اور دشمن کا پیچھا کرتے رہے۔ اور کچھ لوگ پیچھے رہ گئے جو جنگ میں شامل ہی نہیں ہوئے۔ سو آپ نے انہیں مال غنیمت عطا کر دیا ہے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور پھر یہ آیت يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا: جو مال تم نے لے لیا ہے وہ واپس لوٹا دو اور پھر اسے عدل و مساوات کے ساتھ تقسیم کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی کا حکم فرما رہا ہے۔ انہوں نے عرض کی: کیا ہم اس کا حساب کرلیں اور کھالیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حساب کرلو۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ لوگوں نے غزوۂ بدر کے دن حضور نبی کریم ﷺ سے مال غنیمت کے بارے دریافت کیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔ (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس آیت يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کے نازل ہونے کے بعد خمس کے سوا سے تنفیل نہیں کی۔ پس آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن خمس سے عطا کرنے کا اعلان فرمایا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خمس کے بعد ثلث عطا کرنے کا اعلان فرماتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان، ابوالشیخ، ابن مردویہ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے جب غزوہ بدر کا دن تھا۔ اس دن حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی آدمی کو قتل کیا اس کے لیے اتنا اتنا ہوگا اور جس نے کسی آدمی کو قیدی بنایا تو اس کے لیے اتنا اتنا ہوگا۔ پس جو بوڑھے تھے وہ تو جھنڈوں کے نیچے ثابت رہے اور جو نوجوان تھے وہ تیزی

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 205، دار الصمیعی الریاض

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 207

سے قتل اور غنائم کی طرف بڑھے۔ تو بوڑھوں نے جوانوں سے کہا: ہمیں اپنے ساتھ شریک کرلو کیونکہ ہم بھی تمہارے لیے معاون و مددگار ہیں۔ اگر تم میں سے کسی کو کوئی شے (تکلیف) لاحق ہوتی تو بالیقین تم ہماری طرف ہی پناہ لیتے۔ چنانچہ وہ اپنا جھگڑا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے گئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان مال غنیمت برابر برابر تقسیم کر دیا (1)۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، عبد بن حمید اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس دن غزوۂ بدر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا۔ اور جو کسی کو قید کر کے لائے گا اس کے لیے اتنا ہوگا۔ تو ابوالیسر بن عمرو انصاری دو قیدیوں کو لے کر آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بے شک آپ نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے۔ تو اتنے میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے ان لوگوں کو عطا فرمایا، تو پھر آپ کے اصحاب کے لیے کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔ بے شک اجر میں بے رغبتی نے ہمیں اس سے نہیں روکا اور نہ بزدلی نے ہمیں دشمن سے باز رکھا ہے۔ ہم تو اس مقام پر آپ کی محافظت و نگہبانی کے لیے کھڑے رہے کہ کہیں وہ آپ پر پیچھے سے حملہ آور نہ ہو جائیں۔ سو وہ باہم جھگڑنے لگے تو اس دوران قرآن نازل ہوا یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ اور حضرت عبد اللہ کے اصحاب اس کی قرأت اس طرح کرتے تھے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ فیما تشاجر تم به'' پس انہوں نے مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا اور پھر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (الانفال: 41) الی آخر الآیہ۔ (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ بھیجا۔ پس کمزور اور ضعیف لوگ لشکر میں ٹھہرے رہے اور اہل سریہ غنائم تک پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کے درمیان اسے تقسیم کر دیا۔ تو اہل سریہ نے کہا: یہ کمزور لوگ ہمارے حصے لے رہے ہیں کیونکہ یہ لشکر میں رہے، ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہی کمزور اور ضعیف لوگوں کے سبب تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے واپس مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۂ انفال نازل فرمائی اور بدر کا مال غنیمت حلال کرنے کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب کیا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے مابین اسے تقسیم کیا، کیونکہ انہیں اس کی حاجت تھی اور نفل (زائد عطیہ) کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 241 (2876) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 239 (9483) المجلس العلمی بیروت

پس اللہ تعالیٰ نے اسے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دیا اور پھر آپ نے اسے ان کے درمیان برابر برابر تقسیم کیا۔ سو اس میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اطاعت بھی ہے، اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ہے اور اپنے معاملات کی اصلاح بھی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ حصوں میں سے چار کے بعد پانچویں کے بارے دریافت کیا؟ سو یہ آیت نازل ہوئی: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔(1)

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ بدر کے دن نازل ہوئی۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور انصار میں سے ایک آدمی دونوں مال غنیمت میں سے کچھ لینے کے لیے نکلے۔ پس دونوں نے ایک تلوار پڑی ہوئی پائی اور دونوں ہی ایک ساتھ اس پر گر پڑے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے لیے ہے۔ اور انصاری نے کہا: یہ میرے لیے ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے تیرے حوالے نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کروں گا۔ چنانچہ اسے لے کر دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور دونوں نے اپنا واقعہ گوش گزار کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! نہ یہ تیرے لیے ہے اور نہ ہی یہ انصاری کے لیے ہے بلکہ یہ میرے لیے ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں نے تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دی۔ پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی اور فرمایا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (الانفال: 41) ”اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لیے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لیے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے“۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور نحاس رحمہم اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک سریہ بھیجا۔ تو انہوں نے بہت سے اونٹ مال غنیمت میں حاصل کیے۔ ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں بارہ اونٹ آئے اور ایک ایک اونٹ بطور تنفیل انہیں دیا گیا(2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ کی سند سے حضرت حجاج بن سہیل نصری رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے، بعض نے کہا ہے کہ انہیں شرف صحابیت حاصل تھا۔ انہوں نے کہا: جب غزوۂ بدر کا دن تھا۔ مسلمانوں کے ایک گروہ نے قتال کیا اور ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرا رہا۔ پس وہ گروہ جس نے جنگ میں حصہ لیا وہ چھینا ہوا ساز و سامان اور وہ تمام اشیاء لے کر آئے جن تک وہ پہنچ سکے، سو ان کے درمیان مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا اور اس گروہ کو کوئی حصہ نہ دیا گیا جس نے عملاً قتال میں شرکت نہ کی۔ چنانچہ اسی گروہ کے افراد نے کہا: ہمیں بھی حصہ دیجئے۔ تو دوسرے گروہ نے انکار کر دیا۔ نتیجتاً ان کے مابین تلخ کلامی کا تبادلہ ہوا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 203 2۔ صحیح مسلم، باب الانفال، جلد 2، صفحہ 86، قدیمی کتب خانہ کراچی

وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ پس ان کے درمیان اپنے معاملات کی اصلاح یہی ہے کہ اگر وہ لوٹا دیں وہ سامان جو انہیں دیا گیا اس بنا پر کہ انہوں نے وہ حاصل کیا تھا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں ذکر کیا ہے کہ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انفال سے مراد مغانم ہیں اور وہ خالصۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں، کسی اور کے لیے ان میں کوئی شے نہیں ہے۔ مسلمانوں کے سرایا جو چیز بھی حاصل کریں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئیں۔ پس جس نے بھی اس میں سے سوئی یا دھاگہ اپنے پاس روک لیا تو وہ چوری اور خیانت کا مرتکب ہوا۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ التجا کی کہ آپ اس سامان میں سے کوئی چیز انہیں عطا فرمائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ کہ یہ آپ سے مال غنیمت کے بارے دریافت کرتے ہیں۔ فرمایئے غنیمتیں میرے لیے ہیں اور میں نے ان کا مالک اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے تمہارے لیے اس میں سے کوئی شے نہیں ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ”پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کرو“۔ یہ آیت اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ تک نازل ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ (انفال: 41) پھر اللہ تعالیٰ نے اس پانچویں حصے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کے لیے تقسیم کر دیا اور پانچ میں سے چار حصے لوگوں میں برابر تقسیم کر دیے۔ اس طرح کہ گھوڑے کے لیے دو حصے، اس کے مالک کے لیے ایک حصہ اور پیدل کے لیے بھی ایک حصہ رکھا(2)۔

امام ابوعبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ان سے مراد غنیمتیں ہیں۔ پھر اسے اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ ”وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ“ الآیہ۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، ابوعبید، عبد بن حمید، ابن جریر، نحاس، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے کہا: میں نے ایک آدمی کو سنا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انفال کے متعلق سوال کر رہا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: گھوڑا بھی مال غنیمت میں سے ہے اور چھینا ہوا مال بھی غنیمت میں سے ہے۔ اس نے دوبارہ سوال کیا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر بھی یہی جواب دیا۔ پھر اس آدمی نے کہا: وہ انفال جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا وہ کیا ہے؟ پس وہ مسلسل سوال کرتا رہا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ آپ کو تنگ کر دیتا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اس صبیغ کی مثل ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مارا تھا۔ اور ایک روایت میں الفاظ ہیں: کہ آپ نے فرمایا: تجھے اس کی زیادہ حاجت اور ضرورت ہے جو تجھے مارے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبیغ عراقی کے ساتھ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مارا تھا یہاں تک کہ خون اس کی ایڑیوں تک بہہ گیا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انفال سے مراد

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 12، صفحہ 98، دارالفکر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 207 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 202

غنیمتیں ہیں، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کے بارے میں اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کریں۔ پس طاقت ور کمزور اور ضعیف کی طرف لوٹا دے۔

امام عبد بن حمید، نحاس، ابن منذر، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کے بارے میں حضرت عطاء نے کہا: کہ انفال سے مراد وہ سامان ہے جو مشرکین سے بغیر جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہوا ہو۔ چاہے وہ غلام ہوں، یا چوپائے یا دیگر ساز و سامان۔ پس وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہے آپ جو چاہیں اس میں تصرف کرسکتے ہیں(1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن عمرو رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا تا کہ ہم آپ سے انفال کے بارے دریافت کریں؟ تو انہوں نے فرمایا: تم انفال کے بارے مجھ سے پوچھتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نفل نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں حصے کے سوا کسی اور سے تنفیل (زائد عطیہ دینے) کا اعلان نہیں فرمایا(2)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تنفیل نہیں کرتے تھے مگر خمس (پانچواں حصہ) سے(3)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: مسلمانوں کی غنیمتوں میں تنفیل کرنا صحیح نہیں مگر پانچویں حصہ سے(4)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امراء میں سے ایک امیر نے یہ ارادہ کیا کہ خمس نکالنے سے پہلے اسے مال غنیمت میں زائد عطیہ دیا جائے۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ وہ اس کا خمس نکالے(5)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ہے(6)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت شقیق رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اسے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا انفال سے مراد مال فے ہے۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو مشرکین کے اموال میں سے حاصل کیا جائے مگر اس پر گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے جائیں (یعنی اس کے لیے جنگ نہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 201
2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 192، حبیب الرحمٰن الاعظمی بیروت
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 207

لڑی جائے)۔پس وہ مال صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ کے متعلق کہا کہ انفال سے مراد وہ مال ہے جو سرایا کے ذریعے حاصل ہوا ہو(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، نحاس نے ناسخ میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ دونوں نے کہا: غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھیں یہاں تک کہ آیۃ الخمس نے اسے منسوخ کر دیا اور وہ آیت یہ ہے وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ۔الآیہ (الانفال:41)(2)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب عبد اللہ اس آیت کو ''یَسۡـَٔلُوۡنَكَ الۡاَنۡفَالَ'' پڑھتے تھے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَيۡنِكُمۡ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنین پر پابندی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کریں۔ جہاں انہوں نے غنیمتوں میں اختلاف کیا ہے(4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَيۡنِكُمۡ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: تم باہمی معاملات میں گالی گلوچ نہ دو(5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: ان کے درمیان باہمی معاملات کی اصلاح یہ ہے کہ اگر غنائم واپس لوٹا دی جائیں تو پھر انہیں ان افراد کے درمیان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ٹھہرے رہے اور ان کے درمیان جو لڑتے رہے اور مال غنیمت جمع کیا، تقسیم کر دی جائیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗۤ کی تفسیر میں حضرت عطاء رحمہ اللہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے مراد کتاب وسنت کی اتباع کرنا ہے۔

امام ابو یعلی، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور آپ کی پیروی کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح مسکراتے دیکھا کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب العزت کے سامنے میری امت کے دو آدمی دوزانو بیٹھے ہوئے ہیں۔تو ان میں سے ایک نے کہا ہے: اے میرے رب! میرے بھائی کی جانب سے مجھ پر کیے جانے والے مظالم کے بدلے اسے پکڑ لے۔تو اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: تو اپنے بھائی کو اس پر کیے جانے والے مظالم کا بدلہ دے۔اس نے عرض کی: اے میرے رب! میری نیکیوں

1۔مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 499 (33288) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ایضاً (33286)
3۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 207
4۔شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 487 (11084) دارالکتب العلمیہ بیروت
5۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 210

میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی۔ تو دوسرے نے عرض کی: اے میرے رب! میری جانب سے میرے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دیا جائے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں روتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ بہہ پڑیں۔ پھر فرمایا: بے شک یہ اس عظیم دن کے لیے ہے جس دن لوگ یہ ضرورت محسوس کریں گے کہ ان سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھالیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے طالب (مطالبہ کرنے والا) کو فرمایا ہے اپنی نگاہ اوپر اٹھاؤ اور جنتوں کی طرف دیکھ لو۔ چنانچہ اس نے اپنا سر بلند کیا اور کہا: اے میرے رب! میں چاندی کے شہر اور سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں جنہیں موتیوں کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ یہ کون سے نبی کے لیے ہیں، یہ کون سے صدیق کے لیے ہیں، یہ کون سے شہید کے لیے ہیں؟ تو رب کریم نے فرمایا: یہ اس کے لیے ہیں جس نے ثمن (قیمت) ادا کئے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! اس کے ثمن کا مالک کون ہوسکتا ہے؟ رب کریم نے فرمایا: تو اس نے عرض کی: وہ کیسے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اپنے بھائی کو معاف کر کے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اسے معاف کر دیا۔ تو رب کریم نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور اسے جنت میں ساتھ لے جا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کرو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنین کے درمیان صلح کرادے گا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین وآخرین تمام کو ایک ہی سرزمین پر جمع فرمائے گا۔ پس کون جان سکتا ہے کہ کنارے کہاں ہیں؟ تو حضرت ام ہانی نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا: اے اہل توحید! پس وہ کلام کو سمجھ لیں گے پھر وہ آواز دے گا: اے اہل توحید! پھر تیسری بار پکار کر کہے گا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرمادیا ہے۔ پس لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے حالانکہ وہ دنیا کی تاریکیوں اور بے انصافیوں میں بعض بعض کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ تو پھر وہ پکار کر کہے گا: اے اہل توحید! تم آپس میں ایک دوسرے کو معاف کردو اور ثواب وجزا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو ندا دینے والا پکار کر کہے گا: اے اہل توحید! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرمادیا ہے اور چاہیے کہ تم بھی آپس میں ایک دوسرے کو معاف کردو اور ثواب عطا فرمانا میرے ذمہ کرم پر ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾

"صرف وہی سچے ایمان دار ہیں کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ کی آیتیں تو یہ بڑھا دیتی ہیں ان کے ایمان کو اور صرف اپنے رب پر وہ بھروسہ رکھتے

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الاحوال، جلد 4، صفحہ 620 (8718)، دارالکتب العلمیہ بیروت

ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں، گھبرا جاتے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: منافقین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کے فرائض ادا کرتے وقت کوئی شے داخل نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے کسی کے ساتھ ایمان لاتے ہیں، نہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں اور نہ وہ نمازیں ادا کرتے ہیں جب کہ وہ غائب ہوں اور نہ ہی اپنے مالوں کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ مومن نہیں ہیں۔ پھر مومنین کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ سو اس کے فرائض ادا کرو(1)۔

امام حکیم ترمذی، ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ الوجل فی القلب (دل کا کانپ اٹھنا) سر اور چہرے کی پھنسیوں کی جلن کی طرح ہے، اے شہر! کیا تو کپکپی پاتا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں ضرور۔ تو انہوں نے کہا: پھر اس وقت دعا کیا کر کیونکہ اس وقت میں دعا قبول ہو جاتی ہے(2)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مومن کے دل کا کانپنا پھنسی کی جلن کی طرح ہوتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی اسے پائے تو اسے چاہیے کہ اس وقت دعا مانگے۔

امام حکیم ترمذی نے حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: فلاں نے بیان کیا: بے شک میں جانتا ہوں میری دعا کب قبول کی جاتی ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ کہاں سے اسے جانتا ہے؟ تو اس نے کہا: جب میری جلد کانپنے لگے اور میرا دل گھبرا جائے اور میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو جائیں تو اس وقت میری دعا قبول کی جاتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں حضرت سدی نے کہا اس سے مراد وہ آدمی ہے جو ظلم کرنے کا ارادہ کرتا ہے یا گناہ کا قصد کرتا ہے۔ تو اسے کہا جاتا ہے: تو اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ تو اس کا دل کانپ اٹھتا ہے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا کی تفسیر میں فرمایا (یہ) ان کی تصدیق کو بڑھا دیتی ہیں(4)۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ربیع بن انس سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ آیات ان کی خشیت کو بڑھا دیتی ہیں(5)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 211 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 212 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 211 5۔ ایضاً

ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے، اس سے مراد قول و عمل ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایمان کے زیادہ اور کم ہونے پر قرآن ناطق ہے۔ لہٰذا زَادَتْهُمْ إِيمَانًا یہ ارشاد ایمان کے زیادہ ہونے پر دلیل ہے۔ اور جب ہم غافل ہو جائیں بھول جائیں اور ہم اسے ضائع کر دیں تو وہی اس کی کمی اور نقصان ہے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق کا ایمان بڑھ جائے "لَوْ وُزِنَ إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ بِإِيمَانِ أَهْلِ الْأَرْضِ لَرَجَحَ إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ" (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کوئی امید اور آرزو نہیں رکھتے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، امام احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ پر توکل ایمان کو یکجا کرتا ہے (3)۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ توکل سے مراد ایمان کو جمع کرنا ہے (4)۔

ابن ابی حاتم نے ایک دوسری سند سے حضرت سعید بن جبیر سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا نصف ایمان ہے۔

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴

"(اور) جو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو، نیز اس سے جو ہم نے انہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے مومن ہیں، انہی کے لیے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور باعزت روزی"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کتاب اللہ میں ایمان عمل کی طرف منتقل ہو گیا۔ چنانچہ فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (انفال: 2) پھر انہیں عمل کی طرف تبدیل کرتے ہوئے فرمایا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہی کفر سے بری ہیں (5)۔

1۔ نوادر الاصول، جلد 1، صفحہ 77، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 211
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 202، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ شعب الایمان، باب التوکل والایمان، جلد 2، صفحہ 111 (1324) دارالکتب العلمیہ بیروت
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 213

ابوالشیخ نے بیان کیا۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حَقًّا کا معنی خالصا ہے یعنی وہ لوگ خالص مومن ہیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وہی لوگ حق کے ساتھ ایمان کے مستحق ہوئے، سو اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ حق عطا فرمایا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن ضریس کی سند سے حضرت ابوسنان رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کے متعلق عمرو بن مرہ سے دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا: بلاشبہ قرآن کریم لغت عرب کے مطابق نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ تیرا یہ قول ہے: ''فُلَانٌ سَيِّدٌ حَقًّا وَّ فِي الْقَوْمِ سَادَةٌ، وَ فُلَانٌ شَاعِرٌ حَقًّا وَ فِي الْقَوْمِ شُعَرَاءُ۔'' فلاں سچا سردار ہے حالانکہ قوم میں کئی سردار ہیں۔ فلاں حقیقی شاعر ہے حالانکہ قوم میں کئی شاعر ہیں''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوروق رحمہ اللہ سے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے ایک قوم سراً کفر کرتی تھی اور جہراً ایمان کا اظہار کرتی تھی۔ اور ایک قوم سراً ایمان رکھتی اور جہراً کفر کو ظاہر کرتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز کرے۔ چنانچہ فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ یہاں تک کہ اس قول پر انتہا کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ وہ لوگ ہیں جو سراً اور ظاہراً ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو سراً کفر کرتے ہیں اور اظہار ایمان کا کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی ارشاد کے بارے میں حضرت عمرو بن مرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور وہ سب مومن ہیں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے حارث! تو نے صبح کیسے کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے سچے مومن کی حالت میں صبح کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھ تو کیا کہہ رہا ہے۔ کیونکہ ہر شے کی ایک حقیقت ہے۔ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے روک لیا ہے اور میں نے اپنی رات کو بیدار رکھا اور اپنے دن کو پیاسا رکھا۔ اور گویا میں اہل جنت کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور میں اہل جہنم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اس میں پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارث! تو نے پہچان لیا۔ پس ان تینوں پر کاربند رہنا۔ عربی متن یہ ہے ''اَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ، اَنَّهٗ مَرَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهٗ، كَيْفَ اَصْبَحْتَ يَا حَارِثُ؟ قَالَ: اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا، قَالَ: اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَاِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَقِيْقَةً، فَمَا حَقِيْقَةُ اِيْمَانِكَ؟ فَقَالَ؟ عَزَفْتُ نَفْسِيْ عَنِ الدُّنْيَا فَاَسْهَرْتُ لَيْلِيْ، وَاَظْمَاْتُ نَهَارِيْ، وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى اَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا، وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغَوْنَ فِيْهَا، قَالَ: يَا حَارِثُ عَرَفْتَ فَالْزَمْ ثَلَاثًا'' (2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 213

2۔ معجم کبیر، جلد 3 صفحہ 226 (3367) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ سے مراد فضائل اور رحمت ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان کے رب کے پاس ان کے بلند رتبہ اعمال ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ کے متعلق حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل جنت بعض بعض کی نسبت صاحب فضل اور بلند رتبہ ہیں۔ پس جو اوپر ہوگا وہ اپنے سے نیچے والے پر اپنی فضیلت دیکھے گا اور جو نیچے ہوگا وہ یہ خیال نہیں کرے گا کہ اس پر کسی کو فضیلت حاصل ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ وَمَغْفِرَةٌ سے مراد یہ ہے کہ گناہ ترک کرنے کے سبب ان کے لیے مغفرت اور بخشش ہے اور رِزْقٌ كَرِيمٌ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب تو سنے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے رِزْقٌ كَرِيمٌ تو اس سے مراد جنت ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝

''جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ (اس کو) ناپسند کرنے والا تھا جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں اس کے بعد کہ وہ واضح ہو چکی تھی گویا وہ ہانکے جا رہے تھے موت کی طرف درآنحالیکہ وہ (موت کو) دیکھ رہے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا درآنحالیکہ ہم مدینہ طیبہ میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی کہ ابوسفیان کا قافلہ قریب آ گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس کے بارے کیا رائے رکھتے ہو؟ شاید اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے غنیمت بنا دے گا اور ہمیں محفوظ کر لے گا۔ پس ہم نکل پڑے۔ جب ہم ایک یا دو دن سفر کر چکے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو شمار کر لیں۔ پس ہم نے ایسے کر لیا۔ اس وقت ہم تین سو تیرہ افراد تھے۔ ہم نے اپنی تعداد کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اظہار مسرت فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: یہ تو اصحاب طالوت کی تعداد ہے۔ پھر فرمایا: تم قوم کے بارے کیا خیال کرتے ہو کیونکہ انہیں تمہارے خروج کی خبر دی جا چکی ہے؟ اس پر ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں۔ قسم بخدا ہم میں قوم (لشکر جرار) کے ساتھ لڑنے کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 213

طاقت نہیں۔ کیونکہ ہم تو قافلے کے لیے نکلے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم قوم کے ساتھ جنگ کے بارے کیا رائے رکھتے ہو؟ تو ہم نے پہلے کی مثل ہی جواب دیا، پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ایسے نہ کہو جیسے اصحاب موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ (المائدہ) ''پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو (ان سے ہم تو یہاں بیٹھیں گے''۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ الی قولہ وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ پس جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کے بارے وعدہ فرمارکھا ہے۔ وہ ایک گروہ یا تو قوم (یعنی کفار کا لشکر) ہے اور یا قافلہ ہے۔ اس پر ہمارے دل مطمئن اور خوش ہوگئے۔ پھر ہم ان کے لشکر کے مقابلہ میں جمع ہوئے اور اپنی صف بندی کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی اے اللہ! میں تجھے اپنا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ تو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی رہنمائی کروں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس سے کہیں افضل و اعلیٰ ہیں کہ ہم ان کی رہنمائی کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے بزرگ اور برتر ہے کہ آپ اسے اس کا وعدہ یاد دلائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! میں ضرور بہ ضرور اللہ تعالیٰ کو اس کا وعدہ یاد دلاؤں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ پھر آپ ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھ اٹھائی اور وہ قوم کے چہروں کی طرف پھینک دی، پس وہ شکست کھا گئے۔ ''یَا ابْنَ رَوَاحَةَ لَأُنْشِدَنَّ اللّٰهَ وَعْدَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ، فَاَخَذَ قُبْضَةً مِّنَ التُّرَابِ فَرَمٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ وُجُوْهِ الْقَوْمِ فَانْهَزَمُوْا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: 17)'' اور (اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی''۔ ہم نے خوب قتل کیے اور قیدی بنا لیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں یہ رائے نہیں رکھتا کہ آپ کے لیے قیدی ہوں۔ کیا ہم دعوت دینے والے اور الفت کرنے والے نہیں ہیں؟ پس گروہ انصار نے ہمیں کہا: عمر نے جو کچھ ہمیں کہا ہے اس پر ہمارے حسد نے انہیں برانگیختہ کیا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہوگئے پھر جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا: عمر کو میری طرف بلاؤ۔ چنانچہ آپ کو بلایا گیا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى (الانفال: 67) الآیہ۔ ''نہیں مناسب نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی'' (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص لیثی رحمہم اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کی طرف خروج کیا۔ یہاں تک کہ جب آپ مقام روحاء پر پہنچے تو لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا: تم کیا رائے رکھتے ہو؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم تک خبر پہنچی ہے کہ وہ اتنے اتنے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا تم کیا رائے رکھتے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح گفتگو کی۔ پھر آپ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 37، بیروت (مختصراً)

ﷺ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور پوچھا: تم کیا رائے رکھتے ہو؟ تو پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ ہماری رائے معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ تو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت وتکریم عطا فرمائی اور آپ پر کتاب نازل فرمائی! میں اس راستے پر کبھی نہیں چلا اور نہ مجھے اس کے بارے کچھ علم ہے۔ لیکن اگر آپ چلتے رہیں یہاں تک کہ آپ یمن کے علاقے برک الغماد تک پہنچ جائیں تو ہم ضرور بہ ضرور آپ کے ساتھ چلیں گے۔ اور ہم ان لوگوں کی طرح ہرگز نہیں ہوں گے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا: فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴿۲۴﴾ (المائدہ) بلکہ آپ اور آپ کا رب چلیں اور دونوں جا کر لڑیں ہم بھی تمہارے ساتھ پیروی کرتے ہوئے چلیں گے۔ شاید آپ ایک کام کے ارادہ سے نکلے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ نئے کام سے آپ کا واسطہ ڈال دیا ہے۔ پس اسی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے جس نے آپ کا واسطہ اس سے ڈالا ہے۔ آپ اس کو پورا کیجئے اور جن سے آپ چاہیں تعلقات جوڑ لیں اور جن سے چاہیں تعلقات منقطع کر لیں اور جن سے چاہیں آپ عداوت رکھیں اور جن سے چاہیں مصالحت کر لیں اور ہمارے مالوں میں سے بھی آپ جو چاہیں لے لیں۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قول پر قرآن نازل ہوا: كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ اس قول تک وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ۔ بے شک رسول اللہ ﷺ تو ابوسفیان سے مال غنیمت کے حصول کا ارادہ رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنگ کی صورت پیدا کر دی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جس طرح آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ نکال لایا اسی طرح آپ کو آپ کا رب نکال لایا اپنے اس قول کی طرف کہ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ "وہ جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں"۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مراد قتال یعنی جنگ ہے (یعنی اسی طرح آپ کو آپ کا رب جنگ کی طرف نکال لایا) (2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ کی تفسیر میں سدی نے کہا۔ کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کے بدر کی طرف خروج کرنے کا بیان ہے۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ فرمایا کہ بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ مشرکین کی تلاش کو ناپسند کرنے والا تھا يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ "جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں اس کے بعد کہ وہ واضح ہو چکی تھی" بے شک آپ نہ کریں مگر وہی جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ "گویا وہ ہانکے جا رہے تھے موت کی طرف" جس وقت کہا گیا کہ وہ مشرکین ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے دشمن سے مقابلہ کے بارے مشورہ طلب فرمایا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا جو کہا: اور وہ غزوۂ بدر کا دن تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو وہ جنگ کے لیے مشقت میں پڑ گئے اور آپ نے انہیں لڑائی کے بارے حکم فرمایا تو اہل

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 353 (36660) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 215

ایمان نے اسے ناپسند کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَقِّ الی قولہ وَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ ' درآنحالیکہ وہ مشرکین کی ملاقات کو ناپسندیدہ دیکھ رہے ہیں (1)۔

امام بزار، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اسلام جبر اور سختی کے ساتھ نازل ہوا۔ تو ہم نے جبر میں خیر (نیکی) کی بھلائی پائی۔ ہم حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکل گئے اور حرہ کی دونوں اطراف کے درمیان تمکین اور دلدلی زمین کو اپنا مسکن بنالیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارے لیے بلندی اور کامیابی رکھ دی اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی طرف نکلے، اس حالت پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَكٰرِهُوۡنَ الی قولہ وَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ سو اللہ تعالیٰ نے اسی میں ہمارے لیے رفعت و بلندی اور فتح و کامرانی رکھ دی اور ہم نے اس جنگ میں انتہائی قسم کی خیر اور بھلائی کو پالیا۔

امام ابن جریر نے حضرت زہری سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک كَاَنَّمَا يُسَاقُوۡنَ اِلَى الۡمَوۡتِ وَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلے کی طرف نکلنا ہے (2)۔

وَاِذۡ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحۡدَى الطَّآئِفَتَيۡنِ اَنَّهَا لَكُمۡ وَتَوَدُّوۡنَ اَنَّ غَيۡرَ ذَاتِ الشَّوۡكَةِ تَكُوۡنُ لَكُمۡ وَيُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّحِقَّ الۡحَـقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقۡطَعَ دَابِرَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۙ‏ لِيُحِقَّ الۡحَـقَّ وَيُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۚ‏ ﴿۸﴾

"اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے ایک کا ان دو گروہوں سے کہ وہ تمہارے لیے ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ نہتہ گروہ تمہارے حصے میں آئے اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر دے اپنے ارشادات سے اور کاٹ دے کافروں کی جڑ تاکہ ثابت کر دے حق کو اور مٹا دے باطل کو اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) عادی مجرم"۔

امام بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ابن شہاب اور موسیٰ بن عقبہ دونوں نے کہا: ابن حضرمی کے قتل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ماہ تک ٹھہرے رہے۔ پھر ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا اور اس کے ساتھ قریش کے تمام خاندانوں سے ستر شہسوار تھے۔ ان میں مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن العاص بھی تھے اور وہ ملک شام تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے، ان کے پاس اہل مکہ کے خزانے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا قافلہ ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ قریش میں سے جس کے پاس اوقیہ یا اس سے زائد (سونا، چاندی) تھا، حویطب بن عبدالعزیٰ کے سوا سب نے وہ ابوسفیان کے ساتھ بھیجا تھا، پس اسی سبب سے حویطب بدر سے بھی پیچھے رہ گیا اور اس میں حاضر نہ ہوا۔ ان کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس ہوا اس سے قبل ان کے درمیان جنگ کا آغاز ہو چکا تھا کہ ابن حضرمی کو قتل کیا گیا اور دو آدمیوں عثمان اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 216 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 217

حکم کو قید کرلیا گیا۔ پس جب ابوسفیان کے قافلے کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا، تو آپ نے عدی بن ابی زغباء انصاری جو بنی غنم سے تھے اور اصلاً قبیلہ جہینہ سے تعلق رکھتے تھے اور بسبس یعنی ابن عمرو کو قافلے کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ساحل سمندر کے قریب جہینہ کے ایک قبیلے میں آپہنچے۔ ان سے قریش کے تجار اور قافلے کے متعلق دریافت کیا۔ پس انہوں نے انہیں قوم کے بارے آگاہ کیا۔ پھر وہ دونوں لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ پس آپ ﷺ نے مسلمانوں کو قافلے کے لیے جمع کیا اور یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔

ابوسفیان جہنی قبائل میں آیا اور وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے خوفزدہ تھا۔ اس نے پوچھا: کیا انہوں نے محمد (ﷺ) کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے اسے دو سواروں عدی بن زغباء اور بسبس کی خبر دی اور انہوں نے ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ کی طرف بھی اس کی رہنمائی کی۔ تو ابوسفیان نے کہا: ان کے اونٹوں کی کوئی لید اٹھا لاؤ۔ جب اس نے اسے توڑا تو اس میں گٹھلی پائی۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا یہ اہل یثرب کا چارہ ہے اور وہ لوگ محمد (ﷺ) اور آپ کے اصحاب کے جاسوس ہیں۔ چنانچہ وہ تلاش کے ڈر سے انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ چلے اور ابوسفیان نے بنی غفار کا ایک آدمی جسے ضمضم بن عمرو کہا جاتا تھا اسے قریش کی طرف بھیجا کہ تیزی سے آؤ اور اپنے قافلے کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے بچاؤ۔ کیونکہ آپ نے ہمارا راستہ روکنے کے لیے اپنے اصحاب کو جمع کیا ہے۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھیں اور آپ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ آپ اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ رہتی تھیں۔ غزوۂ بدر اور ضمضم کے آنے سے پہلے انہوں نے ایک خواب دیکھا۔ آپ کو اس سے انتہائی گھبراہٹ ہوئی۔ چنانچہ اسی رات اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا۔ جب عباس ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اور اس کے سبب میں انتہائی خوف زدہ ہوئی اور اس کے سبب مجھے تیری قوم پر ہلاکت کا خوف لاحق ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے کیا دیکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا میں تمہیں ہرگز نہیں بتاؤں گی یہاں تک کہ تو میرے ساتھ وعدہ کرے کہ تو اس کا ذکر کہیں نہیں کرے گا، کیونکہ اگر انہوں نے یہ سن لیا تو وہ ہمیں ایسی ایسی باتیں کہیں گے اور سنائیں گے جو ہمیں پسند نہیں ہوں گی، سو جب عباس نے ان سے وعدہ کرلیا، تو انہوں نے بتایا: میں نے ایک سوار کو دیکھا ہے جو اعلی مکہ کی جانب سے اپنی سواری پر ہے اور وہ بلند آواز سے چیخ رہا ہے: اے آل غدر! دو یا تین راتوں میں نکلو۔ پس وہ چیختے چلاتے آیا یہاں تک کہ سواری پر ہی مسجد میں داخل ہو گیا اور اس نے تین بار یہاں انتہائی شدید آواز کے ساتھ چیخ کر کہا۔ نتیجۃً مرد، عورتیں اور بچے اس کے پاس جمع ہو گئے اور لوگ اسے دیکھ کر انتہائی شدید گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے۔ عاتکہ نے کہا: پھر میں نے اسے اسی طرح کعبہ کی چھت پر اپنی سواری پر دیکھا ہے کہ اس نے تین بار چلا کر پکارا: اے آل غدر، اے آل فجر دو یا تین راتوں میں نکلو۔ پھر میں نے اسے ابوقبیس کے اوپر اسی حالت میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے یا آل غدر یا آل فجر۔ یہاں تک کہ میں نے اہل مکہ سے اخشبین کے درمیان سے بھی یہ آواز سنی۔ پھر اس نے ایک چٹان کا قصد کیا اور اسے اپنی بنیاد سے اکھیڑ دیا۔ پھر اسے اہل مکہ کی طرف بھیجا پس وہ چٹان آئی، اس میں شدید حس موجود تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ اصل جبل کے پاس تھی تو پھٹ گئی اور میں مکہ کا کوئی گھر اور بیت نہیں جانتی۔ مگر

یہ کہ اس چٹان کا ٹکڑا اس میں جا گرا۔ پس اس کے سبب مجھے تمہاری قوم کے بارے خوف اور ڈر لاحق ہو گیا ہے عباس بھی اس کے خواب سے خوف زدہ ہو گئے۔ پھر عاتکہ کے پاس سے نکل کر اسی رات کے آخر میں ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے جا ملے اور ولید عباس کا گہرا دوست تھا۔ اور اسے عاتکہ کا خواب سنایا اور کہا کہ وہ کسی اور سے اس کا ذکر نہ کرے۔ چنانچہ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ سے کیا اور عتبہ نے اپنے بھائی شیبہ کو بتایا پس بات پھیلتی گئی اور ابو جہل بن ہشام کے پاس پہنچی اور سارے اہل مکہ میں مشہور ہو گئی۔ جب دوسرے دن انہوں نے صبح کی عباس بیت اللہ شریف کا طواف کرنے لگے۔ اسی دوران انہوں نے دیکھا کہ مسجد میں ابو جہل، عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ، امیہ، ابی بن خلف، زمعہ بن اسود اور ابو البختری قریش کی ایک جماعت کے ساتھ باہم گفتگو کر رہے ہیں، جب ان کی نظر عباس پر پڑی۔ تو ابو جہل نے انہیں بلا کر کہا: وہ کیا خواب ہے جو عاتکہ نے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اس نے کچھ نہیں دیکھا۔ تو ابو جہل نے کہا: اے بنی ہاشم! کیا تم مردوں کے جھوٹ پر راضی نہیں ہو کہ تم عورتوں کے جھوٹ بھی ہمارے پاس لانے لگے ہو۔ بے شک ہم اور تم گھوڑوں کی طرح ہیں۔ پس ہم کتنے وقت سے بزرگی اور شرف میں سبقت لے گئے ہیں۔ جب سوار پیچھے رہ گئے تو تم نے کہہ دیا: ہم سے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور اب اس کے سوا کچھ باقی نہیں تھا کہ تم یہ کہو ہم میں سے نبیہ بھی ہے۔ میں قریش میں سے کسی گھر کے باسیوں کو نہیں جانتا جن میں سے کوئی عورت یا مرد تم سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والا ہو اور اس کی اذیت اس اذیت سے بڑھ کر ہو۔ ابو جہل نے کہا: عاتکہ نے گمان کیا ہے کہ سوار نے کہا ہے دو یا تین راتوں میں نکلو، پس اگر یہ تین راتیں گزر گئیں قریش پر تمہارا کذب واضح ہو جائے گا اور کتاب میں لکھ دیا جائے گا کہ تم سارے عرب میں ہر گھر کے مرد و زن سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والے ہو۔ اے بنی قصی! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں دربانی کے پیشے، ندوہ، پانی پلانے، لواء اور وفد بنانے کے لیے لے جایا جاتا یہاں تک کہ تم اپنے میں سے نبی لے کر ہمارے پاس آئے؟ تو عباس نے کہا: کیا تو رک جائے گا۔ کیونکہ جھوٹ تیرے اور تیرے گھر والوں کی جانب سے ہے؟ پس ان دونوں کے پاس موجود کسی آدمی نے کہا: اے ابو الفضل! تو جاہل اور بے وقوف نہیں ہے۔ چنانچہ عباس عاتکہ سے اس حال میں ملے کہ وہ انہیں ان کے خواب کی بنا پر شدید اذیت پہنچا چکے تھے۔

پس جب اس رات کی شام ہوئی جس رات عاتکہ نے خواب دیکھا تھا۔ تو ابو سفیان کا بھیجا ہوا سوار ضمضم بن عمرو غفاری ان کے پاس آ پہنچا اور اس نے چیخ چیخ کر کہا: اے آل غالب بن فہر! جلدی سے چلو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اہل یثرب ابو سفیان کا راستہ روکنے کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔ تم اپنے قافلے کو بچاؤ اس کی حفاظت کرو قریش شدید گھبرا گئے اور عاتکہ کے خواب سے خوف زدہ ہو گئے اور عباس نے کہا: یہ ہے وہ جسے تم نے عاتکہ کا کذب اور جھوٹ گمان کیا تھا۔ پس وہ ہر کٹھن اور پست راستے پر دوڑنے لگے اور ابو جہل نے کہا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اس طرح قافلے کو پا لے گا جیسے اس نے کھجوروں کو پا لیا ہے۔ عنقریب وہ جان لیں گے، کیا ہم اپنے قافلے کی حفاظت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ وہ نو سو پچاس جنگجوؤں کے ساتھ نکلے۔ ان میں ایک سو گھوڑ سوار تھے۔ انہوں نے کسی شخص کو پیچھے نہیں چھوڑا جو خروج کو ناپسند کرتا ہو۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان کا یہ خروج محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کے قہر و ظلم کی بنا پر ہے اور نہ ہی انہوں نے کسی مسلمان کو چھوڑا، جس کے

اسلام کے بارے وہ جانتے تھے اور نہ ہی بنی ہاشم میں سے کسی کو چھوڑا سوائے اس کے جسے وہ متہم نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے ایسے تمام افراد کو اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور کیا۔ پس وہ افراد جنہیں انہوں نے مجبور کیا، وہ حضرت عباس بن عبد المطلب، نوفل بن حارث، طالب بن ابی طالب اور عقیل بن ابی طالب آخرین میں سے تھے، وہاں طالب بن ابی طالب کہتے ہیں۔

اما یخرجن طالب بمقنب من هذه المقانب

فی نضر مقاتل یحارب ولکن المسلوب غیر السالب

والراجع المغلوب غیر الغالب

''کیا ان جتھوں میں سے ایک جتھے کے ساتھ طالب (مجبور ہوکر) نکلے گا جنگجوؤں کے ایسے گروہ کے ساتھ جو جنگ لڑے گا لیکن غنائم (چھینا ہوا ساز و سامان) چھیننے والے کے سوا کے لیے ہوں گے اور مغلوب ہوکر لوٹنے والے غالب کے سوا ہوں گے''۔

پس وہ چل پڑے یہاں تک کہ مقام جحفہ پر جا اترے۔ وہاں وہ عشاء کے وقت پہنچے اور پانی سے کھانا تیار کرنے لگے۔ ان میں سے ایک آدمی بنی مطلب بن عبد مناف میں سے تھا۔ اسے جہیم بن صلت بن مخرمہ کہا جاتا تھا۔ جہیم نے اپنا سر رکھا اور اس پر نیند طاری ہوگئی۔ پھر وہ ڈر گیا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کیا تم نے وہ شہ سوار دیکھا ہے جو ابھی میرے پاس کھڑا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ تو تو مجنون اور دیوانہ ہے۔ اس نے کہا: ابھی میرے اوپر ایک گھوڑ سوار کھڑا تھا اور اس نے کہا: ابوجہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابوالبختری اور امیہ بن خلف سب قتل ہوگئے۔ پس اس نے کفار قریش کے تمام اشراف و سردار شمار کر دیئے تو اس کے ساتھیوں نے اسے کہا: بے شک شیطان نے تیرے ساتھ کھیل کیا ہے اور جہیم کی بات ابوجہل تک پہنچا دی گئی۔ اس نے کہا: تم بنی ہاشم کے جھوٹ کے ساتھ بنی مطلب کے جھوٹ کو بھی لے لو۔ کل وہ دیکھ لیں گے کون قتل کرتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قریش کے قافلے کا ذکر کیا گیا کہ وہ شام سے آرہا ہے اور اس میں ابوسفیان بن حرب، مخرمہ بن نوفل، عمرو بن العاص اور قریش کی ایک جماعت ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف خروج کیا۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف نکلے تو آپ بنی دینار کے سوراخ تک چلے اور واپس لوٹے تو آپ ثنیۃ الوداع سے لوٹ کر آئے۔ پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر شروع کیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سو سترہ افراد تھے۔ اور ابن فلیح کی روایت میں ہے کہ تین سو تیرہ افراد تھے۔ بہت سے صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور انتظار کرتے رہے۔ یہ وہ پہلا واقعہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرمائی۔ مدینہ طیبہ آئے ہوئے اٹھارویں مہینے کا آغاز تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں خروج کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مسلمان تھے جو صرف قافلے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی دینار کے نقب پر چلے اور مسلمان سخت راستے سے چلنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ وہ اونٹوں پر نکلے۔ ان میں سے ایک آدمی اونٹ پر سوار کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک سفر حضرت علی بن ابی طالب اور مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت مرثد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ان

کے پاس صرف ایک اونٹ ہی تھا۔ وہ چلتے رہے یہاں تک جب عرق الظبیہ کے مقام پر پہنچے تو تہامہ کی جانب سے آنے والا ایک سوار ان سے ملا۔ مسلمان چل رہے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک گروہ نے اس کے ساتھ موافقت کی اور اس سے ابوسفیان کے بارے پوچھا؟ تو اس نے جواب دیا: مجھے اس کے بارے کوئی علم نہیں۔

پس جب وہ اس کے خبر دینے کے بارے مایوس ہو گئے۔ تو انہوں نے اسے کہا: نبی مکرم ﷺ کو سلام پیش کرو۔ اس نے کہا: کیا تم میں رسول اللہ ﷺ ہیں؟ صحابہ کرام نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے پوچھا: تم میں سے کون ہیں؟ تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کی رہنمائی کی۔ تو اعرابی نے کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو جیسا کہ تم کہتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ اس نے کہا: اگر تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو جیسا کہ تمہارا گمان ہے، تو مجھے اس کے بارے بتاؤ جو میری اس اونٹنی کی پیٹ میں ہے؟ انصار میں سے قبیلہ بنی عبدالاشہل کا ایک آدمی جسے سلمہ بن سلامہ بن وقش کہا جاتا ہے وہ انتہائی غضب ناک ہو گئے۔ انہوں نے اعرابی کو کہا: تو اپنی اونٹنی پر چڑھا اور تجھ سے وہ حاملہ ہو گئی۔ جو کچھ سلمہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند کیا۔ جونہی آپ نے یہ سنا تو اسے فحش قرار دیا اور ان سے اعراض کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ چل پڑے آپ کو کوئی خبر موصول نہ ہوئی اور نہ ہی قریش کی تعداد کا علم ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ہمیں ہمارے اس معاملے اور سفر کے بارے مشورہ دو۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں زمین کی مسافت کے بارے لوگوں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں، ہمیں عدی بن ابی الزغباء نے یہ خبر دی ہے کہ قافلہ فلاں فلاں وادی کے پاس ہے۔

پس ہمارے اور ان سے بدر دو فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی رائے کا اظہار کرو اور میری رہنمائی کرو۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ بے شک وہ قریش ہیں اور ان کی عزت اور مقام ہے۔ قسم بخدا! جب سے انہوں نے عزت اور غلبہ حاصل کیا ہے وہ ذلیل نہیں ہوئے ہیں اور جب سے وہ کافر ہوئے ہیں وہ ایمان نہیں لائے۔ قسم بخدا! آپ ضرور اپنے (خاندان کے افراد) سے ہی قتال کریں گے۔ پس اس کے لیے خوب تیاری کیجئے اور اس کے لیے تعداد شمار کر لیجئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میری رہنمائی کرتے ہو؟ تو حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ) بلکہ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور دونوں لڑیں، بے شک ہم اتباع کرتے ہوئے تمہارے ساتھ رہیں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ پس جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کثرت سے اور بار بار اپنے اصحاب سے مشورہ طلب کر رہے ہیں اور وہ مشورہ دے بھی رہے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ پھر مشورہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ تو اس سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوا کہ آپ ﷺ انصار سے بالکل واضح طور پر یہ کہلوانا چاہتے ہیں کہ جس معاملہ کا آپ ارادہ فرما رہے ہیں انہیں آپ کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ انصار آپ کی غم خواری اور دلجوئی کا ارادہ نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ اسے اپنے اوپر حق خیال کرتے ہوں۔ مگر صرف اس

صورت میں کہ وہ دشمن کو اپنے گھروں، اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کے ساتھ دیکھ لیں۔ بلاشبہ میں انصار کی جانب سے کہہ رہا ہوں اور ان کی جانب سے جواب عرض کر رہا ہوں: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ جہاں چاہیں سفر کیجئے، جو چاہیں ہمارے مالوں سے لے لیں پھر جو چاہیں ہمیں عطا فرما دیں اور جو کچھ آپ نے ہم سے لے لیا ہمارے نزدیک وہ اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا، جو آپ نے چھوڑ دیا۔ اور جو حکم بھی آپ نے جاری کیا ہماری رائے آپ کے حکم کے تابع رہے گی۔ پس قسم بخدا! اگر آپ چلتے رہے، یہاں تک آپ ذی یمن کے تالاب تک پہنچ گئے۔ تو بایقین ہم آپ کے ساتھ ہی چلیں گے۔ پس جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس طرح کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلو۔ کیونکہ میں نے قوم کے مقتولوں کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ لیا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کا قصد کیا۔

ابوسفیان نے تھوڑا قیام کیا اور پھر ساحل سمندر کے ساتھ ہو گیا اور اس نے قریش کی طرف لکھ بھیجا جب اس نے اپنا راستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ سے بدل لیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس نے اپنے ساتھ موجود ساز وسامان کو محفوظ کر لیا ہے اور اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ کیونکہ تم اس لیے نکلے ہوتا کہ اپنے مال ومتاع اور سواروں کی حفاظت کرو۔ تحقیق قافلہ محفوظ ہو چکا ہے۔ یہ خبر انہیں مقام جحفہ پر موصول ہوئی۔ تو ابوجہل نے کہا: قسم بخدا! ہم نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم میدان بدر میں پہنچ جائیں۔ وہاں ہم قیام کریں گے اور عربوں میں سے جو بھی ہمارے پاس حاضر ہوا ہم اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں گے۔ کیونکہ کوئی بھی ہمارے بارے میں یہ رائے نہیں رکھتا کہ وہ ہمارے ساتھ حاضر ہوا ہم اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں گے۔ کیونکہ کوئی بھی ہمارے بارے میں یہ رائے نہیں رکھتا کہ وہ ہمارے ساتھ قتال کرے گا۔ پس اخنس بن شریق نے اسے انتہائی ناپسند کیا اور ان کے واپس لوٹ جانے کو پسند کیا اور واپس لوٹنے کے بارے ہی ان کی رہنمائی کی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور نافرمانی کی اور انہیں جاہلیت کی حمیت نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ سو جب اخنس قریش کے واپس جانے سے مایوس ہو گیا۔ تو وہ بنی زہرہ کی طرف جھک گیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی بات تسلیم کر لی اور وہ لوٹ پڑے۔ سو ان میں سے کوئی بھی بدر میں حاضر نہیں ہوا۔ انہوں نے اخنس کی رائے کو انتہائی پسند کیا اور اس سے خوب برکت حاصل کی۔ چنانچہ مسلسل ان میں اس کی اطاعت ہوتی رہی یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ بنو ہاشم نے بھی لوٹنے والے لوگوں کے ساتھ واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابوجہل ان پر غالب آ گیا اور اس نے کہا: قسم بخدا! یہ جماعت ہم میں تفریق نہیں ڈال سکے گی یہاں تک کہ ہم خود لوٹ جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قریب ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن عوام اور بسبس انصاری کو صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ بھیجا اور انہیں فرمایا: تم ان ٹیلوں کے پاس جاؤ، یہ بدر کے کنارے واقع ہیں۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ تم اس کنویں کے پاس سے جو ٹیلوں کے اوپر واقع ہے، کچھ معلومات حاصل کر لو گے۔ پس تلواریں لٹکائے چلے گئے تو انہوں نے اس کنوئیں کے پاس قریش کو موجود پایا جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پس انہوں نے دو غلاموں کو پکڑ لیا۔ ان میں سے ایک بنی حجاج بن اسود کا تھا اور دوسرا ابوالعاص کا غلام

تھا۔ اسے اسلم کہا جاتا تھا۔ ان کے مالک قریش کی جانب تھے۔ پس وہ ان دونوں کی طرف آئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ اس وقت پانی کے قریب ایک خیمے میں تھے۔ وہ ان دونوں غلاموں سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ یہ دونوں ان کے ساتھی ہیں اور وہ دونوں ان سے قریش کے متعلق گفتگو کرنے لگے کہ ان میں کتنے لوگ ہیں اور کون کون سے سردار شامل ہیں۔ لیکن یہ لوگ ان کی باتوں کو جھٹلانے لگے۔ کیونکہ جس شے کے متعلق وہ خبر دے رہے تھے ان کے نزدیک وہ انتہائی ناپسندیدہ تھی۔ کیونکہ یہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے سننا چاہتے تھے اور قریش کو ناپسند کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ گفتگو سن رہے تھے اور اس حالت کو دیکھ رہے تھے جو کچھ وہ غلاموں کے ساتھ کر رہے تھے۔ پس جب غلاموں کو مار پیٹ کر انہوں نے خوب کمزور کر دیا تو وہ کہنے لگے: ہاں یہ ابوسفیان اور اس کا قافلہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَسْفَلَ مِنْكُمْ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا (الانفال:42) ''جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے اور وہ (لشکر کفار دور والے کنارے پر تھا اور (تجارتی قافلہ نیچے کی طرف تھا تم سے اور اگر تم لڑائی کے لیے وقت مقرر کرتے تو پیچھے رہ جاتے وقت مقررسے لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لیے تھی) تاکہ دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا''۔ پس وہ اسی طرح کرتے رہے کہ جب وہ غلام کہتے کہ یہ قریش ہیں جو تمہارے قریب آ گئے ہیں تو وہ انہیں جھٹلا دیتے اور جب یہ کہتے کہ یہ ابوسفیان ہے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ان غلاموں کے ساتھ ان کا یہ رویہ ملاحظہ فرمایا تو اپنی نماز سے سلام پھیرا اور فرمایا: انہوں نے تمہیں کیا خبر دی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ان غلاموں نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ بتحقیق قریش آ چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں نے سچ کہا ہے۔ قسم بخدا! بلاشبہ تم ان کو مارتے رہے ہو جب انہوں نے سچ بولا ہے۔ اور انہیں چھوڑتے رہے ہو جب انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ بے شک قریش اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے نکلے ہیں اور وہ ان کے بارے تم سے خوف زدہ ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں غلاموں کو بلایا اور ان سے کچھ دریافت کیا۔ تو انہوں نے آپ ﷺ کو قریش کے بارے بتایا اور کہا: ہمیں ابوسفیان کے متعلق کوئی علم نہیں۔ ہم (صحیح تعداد تو) نہیں جانتے البتہ قسم بخدا! وہ بہت زیادہ ہیں۔ پس اندازہ لگانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کل انہیں کھانا کس نے کھلایا؟ تو انہوں نے قوم کے ایک آدمی کا نام لیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ان کے لیے کتنے اونٹ ذبح کئے؟ انہوں نے کہا دس اونٹ۔ پھر آپ ﷺ نے سوال کیا: گزشتہ کل سے پہلے انہیں کس نے کھانا دیا تو انہوں نے ان میں سے ایک دوسرے آدمی کا نام لیا، آپ ﷺ نے پوچھا: اس نے کتنے اونٹ ذبح کیے تھے؟ انہوں نے بتایا: نو اونٹ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ گفتگو سن کر فرمایا: ان کے لشکر کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے۔ اور یہ اندازہ اس لے لگایا جا رہا ہے کہ وہ ایک دن ان کے لیے نو اونٹ ذبح کر رہے ہیں اور ایک دن دس اونٹ ذبح کر رہے ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور فرمایا: سفر کے بارے میں مشورہ دو؟ تو بنی سلمہ کے ایک فرد حضرت حباب بن منذر کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں اس جگہ اور اس کے کنوؤں سے واقف ہوں، اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو اس کے کنوؤں تک چلتے جائیں۔ تحقیق آپ کثیر مقدار میں میٹھا اور لذیذ پانی حاصل کرلیں گے اور اسی کے پاس پڑاؤ کریں گے اور ہم قریش کے لشکر سے پہلے ان کنوؤں تک پہنچ جائیں گے اور ہم اس کے سوا دیگر کنوؤں کو تلاش کرلیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک کے متعلق تمہارے ساتھ وعدہ فرما رکھا ہے کہ وہ تمہارے لیے ہے۔ پس لوگوں کے دلوں میں بہت زیادہ خوف داخل ہو گیا اور ان میں شیطان کی جانب سے خوف زدہ کرنے اور ذلیل و رسوا کرنے کی وسوسہ اندازی بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ پانی تک چلے اور مشرکین بھی بڑی تیزی کے ساتھ پانی تک پہنچنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس رات ان پر ایک بارش نازل فرمائی۔ وہ بارش مشرکین پر شدید آفت اور آزمائش تھی، اس نے انہیں چلنے سے روک دیا اور مسلمانوں پر وہی بارش انتہائی دھیمی اور ہلکی تھی۔ اس نے ان کے لیے راستے اور منزل کو ہموار اور پختہ کر دیا۔ وہ زمین چھوٹی چھوٹی کنکریوں اور ریت والی تھی۔ چنانچہ مسلمان پانی تک پہلے پہنچ گئے اور نصف رات کے قریب وہاں جا اترے۔ پس قوم کے افراد کنویں میں اتر گئے اور اسے صاف کیا یہاں تک کہ اس کا پانی بڑھ گیا۔ پھر انہوں نے ایک بہت بڑا حوض بنایا۔ اس میں پانی بھر دیا اور اس کے سوا تمام پانی ضائع کر دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”هٰذِهٖ مَصَادِرُ عُهُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِالْغَدَاةِ“ ان شاء اللہ تعالیٰ کل یہ مقامات ان کے مقتولوں کے گرنے کی جگہیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ (الانفال) ”یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو“۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حوضوں پر صف بندی کر لی جب مشرکین سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے اللہ! یہ قریش ہیں یہ تکبر و غرور اور فخر کرتے ہوئے تیرے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور تیرے رسول (ﷺ) کی تکذیب کرتے ہیں۔ اے اللہ! میں اس وعدہ کی التجا کرتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑے ہوئے یہ کہتے رہے: اے اللہ! میں اس وعدہ کی التجا کرتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ فرمایا ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ کو بشارت ہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ ضرور بہ ضرور اس وعدہ کو پورا فرمائے گا جو وعدہ اس نے آپ کے ساتھ فرمایا ہے۔ سو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کی اور اس سے معاونت و مدد کی التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ اور مسلمانوں کی التجا کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمایا۔ مشرکین مقابلے میں آئے تو ان کے ساتھ سراقہ بن جعشم اور مدلجی کی صورت میں ابلیس بھی تھا، وہ انہیں کہہ رہا تھا کہ ان کے پیچھے بنی کنانہ ان کی مدد کے لیے آرہے ہیں، آج کے دن لوگوں میں

سے کوئی بھی تمہارے اوپر غالب نہیں آ سکتا۔ بے شک میں تمہارا نگہبان اور معاون و مددگار ہوں۔ جب اس نے انہیں بنی کنانہ کے چلنے کی خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل فرمائی وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ (الانفال: 47) (اور (دیکھو!) نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لیے) مشرکین نے حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی تعداد کو قلیل دیکھا تو ان میں سے بعض نے کہا: انہیں ان کے دین نے دھوکہ دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (انفال: 49) (اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے) مشرکین میدان میں اترے اور جنگ کے لیے خوب کوشش کی۔ شیطان بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا جو ان سے جدا نہیں ہو رہا تھا۔ حکیم بن حزام عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اسے کہا: تو لوگوں کو بچا سکتا ہے اور ابن حضرمی کے خون کا انتقام اور اس قافلے کا بدلہ لے سکتا ہے جس پر محمد (ﷺ) نے حملہ کی کوشش کی ہے اور لوگوں کا مطالبہ اس قافلے اور اس آدمی کے خون کا بدلہ لینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ عتبہ نے کہا: ہاں (بات تو ایسی ہی ہے) تو نے خوب اچھا کہا ہے اور اچھائی کی طرف دعوت دی ہے۔ پس تو اپنے خاندان میں کوشش کر اور میں بھی اس بارے سعی کرتا ہوں۔ حکیم بن حزام نے سرداران قریش کے پاس جا کر اس کام کی طرف دعوت دی۔ عتبہ بھی اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور مشرکین کی صفوں میں اپنے ساتھیوں کی طرف چل نکلا اور انہیں کہا اے قوم! میری بات مانو! بے شک ابن حضرمی کے خون کا انتقام اور انہوں نے تمہارے قافلے پر جو حملہ کیا ہے اس کا بدلہ لینے کے سوا تم اور کچھ نہیں چاہتے۔ اور میں اسے پورا کرنے کا اہتمام کرتا ہوں۔ اور تم اس آدمی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تم عربوں کے سوا دوسرے لوگ اسے قتل کر دیں گے۔ بے شک ان کے لشکر میں ایسے افراد ہیں جن کے ساتھ تمہارے انتہائی قریبی تعلقات ہیں۔ اور اگر تم ان کا قتال کرو گے تو تم میں سے ہر آدمی اپنے باپ، بھائی، بھتیجے، یا اپنے چچا کے بیٹے کا قاتل مسلسل اس کی نظروں کے سامنے رہے گا جس کے سبب لوگوں میں ہلاکت اور بغض و کینہ عام ہو جائے گا۔ اور اگر یہ آدمی بادشاہ ہوا تو پھر تم اپنے بھائی کی مملکت میں ہو گے۔ اور اگر یہ نبی ہوا تو پھر نبی کو کیوں قتل کرتے ہو، تم اس کے سبب گناہ گار ہو گے اور تم ان پر غلبہ نہیں پا سکو گے یہاں تک کہ وہ اپنی تعداد کے برابر افراد کو قتل کر دیں گے۔ اور مجھے یہ اندیشہ بھی ہے کہ تم ان کے خلاف شکست سے دوچار ہو جاؤ گے۔ ابوجہل نے اس کی گفتگو کو پسند نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے۔ چنانچہ ابو جہل نے مقتول کے بھائی ابن حضرمی سے ملاقات کی اور اسے کہا: یہ عتبہ لوگوں کو جنگ نہ کرنے پر آمادہ کر رہا ہے حالانکہ تو اپنے بھائی کی دیت لے سکتا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ تو اسے قبول کر لے گا کیا دیت قبول کرنے سے تمہیں حیا نہیں آئے گی؟ ان کا خیال یہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عتبہ کی طرف دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا ''اگر قوم میں سے کسی کے پاس بھلائی اور نیکی ہے تو وہ اس سرخ اونٹ والے کے پاس ہے'' اگر وہ اس کی اطاعت کریں گے تو رہنمائی اور ہدایت حاصل کر لیں گے۔

پس جب ابوجہل نے قریش کو جنگ پر ابھارا تو عورتوں کو حکم دیا کہ وہ عمر کے نام کی دہائی دیں۔ چنانچہ وہ اٹھیں اور چیخ چیخ کر پکارنے لگیں: واعمراہ واعمراہ! اور یہ لوگوں کو خوب جنگ پر برانگیختہ کرنے لگیں پس قریش جنگ پر جمع ہو گئے۔ تو عتبہ نے ابو

جہل کو کہا: آج تجھے معلوم ہو جائے گا کہ دونوں کاموں میں سے کون سا کام صحیح اور سودمند ہے۔ قریش نے میدان جنگ میں صفیں باندھیں اور انہوں نے عمیر بن وہب کو کہا سوار ہو کر جاؤ اور محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو ڈراؤ اور خوف زدہ کرو اور تعداد کا اندازہ لگاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے اردگرد چکر لگایا اور پھر مشرکین کی طرف لوٹ کر گیا اور کہا: میرے محتاط اندازے کے مطابق ان کے پاس تین سو جنگجو ہیں۔ وہ کچھ زائد ہوں گے یا تھوڑے کم ہوں گے۔ میں نے ان میں ستر یا کچھ زائد اونٹوں کا اندازہ لگایا ہے۔ لیکن ابھی تم مجھے مہلت دو تا کہ میں یہ دیکھ سکوں کہ کیا ان کی مدد اور کمک کمین گاہوں میں چھپی ہوئی تو نہیں۔ چنانچہ اس غرض سے اس نے گردونواح کا چکر لگایا۔ قریش نے اپنے گھوڑ سوار اس کے ساتھ روانہ کئے اور وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ خوب گھومے پھرے۔ پھر واپس لوٹ کر کہا: نہ ان کی کہیں مدد ہے اور نہ ہی کمین گاہوں میں کوئی چھپا ہوا ہے۔ بے شک وہ تو اونٹوں کا نوالا ہیں۔ قریش نے عمیر کو کہا: قوم میں تحریش پیدا کرو۔ ان کے جذبات کو للکارو۔ چنانچہ عمیر نے سو شہسواروں کے ساتھ اسلامی لشکر کی صف پر حملہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ چت لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمایا: تم جنگ کا آغاز نہ کرنا، جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں، اسی دوران آپ پر نیند طاری ہوگئی اور آپ پر غالب آگئی۔ جب لشکر کے بعض افراد نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے "یا رسول اللہ! قلد نا القوم ونا لو امنا......!" یا رسول اللہ! ﷺ قریش کا لشکر قریب آ گیا ہے اور انہوں نے ہمیں پا لیا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حالت خواب میں ان کی تعداد بالکل قلیل دکھائی اور مشرکین کی نگاہوں میں مسلمانوں کی تعداد کو بھی انتہائی کم کر دیا۔ یہاں تک کہ قوم کے بعض افراد بعض میں حرص اور لالچ کرنے لگے (یعنی وہ انہیں قتل کرنے کا ارادہ کرنے لگے) کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان کی کثیر تعداد دکھاتا تو بالیقین ان کی ہوا اکھڑ جاتی اور جنگ کے بارے ان کے درمیان تنازع کھڑا ہو جاتا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور انہیں وعظ فرمایا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آج کے دن شہادت پانے والوں کے لیے جنت واجب کر دی ہے۔ عمیر بن حمام نے جونہی رسول اللہ ﷺ کے یہ کلمات سنے، آپ اس وقت اپنے ساتھیوں کے لیے آٹا گوندھ رہے تھے، اس گوندھے ہوئے آٹے کے پاس سے آپ اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے لیے جنت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ضرور۔ پس اس وقت وہ دشمنان خدا پر ٹوٹ پڑے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ پس آپ ہی وہ پہلے مقتول ہیں جنہیں قتل کیا گیا۔ پھر اسود بن عبدالاسد مخزومی آیا اور بتوں کی قسم اٹھا کر کہنے لگا کہ وہ اس حوض سے ضرور پانی پیے گا جو محمد (ﷺ) نے بنایا ہے اور اسے بضرور توڑ دے گا۔ پس جب وہ حوض کے قریب آیا تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اس کی راہ روکی اور اس کی ٹانگ پر ضرب لگا کر اسے کاٹ دیا۔ وہ گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ حوض میں جا گرا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا پیچھا کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر عتبہ بن ربیعہ اپنے اونٹ سے نیچے اترا اور پکار کر کہا۔ ھل من مبارز" کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے! پھر اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید بھی پیچھے

سے آملے اور انہوں نے بھی پکار پکار کر دعوت مبارزت دی۔ تو ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے انصار میں سے تین افراد صف سے نکلے۔ تو نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھ کر حیا محسوس کی اور آپ ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنی صفوں میں واپس لوٹ جاؤ اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کے چچاؤں کے بیٹوں کو آنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت حمزہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہم آگے بڑھے۔ مقابلہ ہوا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو قتل کیا۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو جہنم رسید کیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ولید کا سر قلم کر دیا۔ مقابلہ کے دوران شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ پر شدید ضرب لگائی اور اسے کاٹ دیا اور حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے آگے بڑھ کر انہیں بچالیا اور انہیں اٹھالیا۔ یہاں تک کہ اسی کے سبب ان کا وصال ہو گیا۔ اسی وقت ہند بنت عتبہ نے نذر مانی کہ وہ حمزہ کا کلیجہ ضرور چبائے گی اگر وہ اس پر قادر ہوئی پس دونوں لشکروں کے باہم جنگ کرنے سے قبل یہ افراد قتل ہو گئے۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ جنگ شروع ہو چکی ہے تو پکار پکار کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح و نصرت کی التجاء کرنے لگے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے دست مبارک رب کریم کی بارگاہ میں بلند کیے اور جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا تھا اس کی التجا کی اور فتح و نصرت کی دعا مانگتے ہوئے عرض کرنے لگے: "اِنْ ظُهِرَ عَلٰى هٰذِهِ الْعَصَابَةِ ظَهَرَ الشِّرْكُ وَلَمْ يَقُمْ لَكَ دِيْنٌ" (اے اللہ! اگر اس جماعت پر مشرکین غالب آ گئے تو پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا)۔ پاس ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے، آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ ضرور بہ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کے چہرہ کو منور و روشن فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دشمن کی اطراف میں ملائکہ کا لشکر اتارا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اور نصرت نازل فرما دی ہے۔ اے ابوبکر! تمہارے لیے بشارت ہو۔ ملائکہ علیہم السلام نازل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ میں نے جبرئیل امین علیہ السلام کو عمامہ مبارک باندھے ہوئے زمین و آسمان کے درمیان گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے دیکھا ہے۔ پس جب وہ زمین پر اترے، اس پر سوار ہوئے اور ایک لحظہ میں مجھ سے غائب ہو گئے۔ پھر میں نے ان کے چہرہ پر غبار دیکھا ہے۔ اور ابوجہل نے یہ دعا مانگی "اللهم انصر خير الدينين، اللهم ديننا القديم و دين محمد الحديث" "اے اللہ! دو دینوں میں سے افضل اور بہترین دین کی مدد فرما۔ اے اللہ ہمارا دین قدیم ہے اور محمد (ﷺ) کا دین نیا اور جدید ہے"۔ جب شیطان نے ملائکہ علیہم السلام کو دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا اور اپنے دوستوں کی مدد سے پیچھے ہٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مشت بھری اور انہیں مشرکین کے چہروں پر پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سنگریزوں کو اتنی عظیم شان عطا فرمائی کہ مشرکین میں سے ہر آدمی کی آنکھ ان سے بھر گئی۔ ملائکہ انہیں قتل کرنے لگے اور انہیں قیدی بنانے لگے۔ اور وہ جماعت کو اس حال میں پاتے کہ ان میں سے ہر آدمی چہرے کے بل گرتا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ جدھر منہ کرتا ہے اس کی آنکھوں میں مٹی پڑ جاتی ہے۔

قریش شکست خوردہ اور مغلوب ہو کر مکہ کی طرف لوٹے۔ اللہ تعالیٰ نے واقعہ بدر کے سبب مشرکین و منافقین کو ذلیل و رسوا کر دیا اور مدینہ منورہ میں کوئی منافق اور یہودی باقی نہیں رہا مگر اس کی گردن واقعہ بدر کے سبب پست اور جھکی ہوئی تھی۔ چونکہ

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے دن شرک اور ایمان کے مابین فرق کر دیا اس لیے کہ وہ دن یوم الفرقان کہلاتا ہے۔ یہودیوں نے اسی کے بعد یقین سے کہا: کہ بلاشبہ یہی وہ نبی ہیں جن کے اوصاف ہم تورات میں پاتے ہیں۔ قسم بخدا! آج کے بعد یہ جو علم بھی بلند کرے گا وہی غالب آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور ثنیۃ الوداع سے اس میں داخل ہوئے اور قرآن کریم نازل ہوا، جس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اپنی اس نعمت کا تذکرہ کیا، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بدر کی طرف نکلنا ناپسند کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ (انفال) یہ آیت اور اس کے ساتھ تین آیات اور نازل فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی دعا قبول کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (الانفال:9) الآیہ ''یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد''۔ اور اس کے ساتھ دوسری آیت بھی نازل فرمائی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی تو یہ آیت نازل فرمائی: اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ...... الآیہ (الانفال: 11) ''یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس وحی کے بارے خبر دی جوان کی نصرت اور مدد کے بارے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف فرمائی۔ لہٰذا ارشاد فرمایا: اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ...... الآیہ (الانفال:12) ''یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں''۔ یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل فرمائی۔ اور مشرکین کے قتل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مٹی اٹھا کر ان کی طرف پھینکی تھی اس کے بارے یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل فرمائی: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:17) ''پس تم نے نہیں قتل کیا انہیں بلکہ اللہ نے قتل کیا انہیں۔ اور (اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی''۔ اور ان کے فیصلے کے مطالبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (الانفال:19) ''اے کفار!) اگر تم فیصلہ کے طالب تھے تو (لو) آ گیا تمہارے پاس فیصلہ''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سات آیات میں یہ حکم نازل کیا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الانفال:20) ''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی''۔ اور اترنے کی جگہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا (الانفال:42) ''جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے''۔ اور اس کے بعد والی آیت بھی اسی کے بارے نازل فرمائی۔ اور جن لوگوں نے مسلمانوں کی تعداد کو قلیل دیکھ کر باہم گفتگو کی ان کے بارے یہ آیت نازل کی: غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ (الانفال:49) ''کہ مغرور کر دیا ہے انہیں ان کے دین نے''۔ اور مشرکین اور ان کے متبعین کے مقتولوں کے بارے یہ آیت اور اس کے ساتھ آٹھ آیات نازل کیں فرمایا: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (الانفال) ''اور (اے مخاطب!) اگر تو دیکھے جب جان نکالتے ہیں کافروں کی فرشتے (اور) مارتے ہیں ان کے چہروں اور پشتوں پر اور (کہتے ہیں اب) چکھو آگ کا عذاب''(1)۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 118-103، بیروت

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو خبر موصول ہوئی کہ ابوسفیان شام سے آرہا ہے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کی توجہ ان کی طرف دلائی اور فرمایا یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں ان کا مال تجارت کثرت سے موجود ہے۔ پس تم اس کی طرف خروج کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کے سبب تمہاری مشکل کو کھول دے گا۔ بعض لوگوں نے اس رائے کو قبول کیا۔ بعض نے اسے حقیر جانا اور بعض کے لیے یہ ثقیل اور گراں ثابت ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یہ گمان نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا واسطہ جنگ سے پڑے گا۔ ابوسفیان جب حجاز کے قریب پہنچا تو وہ بھی خبروں کا تجسس کرنے لگا۔ اور لوگوں کے عمل سے ڈرتے ہوئے جو سوار بھی اسے ملتا اسی سے حالات معلوم کرتا۔ یہاں تک کہ ایک سوار نے اسے یہ خبر پہنچا دی کہ محمد (ﷺ) نے تیرے لیے اصحاب کو جمع کیا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ خبر سنتے ہی وہ خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر لیا اور اسے مکہ مکرمہ بھیجا۔ اسے یہ حکم دے بھیجا کہ وہ قریش کو ساتھ لے آئے۔ اسے چاہیے کہ وہ انہیں اپنے مالوں کے لیے جمع کرے اور انہیں یہ خبر دے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے اصحاب کے ساتھ قافلے کو روکا ہے۔ چنانچہ وہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ مکہ پہنچا اور رسول اللہ ﷺ بھی جب وادی و جران میں پہنچے تو آپ ﷺ کو قریش کے بارے یہ خبر موصول ہوئی کہ وہ اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے مکہ سے چل پڑے ہیں، اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا۔ تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور انتہائی خوب صورت گفتگو فرمائی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بھی بہت خوب صورت گفتگو کی۔ پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اسے پورا کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم بخدا! ہم قطعاً اس طرح نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ) بلکہ آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں لڑیں ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ ''اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُوْنَ'' پس قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے چلیں تو ہم وہاں پہنچنے تک آپ کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے دعائے خیر سے نوازا۔ پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے جائیں اور آپ اس میں کود جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں چھلانگ لگا دیں گے۔ ہم میں سے کوئی آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا اور ہم قطعاً یہ ناپسند نہیں کرتے کہ کل ہمارا مقابلہ دشمن سے ہوگا۔ بے شک ہم جنگ کے دوران انتہائی صابر ہیں اور ملاقات میں انتہائی صادق ہیں۔ بالیقین ہماری جانب سے اللہ تعالیٰ آپ کو وہ کچھ دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، پس آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت پر بھروسہ کرتے ہوئے ہمارے ساتھ چلیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے رسول اللہ ﷺ انتہائی خوش ہوئے اور انتہائی راحت و اطمینان کا اظہار فرمایا اور فرمایا: چلو اور تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک کے متعلق میرے ساتھ وعدہ فرما رکھا ہے۔ قسم بخدا! میں قوم کے مقتولوں کے گرنے کے مقامات کو دیکھ رہا ہوں۔ ''سِيْرُوْا وَاَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ وَعَدَنِيْ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ، وَاللّٰهِ لَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ

اِلٰی مَصَادِعِ الْقَوْمِ"(1)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَ اِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَیْنِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل مکہ کا ایک قافلہ ملک شام سے آیا۔ تو اس کی خبر اہل مدینہ تک پہنچی۔ چنانچہ وہ قافلے کی راہ روکنے کے ارادہ سے باہر نکلے اور ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے۔ اس کی خبر اہل مکہ کو بھی پہنچ گئی اور وہ بڑی سرعت رفتاری کے ساتھ قافلے کی جانب چل پڑے۔ تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اس پر غالب نہ آجائیں۔ وہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنی منزل کی جانب نکل گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کے بارے وعدہ فرمایا تھا۔ ان کے نزدیک قافلے سے ملاقات زیادہ پسندیدہ تھی، اس کے ساتھ مقابلہ نسبتاً آسان تھا اور افراد کی تعداد کے لحاظ سے وہ مختصر تھا۔ پس جب قافلہ آگے نکل گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرفت سے آگے بڑھ گیا، تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو ساتھ لے کر قریش کے لشکر کے ارادہ سے چلے۔ تو قریش کی قوت و طاقت کے سبب بعض لوگوں نے ان کے چلنے کو ناپسند کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں نے جہاں پڑاؤ کیا، وہاں ان کے اور پانی کے درمیان ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ مسلمانوں کو انتہائی شدید ضعف اور کمزوری لاحق ہوگئی۔ شیطان نے ان کے دلوں میں غیظ وغضب ڈال دیا اور ان کے درمیان وسوسہ اندازی شروع کر دی۔ وہ ان میں یہ وسوسہ ڈالنے لگا کہ تم گمان رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو اور تم میں اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حالانکہ مشرکین تمہاری نسبت پانی پر غالب ہیں اور تم ایسے مقام پر پہنچے ہو جو پانی سے انتہائی دور ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید بارش نازل فرمائی اور مسلمانوں نے جی بھر کر پانی پیا اور طہارت حاصل کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سے شیطان کے وسوسہ کو بھی دور ہٹا دیا۔ اور بارش ہونے کے سبب ریت اچھی طرح بیٹھ گئی۔ اور لوگ اور چوپائے اس پر چلتے رہے اور قوم (لشکر کفار) تک جا پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر مومنین کی ایک ہزار ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ مدد فرمائی۔ ایک جانب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قیادت میں پانچ سو ملائکہ تھے اور ایک جانب حضرت میکائیل علیہ السلام کی قیادت میں پانچ صد ملائکہ علیہم السلام تھے ابلیس اپنے لشکر کے ساتھ آیا، اس کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ وہ سب بنی مدلج کے مردوں کی شکل وصورت میں تھے اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں تھا۔ شیطان نے مشرکین کو کہا: لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ (الانفال: 48) "کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا"۔

جب قریش کا لشکر صف بستہ ہو گیا۔ تو ابوجہل نے یہ دعا مانگی "اَللّٰهُمَّ اَوْلَانَا بِالْحَقِّ فَانْصُرْهُ" (اے اللہ! ہم میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہے تو اس کی مدد فرما) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی "یَا رَبِّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعَصَابَةُ فِی الْاَرْضِ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا" (اے میرے پروردگار! اگر تو نے زمین میں اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر کبھی زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی)۔ تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر یہ عرض

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 219، دار احیاء التراث العربی بیروت

کی مٹی کی ایک مشت لیجئے اور ان کے چہروں پر پھینک دیجئے۔ پس مشرکین میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں بچا جس کی آنکھوں، ناک اور منہ تک اس مشت میں سے مٹی نہ پہنچی ہو۔ نتیجۃً وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ جب ابلیس کی نظر آپ پر پڑی، اس وقت اس کا ہاتھ مشرکین میں سے ایک آدمی کے ہاتھ میں تھا۔ ابلیس نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور پھر اپنی جماعت کو ساتھ لے کر پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا۔ تو اس آدمی نے اسے پکار کر کہا: اے سراقہ! کیا تو یہ نہیں کہتا تھا کہ تو ہمارا نگہبان ہے؟ تو اس نے جواب دیا: بلاشبہ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے۔ بے شک میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ اس نے تب کہا جب اس نے ملائکہ کو دیکھا "فَقَالَ اِنِّیْۤ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ، اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ" (1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ اِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَیْنِ اَنَّهَا لَكُمْ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: دو گروہوں سے مراد ایک تو ابو سفیان کا وہ قافلہ ہے جو ملک شام سے واپس آ رہا تھا اور دوسرا گروہ ابو جہل بن ہشام کا ہے جس کے ساتھ قریش کی ایک خاص تعداد تھی۔ پس مسلمانوں نے جنگ و قتال کو ناپسند کیا اور قافلے کے ساتھ ملاقات کو پسند کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا وہی کچھ ہوا (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس سے مراد ابو سفیان کا قافلہ ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے پسند کیا۔ کیونکہ قافلہ تو ان کے لیے مفید تھا اور قتال ان سے اعراض کرنا تھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَ یَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ کا معنی یَسْتَاْصِلَهُمْ (یعنی کافروں کی جڑ کاٹ دینا، انہیں نیست و نابود کر دینا) ہے۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ بدر سے فارغ ہوئے تو آپ سے کہا گیا: آپ پر لازم ہے کہ قافلے کو پکڑیں اس سے کم کوئی شے قبول نہیں۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو اس وقت آپ کی قید میں اسیر تھے، انہوں نے آپ سے کہا: وہ (یعنی قافلے کا تعاقب) آپ کے لیے مفید نہیں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کیوں نہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کے بارے وعدہ فرمایا ہے اور اس نے جو وعدہ آپ کے ساتھ فرمایا ہے، وہ آپ کو عطا فرما دیا ہے (یعنی اسے پورا فرما دیا ہے) تو یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صَدَقْتَ" تم نے سچ کہا ہے (3)۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 24-220، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 220

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 361 (36702)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

''یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں اور نہیں بنایا فرشتوں کے نزول کو اللہ نے مگر ایک خوش خبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے، بے شک اللہ (تعالیٰ) بہت غالب ہے حکمت والا ہے''۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو عوانہ، ابن حبان، ابو الشیخ، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو شمار کیا تو ان کی تعداد تین سو دس سے کچھ زائد تھی اور جب مشرکین کی طرف دیکھا تو ان کی تعداد ہزار سے زائد تھی۔ پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قبلہ رو ہوئے اور اپنے ہاتھ پھیلا کر اپنے رب کریم کو پکارنے لگے اور التجا کرنے لگے ''اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْاَرْضِ'' اے اللہ! جو وعدہ تو نے میرے ساتھ فرمایا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! اگر تو نے اہل اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا، تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی''۔ آپ ﷺ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر، اپنے دست مبارک پھیلا کر اپنے رب سے مسلسل یہ التجاء اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ چادر مبارک کندھوں سے نیچے گر گئی۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریب آئے، آپ نے چادر مبارک اٹھائی اور آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈال دی، پھر آپ کو پیچھے کی جانب سے پکڑ لیا اور عرض کی یا نَبِيَّ اللّٰهِ كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ فَاِنَّهٗ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ'' اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ کی التجاء پر آپ کا رب آپ کے لیے کافی ہے جو وعدہ اس نے تمہارے ساتھ فرمایا ہے اسے وہ پورا فرما دے گا''۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ پس جب اس دن دونوں لشکر برسر پیکار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست اور ناکامی سے دوچار کیا، ان میں سے ستر افراد مقتول ہوئے (اور قیدیوں کے بارے میں) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب فرمایا؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ لوگ چچا کے بیٹے اور خاندان کے افراد ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں اور جو کچھ ہم ان سے وصول کریں گے، وہ کفار کے خلاف ہماری لیے باعث قوت و طاقت ہو گا۔ پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرما دے اور یہی لوگ ہمارے لیے قوت و طاقت کا سبب بن جائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! تیری کیا رائے ہے؟ تو میں نے عرض کی: ایک رائے حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے لیکن اس کے برعکس میری رائے یہ ہے کہ فلاں آدمی جو عمر کا زیادہ قریبی ہے اسے میرے حوالے کر دیں اور میں اس کی گردن قلم کر دوں تا کہ اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی مودت و محبت موجود نہیں۔ یہ ان کے سردار، ائمہ اور قائد ہیں۔ لیکن جو کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا: اور جو کچھ میں نے کیا اسے پسند نہ فرمایا اور ان سے فدیہ لے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دوسرا دن آیا، تو میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں رو رہے ہیں۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتائیے کون سی شے آپ کو اور آپ کے ساتھی ابوبکر صدیق کو رلا رہی ہے؟ تا کہ اگر مجھے بھی رونا آ جائے تو میں بھی رولوں اور اگر مجھے رونا نہ آئے تو تم دونوں کے رونے کے سبب میں بھی رونے کی صورت بنا لوں؟ تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے اصحاب پر جو فدیہ لینے کا حکم نافذ کیا گیا ہے اسے تمہارے عذاب کا سبب بنا دیا گیا ہے جو کہ اس قریب والے درخت کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ (الانفال: 67) "نہیں مناسب نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین میں"۔ یہاں تک کہ یہ حکم نازل فرمایا: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ (الانفال) "اگر نہ ہوتا حکم الٰہی پہلے سے (کہ خطا اجتہادی معاف ہے) تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے بڑی سزا"۔ یعنی جو فدیہ تم نے لیا ہے اس کے عوض بہت بڑی سزا کا سامنا ہوتا) پھر ان کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا پھر جب آئندہ سال غزوہ احد ہوا۔ تو غزوہ بدر کے دن فدیہ لینے کا جو عمل انہوں نے کیا تھا انہیں اس کی سزا دی گئی اور ان سے ستر افراد مقتول ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھاگ نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا خود توڑ دیا گیا اور آپ کے چہرہ مقدس پر خون بہ پڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ (العمران: 165) "کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی تو تم کہہ اٹھے کہاں سے آ پڑی یہ مصیبت؟ فرمایئے! یہ تمہاری طرف سے ہی آئی ہے"۔ یعنی یہ تمہارے فدیہ لینے کے سبب سے آئی ہے (1)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب مسلمانوں میں سے کوئی آدمی اپنے سامنے مشرکین میں سے کسی آدمی پر شدت سے حملہ آور ہوتا تھا، تو وہ اپنے اوپر کی جانب سے مارنے کی آواز اور گھڑ سوار کی آواز کو سنتا تھا جو یہ کہہ رہا تھا "اقدام حیزوم" یعنی جب وہ مشرک کو اپنے سامنے دیکھتا تو اپنے گھوڑے سے کہتا: اے حیزوم آگے بڑھ۔ پس وہ چت گر پڑتا اور وہ اس کی طرف دیکھتا تو اس کی ناک ٹوٹی ہوتی اور اس کا چہرہ اس طرح زخمی ہوتا گویا اس پر کوڑے سے ضرب لگائی گئی ہے۔ پس تمام کے تمام حاضر تھے کہ اتنے میں ایک انصاری آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے، وہ تیسرے آسمان سے آنے والی مدد تھی۔ اس دن ستر کافر قتل کیے گئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے (2)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 358، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 51، بیروت

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ایک ہزار ملائکہ ساتھ لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب اترے اور اسی جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام ایک ہزار ملائکہ کی معیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب اترے۔ اور میں اسی جانب (میسرہ) میں تھا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: یہ جبرئیل امین ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں اور اسی پر سامان جنگ موجود ہے " هٰذَا جِبْرَئِيْلَ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ " (2)

امام سنید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہزار سے زیادہ کے ساتھ مدد نہیں کی گئی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں فرمایا ہے۔ اور جو تین یا پانچ ہزار کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف بشارت اور خوش خبری ہے۔ سو ان کی مدد صرف ایک ہزار سے کی گئی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام بخاری رحمہما اللہ نے حضرت رفاع بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور آپ اہل بدر میں سے تھے انہوں نے کہا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: تم اپنے نزدیک اہل بدر کو کون سے (درجہ) میں شمار کرتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمام مسلمانوں سے بڑھ کر افضل ہیں۔ یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو یہ سن کر جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا: اسی طرح وہ ملائکہ بھی (افضل) ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سبز رنگ کی گھوڑی پر سوار تھے اور غبار سے اٹے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور زرہ پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی جانب بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں آپ سے جدا اور علیحدہ نہ ہوں یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں تو کیا آپ راضی ہیں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں (میں راضی ہوں) عربی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ " وَقَفَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى فَرَسٍ اَخْضَرَ اُنْثٰى قَدْ عَلَاهُ الْغُبَارُ، وَبِيَدِ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامَ رُمْحٌ وَ عَلَيْهِ دِرْعٌ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ اِلَيْكَ فَاَمَرَنِيْ اَنْ لَّا اُفَارِقَكَ حَتّٰى تَرْضٰى فَهَلْ رَضِيْتَ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : نَعَمْ)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قول باری تعالیٰ مُرْدِفِيْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ کہا جاتا ہے اس سے مراد مدد ہے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 227
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 354 (36667)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 227
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 364 (36725)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 225

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مُرْدِفِیْنَ کی تفسیر میں کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد مدد ہے (یعنی وہ فرشتے جو مدد کے لیے اترے)(1)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مُرْدِفِیْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر فرشتے کے پیچھے ایک فرشتہ تھا۔ (یعنی وہ فرشتے پے درپے نازل ہوئے)(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایک ہزار فرشتے مُرْدِفِیْنَ یعنی پے درپے تھے اور تین ہزار منزلین یعنی اترنے والے تھے۔ پس اس طرح وہ چار ہزار فرشتے تھے۔ اور یہی مسلمانوں کے لیے ان کی سرحدوں میں معاون و مددگار رہتے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مُرْدِفِیْنَ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کا معنی ''مُمِدِّیْنَ'' ہے (یعنی معاون و مددگار فرشتے)(3)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مُرْدِفِیْنَ کا معنی متتابعین (پے درپے اترنے والے) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ہزار کے ساتھ، پھر تین ہزار کے ساتھ ان کی مدد فرمائی۔ پھر پانچ ہزار مکمل کر دیئے۔ اور آپ نے وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ کی تفسیر میں فرمایا تاکہ ملائکہ کے نزول کے ساتھ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ آپ نے بیان کیا کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوہ بدر کے دن کے بارے ہمیں کوئی شک نہیں ہے کہ ملائکہ علیہم السلام ہمارے ساتھ تھے، لیکن اس کے بعد کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے(4)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا مُرْدِفِیْنَ کا معنی ہے کہ بعض فرشتے بعض کے پیچھے تھے(5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى کے متعلق حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نازل فرمایا تاکہ وہ ان کے نزول کے سبب انہیں خوش کر دے۔

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

''یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 225، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً　5۔ ایضاً

امام ابویعلی اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: غزوۂ بدر کے دن حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں کوئی گھڑ سوار نہیں تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ ہم سب سو رہے تھے مگر رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ کے متعلق فرمایا کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے دن مومنین کے حق میں نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں غنودگی سے ڈھانپ دیا تھا تاکہ وہ اس کی طرف سے باعث تسکین ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اَمَنَةً کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ''اَمْنًا مِنَ اللّٰهِ'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے باعث تسکین وراحت ہو (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غنودگی سر میں ہوتی ہے اور نیند دل میں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ غنودگی اللہ تعالیٰ کی جانب سے باعث تسکین اور باعث راحت تھی۔ اور غنودگی دو قسم کی تھی، ایک غنودگی غزوۂ بدر کے دن تھی اور ایک غزوۂ احد کے دن تھی۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ کی تفسیر میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد وہ بارش ہے جو اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے دن برسائی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد بارش ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر غنودگی سے پہلے نازل فرمائی۔ پس بارش کے سبب گرد وغبار ختم ہوگیا اور ان کے سبب زمین کی تہہ جم گئی، ان کے دل خوش اور مطمئن ہو گئے اور اس کے سبب ان کے قدم جم گئے (4)۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیئے اور وادی کی زمین انتہائی نرم تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی جانب اتنا ہی برسے کہ اس سے زمین کی تہہ جم گئی اور ان کے لیے چلنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی لیکن قریش کی جانب وہ اتنا برسے کہ اس کے سبب ان کے لیے چلنا ممکن نہ رہا۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ابتدا میں ہی مشرکین نے مسلمانوں کے مقابلہ میں پانی پر قبضہ کر لیا اور مسلمان پیاس محسوس کرنے لگے اور انہوں نے جنبی ہونے اور محدث ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھیں۔ ان دونوں لشکروں کے درمیان ریت کے ٹیلے تھے۔ شیطان

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ علی المشرکین قبل التقاء الجمعین وبعدہ، جلد 3، صفحہ 49، بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 228 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 230 4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 231

نے ان کے دلوں میں حزن و ملال ڈالتے ہوئے کہا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم میں نبی ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو، حالانکہ تم جنابت اور حدث کی حالت میں نمازیں پڑھ رہے ہو؟ تو پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور وادی پانی سے بھر کر بہنے لگی۔ مسلمانوں نے وہ پانی پیا اور اس سے طہارت حاصل کی۔ نیز ان کے قدم جم گئے اور شیطان کا وسوسہ جاتا رہا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا رِجْزَ الشَّیْطٰنِ سے مراد اس کا وسوسہ ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وَ لِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ کا معنی ہے تاکہ وہ تمہارے دلوں کو صبر کے ساتھ مضبوط کر دے۔ اور وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ کی تفسیر میں کہا کہ بطن وادی کی زمین نرم تھیں۔ جب بارش ہوئی تو وہ ریت مضبوط ہو کر جم گئی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: یہاں تک کہ پاؤں اس ریت پر جم گئے جو کہ سطح زمین کے اوپر موجود تھی (2)۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ البدر کو دعا مانگتے ہوئے اس طرح عرض کی "اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ لَا تُعْبَدْ" اے اللہ! اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی، پھر اسی رات شدید بارش ہوئی۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۔ (3)

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

"یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو۔ میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب۔ سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر یہ حکم اس لیے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (اے حق کے دشمنو!) یہ سزا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 232، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 229 3۔ ایضاً

ہے پس چکھو اسے نیز (یاد رکھو) کافروں کے لیے آتش (جہنم) کا عذاب بھی ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے کہ ابو بدر عباد بن ولید مغبری نے اپنے خط میں ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابو سعید احمد بن داؤد الحداد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ نہیں کہا کہ وہ اس کے ساتھ ہے، مگر غزوۂ بدر کے دن ملائکہ کو یہ فرمایا "اِنِّیْ مَعَكُمْ بِالنَّصْرِ" کہ میں مدد کے لیے تمہارے ساتھ ہوں۔

ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: غزوۂ بدر کے سوا ملائکہ نے عملاً جنگ میں حصہ نہیں لیا (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: کہ میرے باپ نے بتایا: اے میرے بیٹے! ہم نے غزوۂ بدر کے دن یہ منظر دیکھا ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی تلوار کے ساتھ مشرک کے سر کی طرف اشارہ کرتا، تو تلوار لگنے سے پہلے ہی اس کا سر جسم سے کٹ کر گر جاتا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب مشرکین قریش قافلے کی مدد اور اس کے سبب جنگ کرنے کے لیے مکہ سے نکلے تو انہوں نے بدر کے دن پانی کے پاس آکر پڑاؤ ڈالا اور مومنین کے مقابلہ میں پانی پر قابض ہو گئے۔ نتیجۃً مومنین کو پیاس نے آلیا اور وہ نمازیں بھی جنابت اور حدث کی حالت میں پڑھنے لگے۔ شیطان نے مومنین کے دلوں میں پریشانی القاء کرتے ہوئے انہیں کہا: کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ تم میں نبی مکرم ﷺ ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو حالانکہ تمہارے پانی پر غلبہ پالیا گیا ہے اور تم جنابت اور حدث کی حالت میں نمازیں پڑھ رہے ہو؟ یہاں تک کہ یہ بات صحابہ کرام کے سینوں میں کافی حد تک راسخ ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور وادی پانی سے بہہ پڑی اور مومنین نے جی بھر کر پانی پیا اور اپنے مشکیزے بھر لیے۔ اور اپنی سواریوں کو بھی خوب سیراب کیا اور انہوں نے غسل جنابت بھی کر لیا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پانی کو ان کے لیے باعث طہارت و پاکیزگی بنا دیا اور ان کے قدموں کو بھی ثابت کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اور قریش کے درمیان ریت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر بارش برسا دی اور اسے جما دیا۔ یہاں تک کہ وہ سخت اور مضبوط ہو گئی اور اس پر قدموں کو جما دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی ایک جمعیت کے ساتھ سفر کا آغاز کیا، اس دن ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ان میں سے دو سو ستر افراد انصار میں سے تھے اور بقیہ تمام مہاجرین میں سے تھے۔ اس دن مشرکین کا سردار کبر سنی کے سبب عتبہ بن ربیعہ تھا۔ عتبہ نے کہا: اے گروہ قریش! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور تم پر شفقت کرتا ہوں۔ آج کے بعد میں کوئی نصیحت تمہارے لیے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ تحقیق تم وہاں پہنچ چکے ہو جہاں پہنچنے کا تم ارادہ رکھتے تھے۔ ابوسفیان بحفاظت نکل چکا ہے۔ اس لیے تم بھی صحیح و سالم محفوظ انداز میں واپس لوٹ جاؤ۔ کیونکہ اگر محمد ﷺ سچے ہوں گے تو ان کی صداقت کے سبب تم لوگوں سے بڑھ کر سعادت مند ہو گے۔ اور اگر وہ کاذب (جھوٹے) ہوں گے تو تم ہی ان کے خون کی حفاظت کا زیادہ حق رکھتے ہو۔ یہ سن کر ابوجہل اس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے برا بھلا کہا اور اس کے چہرے کو نوچتے ہوئے کہا: تیری انتڑیاں رعب سے بھر گئی ہیں۔ تو عتبہ نے اسے جواب دیا: آج معلوم ہو

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 353، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

جائے گا کون بزدل ہے اور اپنی قوم کو تباہ کرنے والا ہے۔ چنانچہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ دونوں میدان میں اترے، یہاں تک کہ جب مسلمانوں کے لشکر کے قریب آئے تو کہا: ہمارے مقابلے کے لیے افراد بھیجو ہم ان سے قتال کریں گے۔ تو بنی خزرج کے نوجوان اٹھے۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں بٹھا دیا۔ پھر فرمایا۔ اے بنی ہاشم! کیا تم اپنے بھائیوں کی طرف بنی خزرج کے نوجوان بھیج رہے ہو حالانکہ نبی (ﷺ) تم میں سے ہیں؟ پھر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اٹھے اور بڑے جذبات اور جرأت کے ساتھ ان کی جانب چل پڑے۔ عتبہ نے کہا، تم گفتگو کرو تا کہ ہم تمہیں پہچان لیں۔ کیونکہ اگر تم ہمارے ہمسر ہو گے تو ہم تم سے قتال کریں گے۔ تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''انا اسد اللہ واسد رسول اللہ ﷺ'' میں اللہ اور اس کے رسول معظم ﷺ کا شیر ہوں۔ تو عتبہ نے انہیں کہا اچھا اور کریم ہمسر اور مقابل ہے۔ چنانچہ شیبہ نے آپ پر حملہ کر دیا، دو ضربوں کا تبادلہ ہوا پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ولید بن عتبہ کے مقابلے کے لیے اٹھے اور دو ضربوں کا باہم تبادلہ ہوا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر کاری ضرب لگا کر اسے قتل کر ڈالا۔ پھر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عتبہ آپ کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا، باہم دو ضربوں کا تبادلہ ہوا اور ہر ایک نے دوسرے کو زخمی کر دیا، اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ پر جھپٹے اور اسے قتل کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اللہ! اے ہمارے رب! تو نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے قتال کا حکم دیا ہے اور میرے ساتھ مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا'' اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ (العمران) ''کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں''۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف وحی فرمائی: اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ نتیجۃً ابوجہل اُنہتر افراد میں مارا گیا اور عقبہ بن ابی معیط گرفتار ہو گیا اور پھر اسے بھی قتل کر دیا گیا، تو اس طرح ستر افراد مارے گئے اور ستر قید کر لیے گئے۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں بنی ساعدہ کے ایک آدمی سے روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ان کی بصارت ختم ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر اب میں تمہارے ساتھ بدر میں ہوتا اور میری بصارت بھی صحیح ہوتی، تو میں بالیقین تمہیں اس گھاٹی کے بارے بتاتا جس سے ملائکہ ظاہر ہوئے تھے۔ مجھے اس کے بارے ذرا شک وشبہ نہیں ہے۔ جب ملائکہ نازل ہوئے تو ان کے پیچھے ابلیس تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی فرمائی: میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم اصل ایمان کو ثابت قدم رکھو اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور ان کے ثابت قدم رکھنے کا اندازہ یہ تھا کہ فرشتے آدمی کے پاس ایسے آدمی کی صورت میں آتے، جسے وہ پہچانتا ہوتا اور وہ کہتا: تمہیں بشارت ہو۔ وہ کوئی شے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ چنانچہ وہ ان پر جھپٹ پڑے۔ پس جونہی ابلیس نے ملائکہ کو دیکھا تو الٹے

پاؤں بھاگ پڑا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں۔ اس دن وہ سراقہ کی شکل میں تھا۔ ابوجہل آیا وہ اپنے ساتھیوں کے جذبات بھڑکانے کے لیے کہنے لگا سراقہ کا تمہارے ساتھ دھوکہ کرنا تمہیں خوف زدہ نہ کردے کیونکہ وہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کے ساتھ وعدہ کر چکا ہے، پھر اس نے کہا: لات وعزیٰ کی قسم! ہم واپس نہیں لوٹیں گے۔ یہاں تک کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کو ہم رسیوں کے ساتھ باندھ لیں گے۔ پس تم انہیں قتل نہ کرنا بلکہ انہیں مضبوطی کے ساتھ پکڑ لینا (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب جنگ شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک بلند کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد ونصرت کی التجاء کرنے لگے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح مدد مانگی "اَللّٰهُمَّ اِنْ ظَهَرُوْا عَلٰى هٰذِهِ الْعَصَابَةِ ظَهَرَ الشِّرْكُ، وَلَا يَقُوْمُ لَكَ دِيْنٌ" "اے اللہ! اگر وہ اس جماعت پر غالب آ گئے تو شرک غالب ہو جائے گا اور تیرا دین قائم نہیں رہ سکے گا"۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا اور وہ آپ کا چہرہ ضرور روشن کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پے در پے ہزار فرشتے دشمن کی اطراف میں نازل فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں بشارت ہو یہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے زمین وآسمان کے درمیان اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں۔ پس جونہی وہ زمین کی طرف اترے تو ایک لحظہ میں مجھ سے غائب ہو گئے، پھر ان کے چہرے پر غبار کے آثار تھے۔ اور وہ یہ کہہ رہے تھے "اَتَاكَ نَصْرُ اللّٰهِ اِذْ دَعَوْتَهٗ" کہ جونہی آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اس کی نصرت آپ کے پاس آ گئی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: غزوۂ بدر کے دن لوگ ملائکہ کے قتل کردہ افراد کو اس سے پہچانتے تھے کہ انہوں نے انہیں گردنوں اور جوڑوں پر مار کر قتل کیا اور ان پر آگ کے جلائے جانے کی مثل نشان موجود تھے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ الْاَعْنَاقِ سے مراد سر ہیں (3)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ سے مراد گردنوں کو مار دینا ہے (4)۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک کہا کرتے کہ اس کا معنی ہے، گردنوں کو مار دو (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا كُلَّ بَنَانٍ سے مراد ہر جوڑ ہے (6)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی نے کہا: وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ کا معنی یہ ہے کہ اس کے

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 53، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 54

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 234 4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 233 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 235

چہرے اور آنکھ پر مارنا اور اسے آگ کے شعلے میں پھینکنا۔ اس سے زیادہ شدید اور سخت ہے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہیں حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے کہا: کہ مجھے وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ کا مفہوم بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: كُلَّ بَنَانٍ سے مراد انگلیوں کے اطراف (پور) ہیں اور لغت ہذیل کے مطابق تمام بدن کے جوڑ ہیں۔ ان دونوں معنوں کی تائید میں کوئی کلام ہے تو بتایئے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں وہ کلام موجود ہے، انگلیوں کے اطراف کے بارے عنترہ عبسی کا یہ قول ہے:

فَنِعْمَ فَوَارِسُ الْهَيْجَاءِ قَوْمِيْ إِذَا عَلَقَ الْأَعِنَّةَ بِالْبَنَانِ

''پس میری قوم کے ہیجاء کے شہسوار کتنے اچھے ہیں جب وہ لگاموں کو پوروں کے ساتھ باندھتے ہیں''۔

اور بنی ہذیل کے شاعر نے جسم کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے کہا ہے:

لَهَا أَسَدٌ شَاكِي الْبَنَانِ مُقَذِّفٌ لَهُ لِبَدٌ أَظْفَارُهُ لَمْ تُقَلَّمِ

''اس قوم میں ایسا غارت گر شیر ہے جس کے پورے مسلح ہیں وہ (شیر) ایال والا ہے اور اس کے ناخن کٹے ہوئے نہیں ہیں''۔

امام عبد بن حمید اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوداؤد مازنی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اس اثنا میں کہ میں غزوۂ بدر کے دن ایک مشرک کا پیچھا کر رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف اپنی تلوار سونتی۔ تو میری تلوار اس تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر گر گیا۔ تو میں نے پہچان لیا کہ اسے میرے سوا کسی اور قتل کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس دن کوئی ضرب بھی سر، چہرے اور جوڑ کے سوا نہیں لگی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

''اے ایمان والو! جب تم مقابلہ کرو کافروں کے لشکر جرار سے تو مت پھیرنا ان کی طرف (اپنی) پیٹھیں اور جو پھیرے گا ان کی طرف اس روز اپنی پیٹھ بجز اس صورت کے کہ پینترا بدلنے والا ہو لڑائی کے لیے یا پلٹ کر آنے والا ہو اپنی جماعت کی طرف تو وہ مستحق ہو گا اللہ کے غضب کا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے''۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، نسائی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا ہم ایسی قوم ہیں جو اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے وقت ثابت قدم نہیں رہتے۔ اور ہم یہ نہیں جانتے کہ ہمارے سامنے ایک جماعت ہے یا ہمارا لشکر ہے؟ تو انہوں نے مجھے فرمایا:

جماعت تو رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ پھر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ تو انہوں نے فرمایا: یہ آیت صرف اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، نہ اس سے پہلے والوں کے لیے اور نہ ہی اس کے بعد والوں کے لیے ہے(1)۔

امام عبد بن حمید، ابوداؤد، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس نے ناسخ میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ آیت صرف اہل بدر کے لیے ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ الآیہ کے متعلق ابونضرہ نے کہا: یہ آیت غزوۂ بدر کے دن نازل ہوئی۔ اور ان کے لیے پھر جانا مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ اگر وہ پھر کر پیچھے ہٹتے تو صرف اور صرف مشرکین (کے خوف سے) پیچھے ہٹتے (اور یہ مناسب نہیں)(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت تمہیں دھوکا نہ دے کیونکہ یہ بدر کے دن نازل ہوئی تھی اور میں ہر مسلمان کے لیے مرجع اور پناہ ہوں(4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کے بارے کہا: یہ غزوۂ بدر کے دن نازل ہوئی کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے(5)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر کے لیے نازل ہوئی۔ کیونکہ ان کے لیے مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بھاگ جائیں اور آپ ﷺ کو چھوڑ دیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں اور ابوالشیخ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر کے لیے ہے۔ لشکر جرار کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا کبائر میں سے نہیں ہے(6)۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ کے متعلق فرمایا کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے متعلق ہے۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: بدر کا دن تھا اور مسلمانوں کے لیے کوئی ایسی جماعت نہ تھی جس کی طرف وہ بھاگ کر لوٹ سکتے(7)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ حکم بدر میں نازل ہوا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ کہتا ہے وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ۔(8)

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت یزید بن ابی حبیب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن فرار اختیار کرنے والے کے لیے جہنم واجب کر دی ہے اور فرمایا ہے: وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ۔ الی قولہ۔ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ

1۔ تفسیر ابن کثیر، زیر آیت ہذا، جلد 4، صفحہ 1558، دار ابن حزم بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 357 (3262) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 237 4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 239 5۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 238 6۔ ایضاً

7۔ ایضاً 8۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 251 (9520) بیروت

اللهِ۔ پھر جب اس کے بعد غزوۂ احد ہوا تو فرمایا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (آل عمران: 155) ''تو پھسلا دیا تھا انہیں شیطان نے بوجہ ان کے کسی عمل کے اور بے شک (اب) معاف فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں''۔

پھر جب ساتویں سال غزوۂ حنین ہوا تو فرمایا: ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ (التوبۃ) ''پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے''۔ اور فرمایا: ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (التوبۃ: 27) ''پھر رحمت سے توجہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس کے بعد جس پر چاہے گا'' (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ الآیہ صرف بدر کے دن بھاگنے والوں کے لیے ہے اور اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ کے بارے فرمایا: یعنی جو بھاگتے ہوئے مشرکین کی جانب پلٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ یعنی یا وہ بغیر شکست کے اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ کر آ جائے۔ اور فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی کو واجب کر لیا ہے۔ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ یہ صرف بدر کے دن کے ساتھ خاص ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس دن مسلمانوں پر سختی کی، تاکہ وہ کافروں کی جڑ کو کاٹ دیں۔ یہی وہ پہلی جنگ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو خوب قتل کیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا متحرف کا معنی ہے اپنے ساتھیوں میں آگے بڑھنے والا۔ بے شک ایسا آدمی جونہی دشمن کی جانب سے موقع پاتا ہے وہ اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ اور متحیز کا معنی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف بھاگ کر آنے والا۔ اسی طرح اس آدمی کو بھی کہا جاتا ہے جو اس دور میں اپنے امیر اور ساتھیوں کی طرف بھاگ کر آ جائے۔ حضرت ضحاک نے فرمایا: یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعید ہے کہ وہ فرار اختیار نہ کریں، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ثابت قدم کر دیا ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ آیت سورۃ الانفال کی اس آیت کے ساتھ منسوخ ہو چکی ہے: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ (الانفال: 66) (3)

امام ابن جریر اور نحاس رحمہما اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لشکر جرار کے مقابلے سے فرار اختیار کرنا گناہ کبیرہ میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ۔ الآیہ۔ (4)

ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لشکر کے مقابلہ سے بھاگنا گناہ کبیرہ میں سے ہے (5)۔

سعید بن منصور، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور یہ الفاظ آپ ہی کے ہے، ابو داؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم ایک غزوہ میں تھے، لوگ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 239 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 237 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 239
4۔ ایضاً 5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 542 (33692) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

انتہائی زیادہ تنگ اور پریشان ہو گئے۔ ہم نے کہا: ہم نبی مکرم ﷺ سے کیسے جا کر ملاقات کریں گے حالانکہ ہم میدان جنگ سے بھاگے ہیں اور ہم مستحق غضب ہو چکے ہیں؟ پس ہم نماز فجر سے پہلے حضور نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا تم کون لوگ ہو؟ تو ہم نے عرض کی: ہم فرار ہو کر آنے والے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم تو بہت زیادہ حملہ کرنے والے ہو (اور پلٹ کر آنے والے ہو)۔ یہ سن کر ہم نے حضور نبی کریم ﷺ کا دست مبارک چوم لیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری پناہ ہوں اور مسلمانوں کی پناہ بھی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ عربی متن ملاحظہ فرمایئے۔ ''فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، فَخَرَجَ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ......؟ فَقُلْنَا: نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ، قَالَ: لَا بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ فَقَبَّلْنَا يَدَهٗ، فَقَالَ: اَنَا فِئَتُكُمْ وَاَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِيْنَ۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی کنیز حضرت امامہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں حضور نبی مکرم ﷺ کو وضو کرا رہی تھی اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر پانی انڈیل رہی تھی کہ اچانک ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنے گھر والوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمایئے جسے میں آپ کی جانب سے یاد رکھوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنگ کے وقت میدان جنگ سے قطعاً نہ بھاگنا۔ کیونکہ جس کسی نے جنگ سے راہ فرار اختیار کی، وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی اور غصے کا سبب بن گیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

امام شافعی اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی دو سے بھاگ گیا تحقیق اس نے راہ فرار اختیار کی (2)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے المتفق والمفترق میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ...... الآیہ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا: تم اس طرح قتال کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے سات موتوں سے پناہ طلب کی ہے۔ ایک اچانک آنے والی موت، دوسری وہ جو سانپ ڈسنے کے سبب ہو، تیسری جو کسی درندے کے چیرنے پھاڑنے سے واقع ہو، چوتھی جو غرق ہونے کی وجہ سے ہو، پانچویں جو آگ میں جلنے کے سبب ہو، چھٹی وہ موت جو آدمی پر کوئی شے گرنے کے سبب ہو اور ساتویں جو میدان جنگ سے بھاگتے وقت قتل کیے جانے کے سبب واقع ہو (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سات کلمات کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 70، دار صادر بیروت　2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 541 (33690) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 204

ساتھ دعا کرتے تھے، آپ عرض کرتے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْھَرَمِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَمِّ وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ، وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِی الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِكَ مُدْبِرًا، وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا'' اے اللہ! میں انتہائی زیادہ بڑھاپے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، میں غم، پانی میں غرق ہونے اور آگ میں جل جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، موت کے وقت شیطان کے مجھ پر غالب آجانے سے میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تیرے راستے میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مجھے موت آجائے اور میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں اس سے کہ کسی کیڑے کے ڈسنے کے سبب میری موت واقع ہو''(1)۔

امام ابن سعد، ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت بلال بن یسار رحمہ اللہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا: کہ جس کسی نے یہ کہا ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ'' تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اگرچہ اس نے میدان جہاد سے راہ فرار اختیار کی ہو(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، حاکم رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے تین بار یہ کہا: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اگرچہ وہ میدان جہاد میں دشمن کے مقابلے سے بھاگ نکلا ہو(3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل موقوف روایت بیان کی ہے اور وہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۸﴾

''پس تم نے نہیں قتل کیا انہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا انہیں اور (اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ تاکہ احسان فرمائے مومنوں پر اپنی جناب سے بہترین احسان۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے یہ تو ہوا اور بلاشبہ اللہ کمزور کرنے والا ہے کفار کے مکر و فریب کو''۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 427، دار صادر بیروت
2۔ سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، جلد 5، صفحہ 427 (1488) مکتبۃ الرشد
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 128 (2550)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو فرمایا (تم نے انہیں قتل نہیں کیا) جب کہ انہوں نے یہ کہا اسے میں نے قتل کیا اور اسے میں نے قتل کیا۔ اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی جانب سنگریزے پھینکے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ کے متعلق کہا: کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن کفار کی جانب سنگریزے پھینکے تھے (1)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ وہ ریت کے ذرات ہر آدمی کی آنکھ میں پڑے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ بدر کا دن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کنکریاں اٹھائیں اور ان میں سے ایک کنکری ان کے درمیان پھینک دی اور فرمایا "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" پس وہ شکست سے دوچار ہوئے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ پر حملہ کیا تو مشرکین غضب ناک ہو گئے اور کہنے لگے: کیا ایک کے مقابلہ میں دو ہیں؟ پس اس سے جنگ بھڑک اٹھی۔ تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کریم کی بارگاہ میں التجاء کی "اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَمَرْتَنِيْ بِالْقِتَالِ وَوَعَدْتَنِي النَّصْرَ وَلَا خُلْفَ لِوَعْدِكَ" "اے اللہ! بلاشبہ تو نے مجھے جنگ کا حکم دیا ہے اور میرے ساتھ مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور تیرے وعدے کا خلاف نہیں ہوتا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کی مشت اٹھائی اور ان کے چہروں پر پھینک دی، تو وہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے شکست کھا گئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو ہم نے آسمان سے زمین کی جانب آنے والی ایک آواز سنی۔ وہ ایسی آواز تھی گویا کہ سنگریزے ٹب میں گرے ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سنگریزے پھینک تھے اور ساتھ فرمایا تھا "شاهت الوجوه" (چہرے قبیح ہو جائیں اور وہ خوف زدہ ہو جائیں) پس ہم شکست کھا گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ۔ (3)

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں نے سنگریزوں کی آواز سنی جو بدر کے دن آسمان سے گرے، گویا کہ وہ ایک ٹب میں گرے ہیں، جب لوگ صف بستہ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزے اٹھائے اور وہ مشرکین کے چہروں کی جانب پھینک دیے پس وہ شکست کھا گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سنگریزوں کی ایک مشت مجھے پکڑاؤ۔ چنانچہ انہوں نے وہ پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قوم کے چہروں پر پھینک دیا، نتیجۃً ان کے لشکر کے ہر فرد کی آنکھیں اس ریت سے بھر گئی۔ تو اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ۔ الآیہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 240 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 241 3۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن قیس اور محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ جب لشکر کے افراد ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی ایک مشت اٹھائی اور وہ ان کے چہروں پر پھینک دی اور ساتھ فرمایا" شَاهَتِ الْوُجُوْهُ " وہ مٹی ان تمام کی آنکھوں میں پڑی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام انہیں قتل کرنے میں لگ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے یہی مٹی پھینکنے کے سبب وہ شکست سے دوچار ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ الی قولہ۔ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب غزوۂ احد کا دن تھا۔ ابی بن خلف اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے آیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے قریب آ پہنچا۔ مسلمانوں میں سے کچھ افراد نے ابن ابی خلف سے تعرض کیا تاکہ وہ اسے قتل کر دیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: پیچھے ہٹ جاؤ۔ پس وہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا چھوٹا نیزہ اپنے دست مبارک میں پکڑا اور اسے ابی بن خلف کی طرف پھینکا۔ اس نے اس کی ایک پسلی توڑ دی۔ ابی ابن خلف انتہائی مشکل کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کر گیا اور انہوں نے اسے اٹھا لیا جب کہ وہ پیچھے مڑ کر گئے۔ اور یہ کہنے لگے: کوئی حرج نہیں۔ جب انہوں نے اس طرح کہا تو ابی نے کہا: قسم بخدا! اگر یہ لوگوں کی جانب سے ہوتا تو میں بالیقین ان سے قتال کرتا۔ کیا آپ (ﷺ) نے نہیں کہا تھا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں تجھے ضرور قتل کروں گا؟ اس کے ساتھی اسے اٹھا کر چلتے رہے یہاں تک کہ وہ راستے میں ہی مر گیا۔ انہوں نے اسے دفن کر دیا۔ حضرت ابن میسب رضی اللہ عنہ نے کہا: اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن میسب اور زہری رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ان دونوں نے کہا: یہ آیت غزوۂ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے ابی بن خلف کی طرف چھوٹا نیزہ پھینکنے کے بارے میں نازل کی گئی۔ وہ حالت خوف میں تھا تو آپ ﷺ نے اس کی ہنسلی کی ہڈی پر نیزہ دے مارا۔ پس وہ اپنے گھوڑے سے بار بار گرنے لگا یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد اسی کے سبب اس کی موت واقع ہو گئی۔ اسی صورت میں اس کے لیے دردناک عذاب دوسروں سے پہلے آ گیا جو اس عذاب برزخ کے ساتھ متصل ہے جو عذاب آخرت کے ساتھ متصل ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے دن ابی بن خلف کی طرف اپنا نیزہ پھینکا۔ تو اسے کہا گیا: یہ تو صرف خراش سی ہے۔ تو اس نے کہا کیا انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا؟ قسم بخدا! اگر انہوں نے ساری مخلوق کے بارے میں ایسا کہا ہوتا تو وہ سب کے سب مر جاتے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی الحقیق کے قتل کے دن ایک کمان منگائی، تو آپ ﷺ کے پاس ایک طویل کمان لائی گئی، آپ ﷺ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 241

نے فرمایا: میرے پاس اس کے سوا کوئی اور کمان لاؤ۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو کمان کیدا پیش کی اور رسول اللہ ﷺ نے اسے قلعے کی جانب پھینکا۔ پس اس سے تیر گرتے ہی ابن ابی الحقیق اپنے بستر پر قتل ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ کی تفسیر اس طرح نقل کی ہے یعنی وہ آپ کے پھینکنے کے سبب (قتل) نہ ہوتا اگر اللہ تعالیٰ آپ کی مدد نہ کرتا اور آپ کے دشمن کے سینے میں وہ القاء نہ کرتا جس نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا۔ اور وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ مومنین کو قلت تعداد کے باوجود کثیر تعداد دشمن پر غلبہ عطا فرما کر ان پر اپنی نعمت و احسان کا انہیں احساس دلاتا ہے تاکہ اس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو پہچان سکیں اور پھر اس کی نعمت و احسان پر اس کا شکر بجا لائیں۔

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾

"(اے کفار!) اگر تم فیصلہ کے طلب گار تھے تو (لو) آ گیا تمہارے پاس فیصلہ، اور اگر تم (اب بھی) باز آ جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لیے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر سزا دیں گے اور نہ فائدہ پہنچائے گی تمہیں تمہاری جماعت کچھ بھی چاہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہو اور یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ روگردانی کرو اس سے حالانکہ تم سن رہے ہو"۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ، ابن مندہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن شہاب کے واسطہ سے حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس وقت لشکر باہم برسر پیکار ہوئے تو ابو جہل نے کہا: اے اللہ! ہمارے رشتوں کو کاٹ دے اور ہمیں اس طرح بنا دے کہ ہم کسی کو نہ پہچانتے ہوں اور کل تک اسے ٹیڑھا کر دے (یعنی اسے ہلاک کر دے) تو اس طرح گویا وہ اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کر رہا تھا۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی نقل کیا ہے۔ کہ اے مشرکین! اگر تم مدد طلب کرتے ہو تو تحقیق تمہارے پاس مدد آ گئی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 245 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 244

ابوجہل نے بدر کے دن کہا۔ اے اللہ! دو گروہوں میں سے ایک کی مدد کر اور دونوں لشکروں میں سے افضل و بہتر کی مدد فرما۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۔(1)

امام ابوعبید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قرأت کیا کرتے تھے: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِیَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَیْــٴًـا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے اس قول کے بارے نازل ہوئی: اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرما دیا(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ اگر تم فیصلہ طلب کرتے ہو تو پھر بدر کے دن تمہارا فیصلہ آچکا ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا کی تفسیر میں سدی نے کہا: اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ لڑنے سے باز آجاؤ۔ اور وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ کی تفسیر میں کہا: کہ اگر تم دوبارہ فیصلہ طلب کرو تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فیصلہ دوں گا۔ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہے(4)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اگر تم دوبارہ اس طرح کی شرارت کرو گے تو ہم پھر قید اور قتل کے لیے تمہاری طرف رجوع کریں گے۔

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

”اور نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے“۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ کا معنی ہے حالانکہ وہ نافرمانی کرتے ہیں(5)۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

”بے شک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے (انسان) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب جانوروں سے بدتر ہیں وہ کفار ہیں۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اس سے مراد قریش کے قبیلہ بنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 245 — 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 244 — 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 247
4۔ ایضاً — 5۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 248

عبدالدار کا ایک گروہ ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کی اتباع و پیروی نہیں کرتے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ یہ آیت عرب کے قبائل میں سے قبیلہ بنی عبدالدار کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابن منذر نے ابن جریج سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث اور اس کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے یہ بیان کیا ہے کہ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ سے مراد دواب خلق ہیں(2)۔ پھر انہوں نے یہ آیات پڑھیں وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ (فاطر:45) ''اور اگر اللہ تعالیٰ (فوراً) پکڑ لیا کرتا لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے باعث تو نہ (زندہ) چھوڑتا زمین کی پشت پر کسی جانور کو''۔ اور وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود:6) ''اور نہیں کوئی جانور زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق''۔ فرمایا: یہ اسی میں داخل ہیں۔

وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

''اور اگر جانتا اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی تو انہیں ضرور سنا دیتا اور اگر سنا دیتا انہیں (قبول حق کی استعداد کے بغیر) تو وہ پیٹھ پھیر دیتے روگردانی کرتے ہوئے''۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ کی تفسیر حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ان کا وہ قول تیار کر دیتا ہے جو وہ اپنی زبانوں سے کہتے لیکن ان کے دل اس کے خلاف ہوتے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ یہ جاننے کے بعد کہ ان میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے جو اس کا علم نافذ ہونے کے بعد ان کے لیے نفع بخش ہو، انہیں سنوا دیتا تو وہ اس سے کوئی نفع حاصل نہ کرتے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم اس سے بہرے ہیں جس کی طرف ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دعوت دیتے ہیں، ہم اسے سنتے ہی نہیں اور ہم گونگے ہیں، ہم اس کی تصدیق کے بارے میں انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے۔ وہ سب کے سب غزوۂ احد میں مقتول ہوئے اور وہی احد کے دن اصحاب اللواء (علمبردار تھے)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 249 2۔ ایضاً

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

''اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں اور خوب جان لو کہ اللہ (کا حکم) حائل ہو جاتا ہے انسان اور اس کے دل (کے ارادوں) کے درمیان، بے شک اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے''۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد یہ قرآن ہے جس میں زندگی بھی ہے اور تقویٰ بھی، نجات بھی ہے اور دنیا و آخرت میں عصمت و حفاظت کا (سامان بھی) (1)

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلائیں اس جنگ کی طرف، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں ذلت کے بعد غلبہ اور عزت عطا فرمائے گا اور ضعف و کمزوری کے بعد اس کے سبب تمہیں قوت و طاقت عطا فرما دے گا۔ اور اس کے ذریعے تمہیں دشمنوں کے قہر و غضب سے محفوظ کرے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، حشیش بن اصرم نے الاستقامۃ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ کا حکم مومن اور کفر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور کافر اور ایمان اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے مابین حائل ہو جاتا ہے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حکم مومن اور کفر کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور کافر اور ہدایت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کافر اور اس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے کہ وہ خیر کے دروازے کی حفاظت کرے یا اس کے مطابق عمل کرے یا وہ اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا علم آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوغالب خلجی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ کے بارے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتا ہے مومن اور اس کے ایسے گناہ کے درمیان جو اس کے لیے باعث ہلاکت ہوتا ہے۔ لہٰذا ابن آدم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے سوا

1۔ تفسیر طبری، عن قتادہ، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 251 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 358، دارالکتب العلمیہ بیروت

دوسرے اعمال (خیر) کرے اور وہ اپنے دل میں ایسی ہلاک کرنے والی چیزیں داخل نہ کرے جن کے سبب وہ دارالفاسقین کا مستحق ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کافر اور اس کی اس اطاعت کے درمیان ہو حائل ہو جاتا ہے جو اسے ایسی چیزوں کا مستحق بنا دے جنہیں اپنانے والے اور جن سے محبت رکھنے والے خیر اور بھلائی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور یہ اس علم سابق میں ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا امر منتہی ہوتا ہے اور اسی کے پاس بندوں کے اعمال قرار پکڑتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو غالب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اس آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا گیا کہ جب ان کے لیے فیصلہ یہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر ان صحابہ کرام سے فرمایا جنہوں نے آپ سے سوال کیا تھا: عمل کرو، پس ہر کام آسان بنا دیا گیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: وہ تیسیر (آسان بنانا) کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صاحب نار کے لیے جہنم کا عمل آسان بنا دیا گیا ہے اور صاحب جنت کے جنت کا عمل آسان کر دیا گیا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے ایک غلام کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: اے اللہ! بے شک تو آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ پس تو میرے اور خطاؤں کے درمیان حائل ہو جا۔ تاکہ میں برے اعمال نہ کروں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے تو اس سے نیکی اور عمل خیر کی دعا مانگ (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان اس سے قرب اختیار کرنے میں حائل ہو جاتا ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

"اور ڈرتے رہو اس فتنہ سے (جو اگر برپا ہو گیا تو) نہ پہنچے گا صرف انہیں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے"۔

امام احمد، بزار، ابن منذر، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت مطرف رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نے زبیر کو کہا: اے ابو عبد اللہ! تم نے خلیفہ کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا گیا پھر تم ان کے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے آئے ہو؟ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں یہ پڑھتے تھے وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً اور ہم یہ گمان نہیں کرتے تھے کہ ہم ہی اس کے اہل ہیں یہاں تک کہ یہ ہم ہی میں واقع ہوگا جیسا کہ واقع ہو چکا ہے (2)۔

1۔ کتاب الزہد، زہد عمر بن الخطاب، جلد 1، صفحہ 143، بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 165، دار صادر بیروت

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تحقیق ایک زمانہ تک ہم پڑھتے رہے اور ہم یہ گمان نہیں رکھتے تھے کہ ہم اس کے اہل میں سے ہیں اور ہم ہی اس آیت کے مصداق اور مراد ہوں گے: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً۔(1)

ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہے فتنہ سے مراد بلاء (آزمائش) ہے اور وہ امر ہے جو ہونے والا ہو۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے بارے نازل ہوئی (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: قسم بخدا! جب یہ آیت نازل ہوئی تو کئی اقوام نے یہ جانا کہ عنقریب ایک قوم اس کے ساتھ خاص ہو جائے گی۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے قسم بخدا! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے صاحب عقل و دانش نے اس وقت یقین کر لیا جب یہ آیات نازل ہوئی کہ عنقریب فتنے ظاہر ہوں گے۔

امام عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا: یہ آیت صرف اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازل ہوئی۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور یہ فتنہ جنگ جمل کے دن ان تک پہنچا اور وہ قتل ہو گئے۔ مقتولین میں سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں اہل بدر میں سے تھے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے (کہ یہ آیت جن کے بارے نازل ہوئی) وہ اصحاب جمل ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک سے اسی آیت کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ فتنہ ظالم اور صالح تمام کو پہنچے گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ فتنہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ اسے اس طرح کر چھوڑے گا کہ وہ اسے سمجھ ہی نہیں پائے گا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ وہ اپنے درمیان کسی منکر (گناہ) کو پختہ نہ ہونے دیں کہ اس کے سبب اللہ تعالیٰ کا عذاب انہیں بھی آ جائے گا (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 257 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 256 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 257

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 542 (37805) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 257

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝۲۶

''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے ملک میں (ہر وقت) ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں اچک نہ لے جائیں تمہیں لوگ، پھر اللہ نے پناہ دی تمہیں اور طاقت بخشی تمہیں اپنی نصرت سے اور عطا کیں تمہیں پاکیزہ چیزیں تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ''۔

امام ابن منذر، ابن جریر اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ ...... الآیہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ قبیلہ ذلت کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بڑھ کر ذلیل، زندگی گزرنے کے لحاظ سے انتہائی شقی اور بدبخت، پیٹ کے اعتبار سے انتہائی بھوکا، بدن کے اعتبار سے سب سے زیادہ لباس سے عاری اور ضلالت و گمراہی کے لحاظ سے انتہائی بین اور واضح تھا۔ فارس اور روم کے درمیان پتھر کے سروں پر جھکنے والے لوگ تھے۔ قسم بخدا! ان کے شہروں میں ایسے لوگ نہیں تھے جو اس پر حسد کرتے ہوں۔ ان میں سے جو زندہ رہا اس نے بدبختی اور شقاوت کی زندگی گزاری اور ان میں سے جو مر گیا اسے آگ میں پھینک دیا گیا۔ وہ کھلاتے تھے اور کھاتے نہیں تھے۔ قسم بخدا! اس وقت زمین پر موجود کسی قبیلے سے ہم واقف نہیں تھے جو رتبہ اور درجہ میں ان سے بڑھ کر شریر ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام عطا فرمایا۔ اور اس کے سبب اس نے شہروں کو آباد کیا اور رزق میں وسعت پیدا فرمائی۔ اور اس کے سبب تمہیں لوگوں پر حاکم بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے سبب وہ سب کچھ عطا فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کا اس کی نعمت پر شکر ادا کرو۔ کیونکہ تمہارا رب نعمتیں عطا فرمانے والا ہے اور وہ شکر کو پسند کرتا ہے اور اہل شکر کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور زیادہ عطا کیا جاتا ہے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ دور جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں لوگ تمہیں اچک لے جاتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی طرف پناہ دی۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد فارس اور روم کے لوگ ہیں (2)۔

امام ابو الشیخ، ابو نعیم اور دیلمی رحمہم اللہ نے مسند الفردوس میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ سے عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ الناس سے مراد کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد اہل فارس ہیں (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَاٰوٰىكُمْ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 259 2۔ ایضاً 3۔ الفردوس للدیلمی، جلد 4، صفحہ 407 (7184) بیروت

اللہ تعالیٰ نے تمہیں انصار مدینہ کی طرف پناہ دی۔ اور وَ اَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ کی تفسیر میں فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے دن اپنی نصرت کے ساتھ تمہیں طاقت بخشی(1)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾

''اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو اور خوب جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (سب) آزمائش ہے اور بے شک اللہ اسی کے پاس اجر عظیم ہے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ابوسفیان مکہ سے نکلا تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ پر ہے۔ پس تم اس کی طرف نکلو اور (اپنا معاملہ) مخفی رکھو۔ تو منافقین میں سے ایک آدمی نے ابوسفیان کی طرف یہ لکھ دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ارادے سے نکل رہے ہیں۔ اس لیے تم انتہائی احتیاط کو لازم رکھنا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ۔ الآیہ۔(2)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ بن منذر کے بارے میں نازل ہوئی۔ بنی قریظہ نے اپنی محاصرے کے دن ان سے پوچھا یہ معاملہ کیا ہے (اس امر کا انجام کیا ہے)؟ تو آپ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اشارۃً بتایا کہ اس کا انجام ذبح ہے (یعنی تم قتل کر دیئے جاؤ گے)۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے قدم پھسل گئے جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کی ہے(3)۔

امام سنید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زہری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے یہ قول کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (یہود کی طرف) بھیجا۔ تو انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں اشارۃً بتا دیا کہ وہ ذبح کر دیے جائیں گے۔ پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! میں کھانا نہیں چکھوں گا اور نہ ہی کوئی شے پیوں گا یہاں تک کہ میں مرجاؤں یا میری توبہ قبول ہو جائے۔ پس سات دن تک وہ اسی حال پر رہے کہ نہ کھانا چکھا اور نہ کوئی مشروب پیا یہاں تک کہ وہ غش کھا کر گر پڑے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 260 2۔ ایضاً

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 205 (987) دار الصمیعی الریاض

آپ کی توبہ قبول فرمالی۔تو آپ کو بتایا گیا: اے ابولبابہ! تمہاری توبہ قبول ہوگئی ہے۔تو آپ نے کہا: قسم بخدا! میں اپنے آپ کو (اس ستون سے) نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں اور بذات خود مجھے کھول دیں، پس آپ ﷺ بنفس نفیس تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھول دیا(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کی طرف بھیجا۔ کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے۔تو آپ نے وہاں جا کر اپنے ہاتھ کے ساتھ ان کے ذبح و قتل کی طرف اشارہ کیا۔تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ کی بیوی کو فرمایا۔کیا وہ نمازیں پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے اور غسل جنابت کرتا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی، بلاشبہ وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، غسل جنابت بھی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ سے محبت بھی کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ قسم بخدا میں نمازیں پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں اور غسل جنابت بھی کرتا ہوں۔ میں عورتوں اور بچوں کی طرف مائل رہا اور ان کے لیے میرے دل میں (جذبات محبت) قائم رہے یہاں تک کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی۔ پھر اسے سورۂ برات کی آیت وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ (التوبہ: 102)'' کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کرلیا ہے اپنے گناہوں کا''۔ نے منسوخ کردیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب بنی قریظہ کا معاملہ پیش آیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس موجود لوگوں کے ساتھ بھیجا۔ آپ ان کے پاس پہنچے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں کئی عیوب و نقائص نکالے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ابلق (سیاہ و سفید) گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کے چہرہ سے غبار صاف کیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ وحیہ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرئیل ہیں۔ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ کون سی شے ہے جو آپ کو بنی قریظہ کے پاس جانے سے روک رہی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے ان کے قلعے میں جانا کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں اپنا یہ گھوڑا ان پر داخل کروں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ بغیر زین کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا۔ تو عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے لیے مناسب نہیں کہ آپ ان میں تشریف لے جائیں، کیونکہ وہ آپ کو گالی گلوچ دے رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 260

فرمایا: ہرگز نہیں۔ بلاشبہ عنقریب وہ آداب بجا لائیں گے۔ پس حضور نبی مکرم ﷺ ان میں تشریف لائے اور فرمایا: اے خنزیروں اور بندروں کے بھائیو! تو انہوں نے عرض کی: اابوالقاسم! کیا آپ اتنے فحش الفاظ کہہ رہے ہیں؟ پھر انہوں نے کہا: ہم محمد (ﷺ) کے حکم پر نیچے نہیں اتریں گے بلکہ ہم تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر نیچے آئیں گے۔ چنانچہ وہ نیچے اترے اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے ان کا فیصلہ فرمایا کہ ان کے جنگجو قتل کر دیئے جائیں اور ان کی اولاد کو قیدی بنالیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی سبب سے فرشتے نے مجھ پر جادو کر دیا ہے پس ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور خاص طور پر یہ آیت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے بنی قریظہ کی طرف یہ اشارہ کیا تھا جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر نیچے اتریں گے کہ تم اس طرح نہ کرو، کیونکہ نتیجۃً تم ذبح اور قتل ہو جاؤ گے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے خیانت نہ کرو اس کے فرائض ترک کرتے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت نہ کرو ان کی سنت چھوڑ کر اور معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو یعنی انہیں نقصان نہ پہنچاؤ۔ امانت سے مراد ہر وہ شے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو امین بنایا ہے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں نازل ہوئی ہے (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ سے مراد میدان جنگ سے ہتھیار کے ساتھ غائب ہو جانا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے ہر کوئی ایک فتنہ میں مبتلا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ پس تم میں سے جو بھی پناہ طلب کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے فتنوں کی تکلیف اور تنگی سے پناہ مانگے (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید نے اس آیت کے بارے کہا: کہ فِتْنَةٌ سے مراد فتنۃ الاختبار ہے جس نے انہیں آزمائش اور امتحان میں ڈال دیا۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا: وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً (الانبیا: 35) ''اور ہم خوب آزماتے ہیں تمہیں برے اور اچھے حالات سے دوچار کر کے'' (4)۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 262
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 261
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 263
4۔ ایضاً

سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹

"اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو وہ پیدا کر دے گا تم میں حق و باطل میں تمیز کی قوت اور ڈھانپ دے گا تم سے تمہارے گناہ اور بخش دے گا تمہیں۔ اور اللہ بڑے فضل (و کرم) والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: فُرْقَانًا سے مراد نجات ہے(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے(2)۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فُرْقَانًا سے مراد مدد و نصرت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں نکلنے کی راہ پیدا کر دے گا۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

"اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں۔ وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے"۔

امام عبدالرزاق، احمد، عبد بن حمید، ابن منذر، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابونعیم نے دلائل میں اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک رات مکہ مکرمہ میں قریش نے مجلس مشاورت قائم کی۔ ان میں سے بعض نے کہا: جب صبح ہو جائے تو تم اسے بیڑیوں کے ساتھ قید کر لو۔ اس سے وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کا ارادہ کر رہے تھے۔ بعض نے یہ رائے دی: نہیں بلکہ تم انہیں قتل کر دو اور بعض نے یہ کہا: نہیں بلکہ تم انہیں جلا وطن کر دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس مشاورت پر اپنے نبی مکرم ﷺ کو مطلع کر دیا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ رات بھر حضور نبی کریم ﷺ کے بستر پر آرام فرما رہے اور حضور نبی مکرم ﷺ وہاں سے نکل گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ غار (غار ثور) میں جا پہنچے۔ مشرکین اس خیال سے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں آرام فرما ہیں، رات بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی کرتے رہے، پس جونہی انہوں نے صبح کی تو وہ آپ کی طرف جھپٹے اور جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی خفیہ تدبیر کو رد کر دیا۔ انہوں نے پوچھا: تمہارے یہ صاحب کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 265
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 265

جانتا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے نشانات قدم پر آپ کا پیچھا کیا۔ لیکن جب وہ پہاڑ تک پہنچے تو ان پر وہ نشانات مختلط ہو گئے اور وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور انہوں نے غار کے دروازے پر مکڑی کا بنا ہوا جال دیکھا تو کہنے لگے۔ اگر آپ اس میں داخل ہوتے تو اس کے دروازے پر مکڑی کا یہ جالا نہ ہوتا۔ پس آپ ﷺ اس میں تین راتوں تک قیام فرما رہے (1)۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ قریش کی ایک جماعت اور تمام قبیلوں کے سردار جمع ہوئے تاکہ وہ دارالندوہ میں داخل ہوں اور ابلیس بھی ایک انتہائی بوڑھے آدمی کی صورت ان کے پاس آ پہنچا۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو اس نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں اہل نجد کا شیخ ہوں۔ میں نے اس کے بارے سنا جس کے لیے تم اکٹھے ہوئے ہو، تو میں نے چاہا کہ میں تم میں حاضر ہوں اور میری جانب سے کوئی رائے اور نصیحت تمہیں محروم نہیں کرے گی۔ تو انہوں نے کہا: ہاں ضرور تم اندر آ جاؤ پس وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گیا اور اس نے کہا: تم اس آدمی کے حالات کے بارے غور و فکر کرو۔ قسم بخدا! قریب ہے کہ وہ اپنے حکم سے تمہارے معاملات میں دخل اندازی کرے گا۔ تو پھر کسی کہنے والے نے کہا: تم اسے بیڑیوں میں قید کر لو اور پھر اس کی موت کا انتظار کرو۔ یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے جیسا کہ اس سے پہلے شعراء ہلاک ہو گئے، یعنی زہیر اور نابغہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ بھی انہیں میں سے کسی کی طرح ہے۔ تو دشمن خدا شیخ نجدی نے کہا: قسم بخدا! تمہاری یہ رائے کوئی مضبوط رائے نہیں ہے۔ قسم بخدا! اس کے قید خانے سے خبر اس کے اصحاب تک پہنچ جائے گی اور پھر یقیناً وہ اس پر حملہ کریں گے یہاں تک کہ وہ انہیں تمہارے قبضے سے لے لیں گے اور پھر انہیں تم سے محفوظ کر لیں گے، پھر تم اس سے محفوظ نہیں ہو کہ وہ تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیں۔ لہٰذا تم کسی دوسری رائے میں غور و فکر کرو۔ تو پھر ایک اور نے کہا: تم اسے اپنے درمیان سے نکال کر جلاوطن کر دو، تو تم اس سے راحت اور سکون پا جاؤ گے، کیونکہ جب وہ نکل جائیں گے تو پھر جہاں بھی رہیں اور جو کریں وہ تمہارے لیے باعث ضرر نہیں ہوگا۔ جب ان کا ضرر اور اذیت تم سے دور ہو گئی تو بالیقین تم اس سے راحت پا جاؤ گے، کیونکہ جب وہ نکل جائیں گے تو ان کا عمل تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہوگا اور ان کا ہر معاملہ دوسرے کے ساتھ ہوگا، یہ سن کر شیخ نجدی بولا: نہیں قسم بخدا! تمہاری یہ رائے اتنی پختہ نہیں ہے، کیا تم اس کی گفتگو کی حلاوت، طلاقت لسانی اور جو اس کی گفتگو کو سنتے ہیں ان کے دلوں کو اپنی گرفت میں لینے سے تم واقف نہیں ہو؟ قسم بخدا! اگر تم نے ایسا کیا، پھر تو انہیں عربوں کے حوالے کر دیا گیا۔ نتیجۃً وہ ضرور بہ ضرور ان کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ پھر وہ تمہاری جانب چل کر آئیں گے اور تمہیں اپنے شہروں سے نکال دیں گے اور تمہارے سرداروں کو قتل کر دیں گے۔ تمام نے یہ سن کر کہا: اس نے سچ کہا ہے۔ قسم بخدا! تم اس کے علاوہ کوئی اور رائے تلاش کرو۔ تو ابوجہل نے کہا: قسم بخدا! ایک رائے میں تمہیں دیتا ہوں اور اس سے بہتر رائے میرے خیال میں اور کوئی نہیں۔ فوراً سب نے کہا: بتاؤ وہ کیا ہے؟ تو وہ بولا: ہر قبیلے سے ایک نوجوان جو دانا اور طاقتور ہو وہ لے لو۔ پھر ہر نوجوان کو تیز دھار تلوار دے دی جائے۔ پھر وہ اس کے ساتھ اس پر اس طرح یکبارگی حملہ کریں گویا کہ ایک

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 348، دار صادر بیروت

آدمی نے ضرب لگائی ہے۔ پس جب تم اسے قتل کردو گے تو اس کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا۔ اور میں یہ خیال نہیں کرتا کہ بنی ہاشم کا یہ خاندان تمام قریش سے جنگ کرنے کی قدرت رکھتا ہو گا۔ لہٰذا جب وہ انتقام کا ارادہ کریں گے تو دیت پر راضی ہو جائیں گے۔ نتیجۃً ہم سے اس کی اذیت ختم ہو جائے گی اور ہم اس سے راحت پالیں گے۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے کہا: قسم بخدا! یہ رائے مضبوط اور قابل عمل ہے جو اس نوجوان نے دی ہے۔ میں بھی اس کے سوا کوئی رائے نہیں رکھتا۔ چنانچہ وہ اسی رائے پر اتفاق کر کے اس مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ادھر حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ آپ آج کی رات اپنے اس بستر پر آرام فرما نہیں ہوں گے جس پر پہلے استراحت فرما ہوتے ہیں، ساتھ ہی قوم کی خفیہ تدبیر سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ لہٰذا وہ رات رسول اللہ ﷺ نے اپنے کاشانہ اقدس میں بسر نہیں کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خروج کی اجازت عطا فرمائی، اور انہیں ہجرت کا حکم دیا اور ان پر جہاد فرض کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ (الحج: 39) ''اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے''۔ پس یہ دونوں آیتیں جنگ کے بارے میں سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ اور آپ ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد یہ آیت نازل کی گئی جس میں اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی نعمت و احسان یاد دلا رہا ہے: وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا الایہ (1)۔

امام سنید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب انہوں نے نبی مکرم ﷺ کے بارے میں باہم مشورہ کیا کہ وہ آپ کو قید کرلیں یا قتل کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں۔ تو آپ ﷺ کو آپ کے چچا ابو طالب نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے تمہارے بارے میں کیا مشورہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ مجھے قید کرلیں یا مجھے قتل کر دیں یا مجھے جلاوطن کر دیں۔ تو انہوں نے پوچھا: آپ کو اس کے بارے کس نے بتایا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے۔ تو انہوں نے کہا: آپ کا رب کتنا اچھا رب ہے۔ اس سے خیر کی نصیحت لیجئے۔ میں بھی اس سے نصیحت لوں گا بلکہ وہ مجھے بھی نصیحت عطا فرمائے گا (2)۔

امام ابن جریر نے حضرت عبید بن عمیر کی سند سے مطلب بن ابی وداعہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابو طالب نے حضور نبی مکرم ﷺ سے کہا: آپ کی قوم آپ کے بارے میں کیا مشاورت کر رہی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ مجھے قید کرلیں یا قتل کر دیں یا پھر ملک بدر کر دیں۔ انہوں نے پوچھا: آپ کو اس کے بارے کس نے بتایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے۔ تو انہوں نے کہا: آپ کا رب کتنا اچھا رب ہے۔ اس سے خیر کی نصیحت لیجئے۔ مزید کہا: میں بھی اس سے نصیحت لوں گا بلکہ وہ مجھے نصیحت عطا فرمائے گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ الآیہ (3)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ابن جریج سے اس آیت کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ آیت مکی ہے (4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے ایام

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 267، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 271

(دنوں) کے بارے پوچھا گیا اور بالخصوص ہفتے کے دن کے بارے سوال کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: یہ مکر اور دھوکہ دینے کا دن ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ وہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی دن قریش نے دارالندوہ میں وہ خفیہ تدبیر کی تھی جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ لِيُثْبِتُوْكَ کا معنی ہے کہ وہ آپ کو قید کرلیں (1)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ قریش حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے مشورہ کرنے کے لیے دارالندوہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے کہا: ایسا کوئی آدمی داخل نہ ہو جو تم میں سے نہ ہو۔ چنانچہ شیطان بھی اہل نجد میں سے ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں ان کے ساتھ اندر چلا گیا۔ انہوں نے باہم مشاورت شروع کی۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: ہم انہیں جلاوطن کردیں گے۔ تو یہ سن کر شیطان نے کہا: یہ رائے بہت کمزور اور بری ہے کیونکہ قریب ہے کہ وہ تمہارے درمیان فساد برپا کردے گا کیونکہ جب تم اسے باہر نکالو گے تو وہ لوگوں کے ذہنوں کو فاسد کردے گا۔ پھر انہیں تمہارے خلاف انگیخت دلائے گا اور وہ تمہارے ساتھ جنگ لڑیں گے۔ سب نے کہا: ہاں یہ رائے بہتر نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو اس پر مطلع کردیا اور آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر جبل ثور کے غار کی طرف نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے بستر پر آرام فرما ہوئے۔ قریش نے اس گمان میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزار دی کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ پھر جب صبح ہوئی تو وہ ان کی طرف جھپٹے۔ تو کیا دیکھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے آپ سے پوچھا: آپ کے صاحب کہاں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ انہوں نے دور تک آپ کے نشانات قدم کی پیروی کی۔ یہاں تک کہ وہ غار تک پہنچ گئے۔ پھر واپس لوٹ آئے۔ حضور نبی مکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین رات تک وہاں ٹھہرے رہے (2)۔

عبد بن حمید نے معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ قریش ایک گھر میں جمع ہوئے اور انہوں نے کہا: آج تمہارے ساتھ اندر وہی آدمی داخل ہو جو تم میں سے ہو۔ اتنے میں ابلیس آ گیا۔ کسی نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں اہل نجد کا شیخ ہوں اور میں تمہارا بھانجا ہوں۔ تو انہوں نے کہا: قوم کا بھانجا تو انہیں میں سے ہوتا ہے پھر مشاورت کے دوران بعض نے کہا: تم اسے قید کرلو۔ تو ابلیس نے کہا: کیا بنی ہاشم اس پر راضی ہو جائیں گے؟ پھر بعض نے کہا: تم اسے جلا وطن کردو۔ تو پھر یہ بولا: تمہارے سوا دوسرے لوگ اسے پناہ دے لیں گے (اور اس کی حفاظت کریں گے) تو پھر ابوجہل نے کہا: چاہیے کہ ہر قبیلے سے ایک ایک مرد جمع ہو اور وہ اسے قتل کردیں۔ یہ سن کر ابلیس نے کہا: یہ رائے انتہائی اچھی اور بہتر ہے جو اس نوجوان نے دی ہے۔ تو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا...... الآیہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 266　2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 389، المجلس العلمی بیروت (تفصیلاً)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ کفار قریش نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں آپ کے مکہ مکرمہ سے نکلنے سے قبل یہ ارادہ کیا کہ وہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کا سودا کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کا کپڑا اپنے اوپر لیا۔ پھر آپ ﷺ کی جگہ سو گئے۔ مشرکین یہ گمان کر رہے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ قریش آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پس وہ دیر تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہے اور آپ کو یہی گمان کرتے رہے کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سامنے آئے تو اچانک ان کی نظر آپ پر پڑی۔ تو کہہ اٹھے بلاشبہ تو تو لئیم ہے۔ تو مائل ہو رہا ہے، تیرا صاحب تو تیری طرف نہیں ہوگا۔ ہم نے اس کے بارے تجھ سے پوچھا ہے (2)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس بارے میں کہا:

وَقَیْتُ بِنَفْسِیْ خَیْرَ مَنْ وَطِیَٔ الْحَصٰی وَمَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ وَبِالْحَجَرِ

"میں نے اپنی جان کے ساتھ اس ہستی کو بچا لیا جو روئے زمین پر سب سے بہتر اور افضل ہے اور اس سے بھی جس نے بیت عتیق (یعنی بیت اللہ شریف) اور حجر اسود کا طواف کیا"۔

رَسُوْلُ الْاِلٰهِ خَافَ اَنْ یَّمْكُرُوْا بِهٖ فَنَجَّاهُ ذُو الطَّوْلِ الْاِلٰهُ مِنَ الْمَكْرِ

"اللہ تعالیٰ کا رسول معظم اپنے ساتھ ان کے مکر کرنے سے خوف زدہ ہوا، پس آپ کو صاحب قدرت اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب سے نجات دلائی"۔

وَبَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِی الْغَارِ اٰمِنًا وَفِیْ حِفْظٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفِیْ سِتْرِ

"اور رسول اللہ ﷺ نے غار میں پر امن رات بسر کی دار آنحالیکہ آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حفاظت اور پردے میں تھے"۔

وَبِتُّ اُرَاعِیْهِ وَمَا یَتَّهِمُوْنَنِیْ وَقَدْ وَطَنْتُ نَفْسِیْ عَلَی الْقَتْلِ وَالْاَسْرِ

"اور میں نے آپ کی حفاظت کرتے ہوئے رات گزاری اور وہ مجھے الزام نہیں دے سکتے، حالانکہ میں نے اپنے آپ کو قتل اور قید کے لیے پیش کر دیا" (3)۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۱﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 270 2۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 5 (4263) دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً، (4264)

''اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتے ہیں (اجی رہنے دو) سن لیا ہم نے اگر ہم چاہیں تو کہہ لیں ایسی آیتیں نہیں ہیں یہ مگر کہانیاں اگلے لوگوں کی''۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کرنے کے لیے بند کر دیا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نضر کو گرفتار کیا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا تو حضرت مقداد نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ میرا قیدی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کتاب کے بارے میں جو کہتا ہے سو کہتا ہے۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی ہے: وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ نضر بن حارث حیرہ کی جانب سفر کرتا تھا اور وہاں کے باسیوں کی مسجع اور ان کا کلام سنتا تھا۔ جب وہ مکہ مکرمہ آیا تو اس نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور قرآن سنا اور یہ کہا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ (2)

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۲﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَا كَانُوْۤا اَوْلِیَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

''اور جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر ہو یہی (قرآن) سچ تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے اور لے آ ہم پر دردناک عذاب اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں (مکہ سے آپ کی ہجرت کے بعد) اب کیا وجہ ہے ان کے لیے کہ نہ عذاب دے انہیں اللہ حالانکہ وہ روکتے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے اور نہیں ہیں وہ اس کے متولی، اس کے متولی تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں جانتی''۔

بخاری، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابوجہل بن ہشام نے کہا: اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ تب یہ آیت نازل ہوئی: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۔ (3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 272 2۔ ایضاً 3۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 75، بیروت

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ آیت ابوجہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آیت وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ۔ نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ نضر بن حارث کے بارے میں کتاب اللہ کی دس سے زائد آیات نازل ہوئیں۔ انہیں میں سے یہ آیات ہیں: وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۔ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (ص) ''اور (مزاقا) کہتے ہیں اے ہمارے رب جلدی دے دے ہمارے حصہ (کا عذاب) یوم حساب سے پہلے''۔ وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (الانعام: 94) ''اور بے شک آ گئے ہو تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی دفعہ''۔ اور سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (المعارج) ''مطالبہ کیا ہے ایک سائل نے ایسے عذاب کا جو ہو کر رہے''(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے غزوۂ احد کے دن عمرو بن العاص کو گھوڑے پر ٹھہرے ہوئے دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے: اے اللہ! اگر وہ سچ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں تو مجھے اور میرے گھوڑے کو زمین میں دھنسا دے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور یہ کہتے تھے: ''لبیك لا شریك لك لبیك'' اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے ہاں، ہاں تحقیق اسی طرح ہے۔ اور وہ کہتے تھے ''لا شریك لك الا شریك هو لك تملكه وما ملك۔ اور کہتے تھے: غفرانك غفرانك۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ...... الایہ۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے لیے دو امانیں ہیں۔ ایک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسری استغفار۔ پس حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو چلے گئے اور استغفار باقی رہا اور آپ نے فرمایا وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ میں عذاب سے مراد عذاب آخرت ہے۔ اور وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ میں عذاب سے مراد عذاب دنیا ہے(3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن رومان اور محمد بن قیس رحمہما اللہ دونوں سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قریش میں سے بعض نے بعض کو کہا: کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عزت و تکریم سے نوازا ہے۔ لہٰذا یہ دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ...... الآیہ جب شام ہوئی تو اپنے کہنے پر انہیں خوب ندامت ہوئی چنانچہ یہ دعا مانگی: غفرانك اللهم ''اے اللہ! تو مغفرت فرما دے''۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لَا يَعْلَمُوْنَ تک نازل فرمائی وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 273 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 277 4۔ ایضاً

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن بزی نے کہا: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرما ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور جب انہوں نے خروج کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ...... الآیہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے بارے میں اطلاع دی، پس یہی وہ عذاب تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ کی تفسیر میں حضرت عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس میں ھم ضمیر سے مراد مشرکین ہیں۔ یعنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں"۔ یہاں تک کہ وہ آپ کو ان سے نکال لے۔ اور وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس میں ھم ضمیر سے مراد مومنین ہیں۔ یعنی نہیں ہے اللہ تعالیٰ مومنین کو عذاب دینے والا حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں۔ پھر مشرکین کی طرف دوبارہ لوٹتے ہوئے فرمایا: وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ "یعنی اب کیا وجہ ہے مشرکین کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں"(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر وہ استغفار کرلیں اور گناہوں کا اقرار کرلیں تو وہ بالیقین مومن ہیں۔ اور وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کیا وجہ ہے کہ میں انہیں عذاب نہ دوں حالانکہ وہ استغفار نہیں کرتے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وَ اَنْتَ فِيْهِمْ کا معنی ہے۔ اور آپ ان کے درمیان ہیں۔ اور آپ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی تفسیر میں آپ کہتے ہیں: نہیں ہے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا، حالانکہ ان میں سے ایک آدمی ہمیشہ اسلام میں داخل ہوتا رہتا ہے(3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی یہ تفسیر بیان کی ہے حالانکہ وہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں(4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے استغفار کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ تو آپ فرماتے ہیں وہ غفران (بخشش) کی شرط پر عمل کرتے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں عنقریب ایسے لوگ جہنم میں داخل کیے جائیں گے جو اپنی زبانوں سے استغفار کرتے ہیں اور اسلام اور دیگر تمام دینوں کا دعویٰ اور اقرار کرتے ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 275
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 276
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 279
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 278

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ دونوں سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ آیت وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کے لیے اس کے بعد آنے والی آیت وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ ناسخ ہے، لہٰذا انہیں مکہ میں قتل کیا گیا اور انہیں بھوک اور تنگی میں مبتلا کر دیا گیا(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا لِيُعَذِّبَهُمْ میں هُمْ ضمیر سے مراد اہل مکہ ہیں اور وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا حالانکہ ان میں ایسے مومنین ہیں جو مغفرت طلب کرتے ہیں(2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک قرآن کریم تمہاری بیماری اور تمہارے علاج پر رہنمائی کرتا ہے۔ پس تمہاری بیماریاں تمہارے گناہ ہیں اور تمہارے علاج اور دوا استغفار ہے(3)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک بندہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور اسے حقیر گمان کرتا ہے، اس پر نادم نہیں ہوتا اور نہ اس سے استغفار کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ بہت بڑے ٹیلے کی مثل ہو جاتا ہے۔ اور وہ ایک گناہ (کبیرہ) کا ارتکاب کرتا ہے اور اس پر نادم ہو جاتا ہے اور اس سے استغفار کرتا رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں (یعنی اسے بالکل مٹا دیتے ہیں)(4)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے مجھ پر دو امانیں نازل فرمائیں اور وہ یہ ہیں: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور جب میں چلا جاؤں گا تو میں ان میں قیامت کے دن تک کے لیے استغفار چھوڑ جاؤں گا(5)۔

امام ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم میں دو امانیں تھیں۔ ان میں سے ایک گزر گئی اور دوسری باقی ہے(6)۔

ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت میں دو امانیں رکھی ہیں۔ جب تک وہ ان کے درمیان رہیں گی وہ عذاب کی کڑک سے محفوظ رہیں گے۔ پس ایک امان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور ایک امان تم میں باقی ہے۔ اور وہ یہ ارشاد ہے وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ ...... الآیہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 280، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 275
3۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 427 (7146)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 428 (7151)
5۔ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، کتاب التفسیر، جلد 8، صفحہ 401 (3082) دار الفکر بیروت
6۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 442 (654)

امام ابن جریر، ابو الشیخ، طبرانی، ابن مردویہ، حاکم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک تم میں دو امانیں تھیں۔ ان میں سے ایک گزر چکی ہے اور دوسری باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ پس رسول اللہ ﷺ وصال فرما چکے ہیں اور استغفار یوم قیامت تک باقی رہے گا (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اس امت میں دو امانیں ہیں۔ ایک رسول اللہ ﷺ اور دوسری استغفار۔ پس ایک امان گزر چکی ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ وصال فرما چکے ہیں اور ایک امان یعنی استغفار باقی ہے (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ سے جو استغفار کرتا ہے اس کے سبب اس کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے (3)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک شیطان نے کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو بہکاتا رہوں گا جب تک ان کی ارواح ان کے جسموں میں باقی رہیں۔ تو رب کریم نے جواب دیا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں ان کی مغفرت فرماتا رہوں گا جس کی وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہے (4)۔

امام ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کثرت سے استغفار کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر غم اور پریشانی سے نجات، ہر تنگی اور کلفت سے نکلنے کی راہ پیدا فرمادے گا اور اسے وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان تک نہ ہوگا (5)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس انسان کے لیے مبارک اور سعادت مندی ہے جو اپنے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار پائے گا (6)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم کثرت سے استغفار کرنے کی طاقت رکھتے ہو تو کرو۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجات دلانے والی اور اس سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی شے نہیں (7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 277

2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 182 (1491)

3۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 20، دار صادر بیروت

4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 29

5۔ سنن ابن ماجہ، مع شرح، باب الاستغفار، جلد 4، صفحہ 294 (3819) دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 293 (3818)

7۔ نوادر الاصول، باب فی حقیقۃ الاستغفار، جلد 1، صفحہ 196، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت مغیث بن اسماء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں ایک آدمی تھا جو گناہ کے اعمال کرتا تھا۔ پس اسی اثناء میں کہ وہ خوشحال اور آسان دن گزار رہا تھا کہ اچانک وہ اپنے ماضی کے اعمال میں غور وفکر کرنے لگا تو سوچ کر اس نے رب کریم کی بارگاہ میں یہ التجا کی "اَللّٰھُمَّ غُفْرَانَكَ" اے اللہ! تیری بخشش وسیع ہے، معاف فرمادے اسی حال میں اس پر موت واقع ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہما اللہ نے الزہد میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ خوش نصیب ہے وہ انسان جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار کے جھنڈے پائے گا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا جس کسی نے اس طرح پانچ بار استغفار کیا "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ" تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اگرچہ اس پر سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ ہوں(2)۔

امام ابوداؤد، ترمذی نے شمائل میں اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گرہن لگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام کیا کہ گویا آپ رکوع نہیں کریں گے، پھر اسی طرح ایک طویل رکوع کیا، پھر اسی طرح طویل سجدہ کیا، گویا آپ اس سے سر اقدس نہیں اٹھائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے لیے اٹھے اور پہلی کی طرح دوسری رکعت بھی انتہائی طویل کر کے پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سجود کے آخر میں پھونک ماری پھر اس طرح دعا مانگی: اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو انہیں عذاب نہیں دے گا حالانکہ میں ان میں موجود ہوں؟ اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو انہیں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ استغفار کرتے ہوں اور ہم تجھ سے مغفرت طلب کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے درآنحالیکہ سورج روشن ہو چکا تھا(3)۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین میں دو امانیں ہیں۔ ایک امان میں ہوں اور دوسری امان استغفار ہے۔ مجھے دنیا سے اٹھا لیا جائے گا اور استغفار کی امان باقی رہے گی۔ ہر حدث اور گناہ کرتے وقت تم پر استغفار کرنا لازم ہے(4)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس نے ناسخ میں اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو عذاب دے حالانکہ ان کے انبیاء علیہم السلام ان کے درمیان موجود ہوں۔ یہاں تک کہ وہ انہیں ان سے نکال لے۔ اور وَ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 173 (35076) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً (35079)

3۔ سنن ابوداؤد مع شرح، کتاب الکسوف، باب من قال یرکع رکعتین، جلد 5، صفحہ 48 (1165) مکتبۃ الرشد الریاض

4۔ مسند الفردوس، جلد 3، صفحہ 136 (4366) دار الکتب العلمیہ بیروت

مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کہ وہ انہیں عذاب دینے والا ہو حالانکہ ان میں ایسے لوگ موجود ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایمان میں داخلہ مل چکا ہو اور وہ استغفار ہے۔ اور کافر کے لیے فرمایا: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (آل عمران: 179) ''نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کردے پلید کو پاک سے''۔

پس اللہ تعالیٰ اہل سعادت کو اہل شقاوت سے ممتاز کرے گا اور وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ کے بارے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے دن تلوار (قتل) کے سبب عذاب میں مبتلا کیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ پھر اہل شرک کی اس حکم سے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، نحاس اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ لِيُعَذِّبَهُمْ میں ھم ضمیر سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ اور مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ میں مکہ مکرمہ کے مومنین ہیں۔ اور وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ میں بھی ہم سے مراد کفار مکہ ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ ان کے عذاب سے مراد مکہ کا فتح ہونا ہے۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے بارے یہ روایت کیا ہے کہ کیا وجہ ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور ان کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اگرچہ ان میں وہ بھی ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر میں یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے انہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے حالانکہ آپ نے اور آپ کے متبعین نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔ وَ مَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ یعنی اس کے متولی وہ لوگ ہیں جنہیں اس سے نکالا جاتا ہے اور وہ اس کے نزدیک نماز ادا کرتے ہیں۔ یعنی آپ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی اتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس کے متولی نہیں ہیں مگر متقی لوگ یعنی وہ جہاں بھی ہوں (3)۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے نے حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: میرے لیے اپنی قوم کو جمع کرو۔ آپ نے انہیں جمع کیا۔ پس جب وہ حضور نبی رحمت ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 279 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 276 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 281

ہوئے اور عرض کی: میری قوم آپ کے حکم پر جمع ہو چکی ہے۔ جب انصار نے اس کے بارے سنا تو انہوں نے کہا: تحقیق قریش کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہے۔ پس دیکھنے سننے والے آئے کہ انہیں کیا کہا جاتا ہے۔ اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں تمہارے سوا بھی کوئی ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! ہم میں ہمارے حلیف، ہمارے بھانجے اور ہمارے موالی بھی ہیں۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ہمارے حلیف ہم میں سے ہیں۔ ہمارے بھانجے ہم میں سے ہیں اور ہمارے موالی بھی ہم میں سے ہیں۔ تم سن لو! تم میں سے میرے دوست صرف پرہیزگار اور متقی لوگ ہیں۔ اگر تم اسی طرح ہو تو پھر ایسا ہی ہے۔ ورنہ غور کر لو قیامت کے دن لوگ اعمال لے کر نہیں آئیں گے اور تم بھاری بھر کم بوجھوں کے ساتھ آؤ گے اور تم سے اعراض کر لیا جائے گا(1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک قیامت کے دن میرے دوست متقی لوگ ہوں گے۔ اگرچہ نسب کے اعتبار سے کوئی زیادہ قریبی ہو۔ پس لوگ اعمال لے کر میرے پاس نہیں آئیں گے اور تم دنیا لے کر میرے پاس آؤ گے، تم اسے اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے ہو گے اور میں اس اس طرح کہوں گا مگر میں ہر ایک سے اس کے تکبر کے سبب اعراض کر لوں گا۔

امام ابن مردویہ، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ کی آل کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر متقی (میری آل ہے) اور پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنۡ اَوۡلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ۔(2)

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ فلاں کے آل میرے دوست نہیں ہیں۔ بے شک میرا دوست اللہ اور صالح مومنین ہیں۔ "اِنَّ آلَ فُلَانٍ لَیۡسُوۡا لِیۡ بِاَوۡلِیَاءَ، اِنَّمَا وَلِیَّ اللّٰہُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ" (3)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے متقی لوگ میرے سب سے زیادہ قریب ہیں وہ جو ہوں اور جہاں ہوں۔

وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

"اور نہیں تھی ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس بجز سیٹی اور تالی بجانے کے۔ سو چکھو اب عذاب بوجہ اس کے کہ تم کفر کیا کرتے تھے"۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریش طواف میں

1۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 47 (4544) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ معجم صغیر، جلد 1، صفحہ 115
3۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 203، دار صادر بیروت

حضور نبی کریم ﷺ سے تعرض کرتے تھے، استہزاء کرتے، سیٹیاں مارتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً۔ الآیہ(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت نبیط رحمہ اللہ سے اور آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اسی آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام بیت الحرام کا طواف کر رہے ہوتے تھے جب کہ وہ (کفار قریش) سیٹیاں بجا رہے ہوتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ضیاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور اس دوران سیٹیاں مارتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً۔ فرمایا: مُكَآءً کا معنی سیٹی بجانا ہے۔ اس میں انہیں پرندے کے سیٹی مارنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور تَصْدِيَةً کا معنی تالی بجانا ہے۔ انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ (الاعراف: 32) الآیہ۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے آپ سے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کیجئے: اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً تو آپ نے فرمایا: مُكَآءً سے مراد ساز کی آواز ہے اور تَصْدِيَةً سے مراد چڑیوں کی آواز ہے اور اس سے مراد تالیاں بجانا ہے۔ سبب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ تو آپ ﷺ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے تھے۔ تو بنی سہم کے دو آدمی آئے۔ ایک آپ ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہوتا اور دوسرا بائیں جانب۔ ان میں سے ایک اس طرح چیختا تھا جس طرح سیٹی بجانے کی آواز ہوتی ہے اور دوسرا ہاتھوں کے ساتھ اس طرح تالی بجاتا جس طرح چڑیاں پر پھڑ پھڑاتی ہیں۔ تو یہ سن کر نافع بن ازرق نے عرض کی: کیا اہل عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔ کیا تم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ کہتے ہیں:

نَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ اِذَا دُعِيْنَا وَهِمَّتُكَ التَّصَدِّىْ وَالْمُكَاءُ

"جب ہمیں نماز کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم اس کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور تیرا ارادہ شور و غل کرنا اور تالیاں بجانا ہے"۔

ایک اور شاعر نے تَصْدِيَةً کے بارے میں کہا ہے:

حَتّٰى تَنَبَّهْنَا سُحَيْرًا قَبْلَ تَصْدِيَةِ الْعَصَافِيْرِ

"یہاں تک کہ ہم چڑیوں کی آوازوں سے پہلے سحری کے وقت بیدار ہو گئے"۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مُكَآءً کا معنی سیٹیاں بجانا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھتا تھا۔ پھر وہ سیٹیاں بجاتا تھا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 284، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے اسی کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ مُكَآءً سے مراد صفیر یعنی سیٹی بجانا ہے اور تَصْدِيَةً سے مراد تالی بجانا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ مُكَآءً سے مراد صفیر (سیٹی بجانا) اور تَصْدِيَةً سے مراد تصفیق یعنی تالی بجانا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مُكَآءً سے مراد ان کا اپنے مونہوں میں اپنی انگلیاں داخل کرنا ہے اور تَصْدِيَةً کا مفہوم سیٹی بجانا ہے۔ اس سارے عمل کے ساتھ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز میں خلل اندازی کی کوشش کرتے تھے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مُكَآءً سے مراد صفیر (سیٹی بجانا) ہے جو اس سفید پرندے کی آواز کی مثل ہو جسے مکاء کہا جاتا ہے۔ مکاء سرزمین حجاز میں ہوتا ہے اور تَصْدِيَةً سے مراد تالیاں بجانا ہے(4)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مُكَآءً کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اپنی انگلیوں کا جال بناتے تھے اور ان میں سیٹیاں بجاتے تھے اور تَصْدِيَةً سے مراد لوگوں کا انہیں روکنا اور باز رکھنا ہے(5)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف بائیں جانب پر کرتے تھے۔ اسی کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے۔ پس مُكَآءً سے مراد بگل میں پھونک مارنے کی طرح آواز پیدا کرنا ہے اور تَصْدِيَةً سے مراد ان کا بائیں جانب پر طواف کرنا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ خطاب غزوۂ بدر میں شامل ہونے والے کفار مکہ کو ہے کہ کفار بدر اب عذاب چکھو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل اور قید کے ساتھ عذاب میں مبتلا کر دیا(6)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

”بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 283　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 284
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 285　5۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 86-284　6۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 287

خرچ کریں گے پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث حسرت وافسوس پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے تا کہ الگ کر دے اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے اور رکھ دے سب ناپاکوں کو ایک دوسرے کے اوپر پھر اکٹھا کر دے ان سب کو پھر ڈال دے اس مجموعہ کو جہنم میں۔ یہی لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں"۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں، ان تمام نے اپنی سند سے کہا ہے کہ زہری، محمد بن یحییٰ بن حیان، عاصم بن عمر بن قتادہ اور حصین بن عبدالرحمٰن بن عمر رحمہم اللہ نے کہا: کہ جب بدر کے دن قریش شکست فاش سے دو چار کر دیئے گئے اور وہ لوٹ کر مکہ مکرمہ کی طرف گئے اور ابوسفیان اپنے قافلے کے ساتھ واپس پہنچ گیا تو عبداللہ بن ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ قریش کے دیگر افراد کے ساتھ اس کے پاس گئے جس کے پاس سامان تجارت تھا اور جا کر کہا: اے گروہ قریش! بے شک محمد (ﷺ) نے تمہیں اذیت میں مبتلا کیا ہے اور تمہارے سرداروں کو قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا تم اس مال کے ساتھ ان کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے ہماری مدد اور معاونت کرو۔ شاید ہم ان سے بدلہ چکا لیں۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ تا۔ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ ابوسفیان بن حرب کے بارے نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سے لے کر اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ تک جنگ احد میں ابوسفیان کے کفار پر مال خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی (2)۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب کے متعلق نازل ہوئی۔ اس نے احد کے دن بنی کنانہ سے دو ہزار احابیش اجرت پر لیے کہ وہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ لڑے گا۔ اور یہ اس لشکر کے علاوہ تھے جو اس نے عرب سے جمع کیا تھا۔ تو اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور یہ وہی ہیں جن کے بارے میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے:

وَجِئْنَا اِلٰى مَوْجٍ مِّنَ الْبَحْرِ وَسْطَهٗ   اَحَابِیْشُ مِنْهُمْ حَاسِرٌ وَّ مُقْنَعٌ

"ہم سمندر کی موج کی طرف آئے جس کے درمیان میں احابیش تھے ان میں سے کچھ ننگے سر اور کچھ نقاب پوش تھے"۔

ثَلَاثَةُ آلَافٍ وَّ نَحْنُ نصیة   ثَلَاثُ مِئِیْنَ اِنْ كَثُرْنَ فَاَرْبَعُ

"وہ تین ہزار تھے اور ہم تین سو کے لگ بھگ تھے اگر وہ بڑھ جائیں تو (ہم بھی) ڈٹ جانے والے ہیں" (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 288   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 287

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حکم بن عیبہ رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی کہ اس نے جنگ احد میں مشرکین قریش پر چالیس اوقیہ سونا خرچ کیا۔ اس وقت ایک اوقیہ بیالیس مثقال سونے کا تھا(1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس آیت میں عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حَسْرَةً سے مراد قیامت کے دن کی ندامت اور شرمندگی ہے(2)۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو ابوسفیان اور قریش کے ان لوگوں کی طرف چل کر گئے تھے جن کے پاس سامان تجارت تھا۔ انہوں نے ان سے جا کر کہا کہ وہ اس سامان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے انہیں قوت اور طاقت باہم پہنچائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ کی تفسیر میں حضرت شہر بن عطیہ نے کہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں الگ کر دے گا جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے اعمال صالحہ کیے۔ پھر ساری کی ساری دنیا کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: فَیَرْكُمَهٗ جَمِیْعًا کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو جمع کرے گا(3)۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۳۹﴾ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۴۰﴾

"فرما دیجیے کافروں کو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آ جائیں تو بخش دیا جائے گا انہیں جو ہو چکا۔ اور اگر وہ (پہلے کرتوت) دہرائیں تو گزر چکا ہے (ہمارا) طریقہ پہلے (نافرمانوں) کے ساتھ اور (اے مسلمانو!) لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہو جائے دین پورے کا پورا اللہ کے لیے۔ تو پھر اگر وہ باز آ جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے اور اگر وہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے۔ وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 288، دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 290

امام ابن احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی رغبت پیدا فرمائی تو میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: اپنا دست مبارک پھیلائیے۔ تاکہ میں آپ کی بیعت کرلوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں دست مبارک آگے کیا۔ تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: مجھے ایک شرط لگانے کا خیال آ گیا ہے۔ میری بات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو کیا شرط لگانا چاہتا ہے؟ تو میں نے عرض کی: میری شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے ہجرت اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو گرا دیتا ہے؟(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کسی کافر کا ایسے عمل پر مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا جو اس نے حالت کفر میں کیا۔ جب کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے: قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ہمارا طریقہ پہلے نافرمانوں یعنی قریش وغیرہ کے ساتھ غزوۂ بدر میں اور ان سے پہلی امتوں میں گزر چکا ہے(2)۔

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾

"اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لیے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لیے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس پر جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: پھر مال فے کے حصص بیان کیے گئے اور ان سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ غزوۂ بدر گزر جانے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 205، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 291، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ کا معنی ہے کہ جو کوئی چیز حتی کہ سوئی بھی تم غنیمت میں حاصل کرو (1)۔

امام ابن منذر نے ابن ابی نجیح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مال تین قسم کا ہوتا ہے: مال غنیمت یا مال فے یا مال صدقہ۔ ان میں سے ہر درہم کا اللہ تعالیٰ نے محل اور مصرف بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ مال غنیمت کے بارے فرمایا: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ۔ یعنی گناہ سے اہل ایمان کو بچانے کے لیے یہ بیان فرمایا: اور مال فے کے بارے فرمایا كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ (الحشر: 7) '' تا کہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان''۔ اور صدقہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ (التوبۃ: 60) (یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانا ہے)

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت قیس بن مسلم جدلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ابن الحنفیہ سے ارشاد خداوندی وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا: یہ کلام کا آغاز ہے، دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان دونوں حصوں کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ ذوی القربیٰ کا حصہ خلیفہ کے قرابتداروں کے لیے ہوگا۔ اور بعض نے یہ قول کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا حصہ خلیفہ کے لیے ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی رائے اس پر متفق ہے کہ انہوں نے یہ دونوں حصے فی سبیل اللہ گھوڑوں اور دیگر تیاری کے لیے مختص کیے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما دونوں کے زمانہ خلافت میں اسی طرح ہوتا رہا (2)۔

امام ابن جریر، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی سریہ بھیجتے اور وہ حاصل ہونے والے مال غنیمت کا خمس نکالتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خمس کو پھر پانچ حصوں میں تقسیم کرتے۔ پھر یہ آیت پڑھتے: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ۔ فرمایا: فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ آغاز کلام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (البقرہ: 284) '' اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے''۔ پس اللہ تعالیٰ نے اللہ اور رسول کا حصہ ایک قرار دیا ہے۔ اور وَلِذِی الْقُرْبٰی اور ان دونوں حصوں (یعنی پہلے اور اس حصے) کو گھوڑوں اور اسلحہ میں قوت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور یتامیٰ مساکین اور ابن سبیل کا حصہ ان کے سوا کسی غیر کو نہیں دیا اور باقی کے چار حصے بنائے ہیں۔ گھوڑے کے لیے دو حصے ہیں، سوار کے لیے ایک حصہ ہے اور پیدل کے لیے بھی ایک حصہ ہے (3)۔

عبدالرزاق نے حضرت قتادہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ خمس اللہ تعالیٰ کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 6　2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 11　3۔ ایضاً

لیے ہے، پھر خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور فرمایا وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ۔(1)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مال غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ان میں سے چار حصے تو واضح ہیں کہ وہ جنگ لڑنے والوں کے لیے ہیں اور ان میں سے ایک حصہ پانچ میں سے چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے یعنی اس کی ایک چوتھائی اللہ تعالیٰ، رسول مکرم اور ذوی القربی کے لیے ہے۔ ذوی القربی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار ہیں۔ اور جو اللہ اور رسول کے لیے ہے وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے لیے ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے کوئی چیز نہیں لی۔ دوسرا چوتھائی یتامی کے لیے ہے، تیسرا چوتھائی مساکین کے لیے ہے اور چوتھا چوتھائی ابن سبیل کے لیے ہے۔ اور اس سے مراد وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے گھر آتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مال غنیمت لایا جاتا اور اسے رکھ دیا جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرتے پھر ان سے ایک حصہ الگ کر لیتے اور چار حصے ان لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے، جو جنگ میں حاضر ہوتے۔ پھر علیحدہ کیے ہوئے سارے حصے میں اپنا دست مبارک مارتے اور جس شے پر ہاتھ رکھتے اسے کعبہ معظمہ کے لیے مختص کر دیتے اور وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں تو یہ ہے "لَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ نَصِیْبًا، فَاِنَّ لِلّٰهِ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَ" (کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی حصہ نہ بناؤ کیونکہ دنیا اور آخرت سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے)

پھر آپ بقیہ حصہ کی طرف متوجہ ہوتے اور اسے پانچ حصوں میں تقسیم فرما دیتے۔ ایک حصہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، دوسرا حصہ ذوالقربی کے لیے، تیسرا یتامی کے لیے، چوتھا مساکین کے لیے اور پانچواں حصہ ابن سبیل کے لیے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قرابت دار صدقات میں سے کوئی شے نہیں کھاتے تھے، وہ ان کے لیے حلال نہیں تھی۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے لیے خمس کا پانچواں حصہ ہے اور آپ کے قرابت داروں کے لیے بھی خمس کا پانچواں حصہ ہے۔ اس طرح خمس کا ایک ایک حصہ یتامی، مساکین اور ابن سبیل کے لیے ہے۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے حضرت شعبی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کو صفی کہا جاتا تھا۔ اگر آپ غلام چاہیں یا گھوڑا چاہیں (یعنی جو بھی آپ چاہتے) اسی خمس نکالنے سے پہلے آپ چن لیتے تھے۔ آپ اسے اپنے حصہ کے ساتھ ملا لیتے اگر وہ حاضر ہوتا یا غائب ہوتا۔ حضرت صفیہ بنت حیی صفی میں سے تھیں(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول ذکر کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمس ایک ہی ہے۔ اگر چہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اٹھا سکتے ہیں اور اس میں جو اللہ

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 238 (9481) المجلس العلمی بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 8 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 9 5۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 239 (9485) المجلس العلمی بیروت

لیے ہے، پھر خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور فرمایا وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ۔(1)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مال غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ان میں سے چار حصے تو واضح ہیں کہ وہ جنگ لڑنے والوں کے لیے ہیں اور ان میں سے ایک حصہ پانچ میں سے چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے یعنی اس کی ایک چوتھائی اللہ تعالیٰ، رسول مکرم اور ذوی القربی کے لیے ہے۔ ذوی القربی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار ہیں۔ اور جو اللہ اور رسول کے لیے ہے وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے لیے ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے کوئی چیز نہیں لی۔ دوسرا چوتھائی یتامی کے لیے ہے، تیسرا چوتھائی مساکین کے لیے ہے اور چوتھا چوتھائی ابن سبیل کے لیے ہے۔ اور اس سے مراد وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے گھر آتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مال غنیمت لایا جاتا اور اسے رکھ دیا جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرتے پھر ان سے ایک حصہ الگ کر لیتے اور چار حصے ان لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے، جو جنگ میں حاضر ہوتے۔ پھر علیحدہ کیے ہوئے سارے حصے میں اپنا دست مبارک مارتے اور جس شے پر ہاتھ رکھتے اسے کعبہ معظمہ کے لیے مختص کر دیتے اور وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں تو یہ ہے "لَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ نَصِیْبًا، فَاِنَّ لِلّٰهِ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَ" (کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی حصہ نہ بناؤ کیونکہ دنیا اور آخرت سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے)

پھر آپ بقیہ حصہ کی طرف متوجہ ہوتے اور اسے پانچ حصوں میں تقسیم فرما دیتے۔ ایک حصہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، دوسرا حصہ ذوالقربی کے لیے، تیسرا یتامی کے لیے، چوتھا مساکین کے لیے اور پانچواں حصہ ابن سبیل کے لیے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قرابت دار صدقات میں سے کوئی شے نہیں کھاتے تھے، وہ ان کے لیے حلال نہیں تھی۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے خمس کا پانچواں حصہ ہے اور آپ کے قرابت داروں کے لیے بھی خمس کا پانچواں حصہ ہے۔ اس طرح خمس کا ایک ایک حصہ یتامی، مساکین اور ابن سبیل کے لیے ہے۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے حضرت شعبی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کو صفی کہا جاتا تھا۔ اگر آپ غلام چاہیں یا گھوڑا چاہیں (یعنی جو بھی آپ چاہتے) اسی خمس نکالنے سے پہلے آپ چن لیتے تھے۔ آپ اسے اپنے حصہ کے ساتھ ملا لیتے اگر وہ حاضر ہوتا یا غائب ہوتا۔ حضرت صفیہ بنت حیی صفی میں سے تھیں (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول ذکر کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمس ایک ہی ہے۔ اگر چہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اٹھا سکتے ہیں اور اس میں جو اللہ

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 238 (9481) المجلس العلمی بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 8 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 9 5۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 239 (9485) المجلس العلمی بیروت

تعالیٰ چاہے تصرف فرما سکتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ زمین حاصل کی یا اونٹ کی اون میں سے کچھ حاصل کی۔ اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ نے جو مال بطور غنیمت تمہیں عطا فرمایا ہے، اس میں سے میرے لیے کچھ بھی نہیں اور نہ اس کی مثل سوائے خمس کے اور خمس بھی تمہیں پر لوٹا دیا جاتا ہے۔

امام ابن منذر نے ابو مالک کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ابتدا میں مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ان میں سے چار حصے ان کے لیے ہوتے جو جنگ میں شریک ہوتے پھر آپ وہ خمس لیتے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا۔ اور آپ ﷺ اسے چھ حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے، ایک حصہ رسول مکرم ﷺ کے لیے، ایک حصہ ذوی القربیٰ کے لیے، ایک حصہ یتیموں کے لیے، ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ ابن سبیل کے لیے۔ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا حصہ اسلحہ، دیگر ساز و سامان کی تیاری اور فی سبیل اللہ کی مد میں خرچ کرتے تھے۔ یہی حصہ کعبہ معظمہ کے غلاف، صفائی اور دیگر اس کی حاجات کے لیے خرچ کیا جاتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ ہتھیاروں، دیگر ضروری سامان اور آپ کے اہل کے نفقہ میں خرچ کیا جاتا تھا۔ ذوی القربیٰ کا حصہ آپ ﷺ کے قرابت داروں کے لیے تھا، رسول اللہ ﷺ فقر و افلاس اور تنگی کی بنا پر ان میں ان کا حصہ تقسیم فرماتے تھے۔ اور تین حصے یتامی، مساکین اور ابن سبیل کے لیے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے جسے چاہتے اور جہاں چاہتے یہ عطا فرما دیتے تھے۔ بنی عبد المطلب کے لیے ان تین میں صرف ایک حصہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے عام لوگوں کے ساتھ کوئی حصہ نہیں ہے

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسین المعلم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا: وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ اس کے نبی کے لیے ہے اور جو حصہ رسول کے لیے وہ رسول کی ازواج کے لیے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے ذوی القربیٰ سے مراد بنو عبد المطلب ہیں (2)۔

امام شافعی، عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نجدہ نے آپ کی طرف لکھا اور ذوی القربیٰ کے بارے پوچھا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ تو آپ نے اس کی طرف لکھا: بے شک ہم یہ خیال کرتے تھے کہ صرف ہم ان میں سے ہیں۔ لیکن ہمارے قوم نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ تمام کے تمام قریش ذوی القربیٰ میں شامل ہیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نجدہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 501 (33304) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 517 (33453) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 10

حروری نے ان کی جانب لکھ بھیجا اور آپ سے ان ذوی القربیٰ کے حصے کے بارے دریافت کیا، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تو آپ نے اس کی طرف لکھا کہ بے شک ہم تو یہ گمان کرتے تھے کہ صرف ہم ہی وہ ہیں۔ لیکن ہماری قوم نے اس کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: وہ ان کے لیے بھی کہتا ہے جنہیں تو گمان کرتا ہے۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کے لیے وہ حصہ مختص کیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس حصے میں سے کچھ سامان ہمیں دیا۔ تو ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے حق سے کم ہے۔ ہم نے وہ سامان آپ کو واپس لوٹا دیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے جو کچھ مقرر کیا تھا وہ یہ ہے کہ ان میں سے شادی کرنے والوں کی مدد کی جائے اور مقروض کے قرض ادا کر دیے جائیں اور ان کے فقراء کو عطا کیا جائے اور آپ نے اس سے زائد دینے سے انکار کر دیا(1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور کہا اے امیر المومنین! مجھے بتائیے خمس میں سے تمہارے حصے کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا عمل کیسا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اخماس نہیں تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر خمس میں سے مجھے دیتے رہے۔ یہاں تک کہ سوس اور نیشاپور کے لشکر کا خمس بھی دیا۔ میں ان کے پاس ہی تھا۔ تو آپ نے کہا: یہ خمس میں سے تم اہل بیت کا حصہ ہے۔ اور آپ نے بعض مسلمانوں کے لیے بھی ان کی شدید حاجت اور ضرورت کے تحت حلال قرار دیا۔ تو میں نے کہا: ہاں (یہ ٹھیک ہے) تو حضرت عباس بن عبدالمطلب اچھلتے ہوئے کہا جو ہمارے لیے ہے آپ اس میں تعرض نہ کیجئے۔ میں نے کہا: کیا ہم امیر المومنین کی مدد کا اور مسلمانوں سے بڑھ کر حق نہیں رکھتے؟ پھر انہوں نے وہ لے لیا۔ اور اللہ کی قسم! ہم نے وہ نہیں لیا اور نہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس پر اصرار کیا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صدقہ حرام قرار دیا ہے۔ اور اس کے عوض خمس میں سے حصہ عطا فرمایا ہے جو اس کا عوض ہے جو آپ پر حرام قرار دیا۔ اور صرف آپ کی اہل بیت پر صدقہ حرام قرار دیا۔ آپ کی امت پر نہیں۔ اس لیے ان کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک حصہ مقرر کر دیا جو اس کے عوض ہے جو ان پر حرام قرار دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ہاتھوں کے دھوون (صدقہ) سے اعراض کرایا ہے۔ کیونکہ ہمارے لیے خمس کے خمس میں اتنا ہے جو تمہیں غنی کر دے گا یا فرمایا: یہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت زہری اور عبداللہ بن ابی بکر رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر سے حاصل ہونے والے مال میں سے ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب پر تقسیم کیا۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 516 (33450)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب پر تقسیم فرمایا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ چل پڑے یہاں تک کہ آپ کے پاس حاضر ہو گئے اور ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے بھائی بنی ہاشم ہیں۔ ہم ان کی فضیلت کا آپ کے اس مقام کی وجہ سے انکار نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان میں سے عطا فرمایا ہے۔ آپ کا ہمارے ان بھائیوں کے بارے میں جو بنی مطلب میں سے ہیں کیا خیال ہے؟ آپ نے انہیں ہم سے کم عطا کیا ہے حالانکہ ہم اور وہ نسب کے اعتبار سے ایک ہی درجہ میں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ انہوں نے ہم سے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں علیحدگی اور جدائی اختیار نہیں کی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جنہیں خمس دیا گیا اور وہ آل علی، آل عباس، آل جعفر اور آل عقیل ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چونکہ صدقہ حلال نہیں کیا گیا تھا اس لیے ان کے لیے خمس کا خمس مقرر کر دیا گیا (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کوئی چیز تم (مشرکین سے) غنیمت میں حاصل کرو۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی۔ ذوی القربیٰ سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔ وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ۔ ابن سبیل سے مراد مہمان ہے۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں جب مسلمان مال غنیمت حاصل کرتے تو وہ اس کا خمس نکالتے۔ پھر اس ایک خمس کے چار حصے بناتے۔ ان میں سے ایک چوتھائی اللہ، رسول اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے لیے ہوتا اور جو کچھ اللہ کے لیے تھا وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوی القربیٰ کے لیے تھا۔ اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرابت میں سے ایک آدمی کا حصہ ہوتا۔ دوسرا چوتھائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، تیسرا چوتھائی مساکین کے لیے اور چوتھا چوتھائی ابن سبیل کے لیے ہوتا۔ پھر وہ اس مال کی طرف متوجہ ہوتے جو باقی رہ جاتا اور وہ اسے اپنے حصوں پر تقسیم کر لیتے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرابت کا حصہ ختم کر دیا اور اسے آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں (فی سبیل اللہ) خرچ کرنے لگے۔ اور یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کے حصے باقی رکھے۔

امام ابن ابی شیبہ، بغوی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بلقین کے ایک آدمی سے اور اس نے اپنے چچا کے بیٹے سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس مال کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور چار حصے ان کے لیے یعنی مسلمانوں کے لیے ہیں۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب سہم ذوی القربیٰ عن ھو، جلد 6، صفحہ 516 (33448) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ ایضاً، باب من یعطی من الخمس وفیمن یوضع، جلد 6، صفحہ 502 (33317) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

میں نے عرض کی: کیا ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی نسبت زیادہ حق بھی رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اگر میں تیرے پہلو سے تیر کھینچ لوں تب بھی تو اپنے مسلمان بھائی کی نسبت اس کا زیادہ حق دار نہیں ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال غنیمت میں سے خمس کا فریضہ نازل ہونے سے قبل تنفیل کرتے تھے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ۔ الآیہ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنفیل چھوڑ دی اور اسے خمس کے خمس کے ساتھ مختص کر دیا۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مالک بن عبداللہ حنفی سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: یہاں اہل شام میں سے کون ہے؟ یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ پیغام پہنچا دینا کہ جب انہیں مال غنیمت حاصل ہو۔ تو وہ پانچ حصے بنا لیں اور ان میں سے ہر حصہ پر یہ لکھ دیں ''للہ'' (یعنی یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) پھر قرعہ اندازی کریں، پس جس کے بارے قرعہ نکل آئے اسے لے لیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت شعبی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ایک ہی ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مال غنیمت میں خمس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ صفی (یعنی چناؤ) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار حاصل ہے کہ مال غنیمت کے قیدیوں میں سے جو بہتر ہو اسے اپنے لیے چن سکتے ہیں بشرطیکہ مال میں قیدی ہوں ورنہ دوسرا مال بھی آپ منتخب کر سکتے ہیں، پھر خمس نکالا جائے گا۔ پھر صفی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ آپ کے لیے حصہ نکالا جائے گا، چاہے آپ میدان میں حاضر ہوں یا وہاں سے غائب (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء بن سائب سے نقل کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا۔ فے کیا ہے؟ اور مال غنیمت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب مسلمان مشرکین پر اور ان کی زمین پر غالب آ جائیں اور انہیں بزور طاقت وقوت پکڑ لیں۔ تو اس صورت میں جو مال انہوں نے حاصل کیا اور اس پر غالب آئے۔ تو وہ مال مال غنیمت ہے۔ اور وہ زمین فے کہلائے گی (6)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان رحمہ اللہ نے کہا ہے غنیمت وہ ہے جسے مسلمانوں نے بزور شمشیر طاقت کے ساتھ حاصل کیا ہو۔ پس اسی مال کا پانچ میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر ہے اور چار حصے ہے ان کے لیے جو جنگ میں شریک ہوئے (7)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے یہ پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس میں کس طرح کا عمل کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپ ایک حصہ دیتے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب من یعطف من الخمس وفیمن یوضع، جلد 6، صفحہ 501 (33302) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 499 (33284) 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 500 (33299) 4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 501 (33305)

5۔ ایضاً، باب فی الغنیمۃ کیف یقسم، جلد 6، صفحہ 501 (33308) 6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 502 (33311)

7۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 502 (33312)

تھے، پھر ایک آدمی کو اور پھر ایک آدمی کو۔ (یعنی آپ ﷺ باری باری ایک ایک فی سبیل اللہ حصہ عطا فرماتے تھے) (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے مال غنیمت میں ایک شے ہوتی تھی۔ آپ ﷺ اسے اپنے لیے پسند فرمالیتے تھے۔ چاہے وہ خادم ہو یا گھوڑا ہو۔ پھر اس کے بعد آپ کا حصہ خمس میں سے تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہم نے انفال (مال غنیمت) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حوالے کردیا اور رسول اللہ ﷺ نے بدر میں اس سے خمس نہیں نکالا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ پس بدر کے بعد ہر مال غنیمت سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے خمس قبول فرمایا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے والی نہیں بنادیں گے اس خمس پر جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خاص کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے مجھے اس کا والی بنادیا۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے خمس کے خمس کا والی بنادیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اس کے صحیح مواقع اور محل میں اسے خرچ کیا (2)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے جسے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ تک مرفوع ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سوائے دو گھوڑوں کے اور کسی گھوڑے کا حصہ نہیں۔ اگرچہ دشمن کی جو سرحد عبور کرتے وقت اس کے ساتھ ایک ہزار گھوڑے ہوں۔ راوی نے مزید کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن گھوڑسوار کے لیے دو حصے اور پیدل کے لیے ایک حصہ مقرر کیا (3)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑسوار کے لیے دو حصے اور پیدل کے لیے ایک حصہ مقرر فرمایا (4)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت قتادہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے خمس کی وصیت کی اور فرمایا میں اس کے بارے وصیت کررہا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ۔ (5)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الغنیمۃ یقسم، جلد 6، صفحہ 502 (33319) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 140 (2586) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 183 (9316) المجلس العلمی بیروت

4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 185 (9320)

5۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 66 (16363)

مقاتل کہتے ہیں۔ اگر انہوں نے اقرار کیا میرے حکم کے ساتھ وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ اور جو کچھ تقسیم کے بارے میں حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ سے مراد بدر کا دن ہے۔ اور یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ سے مراد وہ دن ہے جس دن مسلمانوں کا لشکر اور مشرکین کا لشکر باہم آمنے سامنے آئے اور ملے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ کے بارے کہا ہے اس سے مراد بدر کا دن ہے۔ اور بدر، مکہ مکرمہ اور مدینہ کے درمیان پانی کا ایک کنواں ہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ سے مراد بدر کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا (2)۔

امام سعید بن منصور، محمد بن نصر اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ غزوۂ بدر رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو واقع ہوا (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: غزوۂ بدر کی وہ رات جس کی صبح کو دونوں لشکر باہم آمنے سامنے آئے اور فیصلہ کن جنگ ہوئی وہ جمعہ کی رات تھی اور رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فیصلہ کن رات جس کے دن کو دونوں لشکر باہم برسر پیکار ہوئے رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی (4)۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم کی آیات میں قتال کا حکم دیا گیا۔ پس وہ پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس حاضر ہوئے وہ بدر تھا۔ اس دن مشرکین کے لشکر کا سردار عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس تھا۔ رمضان المبارک کی سولہ یا سترہ راتیں گزر چکی تھیں کہ جمعہ کے دن بدر کے پاس دونوں لشکر باہم آمنے سامنے آ ملے۔ رسول اللہ ﷺ کے جانثاروں کی تعداد تین سو دس افراد سے کچھ زائد پر مشتمل تھی اور مشرکین کا لشکر نو سو اور ہزار کے درمیان تھا۔ اور وہ دن یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ تھا۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق اور امتیاز کر دیا۔ اس دن سب سے پہلے قتل ہونے والا مجع مولی عمر اور انصار میں سے ایک آدمی تھا۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش سے دوچار کیا۔ ان میں سے ستر سے زائد افراد قتل ہوئے اور اتنے ہی ان میں سے قیدی بنا لیے گئے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جعفر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت ذکر کی ہے کہ غزوۂ بدر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 14 دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 13
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 216 (995) دار الصمیعی الریاض
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 14
5۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 348، المجلس العلمی بیروت

رمضان المبارک کی سترہ تاریخ بروز جمعۃ المبارک ہوا(1)۔

ابن ابی شیبہ نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے یہ بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: بدر کی رات کون سی رات تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ جمعۃ المبارک کی رات تھی اور ابھی تک رمضان المبارک کی سترہ راتیں باقی تھیں(2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عامر بن ربیعہ البدری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا اور رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی(3)۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾

"جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے اور وہ (لشکر کفار) دور والے کنارے پر تھا اور (تجارتی) قافلہ نیچے کی طرف تھا تم سے اور اگر تم لڑائی کے لیے وقت مقرر کرتے تو پیچھے رہ جاتے وقت مقرر سے لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لیے تھی) تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا تاکہ ہلاک ہو جسے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ رہے جسے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا سے مراد وادی کا کنارہ ہے اور الرَّكْبُ سے مراد ابوسفیان (کا قافلہ) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا سے مراد وادی کا قریب والا کنارہ ہے اور بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وادی کا دور والا کنارہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ رحمہ اللہ نے وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ کے ضمن میں کہا کہ ابو سفیان ستر سواروں کے ہمراہ وادی کے نیچے کی جانب تھا۔ قریش کا لشکر مکہ سے چلا تو اس کی تعداد نو سو پچاس تھی۔ قریش مقام جحفہ پر تھے کہ ابوسفیان نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ میں قوم سے محفوظ نکل آیا ہوں اس لیے تم واپس لوٹ آؤ۔ مگر انہوں نے کہا: قسم بخدا! ہم واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم بدر کے پانی تک پہنچیں گے۔

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ابوسفیان اور اس کے ساتھی ملک شام سے تجارت کر کے آ رہے تھے۔ انہیں اصحاب بدر کی خبر نہ تھی اور نہ ہی حضور نبی

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 352 (36653) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 353 (36656)
3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 353 (36654)

کریم ﷺ کے اصحاب کو کفار قریش کی اطلاع تھی اور نہ ہی کفار قریش کو ان کے بارے کچھ خبر تھی۔ یہاں تک کہ وہ بدر کے پانی پر باہم آمنے سامنے مل گئے اور لڑ پڑے۔ نتیجۃً حضور نبی رحمت ﷺ کے اصحاب ان پر غالب آ گئے اور انہیں قیدی بنا لیا(1)۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى سے مراد وادی کی وہ جانب ہے جو مکہ مکرمہ کی طرف تھی۔ اور وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ سے مراد ابوسفیان اور اس کے قافلے کے ساتھی ہیں۔ وہ وادی سے نیچے کی جانب ساحل کی طرف تھے۔ اور وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ یعنی اس کے بارے تمہارے اور ان کے درمیان وقت مقرر ہوتا پھر تمہیں ان کی تعداد کی کثرت اور اپنی تعداد کی قلت کی خبر پہنچتی تو تم آپس میں آمنے سامنے آ کر جنگ نہ کرتے وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لیکن یہ اس لیے بلا ارادہ ہوا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ وہ کر دکھائے جو اس نے اپنی قدرت کے ساتھ اسلام اور اہل اسلام کو غلبہ دینے اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل و رسوا کرنے کا تم سے مشورہ کیے بغیر ارادہ فرما رکھا ہے۔ پس اس نے جو ارادہ کیا اسے اپنے لطف و عنایت سے پورا کر دیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو قافلے کی طرف نکالا آپ کا اس وقت قافلے کے سوا اور کوئی ارادہ نہ تھا۔ اور قریش کو مکہ سے نکالا اور وہ بھی اپنے قافلے کے دفاع اور بچاؤ کے سوا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم کو جنگ پر برانگیختہ کیا حالانکہ قافلے کے سوا ان کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اسی کے بارے فرمایا وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ یعنی تاکہ جو کفر اختیار کرے وہ بھی دلیل کے بعد کفر پر رہے جب کہ وہ آیات اور عبرت کی علامات دیکھ لے اور جو ایمان لائے وہ بھی اسی طرح براہین و دلائل کے ساتھ ایمان لائے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾

"یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار خواب میں قلیل۔ اور اگر دکھایا ہوتا آپ کو لشکر کفار کثیر تعداد میں تو ضرور تم لوگ ہمت ہار دیتے اور آپس میں جھگڑنے لگتے اس معاملہ میں لیکن اللہ نے (تمہیں) بچا لیا۔ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں ہے"۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی مکرم ﷺ کو حالت خواب میں لشکر کفار کی تعداد قلیل دکھائی۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے اپنے صحابہ کرام کو مطلع کیا۔ یہ انہیں ثابت قدم رکھنے کے لیے تھا(2)۔

امام ابن اسحاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حبان بن واسع بن حبان رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنی قوم کے اشیاخ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن اپنے صحابہ کی صفیں درست فرمائیں اور عریش کی طرف واپس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 15 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 18، دار احیاء التراث العربی بیروت

تشریف لائے۔ چنانچہ آپ ﷺ اس میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عریش میں ایک بار پاؤں مارا۔ پھر متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر! تمہارے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت تمہارے پاس آچکی ہے۔ یہ جبرئیل امین ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اسے کھینچ رہے ہیں اور ان کے چہرے پر گرد و غبار پڑا ہوا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ کا معنی ہے کہ تم اس معاملہ میں اختلاف کرنے لگتے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ کا معنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے مکمل کر دیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ان کا معاملہ مکمل کر دیا۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا(2)۔

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤٤﴾

”اور یاد کرو جب اللہ نے دکھایا تمہیں لشکر کفار جب تمہارا مقابلہ ہوا تمہاری نگاہوں میں قلیل اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں سارے معاملات“۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ بدر کے دن کفار کے لشکر کو ہماری نظروں میں قلیل کر دیا گیا یہاں تک کہ میں نے اپنے پہلو میں موجود ایک آدمی کو کہا: کیا تو انہیں ستر دیکھ رہا ہے؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ یہ تو سو ہیں۔ حتیٰ کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کو پکڑا اور اس سے پوچھا (تم کتنے ہو؟) تو اس نے جواب دیا: ہم ہزار ہیں(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر اکسایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾

”اے ایمان والو! جب جنگ آزما ہو کسی لشکر سے تو ثابت قدم رہو اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے تاکہ تم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 18 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 19

کامیاب ہو جاؤ''۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردو یہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دشمن سے ملاقات (جنگ) کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی التجاء کرو۔ اور اگر تمہارا ان سے آمنا سامنا ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ اور جب وہ دھمکائیں اور چیخیں تو تم پر خاموش رہنا لازم ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر سے بڑھ کر اور کوئی شے محبوب نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو نماز اور قتال میں اس کا حکم نہ دیتا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے لوگوں کو قتال کے وقت بھی ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض قرار دیا ہے اس وقت بھی جب تم انتہائی مشغول ترین ہو اور تلواروں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے شدید ترین اعمال تین ہیں۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا تیرا اپنے آپ سے انصاف کرنا اور مال میں اپنے بھائی کے ساتھ غم خواری کرنا(2)۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا دشمن سے جنگ کرنے کی تمنا نہ کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے شاید تمہیں انہیں کے سبب آزمائش میں ڈال دیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی التجاء کرو۔ جب وہ تم پر آ جائیں درآنحالیکہ وہ دھمکیاں دے رہے ہوں، جنگ کے لیے تیار ہوں اور وہ زمین پر شور برپا کر رہے ہوں تو زمین پر بیٹھ جاؤ اور پھر کہو: اے اللہ! تو ہمارا رب ہے اور ان کا بھی رب ہے۔ ہم تیرے واسطے سے اپنے آپ کو اور انہیں بھی نصیحت کرتے ہیں۔ بے شک تو ہی انہیں قتل کر سکتا ہے پھر جب وہ تمہارے اور قریب آ جائیں، تو ان پر زوردار حملہ کرو اور یہ جان لو کہ جنت تلواروں کے نیچے ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔ زلزلے کے وقت خاموش رہنا اور ذکر کرنا واجب ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا(4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن ابی مسلم رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو الوداع کیا۔ تو ابن رواحہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے ایسی شے کا حکم فرمائیے جسے میں آپ کی جانب سے یاد کر لوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کل تو ایسے شہر میں پہنچنے والا ہے جہاں

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 250 (9518) المجلس العلمی بیروت 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 183، مصر

3۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 248 (9513) 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 513 (33419) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

سجدے بہت قلیل ہے۔ پس تم کثرت سے سجود کرنا۔ انہوں نے عرض کی: کچھ اضافہ کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجئے کیونکہ وہ تمہارے ہر مطالبے پر معاون و مددگار ہوگا۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! تو دس کو اچھے طریقے سے نہ کرنے کے سبب ایک کو اچھے طریقے سے کرنے سے عاجز نہ آجائے۔ تو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اس کے بعد میں کسی شے کے بارے سوال نہیں کروں گا۔

امام حاکم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ چیزیں رد نہیں کی جاتیں۔ اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت کی دعا جب کہ بعض بعض کو قتل کر رہے ہوں (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ کے وقت آواز (شوروشغب) ناپسند کرتے تھے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ جنگ کے وقت آواز کو ناپسند کرتے تھے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام تین اوقات میں آواز کو پست کرنا پسند کرتے تھے۔ جنگ کے وقت، تلاوت قرآن کے وقت اور میتوں کے پاس (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تین اوقات میں آواز بلند کرنا مکروہ جانتے تھے۔ جنازہ کے پاس، جب دو لشکر باہم برسرپیکار ہوں اور جب قرآن کریم پڑھا جا رہا ہو (5)۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۴۶﴾

”اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمہاری ہوا اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں: تم باہم اختلاف نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری مدد و نصرت اٹھالی جائے گی۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ کا معنی ہے تمہاری نصرت ختم ہو جائے گی۔ تحقیق اصحاب محمد ﷺ کی ہوا اکھڑ گئی۔ جب انہوں نے غزوۂ احد کے دن آپس میں جھگڑا کیا (6)۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 124 (2534) بیروت　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 127 (2544)　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 126

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 474 (11201) مدینہ منورہ　5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 474 (11204)

6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 21

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ریح سے مراد مدد ونصرت ہے۔ کبھی بھی مدد ونصرت نہیں آئی مگر ہوا کے ذریعے جسے اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے اور وہ دشمن کے چہروں پر پڑتی ہے اور جب اس طرح ہوتا ہے تو ان کی قوت وطاقت باقی نہیں رہتی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ میں حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے پہلے اور آخری حصے میں قتال نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چلنے لگتیں اور مدد ونصرت حاصل ہوتی (1)۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

"(اور دیکھو!) نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لیے اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے (اپنے علم اور قدرت سے) گھیرے ہوئے ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا۔ الآیہ۔ سے مراد وہ مشرکین ہیں جنہوں نے بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال کیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قریش مکہ مکرمہ سے بدر کی طرف نکلے تو وہ گانے والی کنیزوں اور دفوف کے ساتھ نکلے تھے۔ لہٰذا اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا۔ الآیہ (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں كَالَّذِيْنَ سے مراد ابوجہل اور اس کے بدر کے دن کے ساتھی ہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس میں ان مشرکین قریش کا ذکر ہے جنہوں نے بدر کے مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ لڑی، وہ اس حال میں مکہ سے نکلے تھے کہ ان پر بغاوت اور فخر وتکبر کے جذبات غالب تھے۔ اس دن ان سے کہا گیا: واپس لوٹ جاؤ۔ تمہارا قافلہ چلا گیا ہے اور تم کامیاب ہو۔ تو انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ قسم بخدا! (ہم واپس نہیں جائیں گے) یہاں تک کہ اہل حجاز ہمارے سفر اور ہماری تعداد کے بارے گفتگو کریں گے۔ اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ اے اللہ! بے شک قریش اپنے فخر ومباہات اور تکبر وغرور کے ساتھ آئے ہیں تاکہ تیرے رسول سے آکر جھگڑا کریں: "اَللّٰهُمَّ اِنَّ قُرَيْشًا قَدْ اَقْبَلَتْ بِفَخْرِهَا وَخُيَلَا ئِهَا لِتُجَادِلَ رَسُوْلَكَ"

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 478 (33081) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 23

وَ اِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَیْهِ وَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَ اللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۴۹﴾

''اور یاد کرو جب آراستہ کر دیئے ان کے لیے شیطان نے ان کے اعمال اور (انہیں) کہا کہ کوئی غالب نہیں آ سکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا تو جب آمنے سامنے ہوئیں دونوں فوجیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور بولا میں بری الذمہ ہوں تم سے، میں دیکھ رہا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھ رہے، میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے یاد کرو جب کہہ رہے تھے منافق اور وہ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا کہ مغرور کر دیا ہے انہیں ان کے دین نے۔ اور جو شخص بھروسہ کرتا ہے اللہ پر تو بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے''۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بدر کے دن شیطان نے قریش کے اعمال آراستہ کر دیئے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ابلیس شیاطین کے ایک لشکر کے ساتھ آیا، اس کے ساتھ ایک جھنڈا بھی تھا، وہ بنی مدلج کے آدمیوں کی شکل میں تھا اور خود سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں تھا۔ شیطان نے انہیں کہا: لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ابلیس کے قریب آئے، اس وقت اس کا ہاتھ مشرکین میں سے ایک آدمی کے ہاتھ میں تھا۔ جب اس نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا تو اس آدمی نے کہا: اے سراقہ! تو تو ہمارا نگہبان ہے؟ اس نے جواب دیا: اِنِّیْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ جس وقت اس نے ملائکہ کو دیکھا تو کہا اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَ اللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ جب قوم کے بعض افراد بعض کے قریب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی نظروں میں مسلمانوں کو قلیل کر دیا۔ تو اس وقت مشرکین نے کہا یہ کچھ نہیں۔ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ '' کہ انہیں ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے''(1)۔

امام واقدی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 24، دار احیاء التراث العربی بیروت

جب لوگ (میدان میں) ایک دوسرے کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو ایک لحظہ کے لیے رسول اللہ ﷺ پر اونگھ طاری کر دی گئی اور پھر آپ ﷺ سے فکر اور غم کو دور ہٹا دیا گیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بشارت سنائی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کا ایک لشکر ساتھ لے کر لوگوں کے میمنہ میں آئے ہیں۔ حضرت میکائیل علیہ السلام ملائکہ کے دوسرے لشکر کے ساتھ میسرہ میں اور حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک ہزار کا اور لشکر لے کر آئے ہیں۔ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی شکل میں مشرکین کی نگہبانی کر رہا تھا اور انہیں یہ خبر دے رہا تھا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی ان پر غالب نہیں آ سکتا، پس جونہی اس اللہ کے دشمن نے ملائکہ کو دیکھا، تو وہ الٹے پاؤں بھاگ پڑا۔ اس نے کہا: بے شک میں تم سے بری ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ حارث کھڑے ہو کر اسے دیکھتا رہا اور ابلیس چلا گیا اور دکھائی نہ دیا یہاں تک کہ سمندر میں جا گرا۔ اس نے اپنے ہاتھ بلند کر کے کہا "یَا رَبِّ مَوْعِدَكَ الَّذِیْ وَعَدْتَنِیْ" (اے میرے رب! تیرا وہ وعدہ برحق ہے جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے)۔

امام طبرانی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت رفاعہ بن رافع الانصار رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب ابلیس نے وہ کچھ دیکھا جو کچھ ملائکہ بدر کے دن مشرکین سے کرنے لگے تو وہ خوف زدہ ہو گیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ حارث بن ہشام اس کے ساتھ کھڑا تھا اور وہ اسے سراقہ بن مالک گمان کر رہا تھا۔ پس اس نے حارث کے سینے میں زور سے دھکا لگایا اور اسے پرے پھینک دیا اور یہ بھاگتے ہوئے نکل گیا۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو سمندر میں پھینک دیا اور ہاتھ بلند کر کے یہ کہا: اے اللہ! میں تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرمائے (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں نبی مکرم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (القمر) "عنقریب پسپا ہو گی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے"۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کون سی جماعت پسپا ہو گی؟ یہ سب بدر سے پہلے ہوا پھر جب غزوۂ بدر ہوا اور قریش پسپا ہوئے، میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا کہ آپ ان کے پیچھے تلوار سونتے ہوئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (القمر) تب معلوم ہوا کہ یہ آیت بدر کے دن کے لیے تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ۔ الآیہ (المومنون: 64) "یہاں تک کہ جب ہم پکڑیں گے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب سے"۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا۔ الآیہ (ابراہیم: 28) "کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے بدل دیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ناشکری سے"۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر ریت پھینکی اور وہ ان تمام پر پڑی اور اس نے ان کی آنکھوں اور مونہوں کو بھر دیا۔ یہاں تک کہ آدمی قتل کیا جاتا در آنحالیکہ اس کی آنکھیں اور منہ ان سے بھرا ہوتا۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: 17) اور اللہ تعالیٰ نے ابلیس

1۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 41 (4550) مکتبۃ العلوم والحکم بیروت

کے بارے میں یہ آیت اتاری: فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ عتبہ بن ربیعہ اور اس کے ساتھ دیگر مشرکین نے غزوۂ بدر کے دن کہا: غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ۔(1)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ کے ضمن میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ آپ اپنی چادر کا عمامہ باندھے ہوئے گھوڑے کو اپنے ساتھیوں کے سامنے کھینچ رہے ہیں اور آپ اس پر سوار نہیں ہوئے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ابلیس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اتر رہے ہیں۔تو یہ دشمن خدا جان گیا کہ ملائکہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔لہٰذا یہ کہہ دیا: اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ اور جس کے سبب اسے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوا تھا اس نے اسے بھی جھٹلا دیا۔لیکن اسے یہ یقین ہو گیا کہ اس کے پاس نہ تو اس کے لیے قوت ہے اور نہ دفاع کا کوئی ذریعہ ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر نے معمر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بعد وہ سراقہ بن مالک کے پاس آئے۔(اس سے صورت حال کے بارے پوچھا) تو اس نے ان میں سے کسی شے کے ہونے کا انکار کر دیا(2)۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ عبادہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ جس نے اسے الٹے پاؤں بھاگتے ہوئے دیکھا تھا وہ بھی اسی وقت بھاگ گیا اور وہ حارث بن ہشام یا عمرو بن وہب جمحی تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ کے ضمن میں کہا ہے کہ منافقین نے اس دن مسلمان کے بارے میں یہ کہا۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہاں منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو بدر کے دن جنگ میں حاضر نہیں ہوئے تو انہیں منافقین کا نام دیا گیا(3)۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کا اقرار کیا تھا حالانکہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔پھر وہ جنگ بدر کے لیے مشرکین کے ساتھ نکلے۔تو جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو کہا غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ۔(4)

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ

1۔مجمع الزوائد، کتاب المغازی والسیر، جلد 6، صفحہ 10 (9958) دارالفکر بیروت

2۔تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 124 (1022) بیروت 3۔ایضاً، جلد 2، صفحہ 125 (1023)

4۔ایضاً (1024)

وہ لوگ مکہ کے باسی تھے اور اسلام کی گفتگو کرتے تھے۔ بدر کے دن وہ مشرکین کے ساتھ نکلے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کو دیکھا تو یہ کہہ دیا غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے اسی آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ منافقین سے مراد وہ جماعت ہے جو قریش کے ساتھ نکلے تھے، ان کے آباء نے انہیں بند کر رکھا تھا۔ وہ نکلے حالانکہ وہ شک میں مبتلا تھے۔ پس جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعداد کو انتہائی قلیل دیکھا تو یہ کہہ دیا: غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ کہ یہ اس حال میں آئے کہ ان کی اپنی تعداد انتہائی قلیل ہے جب کہ ان کے دشمن کی تعداد اتنی کثیر ہے۔ یہ لوگ قریش کی جماعت میں سے ہی تھے۔ ان میں سے پانچ کے نام یہ ہیں: قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ یہ دونوں بنی مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ حارث بن زمعہ، علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

”اور (اے مخاطب!) اگر تو دیکھے جب جان نکالتے ہیں کافروں کی فرشتے (اور) مارتے ہیں ان کے چہروں اور پشتوں پر۔ اور (کہتے ہیں) چکھو آگ کا عذاب یہ بدلہ ہے اس کا جو آگے بھیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے اور اللہ تعالیٰ ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے (اپنے) بندوں پر جیسے دستور تھا فرعونیوں کا۔ اور جو (زبردست) لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے کفر کیا آیات الٰہی کے ساتھ تو پکڑ لیا انہیں اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث، بے شک اللہ قوت والا سخت عذاب دینے والا ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ نہیں بدلنے والا کسی نعمت کو جس کا انعام اس نے فرمایا ہو کسی قوم پر یہاں تک کہ بدل ڈالیں وہی اپنے آپ کو اور بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے (کفار مکہ کا طرز عمل بھی) فرعونیوں اور ان (سرکشوں کا سا ہے جو پہلے گزر چکے) انہوں نے جھٹلایا اپنے رب کی

آیتوں کو پس ہم نے ہلاک کر دیا انہیں بوجہ ان کے گناہوں کے اور ہم نے غرق کر دیا فرعونیوں کو اور (وہ) سب کے سب ظالم تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان سے مراد وہ مشرکین ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں مار دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے یہ دو نشانیاں ہیں کافر کو اپنی موت کے وقت دونوں دکھائی جاتی ہیں یعنی وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَ اَدْبَارَهُمْ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد "اشباههم" یعنی ان کے مشابہ لوگ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے کنایۃً بیان فرماتا ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کی نعمت سے مراد حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے قریش کو عطا فرمائی۔ مگر انہوں نے ناشکری کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو انصار کی جانب منتقل کر دیا۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآىِٕنِیْنَ ﴿۵۸﴾

"بلاشبہ بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ انسان ہیں جنہوں نے کفر کیا پس وہ کسی طرح ایمان نہیں لاتے وہ جن سے (کئی بار) آپ نے معاہدہ کیا پھر وہ توڑتے رہے اپنا عہد ہر بار اور وہ (عہد شکنی سے) ذرا نہیں پرہیز کرتے پس اگر آپ پائیں انہیں (میدان) جنگ میں تو (انہیں عبرتناک سزا دے کر) منتشر کر دو انہیں جو ان کے پیچھے ہیں۔ شاید وہ سمجھ جائیں اور اگر آپ اندیشہ کریں کسی قوم سے خیانت کا تو پھینک دو ان کی طرف (ان کا معاہدہ) واضح طور پر۔ بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا خیانت کرنے والوں کو"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ آیت اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ الآیہ یہود کے چھ گروہوں کے بارے نازل ہوئی انہیں میں سے ابن تابوت ہے۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 221، دار الصمیعی الریاض

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس سے مراد بنی قریظہ ہیں جنہوں نے غزوہ خندق کے دوران حضور نبی کریم ﷺ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم انہیں عبرت ناک سزا دو جوان کے بعد ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم انہیں عبرت ناک سزا دو جوان کے پیچھے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی بیان کیا ہے: آپ انہیں عبرت ناک سزا دیں جوان کے پیچھے ہیں۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: فَشَرِّدْ بِهِمْ کا معنی ہے آپ انہیں خوب ڈرائیں (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آپ ان سے اسی طرح کا سلوک کریں جیسے آپ ان سے کر رہے ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: شاید وہ عہد توڑنے سے باز آجائیں پس ان سے اسی کی مثل برتاؤ کیا جائے گا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن شہاب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوئے اور کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں ہم تو ابھی قوم کی تلاش میں ہیں۔ آپ نکلئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کے بارے میں اذن جہاد دے دیا ہے۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً۔ الآیہ

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مذکورہ آیت میں قوم سے مراد بنی قریظہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جن سے رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کیا ہے اگر آپ کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ آپ سے خیانت کریں گے اور دھوکہ دیں گے تو آپ ان کے پاس آئیں اور ان کا معاہدہ واضح طور پر توڑ دیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تو اپنے دشمن کے ساتھ جنگ نہ کر، یہاں تک کہ تو ان کا معاہدہ واضح طور پر ان کی طرف پھینک دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 32، بیروت 2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 125 (1025) بیروت

امام ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سلیم بن عامر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا۔ آپ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ ان کی زمین کے قریب ہو گئے۔ پس جونہی معاہدے کی مدت ختم ہوئی تو آپ نے ان پر حملہ کر دیا۔ تو ان کے پاس حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اللہ اکبر وعدہ وفا کرنا چاہیے، توڑنا نہیں چاہیے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ آدمی جس کے درمیان اور اس کی قوم کے درمیان معاہدہ ہو تو اسے چاہیے کہ نہ وہ کوئی عقد باندھے اور نہ اسے کھولے یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جائے یا پھر واضح طور پر ان کی طرف پھینک دے (یعنی عہد توڑ دے) راوی کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لشکروں کے ساتھ واپس لوٹ آئے (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ نے کہا: تین چیزیں ہیں جن میں مسلمان اور کافر برابر برابر ہیں۔ وہ آدمی جس سے تو نے عہد کیا اس کے عہد کو پورا کر، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ کیونکہ عہد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے۔ وہ آدمی کہ تیرے اور اس کے درمیان رشتہ داری ہو تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اور وہ آدمی جس نے تجھے امانت پر امین بنایا تو اس کی امانت اسے ادا کر، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہو (2)۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾

"اور ہرگز نہ خیال کریں کافر کہ وہ بچ کر نکل گئے، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لَا يُعْجِزُونَ کا معنی ہے کہ وہ ہم سے تجاوز نہیں کر سکیں گے۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

"اور تیار رکھو ان کے لیے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت و طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تا کہ تم خوف زدہ کر دو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور دوسرے لوگوں کو ان کھلے دشمنوں کے علاوہ، تم نہیں جانتے ہو انہیں (البتہ) اللہ جانتا ہے انہیں اور جو چیز خرچ کرو گے راہ خدا میں اس کا اجر پورا پورا دیا جائے گا تمہیں اور (کسی طرح) تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا"۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابویعقوب، اسحاق بن ابراہیم القراب نے کتاب فضل الرمی میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے یہ

1۔ شعب الایمان باب فی الایفاء بالعقود، جلد 4، صفحہ 81 (4359) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 82 (4362)

حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے درآنحالیکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے: اور تیار رکھو ان کے لیے جتنی قوت وطاقت کی استطاعت رکھتے ہو، خبردار! آگاہ رہو تیراندازی قوت ہے، خبردار! آگاہ رہو تیراندازی قوت ہے۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ ''اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ'' تین بار فرمایا(1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ خبردار آگاہ رہو تیراندازی قوت ہے۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ بے شک عنقریب تمہارے لیے زمین فتح کر دی جائے گی اور تم سے مشقت و تکلیف اٹھالی جائے گی۔ پس تم میں سے کوئی اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ آئے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ آیت تلاوت کی: وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ اور پھر فرمایا خبردار! آگاہ رہو تیراندازی ایک قوت ہے(2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: دو ہدفوں (نشانوں) کے درمیان جنت باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ پس تم تیراندازی سیکھو۔ کیونکہ میں نے سنا ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ فرمایا پس تیراندازی ایک قوت ہے۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قُوَّةٍ سے مراد تیر، تلواریں اور دیگر ہتھیار ہیں۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں گھوڑے تیار کرنے کا حکم دیا۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ قُوَّةٍ سے مراد مذکر گھوڑے اور رباط سے مراد مؤنث ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قُوَّةٍ سے مراد مذکر گھوڑے اور رِّبَاطِ الْخَيْلِ سے مراد مؤنث ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ قُوَّةٍ سے مراد گھوڑوں سے لے کر تیروں تک اور ان کے سوا دیگر ہتھیار ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تم اس کے ساتھ (جنگی تیاری کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 37، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ شعب الایمان، باب فی المرابطہ فی سبیل اللہ، جلد 4، صفحہ 44 (4299) دار الکتب العلمیہ بیروت

زدہ اور پریشان کرو۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے اور وہ تیر اندازی کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیر پھینکو۔ تحقیق تمہارے باپ تیر پھینکنے کے بڑے ماہر تھے۔

ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ ایک تیر بنانے والا جو اس کے بنانے سے خیر اور بھلائی کی نیت کرتا ہے۔ ایک وہ جو اسے اللہ کی راہ میں تیار کرتا ہے اور ایک وہ جو اسے اللہ کی راہ میں پھینکتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا: تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا سوار ہونے سے بہتر ہے۔ مزید فرمایا: ہر وہ شے جس کے ساتھ ابن آدم لہو ولعب کرتا ہے وہ باطل ہے سوائے تین کے۔ اپنی قوس سے تیر پھینکنے کے لیے۔ اپنے گھوڑے سے اسے مہذب بنانے اور اسے تعلیم دینے کے لیے اور اپنے گھر والوں سے ملاعبت کرنا۔ کیونکہ یہ ان کے حقوق میں سے ہے۔ جس کسی نے تیر اندازی کی تعلیم حاصل کی پھر اسے چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت ہے جس کی اس نے ناشکری کی ہے۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت حرام بن معاویہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہماری طرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا خنزیر تمہارے پڑوس میں نہ رہیں اور صلیب تم میں بلند نہ ہو اور ایسے دستر خوان سے نہ کھاؤ جس پر شراب پی جاتی ہو اپنے گھوڑوں کو ادب سکھاؤ اور دو فرقوں کے درمیان چلو۔

امام بزار اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ نکلے اور بنی اسلم کی ایک جماعت تیر اندازی کر رہی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیر انداز کرو، کیونکہ تمہارے باپ بڑے تیر انداز تھے۔ تم تیر پھینکو اور میں ابن ادرع کے ساتھ ہوں۔ قوم نے تیز اندازی روک لی۔ تو آپ ﷺ نے ان سے ان کے بارے پوچھا؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ جس کے ساتھ آپ ہیں وہی غالب ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تیر اندازی میں مقابلہ کرو میں تم تمام کے ساتھ ہوں۔

امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی اسلم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے وہ بازار میں تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل تیر پھینکو کیونکہ تمہارے باپ بڑے تیر انداز تھے۔ تم پھینکو اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں یعنی آپ نے دو فریقوں میں سے ایک کے بارے کہا۔ پس انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیر پھینکو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم کیسے تیر پھینک سکتے ہیں جب کہ آپ بنی فلاں کے ساتھ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن ایاس بن سلمہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے پاس سے گزرے وہ تیراندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ! اسے اچھا بنادے۔ آپ ﷺ نے دو یا تین بار یہ کہا، تم تیر پھینکو اور میں ابن اورع کے ساتھ ہوں۔ تو وہ لوگ رک گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ انہوں نے عام دنوں کی طرح تیراندازی کی اور پھر واضح طور پر برابر برابر منتشر ہو گئے اور کوئی تیراندازی میں کسی پر غالب نہ آیا (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں، حاکم اور قراب رحمہم اللہ نے فضل الرمی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین کے سوا دنیا کی لہو ولعب میں سے ہر شے باطل ہے: تیرا اپنی قوس کے ساتھ تیراندازی کا مقابلہ کرنا، تیرا اپنے گھوڑے کو تہذیب اور ادب سکھانا اور تیرا اپنے اہل کے ساتھ ملاعبت کرنا۔ کیونکہ یہ سب حق ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: تیراندازی کرو اور سوار ہو۔ تمہارا تیراندازی کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین افراد کو جنت میں داخل کرے گا: خیر کی نیت سے اسے بنانے والا، اس کے ساتھ مدد کرنے والا اور اسے اللہ کی راہ میں پھینکنے والا (2)۔

امام حاکم اور قراب رحمہما اللہ نے حضرت ابو نجیح سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ہم نے طائف کے محل کا محاصرہ کیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا جس کسی نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا تو اس کے لیے وہ آزاد کردہ غلام کے برابر ہے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ اس دن میں نے سولہ تیر پھینکے (3)۔

امام ابن ماجہ، حاکم اور قراب رحمہم اللہ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس نے دشمن پر تیر پھینکا تو اس کا تیر پہنچ گیا، چاہے وہ نشانہ پر نہ لگا یا ٹھیک نشانے پر لگا تو وہ ایک غلام کے مساوی ہے (4)۔

حاکم نے عباس بن سہل بن سعد سے انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یوم بدر تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: جب وہ تمہارے قریب آ جائیں تو تیروں کے ساتھ ان پر حملہ کرو اور اپنے تیروں کو باقی بچا کر رکھو (5)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمایا: سعد کو تیر دو، اے سعد! تیر پھینکو، اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیر پھینکا ہے، تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ ''اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یَوْمَ اُحُدٍ: اَنْبِلُوْا سَعْدًا، اِرْمِ یَاسَعْدُ رَمَی اللّٰهُ لَكَ ، فَدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ'' حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (6)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 104 (2466) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (2468) 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 132 (2560)

4۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 3، صفحہ 370 (2812) دارالکتب العلمیہ بیروت

5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 105 (2471) 6۔ ایضاً (2472)

امام حاکم رحمہ اللہ نے عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ انہوں نے کہا:

أَلَا هَلْ أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّیْ   حَمَیْتُ صَحَابَتِیْ بِصُدُوْرِ نَبْلِیْ

''خبردار! تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں نے اپنے تیر پھینک کر اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی''۔

امام ثقفی رحمہ اللہ نے فوائد میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کے سوالہوولہب کے کسی عمل میں ملائکہ حاضر نہیں ہوتے آدمی کا اپنی زوجہ کے ساتھ اظہار محبت کرنا، گھوڑے کو مضبوط کرنا اور تیراندازی کرنا۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ تین اعمال میں حاضر ہوتے ہیں تیراندازی کرنا، گھوڑ دوڑ اور آدمی کا اپنی اہلیہ سے ملاعبت کرنا۔

امام ابوعبیدہ نے کتاب الخلیل میں ابوالشعثاء رحمہما اللہ حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیراندازی کرو اور گھوڑ سواری کیا کرو۔ اور تمہارا تیراندازی کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ سوائے تین عادات کے مومن کی خواہش پرستی کے لیے ہر لہو باطل ہے (اور وہ تین یہ ہیں) تیرا اپنی قوس سے تیراندازی کرنا، اپنے گھوڑے کو سدھارنا اور اپنی اہلیہ سے ملاعبت کرنا، یہ سب حق ہیں۔

امام نسائی، بزار، بغوی، باوردی، طبرانی، قراب، ابونعیم، بیہقی اور ضیاء رحمہم اللہ نے حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ اور جابر بن عمیر انصاری رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ تیراندازی کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک اکتا گیا اور بیٹھ گیا۔ تو دوسرے نے کہا: تو نے سستی کی ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: ہر وہ شے جو ذکر اللہ نہ ہو وہ لغو اور بھول ہے۔ مگر چار خصلتیں اس سے مستثنیٰ ہیں آدمی کا دونشانوں کے درمیان چلنا (یعنی تیراندازی کا مقابلہ کرنا، اپنے گھوڑے کو سدھارنا، اپنی اہلیہ سے ملاعبت کرنا اور تیرا کی سیکھنا[1]۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا: ایک تیر پھینکنے والا، دوسرا تیر کے ساتھ مدد کرنے والا اور تیسرا خیر کی نیت سے اسے بنانے والا۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی طرف لکھا: اے لوگو! تیراندازی کیا کرو اور سوار ہوا کرو۔ تیراندازی کرنا میرے نزدیک گھوڑ سواری سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اسے جس نے اللہ کی راہ میں اسے بنایا اور اسے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس سے قوت حاصل کی۔

1۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 193 (1785)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

قراب نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کا اچھا کھیل تیراندازی ہے اور جس نے تیراندازی سیکھنے کے بعد اسے چھوڑ دیا تو اس نے ایک نعمت کو ترک کر دیا۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں ہمیشہ کے لیے تیراندازی نہیں چھوڑوں گا اگرچہ میرا ہاتھ کاٹ دیا جائے، اس شے کے بعد جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے: ''میں نے رسول اللہ؟ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے تیراندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا، تو اس نے میری نافرمانی کی''۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے جسے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مرفوع قرار دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر لہو باطل ہے مگر گھوڑ سواری، تیراندازی اور مرد کا اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا۔ پس تم پر گھوڑ سواری اور تیراندازی لازم ہے، دونوں میں سے تیراندازی میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ لہو صرف تین میں (جائز) ہے: تیرا اپنے گھوڑے کو سدھارنا، اپنی قوس کے ساتھ تیراندازی کرنا اور تیرا اپنی اہلیہ کے ساتھ ملاعبت (اظہار محبت) کرنا۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی طرف لکھا: تم اپنی اولاد کو تیراکی اور گھوڑ سواری سکھاؤ۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت سلمان تیمی رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ کوئی آدمی تیراک اور تیرانداز ہو۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا۔ پس وہ نشانہ پر لگا، یا خطا ہو گیا یا نشانے پر نہ لگا تو اس کے لیے اتنا اجر ہے گویا اس نے غلام آزاد کر دیا اور یہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے آزاد ہونے کا باعث ہے۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت ابونجیح سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طائف کی فتح میں حاضر تھے۔ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا چاہے وہ نشانہ پر نہ لگایا گیا اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل صقع سے جنگ لڑو، پس جو ان تک پہنچ گیا اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ درجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

طبرانی اور قراب نے ابوعمرہ انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

سنا ہے: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا، وہ نشانہ پر پہنچا یا نہ پہنچا وہ تیر اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا (1)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کھیل گھوڑے کو مضبوط اور جنگ کے لیے تیار کرنا، تیروں کے ساتھ تیر اندازی کرنا اور تمہارا اپنی بیویوں کے ساتھ ملاعبت کرنا ہے۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے الاوسط میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم پر تیر اندازی کرنا لازم ہے۔ کیونکہ وہ بہتر ہے یا فرمایا وہ تمہارے کھیلوں میں سے بہتر اور اچھی ہے۔

امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم تیر اندازی سیکھو کیونکہ یہ تمہارے لیے بہترین کھیل ہے۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قوم پر سے گزر ہوا۔ وہ تیر اندازی کر رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنی اسماعیل تم تیر پھینکو کیونکہ تمہارا باپ ماہر تیز انداز تھا۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے تیر اندازی کی تعلیم حاصل کی پھر اسے بھلا دیا۔ تو یہ ایک نعمت تھی جس کا اس نے انکار کر دیا۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑ سواری اور تیر اندازی کے مقابلوں کے سوا ملائکہ تمہارے کھیلوں میں حاضر نہیں ہوتے۔

بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا، وہ نشانے پر پہنچا یا نہ پہنچا اس کے لیے آج کی اولاد اسماعیل میں سے چار افراد کی مثل اجر ہے۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر کھیل ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ مگر آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت کرنا، آدمی کا دو ہدفوں (نشانوں) کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کا مقابلہ کرنا) اور آدمی کا اپنے گھوڑے کو تعلیم دینا (یہ مکروہ نہیں ہے) (2)

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الرمی میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے کتابت، تیراکی اور تیر اندازی کی تعلیم دے۔

امام ابن ابی الدنیا اور دیلمی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیر اندازی سیکھو۔ کیونکہ دو نشانوں کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 382، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

2۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 491 (9392) دارالفکر بیروت

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی تیراندازی کے مقابلے میں دونشانوں کے درمیان چلتا رہا اس کے لیے ہر قدم کے بدلے نیکی ہے (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الصغیر میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جب اس کا قصد اور بے چینی اسے مجبور کر دے کہ وہ اپنی قوس پہنے۔ تو پھر اس کا ارادہ اس کا انکار کر دے (یعنی قوس پہنے کے بعد اس کا ارادہ ٹوٹ جائے) (2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بیٹوں کو تیراکی اور تیراندازی اور عورت کو تکلہ سکھاؤ (3)۔

امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے المعرفہ میں حضرت بکر بن عبداللہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بیٹوں کو تیراکی اور تیراندازی اور عورت کو تکلہ سکھاؤ۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے جو آدمی حالت اسلام میں بوڑھا ہو گیا وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلایا اس کے لیے غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ہوگا (4)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو آدمی حالت اسلام میں بوڑھا ہو گیا وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ اور جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا وہ نشانے پر لگا یا نہ لگا اس کے لیے اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ہوگا (5)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے تیر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ایک درجہ بلند کر دیا اور دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر چلایا اس کے لیے اتنا اجر ہے جتنا کہ غلام آزاد کرنے والے کے لیے (6)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے عوض تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا: ایک اسے بنانے والا جب کہ اس نے اخلاص اور خیر کی نیت کے ساتھ اسے بنایا ہو، ایک اسے پھینکنے والا اور ایک اس کے ساتھ قوت و طاقت حاصل کرنے والا۔

امام واقدی رحمہ اللہ نے حضرت مسلم بن جندب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہونے والے حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام ہیں۔ بے شک یہ گھوڑا وحشی تھا اس (کسی کو) پر قدرت نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کے لیے اسے مسخر کر دیا گیا۔

1۔ معجم کبیر، رقم الحدیث، (13078)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 490 (9388)، دارالفکر بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 401، (8664)، دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 260 (9544) بیروت
5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 261 (9548)
6۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 235، دارصادر بیروت

امام زبیر بن بکار نے الانساب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: گھوڑا وحشی جانور تھا۔ اس پر قدرت حاصل نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کے لیے اسے مسخر کر دیا گیا۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے الانساب میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا وحشی جانور تھا، اس پر سوار نہیں ہوا جا سکتا تھا۔ پس سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام اس پر سوار ہوئے۔ اسی وجہ سے اس کا نام عراب رکھا گیا۔

امام احمد بن سلمان اور نجاد نے اپنے مشہور جز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ گھوڑا بھی تمام وحشی جانوروں کی طرح وحشی تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو بیت اللہ شریف کی بنیادیں اٹھانے کا حکم دیا۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میں تم دونوں کو ایک خزانہ عطا فرمانے والا ہوں جو میں نے تم دونوں کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اگر نکلو تو اس خزانے کے بارے میں دعا مانگو چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اجناد کی طرف نکلے اور وہیں اقامت اختیار کر لی اور آپ نہیں جانتے تھے کہ وہ دعا کیا ہے؟ اور نہ آپ کو اس خزانے کا علم تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذہن میں دعا القاء فرمائی۔ تو روئے زمین پر کوئی گھوڑا باقی نہ رہا مگر یہ کہ اس نے آپ کو قبول کیا اور اپنی پیشانی جھکا کر آپ کو اپنے اوپر قدرت دے دی۔ اور آپ نے انہیں اپنے لیے مطیع بنا لیا پس تم ان پر سواری کرو اور انہیں تیار کرو کیونکہ یہ برکتیں ہیں اور یہ تمہارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔

امام ثعلبی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوب کی ہوا کو فرمایا۔ بے شک میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں، تو اسے میرے دوستوں کے لیے باعث عزت و غلبہ بنا دے اور میرے دشمنوں کے لیے باعث ذلت و رسوائی اور میری اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کے لیے باعث حسن و جمال بنا دے۔ تو ہوا نے عرض کی تو پیدا فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سے دست قدرت کی ایک مشت لی اور اس سے گھوڑا تخلیق فرما دیا اور اسے فرمایا: میں نے تجھے عربی پیدا کیا ہے اور میں نے بھلائی اور خیر کو تیری پیشانی کے ساتھ باندھ دیا ہے اور غنائم کو تیری پشت پر جمع کر دیا ہے۔ میں نے تجھ پر تیرے مالک کو مہربان بنا دیا ہے اور تجھے بنایا ہے کہ تو بغیر پروں کے اڑتا ہے۔ پس تو طلب (تلاش) اور ہرب (دوڑنے) کے لیے ہے۔ میں عنقریب تیری پشت پر آدمیوں کو سوار کروں گا، وہ میری تسبیح، تحمید اور تہلیل بیان کریں گے۔ جب وہ تسبیح بیان کریں تو تو بھی تسبیح بیان کرنا، جب وہ تہلیل کریں تو تو بھی تہلیل بیان کرنا اور جب وہ تکبیر کہیں تو تو بھی تکبیر کہنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی تسبیح یا تحمید یا تکبیر نہیں کہ جب گھوڑے کا مالک اسے بیان کرتا ہے اور گھوڑا اسے سنتا ہے مگر وہ اسی کی مثل کے ساتھ اسے ضرور جواب دیتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ملائکہ نے گھوڑے کی بناوٹ کے بارے سنا اور انہوں نے اس کی خلقت کا معائنہ کیا تو کہا: اے ہمارے رب! ہم تیرے ملائکہ ہیں، ہم تیری تسبیح اور تیری تحمید بیان کرتے ہیں، پس ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے گھوڑے پیدا فرمائے جن کی گردنیں بختی گھوڑوں کی گردنوں کی طرح سیاہ و سفید ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ

نے گھوڑا زمین کی طرف بھیجا اور اس کے دونوں قدم زمین پر برابر لگ گئے تو وہ ہنہنایا۔ تو کہا گیا: جانوروں میں سے تجھے برکت دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے تیرے ہنہنانے کے سبب مشرکین کو ذلیل کر دیا، اس کے سبب ان کی گردنوں کو جھکا دیا، اس کے ساتھ ان کے کانوں کو بھر دیا اور اس کے ساتھ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ہر شے کو پیش کیا تو آپ کو فرمایا: میری مخلوق میں سے جو تم چاہو پسند فرمالو؟ تو آپ نے گھوڑے کو پسند کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا تم نے اپنی عزت اور اپنی اولاد کی عزت کو اختیار کیا ہے۔ یہ ہمیشہ رہنے والی ہے جب تک وہ رہے اور یہ باقی رہنے والی ہے جب تک وہ باقی رہے۔ میری رحمت و برکت تجھ پر ہے اور ان پر بھی ہے۔ میں نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے اور ان سے بڑھ کر زیادہ محبوب ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

امام مالک، بخاری، مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑا تین قسم کا ہے۔ ایک آدمی کے لیے باعث اجر ہے، ایک آدمی کے لیے باعث ستر ہے اور ایک آدمی پر بوجھ ہے۔ پس وہ آدمی جس کے لیے گھوڑا باعث اجر ہے وہ ایسا آدمی ہے جس نے فی سبیل اللہ باندھ رکھا ہو اور اس نے اس کی رسی چراگاہ یا باغ میں لمبی کر رکھی ہو۔ پس اس چراگاہ یا باغ میں اپنی رسی طویل ہونے کے سبب جہاں تک وہ پہنچے گا تو اس کے مالک کے لیے وہ سب نیکیاں ہوں گی۔ اگر اس نے اپنی رسی کاٹ دی اور وہ ایک یا دو بلندیوں پر آگے پیچھے دوڑنے لگا تو اس کے نشانات اور اس کی لید سب مالک کے لیے نیکیاں ہیں۔ اگر وہ کسی نہر کے پاس سے گزرا اور اس نے اس سے پانی پیا حالانکہ اس نے اسے پلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا تو یہ بھی مالک کے لیے نیکیاں ہوں گی۔ تو اس طرح یہ گھوڑا اپنے مالک کے لیے باعث اجر ہے۔ اور وہ آدمی جس نے دولت مند اور غنی ہونے کی بناء پر گھوڑا رکھا۔ پھر گھوڑے کی گردن اور اس کی پیٹھ کا جو حق اللہ نے مقرر کیا ہے اسے وہ نہیں بھولا۔ تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لیے باعث ستر (پردہ) ہے اور وہ آدمی جس نے محض فخر، ریاکاری اور اہل اسلام کی دشمنی کے لیے باندھ رکھا ہو تو ایسا گھوڑا اس پر محض بوجھ ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ اور گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا اجر ہے، ایک وزر (بوجھ) ہے اور ایک ستر ہے۔ پس خیل ستر تو وہ ہے جسے آدمی نے پاک دامنی، عزت و شرف اور حسن و خوبصورتی کے لیے رکھا ہوا ہو۔ پھر اپنی تنگ دستی اور خوشحالی ہر صورت میں اس کی پیٹھ اور پیٹ کے حق کو نہیں بھولتا (بلکہ انہیں صحیح صحیح ادا کرتا ہے) اور خیل اجر اس آدمی کا گھوڑا ہے جس نے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھ رکھا ہو۔ پس وہ گھوڑا اپنے پیٹ میں جو خوراک بھی ڈالتا ہے وہ اس آدمی کے لیے باعث اجر ہوتی ہے۔ حتی کہ گھوڑے کی لید اور اس کے پیشاب کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ایسا گھوڑا وادی میں جو بھی ایک یا دو چکر دوڑ کر لگاتا ہے وہ بھی اس کے میزان میں

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 45 (4304) دارالکتب العلمیہ بیروت

ہوں گے۔ اور رہا خیل وزر! تو یہ ایسے آدمی کا گھوڑا ہے جس نے اسے لوگوں پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے لیے باندھ رکھا ہو۔ تو ایسے گھوڑے کے پیٹ میں جو چیز بھی جائے گی وہ اس کے مالک پر بوجھ ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑے کی لید اور اس کے پیشاب کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور وہ وادی میں جو بھی ایک یا دو چکر دوڑتا ہے وہ اس کے مالک پر بوجھ ہوتے ہیں (1)۔

امام مالک، امام احمد بن حنبل، طیالسی، ابن شیبہ، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت عروہ البارقی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت تک کے لیے گھوڑے کی پیشانی میں خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اجر اور غنیمت (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھوڑے کی پیشانی پر اپنی انگلی پھیرتے اور فرماتے: خیر و بھلائی یوم قیامت تک گھوڑے کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے۔

امام نسائی اور ابو مسلم الکشی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوم قیامت تک کے لیے خیر و بھلائی گھوڑے کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اجر اور غنیمت ہے۔

امام طبرانی اور آجری رحمہما اللہ نے کتاب النصیحۃ میں حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ ان کے سبب ان کے مالکوں کی مدد کی جاتی ہے اور ان پر خرچ کرنے والا صدقے کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلانے والے کی طرح ہے (4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سوادہ بن ربیع جرمی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے واپس جانے کا حکم دیا اور فرمایا: گھوڑے کو لازم رکھو کیونکہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے (5)۔

امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر اور منافع رکھ دیے گئے ہیں۔ ان کی پیشانیاں ان کے کان ہیں اور ان کی دمیں طویل ہیں (6)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 46 (4305) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 3، صفحہ 358 (2787) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 357 (2786)

4۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 472 (9328) دار الفکر بیروت

5۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 97 (6480) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 255 (7994)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں اور ابن مندہ رحمہ اللہ نے الصحابہ میں حضرت یزید بن عبد اللہ بن غریب ملیکی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں خیر اور عطا یوم قیامت تک کے لیے رکھ دی گئی ہے۔ گھوڑے کے سبب اس کے مالک کی مدد کی جاتی ہے اور اس پر خرچ کرنے والا صدقہ کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اسے بند نہیں کرتا۔ قیامت کے دن گھوڑے کی لید اور اس کا پیشاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی پاکیزگی کی طرح ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں یوم قیامت تک ہمیشہ کے لیے خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ پس جس نے اللہ کی راہ میں تیاری کے لیے اسے باندھ رکھا ہو اور اس پر خالصۃً فی سبیل اللہ خرچ کیا تو اس کا سیر ہونا، بھوکا رہنا، اس کا سیراب ہونا اور پیاسا ہونا اور اس کا بول و براز سب قیامت کے دن اس کے میزان میں باعث فلاح و کامیابی ہوگا۔ اور جس نے محض ریاء، شہرت، فخر اور اظہار تکبر کے لیے گھوڑے کو باندھا تو گھوڑے کا پیٹ بھرنا اور بھوکا رہنا، خوب سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کا بول براز سب قیامت کے دن اس کے میزان میں باعث خسارہ اور کمی ہوگا (1)۔

امام ابوبکر بن عاصم رحمہ اللہ نے الجہاد میں اور قاضی عمر بن حسن اشنانی رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و بھلائی یوم قیامت تک کے لیے رکھ دی گئی ہے۔ اس کے اہل کی اس پر مدد کی جاتی ہے۔ پس تم ان کی پیشانیوں کو پکڑو اور برکت کی دعا کرو اور انہیں قلادہ پہناؤ۔ اور تم انہیں قلادہ نہ پہناؤ مگر کمان کی تانت کا۔

امام ابو عبید رحمہ اللہ نے کتاب الخیل میں حضرت زیاد بن مسلم غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: گھوڑے تین قسم کے ہیں: پس وہ آدمی جس نے اللہ کی راہ میں اور اس کے دشمن سے جہاد کرنے کے لیے گھوڑا باندھا تو اس کا سیر ہونا، بھوکا رہنا، سیراب ہونا، پیاسا رہنا، اس کا چلنا، اس کا پسینہ، اس کی لید اور اس کا پیشاب سب کا سب قیامت کے دن اس کے میزان میں باعث اجر ہے۔ اور جس نے حسن و جمال کے لیے گھوڑا باندھ رکھا ہو تو اس کے لیے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور جس نے فخر اور ریاء کے لیے باندھا تو پہلی قسم میں بیان کردہ تمام چیزیں قیامت کے دن اس کے میزان میں اس پر وزر اور بوجھ ہوں گی۔

امام طبرانی اور آجری رحمہما اللہ نے الشریعۃ والنصیحۃ میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ ایک گھوڑا رحمٰن کے لیے ہے، ایک گھوڑا انسان کے لیے ہے، اور ایک گھوڑا شیطان کے لیے ہے۔ پس رحمٰن کا گھوڑا وہ ہے جسے فی سبیل اللہ تیار کیا جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کیا جائے۔ انسان کا گھوڑا وہ ہے جسے وہ اندر داخل کرے اور اس پر بوجھ لادے۔ اور شیطان کا گھوڑا وہ ہے جس پر جوا کھیلا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 21,52 (33487, 33492)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

جائے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت حباب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موقوف ذکر کی ہے(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین ہیں: ایک گھوڑا رحمٰن کا ہے، ایک گھوڑا انسان کا ہے اور ایک گھوڑا شیطان کا ہے۔ پس رحمٰن کا گھوڑا تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھا جاتا ہے، پس اس کا چارہ اس کی لید اور اس کا پیشاب اور دیگر وہ سب چیزیں جو اللہ چاہے سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتی ہیں اور شیطان کا گھوڑا وہ ہے جس پر شرط لگا کر دوڑ کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ رہا انسان کا گھوڑا! تو اس سے مراد وہ گھوڑا ہے جسے انسان باندھتا ہے اور اس کے پیٹ کے لیے چارہ تلاش کرتا ہے۔ تو یہ گھوڑا فقر و افلاس سے اس آدمی کے لیے ستر اور پردہ ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے ابو عمرو شیبانی کی سند سے انصار میں سے ایک آدمی سے اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ گھوڑا ہے جسے آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھتا ہے پس اس کی قیمت بھی اجر ہے، اس کی دیکھ بھال بھی اجر ہے اور اس کا چارہ بھی اجر ہے۔ اور ایک گھوڑا وہ ہے جس کے ساتھ آدمی محبت کرتا ہے اور پھر شرط لگا کر دوڑ کا مقابلہ کرتا ہے۔ تو ایسے گھوڑے کے ثمن بھی بوجھ ہیں اور اس کا چارہ بھی بوجھ ہے۔ اور ایک گھوڑا شکم سیری کے لیے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ گھوڑا فقر و افلاس کو دور کرنے کا سبب بن جاتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برکت گھوڑے کی پیشانی میں ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عورتوں کے بعد گھوڑوں سے بڑھ کر کوئی شے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے(3)۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے الزہد میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک گھوڑے سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی شے نہیں۔ پھر کہا: اے اللہ تو معاف فرما دے۔ سوائے عورتوں کے (یعنی عورتوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ کوئی پسندیدہ شے نہیں)

امام دمیاطی نے کتاب الخیل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے فی سبیل اللہ گھوڑے کو اپنے پاس روکے رکھا وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے ڈھال ہوگا۔

امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ نے الجہاد میں حضرت یزید بن عبد اللہ بن غریب الملیکی رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے، ان کا پیشاب اور ان کی لید میں جنت کی خوشبو کی نعمت ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 80 (3707)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد　2۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 381، دار الکتب الاسلامی، بیروت

3۔ سنن نسائی، جلد 3، صفحہ 218، دار الریان القاہرہ

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے پر خرچ کرنے والا صدقہ کے ساتھ اپنے ہاتھ کو پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اس پر قبضہ نہیں کرے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک گھوڑے کا پیشاب اور اس کی لید کستوری کی طرح پاک ہوگی۔

امام ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم رحمہما اللہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا۔ پھر اپنے ہاتھ سے اس کے چارے کا انتظام کیا۔ تو اس کے لیے ہر دانے کے بدلے نیکی ہے(1)۔

امام احمد اور ابن ابی عاصم رحمہما اللہ نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کوئی مسلمان آدمی نہیں جو اپنے گھوڑے کے لیے جو صاف کرتا ہے پھر وہ اسے کھلاتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر دانے کے بدلے نیکی لکھتا ہے۔

امام ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا مالکانہ انداز برا اور سلوک نا روا ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ نے ہمیں بتایا نہیں ہے کہ یہ امت مملوکین اور بیواؤں کے اعتبار سے دوسری امتوں سے زیادہ اور بڑھ کر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں۔ پس تم اپنی اولاد کی عزت و کرامت کے سبب ان کی تکریم کرو اور انہیں وہ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ صحابہ نے عرض کی: دنیا میں کون سی شے ہمیں نفع دے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گھوڑا جسے تو اس لیے باندھتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا اور ایسا غلام جو تجھے کافی ہوگا۔ اور جب وہ تجھے کافی ہو تو وہ تیرا بھائی ہے(2)۔

امام ابو عبد اللہ حسین بن اسماعیل محاملی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کوئی مسلمان آدمی نہیں ہے مگر اس پر یہ حق ہے کہ وہ گھوڑا اپنے پاس رکھے جب وہ اس کی طاقت رکھتا ہو۔

امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ نے حضرت سوادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گھوڑا رکھو کیونکہ گھوڑے کی پیشانی میں خیر اور بھلائی ہے۔

امام ابن ابی عاصم نے حضرت ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑا اپنے پاس رکھا تو اس پر جو خرچہ ہوگا وہ صدقہ کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اسے کبھی بند نہیں کرتا۔

حضرت ابو طاہر المخلص عن ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر رکھ دی گئی ہے اور اس کے مالک کی اس پر مدد کی جاتی ہے اور اس پر خرچ کرنے والا صدقہ کے ساتھ اپنے ہاتھ کو پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اسے بند نہیں کرے گا۔

1۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 3، صفحہ 360 (2792) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 229 (3691)

امام احمد، ابوداؤد، ابن ابی عاصم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے پر خرچ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہے جو صدقہ کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے پھر اسے بند نہیں کرتا (1)۔

امام بخاری، نسائی، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں اپنے پاس گھوڑا رکھا تو اس کا پیٹ بھر کر کھانا خوب سیراب ہونا اور اس کا پیشاب کرنا سب قیامت کے دن اس کے میزان میں نیکیاں ہوں گی (2)۔

امام احمد، نسائی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی عربی گھوڑا نہیں ہے مگر ہر سحری کے وقت اسے دو دعائیں القاء کی جاتی ہیں اور وہ کہتا ہے: اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے بنی آدم میں سے یہ (بندہ) عطا فرمایا ہے۔ پس تو مجھے اس کے نزدیک اس کے مال اور اہل سے زیادہ پسندیدہ بنادے (3)۔

امام ابوداؤد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ گھوڑوں میں سے مؤنث کو فرس کہتے تھے (4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: جس نے کسی مسلمان کو گھوڑا جفتی کے لیے دیا اور اس نے اپنے لیے پیچھے اور گھوڑا اپنا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے ستر گھوڑوں کا اجر لکھے گا جن پر اللہ کی راہ میں سامان لادا جاتا ہے۔ اگر اس کے لیے پیچھے گھوڑا نہ ہوا تو بھی اس کے لیے ایسے ستر گھوڑوں کی مثل اجر ہے جن پر فی سبیل اللہ بوجھ لادا جاتا ہے (5)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ لوگ طرق (جفتی کے لیے نر دینا) سے افضل کبھی بھی آپس میں لین دین نہیں کرتے۔ ایک آدمی اپنا گھوڑا جفتی کے لیے دیتا ہے تو اس کے لیے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی اپنا نر حوالے کرتا ہے تو اس کے لیے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی اپنا مینڈھا دیتا ہے تو اس کے لیے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے کتاب الخیل میں حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو ہر قوم کے لیے ایک چراگاہ تھی جس میں وہ اپنے گھوڑوں کو چراتے تھے۔ پس معاویہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے درآنحالیکہ وہ اپنے گھوڑے کو گھاس چرا رہے تھے تو انہوں نے آپ کو سلام کیا اور ٹھہر گئے۔ پھر کہا اے ابوذر! یہ گھوڑا

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 101 (2455) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (2456) 3۔ ایضاً (2457)
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 157 (2639) 5۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 341 (853)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ گھوڑا میرا ہے اور میں اسے مستجاب یقین کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: کیا گھوڑے بھی دعا مانگتے ہیں اور وہ قبول کی جاتی ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا: ہاں۔ ہر رات گھوڑا اپنے رب سے یہ دعا کرتا ہے اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے ابن آدم کے لیے مسخر کیا ہے اور تو نے میرا رزق اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اے اللہ! پس مجھے اس کے نزدیک اس کے اہل اور اولاد سے زیادہ محبوب بنا دے، تو ان میں سے بعض کی دعا قبول ہوتی ہے اور بعض کی نہیں۔ اور میں اس گھوڑے کے بارے یہ تصور رکھتا ہوں کہ یہ مستجاب ہے (یعنی اس کی دعا قبول کی گئی ہے)۔

امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس یمن کے قبیلہ جدس کا ایک گھوڑا پہنچایا۔ تو آپ ﷺ نے وہ گھوڑا انصار میں سے ایک آدمی کو عطا فرما دیا اور فرمایا جب تو اترے تو اسے میرے قریب ہی رکھنا۔ کیونکہ میں اس کے ہنہنانے کو پسند کرتا ہوں۔ پس ایک رات آپ ﷺ نے اسے نہ پایا۔ تو آپ نے اس کے بارے دریافت کیا۔ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے اسے خصی کر دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کا مثلہ کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہی جملہ تین بار کہا، گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی طرف جھکی ہوئی ہیں اور ان کی دمیں بڑھا دی گئی ہیں۔ ان کی نسل تلاش کرو اور ان کے ہنہنانے کے ساتھ مشرکین پر اظہار فخر کرو۔

امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کی دمیں کاٹنے سے منع کیا ہے اور ان کی کلغیاں اور پیشانیاں کاٹنے سے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: پس ان کی میں تو ان کا عیب ہیں۔ ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی جانب جھکی ہوئی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی ہے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گھوڑوں کی دمیں نہ جلاؤ اور ان کی کلغیاں اور پیشانیاں نہ کاٹو۔ کیونکہ برکت ان کی پیشانیوں میں ہے اور ان کا گرمی حاصل کرنے کا سامان ان کی کلغیوں میں ہے اور ان کی دمیں بڑھی ہوئی ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت عتبہ بن عبداللہ سلمی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم گھوڑوں کی پیشانیاں نہ کاٹو اور نہ ہی ان کی کلغیاں اور دمیں کاٹو۔ کیونکہ ان کی دمیں بڑھا دی گئی ہیں اور ان کی کلغیاں انہیں حرارت پہنچاتی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابوواقد رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ ان تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے گھوڑے کے پاس کھڑے ہوئے اور اپنی قمیص کی آستین کے ساتھ اس کا چہرہ صاف کیا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ اپنی قمیص کے ساتھ اسے صاف کر رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے گھوڑے کے بارے میں مجھے عتاب کیا ہے۔

امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ الہ کی سند سے انصار کے ایک شیخ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے اپنی چادر کی ایک طرف کے ساتھ اپنے گھوڑے کا چہرہ صاف کیا اور فرمایا: مجھے آج کی رات گھوڑے کی اس ادنیٰ حالت کے بارے میں عتاب کیا گیا ہے۔

امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے کپڑے کے ساتھ اپنے گھوڑے کا چہرہ صاف کیا اور فرمایا: بے شک جبرائیل علیہ السلام آج کی رات گھوڑے کی اس گھٹیا حالت کے بارے میں مجھے عتاب کرتے رہے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ مراسیل میں حضرت وضین بن عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گھوڑوں کو ان کی پیشانیوں سے نہ کھینچو کہ تم انہیں ذلیل کردو۔

ابوداؤد نے مراسیل میں مکحول سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی عزت وتکریم کرو اور ان کی تعظیم کرو۔

امام حسن بن عرفہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایک انسان کو دیکھا کہ اس نے اپنے گھوڑے کے چہرہ پر مارا اور اسے لعن طعن کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اسی طرح ہے۔ مگر یہ کہ تو اس پر اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ پس وہ آدمی اس پر جہاد میں مصروف ہو گیا اور اس پر بوجھ لادتا رہا یہاں تک کہ وہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا۔ پھر وہ کہنے لگا: گواہ رہو، گواہ رہو (میں نے حکم کی تعمیل کردی ہے)۔

امام ابونصر یوسف بن عمر القاضی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کی آنکھ (ضائع ہونے کی صورت میں) اس کے ثمن کے چوتھائی حصہ کا فیصلہ فرمایا۔

امام محمد بن یعقوب الختلی رحمہ اللہ نے کتاب الفروسیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہر رات آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے اور غازیوں کے چوپاؤں سے تھکن کو دور کر دیتا ہے سوائے اس جانور کے جس کی گردن میں گھنٹی ہو۔

امام ابن سعد، ابوداؤد اور نسائی رحمہ اللہ نے حضرت ابووہب جشمی رحمہ اللہ سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑے باندھ کر رکھو، ان کی پیشانیوں اور اطراف کو صاف رکھو اور انہیں قلادہ پہناؤ مگر انہیں کمان کی تانت کا قلادہ نہ پہناؤ، تم پر لازم ہے کہ گھوڑے کا رنگ سرخ وسیاہ ہو اور اس کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں یا گھوڑے کا رنگ سرخ وزرد ہو اور پیشانی اور پاؤں سفید ہوں یا رنگت مکمل سیاہ ہو اور اس کی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں (1)۔

امام ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی برکت ان کے سرخ وزرد رنگ میں ہے۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے (2)۔

امام واقدی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین گھوڑا سرخ وزرد رنگ کا ہے (یعنی اشقر گھوڑا) اور پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ سیاہ ہو اور اس کی پیشانی اور دائیں ہاتھ

1۔ سنن نسائی، جلد 3، صفحہ 218، دار الریان القاہرہ 2۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 2، رقم الحدیث 1694، دار الکتب العلمیہ بیروت

کے سوا تین پاؤں سفید ہیں۔

امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حوائج وضروریات ایسے سرخ وسیاہ (کمیت) گھوڑے پر تلاش کرو جس کی ناک اور دائیں ہاتھ کے سوا تین، پاؤں سفید ہوں۔

حسن بن عرفہ نے موسیٰ بن علی بن رباح لخمی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں گھوڑا خریدنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کہ تجھ پر لازم ہے کہ گھوڑے کا رنگ سرخ وسیاہ ہو اور اس کی پیشانی، ناک اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہوں۔

امام ابوعبیدہ اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک بہترین گھوڑے سبزی مائل سیاہ یا سرخی مائل سیاہ رنگ کے ہیں (1)۔

امام ابن عرفہ رحمہ اللہ نے حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر سیاہی مائل سرخ اور سیاہ وسفید رنگ کے گھوڑے میں برکت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: رسول اللہ ﷺ شکال (ایسا گھوڑا جس کی تین ٹانگیں سفید ہوں اور چوتھی کا رنگ مختلف ہو) کو ناپسند کرتے تھے (2)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن ماجہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور حاکم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین گھوڑا وہ ہے جس کی رنگت سیاہ ہو پیشانی اور ناک پر سفید نشان ہو اور دائیں ہاتھ کے سوا تینوں پاؤں سفید ہوں۔ اگر سیاہ رنگ (ادھم) کا نہ ہو تو پھر کمیت (سرخ و سیاہ) گھوڑا جس میں مذکورہ اوصاف ہوں وہ بہترین ہے (3)۔

امام طبرانی اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو غزوہ میں شریک ہونے کا ارادہ کرے تو سیاہ رنگ کا گھوڑا خرید جس کی پیشانی اور چاروں پائے دائیں ہاتھ کے سوا سفید ہوں۔ کیونکہ تو غنیمت حاصل کرے گا اور محفوظ رہے گا (4)۔

امام سعد، حرث بن ابی اسامہ، ابویعلی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن قانع نے معجم میں، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مندہ، رویانی نے مسند میں، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت یزید بن عبداللہ بن عریب سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ کے بارے فرمایا: کہ وہ جن ہیں، شیطان ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش منظر گھوڑا ہو۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 422 (32571) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً (32569)
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 102 (2458) دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً (2459)

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوالہدی سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اس سے جس نے حضور نبی کریم ﷺ سے انہیں حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ کے ضمن میں فرمایا: آخرین سے مراد جن ہیں۔ اور جس نے گھوڑوں میں سے کوئی گھر میں باندھ رکھا ہو شیطان اس کے گھر کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے ضمن میں یہ نقل کیا ہے کہ شیطان ہرگز ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش نما گھوڑا ہو۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شیطان گھوڑے کی پیشانی پر قدرت نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے اور شیطان بھلائی کی کبھی بھی استطاعت نہیں رکھے گا۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَ اٰخَرِیْنَ سے مراد بنی قریظہ ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مقاتل سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا وَ اٰخَرِیْنَ سے مراد منافقین ہیں اور اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے اس نفاق کو جانتا ہے جسے وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَ اٰخَرِیْنَ سے مراد وہ منافقین ہیں جنہیں تم نہیں جانتے۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس یہ کہتے ہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمہارے ساتھ غزوہ میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: وَ اٰخَرِیْنَ سے مراد اہل فارس ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ابن یمان نے بیان کیا ہے کہ ان سے مراد وہ شیاطین ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں۔

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿٦١﴾

"اور اگر کفار مائل ہوں صلح کی طرف تو آپ بھی مائل ہو جایئے اس کی طرف اور بھروسہ کیجئے اللہ تعالیٰ پر۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اس میں بنی قریظہ کا ذکر ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت بنی قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی اور پھر اس آیت کے ساتھ منسوخ ہو گئی فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ...... الآیہ (محمد:35) "(اے فرزندان اسلام!) ہمت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 38، داراحیاء التراث العربی بیروت

مت ہارو اور (کفار کو) صلح کی دعوت مت دو"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ "وان جنحوا للسلم" پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اَلسَّلْمِ سے مراد اطاعت ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا کا معنی ہے اگر وہ صلح پر راضی ہوں تو تم بھی صلح پر راضی ہو جاؤ۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے سدی کہتے ہیں کہ جب وہ صلح کا ارادہ کریں تو تم بھی اس کا ارادہ کرلو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لِلسَّلْمِ کو جر کے ساتھ "سلم" پڑھا ہے اور اس کا معنی صلح ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مبشر بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اَلسَّلْمِ کو سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کا معنی صلح ہے۔

امام ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ اس آیت کے ساتھ منسوخ ہے: قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ: 29) تا قول صٰغِرُوْنَ "جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر"۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سلم کا معنی صلح ہے اور اس آیت کے بارے انہوں نے کہا: اس آیت کا حکم سورۂ برات کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ ایک مدت تک لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے کہ یا وہ صلح کرلیں یا پھر آپ ان سے جنگ کریں گے۔ پھر سورہ برات میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: 5) الآیہ "قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم انہیں پاؤ"۔ مزید فرمایا: قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً (التوبہ: 36) "اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے"۔ تو آپ ﷺ نے ہر معاہدہ کرنے والے کے ساتھ اپنا عہد اعلانیہ توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کے ساتھ جنگ کریں یہاں تک کہ وہ کہہ دیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اسلام قبول کرلیں اور آپ اس کے سوا ان سے کچھ بھی قبول نہ کریں اور ہر عہد جس کا ذکر اس سورت اور دوسری سورتوں میں ہے اور ہر وہ صلح جس کے ساتھ مسلمان اور مشرکین باہم صلح کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ وعدہ کرتے تھے۔ جونہی سورۂ برات نازل ہوئی تو وہ سب منسوخ ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ وہ کہہ دیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

وَ اِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ

بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۲﴾ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۳﴾

''اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں (تو آپ فکر مند کیوں ہوں) بے شک کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ، وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے اور اسی نے الفت پیدا کر دی ان کے دلوں میں۔ اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان، بلاشبہ وہ زبردست ہے حکمت والا ہے''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَ اِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس میں بنی قریظہ کا تذکرہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے: اس آیت میں بِالْمُؤْمِنِیْنَ سے مراد انصار ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ انصار کے بارے نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت میں بِالْمُؤْمِنِیْنَ سے مراد انصار ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: عرش پر لکھا ہوا ہے ''لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْكَ لِیْ، مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَ رَسُوْلِیْ اَیَّدْتُهٗ بِعَلِیٍّ'' (کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں کوئی میرا شریک نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے علی کے ساتھ ان کی تائید کی ہے) لہٰذا آیت هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ اسی کے متعلق ہے۔

امام ابن مبارک، ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخوان میں، نسائی، بزار، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ آیت باہم محبت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے: لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ۔ (1)

امام ابوعبید، ابن منذر، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں اور یہ آپ ہی کے الفاظ ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے قرابت کے رشتے توڑ دیے جاتے ہیں اور منعم کے احسان کی ناشکری کی جاتی ہے اور ہم دلوں کے باہم ایک دوسرے کے قریب ہونے کی مثال نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 495 (9013)، دارالکتب العلمیہ بیروت

اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیۡنَهُمۡ اور یہی مفہوم شعر میں موجود ہے، شاعر نے کہا ہے:

اِذَامِتَّ ذُوالْقُرْبٰى اِلَيْكَ بِرِحْمِهٖ فَغَشَّكَ وَاسْتَغْنٰى فَلَيْسَ بِذِىْ رِحْمٍ

”جب تو مرے گا تو ذوی القربیٰ اپنے رشتے کے سبب تجھے ڈھانپ لیں گے اور مستغنی ہو جائیں گے گویا کہ وہ رشتہ دار ہیں ہی نہیں“۔

وَلٰكِنَّ ذَا الْقُرْبٰى الَّذِىْ اِنْ دَعَوْتَهٗ اَجَابَ: وَمَنْ يَّرْمِىْ الْعَدُوَّالَّذِىْ تَرْمِىْ

”لیکن قرابت دار وہ ہے کہ اگر تو اسے دعوت دے تو وہ اسے قبول کرے اور تیرے دشمن کے ساتھ وہ بھی دشمنی کرے“۔

اسی کے متعلق ایک کہنے والے کا قول ہے۔

وَلَقَدْ صَحِبْتُ النَّاسَ ثُمَّ خَبَرْتُهُمْ وَبَلَوْتُ مَاوَصَلُوْا مِنَ الْاَسْبَابِ

”تحقیق میں نے لوگوں کی معیت اختیار کی پھر انہیں آزمایا اور جن اسباب تک وہ پہنچے ان کی بھی آزمائش کی“۔

فَاِذَا الْقَرَابَةُ لَاتُقَرِّبُ قَاطِعًا وَاِذَا الْمَوَدَّةُ اَقْرَبُ الْاَسْبَابِ

”پس قرابت کٹنے کے قریب نہیں ہوتی، اور مودت ومحبت تو قریب ترین اسباب میں سے ہے“۔

امام بیہقی نے کہا ہے۔ میں نے اس روایت کو اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے متصل پایا ہے اور میں آپ کا قول نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ شعر میں آپ کے قول سے یا آپ سے پہلے کے کسی راوی کی جانب سے موجود ہے(1)۔

امام ابن مبارک، عبدالرزاق، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے، رشتہ توڑ دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب دلوں کے درمیان قربت پیدا فرماتا ہے۔ تو پھر کوئی شے انہیں ایک دوسرے سے دور نہیں کر سکتی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ...... الآیہ۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی سے ملتا ہے اور اس سے مصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے درمیان سے گناہ اس طرح گرتے ہیں جس طرح ہوا پتوں کو بکھیر دیتی ہے۔ تو ایک آدمی نے کہا: بے شک یہ تو آسان سا عمل ہے۔ تو انہوں نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ۔(3)

امام ابوالشیخ نے اوزاعی رحمہما اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے میری طرف لکھا ہے: اگر زمانہ ہمارے درمیان تفریق کر دے تو بے شک وہ محبت جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان پیدا فرما دی ہے وہ انتہائی قریب ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۴﴾

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 495 (9034) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (9032)

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 9، صفحہ 214 (35449) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

''اے نبی (مکرم) کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے''۔

امام بزار رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تو مشرکین نے کہا: آج قوم ہمارے نصف تک پہنچ گئی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتالیس مرد و زن اسلام لے آئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف با اسلام ہوئے اور ان کی تعداد چالیس ہوگئی تو یہ آیت نازل ہوئی یَاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ...... الآیہ۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تینتیس مرد اور چھ عورتیں اسلام لے آئیں۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسلام لانے کی نعمت سے سعادت اندوز ہوئے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسلام لانے کے بارے میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے اور جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے وہ آپ کے لیے کافی ہیں۔

امام ابومحمد اسماعیل بن علی حطمی رحمہ اللہ نے الاول میں حضرت طارق رحمہ اللہ کی سند سے حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے چالیسویں فرد کی حیثیت سے اسلام قبول کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: یَاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اس آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ اور مومنین کافی ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ

مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۶۶﴾

''اے نبی! برانگیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر۔ اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر اور اگر ہوئے تم میں سے سو آدمی (صبر کرنے والے) تو غالب آئیں گے ہزار کافروں پر کیونکہ یہ کافر وہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے (اے مسلمانو!) اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے۔ تو اگر ہوئے تو میں سے سو آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر اور اگر ہوئے تم میں سے ایک ہزار (صابر) تو وہ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

امام بخاری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سفیان رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عمرو بن دینار سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا تو ان پر یہ فرض کر دیا گیا کہ ان میں سے کوئی ایک فرد دس کے مقابلہ سے نہ بھاگے اور بیس افراد دوسو افراد کے مقابلہ سے نہ بھاگیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ ...... الآیہ۔ تو یہ فرض کر دیا گیا کہ ایک سو افراد دوسو افراد کے مقابلے سے فرار اختیار نہ کریں۔ سفیان نے کہا: اور ابن شبرمہ نے کہا۔

امام بخاری، نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ تو مسلمانوں پر انتہائی مشکل ہو گیا جب ان پر فرض کر دیا گیا کہ ان میں سے ایک فرد دس کے مقابلہ سے فرار اختیار نہ کرے۔ تو پھر تخفیف کا حکم نازل ہوا: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ ...... الآیہ تو جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تعداد میں تخفیف کر دی، تو جتنی مقدار ان سے تخفیف کی گئی تو اتنی مقدار صبر بھی کم ہو گیا(1)۔

امام اسحاق بن راہویہ مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ہر آدمی کے لیے دس افراد سے جنگ لڑنا فرض ہو گیا اور یہ حکم ان پر انتہائی ثقیل اور مشقت آمیز ثابت ہوا۔ تو یہ حکم ان سے واپس لے لیا گیا اور اس میں تخفیف کر کے یہ حکم دیا گیا کہ ان میں سے ایک آدمی دو آدمیوں سے جنگ کرے۔ پس اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ الی آخر الآیات۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان پر یہ فرض کیا گیا کہ یہ آدمی دس آدمیوں سے جنگ کرے۔ پس یہ حکم ان پر انتہائی ثقیل اور مشقت آمیز ثابت ہوا۔ تو یہ ان سے اٹھا لیا اور دوبارہ یہ حکم دیا گیا کہ ایک آدمی دو آدمیوں سے جنگ لڑے۔ تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل کیں۔

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 180 (4552) دار الفکر بیروت (معمولی اختلاف کے ساتھ)

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ تو یہ مسلمانوں پر انتہائی ثقیل اور دشوار گزری اور انہوں نے اس امر کو انتہائی عظیم اور مشکل جانا کہ بیس آدمی دوسو افراد سے اور ایک سو آدمی ایک ہزار افراد سے جنگ لڑے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے بوجھ کو ہلکا کیا اور اسے دوسری آیت کے ساتھ منسوخ کر دیا اور فرمایا اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا...... الآیہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ اپنے دشمن کے مقابلے میں نصف ہوئے تو انہیں ان کے مقابلہ سے بھاگنا نہیں چاہیے۔ اگر وہ اس سے کم ہوں تو پھر ان پر قتال واجب نہیں اور ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دشمن سے بچیں اور احتیاط برتیں۔ پھر انہیں قیدیوں کے بارے میں اور مال غنیمت لینے کے بارے میں عتاب کیا، آپ سے قبل انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کے دشمن سے لیا ہوا مال غنیمت نہیں کھایا تھا۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان پر فرض کر دیا گیا کہ کوئی آدمی دس کے مقابلے سے اور کوئی جماعت اپنے دس گنا سے فرار اختیار نہ کرے۔ پس لوگوں نے اس کے لیے انتھک کوشش کی اور یہ حکم ان پر انتہائی دشوار اور تکلیف دہ گزرا۔ تب دوسری آیت نازل ہوئی: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ۔ الی قولہ اَلْفَیْنِ تو اس میں ان پر یہ فرض کیا گیا کہ کوئی آدمی دو آدمیوں کے مقابلے سے اور کوئی قوم اپنی دو مثل سے فرار اختیار نہ کرے تو جتنی مقدار میں تعداد سے ان کے لیے تخفیف ہوئی، اتنی مقدار صبر بھی کم ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا بدر کا دن تھا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم کر دیا کہ ان میں سے ایک آدمی دس مشرکین کے ساتھ جنگ لڑے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست فاش سے دوچار کر دیا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا تو اس کے بعد مسلمانوں کے لیے حکم میں تخفیف فرما دی اور یہ آیت نازل فرمائی: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ۔ یعنی جنگ بدر کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ کے بارے کہا ہے کہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی اور ان پر انتہائی ثقیل اور دشوار ثابت ہوئی پھر اس کے بعد رخصت کا حکم نازل ہوا۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ حکم بدر کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے لیے تھا۔ اس میں سے ہر آدمی پر یہ لازم کیا گیا تھا کہ وہ دس کافروں کے ساتھ جنگ لڑے گا، تو وہ اس حکم کے باعث تنگ ہوئے اور مشکل میں مبتلا رہے پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے تخفیف ہوئی اور ان میں سے ہر ایک آدمی پر دو آدمیوں کا مقابلہ کرنا لازم کر دیا گیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام شیرازی نے القاب میں، ابن عدی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ضَعْفًا کو مرفوع پڑھا ہے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ ضَعْفًا پڑھا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا پڑھا۔ اور فرمایا: قرآن میں ہر مقام پر ضعف ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

"نہیں مناسب نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین میں۔ تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (تمہارے لیے) آخرت اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور) دانا ہے اگر نہ ہوتا حکم الٰہی پہلے سے (کہ خطاء اجتہادی معاف ہے) تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے بڑی سزا۔ سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے لوگوں سے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے مشورہ کیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ان کی گردنیں مار دیجئے۔ یہ سن کر حضور نبی مکرم ﷺ نے ان سے اعراض کر لیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے اور بلاشبہ کل تک وہ تمہارے بھائی تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ان کی گردنیں مار دیجئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پھر ان سے اعراض فرمایا۔ پھر وہ دوبارہ اٹھے اور اسی طرح کہا۔ بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں معاف فرما دیں اور ان سے فدیہ قبول کر لیں۔ پس

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 261 (42-2941) دار الکتب العلمیہ بیروت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرمادیا اور ان سے فدیہ قبول کر لیا۔ تو اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ ۔الآیہ (الانفال:68)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی سے نوازا ہے اور ان کے مقابلے میں آپ کی مدد و نصرت فرمائی ہے۔ پس آپ ان پر فدیہ لگا دیں۔ تو وہ آپ کے اصحاب کے لیے تعاون اور مدد کا باعث ہوگا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گردنیں مار دیجئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم دونوں پر رحم فرمائے تم دونوں ان دو کے ساتھ کتنی مشابہت رکھتے ہو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ پس نوح علیہ السلام نے یہ کہا تھا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح) ''اے میرے رب نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا''۔ اور رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو وہ عرض کرتے ہیں: فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ (ابراہیم) ''(اے میرے رب) جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد) بے شک تو غفور رحیم ہے''۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب غزوۂ بدر کے دن جنگی قیدی لائے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کی قوم ہے اور آپ کے اہل ہیں۔ انہیں باقی رکھیے شاید اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرمائے اور یہ توبہ کر لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ کو شہر سے باہر نکالا اور آگے بڑھ کر آپ کے ساتھ جنگ لڑی، لہٰذا ان کی گردنیں مار دیجئے انہیں قتل کر دیجئے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھو یہ وادی لکڑیوں سے بھری ہوئی ہے۔ لہٰذا اسے ان پر آگ جلا کر بھڑکا دو۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: حالانکہ وہ سن رہے تھے جو وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے تیرے ساتھ رشتہ توڑ دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ تو بعض لوگوں نے کہا: آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول قبول کر لیں گے اور بعض نے کہا آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل فرمائیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل نرم فرما دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ دودھ سے بھی نرم ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے دلوں کو سخت کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: اے ابوبکر! تیری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے عرض کی تھی فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ (ابراہیم) اور اے ابوبکر! تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ کہ انہوں نے عرض کی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

(المائدہ:118) اور اے عمر! تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے جب کہ انہوں نے کہا رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح)۔ اے عمر! تیری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ جب کہ انہوں نے کہا: رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ (یونس) ''اے ہمارے رب! برباد کردے ان کے مالوں کو اور سخت کردے ان کے دلوں کو تاکہ وہ نہ ایمان لائیں جب تک نہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو''۔ تم محتاج اور ضرورت مند ہو۔ کوئی بھی انہیں رہا نہیں کرے گا مگر فدیہ کے عوض یا قتل کرکے۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! سوائے سہیل بن بیضاء کے، کیونکہ میں نے اسے اسلام کا ذکر کرتے سنا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار کیا۔ تو اس دن سے بڑھ کر میں نے اپنے آپ کو کبھی بھی خوفزدہ نہیں پایا کہ آج مجھ پر پتھر گریں گے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں نازل فرمائیں: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ۔ الآیہ (1)۔

امام حاکم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر کے قیدیوں کے بارے فرمایا: اگر تم چاہو تو انہیں قتل کردو اور اگر چاہو تو فدیہ لے لو اور فدیہ سے فائدہ اٹھاؤ اور ان کی تعداد کے برابر تم میں سے شہید ہوں گے۔ پس ستر میں سے آخری حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے (2)۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ بدر کے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: آپ کا رب آپ کو آگاہ فرما رہا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کردیں اور اگر چاہیں تو ان سے فدیہ لے لیں اور ان کے برابر آپ کے اصحاب قتل کیے جائیں گے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ انہوں نے عرض کی: ہم ان سے فدیہ لیں گے تو ہم ان کے سبب قوی ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا شہادت سے سرفراز فرمائے گا (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے مشورہ طلب کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ میں سے دو فرشتے ہیں! ایک شہد سے زیادہ میٹھا اور شیریں ہے اور دوسرا مصبر سے بڑھ کر تلخ اور کڑوا ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات میں سے دو نبی علیہما السلام ہیں جن میں سے ایک اپنی قوم پر شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور دوسرا اپنی قوم پر مصبر سے زیادہ کڑوا ہے۔ پس وہ دو نبی علیہما السلام: ان میں سے ایک حضرت نوح علیہ السلام ہیں جنہوں نے یہ دعا مانگی: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح) اور دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کہ انہوں نے اس طرح عرض کی: فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6، رقم الحدیث، 3084، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 151 (2619) ایضاً

3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 209 (9402)، المکتب الاسلامی بیروت

عَصَانِیۡ فَاِنَّکَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (ابراہیم) اور وہ دوسرے فرشتے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام ہیں۔ ان میں سے پہلے انتہائی سخت اور دوسرے انتہائی نرم ہیں۔ اور میری امت میں انہیں دو کی مثل ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے فرمایا: کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ یہ دونوں ملائکہ میں سے دو کی طرح ہیں اور انبیاء علیہم السلام میں سے دو کی طرح ہیں؟ پھر فرمایا: اے ابوبکر! تیری مثال ملائکہ میں حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرح ہے کہ وہ رحمت کے ساتھ نزول فرماتا ہے اور انبیاء علیہم السلام میں تیری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی: فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ ۚ وَ مَنۡ عَصَانِیۡ فَاِنَّکَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (ابراہیم) اور اے عمر! رضی اللہ عنہ تیری مثال ملائکہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر شدت، قوت اور عذاب کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام میں تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے کہا تھا: رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا (نوح)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضور نبی مکرم ﷺ نے مشورہ لیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ آپ کی قوم اور آپ کا خاندان ہے پس ان کا راستہ چھوڑ دیجئے (یعنی انہیں آزاد کر دیجئے) اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رائے لی تو انہوں نے عرض کی: آپ انہیں قتل کر دیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر فدیہ مقرر فرما دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗۤ اَسۡرٰی...... الآیہ۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: قریب تھا کہ آپ کے ساتھ اختلاف کرنے کے سبب ہمیں کوئی تکلیف پہنچ جاتی۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جب غزوہ بدر کے دن جنگی قیدی لائے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ان قیدیوں میں قید کر کے لایا گیا۔ آپ کو انصار میں سے ایک آدمی نے گرفتار کیا تھا اور انصار نے انہیں یہ دھمکی دی کہ انہیں قتل کر دیں گے۔ یہ خبر حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے چچا عباس کی وجہ سے آج رات سویا نہیں۔ میں نے انصار کے بارے یہ خیال کیا ہے کہ انہوں نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا میں ان کے پاس جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور انہیں کہا: عباس کو چھوڑ دو۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں قسم بخدا ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ اس پر راضی اور خوش ہوں تو؟ پھر انہوں نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ کی رضا اور خوشی اس میں ہے تو اسے لے جاؤ۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عباس کو پکڑ لیا۔ جب وہ آپ کے قبضے میں آ گئے تو آپ نے ان سے کہا: اے عباس! (رضی اللہ عنہ) تو اسلام قبول کر لے قسم بخدا! اگر تو اسلام قبول کر لے گا تو تو میرے نزدیک خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب اور

پسندیدہ ہوگا۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ میں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ تیرے اسلام لانے کو پسند فرماتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا۔ تو آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ وہ آپ کا خاندان ہے، آپ انہیں چھوڑ دیجئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رائے لی تو انہوں نے عرض کی: آپ انہیں قتل کر دیجئے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان پر فدیہ لگا دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى ...... الآیہ (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن انتہائی صبر کرتے ہوئے تین کے سوا کسی کو قتل نہیں کیا۔ یعنی عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث اور طعمہ بن عدی۔ نضر کو حضرت مقداد نے قید کیا تھا (2)۔

امام ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت نافع کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: بدر کے جنگی قیدیوں کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ ان پر فدیہ لگا دیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ آپ انہیں قتل کر دیں۔ ایک کہنے والے نے کہا: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے اور اسلام کو مٹانے کا قصد و ارادہ کیا ہے اور ابوبکر آپ ﷺ کو فدیہ کا مشورہ دے رہے ہیں اور کسی نے یہ کہا: اگر ان میں عمر کا باپ یا بھائی ہوتا تو وہ آپ ﷺ کو قیدیوں کے قتل کا مشورہ نہ دیتے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کے قول کو قبول فرمالیا اور آپ نے ان پر فدیہ مقرر کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک قریب تھا کہ ابن خطاب کی رائے کے خلاف کرنے کے سبب ہمیں شدید عذاب آپہنچتا اور اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر کے سوا وہ کسی کو نہ چھوڑتا۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابوصالح کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب بدر کا دن تھا تو لوگوں نے غنائم کی جانب جلدی کی اور ان کے اپنے لیے حلال ہونے سے پہلے ہی وہ ان تک جا پہنچے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے کسی سردار (بادشاہ) کے لیے مال غنیمت حلال نہیں ہوا۔ نبی علیہ السلام اور اس کے اصحاب جب مال غنیمت حاصل کرتے تو وہ اسے ایک جگہ اکٹھا کر دیتے تھے۔ پھر آسمان سے آگ اترتی اور اسے جلا کر خاکستر کر دیتی۔ چنانچہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں نازل فرمائیں: لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ ...... الی آخر الآیتین" (3)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ

1۔ متدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 359 (3270) دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 360 (36692) مدینہ منورہ
3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 365 (36740)

کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: اگر میرے علم میں پہلے نہ ہوتا کہ میں مغانم کو حلال کردوں گا اور لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ کی تفسیر میں کہا: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مجھے عطا فرمائی ہے اور يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى (الانفال:70) مجھے اس کے بدلے عطا فرمائی ہے جو اس نے مجھ سے چالیس اوقیہ، چالیس غلام لیے تھے۔

امام اسحاق بن راہویہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اللہ تعالیٰ بدر کے غنائم ان کے لیے حلال کرنے سے پہلے یہ فرمارہا ہے کہ اگر پہلے سے یہ نہ ہوتا کہ میں عذاب اسے دوں گا جو میرا نافرمان ہوگا حتی کہ صرف اس کے لیے سزا کا حکم دوں گا تو پھر آپ کو بہت بڑی سزا ہو جاتی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے یہ آیت یوم بدر سے متعلق ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی۔ جب ان کی تعداد کثیر ہوگئی اور ان کی قوت وطاقت مضبوط اور مستحکم ہوگئی تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے بارے میں یہ حکم نازل فرمایا: فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً (محمد:4) پس اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور مومنین کو جنگی قیدیوں کے بارے میں اختیار دے دیا، اگر وہ چاہیں تو انہیں قتل کردیں، اگر چاہیں تو انہیں غلام بنالیں اور اگر چاہیں تو ان سے فدیہ لے لیں۔ اور لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ کے بارے فرمایا: یعنی کتاب اول میں ہے کہ مغانم اور جنگی قیدی تمہارے لیے حلال ہیں۔ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ یعنی تمہیں بہت بڑی سزا پہنچتی ان کے بدلے جو کچھ تم نے قیدیوں سے لیا۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا کی تفسیر میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب میں لکھا ہوا ہے کہ مال غنیمت اور جنگی قیدی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے حلال ہیں۔ اگرچہ ان سے پہلے کسی امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں حلال نہیں کیا۔ حالانکہ وہ اس کے بارے میں ان کی طرف کوئی حکم نازل ہونے سے پہلے مال غنیمت بھی حاصل کرتے تھے اور جنگی قیدی بھی بناتے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہاں تک کہ وہ زمین پر غالب آجائیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُثْخِنَ کا معنی قتل کرنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حکم کے بعد رخصت نازل ہوئی اگر آپ چاہیں تو ان پر احسان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 54، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 51، 53

کریں (یعنی بلاعوض رہا کر دیں) اور اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا کی تفسیر میں فرمایا کہ اصحاب محمد ﷺ نے بدر کے دن فدیہ لینے کا ارادہ کیا اور انہوں نے ان پر چار چار ہزار فدیہ مقرر کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عَرَضَ الدُّنْيَا سے مراد خراج ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کسی کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ارادہ سے عمل کرتا ہو اور اس پر دنیا کے سازو سامان میں سے کوئی شے لیتا ہو۔ مگر اس میں سے جو اس کا حصہ اور حق ہو (وہ لے سکتا ہے)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اگر ہمارے لیے ایسے گناہ نہ ہوتے جن سے ہم اپنے نفسوں پر خوف زدہ ہوتے سوائے دنیا کے ساتھ اپنی محبت کے تو ہم بالیقین اپنے نفسوں کے بارے میں ڈرتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ لہٰذا تم بھی وہی ارادہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ اس کا معنی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے سے یہ حکم نہ ہوتا کہ ان کے لیے مغفرت ہے (یعنی ان کے لیے مغفرت کا حکم پہلے سے موجود ہے)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ کا معنی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے سے ہی اہل بدر کے لیے سعادت کا حکم نہ ہوتا لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ تو جو فدیہ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑی سزا پہنچتی۔

امام نسائی، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت پہلے سے ہی موجود ہے۔ اس سے قبل کہ وہ معصیت کا عمل کریں۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس اپنے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔ اچانک ایک آدمی کا ذکر کیا گیا اور انہوں نے اسے پالیا۔ تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے بارے میں نرمی سے بات کر۔ چونکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر ذنب کا ارتکاب کیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ آپ نے فرمایا: پس ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت ہے۔ جو پہلے سے ہمارے لیے مقرر تھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے لیے ظاہر کر دے اور اسے اس کا واضح حکم دے۔

امام مسلم، ترمذی، ابن منذر، بیہقی نے دلائل میں اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دیگر انبیاء علیہم السلام پر چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے (اور وہ یہ ہیں) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے، رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، میرے لیے غنائم کو حلال کیا گیا، میرے لیے ساری زمین کو پاکیزہ اور مسجد (سجدہ گاہ) بنادیا گیا۔ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا(1)۔

امام احمد اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں مجھے ہر سرخ وسیاہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا میرے لیے زمین کو سجدہ گاہ اور پاک کرنے والا بنادیا گیا، میرے لیے غنائم کو حلال کیا گیا حالانکہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھیں رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، پس دشمن مرعوب ہو جاتا ہے حالانکہ وہ مجھ سے ایک مہینہ کی مسافت پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ پس میں نے اپنی ایک دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ تم میں سے ہر اس شخص کو شامل ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ وہ اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اور میری امت کے لیے غنائم کو حلال کیا گیا(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم سے پہلے کسی کے لیے بھی مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کو ہمارے ضعف اور کمزوری کا علم ہوا تو اسے ہمارے لیے طیب اور حلال قرار دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی اپنے حکم میں غنائم کو حلال قرار دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم بخدا! ہم ان کا مال نہیں لیں گے چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو، یہاں تک کہ ہم یہ جان لیں کہ آیا وہ حلال ہے یا حرام؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسے پاکیزہ اور حلال بنادیا اور یہ حکم نازل فرمایا: فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ان کا فدیہ اور ان کے اموال سب حلال قرار دیے۔ جنگی قیدیوں نے کہا: ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی خیر اور بھلائی نہیں۔ تحقیق اس نے ہمیں قتل کیا اور ہمیں قیدی بنا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بشارت دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى (الانفال: 70) تا وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل امتوں میں جب مال غنیمت حاصل ہوتا تو وہ اسے قربان گاہ میں رکھ دیتے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کھانا ان پر حرام قرار دیا تھا، چاہے وہ تھوڑا ہوتا یا زیادہ۔ اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت نبی علیہ السلام اور ان کی امت پر حرام کر رکھا تھا۔ چنانچہ نہ وہ اس سے کھا سکتے تھے، نہ وہ اس سے چوری چھپے لے سکتے تھے اور نہ ہی وہ اس سے قلیل یا کثیر مال اٹھا سکتے تھے۔ ورنہ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیج دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی شدت کے ساتھ حرام رکھا اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی نبی علیہ السلام کے لیے اسے حلال نہیں کیا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے سے ہی یہ فیصلہ تھا کہ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 472، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 161، دار صادر بیروت

مال غنیمت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے حلال ہے۔ پس اسی لیے غزوۂ بدر کے جنگی قیدیوں سے فدیہ لینے کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے المتفق والمفترق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ جب لوگوں نے فدیہ میں رغبت کا اظہار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِنَبِیٍّ...... تا۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ۔ الآیہ۔ فرمایا: پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ فیصلہ ہے کہ جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے ان کے لیے اس کی رحمت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمائی اور ان کے لیے اسے حلال قرار دیا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۷۰

”اے نبی (کریم) آپ فرمایئے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخشے گا تمہارے (قصور) اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے“۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے فدیہ کے لیے اپنے گلے کا ایک ہار بھیجا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید رقت طاری ہوگئی اور فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو تو یہ اس کے اسیر کے لیے ہی چھوڑ دو؟ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا بلاشبہ میں مسلمان ہوں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے اسلام کو بہتر جانتا ہے۔ اگر ایسے ہی ہے جیسے تم کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں جزا عطا فرمائے گا۔ پس تم اپنا، اپنے دو بھتیجوں نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب اور اپنے حلیف عتبہ بن عمر کا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کہاں ہے جو تو نے اور ام فضل نے دفن کیا تھا اور تم نے اسے کہا تھا اگر میں کسی آزمائش سے دو چار ہو جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں کے لیے ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا: قسم بخدا! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ یہ ایسی شے ہے جس کے بارے میرے اور اس کے سوا کسی کو علم نہیں۔ بیس اوقیہ مال میں سے جو میرے پاس موجود ہے جو تم چاہو میری جانب سے شمار کر لو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کر لو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا، اپنے دو بھتیجوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کیا اور یہ آیت نازل ہوئی قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حالت اسلام میں بیس اوقیہ کے بدلے بیس غلام عطا فرمائے، ان میں سے ہر ایک کے پاس مال تھا جس کے ساتھ میری مدد کی

گئی اور اس کے ساتھ ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا امیدوار بھی ہوں (1)۔

امام ابن سعد، حاکم رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مال بھیجا، جو انتہائی زیادہ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے چٹائی پر پھیلا دیا۔ لوگ آنے لگے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں عطا فرمانا شروع کر دیا۔ اس دن کوئی عدد اور وزن نہیں تھا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے غزوۂ بدر کے وقت اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا تھا۔ مجھے بھی اس مال سے عطا فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لے لو۔ پس انہوں نے اپنی قمیص میں مال ڈال لیا۔ پھر جب واپس پھرنے لگے تو اسے اٹھانے کی طاقت نہ رکھی۔ انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اٹھوا دیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: انہوں نے وہ لے لیا جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، تحقیق وہ پورا ہو گیا ہے اور اس کے علاوہ میں نہیں جانتا۔ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ یہ اس سے بہتر ہے جو مجھ سے لیا گیا اور جو کچھ وہ مغفرت کے بارے میں کرے گا اسے میں نہیں جانتا (2)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں قریش کے ستر افراد کو قیدی بنایا۔ ان میں عباس اور عقیل بھی تھے۔ تو آپ ﷺ نے ان پر چالیس اوقیہ سونا بطور فدیہ لگا دیا۔ عباس پر سو اوقیہ لگایا اور عقیل پر اسی اوقیہ۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے مجھے قریش کا فقیر اور محتاج بنا دیا ہے، آپ نے کچھ باقی نہیں چھوڑا؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے اسلام لانے کا تذکرہ کیا اور آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ جو بیس اوقیے مجھ سے لیے گئے، وہ میرے حصے میں ڈال لیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان بیس کے عوض مجھے بیس غلام عطا فرمائے۔ ان میں سے ہر ایک تاجر تھا جو میرے مال کے ساتھ کاروبار کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کا امیدوار بھی ہوں (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں قید کر لیے گئے انہوں نے چالیس اوقیہ سونے کے فدیہ کے ساتھ رہائی حاصل کی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى تو انہوں نے کہا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے دو خصلتیں عطا فرمائی ہیں اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ ان دونوں کے عوض میرے پاس دنیا ہو۔ غزوۂ بدر میں مجھے گرفتار کر لیا گیا اور میں نے چالیس اوقیہ سونا اپنی ذات کا فدیہ ادا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے چالیس

1۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 25 (4306)، دارالکتب العلمیہ بیروت (مختصراً) 2۔ ایضاً، کتاب معرفۃ الصحابۃ، جلد 3، صفحہ 372 (5423)

3۔ دلائل النبوۃ، جلد 2، صفحہ 613 (410) المکتبۃ العربیۃ بیروت

غلام عطا فرما دیئے اور بلاشبہ میں اس مغفرت کی امید بھی رکھتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عباس اور اس کے ساتھیوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی: ہم اس کے ساتھ ایمان لائے جو آپ لے کر آئے اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ سو یہ آیت نازل ہوئی: اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان اور تصدیق کو جان لیا تو وہ تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا جو تم سے لیا گیا اور جو شرک تم کرتے رہے اس سے تمہاری مغفرت فرما دے گا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی اور بے شک میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ دنیا میں کوئی شے نہیں ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے سو گناہ بہتر اور اچھا عدل فرمایا جو کچھ مجھ سے لیا گیا اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ میری مغفرت بھی فرمائے گا۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے اسی آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے نازل ہوئی۔ ان میں عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

"اور اگر وہ ارادہ کریں آپ سے دھوکہ بازی کا (تو حیرت کیوں ہو) انہوں نے تو دھوکہ کیا ہے اللہ سے پہلے ہی (اسی لیے) تو اللہ نے قابو دے دیا (تمہیں) ان پر اور اللہ تعالیٰ علیم (و) حکیم ہے"۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ کا معنی ہے اگر ان کا قول جھوٹ ہو (تو حیرت کیوں ہو) فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ تحقیق انہوں نے کفر اختیار کیا اور آپ کے ساتھ جنگ لڑی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے محفوظ رکھا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 57، دار احیاء التراث العربی بیروت

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے راہ خدا میں اور وہ جنہوں نے پناہ دی (مہاجرین کو) اور (ان کی) مدد کی یہی لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی، نہیں تمہارے لیے ان کی وراثت سے کوئی چیز یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ مدد طلب کریں تم سے دین کے معاملہ میں تو فرض ہے تم پر ان کی امداد مگر اس قوم کے خلاف نہیں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (صلح) کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھ رہا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومنین تین مراتب اور درجات پر تھے۔ ان میں سے بعض وہ اہل ایمان ہیں جنہوں نے ہجرت کی اور اس دوران اپنی قوم سے علیحدگی اور جدائی اختیار کی۔ یہ ہجرت فرما ہو کر اہل ایمان کی ایک جماعت کے گھروں، زمینوں اور ان کے مالوں میں وارد ہوئے۔ (ان مہاجرین کا ذکر ان الفاظ میں ہے) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور دوسرے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا ''وہ جنہوں نے (مہاجرین کو) پناہ دی اور (ان کی) مدد کی''۔ اور انہوں نے اس شے کا اعلان کیا جس کا اہل ہجرت نے کیا۔ اور جس نے بھی اسے جھٹلایا یا اس کا انکار کیا انہوں نے اس کے خلاف تلواریں بلند کیں۔ پس یہ دونوں گروہ مومنین کے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپس میں ایک دوسرے کا دوست بنا دیا ہے۔ اور تیسرے درجے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا اس کی تفسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مذکورہ دونوں گروہ آپس میں دینی ولایت کے سبب ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ جب کوئی مومن مہاجر فوت ہوتا۔ اور وہ گروہ جو ایمان تو لایا لیکن ہجرت نہ کی وہ اس وجہ سے وارث نہیں ہوگا کیونکہ نہ تو اس نے ہجرت کی ہے اور نہ ہی مدد کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنین مہاجرین کو ان کی میراث سے روک دیا اور یہی وہ ولایت ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اور یہ ان مومنین کا حق اور فرض ہے جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی کہ جب وہ دین کے معاملہ میں ان سے مدد طلب کریں، اگر جنگ لڑی جائے تو وہ ان کی مدد کریں مگر جب کہ وہ اس قوم کے خلاف مدد طلب کریں جن کے درمیان اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان (صلح) کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ تو وہ ان کے خلاف ان کی مدد نہ کریں۔ البتہ ان دشمنوں کے خلاف ضرور مدد کریں جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا اور ان مومنین میں سے ہر ذی رحم کو اپنے رشتے کے ساتھ ملا دیا جو ایمان تو لائے اور ہجرت نہ کی اور مومنین میں سے ہر انسان کا حصہ مقرر فرما دیا۔ کیونکہ ارشاد ہے وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (الانفال)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے مہاجرین و انصار کے درمیان مؤاخاۃ قائم کی۔ چنانچہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت زید بن

حارثہ کے درمیان، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت معاذ بن عفرا کے مابین، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابوبکر صدیق اور طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہم کے درمیان اخوت و بھائی چارہ قائم کر دیا اور اپنے تمام اصحاب کو فرمایا: تم آپس میں بھائی بھائی ہو اور یہ یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میرا بھائی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ مسلمان اسی رشتے پر قائم رہے یہاں تک کہ سورت الانفال نازل ہوئی۔ اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد کو مزید پختہ اور مستحکم کیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا۔ تا قولہ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ پس اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ساتھ اس عقد کو مستحکم فرما دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام میں سے مہاجرین و انصار کے درمیان قائم کیا تھا۔ جن کے درمیان مؤاخاۃ قائم تھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، نہ کہ وہ لوگ جو ذوی الارحام اور قرابت داروں میں سے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ سو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا لوگ اس معاہدے پر قائم رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی اور اس نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ مِنْكُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ۔ والقربات۔ اس کے سبب ہر آدمی اپنے نسب اور رشتے دار کی طرف لوٹ گیا اور وہ پہلی وراثت منقطع ہو گئی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ کہ ان میں سے بعض میراث میں بعض کے اولیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے لیے میراث بنائی نہ کہ رشتہ داروں کے لیے۔ اور فرمایا: وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ کہ تمہارے لیے ان کی میراث میں سے کوئی شے نہیں۔ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ یعنی اگر اعرابی مسلمان مہاجرین و انصار سے اپنے لیے دشمن کے خلاف مدد طلب کریں تو پھر ان کی مدد کرنا ان پر لازم ہے اِلَّا عَلٰی قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ (مگر اس قوم کے خلاف نہیں جن کے درمیان اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہو)۔ پس وہ اسی کے مطابق عمل پیرا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ پس اس نے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا اور میراث ذوی الارحام کے لیے ہو گی۔

امام ابو عبید، ابو داؤد، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی مہاجر کسی اعرابی کا نہ ولی بنتا تھا اور نہ وارث بنتا تھا حالانکہ وہ مومن ہوتا اور نہ کوئی اعرابی کسی مہاجر کا وارث بن سکتا تھا۔ لہٰذا اس آیت وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ نے اس آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ کوئی اعرابی کسی مہاجر کا وارث نہیں بنتا تھا اور نہ کوئی مہاجر کسی اعرابی کا وارث ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ اور لوگ گروہ در گروہ دین میں داخل ہوئے۔ تو

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، نحاس نے ناسخ میں اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمان ہجرت کے سبب ایک دوسرے کے وارث بنے اور کوئی اعرابی مسلمان مہاجر مسلمان کی کسی شے کا وارث نہیں بن سکتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد سورۂ احزاب میں یہ حکم منسوخ کر دیا گیا وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا اور مواریث کا تعلق جلل کے ساتھ قائم ہو گیا(1)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سریہ یا لشکر پر کسی کو امیر بنا کر بھیجتے تو اسے اپنی ذات کے لیے خاص طور پر یہ نصیحت فرماتے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اپنے ساتھ چلنے والے مسلمانوں کے ساتھ بھلائی اور خیر کا سلوک کرنا۔ اور فرماتے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا ہے ان سے جنگ لڑو۔ جب اپنے مشرک دشمن سے تیرا آمنا سامنا ہو تو انہیں تین خصلتوں میں سے ایک کی طرف بلاؤ۔ ان میں سے جسے بھی وہ تجھ سے قبول کر لیں تو تو بھی انہیں قبول کر لے اور ان سے جنگ روک لینا۔ پس پہلے انہیں اسلام کی طرف دعوت دو۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو تم بھی ان کی جانب سے اسے قبول کر لو۔ پھر انہیں اپنے گھروں سے مہاجرین کے گھروں کی طرف پھرنے کی دعوت دو اور انہیں یہ بتاؤ کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے لیے وہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے لیے ہیں اور ان پر وہی فرائض اور ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں۔ اگر وہ انکار کر دیں اور اپنے گھروں کو ہی پسند کریں تو پھر انہیں بتا دو کہ وہ اعرابی مسلمانوں کی طرح ہوں گے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا وہی حکم جاری ہوگا جو مومنین پر جاری ہوتا ہے اور مال فے اور غنیمت میں سے ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ مگر اس صورت میں ان کا حصہ ہوگا جب کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد میں شامل ہوں گے۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو پھر انہیں جزیہ ادا کرنے کو کہو۔ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں تو ان کی جانب سے اسے قبول کر لو اور ان سے جنگ روک لو۔ اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ان کے ساتھ جنگ شروع کر دو(2)۔

امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ لوگ جن سے صلح کا معاہدہ کیا گیا ہے ان سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے تو قسم بخدا! تجھ پر تیرے مسلمان بھائی کی حرمت اور حق اسے کہیں زیادہ اور اعظم ہے۔ واللہ اعلم۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 63، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ صحیح مسلم، مع شرح نووی، کتاب الجہاد، جلد 6، صفحہ 34 (1331) دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 91 (2427) ایضاً

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾

"اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ ایک دوسرے کے حمایتی ہیں۔ اگر تم (ان حکموں پر) عمل نہیں کرو گے تو برپا ہو جائے گا فتنہ ملک میں اور (پھیل جائے گا) بڑا فساد اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا میں اور جنہوں نے پناہ دی اور ان کی امداد کی وہی (خوش نصیب) لوگ سچے ایمان دار ہیں۔ انہیں کے لیے بخشش ہے اور باعزت روزی"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابو مالک کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ہم اپنے مشرکین رشتہ داروں کو وارث بنائیں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ...... الآیہ (1)۔ ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: یہ آیت اہل عرب کے مشرکین کو وارث بنانے کے بارے نازل ہوئی (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کفر اختیار کرنے والے میراث میں ایک دوسرے کے حمایتی ہیں۔ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ کے بارے آپ کہتے ہیں کہ اگر تم نے میراث کے بارے میں جو حکم میں نے تمہیں دیا ہے اسے تسلیم نہ کیا (تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا) (3)

امام احمد، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجرین دنیا اور آخرت میں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور قریش اور بنی ثقیف سے آزادی پانے والے سب دنیا اور آخرت میں ایک دوسرے کے دوست اور حمایتی ہیں۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے (4)۔

امام حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دینوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے، کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ۔ (5)

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 65 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 64 3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 65
4۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 91 (2576،6978) دار الکتب العلمیہ بیروت 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 262 (2944)

ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس وہ آجائے جس کی امانت اور اخلاق پر تم راضی اور خوش ہو تو اس کا نکاح کر دو، درآنحالیکہ وہ اسی حال میں رہے جس پر تھا اور اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے بعد میں اور ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا تمہارے ساتھ مل کر تو وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ دار (ورثہ میں) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں حکم الٰہی کے مطابق۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو چار مراتب اور کیفیات پر چھوڑا: مومن مہاجر، انصار، اعرابی مومن جس نے ہجرت نہیں کی اور اگر نبی علیہ السلام نے اس سے مدد طلب کی تو انہوں نے آپ کی مدد کی اور اگر آپ انہیں چھوڑ دیں تو وہ آپ کے لیے اجازت ہے۔ اور اگر نبی مکرم ﷺ مدد طلب کریں تو ان پر فرض ہے کہ وہ آپ کی مدد کریں۔ اسی لیے فرمایا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اور چوتھا درجہ احسان کے ساتھ اتباع کرنے والوں کا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بالخصوص ہم گروہ قریش و انصار کے بارے میں یہ حکم نازل فرمایا وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ اس لیے ہم گروہ قریش جب مدینہ طیبہ آئے۔ تو ہم اس حال میں آئے کہ ہمارے پاس کوئی مال و منال نہ تھا۔ تو ہم نے انصار کو اس طرح پایا کہ وہ انتہائی اچھے بھائی ہیں۔ پس ہم نے ان کے ساتھ مؤاخاۃ قائم کی اور ہم ایک دوسرے کے وارث ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خارجہ بن زید کو بھائی بنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو بھائی بنایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنی زریق بن سعد زرقی میں سے ایک آدمی کو بھائی بنایا۔ حضرت زبیر نے کہا اور میں نے حضرت کعب بن مالک کو بھائی بنایا۔ پس انہوں نے ہمیں وارث بنایا اور ہم نے انہیں وارث بنایا۔ جب غزوۂ احد کا دن تھا تو مجھے کہا گیا۔ تمہارے بھائی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ سو میں ان کی طرف آیا اور انہیں وہاں سے منتقل کیا اور میں نے ایک ہتھیار پایا۔ جس نے اس کیفیت میں بوجھل کر دیا تھا جو ہم دیکھ رہے تھے۔ قسم بخدا! اے میرے بیٹے! اگر وہ اس دن دنیا سے فوت ہو جاتے تو میرے سوا ان کا کوئی وارث نہ ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بالخصوص ہم گروہ قریش و انصار کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی اور ہم اپنے وارثوں کی طرف لوٹ آئے۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے

قاضی شریح کی طرف لکھا: کہ یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے باہمی معاہدہ کرتا تھا تو کہتا تھا تو مجھے وارث بنا اور میں تجھے وارث بناؤں گا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ طریقہ چھوڑ دیا گیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہیں یہ کہا گیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ذوی الارحام کے سوا موالی کو وارث نہیں بناتے اور کہتے ہیں کہ ذوی الارحام حکم الٰہی کے مطابق ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ (حق سے) بہت دور ہوگئے، وہ کہاں گئے؟ بے شک مہاجرین ہی ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں نہ کہ اعراب۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یعنی مولی کو وارث بنایا جائے گا۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیت نے اپنے سے پہلے مواریث العقد والحلف اور مواریث بالہجرۃ کے حکم کو منسوخ کر دیا اور میراث کا حق ذوی الارحام کو حاصل ہو گیا۔ فرمایا: بیٹا بھائی سے قریبی ہے، بھائی بہن سے اقرب ہے، بہن بھتیجے سے اولیٰ ہے، بھتیجا چچا سے افضل ہے، چچا، چچا کے بیٹے کی نسبت زیادہ قریبی ہے، چچا کا بیٹا ماموں کی نسبت زیادہ قریبی ہے اور زید کے قول کے مطابق ماموں، پھوپھی اور خالہ کا میراث میں کوئی حصہ نہیں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مال کے دوثلث پھوپھی کو اور ایک ثلث خالہ کو دیتے تھے جب کہ اس کے لیے کوئی اور وارث نہ ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں میراث میں سے جو مال بچ جاتا وہ خاوند اور بیوی کے علاوہ دیگر ذوی الارحام کو ان کے حصوں کے مطابق دے دیتے تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی اعرابی کسی مہاجر کا وارث نہیں بنتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان جب مدینہ طیبہ میں آئے تو وہ ہجرت کے سبب ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور فرمایا: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

طیالسی، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان مؤاخاۃ قائم کی اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوئے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ پھر انہوں نے اس حکم کو چھوڑ دیا اور وہ نسب کے سبب ایک دوسرے کے وارث بننے لگے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 67، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب الفرائض، جلد 4، صفحہ 382 (8001) دارالکتب العلمیہ بیروت 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 67،

ایاتھا ۱۲۹ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۹ رکوعاتھا ۱۶

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: سورۂ توبہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سورہ برأت مدینہ طیبہ میں نازل کی گئی۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جو سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں ان میں سے سورہ برأت بھی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، نسائی، ابن ابی داؤد نے مصاحف میں، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ انفال کا قصد کریں حالانکہ یہ مثانی میں سے ہے؟ اور برأت کا قصد کریں حالانکہ یہ مئین میں سے ہے اور پھر تم نے ان دونوں کو ملا دیا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور تم نے اسے سات لمبی سورتوں (سبع طوال) میں رکھا ہے تمہیں اس پر کس نے ابھارا ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایک ایسا زمانہ آیا جب کہ آپ پر ذوات العدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں اور جب بھی کوئی شے آپ پر نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاتے اور فرماتے ان آیات کو اس سورۃ میں لکھ دو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ طیبہ میں پہلے پہلے نازل ہوئیں اور سورۂ برأت نزول کے اعتبار سے آخر قرآن میں سے ہے۔ اور اس کا قصہ انفال کے قصہ کے مشابہ ہے۔ پس میں نے گمان کیا کہ یہ اس میں سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصال فرما گئے اور آپ نے ہمارے لیے یہ بیان نہ فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے۔ پس اس وجہ سے میں نے ان دونوں کو ملا دیا ہے اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور میں نے ان دونوں کو سات طویل سورتوں میں شامل کیا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی، ابن ضریس، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی: یَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ (النساء: 176) اور سب سے آخر میں جو سورت مکمل طور پر نازل ہوئی وہ سورۂ برأت ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابورجاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے انفال اور برأت کے بارے پوچھا: کیا یہ دو سورتیں ہیں یا ایک سورت ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ دو سورتیں ہیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا برأت اور انفال ایک سورت ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 241 (2875) دارالکتب العلمیہ بیروت

امام نحاس نے ناسخ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: انفال اور برأت دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرینتین پکارا جاتا تھا۔ اسی لیے میں نے ان دونوں کو سات طویل سورتوں میں شامل کیا ہے۔

امام دارقطنی نے الافراد میں حضرت عسعس بن سلامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! انفال اور برأت کو کیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ سورت نازل ہوتی تھی اور مسلسل لکھی جاتی تھی یہاں تک کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل ہوتی۔ اور جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل ہوتی تو دوسری سورت لکھی جاتی لیکن انفال نازل ہوئی تو ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ لکھی گئی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق سورۂ ہود، برأت، یٰسٓ، دخان اور عم یتساءلون یاد نہیں کریں گے۔

ابوعبید، سعید بن منصور، ابوالشیخ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوعطیہ ہمدانی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ تم خود سورۂ برأت کی تعلیم حاصل کرو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کے احکام سکھاؤ۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: وہ سورت جس کو تم سورۂ توبہ کا نام دیتے ہو وہ سورۃ العذاب ہے۔ قسم بخدا! اس نے کسی کو نہیں چھوڑا مگر اس نے اس سے کچھ حصہ پالیا اور جو کچھ ہم اس سے پڑھتے ہیں تم اس سے ربع (چوتھائی) کے سوا کچھ نہیں پڑھو گے۔

امام ابوعبید، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ سورۂ برأت کو سورۂ توبہ کا نام دیتے ہیں اور یہی سورۃ العذاب ہے (1)۔

امام ابوعبید، ابن منذر اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا یہ سورۃ التوبہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ صرف توبہ، بلکہ یہ تو فاضحہ (رسوا کرنے والی) ہے۔ یہ مسلسل نازل ہوتی رہی یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا مگر اس کا ذکر اس میں کیا جائے گا۔

امام ابوعوانہ، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: سورہ توبہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ عذاب کے زیادہ قریب ہے۔ اس نے لوگوں کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ یہ گمان ہوا کہ وہ ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

1۔ فضائل القرآن از ابوعبید، جلد 1، صفحہ 241، دار ابن کثیر دمشق

فرمایا: سورۂ برأت کی تنزیل کا سلسلہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا مگر یہ کہ اس کے بارے حکم نازل ہوگا۔ اس کا نام فاضحہ رکھا گیا ہے۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کسی آدمی نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا سورۂ توبہ کیا ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورتوں میں سے سورۂ توبہ کون سی ہے؟ اس نے جواباً کہا سورۂ برأت۔ تو پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا لوگوں نے اس کے سوا بھی کوئی اعمال کیے۔ ہم تو اس سے شفا پانے کی دعا کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورۂ برأت کو سورۂ منقرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے جو کچھ مشرکین کے دلوں میں تھا، اسے باہر نکالا اور اس کی چھان بین کی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔ تم سورۂ برأت کا ثلث (ایک تہائی) نہیں پڑھو گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ الہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ اسے سورۂ توبہ کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سورۃ العذاب یعنی برأت ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورۂ برأت کا نام المعبر ۃ تھا۔ کیونکہ اس نے لوگوں کے خفیہ رازوں کو ظاہر کر دیا۔

امام سعید بن منصور، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحہم اللہ نے سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھ گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سورۂ برأت پڑھی۔ تو میں نے ابی سے پوچھا: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ تو انہوں نے میرے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی نماز مکمل فرمائی۔ تو میں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے پھر کہا: میں نے آپ سے پوچھا تھا لیکن تم نے میرے ساتھ ترش روئی کا مظاہرہ کیا اور میرے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرے لیے اس نماز میں سے سوائے تیرے لغو عمل کے اور کچھ نہیں۔ پس میں حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو یہ سب کچھ عرض کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابی نے سچ کہا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے حضور نبی مکرم ﷺ سے ایک آیت سنی اور آپ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما تھے۔ تو اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا: یہ آیت کب نازل کی گئی؟ پس جب وہ اپنی نماز مکمل کر چکے۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 250 (2902) دار الکتب العلمیہ بیروت

اسے فرمایا: تیرا جمعہ نہیں ہوا۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب سورۂ برأت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں کی خاطر داری کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: سورۂ برأت میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کیوں نہیں لکھی گئی؟ تو آپ نے فرمایا: کیونکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ امان ہے اور سورۂ برأت تلوار کے ساتھ نازل ہوئی۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲

''یہ قطع تعلق (کا اعلان) ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا مشرکوں میں سے (اے مشرکو!) پس چل پھر لو ملک میں چار ماہ اور جان لو کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور یقیناً اللہ تعالیٰ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ سے مراد بنی خزاعہ، بنی مدلج اور دیگر وہ قبائل ہیں جن کے ساتھ معاہدہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوۂ تبوک سے فارغ ہو کر تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بیت اللہ شریف میں مشرکین بھی حاضر ہوتے ہیں اور وہ ننگے بدن طواف کرتے ہیں۔ لہٰذا میں پسند نہیں کرتا کہ اس حالت میں حج کروں۔ یہاں تک کہ ایسا ہونا بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان دونوں نے ذوالمجاز اور دیگر ان مقامات پر لوگوں میں چکر لگایا جن جگہوں میں اور حاجیوں کے جمع ہونے کے مقامات میں وہ خرید و فروخت کرتے تھے اور جن سے معاہدہ تھا انہیں جا کر بتایا کہ انہیں چار ماہ تک امن ہے اور وہ اشہر حرام ہیں جو مسلسل گزرتے ہیں۔ ذوالحجہ کے آخری بیس دنوں سے لے کر ربیع الاول کے پہلے دس دن گزرنے تک ہیں۔ پھر آپ نے ان سے عہد لیا اور تمام لوگوں کو جنگ کے بارے آگاہ کیا یہاں تک کہ وہ مرجائیں (2)۔

امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب سورۂ برأت کی دس آیتیں حضور نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 351 (8475) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 72، دار احیاء التراث العربی بیروت

رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ آپ یہ آیات اہل مکہ کو پڑھ کر سنائیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا: ابوبکر کو جا ملو، جہاں بھی تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے ان سے کتاب لے لو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوٹ کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: آپ یا آپ کے اہل بیت کے کسی آدمی کے سوا کوئی بھی وہ حکم آپ کی جانب سے نہیں پہنچا سکے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت کے ساتھ بھیجا۔ پھر آپ کو بلا لیا اور فرمایا کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ یہ حکم ان تک پہنچائے سوائے میری اہل کے کسی آدمی کے، پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ انہیں عطا فرمائی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت عطا فرما کر اہل مکہ کی طرف بھیجا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا اور انہوں نے وہ سورت ان سے لے لی۔ تو اس کے سبب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ میں کچھ (ملال سا) پایا۔ تو حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! میرے اور میرے اہل کے کسی آدمی کے سوا میری طرف سے وہ کوئی نہیں پہنچا سکتا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چار احکام دے کر بھیجا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا، اس سال کے بعد مسلمان اور مشرکین جمع نہیں ہوں گے، جس کسی کے درمیان اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی عہد ہے تو وہ اپنے معاہدہ تک باقی رہے گا اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ مشرکین سے بری الذمہ ہیں۔

امام احمد، نسائی، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھیجا۔ آپ ﷺ نے چار احکام کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا، اس سال کے بعد مسلمان اور مشرکین جمع نہیں ہوں گے، جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی عہد ہے تو وہ اپنے عہد کی پاس داری کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں۔

امام احمد، نسائی، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب انہیں رسول اللہ ﷺ نے سورۂ برأت دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا، پس ہم یہ

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6، صفحہ 168 (3090) دارالکتب العلمیہ بیروت

اعلان کرتے تھے کہ مومن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا جس کسی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ ہے تو اس کا معاملہ یا اس کی مدت چار ماہ تک ہے جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے بری الذمہ ہیں اور اس سال کے بعد کوئی مشرک اس بیت اللہ شریف کا حج نہیں کرے گا۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ابوبکر کے حج کے دوران برأت کا اعلان کریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمارے پیچھے بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ برأت کا اعلان کریں گے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ احکام حج بیان کریں گے جیسا کہ ان کا فریضہ ہے۔ یا فرمایا: ابوبکر اپنی ہیئت پر قائم رہیں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احکام برأت عطا فرما کر آپ کے پیچھے بھیجا۔ پھر آئندہ سال حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا۔ پھر واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو والی (خلیفہ) بنایا گیا۔ پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا۔ پھر آئندہ سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا پھر وصال فرما گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا پھر اس کے بعد آپ حج کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے بھی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو ہی عامل حج مقرر کیا۔ پھر آپ حج کرتے رہے یہاں تک کہ شہید کر دیے گئے۔

امام ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ آپ کی جانب سے وہ برأت کے احکام پہنچائیں۔ پس جب آپ کو بھیج چکے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور فرمایا: اے علی! رضی اللہ عنہ میرے یا تیرے سوا وہ احکام کوئی نہیں پہنچا سکے گا۔ چنانچہ آپ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کیا اور وہ چل پڑے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے جا ملے اور ان سے سورۂ برأت لے لی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس ڈر اور خوف کے ساتھ ملاقات کی کہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہو چکا ہے۔ پس جب حاضری کا شرف حاصل ہو چکا تو عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کیا (حکم) ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو غار میں میرا بھائی اور بہترین ساتھی ہے اور حوض پر تو میرے ساتھ ہوگا۔ مگر وہ (سورۂ برأت کے احکام) میرے یا میرے اہل بیت کے کسی فرد کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ ''قَالَ خَيْرَ اَنْتَ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ فِي الْغَارِ وَاَنْتَ مَعِيْ عَلَى الْحَوْضِ، غَيْرَاَنَّهٗ لَا يُبَلِّغُ عَنِّيْ غَيْرِيْ اَوْ

رَجُلٌ مِّنِّی‘‘

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت کے احکام کے ساتھ حج کے لیے بھیجا۔ تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: بلاشبہ آپ یا آپ کے اہل کے کسی فرد کے سوا وہ احکام کوئی ہرگز نہیں پہنچا سکے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان آپ ان سے جا ملے اور وہ احکام ان سے لے لیے اور پھر حج کے دوران لوگوں کو پڑھ کر سنائے۔

امام بخاری، مسلم، ابن منذر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج میں اعلان کرنے والوں میں سے مجھے بھی بلا بھیجا اور آپ نے انہیں یوم نحر کو بھیجا کہ وہ منیٰ میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور ننگے بدن کوئی طواف نہیں کرے گا پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ برأت کا اعلان کریں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ یوم نحر کو اہل منیٰ میں برأت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرے (1)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حکم فرمایا کہ وہ ان کلمات کا اعلان کردیں۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں ان کلمات کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا: پس دونوں گئے اور دونوں نے حج ادا کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایام تشریق کے دوران کھڑے ہو کر یہ اعلان فرمایا ’’اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ اور اس سال کے بعد کوئی مشرک قطعاً حج نہیں کرے گا، نہ کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا اور مومن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے رہے (2)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، ابن منذر، نحاس، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت زید بن تبیع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کون سی شے کے ساتھ آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج پر بھیجا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: چار چیزوں کے ساتھ۔ (اور وہ یہ ہیں) کہ نفس مومنہ کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا، کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا، اس سال کے بعد مومن اور کافر مسجد حرام میں جمع نہیں ہوں گے اور جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے تو اس کا عہد اپنی مدت تک برقرار رہے گا اور جس کا کوئی عہد نہیں تو اس کے لیے مدت چار مہینے ہیں۔ ترمذی اور حاکم دونوں نے کہا ہے کہ

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 182 (4555)، دارالفکر بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 53 (4375) دارالکتب العلمیہ بیروت

یہ روایت صحیح ہے(1)۔

امام اسحاق بن راہویہ، دارمی، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج پر بھیجا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برأت کے احکام کے ساتھ بھیجا۔ پس انہوں نے موقف حج میں لوگوں کو مکمل سورۂ برأت پڑھ کر سنائی(2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے 9 ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر امیر بنا کر بھیجا اور آپ کو حج کے احکام لکھ کر دیے۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت کی آیات عطا فرما کر بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ ملہ مکرمہ، منیٰ، عرفات اور تمام مشاعر حج میں ان کا اعلان فرمائیں کہ اس سال کے بعد جس مشرک نے بھی حج کیا اس کی ذمہ داری سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بری الذمہ ہے۔ یا جس کسی نے بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کیا اور جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی عہد ہے اس کی مدت چار ماہ ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں میں چلتے رہے اور ان پر قرآن پڑھتے رہے۔ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اور ان پر یہ آیت بھی پڑھی یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ الآیہ (الاعراف: 31) ''اے آدم کی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت......''(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے سورۂ برأت کے احکام کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں حالانکہ میں تو ایک کم عمر بچہ ہوں۔ مجھ سے قضاء کے بارے سوال کیے جائیں گے اور میں نہیں جانتا کہ میں کیا جواب دوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ سورت تو لے کر جائے یا پھر میں خود جاؤں۔ میں نے عرض کی: اگر یہ ضروری ہے تو پھر میں جاؤں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری زبان کو ثابت رکھے گا اور تیرے دل کی راہنمائی فرمائے گا۔ ''انطلق فان اللہ یثبت لسانك ویھدی قلبك'' پھر فرمایا تم جاؤ اور یہ سورت لوگوں کو پڑھ کر سناؤ۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ ...... الآیہ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے کر رکھے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چار ماہ کی حد مقرر فرمائی کہ وہ ان میں جہاں چاہیں پھر سکتے ہیں۔ اور جن کا کوئی معاہدہ نہیں ان کی مقررہ حد چاروں اشہر حرام کا گزرنا ہے یعنی یوم نحر سے لے کر محرم کے گزرنے تک پچاس راتیں ہے۔ جب اشہر حرام گزر گئے تو آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جن کے ساتھ معاہدہ ہے ان کے بارے میں تلوار اٹھا لیں، اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوں اور جو کچھ بھی ان کے ساتھ عہد و پیمان ہوا وہ توڑ دیں۔ اگرچہ پہلی شرط ختم ہو جائے۔ ''بجز ان لوگوں (اہل مکہ) کے جن سے تم نے مسجد حرام

1۔ سنن ترمذی مع معارضۃ الاحوذی جلد 11، صفحہ 169 (3092) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 292، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً

کے پاس معاہدہ کیا"۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم کے کئی معاہدے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ انہیں چار ماہ کی مہلت دیں، وہ ان میں سفر کر سکتے ہیں اس کے بعد ان کا کوئی معاہدہ نہیں اور اس کے بعد سب باطل قرار دے دیا اور وہ قوم جن کا کوئی معاہدہ نہیں تھا تو ان کے لیے پچاس دنوں کی مدت مقرر کر دی۔ یعنی بیس دن ذوالحجہ کے اور محرم شریف کا مکمل مہینہ۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ:5) "پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ انہیں"۔ اس آیت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاہدوں سے برأت کا اعلان فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور نحاس رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ کی تفسیر میں حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ یہ آیت شوال میں نازل ہوئی اور چار مہینوں سے مراد شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں (1)۔

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

"اور اعلان عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں کے لیے بڑے حج کے دن کہ اللہ تعالیٰ بری ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی۔ اب بھی اگر تم تائب ہو جاؤ تو یہ بہتر ہے تمہارے لیے۔ اور اگر تم منہ پھیرے رہو تو خوب جان لو کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو۔ اور خوش خبری سنا دو کافروں کو دردناک عذاب کی"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اعلان عام ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حکیم بن حمید رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت علی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 73

بن حسین رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک نام کتاب اللہ میں ہے لیکن وہ اسے پہچانتے نہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ قسم بخدا! وہ اسم اذان ہے۔

امام ترمذی، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج اکبر کے دن کے بارے پوچھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ یوم النحر (قربانی کا دن) ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یوم الحج الاکبر سے مراد یوم نحر ہے(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: چار چیزیں ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کی ہیں اور وہ یہ ہیں صلوٰۃ وسطی سے مراد نماز عصر ہے، حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے، ادبار السجود سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں اور ادبار النجوم سے مراد نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں۔

امام ترمذی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور ذکر و وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ای یوم احرم، ای یوم احرم، ای یوم احرم؟ کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ (یعنی حج اکبر کا دن)(3)

امام ابو داؤد، نسائی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن قرط سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام نحر میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم القر ہے (یعنی وہ دن جو یوم نحر کے متصل بعد آتا ہے اور وہ گیارہویں ذی الحجہ کا دن ہے) حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ قربانی کا دن ہی یوم الحج الاکبر ہے۔

امام بخاری نے تعلیقاً، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج ادا فرمایا تو اس دوران آپ نے قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ) جمرات کے درمیان وقوف فرمایا اور پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کی:

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 2، رقم الحدیث 957 دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، رقم الحدیث 958

3۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی جلد 6، صفحہ 166 (3087)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ مستدرک حاکم جلد 4، صفحہ 264 (7522)، دار الکتب العلمیہ بیروت

آج یوم نحر ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہی دن یوم الحج الاکبر ہے (1)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ان لوگوں میں بھیجا جو یوم نحر کو منیٰ میں یہ اعلان کریں گے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے، یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ سے مراد یوم نحر ہے اور حج اکبر حج ہے۔ اسے اکبر لوگوں کے قول الحج الاصغر کی وجہ سے کہا گیا۔ پس اس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں تک یہ خبر پہنچا دی۔ نتیجۃً جس سال رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا۔ اس سال کسی مشرک نے حج ادا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ:28) ''اے ایمان والو! مشرکین تو نرے ناپاک ہیں'' (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یوم الحج الاکبر سے مرد یوم نحر ہے (3)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عید الاضحیٰ کے دن خطبہ دیا۔ اور فرمایا آج کا دن قربانی کا دن ہے۔ آج کا دن حج اکبر کا دن ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو جحیفہ سے روایت کیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا حج اکبر کے دن سے مراد یوم نحر ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے (6)۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا الحج الاکبر سے مراد یوم نحر ہے جس میں بال کٹوائے جاتے ہیں، اس میں خون بہایا جاتا ہے (قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں) اور اسی میں حرام کردہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں (یعنی وہ چیزیں جو احرام باندھنے کے سبب حرام ہو جاتی ہیں یوم نحر کو احرام کھل جانے کے بعد وہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں) (7)

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: یوم الحج الاکبر سے مراد وہ دن ہے جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ مل کر حج ادا کیا (یعنی آپ امیر الحج تھے اور آپ نے لوگوں کو خطبہ حج دیا) (8)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ کے بارے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک سال تھا جس میں مسلمانوں اور مشرکین نے تین دنوں میں حج ادا کیا اور یہود و نصاریٰ نے تین دنوں میں اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 85، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 435، قدیمی کتب خانہ کراچی
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 379 (15115)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 4۔ ایضاً (15115) 5۔ ایضاً (15116)
6۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 378 (15106) 7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 85
8۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 215 (6894)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

متفقہ طور پر مسلمانوں، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا حج چھ دنوں میں ہوا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عون رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یوم الحج الاکبر کے بارے پوچھا؟ تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد وہ دن ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج اور اہل ملل کا حج باہم مل گئے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے زمانہ میں فرمایا: یہ حج اکبر کا سال ہے۔ فرمایا: مسلمانوں کا حج اور مشرکین کا حج لگا تار تین دنوں میں جمع ہو گئے ہیں۔ پس مسلمانوں، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا حج مسلسل تین دنوں میں جمع ہو گیا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اس سال سے پہلے یہ اس طرح جمع نہیں ہوا اور نہ ہی قیامت قائم ہونے تک اس کے بعد جمع ہوگا۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے حج اکبر کے بارے سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے کہا: تمہیں اور حج اکبر کو کیا ہے؟ یہ اس سال تھا جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا نائب بنایا اور آپ نے لوگوں کو حج پڑھایا۔ اس میں مسلمان اور مشرکین سب اکٹھے تھے اس لیے اس کا نام حج اکبر رکھا گیا اور یہود و نصاریٰ کی عید باہم موافق ہو گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ سے مراد یوم نحر کے بعد متصل دوسرا دن ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ امام اس میں خطبہ دیتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ کا دن) کو فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو الصہباء البکری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حج اکبر کے دن کے بارے پوچھا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ یوم عرفہ ہے۔

امام ابو عبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یوم عرفہ حج اکبر کا دن ہے۔ یہ فخر و مباہاۃ کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتوں میں اہل زمین کے بارے اظہار فخر فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے وہ میرے پاس پراگندہ حال اور غبار آلود ہو کر آئے ہیں وہ میرے ساتھ ایمان لائے ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ضرور بہ ضرور ان کی مغفرت فرماؤں گا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت معقل بن داؤد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عرفہ کے دن

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا یہ حج اکبر ہے تو حج اصغر کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: رمضان المبارک میں عمرہ کرنا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے حج اکبر کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حج اکبر یوم نحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہا جاتا ہے عمرہ بھی حج اصغر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ کی تفسیر میں ابوخیوہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ مشرکین سے بری ہے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے بری ہے۔

امام ابوبکر محمد بن قاسم انباری نے کتاب الوقف والا بتداء میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے تاریخ میں ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک اعرابی آیا: اور کہا: کون مجھے وہ پڑھائے گا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے؟ تو اسے ایک آدمی نے پڑھایا اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ اس نے رَسُوْلُهٗ کا لفظ جر یعنی زیر کے ساتھ پڑھا۔ تو اعرابی نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہو گیا تو میں بھی اس سے بری ہو جاؤں گا، جب اعرابی کی یہ گفتگو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ نے اسے بلایا اور کہا: اے اعرابی! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بری الذمہ ہو جائے گا؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! میں مدینہ طیبہ آیا اور میں قرآن کریم نہیں جانتا تھا۔ تو میں نے پوچھا: مجھے کون پڑھائے گا؟ ایک آدمی نے مجھے یہ سورۂ برأت پڑھائی اور اس نے پڑھا اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ تو میں نے کہا: اگر اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہو گا تو میں بھی اس سے بری ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اعرابی! یہ اس طرح نہیں ہے۔ اس نے استفسار کیا: اے امیر المومنین! یہ کیسے ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ تو پھر اعرابی نے کہا: قسم بخدا! میں بھی اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے برأت کا اظہار فرمایا ہے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم صادر فرما دیا عالم لغت کے سوا لوگوں کو کوئی نہ پڑھائے اور آپ نے ابوالاسود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے علم نحو وضع کیا۔

ابن الانباری نے عباد مہلبی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوالاسود دوئلی نے ایک آدمی کو وَ رَسُوْلُهٗ کے الفاظ کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: میں یہ وسعت اور صلاحیت رکھتا ہوں کہ ایسے اصول وضع کروں جن کے سبب ایسی غلطی کی اصلاح ہو جائے یا اسی مفہوم کا کوئی کلام انہوں نے فرمایا۔ رہا یہ ارشاد خداوندی وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ تو اس کے بارے ابن ابی حاتم نے محمد بن مسہر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا، کیا بشارت مکروہ اور ناپسندیدہ شے کے بارے ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔

إِلَّا الَّذِينَ عَٰهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْـًٔا وَلَمْ يُظَٰهِرُوا۟ عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوٓا۟ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۴﴾

''بجز ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے نہ کمی کی تمہارے ساتھ ذرہ بھر اور نہ انہوں نے مدد کی تمہارے خلاف کسی کی۔ تو پورا کرو ان سے ان کا معاہدہ ان کی مدت (مقررہ) تک۔ بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو''۔

امام ابن ابی حاتم نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس میں مشرکین سے مراد قریش کے وہ مشرک ہیں جن سے حدیبیہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا تھا۔ یوم نحر کے بعد چار ماہ تک ان کی مدت باقی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے اس معاہدے کی مدت کو پورا کریں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت محمد بن عباد بن جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ مشرکین بنی بکر بن کنانہ سے بنو خزیمہ بن عامر ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْـًٔا۔ الآیہ۔ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر مشرکین اپنا عہد توڑ دیں اور وہ دشمن پر غلبہ پالیں تو ان کے لیے کوئی معاہدہ نہیں۔ اگر وہ اس عہد کو پورا کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان قائم ہے اور وہ آپ پر غلبہ پانے کی کوشش نہ کریں تب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ آپ ان کے عہد کو قائم رکھیں اور اسے پورا کریں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ فَأَتِمُّوٓا۟ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ کے بارے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بنی مدلج اور خزاعہ کا ایک معاہدہ تھا۔ تو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ارشاد فرمایا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنو ضمرہ اور بنو مدلج بنی کنانہ میں سے دو قبیلے ہیں بنی تبیع سے ہونے والے غزوۂ عسرہ میں یہ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْـًٔا پھر انہوں نے اپنے عہد کو دھوکہ کرتے ہوئے توڑا نہیں۔ وَلَمْ يُظَٰهِرُوا۟ اور نہ ہی انہوں نے تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ فَأَتِمُّوٓا۟ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ تو ان کا معاہدہ ان کی اس مدت مقررہ تک پورا کرو جس کی تم نے ان کے لیے شرط لگائی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ان چیزوں کے بارے ڈرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کی ہیں اور وہ عہد کو پورا کرتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ساتھ بھی معاہدہ نہیں کیا۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ انہیں اور گرفتار کرو انہیں اور گھیرے میں لے لو انہیں اور بیٹھو ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ۔ پھر اگر یہ توبہ کرلیں اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو ان کا راستہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اشہر حرام سے مراد چار مہینے ہیں ذوالحجہ کے بیس دن، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے بیس دن۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اشہر حرام سے مراد ذوالقعدہ کے دس دن، ذوالحج اور محرم ہیں اور یہ ستر راتیں ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اشہر حرام سے مراد وہی چار ہیں جن کے بارے یہ فرمایا فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ (براۃ:2)

ابن منذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اشہر حرام کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان یوم نحر کے بعد چار ماہ کا معاہدہ ہوا تھا۔ ان کے لیے تو ان کے عہد کی بقیہ مدت تھی اور جن کا کوئی عہد نہیں تھا ان کے لیے محرم گزرنے کی مہلت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو حکم فرمایا: جب یہ مدت گزر جائے تو آپ ان سے حل وحرم اور بیت اللہ کے پاس بھی قتال کریں یہاں تک کہ وہ یہ شہادت دیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: کتاب اللہ میں ہر آیت جس میں حضور نبی کریم ﷺ اور مشرکین میں سے کسی کے درمیان معاہدے کا ذکر ہے اس کے اور ہر قسم کے عہد کے منسوخ ہونے کی مدت سورۂ برأت ہے کیونکہ فرمایا خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وَاحْصُرُوْهُمْ کا معنی ہے ان پر حالات تنگ کردو اور وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ کا معنی ہے کہ تم انہیں نہ چھوڑو کہ وہ شہروں میں پھرتے رہیں اور نہ ہی تم انہیں تجارت کے لیے نکلنے دو۔

ابن ابی حاتم نے ابوعمران جونی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کتاب اللہ میں رباط (چھاؤنی یا دشمن کے مقابلہ کے لیے لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کی جگہ) کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ کا حکم منسوخ ہو گیا اور اس میں استثناء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اور مزید فرمایا وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ (التوبہ: 7)

امام ابن ماجہ، محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں، بزار، ابویعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ربیع بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی دنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی، تو وہ اس حال میں جدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا دین وہی ہے جو رسل عظام لے کر آئے اور انہوں نے باتوں کی تیزی اور خواہشات کے اختلاف سے قبل اپنے رب کی جانب سے اس کی تبلیغ فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے جو اس آیت کے آخر میں نازل ہوا: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ فرمایا ان کی توبہ سے مراد بتوں کو توڑنا (ان کی پوجا پاٹ کو چھوڑنا) اور اپنے رب کی عبادت کرنا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس آیت نے اہل مکہ کے خون کو حرام قرار دیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ ایک مسلمان جن پر زکوٰۃ ہے ایک مشرک جن پر جزیہ ہے اور ایک گروہ حربیوں کا ہے جنہیں تجارت کے لیے پناہ اور امن دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے مال کا عشر (چنگی) ادا کریں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت مصعب بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا پھر طائف کی جانب چلے گئے اور ان کا آٹھ یا سات دن تک محاصرہ کیا، پھر صبح و شام سفر کیا، پھر ایک جگہ نزول فرمایا، پھر دوپہر کے وقت سفر کیا، پھر فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے لیے فرط ہوں اور میں اپنی اہل بیت کے بارے تمہیں بھلائی اور خیر کی وصیت کرتا ہوں۔ تم سے ملاقات حوض پر ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور بہ ضرور نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے یا تمہاری طرف میں اپنی جانب سے کوئی آدمی بھیجوں گا یا وہ میری طرح ہی ہوگا اور وہ ان میں سے قتال کرنے والوں کی گردنیں مار دے گا اور ان کی اولادوں کو قید کر لے گا۔ پس لوگوں نے خیال کیا کہ وہ ابوبکر ہے یا عمر رضی اللہ عنہما تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: وہ یہ ہے۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

ابن سعد نے عبدالرحمٰن بن ربیع ظفری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ

نے ایک انتہائی شجاع اور بہادر آدمی کی طرف قاصد بھیجا کہ اس سے صدقہ وصول کیا جائے۔ پس وہ قاصد اس کے پاس پہنچا تو اس نے اسے واپس لوٹا دیا۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی طرف جاؤ۔ اگر وہ اپنا صدقہ نہ دے تو اسے قتل کر دو۔

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

''اور اگر کوئی شخص مشرکوں میں سے پناہ طلب کرے آپ سے تو پناہ دیجیے اسے تاکہ وہ سنے اللہ کا کلام پھر پہنچا دیجیے اسے اس کی امن گاہ میں۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ وہ ایسی قوم ہیں جو (قرآن کو) نہیں جانتے کیونکر ہو سکتا ہے (ان عہد شکن) مشرکوں کے لیے کوئی معاہدہ اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس۔ تو جب تک وہ قائم رہیں تمہارے معاہدے پر تم بھی قائم رہو ان کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پرہیز گاروں سے''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ جو فیصلہ اس کے خلاف کیا جا رہا ہے اگر وہ اس کے موافق نہ ہو اور وہ اس کا قصد کرتا ہو تو اسے اس کی امن گاہ میں پہنچا دیجیے۔ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اسے حکم دیا ہے جس کسی نے کسی مشرک کو امن دینے کا ارادہ کیا کہ اگر وہ اسے قبول کر لے تو پھر ٹھیک ہے ورنہ وہ اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ اسے قبول کر لے اور حکم دیا کہ وہ ان پر ان کی اس حالت پر مال خرچ کریں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَلٰمَ اللّٰهِ سے مراد کتاب اللہ ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استثناء کی اور پھر اسے منسوخ کرتے ہوئے کہا: وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ اس کلام اللہ سے مراد آپ کا کلام قرآن کریم ہے۔ پس اسے پناہ دو۔ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے شہر کی امن گاہ میں پہنچ جائے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ نے کہا: ایک آدمی آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کا

کلام سنے اور اس کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ اسلام قبول کرے تو یہ وہی ہے جس کی طرف دعوت دی گئی ہے اور اگر وہ انکار کرے اور اس کا اقرار نہ کرے تو اسے اس کی امن گاہ تک لوٹا دو۔ پھر اس حکم کو منسوخ کرتے ہوئے فرمایا وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (التوبۃ:36)

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں قریش کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ سے مراد قریش ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین میں سے بعض لوگوں نے معاہدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف بنی ضمرہ بن بکر اور کنانہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام کے پاس ان سے معاہدہ کیا اور اس کی مدت چار مہینے مقرر فرمائی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا: اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اس میں فرمایا جا رہا ہے جب تک انہوں نے آپ کا عہد پورا کیا سو تم بھی ان کا عہد پورا کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے مراد بنو خزیمہ بن فلاں ہیں۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا معاہدہ حدیبیہ کے دن ہوا۔ اور فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ قائم نہیں رہے اور انہوں نے تمہارا معاہدہ توڑ دیا اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلفاء بنی خزاعہ کے خلاف قریش کے حلفاء بنی بکر کی اعانت و مدد کی۔

كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾

"کیونکر (ان کے معاہدہ کا لحاظ رکھا جائے) حالانکہ اگر وہ غالب آ جائیں تم پر تو نہ لحاظ کریں تمہارے بارے میں کسی رشتہ داری کا اور نہ کسی عہد کا۔ راضی کرنا چاہتے ہیں تمہیں (صرف) اپنے منہ (کی باتوں) سے اور انکار کر رہے ہیں ان کے دل اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اِلًّا وَّ لَا سے مراد اللہ عزوجل ہے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اِلًّا وَّ لَا سے مراد اللہ ہے۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا کہ مجھے قول باری

تعالیٰ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً کے بارے بتایئے تو آپ نے فرمایا اِلًّا وَّلَا سے مراد قرابت اور رشتہ داری ہے اور ذمہ سے مراد عہد ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ کیا عرب اس معنی کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو اس طرح کہتے نہیں سنا۔

جَزَى اللّٰهُ اِلًّا كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ جَزَاءَ ظَلُوْمٍ لَا يُؤَخِّرُ عَاجِلًا

''خبردار سنو! میرے اور ان کے درمیان رشتہ قائم ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جزاء عطا فرمائے، اس ظالم کی جزاء کی طرح جس میں تاخیر نہیں کی جاتی''۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب الوقف والا بتداء میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ نافع بن ازرق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم بتایئے لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً (توبہ:10) تو آپ نے فرمایا اس میں اِلًّا وَّلَا سے مراد رشتہ داری ہے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ نے اس بارے میں کہا ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّ اِلَّكَ مِنْ قُرَيْشٍ كَاِلِّ السَّقْبِ مِنْ رَّالِ النَّعَامِ

''تیری عمر کی قسم! بلاشبہ تیری رشتہ داری قریش سے اسی طرح ہے جیسے اونٹ کے نوزائیدہ بچے کا تعلق شتر مرغ کی رال سے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر لوگوں کی مذمت بیان کی ہے۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

''انہوں نے بیچ دیں اللہ کی آیتیں تھوڑی سی قیمت پر۔ (مزید برآں) روکا انہوں نے (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے۔ بے شک وہ بہت برا تھا جو وہ کیا کرتے تھے نہیں لحاظ کرتے کسی مومن کے حق میں کسی رشتہ داری کا اور نہ کسی وعدہ کا۔ اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب نے اپنے حلیفوں کو کھانا کھلایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء کو چھوڑ دیا۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ

نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

''پس اگر یہ توبہ کرلیں اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں دین میں۔ اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں (اپنی) آیتیں اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ لات وعزیٰ کو چھوڑ دیں اور یہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

''اور اگر یہ لوگ توڑ دیں اپنی قسمیں اپنے معاہدہ کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین پر تو جنگ کرو کفر کے پیشواؤں سے۔ بے شک ان لوگوں کی کوئی قسمیں نہیں ہیں۔ (ایسوں سے جنگ کرو) تاکہ یہ لوگ (عہد شکنی سے) باز آجائیں''۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اَیْمَانَهُمْ** سے مراد ان کے عہد اور وعدے ہیں (یعنی اگر یہ لوگ اپنے وعدے توڑ دیں)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم ﷺ کو فرما رہا ہے کہ اگر وہ اس عہد کو توڑ دیں جو آپ کے اور ان کے درمیان ہے تو پھر ان سے قتال کرو کیونکہ وہ کافروں کے سردار اور ائمہ ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: **اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ** سے مراد ابوسفیان بن حرب، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام اور سہیل بن عمرو ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اور رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا قصد کیا (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: **اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ** سے مراد ابوسفیان ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد سرداران قریش ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: **اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ**

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 03-102 داراحیاء التراث العربی بیروت

میں سے ابوسفیان بن حرب بھی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ سے مراد الدیلم ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ لوگوں نے آپ کے پاس یہ آیت ذکر کی ہے تو آپ نے کہا: اس کے بعد اس آیت کے اہل میں سے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن وہب نے فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ کے ضمن میں کہا ہے کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: اس آیت کے اصحاب میں سے تین کے سوا کوئی باقی نہیں اور منافقین میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں۔ تو ایک اعرابی نے عرض کی: بلاشبہ تم تو حضرت محمد ﷺ کے اصحاب ہو، ہمیں ان امور کے بارے بتایئے جنہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے گھروں کو پھاڑتے ہیں اور ہماری نفیس اور قیمتی چیزیں چرالیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ فاسق لوگ ہیں۔ ہاں ان میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ انہیں میں سے ایک وہ شیخ کبیر ہے کہ اگر وہ ٹھنڈا پانی پیے تو اس کی ٹھنڈک کو محسوس نہ کرے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان لوگوں میں تھے جنہیں آپ نے شام کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم عنقریب ایک قوم کو پاؤ گے جن کے سر مونڈے ہوئے ہوں گے۔ پس تم تلواروں کے ساتھ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ کو مار دو۔ قسم بخدا! اگر میں ان میں سے ایک آدمی کو قتل کر دوں تو وہ میرے نزدیک ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے ستر افراد قتل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ کا معنی ہے کہ ان کا کوئی عہد نہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی کہا: لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ کا معنی ہے ان لوگوں کا کوئی عہد نہیں (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم بخدا! جب سے یہ آیت نازل ہوئی اس کی اہل میں سے کوئی قتل نہیں کیا گیا: وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ۔ الآیہ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد کا گزر خوارج میں سے ایک آدمی کے پاس ہوا تو خارجی نے حضرت سعد کو کہا: یہ ائمہ کفر میں سے ہے۔ تو جواباً حضرت سعد نے فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے، میں نے ائمہ کفر کے ساتھ قتال کیا ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 183 (4557)، دارالفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 103

بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

’’کیا نہیں جنگ کرو گے تم اس قوم کے ساتھ جنہوں نے توڑ ڈالا اپنی قسموں کو اور ارادہ کیا انہوں نے رسول کو نکال دینے کا اور انہیں نے آغاز کیا تھا تم پر (زیادتی کا) پہلی مرتبہ۔ کیا تم ڈرتے ہو ان سے (سنو!) اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو، اگر ہو تم (سچے) ایمان دار جنگ کرو ان سے، عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے اور رسوا کرے گا انہیں اور مدد کرے گا تمہاری ان کے مقابلے میں اور (یوں) صحت مند کر دے گا اس جماعت کے سینوں کو جو اہل ایمان ہے اور (یوں) دور فرما دے گا غصہ ان کے دلوں کا۔ اور اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے‘‘۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ **اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ** کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس میں قوماً سے مراد وہ قریش ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے حلفاء کے ساتھ قتال کیا اور آپ ﷺ کو نکال دینے کا قصد کیا۔ انہوں نے گمان کیا کہ ہجرت کا ساتواں یعنی حدیبیہ کا سال حضور نبی کریم ﷺ کے عمرہ کرنے کا سال ہے۔ تو انہوں نے اپنے دلوں میں یہ فیصلہ کیا کہ جب وہ مکہ میں داخل ہوں گے تو وہ آپ ﷺ کو وہاں سے نکال دیں گے۔ پس یہی ان کا آپ ﷺ کو نکالنے کا قصد تھا۔ بنی خذاعہ نے اس میں ان کی اتباع اور پیروی نہ کی۔ پس جب حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے چلے گئے تو قریش نے خذاعہ کو کہا: تم نے ہمیں آپ کو نکالنے سے اندھا کر دیا؟ لہٰذا انہوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کے کئی آدمیوں کو قتل کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ آیت **قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ** بنی خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے **وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ** کے ضمن میں فرمایا ہے کہ بنی خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ **وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ** کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہ بنی خزاعہ ہیں، ان کے سینے بنی بکر سے صحت مند ہوں گے اور **وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ** کے بارے کہا: کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ بنی بکر نے انہیں (بنی خذاعہ کو) قتل کیا اور قریش نے ان کی امداد کی۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہ آیت بنی خذاعہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے مکہ مکرمہ میں بنی بکر کے ساتھ جنگ شروع کی۔

امام ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا: حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان صلح ہوئی۔ اس میں یہ تھا کہ اگر کوئی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ اور عہد میں داخل ہونا چاہے تو وہ اس میں داخل ہو جائے اور جو قریش کے ساتھ معاہدہ اور عقد میں داخل ہونا چاہے وہ اس میں داخل ہو جائے۔ تو اس میں بنی خزاعہ تیزی سے اٹھے اور انہوں نے کہا: ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و پیمان میں داخل ہوں گے۔ بنو بکر اچھلے تو انہوں نے کہا: ہم قریش کے عقد و عہد میں داخل ہوتے ہیں۔ پس وہ سترہ یا اٹھارہ مہینے پرسکون انداز میں ٹھہرے رہے۔ بعد ازاں وہ بنی بکر جو قریش کے عہد و پیمان میں شامل ہوئے تھے انہوں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و پیمان میں شامل ہونے والے بنی خزاعہ کے پانی پر قبضہ کر لیا۔ پانی کے اس مقام کو وتیر کہا جاتا ہے جو کہ مکہ مکرمہ کے قریب واقع ہے۔ قریش نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے بارے میں علم نہیں ہوگا۔ یہ رات کا وقت ہے، کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ہتھیاروں اور اسلحہ کے ساتھ ان کی معاونت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کینہ اور بغض رکھتے ہوئے ان کے ساتھ باقاعدہ قتال میں شریک ہوئے۔ چنانچہ عمرو بن سالم اسی وقت سوار ہوا جو نہی خزاعہ اور بنی بکر کے مابین وتیر کا معاملہ پیش آیا، یہاں تک کہ وہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ پہنچا اور اس نے آ کر چند اشعار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا   حَلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَتْلَدَا

"اے پروردگار! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور ان کے آباء و اجداد کا قدیم معاہدہ یاد دلاتا ہوں"۔

قَدْ كُنْتُمْ وُلْدًا وَكُنَّا وَالِدًا   ثُمَّتَ اَسْلَمْنَا وَلَمْ نَنْزَعْ يَدًا

"اے محمد اور آل محمد! تم ہماری ہی نسل ہو اور ہمارے اندر کے لوگ تمہیں جننے والے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اسلام اختیار کیا اور اپنا ہاتھ نہیں کھینچا"۔

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا هِنْدًا   وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَأْتُوا مَدَدًا

"پس اللہ آپ کو ہدایت دے، آپ ہماری فوری مدد فرمائیے اور اللہ کے بندوں کو بلائیے کہ وہ ہماری کمک کے لیے حاضر ہو جائیں"۔

فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا   اِنْ شِئْتُمْ حُسْنًا فَوَجْهُهٗ بَدْرٌ بَدَا

"ان بندگان خدا میں اللہ کے رسول موجود ہیں جو واحد و منفرد ہستی رکھتے ہیں اگر تم حسن و جمال (دیکھنا) چاہو تو آپ کا چہرہ بدر منیر بن کر ظاہر ہوا ہے"۔

فِیْ فَيْلَقٍ كَالْبَحْرِ يَجْرِیْ مُزْبِدًا   اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا

''اس وقت وہ لشکر عظیم کے ساتھ جھاگ اچھالتے ہوئے سمندر کی طرح سامنے آجاتے ہیں۔ یقیناً قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے''۔

وَنَقَضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا وَزَعَمُوْا اَنْ لَيْسَ تَدْعُوْا اَحَدَا

''انہوں نے آپ کے ساتھ کیے گئے پختہ وعدہ کو توڑ دیا ہے۔ اور انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ آپ کسی کو نہیں بلائیں گے''۔

فَهُمْ أَذَلُّ وَ أَقَلُّ عَدَدَا قَدْ جَعَلُوْا لِيْ بِكَدَاءَ رَصَدَا

''پس وہ ذلیل ہیں اور تعداد میں بہت کم ہیں اور مقام کداء میں میرے لیے لوگوں کو گھات میں بٹھایا ہے''۔

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدَا وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّسُجَّدَا

''انہوں نے وتیر پر شب خون مارا جب ہم سوئے پڑے تھے اور رکوع و سجود کی حالت میں ہمیں قتل کیا''۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو بن سالم! تیری مدد کر دی گئی۔ ابھی وہی حالت تھی کہ آسمان پر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ بادل بنی کعب کی مدد کرنے کی شہادت دے رہا ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور ان پر اپنے خروج کے محل کو مخفی رکھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی کہ آپ کی خبر کو قریش پر مخفی رکھے۔ یہاں تک کہ آپ ان کے شہروں میں ان تک جا پہنچیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

''کیا تم یہ خیال کر رہے ہو کہ تمہیں (یونہی) چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی تک پہچان نہیں کرائی اللہ نے ان کی جو جہاد کریں گے تم میں سے اور جنہوں نے نہیں بنایا بغیر اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے (کسی کو اپنا) محرم راز۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو تم کرتے ہو''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں میرے باپ نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ انہیں بغیر آزمائش کے چھوڑ دے گا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَلِيْجَةً کا معنی دین کے علاوہ اہل و عیال میں سے خواص افراد ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَلِيْجَةً کا معنی مہربانی اور رحمت کرنے والا ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۖۚ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

''نہیں ہے روا مشرکوں کے لیے کہ وہ آباد کریں اللہ کی مسجدوں کو حالانکہ وہ خود گواہی دے رہے ہیں اپنے نفسوں پر کفر کی۔ یہ وہ (بدنصیب) ہیں ضائع ہو گئے جن کے تمام اعمال اور (دوزخ کی) آگ میں ہی یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں صرف وہی آباد کر سکتا ہے اللہ کی مسجدوں کو جو ایمان لایا ہو اللہ پر اور روز قیامت پر اور قائم کیا نماز کو اور ادا کیا زکوٰۃ کو اور نہ ڈرتا ہو اللہ کے سوا کسی سے۔ پس امید ہے کہ یہ لوگ ہو جائیں ہدایت پانے والوں سے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مشرکین کو مسجد سے روکتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس پر ایمان لایا اور پانچ وقت کی نماز قائم کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (الاسراء) فرماتے ہیں کہ بلاشبہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور وہی مقام شفاعت ہے۔ قرآن کریم میں عَسٰى کا لفظ وجوب اور اثبات کے لیے ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسْجِدَ اللّٰهِ اور کہا: بے شک وہ صرف ایک ہی مسجد ہے۔

امام ابن منذر نے حضرت حماد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن کثیر کو یہ حروف پڑھتے ہوئے سنا ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسْجِدَ اللّٰهِ یعنی مشرکین کے لیے روا نہیں کہ وہ صرف اللہ کی مسجد کو آباد کریں۔

امام احمد، عبد بن حمید، دارمی، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ مسجد میں آتا رہتا ہے تو اس کے ایمان کی شہادت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ(2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 108، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5، صفحہ 65 (2617) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس نے نماز کی اذان سنی پھر اس کا جواب نہ دیا اور مسجد میں آیا اور نماز پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ۔ الآیہ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے: میں اہل زمین کو عذاب دینے کا قصد کرتا ہوں۔ پھر جب میں اپنے گھروں کو آباد کرنے والوں، میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں اور سحری کے وقت استغفار کرنے والوں کی طرف دیکھتا ہوں، تو ان سے اسے پھیر لیتا ہوں۔ ''اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ: اِنِّيْ لَاَهُمُّ بِاَهْلِ الْاَرْضِ عَذَابًا، فَاِذَا نَظَرْتُ اِلٰى عُمَّارِ بُيُوْتِيْ، وَالْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ، صَرَفْتُ عَنْهُمْ''

امام عبد الرزاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت معمر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے قریش کے ایک آدمی سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے نزدیک میرے وہ بندے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہیں جو میری رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور وہ جو میری مساجد کو آباد کرتے ہیں اور وہ جو سحری کے وقت استغفار کرتے ہیں۔ وہی وہ لوگ ہیں کہ جب میں اپنی مخلوق کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں، تو ان کا ذکر کرتا ہوں اور اپنی مخلوق سے اپنا عذاب پھیر دیتا ہوں۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بزار اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اے میرے بھائی! چاہیے کہ مسجد تیرا گھر ہو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راحت وسکون اور پل صراط سے رب کریم کی رضا کی طرف گزرنے کی ضمانت دی ہے جن کے گھر مساجد ہیں۔

امام عبد الرزاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہا جاتا ہے مسلمان کا لباس (حسن) صرف تین چیزوں میں ہے ایک مسجد میں جسے وہ آباد کرتا ہے یا گھر میں جہاں وہ رہتا ہے یا پھر اپنے رب کے فضل سے رزق تلاش کرنے میں۔

امام ابو بکر عبد الرحمٰن بن قاسم بن فرج ہاشمی رحمہ اللہ اپنے جز میں جو کہ ابومسہر کے نسخہ سے مشہور ہے، حضرت ابوادریس خولانی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مساجد عظیم اور قابل تکریم لوگوں کی مجالس ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک مساجد کے لیے اوتاد ہیں، ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں، اگر وہ غائب ہوں تو وہ انہیں تلاش کرتے ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو وہ ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر انہیں کوئی حاجت ہو تو وہ ان کی مدد کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: مسجد میں بیٹھنے والا تین حالتوں میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے، وہ ایسا بھائی ہے جس سے استفادہ کیا جاتا ہے یا وہ ایسا کلمہ ہے جو پختہ اور مضبوط ہے یا وہ ایسی رحمت

ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے(1)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر مساجد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ ان کی زیارت کرنے والے کو عزت و تکریم سے نوازے(2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے خبر دی ہے کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جو اس کی زیارت کے لیے ان میں آئے وہ اسے عزت و تکریم سے نوازے۔

امام بزار، ابویعلی، طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آسمان سے آفت (عذاب) نازل کیا جائے تو اسے مساجد کو آباد کرنے والوں کے سبب پھیر دیا جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: بلاشبہ مساجد کے اوتاد ہیں اور وہ انہیں آباد کرنے والے (لوگ) ہیں۔ ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں جب کبھی وہ غائب ہوں تو ملائکہ انہیں تلاش کرتے ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو ملائکہ ان کی بیمار پرسی کرتے ہیں اور اگر کوئی انہیں حاجت ہو تو وہ ان کی مدد کرتے ہیں۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن عدی رحمہما اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسجد سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے جد امجد رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے ہمیشہ مسجد کی طرف آنا جانا رکھا تو وہ ایسے بھائی کو پالیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ ایسا علم پاتا ہے جو انتہائی عمدہ اور اعلیٰ ہے اور ایسا کلمہ پالیتا ہے جو اسے ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے اور ایسا کلمہ پاتا ہے جو اسے ردی اور مہمل کام سے پھیر دیتا ہے اور وہ حیاء اور خشیت کے سبب گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے یا وہ نعمت کو پالیتا ہے یا رحمت منتظرہ کو پالیتا ہے(3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ مسجد میں آیا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا ہے۔ اور جس کی زیارت کی جائے اس پر یہ حق ہے کہ وہ زائر کو تکریم سے نوازے۔ ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے الزہد میں یہی روایت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کی ہے(4)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 134 (2025) دارالفکر بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 171 (10324) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 88 (2750)
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 254 (6139)

فرمایا: راتوں کی تاریکی میں چلنے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی بشارت دے دو۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو آدمی رات کی تاریکی میں مساجد کی طرف چل کر گیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے نور عطا فرمائے گا (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا رات کے وقت اندھیرے میں مساجد کی طرف چل کر جانے والوں کو بشارت دے دو کہ قیامت کے دن انہیں نور کے منبر عطا ہوں گے، جب لوگ گھبرا رہے ہوں گے تو اس وقت ان پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی (2)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح و شام مسجد کی طرف آنا جانا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے میں سے ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم کہا کرتے تھے کہ مسجد شیطان سے بچاؤ کے لیے مضبوط قلعہ ہے۔

امام طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔ وہ اہل آسمان کے لیے اسی طرح روشن دکھائی دیتی ہیں جیسے اہل زمین کے لیے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں (4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس سے زیادہ وسیع گھر بنائے گا۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت بشر بن حیان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ آئے اور ہم مسجد تعمیر کر رہے تھے۔ وہ ہمارے پاس ٹھہرے اور سلام فرمایا اور پھر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس کسی نے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس سے افضل و اعلیٰ گھر جنت میں بنائے گا (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بزار رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اگرچہ وہ اس گڑھے کی طرح ہو جو سنگخوار انڈے دینے کے لیے بناتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا (6)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد بنائی اور اس سے ریاء اور شہرت کا ارادہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا (7)۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 149 (2084) دار الفکر بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 142 (7633) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 178 (7739)
4۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 113 (1947) دار الفکر بیروت
5۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 88، (213)
6۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 111 (1937)
7۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 224 (7889)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مال حلال سے اس لیے ایک گھر تعمیر کیا کہ وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں موتیوں اور یاقوت سے ایک گھر بنائے گا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد بنائی اگرچہ وہ کونج کے انڈے دینے کے گڑھے کی مثل ہی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے مسجد بنائی تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل بنائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مساجد بناؤ اور انہیں غیر کے تصرف سے محفوظ جگہ بناؤ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کثیر تعداد میں مساجد بنائیں اور عزت وشرف والے شہر تعمیر کریں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں ایسی مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے جس پر کنگرے بنائے گئے ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مساجد کثیر تعداد میں ہیں اور لوگوں کی عزت وشرف زمانے کی جدت وایجاد میں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ کہا جاتا ہے لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں وہ مساجد بنائیں گے اور ان کے ساتھ فخر کریں گے اور انہیں پہچاننے والے قلیل ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مساجد کی عمارت کو بہت بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اپنی مساجد کی زیب وآرائش اس طرح کرو گے جس طرح یہود ونصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو آراستہ کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اپنی مساجد کی زیب وآرائش کرو گے اور اپنے مصاحف کو زیورات سے آراستہ کرو گے تو پھر تم پر ہلاکت اور بربادی ہو گی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے مسند الشامیین میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 111 (1940) دار الفکر بیروت

مکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں قندیل (چراغ) لٹکائی، ستر ہزار فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور جب تک وہ قندیل روشن رہی وہ اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

امام سلیم رازی رحمہ اللہ نے الترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد میں چراغ روشن کیا، جب تک اس کی روشنی اس مسجد میں رہے ملائکہ اور حاملین عرش اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

امام ابوبکر الشامی نے اپنی رباعیۃ میں اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے "مساجد بناؤ اور ان سے کوڑا کرکٹ باہر نکال دو" میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا ہے: "مسجد سے کوڑا کرکٹ باہر نکالنا حورعین کا مہر ہے۔" مزید میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے بھی سنا ہے کہ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ وہی مساجد ہیں جو راستوں میں بنائی جاتی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہی مساجد ہیں جو راستوں میں بنائی جاتی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں مدینہ طیبہ کے راستوں میں سے ایک راستہ سے گزرا۔ تو آپ ﷺ نے پکی اینٹوں کا بنا ہوا ایک قبہ دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کس کا ہے؟ میں نے عرض کی: یہ فلاں کا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تعمیر اپنے مالک پر قیامت کے دن بھاری ہوگی سوائے مسجد کی تعمیر کے۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے گزرے تو وہ قبہ نہ دیکھا۔ پوچھا: اس کے ساتھ کیا کیا گیا؟ میں نے عرض کی: جو ارشاد آپ نے فرمایا تھا وہ اس کے مالک تک پہنچا، تو اس نے اسے گرا دیا، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے(1)۔

امام احمد نے الزہد میں اور حکیم ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اہل زمین کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں۔ پھر جب میں قرآن کے ہم نشینوں، مساجد کو آباد کرنے والوں اور فرزندان اسلام کی طرف دیکھتا ہوں تو میرا غضب ٹھنڈا ہو کر سکون میں بدل جاتا ہے۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 220، دار صادر بیروت

هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ⑳

''کیا تم نے ٹھہرا لیا ہے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے (والے) کو اس شخص کی مانند جو ایمان لے آیا اللہ پر اور روز قیامت پر اور جہاد کیا اس نے اللہ کی راہ میں۔ وہ نہیں یکساں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے بہت بڑا ہے (ان کا) درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں''۔

امام مسلم، ابوداؤد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے منبر شریف کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ تھا، تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے سوا کوئی عمل نہ کروں۔ دوسرے نے کہا: بلکہ مسجد حرام کو آباد کرنے کے سوا (کوئی عمل نہ کروں) ایک اور نے کہا: بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ان اعمال سے بھی افضل ہے جن کا ذکر تم نے کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے منبر شریف کے پاس اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ فرمایا سنو جب تم نماز جمعہ پڑھ لو گے تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر ان اعمال کے بارے استفسار کروں گا جن میں تم نے اختلاف کیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ ...... تا ...... وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین نے کہا بیت اللہ کو آباد کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام کرنا ایمان لانے اور جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ وہ حرم پاک کے ساتھ فخر کرتے تھے اور وہ اس بات پر خوب اپنی برتری اور تکبر کا اظہار کرتے تھے کہ وہ اہل حرم ہیں اور اسے آباد کرنے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے تکبر کرنے اور ان کے اعراض کرنے کا ذکر کیا اور مشرکین میں سے اہل حرم کے بارے فرمایا: قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۝ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝ (المومنون) ''(وہ وقت یاد کرو) جب ہماری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں اور تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جایا کرتے تھے غرور و تکبر کرتے ہوئے (پھر صحن حرم میں) تم داستان سرائی کیا کرتے تھے اور قرآن کی شان میں بکواس کیا کرتے تھے''۔ یعنی وہ حرم پاک کے ساتھ غرور تکبر کیا کرتے تھے اور وہاں قصے کہانیاں بیان کرتے تھے اور قرآن کریم اور نبی مکرم ﷺ کے بارے غلیظ گفتگو کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا اور نبی مکرم ﷺ کی معیت میں جہاد کرنا، مشرکین کے بیت اللہ کو آباد کرنے اور پانی پلانے کا انتظام کرنے سے کہیں بہتر اور افضل ہے۔ شرک کے ہوتے ہوئے ان کے لیے کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفع بخش نہیں اگرچہ وہ اس کے گھر کو آباد کرتے رہیں اور اس کی خدمت بجالاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا يَسْتَوٗنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 109، دار احیاء التراث العربی بیروت

عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یعنی وہ لوگ جن کا یہ گمان ہے کہ وہ بیت اللہ کو آباد کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے شرک کے سبب انہیں ظالم قرار دیا ہے تو بیت اللہ شریف کو آباد کرنا انہیں کسی قسم کا فائدہ اور نفع نہیں پہنچا سکتا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب غزوۂ بدر میں قید ہوئے تو انہوں نے کہا: اگر تم اسلام قبول کرنے، ہجرت اور جہاد کرنے میں ہم سے سبقت لے چکے ہو، تو ہم بھی مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور ہم خدام کو آزادی دلاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ...... الآیہ۔ یعنی ان کا یہ عمل حالت شرک میں ہے اور میں حالت شرک میں اس عمل کو قبول نہیں کرتا (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ یہ آیت حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان دونوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی ہے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما دونوں کے مابین تنازعہ ہوا۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں حضور نبی کریم ﷺ کا چچا ہوں اور تم آپ ﷺ کے چچا کے بیٹے ہو اور میں حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے والا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرات علی، عباس، عثمان اور شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے ہی اس بارے میں کلام کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے قول بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا: اگر تم مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرتے۔ تو انہوں نے جواب دیا: کیا میں ہجرت سے افضل کام نہیں کر رہا؟ کیا میں حاجیوں کو پانی نہیں پلاتا ہوں اور مسجد حرام کو آباد نہیں کرتا ہوں؟ تب یہ ارشاد نازل ہوا: اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ پر افضل واعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے۔

امام فریابی رحمہ اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں آئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے چچا جان! کیا آپ ہجرت نہیں کریں گے؟ کیا آپ ﷺ کے ساتھ آکر سکونت اختیار نہیں کریں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں مسجد حرام کو آباد کرتا ہوں اور بیت اللہ شریف کی دربانی کرتا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 109 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 110

ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ الآیہ۔ آپ نے ایک قوم سے ان کے نام لے کر کہا: کیا تم ہجرت نہیں کرو گے؟ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کر نہیں ملو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہم اپنے بھائیوں، خاندان کے افراد اور اپنے گھروں میں مقیم رہیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ...... الآیہ (التوبۃ:24)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ طلحہ بن شیبہ، حضرت عباس اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اظہار فخر کیا۔ پس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بیت اللہ شریف کا مالک ہوں، میرے پاس اس کی چابی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حاجیوں کو پانی پلانے والا اور اس پر قائم رہنے والا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے میں نہیں جانتا۔ تحقیق میں نے لوگوں سے پہلے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے اور میں جہاد کرنے والا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ مکمل آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مسلمان حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ان ساتھیوں کے پاس آئے جنہیں بدر کے دن قیدی بنایا گیا اور انہیں شرک کے سبب عار دلانے لگے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! کیا ہم مسجد حرام کو آباد نہیں کرتے رہے ہیں اور خدام کی گردنیں آزاد نہیں کرتے رہے ہیں، بیت اللہ شریف کی حفاظت نہیں کرتے رہے ہیں اور حاجیوں کو پانی نہیں پلاتے رہے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ مکمل آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور صاحب البیت شیبہ دونوں بیٹھے اور اپنے مفاخر بیان کرنے لگے۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: میں تجھ سے اشرف واعلیٰ ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں، اپنے باپ کا وصی ہوں اور حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ پھر شیبہ نے کہا: میں تم سے افضل واعلیٰ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے گھر اور اس کے خاندان پر اس کی جانب سے امین ہوں۔ کیا اس نے تجھے اس طرح امین بنایا ہے جیسے اس نے مجھے امین بنایا ہے؟ تو اتنے میں ان دونوں کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ آپہنچے ان دونوں نے جو کچھ کہا تھا، دونوں نے اس کے بارے آپ کو آگاہ کیا۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم دونوں کی نسبت زیادہ شرف وعزت والا ہوں۔ کیونکہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو ایمان لایا اور ہجرت کی۔ پس وہ تینوں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چل پڑے اور آپ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ تو وہ واپس چلے گئے۔ پھر چند دنوں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور ان پر عشر کے آخر تک یہ آیت پڑھی۔

ابو الشیخ نے ابو حمزہ سعدی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے پڑھا: اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 110　2۔ ایضاً

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ کی تفسیر میں فرمایا: انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ پانی پلانے والوں اور دربانی کا پیشہ کرنے والوں کو بلائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم انہیں نہ بلاؤ کیونکہ تمہارے لیے اسی میں بہتری اور بھلائی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سبیل سے پانی پیتا ہوں کیونکہ وہ سنت ہے۔ اور ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں: کیونکہ وہ بھی حج کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔

امام بخاری، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سبیل کے پاس تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فضل! اپنی ماں کے پاس جاؤ اور اس کے پاس سے رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی لاؤ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پلاؤ۔ تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ وہ اپنے ہاتھ اس میں مارتے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پلاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے پیا اور پھر آب زمزم کے پاس آئے اور وہ وہاں پانی پلانے لگے اور کام کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم عمل کرو۔ کیونکہ تم صالح اور نیک کام کر رہے ہو۔ اگر تم غالب نہ آئے تو میں اتروں گا یہاں تک کہ اس پر رسی رکھ دوں گا۔ آپ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے اور ہمارے موالی کے لیے اذان، بنی ہاشم کے لیے پانی پلانا اور بنی عبدالدار کے لیے دربانی مقرر فرمائی۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ سے پوچھیے کیا ہم آپ کے لیے وہ پانی لے آئیں جسے ہاتھوں نے مس نہ کیا ہو۔ تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ پس انہوں نے مجھے سیراب کیا اور آپ ﷺ کو پانی پلایا۔ پھر آب زمزم کے پاس آئے اور فرمایا: میرے لیے اس میں سے ایک ڈول نکالو۔ پس انہوں نے ان سے ایک ڈول نکالا۔ تو آپ نے اس سے کلی فرمائی پھر وہ (پانی) اسی میں پھینک دیا۔ پھر فرمایا: تم دوبارہ نکالو۔ پھر فرمایا: بلاشبہ تم عمل صالح میں مشغول ہو پھر فرمایا: اگر تم اس پر غالب نہ آگئے تو میں اس پر اتروں گا اور تمہارے ساتھ ڈول نکالوں گا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن تمام رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا: تمہارا اس کشمش کی نبیذ کے بارے کیا خیال ہے جو تم لوگوں کو پلاتے ہو۔ کیا تم اسے سنت سمجھتے ہو یا اس لیے کہ تم اسے شہد اور دودھ کے مقابلہ میں آسانی سے پا لیتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ لوگوں کو پلا رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی پلائیے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہلکی سی نبیذ منگوائی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے تھوڑی سی لے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 642 (1747)، دارالکتب العلمیہ بیروت

کرنوش فرمائی۔ پھر فرمایا تم نے یہ بہت اچھا کیا، اسے کرتے رہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے لیے دودھ اور شہد کی سبیل لگانا رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے بڑھ کر باعث مسرت نہیں "اَحْسَنْتُمْ هٰكَذَا فَافْعَلُوْا"۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: آل عباس کی سبیل سے پیو کیونکہ یہ سنت ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے **اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ** کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد آب زمزم ہے۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ازرقی نے تاریخ مکہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ سب سے اول رسول اللہ ﷺ کے جد امجد حضرت عبد المطلب کے بارے یہ ذکر کیا گیا کہ قریش اصحاب فیل سے بھاگتے ہوئے حرم پاک سے نکل گئے۔ آپ اس وقت نوجوان تھے۔ آپ نے کہا: قسم بخدا! کسی غیر سے عزت اور قوت طلب کرنے کے لیے میں تو اللہ تعالیٰ کے حرم سے باہر نہیں نکلوں گا۔ چنانچہ آپ بیت اللہ شریف کے پاس بیٹھ گئے اور قریش نے آپ سے مہلت مانگ لی۔ تو اس وقت آپ نے کہا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رِحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكَ　لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَضَلَالُهُمْ عَدْوًا مَحَالَكَ

اے اللہ! بلاشبہ انسان اپنی سواری کی حفاظت کرتا ہے سو تو بھی اپنے حرم پاک کے مال ومتاع کی حفاظت فرما۔

پس آپ حرم پاک میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں اور ان کے لشکر کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر قریش لوٹ آئے اور ان میں آپ کے اعلیٰ صبر اور محارم اللہ کی تعظیم و تکریم کے باعث آپ کا مقام ورتبہ انتہائی بڑھ گیا۔ آپ اسی حال میں تھے کہ آپ کے گھر آپ کا بڑا بیٹا پیدا ہوا۔ یعنی حارث بن عبد المطلب۔ اور آپ نے اس کی جوانی کو پالیا حضرت عبد المطلب نے خواب دیکھا اور آپ کو کہا گیا شیخ اعظم کا چھپا ہوا زمزم کھودو۔ تو آپ بیدار ہو گئے۔ اور دعا مانگی اے اللہ! میرے لیے ظاہر کر دے۔ پھر دوسری بار کوئی خواب میں آیا اور آپ کو بتایا گیا: میں نے تمہارے لیے گوبر اور خون کے درمیان سرخ پتھروں کے سامنے چیونٹیوں کی بلوں میں کوے کے کھودنے کی جگہ اسے کھود دیا ہے۔ پس حضرت عبد المطلب اٹھے اور چل پڑے۔ یہاں تک کہ مسجد حرام میں جا کر بیٹھ گئے اور مقرر کردہ نشانیوں کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ پس ایک گائے ذبح کرنے کے لیے لائی گئی اور وہ ذبح کرنے والے کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اپنے آپ کو بچانے کے لیے بھاگتی رہی۔ یہاں تک کہ مسجد میں چشمہ زمزم کے جگہ پر اس پر موت غالب آ گئی۔ اسی جگہ اس گائے کو ذبح کر دیا گیا۔ جب اس نے گوشت اٹھا لیا، تو کوا آیا اور اس کے گوبر کے اوپر آ گرا اور اس نے چیونٹیوں کی بل کو کھودا۔ پس یہ دیکھ کر حضرت عبد المطلب اٹھے اور وہاں سے کھودنے لگے۔ اتنے میں آپ کے پاس قریش آ گئے اور آپ سے کہنے لگے: یہ کیا کر رہے ہو، ہم تم پر جہالت کا عیب نہیں لگا سکتے۔ تم ہماری مسجد میں کنواں نہ کھودو؟ تو حضرت عبد المطلب نے جواب دیا: میں یہ کنواں ضرور کھودوں گا اور وہ مجاہد ہو گا جس نے مجھ اس سے روکا۔ چنانچہ آپ اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر کھدائی میں شروع رہے۔ اس وقت حارث کے سوا آپ کا کوئی بیٹا

نہیں تھا۔اس وقت قریش کے بعض لوگوں نے ان دونوں کو بے وقوف کہنا شروع کر دیا اور ان سے جھگڑنے لگے اور لڑنا شروع کر دیا اور قریش کے بعض افراد نے اس سے روکنے کی کوشش کی، کیونکہ وہ آپ کی نسبی آزادی، صداقت اور ان کے دین کے بارے میں آپ کی محنت و کوشش سے خوب واقف و آگاہ تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے کھدائی ممکن بنالی اور آپ پر اذیت و تکلیف بھی شدید ہوگئی۔تو آپ نے نذر مانی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو ان میں سے ایک کو قربان کریں گے پھر آپ اسے کھودتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وہ تلواریں پائیں جو چشمہ زمزم کو بند کرتے وقت اس میں دفن کی گئی تھیں۔پس جب قریش نے دیکھا کہ انہیں تلواریں ملی ہیں۔تو کہنے لگے: اے عبدالمطلب! جو کچھ آپ نے پایا ہے اس میں سے ہمیں بھی عطا کیجئے۔تو حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا: یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تلواریں ہیں۔پس آپ کھودتے رہے یہاں تک کہ مٹی سے پانی نکلنے لگا اور اتنا چشمہ ابلنے لگا کہ سارا پانی باہر نہیں نکالا جا سکتا تھا۔پھر آپ نے اس پر ایک حوض تعمیر کیا اور آپ اپنے بیٹے کے ہمراہ ڈول نکال نکال کر اس حوض کو بھر دیتے اور حاجی اس سے پانی پیتے تھے۔قریش کے بعض لوگ حسد کی بنا پر اسے توڑ دیتے تھے اور حضرت عبدالمطلب صبح کے وقت اسے پھر درست کر دیتے اور اس کی مرمت کر دیتے تھے۔جب انہوں نے اکثر حوض کو خراب کرنا شروع کر دیا تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے رب سے دعا مانگی پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کو کہا گیا: ''کہو اے اللہ! میں اس پانی کو غسل کرنے والے کے لیے حلال قرار نہیں دیتا۔البتہ پینے والوں کے لیے حلال اور شفا ہے، پھر میں ان کے لیے کافی ہوں''۔پس حضرت عبدالمطلب اٹھے جب کہ قریش نے مسجد میں اختلاف کر دیا اور آپ نے ان کلمات سے دعا مانگی جو خواب میں دیکھے تھے۔پھر واپس لوٹ آئے۔پھر قریش میں سے جس کسی نے بھی آپ کا حوض خراب کرنے کی کوشش کی اس کا جسم بیماری میں مبتلا ہو گیا یہاں تک کہ انہوں نے آپ کا حوض اور اس سے پانی پینا چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے عورتوں سے شادی کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس بیٹوں کی ایک جماعت عطا فرمائی۔تو انہوں نے رب کریم کی بارگاہ میں التجاء کی: اے اللہ! بلاشبہ میں نے تیری خوشنودی کے لیے ان میں سے ایک بیٹا قربان کرنے کی نذر مانی تھی۔اب میں ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں جسے تو چاہے گا میں اسے قربانی کر کے اپنی نذر پوری کر دوں گا۔سو آپ نے بیٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو حضرت عبداللہ کے نام پر قرعہ نکلا۔یہ آپ کے انتہائی محبوب اور لاڈلے بیٹے تھے۔تو پھر حضرت عبدالمطلب نے رب کریم کی بارگاہ میں التجاء کی: اے اللہ! تیرے نزدیک عبداللہ زیادہ پسند ہے یا سو اونٹوں کی قربانی؟ چنانچہ پھر آپ نے حضرت عبداللہ اور سو اونٹوں کے مابین قرعہ اندازی کی۔تو قرعہ سو اونٹوں کے حق میں نکلا۔تو حضرت عبدالمطلب نے انہیں ذبح کر کے اپنی نذر پوری کر دی۔

امام ازرقی اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حضرت عبدالمطلب نے کہا: میں مقام حجر میں سویا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: زمزم کا کنواں کھودو۔تو میں نے کہا: زمزم کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: نہ اس کا سارا پانی نکالا جا سکے گا اور نہ اسے کم کیا جا سکے گا اور قرۃ النمل کے پاس حاجیوں کا انبوہ کثیر اس سے سیراب ہوگا۔آپ نے کہا: جب اس کی کیفیت آپ پر ظاہر ہوگئی اور اس نے اس کے محل وقوع پر

بھی آپ کی راہنمائی کر دی اور آپ نے یہ بھی پہچان لیا کہ اس نے سچ کہا ہے تو دوسرے دن آپ نے کسی لی اور اپنے بیٹے حارث کو بھی اپنے ساتھ لیا اور اسے کھودنا شروع کر دیا۔ اس وقت حارث کے سوا آپ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ پس حضرت عبد المطلب کے لیے پتھروں سے چنا ہوا بہت بڑا کنواں ظاہر ہوا۔ تو قریش نے پہچان لیا کہ اس نے اپنے مدعا کو پا لیا ہے۔ چنانچہ آپ کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور کہا: اے عبد المطلب! یہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔ بے شک اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ پس ہمیں بھی اس میں اپنے ساتھ شریک کر لو؟ تو آپ نے جواب دیا: میں کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ معاملہ تم سے پہلے انہیں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور تم میں سے یہ مجھے عطا کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ انصاف کیجئے۔ کیونکہ ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ہم تمہارے ساتھ جھگڑا کریں گے۔ آپ نے فرمایا: میرے اور اپنے درمیان جو تم چاہتے ہو کرو۔ میں تمہارے ساتھ محاکمہ کروں گا۔ انہوں نے کہا: سعد ہذیل میں ایک کاہنہ ہے۔ آپ نے کہا: ہاں۔ وہ شام کے اشراف اور معززین میں سے تھی۔ پس حضرت عبد المطلب اور آپ کے ساتھ بنی عبد مناف کی ایک جماعت سوار ہوئی اور قریش کے ہر خاندان سے ایک جماعت سوار ہوئی۔ راستے کی زمین بیابان تھی، پانی ناپید تھا، یہاں تک کہ جب وہ حجاز اور شام کے درمیان ایک صحراء میں تھے تو حضرت عبد المطلب اور آپ کے ساتھیوں کا پانی ختم ہو گیا اور انہیں اتنی شدید پیاس لگی کہ انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے اپنے ساتھ والے قریشی قبائل کے افراد سے پانی طلب کیا۔ تو انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور کہا: بے شک ہم اس صحرا میں ہیں جہاں ہمیں اپنی ذاتوں کو وہی تکلیف اور مصیبت پہنچنے کا خدشہ ہے جو آپ کو آ پہنچی ہے۔

پس جب حضرت عبد المطلب نے وہ رویہ دیکھا جو قوم نے آپ کے ساتھ اپنایا اور وہ خوف ملاحظہ کیا جو آپ کو اپنی ذات کے بارے اور آپ کے ساتھیوں کو لاحق تھا۔ تو آپ نے فرمایا: تم کیا رائے رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم آپ کی رائے کی اتباع کے سوا کوئی رائے نہیں رکھتے۔ لہٰذا آپ ہمیں جو چاہیں حکم فرمائیں تو آپ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ تم میں سے ہر آدمی اپنے لیے گڑھا کھود لے، کیونکہ ابھی تم میں قوت موجود ہے تا کہ جب بھی کوئی آدمی مر جائے تو اس کے ساتھی اسے اس کے اپنے گڑھے میں دفن کر دیں اور اسے مٹی ڈال کر چھپا دیں۔ یہاں تک کہ تم میں سے آخر میں صرف ایک آدمی رہ جائے۔ پس ایک آدمی کو ضائع کرنا پوری جماعت کو ضائع کرنے سے آسان ہے۔ سب نے کہا: جو آپ نے ارادہ کیا ہم نے سن لیا۔ چنانچہ ان میں سے ہر آدمی اٹھ کر اپنے لیے گڑھا کھودنے لگا۔ پھر وہ بیٹھ گئے اور پیاس کی شدت کے سبب موت کا انتظار کرنے لگے۔ بعد ازاں حضرت عبد المطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا: قسم بخدا! اس طرح اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے آپ کو گڑھوں میں پھینک دینا اپنے لیے کوئی حیلہ تلاش کرنے سے عجز کا اظہار ہے۔ حالانکہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی اور شہر سے پانی عطا فرمائے۔ اس لیے کوچ کرو۔ چنانچہ وہ سفر کے لیے مکمل طور پر تیار ہو گئے۔ ان کے ساتھ جو قریش تھے وہ ان کے سب اعمال بغور دیکھ رہے تھے۔ پس حضرت عبد المطب اٹھ کر اپنی سواری (اونٹنی) کی طرف چل کر گئے تا کہ اس پر سوار ہوں۔ تو جونہی آپ کی سواری اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت عبد المطلب اور آپ کے

ساتھیوں نے تکبیر بلند کی اور پھر اتر کر آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے بھی خوب سیر ہو کر وہ پانی پیا حتی کہ اپنے مشکیزے بھی بھر لیے پھر اپنے دیگر قریشی قبائل کے افراد کو بھی بلایا اور فرمایا آجاؤ پانی کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے سیراب فرمایا ہے۔ لہٰذا تم بھی پیو اور اپنے مشکیزے بھر لو۔ یہ دیکھ کر ان جھگڑا کرنے والے قبائل نے آپ سے کہا: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلاف آپ کے حق میں فیصلہ فرمادیا ہے۔ قسم بخدا! ہم زمزم کے بارے میں آپ سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ پس اپنے پانی پلانے کے مقام کی جانب بڑی خوشی کے ساتھ لوٹ چلیے۔ پھر آپ بھی اور آپ کے ساتھ وہ بھی لوٹ آئے اور اس کا ہنہ تک نہ پہنچے اور وہ زمزم اور آپ کے درمیان سے ایک طرف ہو گئے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ماجہ، عمر بن شبہ، فاکہانی نے تاریخ مکہ میں، طبرانی نے الاوسط میں، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابوزبیر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے مفید ہے جس کے لیے وہ پیا جائے (1)۔

امام المستغفری رحمہ اللہ نے الطب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر اس شے کے لیے (مفید ہے) جس کے لیے اسے پیا جائے، جس نے مرض کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے گا، جس نے بھوک کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے سیر کر دے گا اور جس نے کسی حاجت کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمادے گا۔

امام دینوری رحمہ اللہ نے المجالسہ میں حمیدی رحمہ اللہ سے اور یہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کے شیخ ہیں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم ابن عیینہ کے پاس تھے تو انہوں نے ہمارے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے تو مجلس سے ایک آدمی اٹھ کر گیا اور پھر لوٹ کر آیا۔ تو اس نے کہا: اے ابو محمد! آب زمزم کے بارے میں جو حدیث آپ نے ہمیں بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کیوں نہیں؟ تو اس آدمی نے جواب دیا: میں نے ابھی زمزم کا ایک ڈول پیا ہے اس ارادہ پر کہ تم سو حدیثیں مجھے بیان کرو گے۔ تو حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا تو آپ نے سو حدیثیں بیان فرمادیں۔

امام فاکہانی رحمہ اللہ نے تاریخ مکہ میں عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ حج کیا۔ جب انہوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت پڑھیں۔ پھر زمزم کے پاس سے گزرے درآنحالیکہ آپ صفا کی جانب باہر جا رہے تھے تو انہوں نے فرمایا: اے غلام! میرے لیے اس سے ایک ڈول نکالو۔ چنانچہ اس نے ڈول نکالا اور آپ پینے لگے اور اسے اپنے چہرے پر بھی انڈیلا۔ پھر یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے وہ پیا جائے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 357، دار صادر بیروت

نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر اس مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے پیا جائے (1)۔

امام حافظ ابوالولید بن دباغ نے فوائد میں، بیہقی اور خطیب رحمہم اللہ نے تاریخ میں حضرت سوید بن سعید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ وہ آب زمزم کے پاس آئے اور اپنا برتن بھر لیا پھر قبلہ کی طرف منہ کیا اور یہ کہا: اے اللہ! میں ابوالموالی کا بیٹا ہوں۔ ابن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم کا پانی اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے اور میں یہ پانی قیامت کے دن کی پیاس کے لیے پی رہا ہوں۔ پھر آپ نے وہ پانی پی لیا (2)۔

امام حکیم ترمذی نے ابوالزبیر کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''زمزم کا پانی اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے'' حکیم نے کہا: میرے باپ نے مجھے بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے ایک تاریک رات میں طواف شروع کیا اور مجھے پیشاب کی شدید حاجت محسوس ہوئی۔ میں اسے روکنے لگا یہاں تک کہ اس نے مجھے بہت تنگ کر دیا۔ مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں مسجد سے نکلا تو میں کسی گندگی میں جا گروں گا۔ وہ حج کے ایام تھے۔ تو اتنے میں مجھے یہ حدیث یاد آ گئی۔ چنانچہ میں زمزم کے پاس گیا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ تو صبح تک وہ تکلیف مجھ سے دور ہو گئی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سطح زمین پر سب سے بہتر اور اچھا پانی زمزم ہے۔ اس میں کھانے کے حاجت مند کے لیے کھانا اور غذائیت بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، فاکہانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم بہترین پانی ہے جس کا علم ہوتا ہے، بہترین کھانا ہے جو کھایا جاتا ہے اور بیماری کے لیے شفا ہے (4)۔

امام ترمذی، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ آپ بوتلوں میں زمزم کا پانی اٹھائے رکھتی تھیں اور یہ ذکر کرتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریضوں پر انڈیلتے تھے اور انہیں پلاتے تھے (5)۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے مسند الفردوس میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔

امام دارقطنی، حاکم رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم کا پانی اسی مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے پیا جائے۔ پس اگر تو اسے شفا حاصل کرنے کے لیے پیے گا تو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تجھے شفا عطا فرمائے گا اور اگر تو

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 481 (4127) دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 482 (4128)
3۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 98 (11167) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 482 (4130)
5۔ ایضاً (4129)

اسے پناہ طلب کرنے کے لیے پیئے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے پناہ عطا فرما دے گا اور اگر تو اس لیے پیے گا کہ تیری پیاس ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پیاس کو ختم فرما دے گا اور اگر تو اس لیے پیے گا کہ تو سیر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تجھے سیر فرما دے گا۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی عزیمت ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سبیل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آب زمزم پیتے تو اس طرح دعا کرتے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ'' (اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء کی التجاء کرتا ہوں)(1)

امام عبدالرزاق، ابن ماجہ، طبرانی، دارقطنی، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عثمان بن الاسود رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا۔ تو آپ نے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے زمزم پینا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تو اسے اس طرح پی جیسے اسے پینا چاہیے۔ اس نے پوچھا: اے ابن عباس! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: جب تو اسے پینے لگے تو منہ قبلہ شریف کی طرف کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرنا (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا) اور تین سانسوں میں پینا اور خوب سیر ہو کر پینا۔ اور جب فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان یہ نشانی ہے کہ وہ ماء زمزم سے سیر نہیں ہوں گے (2)۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زمزم کے چبوترہ پر تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول کا حکم دیا پھر آپ نے اپنے لیے کنویں سے ایک ڈول نکالا اور اسے کنویں کے کنارے پر رکھا۔ پھر آپ نے ڈول کے نیچے کی جانب اپنا دست مبارک رکھا۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر اس میں سے ایک گھونٹ پیا اور لمبی سانس نکالی اور اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا الحمد للہ۔ پھر دعا کی اور پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک گھونٹ اس سے پیا اور لمبی سانس لی مگر یہ پہلے کی نسبت کم تھا۔ پھر سر اوپر بلند کیا اور کہا الحمد للہ۔ پھر دعا مانگی اور کہا بسم اللہ۔ پھر ایک گھونٹ پیا اور وہ دوسرے کی نسبت تھوڑا کم تھا۔ پھر سر اوپر اٹھایا اور کہا الحمد للہ۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان علامت یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی خوب سیر ہو کر اس سے نہیں پیا۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمزم کے پانی سے اپنی پسلیوں کو بھرنا (یعنی خوب سیر ہو کر پینا) نفاق سے برأت ہے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے انصار کے ایک آدمی سے اور اس نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان علامت یہ ہے کہ وہ زمزم کے پانی سے ایک ڈول نکالیں اور اسے خوب سیر ہو کر پئیں۔ اور منافق کبھی بھی اس سے سیر ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: زمزم کے پانی سے پسلیوں

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 646(1739) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 112(9111) بیروت

کوبھرنا نفاق سے برأت ہے اور یہ پانی سر درد کوختم کردیتا ہے۔اس میں جھانکنا نظر کو مزید تیز کرتا ہے۔عنقریب اس پر وہ زمانہ آئے گا کہ یہ نیل اور فرات سے زیادہ میٹھا اور ذائقہ دار ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ، ازرقی اور فاکہانی رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں کتاب اللہ (قرآن کریم) میں پاتا ہوں کہ زمزم خوش ذائقہ خوراک ہے اور بیماری کے لیے شفاء ہے۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور اور ازرقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس مکہ مکرمہ میں وہب بن منبہ آئے اور وہ بیمار ہو گئے۔ ہم ان کی عیادت کے لیے آئے تو دیکھا کہ ان کے پاس زمزم کا پانی پڑا ہے۔ ہم نے کہا: اگر آپ کو میٹھے اور خوش ذائقہ پانی کی طلب ہو۔ کیونکہ یہ پانی تو بھاری اور سخت ہے۔ تو انہوں نے کہا: میں پینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ میں غیر کو اس سے نکال دوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں وہب کی جان ہے! بے شک کتاب اللہ میں ہے کہ اس سے بخل کیا گیا ہے اور کتاب میں یہ ہے کہ یہ خوش ذائقہ کھانا ہے اور بیماری کے لیے شفا ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں وہب کی جان ہے! جو بھی اس کا قصد کرتا ہے اور اس سے اتنا پیتا ہے کہ اس کی پسلیاں بھر جاتی ہیں تو یہ بیماری کو نکال دیتا ہے اور اسے بیماری کے لیے شفا بنایا گیا ہے (1)۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بالیقین ہم بئر زمزم کو مضنونہ پاتے ہیں کیونکہ اس کے سبب تم سے بخل کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے جنہوں نے اس کا پانی پیا، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ یہ خوش ذائقہ کھانا ہے اور بیماری کے لیے شفا ہے۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، سعید بن منصور، ازرقی اور حکیم ترمذی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: زمزم کا پانی ہر اس مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے پیا جائے۔ اگر تو اسے پیتے وقت شفا کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے شفا عطا فرمائے گا اگر پیاس بجھانے کی نیت سے پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے سیراب کردے گا اگر تو بھوک مٹانے کے لیے اسے پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے سیر کردے گا اور یہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی ایڑی سے بننے والا گڑھا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک سبیل ہے (2)۔

امام بقیہ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: لوگوں میں بہترین وادی وادی مکہ ہے اور ہند کی وہ وادی ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اترے۔ یہ خوشبو جو تم لگاتے ہو یہ وہیں سے لائی جاتی ہے اور لوگوں میں سب سے بری وادی وادیٔ احقاف ہے اور حضر موت کی وادی ہے جسے برہوت کہا جاتا ہے۔ اور لوگوں میں بہترین کنواں بئر زمزم ہے اور سب سے برا کنواں بئر برہوت ہے۔ اسی کے پاس کفار کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اخیار کی نماز پڑھنے کی جگہ میں نماز پڑھو اور ابرار کے پانی میں سے پیو۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 117 (9121) المکتب الاسلامی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 118 (9124)

کی گئی اخیار کی جائے نماز کون سی جگہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میزاب رحمت کے نیچے۔ پھر عرض کی گئی ابرار کا پانی کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زمزم کا پانی۔

امام ازرقی نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا: میں نے سنا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے: زمین میں بہترین پانی زمزم کا پانی ہے اور زمین میں سب سے خراب اور ناپسندیدہ پانی برہوت کا پانی ہے۔ برہوت حضرموت کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: ایلیاء اور زمزم دونوں متعارف ہیں۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ بن خالد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ایک رات تقریبا نصف رات کے وقت زمزم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جماعت کو دیکھا، وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے ہے اور بیت اللہ شریف کا طواف کررہے ہیں۔ میں نے ان کے کپڑوں کی طرح سفید کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی۔ پس جب وہ فارغ ہوئے تو انہوں نے ہمارے قریب نماز پڑھی۔ پھر ان میں سے ایک نے توجہ کی اور اپنے ساتھیوں کو کہا ہمارے ساتھ چلو ہم ابرار کے پانی سے پی لیں۔ وہ اٹھے اور بئر زمزم کے پاس آئے۔ تو میں نے کہا: قسم بخدا! اگر میں اس قوم پر داخل ہوتا تو ان سے کچھ پوچھتا۔ سو میں اٹھا اور ان کے پاس آیا، تو دیکھا ان میں کوئی بھی بشر (انسان) نہیں۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ زمزم کے بارے میں انتہائی زیادہ رغبت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عیال دار اپنے اہل وعیال کے ہمراہ صبح کے وقت آتے تھے اور زمزم کا پانی پیتے تھے۔ پس یہی ان کے لیے صبح کا ناشتہ بن جاتا اور ہم زمزم کو بچوں کے لیے مدد اور تعاون شمار کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ازرقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دور جاہلیت میں زمزم کو شباعہ کا نام دیا جاتا تھا اور یہ گمان کیا جاتا تھا کہ یہ عیال دار لوگوں کے لیے انتہائی خوب مدد ہے۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ازرقی، بزار، ابوعوانہ اور بیہقی رحہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ میں آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: تو کب سے یہاں ہے؟ میں نے عرض کی: چودہ۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ میں نے کہا: تیس دن رات سے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کھانا کون کھلاتا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے پاس زمزم کے پانی کے سوا کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں۔ میں اپنے جگر پر بھوک کی شدت نہیں پاتا۔ میرے پیٹ کی سلوٹیں ٹوٹ گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ متبرک ہے، خوش ذائقہ کھانا ہے(1)۔ طیالسی نے یہ زائد بھی لکھا ہے کہ یہ بیماری کے لیے شفا ہے۔

امام ازرقی نے حضرت رباح بن اسود سے نقل کیا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ جنگل میں تھا اور مجھے مکہ میں بیچ دیا گیا پھر مجھے آزاد کردیا گیا۔ میں تین دن تک ٹھہرا رہا اور کھانے کے لیے میں نے کوئی چیز نہ پائی۔ میں اس دوران زمزم کا پانی پیتا رہا۔ ایک دن میں نے پیا۔ تو میں نے اپنے دانتوں کے درمیان سے دودھ گزرنے کا ذائقہ پایا۔ مجھے گمان ہوا شاید میں سو

1۔ صحیح مسلم شرح نووی، کتاب فضائل الصحابۃ باب 22، صفحہ 15، صفحہ 26، دار الکتب العلمیہ بیروت

گیا ہوں۔ پھر میں چل پڑا تو میں ایسے محسوس کر رہا تھا کہ میرا پیٹ دودھ سے بھرا ہوا ہے اور اس کی قوت بھی موجود ہے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ریوڑ چرایا کرتے تھے اور عبادت گزار بھی تھے۔ پس جب انہیں پیاس لگتی تو وہ آب زمزم کی چھاگل میں دودھ پاتے اور جب وضو کرنا چاہتے تو اس میں پانی پاتے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سے پہلے زمزم کے سوا تمام پانی اٹھا لے گا اور زمزم کے سوا تمام پانی نیچے دھنس جائیں گے اور زمین اپنے اندر چھپائے ہوئے سونے چاندی کو باہر پھینک دے گی۔ ایک آدمی چمڑے کے برتن میں سونا چاندی ڈال کر لائے گا اور کہے گا: یہ مجھ سے کون قبول کرے گا؟ تو اسے کہنے والا کہے گا: اگر تو کل انہیں لے کر میرے پاس آتا تو میں قبول کر لیتا۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو مسجد حرام میں دیکھا کہ آپ بئر زمزم کے اردگرد چکر لگا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ غسل کرنے والے کے لیے میں اسے حلال نہیں کروں گا۔ یہ وضو کرنے والے اور پینے والے کے لیے حلال بھی ہے اور شفاء بھی۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی حسین رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف ماء زمزم کا ہدیہ طلب کرنے کے لیے پیغام بھیجا تو انہوں نے آپ ﷺ کی طرف دو مشکیزے بھیجے۔

امام عبدالرزاق اور ازرقی ابن جریج رحمہم اللہ سے اور انہوں نے ابن ابی حسین سے جن کا نام عبداللہ ابن ابی عبدالرحمٰن ہے، سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: کہ اگر میرا گرامی نامہ رات کے وقت تجھے موصول ہو تو پھر صبح نہ ہونے دینا۔ اگر دن کے وقت موصول ہو تو پھر شام نہ ہونے دینا۔ یہاں تک کہ میری جانب زمزم کا پانی بھیج دو۔ پس انہوں نے دو مشکیزے بھرے اور ایک اونٹ پر وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیئے (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے زمزم کے پانی کا تحفہ طلب فرمایا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے صغیر اور کبیر ہونے (کمزور اور بوڑھا ہونے) یا بھوک اور پیاس کی شدت کی شکایت کی ہو۔ آپ ﷺ زمزم کا پانی نوش فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کو صبح کے وقت وہ پیش کیا جاتا اور آپ فرماتے: میں اس سے سیر ہونے کا ارادہ نہیں کرتا۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں عبادت میں سے ہیں قرآن کریم کی طرف دیکھنا، کعبہ معظمہ کی طرف دیکھنا، والدین کی زیارت کرنا، آب زمزم میں دیکھنا، یہ گناہوں اور خطاؤں کو گرا دیتا ہے اور عالم کے چہرہ کی طرف دیکھنا۔

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 119 (9127) المکتب الاسلامی بیروت

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ آپ جب زمزم کا پانی پیتے تو کہتے یہ اسی مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے میں نے پیا ہے۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی بھی زمزم کا پانی اتنا پیتا ہے کہ اس کی پسلیاں بھر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ سے بیماری کو ختم فرما دیتا ہے اور جس نے پیاس کی وجہ سے پیا وہ سیراب ہو جائے گا اور جس نے بھوک کے سبب پیا تو وہ خوب سیر ہو جائے گا۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زمزم کا پانی خوش ذائقہ کھانا ہے اور بیماری کے لیے شفاء ہے(1)۔

امام فاکہانی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جاسوسی کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔ وہ کئی راتیں وہاں مقیم رہے اور زمزم کا پانی پیتے رہے۔ جب لوٹ کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہاری گزران کیسے رہی؟ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ وہ زمزم کے پاس آتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ وہ بیماری کے لیے شفاء ہے اور خوش ذائقہ کھانا ہے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی آدمی کو تحفہ عنایت فرمانا چاہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے زمزم کا پانی پلاتے۔

امام فاکہانی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جب کوئی مہمان آتا تو آپ اسے آب زمزم کا تحفہ دیتے اور آپ نے کسی قوم کو کھانا نہیں کھلایا مگر یہ کہ آپ نے انہیں زمزم کے پانی سے سیراب کیا۔

امام ابوذر ہروی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل مکہ کے ساتھ جس کسی نے بھی مسابقت (دوڑ) میں مقابلہ کیا وہ اس سے سبقت لے گئے اور جس کسی نے ان کے ساتھ کشتی کی انہوں نے اسے بچھاڑ دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے زمزم کے پانی سے اعراض کر لیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ یہ پسند کرتے تھے کہ جب وہ بیت اللہ شریف کو الوداع کہیں تو زمزم کے پاس آئیں اور اس سے خوب پئیں۔

امام سلفی نے طیوریات میں حضرت ابن حبیب سے نقل کیا ہے کہ زمزم ابرار کا مشروب ہے اور حجر اخیار کی جائے نماز ہے۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 118 (9122) المکتب الاسلامی بیروت

" خوش خبری دیتا ہے انہیں ان کا رب اپنی رحمت اور اپنی خوشنودی کی اور (ایسے) باغات کی کہ ان کے لیے ان میں دائمی نعمت ہوگی ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس میں تا ابد۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی اجر عظیم ہے"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ پڑھا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

" اے ایمان والو! نہ بنالو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دلی دوست اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان پر اور جو دوست بناتا ہے انہیں تم میں سے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں (اے حبیب!) آپ فرمایئے اگر ہیں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار اندیشہ کرتے ہو جس کے مندے کا اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو، زیادہ پیارے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نافرمان ہے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہجرت کا حکم دیا گیا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اور بنی عبدالدار کے بھائی طلحہ نے کہا: میں کعبہ کی دربانی کے فرائض ادا کرتا ہوں۔ لہٰذا ہم ہجرت نہیں کریں گے۔ تب یہ آیت نازل کی گئی: لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مذکورہ آیت ہجرت کے بارے نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وَ اَمْوَالُ ِۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا کا معنی ہے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا کی تفسیر میں سدی کہتے ہیں اور تم کاروبار کے

مندا ہونے سے ڈرتے ہو اور اسے فروخت کردیتے ہو۔ وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ یعنی وہ محلات اور گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ کا معنی یہ ہے کہ تم انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح کے سبب اپنا حکم ہجرت لے آئے۔ یہ سب فتح مکہ سے پہلے ہوا۔

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے تو انہوں نے عرض کی: بقسم بخدا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ میری جان کے سوا ہر شے سے مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔ واللہ اعلم۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٧﴾

”بے شک مدد فرمائی تمہاری اللہ نے بہت سے جنگی میدانوں میں اور حنین کے روز بھی۔ جب کہ گھمنڈ میں ڈال دیا تھا تمہیں تمہاری کثرت نے۔ پس نہ فائدہ دیا تمہیں (اس کثرت نے) کچھ بھی اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے۔ پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے پھر نازل فرمائی اللہ نے اپنی (خاص) تسکین اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی پھر رحمت سے توجہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس کے بعد جس پر چاہے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے“۔

امام فریابی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ والی آیت اللہ تعالیٰ نے سورۂ برأت میں سے سب سے پہلے نازل فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ، سنید، ابن حرب، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سورۂ برأت میں سے مذکورہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال ہوئی اور انہیں غزوۂ تبوک کے لیے آمادہ کرلیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: اس آیت میں اس مدد و نصرت کا ذکر ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ ان پر بہت سے میدانوں میں احسان فرما تا رہا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''حنین'' مکہ اور طائف کے درمیان پانی (کا چشمہ) ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن اور ثقیف کے قبائل سے جنگ لڑی۔ ہوازن کا سردار مالک بن عوف تھا اور ثقیف کا سردار عبد یالیل بن عمر و ثقفی تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال نصف مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ ابھی اس سے زائد دن نہیں گزرے تھے کہ ہوازن اور ثقیف آگئے اور انہوں نے حنین میں پڑاؤ ڈال لیا۔ حنین ذی المجاز کے پہلو میں ایک وادی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: جب اہل مکہ اور اہل مدینہ جمع ہو گئے۔ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! اب ہم جنگ لڑیں گے کیونکہ ہمارا لشکر جرار جمع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس قول کو ناپسند فرمایا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کثرت پر فخر و مباہات کا اظہار کیا۔ پس جب ان کا آمنا سامنا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی کسی کے مقابلہ میں نہ ٹھہرا۔ حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبائل عرب کو اپنی جانب بلانا شروع کیا۔ قسم بخدا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب کوئی بھی اوپر نہ چڑھا یہاں تک آپ نے اپنی جگہ خالی کر دی اور انصار کی جانب متوجہ ہوئے اور وہ اطراف میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلایا۔ یا انصار اللہ و انصار رسولہ الی عباد اللہ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امڈ آئے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب کعبہ کی قسم: ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم بخدا! انہوں نے اپنے سر جھکا دیے اور رونے لگے: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی تلواریں چلانے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے خلاف انہیں فتح و کامرانی سے نوازا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کسی آدمی نے حنین کے دن کہا: ہم قلت تعداد کے سبب ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ بات ناگوار گزری۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ ربیع نے کہا: اس وقت اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان میں سے دو ہزار اہل مکہ تھے (1)۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، بغوی نے معجم میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابوعبدالرحمٰن فہری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم نے انتہائی شدید گرم دن میں سفر کیا، اس لیے درختوں کے سائے میں جا اترے جب سورج ڈھل گیا، میں نے اپنی زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہوئے کہا: ''اَلسَّلَام عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 123، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' یا رسول الله! صلی اللہ علیہ وسلم کوچ کا وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہوئے فرمایا: اے بلال! وہ فوراً ببول کے درخت کے نیچے سے اٹھے، اس کا سایہ انتہائی گھنا تھا۔ اور عرض کی بندہ حاضر ہے لبیک وسعدیک میں آپ پر قربان جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا میرے گھوڑے پر زین ڈالو۔ چنانچہ وہ کھجور کی چھال کے دو تکیے سے لائے جن میں اظہار تکبر وفخر نام کا نہ تھا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ بعد از اں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے اور ہم نے ان سے لڑنا شروع کر دیا۔ لیکن مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکارنے لگے: ''يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ'' اے اللہ کے بندو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور مجھے اس آدمی نے بتایا جو میری نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشت مٹی کی اٹھائی اور قوم کے چہروں کی جانب اسے پھینک دیا اور زبان سے ارشاد فرمایا ''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ......'' اور یعلی بن عطاء نے کہا ہے اور ہمیں ان کے بیٹوں نے اپنے آباء سے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا تھا مگر یہ کہ اس کی آنکھیں اور منہ مٹی سے بھر گئے اور ہم نے آسمان سے گھنٹی کی آواز اس طرح سنی جیسے لوہے کے ٹب پر لوہا لگتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دو چار کر دیا۔ ''مَابَقِيَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا امْتَلَاَتْ عَيْنَاهُ وَفَمُهٗ مِنَ التُّرَابِ'' (1)

امام طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ پس لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الٹے پاؤں بھاگ پڑے۔ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہاجرین وانصار میں سے اسی افراد باقی رہ گئے۔ ہم تقریباً اسی قدموں کے فاصلے پر کھڑے تھے۔ ہم پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگے اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور راحت نازل فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر مبارک پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند قدم چلے اور فرمایا: مجھے ایک مشت مٹی کی دیجئے۔ چنانچہ میں نے وہ مٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان (دشمن) کے چہروں پر پھینک دی۔ نتیجۃً ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں اور مشرکین پیٹھ پھیر کر الٹے پاؤں بھاگ گئے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ بنی ہوازن غزوۂ حنین کے دن عورتوں، بچوں، اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں کو ساتھ لے کر آئے اور انہوں نے انہیں بھی صفوں میں لا کھڑا کیا۔ تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی کثرت کا اظہار کریں۔ پھر مسلمانوں اور مشرکین کی جنگ شروع ہوئی۔ تو مسلمان پیٹھیں پھیر کر بھاگ نکلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ندا دی: ''يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ'' (اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں) پھر فرمایا۔ اے گروہ انصار! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 141، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 128 (2549) دار الکتب العلمیہ بیروت

شکست فاش سے دوچار کر دیا۔ حالانکہ نہ کسی نے تلوار چلائی اور نہ کسی نے نیزہ مارا(1)۔

امام عبد الرزاق، ابن سعد، احمد، مسلم، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: غزوۂ حنین کے دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ تحقیق میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس میرے اور ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب کے سوا کوئی نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ ساتھ رہے اور ہم آپ ﷺ سے جدا اور علیحدہ نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ اپنے الشہباء نامی اس خچر پر تھے جو فروہ بن معاویہ جذامی نے آپ کو بطور تحفہ اور ہدیہ پیش کی تھی۔ پس جب مسلمانوں اور مشرکین کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑانے لگے۔ میں اس کی لگام پکڑ کر اسے روک رہا تھا تاکہ وہ جلدی اور تیز رفتاری کے ساتھ نہ چلے۔ حالانکہ آپ تو مشرکین کی طرف انتہائی تیزی سے بڑھنے میں کوئی تاخیر نہیں کر رہے تھے۔ ابوسفیان بن حارث رسول اللہ ﷺ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عباس! رضی اللہ عنہ، ببول والوں کو بلاؤ، اے اصحاب البقرہ! قسم بخدا! میں ان پر انتہائی مہربان ہوں جیسا کہ گائے اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے۔ جب وہ میری آواز سنیں گے تو وہ لبیک لبیک پکارنے لگیں گے۔ پس مسلمان آ گئے اور کفار کے ساتھ ان کی جنگ شروع ہو گئی۔ آوازیں بلند ہوئیں اور وہ کہنے لگے: اے گروہ انصار، اے گروہ انصار! پھر بلاوا بنی حارث بن خزرج پر محدود ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا طویل وقت اپنے خچر پر ہی گزر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تو جنگ خوب زوروں پر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے کچھ کنکریاں اٹھائیں اور کفار کے چہروں کی جانب پھینک دیں۔ پھر ارشاد فرمایا ''اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ'' کعبہ کے رب کی قسم! وہ شکست خوردہ ہو گئے۔ پھر میں دیکھتا ہی رہا کہ اتنے میں جنگ ٹھنڈی پڑ گئی اور ایسا نہیں ہوا مگر تب ہی جب رسول اللہ ﷺ نے ان پر کنکریاں پھینکیں۔ پھر میں مسلسل دیکھتا رہا کہ ان کی دھار کند ہو گئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچار کر دیا(2)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن انصار کو بلایا اور فرمایا: اے گروہ انصار! انہوں نے جواباً عرض کی لبیک یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پوری توجہ اور تیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف آؤ۔ وہ تمہیں ایسے باغات (جنات) میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ سو وہ آ گئے اور معرکۂ حنین انہی کا ہو گیا۔ انہوں نے ہی اس جماعت کا گھیراؤ کر لیا جو متکبرانہ انداز میں کندھوں کو ہلا کر جنگ لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش سے دوچار کر دیا(3)۔

امام ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 142 (2591) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 370 (5418)
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 50 (4367)

عنہ نے کہا: جب غزوۂ حنین کے دن اہل مکہ اور اہل مدینہ باہم اکٹھے ہوئے۔ تو تعداد کی کثرت نے انہیں فخر و تکبر میں مبتلا کر دیا۔ تو ان میں سے ایک قوم (جماعت) نے کہا: قسم بخدا! آج ہم قتال کریں گے۔ لیکن جب ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور جنگ انتہائی شدید ہوگئی تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلایا اور فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ کے بندوں کی جانب آجاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تو انہوں نے عرض کی: قسم بخدا! ہم آپ کی جانب آئے۔ انہوں نے اپنے سر جھکا لیے پھر پوری قوت کے ساتھ جنگ لڑی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح سے ہمکنار کیا(1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع پر اونٹ کے بال اٹھائے اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال غنیمت عطا فرمایا ہے اس میں سے خمس کے سوا اتنی مقدار بھی میرے لیے حلال نہیں۔ پھر خمس بھی تمہیں پر لوٹا دیا جائے گا۔ لہٰذا دھاگہ اور سوئی تک سب پہنچا دو اور اس میں خیانت اور دھوکہ بازی سے بچو۔ کیونکہ قیامت کے دن یہ ایسا کرنے والے کے لیے باعث ننگ و عار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا تم پر فرض ہے۔ کیونکہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے وسیلہ سے ہر پریشانی اور غم دور فرما دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مال غنیمت ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خوشحال اور مضبوط مومنین کو چاہیے کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور ضعیف لوگوں کی جانب (مال غنیمت) لوٹا دیں(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم نے غزوۂ حنین کے دن دیکھا کہ دونوں گروہوں نے فرار اختیار کیا ہے۔ حضرت عکرمہ نے کہا: جب غزوۂ حنین ہوا تو مسلمان بھی بھاگے اور مشرکین نے بھی فرار اختیار کیا اور رسول اللہ ﷺ ثابت قدم رہے۔ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: ''انا محمد رسول اللہ ﷺ'' اور آپ ﷺ کے پہلو میں آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے اپنے چچا سے ارشاد فرمایا اے عباس آواز دو یا اھل الشجرۃ۔ (اے بیعت رضوان میں شریک ہونے والو!)۔ تو انہوں نے آواز سن کر ہر جانب سے جواب دیا: لبیک لبیک۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ آپ ﷺ پر سایہ کر لیا۔ پھر آپ ﷺ مسلسل جنگ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ظفر و کامیابی سے نوازا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن عبید اللہ بن عمیر اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ چار ہزار انصار، ایک ہزار قبیلہ جہینہ میں سے، ایک ہزار مزینہ میں سے، ایک ہزار قبیلہ اسلم میں سے، ایک ہزار غفار میں سے، ایک ہزار اشجع میں سے اور ایک ہزار مہاجرین وغیرہ موجود تھے۔ تو اس طرح آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اور آپ ﷺ بارہ ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر (حنین کی طرف) روانہ ہوئے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرمایا: وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 50 (4368) دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ ایضاً، (4370)

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا: کیا تم غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: قسم بخدا! رسول اللہ ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری۔ البتہ آپ ﷺ کے اصحاب سے نوجوان اور ان کے پیچھے کچھ تھکے ماندے لوگ نکلے۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ تو ان کا آمنا سامنا ہوازن اور بنی نضر کے تیر اندازوں کی ایک جماعت سے ہو گیا۔ ان پر تیر برسنے لگے اور وہ جو تیر بھی ان پر مارتے وہ خطا جاتے۔ پس وہاں وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے، آپ ﷺ اس وقت اپنے سفید خچر پر تھے اور آپ ﷺ کے چچا کا بیٹا ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ پھر آپ ﷺ نیچے اترے دعا کی اور مدد و نصرت کی التجاء کی (1) اور پھر کہا:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

پھر آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے صف بندی کی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد یہ ہے کہ انہیں تلوار کے ساتھ قتل کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین کے دن اپنے رسول مکرم ﷺ کی پانچ ہزار بااختیار اور مسلح ملائکہ کے ساتھ مدد فرمائی۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے انصار کو مومنین کے نام سے پکارا اور ارشاد فرمایا ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے قوم کی شکست سے پہلے دیکھا درآنحالیکہ لوگ قتل ہو رہے تھے کہ ایک سیاہ رنگ کا دھاری دار کپڑا آسمان کی جانب سے آیا اور قوم کے درمیان آ کر گر پڑا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اچانک سیاہ رنگ کی چیونٹیاں پھیل گئیں اور ان سے وادی بھر گئی۔ مجھے شک بھی نہیں تھا کہ ملائکہ علیہم السلام ہیں۔ پھر قوم شکست کھا گئی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں عذاب سے مراد ہزیمت اور شکست ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن ابزی نے کہا مذکورہ آیت میں عذاب سے مراد ہزیمت اور قتل ہے۔ اور ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ کی تفسیر میں فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف رحمت سے توجہ فرمائے گا جو غزوۂ حنین میں حضور نبی کریم ﷺ سے شکست خوردہ ہو کر بھاگے۔

امام ابن سعد، بخاری نے تاریخ میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں عبداللہ بن

1۔ صحیح مسلم، باب غزوۃ الحنین، جلد 2 صفحہ 100، قدیمی کتب خانہ کراچی

عیاض بن حارث سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ بارہ ہزار کا لشکر جرار ساتھ لے کر ہوازن آئے اور آپ نے غزوۂ بدر کے مقتولوں کی مثل غزوۂ حنین میں طائف کے لوگ قتل کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مشت اٹھائی اور وہ ہمارے چہروں پر پھینک دیئے پس ہم شکست فاش سے دوچار ہو گئے (1)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا ہم غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم دشمن کے سامنے پہنچے میں آگے بڑھا اور وہ گھاٹی پر چڑھے ہوئے تھے۔ دشمن کا ایک آدمی میرے سامنے آیا۔ تو میں نے اس پر تیر پھینکا اور وہ چھپ گیا۔ پھر اس نے جو کچھ کیا وہ میں نہیں جانتا۔ پھر میں نے قوم کی طرف دیکھا کہ اچانک وہ دوسری گھاٹی سے نکل آئے اور ان کی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ میں چادر باندھے ہوئے تھا اور میں شکست خوردہ ہو کر لوٹ پڑا۔ مجھ پر دو چادریں تھیں۔ ایک بطور ازار باندھے ہوئے تھا اور دوسری اوپر لپیٹ رکھی تھی۔ پس میری چادر کھل گئی تو میں نے ان دونوں کو اکٹھا کر لیا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگتے ہوئے گزرا۔ اس وقت آپ اپنے خچر شہباء پر سوار تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق آپ ﷺ نے ابن اکوع کو گھبراہٹ کی حالت میں دیکھ لیا تھا۔ سو جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا، آپ ﷺ خچر سے نیچے اترے۔ پھر زمین کی مٹی سے ایک مشت اٹھائی۔ پھر ان کے چہروں کی طرف اپنا رخ زیبا پھیرا۔ اور فرمایا "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" اور مٹی ان پر پھینک دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی انسان کو پیدا نہیں کیا مگر اس کی آنکھوں کو اس مشت خاک کے ساتھ بھر دیا۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے غنائم کو مسلمانوں کے مابین تقسیم فرمایا (2)۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت عمرو بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن سنگریزوں کی ایک مشت اٹھائی اور اسے ہمارے چہروں پر پھینکا۔ نتیجۃً ہم نے شکست و ہزیمت اٹھائی۔ ہماری جانب کوئی گھوڑا نہ تھا مگر یہ کہ یہ ہر پتھر اور ہر درخت شہسوار بن کر ہمیں تلاش کرنے لگا۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی اور ابن مردویہ نے یزید بن عامر سوائی سے۔ یہ حنین میں مشرکین کی جانب سے جنگ میں شریک ہوئے اور پھر اسلام لائے۔ یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن مٹی سے ایک مشت اٹھائی اور اسے مشرکین کے چہروں پر پھینک دیا اور ساتھ فرمایا "اِرْجِعُوْا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" (لوٹ جاؤ چہرے بگڑ جائیں) پس جس سے بھی کوئی دوسرا بھائی ملا وہی یہ شکایت کر رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں تنکا پڑ گیا ہے اور وہ اپنی آنکھوں کو ملنے لگا۔

امام مسدد نے مسند میں، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عبد الرحمٰن مولی ام برثن سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حنین کے دن مشرکین میں سے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ جب ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا باہم آمنا سامنا ہوا تو بکری دوہنے کی مقدار بھی وہ ہمارے سامنے کھڑے نہ ہوئے اور ہم ان پر غالب آ گئے۔ اسی اثناء میں کہ ہم انہیں پیچھے دھکیلتے جا رہے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 132 (2562) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ صحیح مسلم، باب غزوۂ حنین، جلد 2، صفحہ 101، قدیمی کتب خانہ کراچی

تھے کہ اچانک ہم ایک سفید خچر والے سے ملے اور وہی رسول اللہ ﷺ تھے۔ پس ہم نے آپ ﷺ کے پاس سفید اور خوبصورت چہروں والے مرد دیکھے۔ انہوں نے ہمیں کہا "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ اِرْجِعُوْا" پس ہم لوٹ آئے۔ اور وہی ہمارے کندھوں پر سوار ہوگئے۔ حالانکہ وہ وہی تھے (یعنی وہ ہم پر غالب آگئے اور ہم بالکل تھک ہار گئے)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کی سند سے بیان کیا ہے کہ امیہ بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے بیان کیا: مالک بن عوف رضی اللہ عنہ نے جاسوس بھیجے۔ پس وہ آپ کے پاس آئے تو ان کے جوڑ کٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا: تم ہلاک ہو تمہیں کیا ہوا؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے پاس سفید رنگ والے ایسے لوگ آئے جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ قسم بخدا! انہوں نے ہمیں مضبوط پکڑ لیا اور ہمارے ساتھ یہ کچھ ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

امام ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ بن عثمان الحجبی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ انہوں نے کہا: میں غزوہ حنین کے دن حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں نکلا۔ قسم بخدا! میں اسلام کی حالت میں نہیں نکلا تھا بلکہ اس خواہش پر نکلا تھا کہ ہوازن قریش پر غالب آجائیں۔ پھر قسم بخدا! میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا۔ جب کہ میں نے کہا: یا نبی اللہ! بے شک میں چتکبرا گھوڑا دیکھ رہا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے شیبہ! اسے کافر کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا یہاں تک کہ میں نے اپنے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو بھی زیادہ پسندیدہ اور محبوب نہ پایا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر مسلمان لڑنے لگے پس قتل ہوئے جو ہوئے پھر حضور نبی مکرم ﷺ تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لگام پکڑے ہوئے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما رکاب تھامے ہوئے تھے اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے بلند آواز لگائی: مہاجرین کہاں ہیں؟ سورۂ بقرہ والے کہاں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔ پس لوگ آنے لگے اور حضور نبی مکرم ﷺ یہ فرماتے رہے:

اَنَا النَّبِيُّ غَيْرُ كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

"پس مسلمان آئے اور انہوں نے تلواریں چلائیں اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنگ زور کے ساتھ چھڑ گئی"۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

"اے ایمان والو! مشرکین تو نرے ناپاک ہیں سو وہ قریب نہ ہونے پائیں مسجد حرام سے اس سال کے بعد۔ اور اگر تم اندیشہ کرو تنگ دستی کا تو غنی کر دے گا تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر چاہے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا دانا ہے"۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: میرے اس سال کے بعد معاہدہ کرنے والوں اور تمہارے خادموں کے سوا کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ ہونے پائیں مگر یہ کہ وہ غلام ہو یا اہل ذمہ میں سے کوئی ہو(2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نَجَسٌ کا معنی اخباث یعنی ناپاک اور پلید ہے۔ اور بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا سے مراد وہ سال ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا یہ 9 ہجری کا سال تھا۔ پھر آئندہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع ادا فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت سے لے کر اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی حج ادا نہیں فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو یہ امر مسلمانوں پر گراں گزرا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اس خراج اور اس پر نافذ شدہ جزیہ سے مستغنی کر دیا، جو وہ ان سے ہر مہینہ اور ہر سال وصول کرتے تھے اور فرمایا کہ جزیہ ادا کرنے والے یا مسلمانوں میں سے کسی کے غلام کے سوا مشرکین میں سے کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جائے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین بیت اللہ شریف کی طرف آتے تھے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء لاتے تھے اور وہاں ان کی تجارت کرتے تھے۔ جب انہیں بیت اللہ شریف میں آنے سے روک دیا گیا۔ تو مسلمانوں نے کہا: ہمارے لیے طعام کہاں سے آئے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ آپ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش نازل فرمائی۔ نتیجۃً جب مشرکین ان سے چلے گئے تو ان کی خوشحالی اور خیر میں اضافہ ہوگیا(3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا تو یہ حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر انتہائی گراں گزرا۔ اور وہ کہنے لگے ہمارا کھانا اور دیگر ساز و سامان کون لائے گا۔ تب یہ آیت وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً الآیہ نازل ہوئی(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو شیطان نے مومنین کے دلوں میں یہ وسوسہ اندازی کی کہ تم کہاں سے کھاؤ گے حالانکہ مشرکین کو روک دیا گیا ہے اور تم سے قافلوں کو منقطع کر دیا گیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل ایمان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 392، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 123، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 244 (1011) بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 122، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مومنین نے کہا: تحقیق ہم مشرکین کی منڈیوں سے اشیاء لے لیتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں اس کے عوض اپنے فضل سے غنی کر دے گا، مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ یہ آیت قرأت میں سورۂ برأت کی پہلی آیت ہے اور تاویل کے اعتبار سے آخر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کوئی مشرک پورے حرم میں داخل نہیں ہو سکتا اور پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام عبدالرزاق اور نحاس نے ناسخ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عطاء نے **فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ** کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد سارا حرم پاک ہے اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ کوئی مشرک پورے حرم میں داخل نہیں ہو سکتا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: کہ **عَيْلَةً** سے مراد فاقہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے **فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ** کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جزیہ جاریہ کے ساتھ انہیں غنی کر دیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ آپ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ وہ یہود و نصاریٰ کو مساجد میں داخل ہونے سے منع کریں اور اس میں آپ نے اس نہی کی اتباع کی: **اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ**...... الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ چونکہ مشرکین ناپاک ہیں۔ لہٰذا جو کوئی ان سے مصافحہ کرے اسے چاہیے کہ وہ پھر وضو کرے۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے مشرک سے مصافحہ کیا، اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے یا پھر اپنے ہاتھوں کو دھو لے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا۔ تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل! کس چیز نے تجھے میرا ہاتھ پکڑنے سے منع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: چونکہ آپ نے یہودی کے ساتھ ہاتھ ملایا ہے تو مجھے یہ ناپسند ہے کہ میرا ہاتھ اس ہاتھ کو مس کرے جسے کافر کے ہاتھ نے مس کیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور وضو فرمایا: پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے اسے پکڑ لیا (یعنی مصافحہ کیا)۔

امام ابن مردویہ اور سمویہ رحمہما اللہ نے فوائد میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 52 (9980) المکتب الاسلامی بیروت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان نفس کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا، کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے اور اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس کے درمیان کوئی معاہدہ ہے تو اس کے لیے معاہدہ کی مدت تک مہلت ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال فرمایا: کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا اور کوئی مسلمان جزیہ ادا نہیں کرے گا۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے آخری کلام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو ہلاک و برباد کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رہیں گے۔

امام عبد الرزاق نے ابن جریج سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ حجاز کی زمین پر کوئی یہودی و عیسائی نہ چھوڑا جائے اور لشکر اسامہ شام کی طرف چلا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبطیوں کے ساتھ خیر و بھلائی کے سلوک کی وصیت فرمائی۔ کیونکہ ان کے ساتھ قرابت کا تعلق تھا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا کہ وہ آخری کلام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہے کہ حجاز کی زمین سے یہودیوں کو اور جزیرۂ عرب سے اہل نجران کو نکال دو۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں (حیات ظاہرہ کے ساتھ) باقی رہتا تو میں ضرور بضرور مشرکین کو جزیرۂ عرب سے باہر نکال دیتا۔ پس جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین بنے تو آپ نے انہیں باہر نکال دیا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

''جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور روز قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس سال حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ساتھ عہد توڑنے کا اعلان کیا اس سال اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ۔ مشرکین تجارت کا کاروبار کرتے تھے اور مسلمان بھی اس سے فائدہ اور نفع اٹھاتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے حرام قرار دیا کہ وہ مسجد حرام کے قریب جائیں۔ تو مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ ان کی وہ تجارت ختم ہو جائے گی جس کا لین دین مشرکین کرتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ اور اس کے پیچھے دوسری آیت میں جزیہ مقرر کر دیا۔ وہ اس سے پہلے نہیں لیا جاتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جزیہ کو ان کے لیے منافع کا عوض بنا دیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرکین کے ساتھ تجارت کے کاروبار سے منع فرما کر روک دیا تھا۔ اور فرمایا: قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ تا ۔ صٰغِرُوْنَ پس مسلمان اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ پہچانیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس منافع سے افضل اور بہتر عوض عطا فرمایا ہے جو وہ مشرکین سے تجارت کا کاروبار کر کے حاصل کرتے تھے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قتال کی دو صورتیں ہیں: ایک مشرکین کے ساتھ جنگ کرنا ہے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں یا وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں اور دوسری باغیوں کے گروہ سے جنگ کرنا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔ پس جب وہ لوٹ آئیں گے تو پھر عدل وانصاف کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو غزوۂ تبوک کا حکم دیا گیا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ نے کہا: قریش اور عرب کے کفار کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی: وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ (البقرہ:193) ''اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (وفساد) اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لیے''۔ اور اہل کتاب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ تا ۔ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ ۔ تو سب سے پہلے اہل نجران نے جزیہ ادا کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے اَلْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ ہاتھ سے جزیہ دینے کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد زمین اور غلام کا جزیہ ہے، زمین اور غلام کا جزیہ ہے۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مشرکین کے لیے معافی اور درگزر کے حکم کے ساتھ یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے

ساتھ ملنے والے عربوں کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل کتاب کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ میں ان کا ذکر ہے جو توحید باری تعالیٰ کی تصدیق نہیں کرتے اور وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ یعنی شراب اور خنزیر کو وہ حرام نہیں سمجھتے اور وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ یعنی دین اسلام کو وہ قبول نہیں کرتے مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ یعنی وہ یہود و نصاریٰ جنہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مسلمانوں سے قبل کتاب عطا کی گئی اور حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُونَ میں صٰغِرُونَ سے مراد یذلون (یعنی ذلیل ورسوا ہونا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عَنْ يَّدٍ کا معنی ہے مغلوب اور مجبور ہو کر (جزیہ ادا کریں)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: عَنْ يَّدٍ کا معنی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔ کسی غیر کے ہاتھ نہ بھیجیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو سنان نے کہا: عَنْ يَّدٍ کا معنی ہے قدرت سے دینا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُونَ کے بارے فرمایا کہ اس کا معنی ہے وہ ہاتھ کے ساتھ پیچھے نہ دھکیل رہے ہوں (یعنی وہ مکے نہ مار رہے ہوں)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَّهُمْ صٰغِرُونَ کا معنی ہے اس حال میں کہ وہ پسندیدہ اور قابل تعریف نہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہیں رستم کی طرف بھیجا گیا۔ تو رستم نے ان سے کہا: تم کس کی طرف دعوت دیتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا: میں تجھے اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر تو اسلام قبول کرلے گا تو تیرے لیے وہ سب حقوق ہوں گے جو ہمارے لیے ہیں اور تجھ پر وہ ذمہ داریاں بھی ہوں گی جو ہم پر ہیں۔ اس نے کہا: اگر میں انکار کردوں؟ تو آپ نے فرمایا پھر تو اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کرے گا اس حال میں کہ تو مغلوب ہو۔ تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا: انہیں کہو کہ جزیہ دینے کے مفہوم کو تو میں نے جان لیا ہے۔ لیکن تمہارے قول "انت صاغر" کا معنی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے کہ تو جزیہ ادا کرے اس حال میں کہ تو کھڑا ہو اور میں بیٹھا ہوا ہوں اور کوڑا (درہ) تیرے سر پر ہو۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے قلعہ والوں کو کہا جب کہ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُونَ تو انہوں نے کہا: جزیہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جزیہ یہ ہے کہ ہم تم سے دراہم وصول کریں گے اس حال میں کہ خاک تمہارے سروں پر ہوگی۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور انہیں کہا: اگر تم اسلام قبول کرلو گے تو تمہارے لیے وہ سب حقوق ہوں گے جو ہمارے لیے ہیں اور تم پر وہ سب ذمہ داریاں

ہوں گی جو ہم پر ہیں اور اگر تم انکار کرو گے تو پھر جزیہ ادا کرو اس حال میں کہ تم مغلوب ہو اور اگر تم نے اس کا انکار کیا تو ہم تم پر شدید حملہ کریں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اہل ذمہ کے لیے پسندیدہ یہی ہے کہ وہ جزیہ ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انہیں حکم فرمایا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کریں یا اس کے برابر ستو (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہجر کے مجوس اور یمن کے یہود و نصاریٰ کے ہر بالغ سے ایک دینار جزیہ وصول کیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت بجالہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ وصول نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن بن محمد بن علی رضی اللہ عنہم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں کو خط لکھا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ پس جس کسی نے اسلام قبول کر لیا اسے تسلیم کر لیا گیا۔ اور جنہوں نے انکار کیا ان پر جزیہ لگا دیا گیا۔ حتیٰ کہ فرمایا نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے اور نہ ان میں سے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا جائے (4)۔

امام مالک، امام شافعی، ابوعبید نے کتاب الاموال میں اور ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ لینے کے بارے لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا طریقہ اختیار کرو (5)۔

امام ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اپنے اصحاب کو نہ دیکھتا کہ انہوں نے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے تو میں ان سے نہ لیتا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی "قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ......" الآیہ

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان مجوسیوں سے جزیہ لینے کے بارے سوال کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: قسم بخدا! آج زمین پر کوئی بھی موجود نہیں جو مجھ سے زیادہ یہ جانتا ہو کہ مجوسی اہل کتاب تھے جس کی وہ معرفت رکھتے تھے اور وہ اہل علم تھے جس کی وہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ پس ان کے امیر نے شراب پی، اس کے نشے میں مدہوش ہو گیا اور اپنی بہن کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کر لیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے اسے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 428 (33638) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 429 (32649)
3۔ ایضاً، (32648)
4۔ ایضاً، (32645)
5۔ موطا امام مالک، باب جزیۃ اہل الکتاب، جلد 1، صفحہ 278، دار احیاء التراث العربی بیروت

دیکھ لیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کی بہن نے کہا: بلاشبہ تو نے میرے ساتھ اس طرح کیا ہے اور تجھے ایک جماعت نے دیکھ لیا ہے۔ وہ تجھ پر پردہ نہیں ڈالیں گے۔ پس اس نے طمع اور لالچ رکھنے والے لوگوں کو بلایا اور انہیں کچھ عطا کیا۔ پھر ان سے کہا: تحقیق تم جانتے ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نکاح اپنی بیٹیوں سے کیا تھا۔ اتنے میں وہ لوگ آ گئے جنہوں نے دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا: دور ہونے والے کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے، بلاشبہ تیری پشت پر اللہ تعالیٰ کی حد جاری ہو گی۔ نتیجۃً اس نے ان تمام کو قتل کر دیا جو اس کے پاس موجود تھے۔ پھر ایک عورت آئی اور اس نے اسے کہا: کیوں نہیں بلکہ میں نے تجھے اس کے پاس دیکھا ہے بنی فلاں کے باغیوں کے لیے ہلاکت ہو......! عورت نے کہا: ہاں قسم بخدا! وہ باغی تھی۔ پھر اس نے توبہ کر لی، پس اس نے اسے بھی قتل کر دیا، پھر جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اور جو کچھ ان کی کتابوں میں تھا۔ سب رات کے وقت ان سے لے لیا گیا اور صبح کے وقت ان کے پاس کوئی شے نہ رہی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس جزیرۂ عرب کے باسیوں کے ساتھ اسلام کے لیے جنگ لڑی اور آپ ﷺ نے اس کے سوا ان سے کچھ قبول نہ کیا اور یہ افضل ترین جہاد ہے۔ اس امت پر جہاد کے فرض ہونے کے بعد اہل کتاب کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا: **قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ**...... الآیہ (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: بت پرستوں سے اسلام کی بناء پر قتال کیا جائے گا اور اہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی بناء پر جنگ لڑی جائے گی (3)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل کتاب میں سے بعض عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں اور بعض حلال نہیں ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ** پس جنہوں نے جزیہ ادا کیا ان کی عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں۔ اور جنہوں نے جزیہ ادا نہیں کیا ان کی عورتیں ہمارے لیے حلال نہیں۔ ابن مردویہ کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ اہل کتاب کا نکاح حلال نہیں ہو گا جب کہ وہ حربی ہوں پھر مذکورہ آیت تلاوت کی۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ کسی آدمی نے آپ سے کہا: میں زمین لیتا ہوں۔ یعنی میں ویران زمین لے لیتا ہوں پھر اسے آباد کرتا ہوں اور اس کا خراج ادا کرتا ہوں۔ تو آپ نے اسے منع فرمایا۔ پھر فرمایا: اس کا قصد اور ارادہ نہ کرو جس کا والی اللہ تعالیٰ نے اس کافر کو بنایا ہے کہ تو اسے اس کی گردن سے اتار کر اپنی گردن میں ڈال لے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: **قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ** ۔ الی قولہ ۔ **صٰغِرُوْنَ**۔

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 70 (10029) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 428 (32633)
3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 430 (32637)

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰

"اور کہا یہود نے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کہا نصرانیوں نے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی (بے سروپا) بات ہے ان کے مونہوں سے نکلی ہوئی، نقل اتار رہے ہیں ان لوگوں کے قول کی جنہوں نے کفر کیا پہلے، ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ، کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہیں"۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سلام بن مشکم، نعمان بن اوفی، ابوانس، شاس بن قیس اور مالک بن صیف آئے اور کہنے لگے: ہم آپ کی اتباع اور پیروی کیسے کریں حالانکہ آپ نے ہمارا قبلہ چھوڑ دیا ہے اور آپ یہ نظریہ بھی نہیں رکھتے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے؟ ان کا نظریہ یہ تھا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اس وجہ سے کہ وہ اہل کتاب میں سے تھے۔ اہل کتاب کے پاس تورات تھی۔ وہ اس سے اتنا کچھ علم حاصل کر لیتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ جان لیں۔ پھر انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور خلاف حق عمل کرنے لگے۔ ان میں تابوت بھی تھا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان سے تابوت کو اٹھا لیا، انہیں تورات بھلا دی اور اسے ان کے سینوں سے محو کر دیا اور ان پر بیماری مسلط کر دی۔ سو ان میں سے بعض استطلاق بطن میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ آدمی کا جگر کٹنے لگا اور وہ تورات کو بھول گئے اور اسے ان کے سینوں سے مٹا دیا گیا۔ ان کے علماء میں سے حضرت عزیر بھی تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اور انتہائی عجز و انکساری اور لجاجت کے ساتھ التجاء کی کہ جو کچھ ان کے سینے سے محو کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے واپس لوٹا دے۔ پس اسی اثنا میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی عجز و انکساری کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نور اترا اور ان کے پیٹ میں داخل ہو گیا، پس اسی کے ساتھ جو تورات ان کے پیٹ سے گئی تھی وہ واپس لوٹ آئی۔ سو انہوں نے اپنی قوم میں اعلان کیا اور کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھے تورات عطا فرما دی ہے اور اسے اس شرط پر معلق کیا ہے کہ وہ انہیں اس کی تعلیم دیں گے۔ پس جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ٹھہرے رہے اور آپ انہیں تعلیم دیتے رہے۔ پھر اس کے بعد ان پر تابوت بھی اتار دیا گیا۔ جب کہ پہلے ان سے اٹھا لیا گیا تھا۔ جب انہوں نے تابوت کو دیکھا تو جو کچھ اس میں تھا اسے انہوں نے اس پر پیش کیا جو حضرت عزیر انہیں بتایا کرتے تھے۔ تو انہوں نے اسے بالکل اس کی مثل ہی پایا۔ پس انہوں نے کہہ دیا: قسم بخدا! عزیر کو یہ اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ کے بارے میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہ قول ایک آدمی نے کہا جس کا نام فنحاص تھا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل کی عورتیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 126، دار احیاء التراث العربی بیروت

رات کے وقت جمع ہوتیں اور نماز پڑھتی تھیں، پھر متفرق ہو کر بیٹھتیں اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو فضل واحسان فرمایا اور جو کچھ انہیں عطا کیا اس کا تذکرہ کرتیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے انتہائی شریر انسان بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا۔ اس نے تورات کو جلا دیا اور بیت المقدس کو تباہ کر دیا۔ ان دنوں حضرت عزیر غلام (بچے) تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر عزیر نے کہا: کیا اس طرح ہوتا ہے؟ پھر وہ پہاڑوں اور ویرانوں میں چلے گئے۔ وہاں عبادت میں مشغول ہو گئے اور عام لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ اچانک ایک دن آپ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کی بندی! اللہ تعالیٰ سے ڈر، اپنا محاسبہ کر اور صبر کر۔ کیا تو نہیں جانتی کہ لوگوں کا اختیار موت تک ہے؟ تو اس نے جواب دیا: اے عزیر! کیا تو مجھے رونے سے منع کرتا ہے حالانکہ تو نے بنی اسرائیل کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور خود پہاڑوں اور ویرانوں میں جا ملا ہے؟ اس نے کہا: میں عورت نہیں ہوں، بلکہ میں دنیا ہوں۔ بے شک عنقریب تیری عبادت گاہ میں ایک چشمہ پھوٹے گا اور ایک درخت اگے گا۔ پس تو اس چشمے سے پانی پینا اور درخت کا پھل کھانا۔ کیونکہ تیرے پاس دو فرشتے آئیں گے۔ پس تم انہیں چھوڑ دینا، جو ان کا ارادہ ہو وہ کریں گے۔ سو جب دوسرا دن آیا تو چشمہ ابل پڑا اور درخت اگا۔ پس آپ نے چشمے کا پانی پیا اور درخت کا پھل کھا لیا۔ پھر دو فرشتے آئے۔ ان کے پاس ایک بوتل تھی۔ اس میں نور تھا۔ تو انہوں نے جو کچھ اس میں تھا وہ آپ کے منہ میں انڈیل دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تورات القاء فرما دی اور آپ نے وہ لوگوں کو املاء کرا دی۔ اس وقت لوگوں نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے انتہائی بلند اور شان والی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عزیر نے رب تعالیٰ عزوجل سے دعا مانگی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی اسی طرح اس کے دل میں القاء فرما دے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تورات ان پر نازل فرما دی۔ پس اس کے بعد یہود نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حمید الخراط رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام دس قلموں کے ساتھ تورات لکھا کرتے تھے۔ آپ کی ہر انگلی میں ایک قلم ہوتا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت زہری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عزیر تورات از بر (زبانی) پڑھتے تھے اور آپ کو یہ قوت عطا کی گئی تھی کہ آپ شرف السحاب (بادلوں کی بلندی) میں بھی دیکھ لیتے تھے۔ تو اس وقت یہود نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان پر عمالقہ غالب آ گئے اور انہیں قتل کیا اور ان سے تورات لے لی۔ ان کے وہ علماء جو زندہ باقی رہے وہ بھاگ گئے اور انہوں نے تورات کی کتابیں پہاڑوں میں دفن کر دیں۔ حضرت عزیر پہاڑوں کی چوٹیوں پر عبادت کیا کرتے تھے اور عید کے دن کے سوا نیچے نہیں اترتے تھے۔ پس یہ غلام رونے لگا اور رب کی بارگاہ میں یہ التجاء کرنے لگا: اے میرے رب! کیا تو نے بنی اسرائیل کو بغیر عالم کے چھوڑ دیا ہے؟ پس یہ مسلسل ان پر روتے ہی رہے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کی پلکیں جھڑ گئیں۔ پھر ایک بار عید کے دن اترے۔ جب لوٹے تو اچانک ایک عورت کے پاس سے گزرے جو کہ ان قبور میں

سے ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی: اے کھلانے والے، اے پہنانے والے! تو آپ نے اسے کہا تو ہلاک ہو تجھے اس آدمی سے پہلے کون کھلاتا تھا یا کون پہناتا تھا یا کون سیراب کرتا تھا؟ اس نے جواب دیا: اللہ۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حی (زندہ) ہے وہ فوت نہیں ہوا۔ تو اس نے جواب دیا: اے عزیر! بنی اسرائیل سے پہلے علماء کو کون علم عطا کرتا تھا؟ آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ۔ تب اس نے کہا تو پھر تو ان پر کیوں روتا ہے؟ پس جب انہوں نے یہ پہچان لیا کہ اس سے جھگڑا ہو جائے گا تو پیٹھ پھیر کر وہاں سے چل پڑے۔ پھر اس نے آپ کو بلایا اور کہا: اے عزیر! جب کل صبح ہو تو فلاں نہر پر آنا اور اس میں غسل کرنا۔ پھر اس سے نکل کر دو رکعت نماز ادا کرنا۔ پھر تیرے پاس ایک شیخ آئے گا، وہ جو کچھ تجھے عطا کرے وہ لے لینا پس جب صبح ہوئی تو حضرت عزیر اس نہر کی طرف چل پڑے اس میں غسل کیا۔ پھر نکل کر دو رکعت نماز ادا کی پھر ایک شیخ آئے، انہوں نے کہا: اپنا منہ کھول، آپ نے منہ کھولا۔ تو انہوں نے بہت عظیم انگارے کی طرح کی کوئی شے آپ کے منہ میں تین بار ڈالی۔ جو کہ شیشی نما برتن میں جمع کی ہوئی تھی۔ پس حضرت عزیر اس حال میں واپس لوٹے کہ وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر تورات کے عالم تھے۔ سو آپ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہارے لیے تورات لے آیا ہوں۔ تو انہوں نے آپ سے کہا: کیا تو بھی جھوٹ بولتا ہے؟ پس آپ نے ارادہ کیا اور ہر انگلی پر قلم باندھ لیا پھر اپنی تمام انگلیوں سے لکھنا شروع کر دیا اور تورات لکھ دی۔ سو جب علماء لوٹ کر آئے تو انہیں حضرت عزیر کے حالات کے بارے مطلع کیا گیا۔ تو وہ علماء اپنی وہ کتابیں نکال کر لے آئے جو وہ پہاڑوں میں اٹھا کر لے گئے اور وہاں ویرانوں میں دفن کر دی تھیں اور انہیں حضرت عزیر کی تورات کے ساتھ ملا کر موازنہ کیا۔ تو انہوں نے انہیں بالکل ایک دوسری کی مثل پایا۔ تب انہوں نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا نہیں کی مگر اس لیے کہ تو اس کا بیٹا ہے۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین کے بارے مجھے شک ہے: ایک میں یہ نہیں جانتا کہ آیا عزیر نبی تھے یا نہیں اور میں یہ نہیں جانتا کہ آیا ان کی اتباع کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے یا نہیں راوی فرماتے ہیں: تیسری شے میں بھول گیا ہوں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ جب غزوۂ احد ہوا تو اس دن رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے کے چار دانت شہید ہو گئے۔ پس اس دن رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے دست مبارک بلند کرتے ہوئے فرمانے لگے: بے شک اللہ تعالیٰ کا یہود پر شدید غضب ہوا ہے کیونکہ انہوں نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں پر اس کا سخت غضب ہوا ہے اس لیے کہ انہوں نے کہا حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اور بلاشبہ جنہوں نے میرا خون بہایا اور میرے اہل بیت کو اذیت پہنچائی ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہوا ہے۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! تیری مخلوق میں سے اس کی علامت کیا ہے جس نے اپنے آپ کو صاف اور پاک کر لیا ہے؟ تو ان کی طرف یہ وحی کی گئی کہ جس نے تھوڑی شے پر قناعت کر لی اور اپنے لیے آخرت میں کثیر مال ذخیرہ اور جمع کر لیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ کے بارے میں کہا: کہ انہوں نے اس طرح کہا جیسے دوسرے ادیان والوں نے کہا (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نصاریٰ نے یہودیوں کے قول کی ان سے پہلے نقل اتاری۔ سو عیسائیوں نے کہا: حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں جیسا کہ یہودیوں نے کہا حضرت عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ کی تفسیر میں کہا: اس کا معنی ہے اللہ ان پر لعنت کرے اور قرآن کریم میں جہاں بھی قتل کا ذکر ہے وہاں مراد لعنت کرنا ہے (2)۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ کے ضمن میں ابن جریج نے کہا: یہ کلمہ کلام عرب میں سے ہے۔

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

”انہوں نے بنالیا اپنے پادریوں اور اپنے راہبوں کو (اپنے) پروردگار اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح فرزند مریم کو بھی۔ حالانکہ نہیں حکم دیا گیا انہیں بجز اس کے کہ وہ عبادت کریں (صرف) ایک خدا کی۔ نہیں کوئی خدا بغیر اس کے، وہ پاک ہے اس سے جسے وہ اس کا شریک بناتے ہیں“۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، ترمذی آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور آپ سورۂ برأت کی یہی مذکورہ آیت پڑھ رہے تھے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جان لو کہ وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ جب انہوں نے ان کے لیے کچھ اشیاء کو حلال قرار دیا تو انہوں نے انہیں حلال سمجھ لیا اور جب انہوں نے ان پر کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا تو انہوں نے انہیں حرام کر لیا (3)۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہوئے یہ کہا: اس ارشاد باری کے بارے آپ کی کیا رائے ہے اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ کیا وہ ان کی عبادت کرتے تھے؟ تو آپ نے جواباً کہا: نہیں۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ جب انہوں نے ان کے لیے کچھ چیزوں کو حلال قرار دیا تو انہوں نے انہیں حلال سمجھ لیا اور انہوں نے جب ان پر کچھ چیزوں کو حرام کر دیا۔ تو انہوں نے انہیں حرام جان لیا (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 128، دار احیاء التراث العربی بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 129

3۔ سنن ترمذی، جلد 15، صفحہ 259 (3095) دارالکتب العلمیہ بیروت　　4۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 144، بیروت

امام ابوالشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: خبردار! یہ جان لو بلاشبہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت میں ان کی اطاعت و پیروی کی (1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ یعنی یہودیوں نے اپنے علماء کو بنالیا وَرُهْبَانَهُمْ اور عیسائیوں نے اپنے راہبوں کو (پروردگار اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) اور مسیح فرزند مریم کو بھی) وَمَآ اُمِرُوْٓا حالانکہ اس کتاب میں انہیں یہ حکم نہیں دیا گیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی اور ان سے عہد لیا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح اور پاکی بیان فرمائی اس سے کہ اس پر یہ بہتان لگایا جائے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اَحْبَارَهُمْ سے مراد ان کے قراء اور رُهْبَانَهُمْ سے مراد ان کے علماء ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ احبار یہودیوں میں سے تھے اور رہبان عیسائیوں میں سے۔ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بھی اسی کی مثل قول بیان کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الاحبار سے مراد علماء ہیں اور الرھبان سے مراد عبادت گزار لوگ ہیں۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲

"(یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے اللہ مگر یہ کہ کمال تک پہنچا دے اپنے نور کو اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) کافر"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ کی تفسیر میں کہا: کہ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو اپنے کلام سے مٹا دیں۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: وہ لوگ چاہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہلاک ہو جائیں تاکہ وہ زمین میں اسلام کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں یعنی یہ نظریہ ان کفار عرب اور اہل کتاب کا ہے جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا ارادہ کرنے والے یہود و نصاریٰ ہیں۔

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 45 (9394) دارالکتب العلمیہ بیروت

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

''وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تا کہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر اگر چہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مشرکوں کو''۔

امام احمد، مسلم، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لیل ونہار گزریں گے یہاں تک کہ لات وعزیٰ کی پوجا کی جائے گی'' تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرا گمان تو یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ یہ امر عنقریب مکمل ہو جائے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ایسا ہوتا رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، پس جس آدمی کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی خیر اور نیکی ہوگی وہ مر جائے گا اور جن میں کوئی خیر نہیں ہوگی وہ باقی رہیں گے اور اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جائیں گے (1)۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: ہدیٰ سے مراد توحید، قرآن اور اسلام ہے۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے تمام امور پر غالب فرما دے گا اور وہ تمام کے تمام آپ کو عطا فرما دے گا اور ان میں سے کوئی شے بھی آپ پر مخفی نہیں رہے گی۔ حالانکہ مشرکین اور یہودی اسے ناپسند کرتے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تا کہ آپ کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ پس ہمارا دین تمام دینوں اور شریعتوں سے فائق اور بلند ہے اور ہمارے مرد ان کی عورتوں پر غالب ہیں اور ان کے مرد ہماری عورتوں پر غالب نہیں ہوں گے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ کے ضمن میں فرمایا: ایسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ اسلام کے سوا کوئی صاحب دین یہودی اور عیسائی باقی نہ رہے اور بکری بھیڑیے سے، گائے شیر سے اور انسان سانپ سے محفوظ ہو جائے۔ یہاں تک کہ چوہیا کسی چمڑے کے برتن کو نہ کاٹے، جزیہ لگا دیا جائے اور صلیب توڑ دی جائے اور خنزیر قتل کر دیے جائیں اور ایسا تب ہوگا جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے اسی ارشاد کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: دین چھ ہیں: وہ لوگ جو ایمان لائے (مسلمان) وہ جو یہودی بنے (یہودی) ملائکہ کی پرستش کرنے والے (صابی)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 494 (8381) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب التفسیر، جلد 9، صفحہ 182، دار الفکر بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 248 (1013) دار الصمیعی الریاض

عیسائی مجوس (آتش پرست) اور وہ جنہوں نے شرک کیا (مشرکین) تمام کے تمام دین دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اسلام ان میں سے کسی میں داخل نہیں ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے فیصلہ فرما دیا ہے اسے پورا کیا ہے اور اس نے یہ فیصلہ نازل فرمایا ہے کہ وہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب فرما دے گا اگرچہ مشرکین ناپسند ہی کریں۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی ارشاد گرامی کے ضمن میں فرمایا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خروج کے ساتھ ہو گا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾

"اے ایمان والو! بے شک اکثر پادری اور راہب کھاتے ہیں لوگوں کے مال ناجائز طریقہ سے اور روکتے ہیں (لوگوں کو) راہ خدا سے اور جو لوگ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اسے اللہ کی راہ میں تو انہیں خوشخبری سنا دیجیے دردناک عذاب کی"۔

ابوالشیخ نے ضحاک سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الْاَحْبَارِ سے مراد علماء یہود ہیں اور الرُّهْبَانِ سے مراد عیسائیوں کے علماء ہیں اور لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ کا مفہوم یہ ہے کہ تحریر باطل ہے۔ وہ، وہ کچھ لکھتے جو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا اور اس کے عوض لوگوں کا مال کھاتے اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ (البقرہ:79)" "پس ہلاکت ہو ان کے لیے جو لکھتے ہیں کتاب خود اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں یہ نوشتہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ حاصل کر لیں اس کے عوض تھوڑے سے دام"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ الْاَحْبَارِ یہود میں سے ہیں۔ الرُّهْبَانِ عیسائیوں میں سے ہیں۔ اور رہا سبیل اللہ تو اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام ابوالشیخ نے فضیل بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: عالم الآخرۃ (آخرت کا علم رکھنے والے) کی اتباع کرو۔ اور عالم الدنیا (دنیا دار عالم) سے بچو۔ وہ تمہیں اپنے شکر (تعریف) کے ساتھ نقصان نہیں دے گا۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ۔ الآیہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے،

چاہے وہ زمین کے اوپر ہو یا زمین کے اندر دفن ہو وہی کنز ہے اور ہر وہ مال جس سے زکوٰۃ ادا کی جائے، وہ کنز نہیں چاہے وہ زمین کے ظاہر پر ہو یا اس کے اندر۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز (خزانہ) نہیں (1)۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس مال کی زکوٰۃ ادا کی گئی وہ کنز نہیں اگرچہ وہ مال سات زمینوں کے نیچے ہو۔ اور جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی وہ کنز ہے اگرچہ وہ ظاہر ہو (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مرفوع روایت بیان کیا ہے۔

امام ابن عدی اور خطیب رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مال کی بھی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے۔ یہی روایت ابن ابی شیبہ نے آپ سے ہی موقوف روایت کی ہے۔

امام احمد نے الزہد میں، امام بخاری، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: یہ حکم زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے پس جب زکوٰۃ کے احکام نازل کر دیے گئے تو اسے اللہ تعالیٰ نے مالوں کے لیے پاکیزگی اور طہارت بنا دیا۔ پھر فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر میرے پاس احد پہاڑ کی مثل بھی سونا ہو۔ میں اس کی مقدار کو جان لوں گا اس کی زکوٰۃ ادا کروں گا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا عمل کروں گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی سعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی نے گھر بیچا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسے کہا: اس کے ثمن محفوظ کر لو، اپنی بیوی کے بستر کے نیچے سے کھود کر دفن کر دو۔ تو اس نے عرض کی: اے امیر المومنین! کیا یہ کنز نہیں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں (3)۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سونے یا چاندی کے کچھ زیورات ہیں کیا وہ کنز ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شے جس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن شاہین نے الترغیب فی الذکر میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 411 (10520) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، (10521) عن مجاہد

3۔ ایضاً، (10516)

کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ہم کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ تو بعض صحابہ کرام نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کون سا مال بہتر ہے تو ہم اسے لے لیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور وہ ایمان دار بیوی ہے جو ایمان میں آدمی کی مددگار رہو۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ امور آخرت میں اس کی معاون و مددگار ہو: ''اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّ قَلْبٌ شَاكِرٌ، وَّ زَوْجَةٌ مُّؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ، وَفِيْ لَفْظٍ: تُعِيْنُهٗ عَلٰى اَمْرِ الْاٰخِرَةِ۔(1)

امام ابن ابی شیبہ نے مسند میں، ابوداؤد، ابویعلی، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ تو مسلمانوں پر گراں ثابت ہوئی۔ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی اپنی اولاد کے لیے جو استطاعت (مال) رکھتا ہے وہ اسے اپنے بعد باقی نہیں چھوڑے گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم سے اس پریشانی کو دور کر دوں گا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے پیچھے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ چلے اور حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آ کر عرض کی: یا نبی اللہ! ﷺ یہ آیت آپ کے اصحاب پر بوجھ اور گراں ثابت ہوئی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زکوۃ فرض نہیں کی مگر اسی لیے تاکہ اس کے سبب تمہارے باقی رہنے والے مال پاک اور طیب ہو جائیں اور تمہارے بعد مالوں میں سے جو باقی رہیں گے ان میں میراث کے احکام فرض ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسے دشوار اور بھاری سمجھا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: کیا میں تمہیں اس بہتر مال کی خبر نہ دوں جسے آدمی خزانہ کرتا ہے؟ وہ نیک اور صالحہ بیوی ہے۔ جس کی طرف آدمی دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب وہ اس سے غائب ہو تو وہ اس کی حفاظت کرے۔ عربی عبارت ملاحظہ ہو: ''ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَايَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ الَّتِيْ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ''(2)

امام دارقطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: صالحہ عورت وہ ہے کہ جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب وہ اس سے غائب ہو تو وہ اس کی حفاظت کرے۔

امام دارقطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ......الآیہ تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا: کنز کے بارے میں جو آج حکم نازل ہوا سو نازل ہوا......! تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آج ہم کون سی چیز خزانہ کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک اور صالحہ بیوی جو

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6، صفحہ 181 (3094) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابوداؤد، مع شرح، جلد 6، صفحہ 417 (1783) مکتبۃ الرشد الریاض

کہ تم میں سے کسی کی ایمان کے بارے میں معاون اور مددگار رہو۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب تو اپنے خزانہ شدہ مال سے صدقہ نکالے گا، تو تو نے اس کے شر کو دور کر دیا اور اب وہ کنز نہیں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کے بارے میں کہا کہ ان سے مراد اہل کتاب ہیں اور مزید فرمایا: کہ یہ عام وخاص سب کو شامل ہے۔

امام ابن ضریس رحمہ اللہ نے حضرت علباء بن احمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب انہوں نے مصاحف لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سورۂ برأت کی مذکورہ آیت میں وَالَّذِيْنَ کی واؤ کو لغو کر دیں۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: تم ضرور بر ضرور اسے ساتھ لکھو گے ورنہ پھر میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا۔ پس انہوں نے اسے ساتھ لکھ دیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: چار ہزار اور جو اس سے کم ہے نفقہ (خرچ) ہے اور جو اس سے اوپر ہے وہ کنز ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی مذکورہ ارشاد کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ لوگ اہل قبلہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عراک بن مالک اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان دونوں نے مذکورہ آیت طیبہ کے بارے کہا: اسے اس دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے یعنی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ: 103)

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۳۵

"جس دن تپایا جائے گا (یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں پھر داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پشتیں (اور انہیں بتایا جائے گا) کہ یہ ہے جو تم نے جمع کر رکھا تھا اپنے لیے تو (اب) چکھو (سزا اس کی) جو تم جمع کیا کرتے تھے"۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا اور چاندی جو مالک بھی اس کا حق ادا نہیں کرے گا، قیامت کے دن اس کے لیے اس کی چوڑی تلواریں بنا دی جائیں گی۔ پھر انہیں جہنم کی آگ پر گرم کیا جائے گا۔ پھر ان سے اس کی پیشانی، پہلو اور پشت پر اس دن داغ دیے جائیں گے جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا

جائے گااور ہر کوئی جنت یا جہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے گا(1)۔

امام ابویعلی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دینار کو دینار پر اور درہم کو درہم پر نہیں رکھا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی جلد کو وسیع کردے گا۔ پھر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کسی آدمی کو اس خزانے کے ساتھ عذاب نہیں دیا جائے گا جسے وہ جمع کرتا رہا ہے۔ پس نہ کوئی درہم درہم کو اور نہ ہی کوئی دینار دینار کو مس کرے گا۔ بلکہ اس کی جلد کو وسیع کردیا جائے گا یہاں تک کہ تمام دراہم ودنانیر کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے گا اور کوئی درہم کسی درہم کو اور کوئی دینار کسی دینار کو مس نہیں کرے گا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَتُكْوٰى بِهَا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کے ساتھ اس کی جلد کو وسیع کردیا جائے گا۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا ...... الآیۃ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک سانپ اس کے پہلوؤں اور اس کی پیشانی پر لپٹ جائے گا اور وہ کہے گا: میں تیرا وہ مال ہوں جس کے ساتھ تو نے بخل کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو آدمی بھی اس حال میں مرتا ہے کہ اس کے پاس سونا، چاندی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قیراط سے آگ کی سلاخ بنائے گا جس کے ساتھ اسے پاؤں سے ٹھوڑی تک داغا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی مغفرت ہوگی یا اسے عذاب دیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسی کی مثل مرفوع روایت آپ سے ہی نقل کی ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کنوز کو پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں سے داغے جانے کی بشارت دی ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں مقام ربذہ پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ تو میں نے انہیں کہا: تمہیں کس شے نے اس زمین پر اتارا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: شام کے کاتبوں نے۔ سو میں نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ......الآیہ۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ہمارے بارے میں نہیں ہے بلکہ یہ اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ تو میں نے کہا۔ بلاشبہ یہ آیت ہمارے بارے میں بھی ہے اور ان کے بارے میں بھی(2)۔

امام مسلم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا خزانہ کرنے والوں کو یہ بشارت دی ہے کہ انہیں پشتوں کی جانب سے داغ دیے جائیں گے جو پہلوؤں سے نکلیں

1۔ مختصر صحیح مسلم، صفحہ 138، رقم الحدیث، 507، وزارت اوقاف 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 194 (30610) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

گے اور پیشانیوں سے جو داغ دیے جائیں گے وہ ان کی گدیوں سے نکل جائیں گے۔ تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے کچھ نہیں کہا مگر وہی جو ان کے نبی ﷺ سے سنا ہے (1)۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میرے ایک دوست نے میرے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ سونے چاندی میں سے جو مال بھی ہے اس پر داغا جائے گا اور وہ اپنے مالک کے لیے آگ کا انگارہ ہے یہاں تک کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کردے۔ وہ جب اپنا مشاہرہ وصول کرتا تھا تو اپنے خادم کو بلاتا اور اس سے ان چیزوں کے بارے پوچھتا جو سال بھر کے لیے اسے کافی ہوں گی۔ پھر وہ انہیں خرید لیتا ہے اور باقی سے فلوس خرید لیتا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اونٹ میں اس کا صدقہ ہے، گائے میں اس کا صدقہ ہے، ریوڑ میں اس کا صدقہ ہے اور کپڑے میں اس کا صدقہ ہے۔ پس جس کسی نے دینار، درہم، پتریاں یا چاندی حاصل کی اور وہ نہ تو اسے اپنے قرض خواہ کو دیتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس سے خرچ کرتا ہے تو وہ کنز ہے۔ قیامت کے دن اسی کے ساتھ داغا جائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دینار کنز ہے، درہم کنز ہے اور قیراط کنز ہے۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کا پھل چاندی کا تھا۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا ہے کہ جس آدمی نے سونا یا چاندی چھوڑی۔ اسے اس کے ساتھ داغ دیے جائیں گے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو آدمی بھی مرتا ہے اور وہ سونا یا چاندی چھوڑ جاتا ہے۔ تو قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ داغا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی مغفرت کی جائے گی یا اسے عذاب دیا جائے گا (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی سونا چاندی جمع کرنے والا اس کا حق ادا نہیں کرے گا۔ اسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کے ساتھ اس کے پہلوؤں اور اس کی پیشانی کو داغا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: یہ تیرا وہ خزانہ ہے، جس کے ساتھ تو بخل کرتا رہا۔

طبرانی نے الاوسط میں اور ابوبکر الشافعی نے غیلانیات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دولت مند مسلمانوں پر ان کے مالوں میں سے اتنی مقدار زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے فقراء

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 321، قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ کنز العمال، جلد 3، صفحہ 232 (6293) مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت

کے لیے کافی ہوتی ہے۔ فقراء جب بھوکے یا لباس سے عاری ہوں گے تو وہ ہرگز محنت اور کوشش نہیں کریں گے مگر صرف اتنی مقدار جو اغنیاء کو روک دے گی، خبردار! جان لو اللہ تعالیٰ ان کا شدید ترین محاسبہ فرمائے گا یا انہیں دردناک عذاب دے گا (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الصغیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زکوٰۃ روکنے والا قیامت کے دن جہنم میں ہوگا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زکوٰۃ روکنے والا مسلمان نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز کچھ نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صدقہ روکنے والا (نہ دینے والا) قیامت کے دن حضور نبی مکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ملعون ہوگا۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہما اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! فقیر سے ملاقات کر اور غنی (دولت مند) سے نہ مل۔ تو میں نے عرض کی: میرے لیے اس طرح کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تجھے رزق عطا کیا جائے تو اسے نہ چھپا اور جب تجھ سے کچھ مانگا جائے تو انکار نہ کر۔ میں نے عرض کی میرے لیے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی ہے ورنہ پھر آگ ہے (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوبکر بن منکدر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شام کے حضرت امیر حبیب بن سلمہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تین سو دینار بھیجے اور کہا: ان سے اپنی حاجات وضروریات پوری کیجئے۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اسے واپس لوٹا دو۔ کیا اس نے ہم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دینے والا کسی کو نہیں پایا؟ ہمارے لیے صرف ایک خیمہ ہے جس میں ہم سکونت رکھتے ہیں، تین بکریاں ہیں جو شام کو ہمارے پاس آجاتی ہیں اور ایک کنیز ہے جو اپنی خدمات ہمیں پیش کرتی ہے۔ پس میں بالیقین زائد مال سے گھبراتا اور ڈرتا ہوں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو درہموں والا ایک درہم والے کی نسبت زیادہ روکنے والا ہوتا ہے۔

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے احنف بن قیس سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک آدمی آیا جس کے بال، کپڑے اور حالت انتہائی پراگندہ تھی، وہ ان کے پاس آکر کھڑا ہوا اور سلام کیا، پھر اس نے کہا خزانہ کرنے والوں (سونا چاندی جمع کرنے والے) کو اس گرم پتھر کی بشارت ہو جسے جہنم کی آگ پر گرم کیا جائے گا۔ پھر اسے ان کے پستان کے سر پر رکھا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ کندھے کے کنارے سے جا نکلے گا اور کندھے کے کنارے پر رکھا جائے گا تو

1۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 197 (4324) دارالفکر بیروت
2۔ معجم صغیر، رقم الحدیث: 935
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 352 (7887) دارالکتب العلمیہ بیروت

پستان کے سر سے جانکلے گا اور وہ لٹکنے لگے گا۔ پھر وہ آدمی پیچھے پھر کر ایک ستون کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے گیا اور اس کے ساتھ جا بیٹھا حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے؟ پس میں نے اسے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے ان لوگوں نے اسے ناپسند کیا ہے۔ اس نے جواب دیا: یہ تو کسی بھی شے کی عقل اور سمجھ بوجھ نہیں رکھتے میرے خلیل (دوست) نے مجھے کہا ہے۔ میں نے پوچھا: تمہارا خلیل کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: حضور نبی مکرم ﷺ "کیا تو نے احد پہاڑ دیکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو اس نے کہا: میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس احد پہاڑ کی مثل سونا ہو تو تین دیناروں کے سوا سارے کا سارا میں خرچ کر دوں اور یہ لوگ تو اتنی عقل نہیں رکھتے۔ بلاشبہ یہ دنیا کے لیے جمع کر رہے ہیں۔ قسم بخدا! میں ان سے دنیا کا سوال نہیں کروں گا اور دین کے بارے ان سے فتویٰ نہیں لوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں گا (1)۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت شداد بن اوس رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی حکم سنتے جس میں شدت اور سختی ہوتی۔ پھر وہ اپنے جنگل اور صحرا کی جانب نکل جاتے۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اس حکم کے بارے میں رخصت کا حکم فرما دیتے اور وہ اس حکم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے رخصت کو محفوظ اور یاد بھی کر لیتے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود اسے سنا نہ ہوتا تو وہ اس پہلے حکم کے مطابق ہی عمل کرتے جو اس سے قبل انہوں نے خود سنا ہوتا (2)۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾

"بے شک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ماہ ہے کتاب الٰہی میں جس روز سے اس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، ان میں سے چار عزت والے ہیں، یہی دین قیم ہے۔ پس نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنے آپ پر اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے جس طرح وہ سب تم سے جنگ کرتے ہیں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے حج کے دوران خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا ہے زمانہ اپنی اسی حالت کی طرح چل رہا ہے۔ سال کے بارہ مہینے ہیں۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ تین مسلسل اور لگاتار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 321، قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 290 (7166) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

مضر کا وہ رجب جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے(1)۔

بزار، ابن جریر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی ہے زمانہ اسی طرح گردش کناں ہے۔ ان میں سے چار عزت والے مہینے ہیں۔ تین مسلسل ہیں اور ایک مضر کا رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے دوران منی کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک زمانہ گردش کناں ہے اور وہ آج بھی اسی طرح ہے جیسا کہ اس دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ ان میں سے پہلا مضر کا رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے اور علاوہ ازیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں(3)۔

امام ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ زمانہ اسی دن کی طرح گردش کر رہا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مسلسل ہیں اور ایک مضر کا رجب حرمت والا ہے۔ آگاہ رہو! نسی (یعنی مہینوں کی تعداد میں ایک کا اضافہ کرنا) کفر میں زیادتی ہے۔ اس کے سبب کفر کرنے والے (صراط مستقیم سے) بھٹکاتے اور گمراہ کرتے ہیں۔

امام احمد، الباوردی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوحمزہ رقاشی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے چچا سے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایام تشریق کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کی ناقہ کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور لوگوں کو آپ سے دور ہٹا رہا تھا کہ اس دوران آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم کون سے شہر (مہینے) میں ہو، تم کون سے دن میں ہو اور تم کون سے شہر میں ہو؟ تو لوگوں نے عرض کی: عزت والے دن میں، عزت والے مہینے اور عزت والے شہر میں ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسا کہ تمہارے لیے آج کے دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں اس دن تک ہے جس سے تم جاملو گے (یعنی یوم قیامت تک ہے)۔ پھر فرمایا مجھ سے غور سے سنو۔ زندگی گزارو مگر خبردار! ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرو، خبردار! ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرو۔ بلاشبہ کسی آدمی کا مال حلال نہیں ہوتا مگر اس کی رضامندی کے ساتھ آگاہ رہو! زمانہ جاہلیت کا ہر خون، مال اور شرف یوم قیامت تک میرے قدموں کے نیچے ہے۔ بلاشبہ سب سے پہلے ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون چھوڑا جائے گا، وہ بنی لیث میں دودھ پلانے والی عورت تلاش کرنے گئے تھے اور ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1168 (3025) دار ابن کثیر دمشق

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 142، دار احیاء التراث العربی بیروت 3۔ ایضاً

آگاہ رہو! زمانہ جاہلیت کا تمام سود ختم کر دیا گیا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے، سب سے پہلے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا سود ختم کیا جائے گا۔ تمہارے لیے اپنے اصلی مال ہیں، تم نہ ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ متنبہ رہو جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا ہے زمانہ اسی دن کی طرح آج بھی گردش کر رہا ہے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ یہی دین قیم ہے۔ پس تم ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔ آگاہ رہو! تم میرے بعد کفار کی طرف نہیں لوٹو گے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبردار! بلاشبہ شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت اور پوجا کی جائے گی۔ لیکن وہ لوگوں کے درمیان (دنیا کی اتنی) حرص پیدا کر دے گا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔ فرمایا عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس تمہاری معاون و مددگار ہیں۔ وہ اپنی ذاتوں کے لیے کسی شے کی مالک نہیں ہوں گی۔ بے شک ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے۔ وہ تمہارے بستروں پر تمہارے سوا کسی سے وطی نہ کروائیں۔ تمہارے گھروں میں وہ کسی ایسے آدمی کو آنے کی اجازت نہ دیں جسے تم پسند نہیں کرتے ہو۔ پس اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا خوف ہو، تو انہیں نصیحت کرو اور انہیں بستروں سے دور ہٹادو اور انہیں اس انداز سے مارو جوان کے لیے اذیت ناک نہ ہو۔ ان کا نفقہ اور ان کا لباس اچھے انداز سے انہیں مہیا کرو۔ انہیں تم نے اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر لیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کر رکھا ہے۔ خبردار! جس کے پاس کوئی امانت ہو تو وہ اسے اس تک پہنچا دے جس نے اس کو اس پر امین بنایا اور اپنا ہاتھ پھیلایا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ آگاہ رہو میں نے یقیناً پہنچا دیا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب تک ان باتوں کو پہنچا دے کیونکہ بسا اوقات جن تک پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ سعادت مند ہوتے ہیں۔

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ کی تفسیر میں فرمایا ان چار مہینوں سے مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ضحاک سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان مہینوں کو حرام اس لیے کہا گیا ہے تاکہ ان میں جنگ نہ ہو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد القضاء القیم (مضبوط فیصلہ) ہے۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت مجیبۃ الباہلی رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے یا اپنے چچا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ پھر چلے گئے اور ایک سال کے بعد پھر حاضر ہوئے تو ان کی حالت و کیفیت بدل چکی تھی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں وہی باہلی ہوں جو پہلے سال آیا تھا۔ آپ

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 249 (1014) دار الصمیعی الریاض

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے کس نے بدل دیا ہے حالانکہ تو بہت حسین اور اچھی حالت میں تھا؟ عرض کی: میں جب سے آپ سے جدا ہوا تھوڑے سے کھانے کے سوا میں نے کچھ نہیں کھایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو کیوں عذاب دیا ہے؟ پھر ارشاد فرمایا: شہر صبر کے روزہ رکھ اور ہر مہینے میں ایک دن روزہ۔ انہوں نے عرض کی: حضور! میرے لیے اضافہ فرمایئے کیونکہ میں زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو دن روزہ رکھا کر۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ فرمایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین دن روزے رکھ۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عزت والے مہینوں میں روزے رکھ اور پھر چھوڑ دے۔ حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ اور چھوڑ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ کر کے مذکورہ ارشاد فرمایا۔ پس آپ نے پہلے انہیں ملایا، پھر انہیں چھوڑ دیا (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتے کے دن کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو سال کی عبادت لکھ دے گا (2)۔

امام مسلم اور ابو داؤد رحمہما اللہ نے حضرت عثمان بن حکیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سعید بن رجب کا ایک دن روزہ رکھا تو وہ ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔ اور جس نے آٹھ دن روزے رکھے اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے گئے۔ اور جس کسی نے دس دن روزے رکھے اس نے اللہ تعالیٰ سے جس شے کے بارے بھی سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرما دے گا۔ اور جس نے پندرہ دن روزے رکھے تو آسمان سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے تیرے سابقہ گناہ بخش دیے گئے۔ پس نیا عمل کر تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ جس کسی نے (اعمال میں) اضافہ کیا اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرما دیتا ہے رجب کے مہینے میں حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور آپ نے روزہ جبیر رضی اللہ عنہ سے رجب کے روزوں کے بارے پوچھا: تو انہوں نے جواب دیا مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ کہنے لگتے اب آپ افطار نہیں کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطار کرتے حتیٰ کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے (3)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے رکھا۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر کشتی انہیں لے کر چھ ماہ تک یعنی محرم کی دس تاریخ تک چلتی رہی (4)۔

امام بیہقی اور اصبہانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رجب کے روزے رکھنے والوں کے لیے جنت میں ایک محل ہے۔ بیہقی نے کہا ہے کہ ابو قلابہ تابعین میں سے ہیں اور یہ روایت ان پر موقوف ہے۔ اور وہ اس کی مثل روایت تب ہی بیان کرتے ہیں جب انہیں ان سے اوپر والا ان سے سن کر خبر دے جن پر وحی نازل ہوتی ہے (یعنی جب انہیں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر خبر دے) (5)

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 350 (3738) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 469 (1810) مکتبۃ المعارف الریاض
3۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 365، قدیمی کتب خانہ کراچی
4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 368 (3801)
5۔ ایضاً، (3802)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک کے بعد رجب اور شعبان کے سوا روزے نہیں رکھے۔ علامہ بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے(1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رجب شہر اللہ ہے اور اسے شہر الاصم کہا جاتا ہے۔ جب رجب کا مہینہ آتا تو زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنے ہتھیار بیکار چھوڑ دیتے اور انہیں رکھ دیتے اور لوگ سو جاتے تھے۔ راستے پر امن ہو جاتے اور اس کے گزرنے تک وہ آپس میں ایک دوسرے سے خوف زدہ نہیں رہتے تھے۔ آپ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے(2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اپنے دلوں میں رجب کی انتہائی حرمت ہونے کے سبب زمانہ جاہلیت میں ہم اسے الاصم کہا کرتے تھے(3)۔

امام بخاری اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو رجاء عطاردی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: جب رجب آتا تو ہم دور جاہلیت میں کہا کرتے تھے نیزوں کے پھل نکالنے والا آ گیا۔ ہم کسی تیر میں کوئی لوہا نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی کسی نیزہ میں کوئی لوہا چھوڑیں گے۔ مگر یہ کہ ہم اسے اتار کر پھینک دیں گے(4)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم دور جاہلیت میں رجب کو اس کی شدید حرمت کے سبب الاصم کہا کرتے تھے(5)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رجب میں ایک دن اور ایک رات ہے جو کوئی اس دن میں روزہ رکھے اور اس رات کو قیام کرے تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جس نے سو سال تک روزے رکھے اور سو سال تک قیام کیا اور اس سے مراد وہ دن ہے جب کہ رجب کے تین دن باقی ہوں (یعنی ستائیسویں رجب) اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الطیب التحیۃ والثناء کو مبعوث فرمایا۔ علامہ بیہقی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا(6)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ رجب میں ایک رات ہے جس میں اعمال صالحہ کرنے والے کے لیے سو برس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس سے مراد وہ رات ہے جب کہ رجب کے تین دن باقی ہوں (ستائیسویں کی رات) پس جس کسی نے اس میں بارہ رکعتیں نوافل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھتا رہا اور ہر دو رکعت پر تشہد کیا اور ان کے آخر میں سلام پھیر دیا، پھر سو بار یہ پڑھا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر سو بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا، پھر سو بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھا تو وہ امور دنیا اور امور آخرت میں سے جو چاہے اپنے لیے مانگے۔ پھر صبح کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو قبول

1۔ شعب الایمان، جلد3، صفحہ 369 (3803) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (3804) 3۔ ایضاً، جلد3، صفحہ 370 (3807)
4۔ ایضاً (3808) 5۔ ایضاً، (3807) 6۔ ایضاً، جلد3، صفحہ 374 (3811)

فرمائے گا بشرطیکہ وہ معصیت اور گناہ کی دعا نہ ہو۔ علامہ بیہقی نے کہا: یہ روایت ماقبل روایت کی نسبت زیادہ ضعیف ہے (1)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ مہینوں میں سے رجب کا مہینہ انتہائی حیران کن ہے۔ وہ شہر اللہ ہے جو رجب کے مہینے کی تعظیم کرے گا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم کی اور جو اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے نعمتوں بھری جنتوں میں داخل فرمائے گا اور اس کے لیے اپنی عظیم رضا واجب کردے گا اور شعبان میرا مہینہ ہے سو جس نے شعبان کے مہینہ کی تعظیم کی، تو اس نے میرے امر کی تعظیم کی اور جو میرے امر کی تعظیم کرے گا، تو میں قیامت کے دن اس کے لیے پہلے پہنچنے والا (فرط) اور ذخیرہ کرنے والا ہوں۔ اور رمضان المبارک کا مہینہ میری امت کا مہینہ ہے پس جس کسی نے رمضان المبارک کی تعظیم کی اور اس کی حرمت کی پاسداری کی اور اس کی بے حرمتی نہ کی اس کے دنوں کو روزہ رکھا اور رات کو قیام کیا اور اپنے اعضاء وجوارح کی حفاظت کی، تو وہ رمضان المبارک سے اس طرح الوداع ہوگا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جس کے سبب اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا (2)۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکمل رجب کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ کے ضمن میں فرمایا: اس سے اس نسی کا شر اور برائی پہچانی جاسکتی ہے جو کہ سال سے کم ہو۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے پھر ان میں سے چار مہینوں کو مختص کردیا اور انہیں عزت والا بنادیا اور ان کی حرمت کو عظیم قرار دیا۔ ان مہینوں میں گناہ کو بھی بہت بڑا بنادیا اور عمل صالح اور اجر کو بھی انتہائی عظیم قرار دیا۔ پس تم ان تمام مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکوں سے جنگ اور قتال کرو۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ کے ضمن میں فرمایا: شہر حرام میں ظلم وزیادتی کرنا اس کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں ظلم کرنے کی نسبت بہت بڑا گناہ اور بھاری بوجھ ہے۔ اگرچہ ظلم ہر حال میں شدید ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جسے حکم دیا ہو اس کے لیے جتنا چاہے اسے بڑا اور شدید بنادیتا ہے اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے خالص اور پسندیدہ کو چن لیا ہے۔ اس نے ملائکہ میں سے رسل عظام علیہم السلام کو منتخب فرمایا ہے اور لوگوں میں سے رسولوں کو اور کلام میں سے اپنے ذکر کو چن لیا ہے، زمین میں سے مساجد کو منتخب فرمالیا ہے اور مہینوں میں سے رمضان المبارک کو چن لیا ہے۔ دنوں میں سے جمعۃ المبارک کا دن منتخب فرمایا ہے اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو چن لیا ہے۔ پس تم ان کی تعظیم کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے عظیم بنایا۔ کیونکہ جن امور کو اللہ تعالیٰ نے عظیم بنایا ہے ان کی تعظیم کرنا اہل عقل وفہم کے نزدیک (جائز اور لازم) ہے۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 374 (3812) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (3813) 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 375 (3814)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ کے ضمن میں فرمایا: پس تم تمام کے تمام مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی ارشاد کے ضمن میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ظلم سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عمل کرنا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو ترک کرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً کے بارے میں حضرت مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: اس آیت نے ان تمام آیات کو منسوخ کر دیا ہے جن میں رخصت ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت کعب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہروں کو پسند فرمایا ہے اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شہر البلد الحرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے زمانے کو پسند فرمایا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سب سے پسندیدہ زمانہ اشہر حرم ہیں۔ اور ان عزت والے مہینوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مہینہ ذوالحجہ ہے۔ اور ذوالحجہ میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اس کا پہلا عشرہ (پہلے دس دن) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دنوں کو پسند فرمایا اور دنوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین دن جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ اور راتوں میں سے محبوب ترین رات لیلۃ القدر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کی ساعتوں کو بھی پسند فرمایا ہے۔ اور ان ساعتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین ساعتیں فرض نمازوں کی ساعتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے کلام کو بھی پسند فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب کلام لا الہ الا اللہ، او اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ ہے(1)۔

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

"(حرمت والے مہینوں کو) ہٹا دینا تو اور اضافہ کرنا ہے کفر میں، گمراہ کیے جاتے ہیں اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ حلال کر دیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں اسی کو دوسرے سال تاکہ پوری کریں گنتی ان مہینوں کی جنہیں حرام کیا ہے اللہ نے تاکہ اس حیلہ سے حلال کریں جسے حرام کیا ہے اللہ نے۔ آراستہ کر دیے گئے ہیں ان کے لیے ان کے برے اعمال۔ اور اللہ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کفر اختیار کیے ہوئے ہے"۔

امام طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: عرب ایک سال ایک مہینے کو حلال قرار دیتے تھے اور ایک سال دو مہینوں کو اور وہ چھبیس سال میں صرف ایک بار حج صحیح وقت پر کرتے تھے۔ اور یہی وہ نسی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 350 (3740) دارالکتب العلمیہ بیروت

جب حج اکبر کا سال تھا پھر آئندہ سال رسول اللہ ﷺ نے حج ادا فرمایا تو لوگ چاندوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ زمانہ اسی حالت پر گھوم کر پہنچ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا(1)۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عقبہ پر ٹھہرے اور فرمایا: بے شک نسئ شیطان کی جانب سے ہے، زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا پس وہ محرم کو ایک سال حرام قرار دیتے تھے اور ایک سال صفر کو حرام قرار دیتے تھے اور محرم کو حلال کر دیتے تھے اور نسئ سے یہی مراد ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جنادہ بن عوف کنانی ہر سال حاجیوں کے اجتماع میں آتا تھا۔ اس کی کنیت ابوثمادہ تھی اور یہ اعلان کرتا تھا خبردار آگاہ رہو کہ ابوثمادہ کو نہ ڈرایا جا سکتا ہے اور نہ اسے کوئی عیب دیا جا سکتا ہے۔ جان لو صفر اول (محرم) حلال ہے۔ عربوں کے بعض گروہ جب اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو وہ اس کے پاس آتے اور کہتے: ہمارے لیے اس مہینے کو حلال کر دو۔ ان کی مراد صفر ہوتی اور عرب اشہر حرام میں جنگ نہیں لڑتے تھے۔ پس وہ ان کے لیے ایک سال اسے حلال قرار دیتا اور دوسرے سال اسے ان پر حرام کر دیتا اور آئندہ سال محرم کو حلال قرار دیتا۔ اور لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں تا کہ وہ حرام مہینوں کی تعداد چار بنا دیں مگر یہ کہ ایک سال وہ صفر کو حلال قرار دیتے اور ایک سال حرام قرار دیتے(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: نساۃ بنی مالک کا ایک قبیلہ تھا اور بنی مالک بنی تمیم میں سے کنانہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا آخری آدمی جسے القلمس کہا جاتا ہے اس نے محرم کو پیچھے ہٹا دیا۔ وہ بادشاہ تھا۔ وہ ایک سال اسے حلال قرار دیتا تھا اور ایک سال حرام قرار دیتا تھا۔ جب وہ اسے حرام قرار دیتا تو تین مہینے لگاتار ہوتے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ یہی وہ تعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں حرام کی۔ اور جب وہ اسے حلال قرار دیتا تو اس کی جگہ صفر کو حرام مہینوں میں داخل کر دیتا تا کہ تعداد پوری کر دے اور کہتا میں نے چار مکمل کر دیے ہیں جیسا کہ وہ تھے۔ کیونکہ میں نے ایک مہینے کو حلال قرار دے کر اس کی جگہ ایک مہینے کو حرام قرار دیا ہے۔ پس اس عرب پر قلمس کی بادشاہی کا قبضہ تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور لگاتار تین مہینوں کو اشہر حرام قرار دیا۔ اور ایک مضر کا مہینہ رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ یہ آیت بنی کنانہ کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جسے نسئ کہا جاتا تھا وہ محرم کو صفر بنا دیتا تھا تا کہ وہ اس میں جنگوں کو حلال قرار دے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابووائل سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الناسی بنی کنانہ کا ایک صاحب رائے آدمی تھا وہ اس کی رائے کے پیش نظر اسے اپنا سردار تسلیم کرتے تھے۔ وہ ایک سال محرم کو صفر بنا دیتا تھا اور اس میں وہ غارت گری

1۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 431، مکتبۃ المعارف الریاض
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 148، داراحیاء التراث العربی بیروت

کرتے تھے، جنگ کو حلال سمجھتے تھے، وہ حملے کرتے اور مال غنیمت حاصل کرتے تھے اور ایک سال وہ اسے حرام قرار دیتا تھا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ گمراہ لوگوں میں سے بعض نے قصد کیا اور اشہر حرام میں صفر کا اضافہ کر دیا۔ ان میں سے کوئی کہنے والا حج کے اجتماع میں کھڑا ہو کر کہتا۔ تمہارے الٰہوں نے صفر کو حرام قرار دیا ہے تو وہ اس سال حرام قرار دیتے۔ دونوں مہینوں کو صفران کہا جاتا تھا۔ اور سب سے پہلے کنانہ میں سے بنو مالک نے اشہر حرام کو پیچھے ہٹایا۔ وہ تین آدمی تھے۔ ابوثمامہ صفوان بن امیہ، بنی تمیم بن حارث میں سے ایک، پھر ایک بنی کنانہ سے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مذکورہ ارشاد کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالحجہ میں حج فرض قرار دیا۔ مشرکین مہینوں کے نام اس طرح شمار کرتے تھے: ذوالحجہ، محرم، صفر، ربیع، ربیع، جمادی، جمادی، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔ پھر وہ اس میں حج کرتے تھے پھر وہ محرم سے خاموش ہو جاتے اور اس کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ پھر وہ لوٹتے اور اس طرح نام لیتے صفر، صفر، بعد ازاں وہ نام بیان کرتے۔ رجب جمادی الآخر۔ پھر نام لیتے شعبان رمضان اور رمضان شوال۔ اور وہ نام لیتے ذوالقعدہ شوال۔ پھر کہا کرتے ذوالحجہ ذوالقعدہ۔ پھر ذکر کرتے محرم ذوالحجہ۔ پھر وہ اس میں حج کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اس کا نام ذوالحجہ تھا۔ پھر وہ اسی بیان کے مطابق اعادہ کرتے۔ اور ہر مہینے میں وہ اس سال حج کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دوسرا حج اس سال ذوالقعدہ میں آیا اور پھر جس سال حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج ادا فرمایا وہ ذوالحجہ کے موافق آیا۔ سو اسی لیے اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بلاشبہ زمانہ اپنی اسی دن کی ہیئت پر گھوم آیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے: بنی کنانہ کا ایک آدمی تھا جسے جنادہ بن عوف کہا جاتا تھا اور اس کی کنیت ابوامامہ تھی۔ وہ مہینوں کو پیچھے ہٹانے لگا۔ عربوں پر یہ بڑا گراں اور دشوار ہوتا تھا کہ وہ مسلسل تین ماہ تک رکے رہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں۔ چنانچہ جب وہ یہ ارادہ کرتا کہ کسی پر حملہ کرے تو وہ منیٰ میں کھڑا ہوتا اور خطبہ دیتا اور کہتا: بے شک میں نے محرم کو حلال کر دیا ہے اور اس کی جگہ صفر کو حرام قرار دیا ہے۔ نتیجۃً لوگ محرم میں آپس میں لڑتے رہتے تھے اور جب صفر آتا تو وہ پرامن ہو جاتے اور اپنے نیزے وغیرہ رکھ دیتے۔ پھر وہ آئندہ سال کھڑا ہوتا اور کہتا: بے شک میں نے صفر کو حلال کر دیا ہے اور محرم کو حرام قرار دیا ہے۔ پس وہ چار مہینوں کی گنتی پوری کرتے اور محرم کو حلال قرار دیتے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یُحِلُّوۡنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوۡنَہٗ عَامًا کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ مہینہ صفر ہے۔ ہوازن اور غطفان اسے ایک سال حلال قرار دیتے اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے تھے۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 149 (1085) دارالکتب العلمیہ بیروت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۳۸

''اے ایمان والو! کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ جب کہا جاتا ہے تمہیں کہ نکلو راہ خدا میں تو بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم نے پسند کر لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں۔ سو نہیں ہے سروسامان دنیوی زندگی کا آخرت میں مگر قلیل''۔

امام سنید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کے بارے کہا: یہ آیت اس وقت کے بارے ہے جب انہیں فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے بعد غزوۂ تبوک کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ نے انہیں موسم گرما میں اس وقت نکلنے کا حکم فرمایا جب کہ زمین چٹیل تھی، پھل پکے ہوئے تھے اور وہ سایوں کے خواہش مند تھے اور نکلنا ان پر شاق اور دشوار تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا (التوبۃ: 41) (1)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت مستور رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ تو لوگوں نے دنیا اور آخرت کے بارے میں مذاکرات کیے۔ ان میں سے بعض نے کہا: دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، اس میں عمل ہے، اس میں نماز ہے اور اس میں زکوٰۃ بھی ہے۔ ان میں سے دوسرے گروہ نے کہا آخرت بہتر ہے، اس میں جنت ہے۔ اور لوگوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال یہ ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی ایک سمندر کی طرف چل کر جاتا ہے اور اس میں اپنی انگلی ڈال دیتا ہے پس جو کچھ اس کے ساتھ نکلا وہی دنیا ہے (2)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت مستور بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواروں میں تھا۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ اپنے گھر والوں کے سامنے حقیر اور رسوا ہو گیا۔ تب انہوں نے اسے پھینک دیا۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حقارت و ذلت کی وجہ سے انہوں نے اسے پھینک دیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا یہ اپنے گھر والوں کے نزدیک حقیر اور ذلیل ہے اس سے کہیں بڑھ کر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر و ذلیل ہے (3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 153، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 355، دار الکتب العلمیہ بیروت	3۔ سنن ترمذی، جلد 4، صفحہ 485 (2321) دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو قلیل بنایا اور قلیل کے سوا اس میں سے کچھ باقی نہیں۔ جیسا کہ ایک تالاب پر لومڑی ہو وہ اس کا صاف پانی پی لے اور گدلا پانی باقی رہ جائے۔ حاکم نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے نہ سزا دنیا سے کوئی واسطہ ہے(1)۔

امام حاکم رحمہ الہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضور نبی مکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے حالانکہ آپ ﷺ چٹائی پر تھے اور پہلوؤں میں اس کے نشانات تھے۔ تو آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر آپ بستر بنا لیتے تو وہ اس سے کہیں بہتر اور ارجح ہوتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہ سزا دنیا سے کوئی واسطہ ہے اور نہ دنیا کا مجھ سے کوئی واسطہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میری مثال اور دنیا کی مثال اس گھوڑسوار کی ہے جو سخت گرم دن میں چلتا رہا۔ پھر اس نے ایک لحظہ کے لیے درخت کا سایہ حاصل کیا۔ پھر چل پڑا اور اسے چھوڑ دیا(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ابن ماجہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ چٹائی پر آرام فرما ہوئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کے پہلو پر اس کے نشانات پڑے ہوئے تھے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ اگر ہم آپ ﷺ کے لیے (بستر) بنا دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرا دنیا سے کیا تعلق۔ میں دنیا میں نہیں ہوں مگر ایک مسافر کی طرح جو کہ درخت کے سائے میں آرام کے لیے تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر وہاں سے چل پڑا اور اسے چھوڑ دیا(3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ کے پاس سے گزرے اور ایک بکری دیکھی جو اپنی ٹانگ اوپر اٹھائے ہوئے تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بکری کو دیکھ رہے ہو کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک حقیر ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنی کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ہے۔ اگر دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ بھی عطا نہ کرتا۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(4)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا۔ اور جس نے اپنی آخرت کو پسند کیا اس نے اپنی دنیا کے اعتبار سے نقصان اٹھایا۔ اور انہوں نے باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی شے پر ترجیح دے لی(5)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن ابی الدنیا نے کتاب المنامات میں، حاکم اور آپ نے کہا یہ روایت صحیح ہے اور

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 356، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 344 (7858)

3۔ ایضاً جلد 4، صفحہ 345 4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 341 5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 343

بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے دنیا میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی سوائے مکھی کی مثل کے جو کہ ہوا میں اڑتی رہتی ہے۔ پس اہل قبور میں سے اپنے بھائیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کیے جائیں گے(1)۔

امام ترمذی، حاکم اور آپ نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو وہ اسے دنیا سے محفوظ کر لیتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے محفوظ رکھتا ہے(2)۔

امام احمد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: دنیا کی حلاوت آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی حلاوت ہے(3)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بہت سا گوشت اور ثرید کھایا۔ پھر میں آیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں ڈکار لینے لگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ڈکار کم کر۔ کیونکہ دنیا میں کثرت سے پیٹ بھرنے والے لوگ آخرت میں بھوکے ہوں گے(4)۔

حاکم اور آپ نے کہا یہ روایت صحیح ہے اور بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تو میرے ساتھ ملحق رہنے کا ارادہ رکھتی ہے تو پھر چاہیے کہ مسافر کے زاد راہ جتنی دنیا تجھے کافی ہو اور تو کپڑے کو بوسیدہ نہ قرار دے یہاں تک کہ تو اسے پیوند لگا لے اور اغنیاء کی مجلس سے پرہیز کر(5)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن طارق رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دار دنیا اس کے لیے بہت اچھا ہے جس نے اس سے آخرت کے لیے زاد راہ تلاش کر لیا۔ یہاں تک کہ اپنے رب کو راضی کر لیا اور اس کے لیے بہت برا ہے جسے اس نے آخرت سے پھیر دیا اور اسے رب تعالیٰ کی رضا سے محروم کر دیا اور جب بندہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ دنیا کو دور کرے، تو دنیا کہتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دور کرے۔ جس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ ذہبی نے کہا ہے: یہ روایت ضعیف ہے(6)۔

امام ابن ماجہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت فرمائی اور ارشاد فرمایا: دنیا میں زہد اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے زہد اور غنا کا اظہار کر تو لوگ تجھ سے محبت کریں گے(7)۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 342، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 344
3۔ ایضاً جلد 4، صفحہ 345
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 346
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 347
6۔ ایضاً جلد 4، صفحہ 348
7۔ ایضاً

دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور اس کا راستہ ہے۔ پس جب وہ دنیا سے جاتا ہے تو قید اور راستے سے چھٹکارا پا جاتا ہے(1)۔

امام حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کی اس حال میں کہ دنیا اس کا بڑا مقصد ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے لیے کوئی شے نہیں ہے۔ اور جس نے مسلمانوں کے لیے کوئی اہتمام نہ کیا تو وہ ان میں سے نہیں ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوسفیان رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے اشیاخ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیمار پرسی کے لیے آئے۔ تو وہ رونے لگے۔ حضرت سعد نے پوچھا: اے ابا عبد اللہ! تجھے کون سی شے رلا رہی ہے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ وصال فرما گئے اور وہ تجھ سے راضی تھے اور تو حوض کے پاس آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور اپنے ساتھیوں سے ملاقات کرے گا۔ تو انہوں نے فرمایا: میں موت کی گھبراہٹ سے نہیں رو رہا اور نہ ہی دنیا کی حرص اور لالچ کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ایک عہد لیا تھا۔ آپ نے فرمایا: چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک دنیا سے مسافر کے زاد راہ کی مثل ہی لے۔ اور میرے اردگرد تو یہ تکیے ہیں اور آپ ﷺ کے گرد تو پانی کا ٹب، پیالہ اور لوٹا تھا۔ حاکم نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے(3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ اپنی مساجد میں حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور دنیا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس تم ان کے پاس نہ بیٹھو۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے(4)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قریب ہے۔ اور لوگ صرف دنیوی حرص میں اضافہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دوری کو بڑھا رہے ہیں۔ ذہبی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہما اللہ نے الزہد میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکھی کے پر کے برابر بھی وزن رکھتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا گھونٹ بھی عطا نہ کرتا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مستورد رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخرت میں دنیا کی حیثیت صرف اتنی ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے۔ پھر اسے اوپر اٹھائے پس وہ اسے دیکھے اور پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے(6)۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابوعثمان نہدی سے ان کا یہ قول بیان کیا

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 197، دار صادر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 352، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 353
4۔ ایضاً جلد 4، صفحہ 359
5۔ ایضاً
6۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 229، دار صادر بیروت

ہوں)۔ اس نے اس کا نام بتایا، میں اسے پہچانتا تھا۔ پھر میں نے کہا: کیا تیری بکریوں میں کوئی دودھ والی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر کہا کیا تو مجھے دودھ دے گا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر میں نے اسے حکم دیا ان میں سے میرے لیے ایک بکری پکڑ لاؤ۔ پھر اسے کہا کہ اس کی کھیری سے گرد وغبار جھاڑ دو۔ پھر اسے کہا تو اس نے اپنے ہاتھ وغیرہ جھاڑ کر صاف کر لیے۔ میرے پاس چمڑے کا ایک برتن تھا، اس کے منہ پر کپڑا تھا۔ پس اس نے تھوڑا سا دودھ اس میں دوھ کر دیا پھر میں نے اسے پانی کے پیالے میں انڈیلا۔ یہاں تک کہ وہ خوب ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار پایا۔ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ نوش فرمائیے۔ آپ نے نوش فرمایا اور مجھے انتہائی راحت اور خوشی ہوئی۔ پھر عرض کی: کیا کوچ کا وقت ہو گیا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: پھر ہم چل پڑے حالانکہ قوم ہمیں تلاش کر رہی تھی۔ لیکن ان میں سے سراقہ کے سوا کوئی ہمیں نہ پا سکا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم تلاش کرنے والا ہمیں پیچھے سے آملا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا غمگین نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ حتی کہ وہ ہمارے اتنا قریب آ گیا کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک یا دو یا تین نیزوں کی مقدار فاصلہ تھا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ تلاش کرنے والا آپہنچا ہے۔ اور میں رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نہ رو۔ میں نے عرض کی: قسم بخدا! میں اپنے آپ پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں تو آپ پر رو رہا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ''اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ'' (اے اللہ! جیسے چاہے ہمیں اس سے محفوظ کر لے)۔ پس اس کا گھوڑا اپنے پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا اور وہ اس سے کود گیا اور کہنے لگا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ یہ آپ کا عمل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس موجودہ کیفیت سے نجات عطا فرما دے۔ قسم بخدا! میرے پیچھے تلاش میں جو لوگ اس راستے پر آ رہے ہیں میں انہیں اس سے بھٹکا دوں گا اور یہ میرا ترکش ہے اس سے تیر لے لیجئے۔ فلاں فلاں جگہ پر آپ کا گزر میرے اونٹوں اور ریوڑوں سے ہو گا۔ آپ ان سے اپنی ضرورت پوری فرما لیجئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: مجھے ان کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو اسے چھوڑ دیا گیا اور وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی معیت میں ہم بھی سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ آپہنچے۔ پس لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ وہ راستوں پر اور مکانوں کی چھتوں پر نکل کر آئے ہوئے تھے۔ بچے اور خدام راستوں میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے ''اللہ اکبر جاء رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' اللہ اکبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ قوم میں اس بارے اختلاف ہو گیا کہ کس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نزول فرمائیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کی رات میں بنی نجار جو حضرت عبد المطلب کے ننھیال ہیں ان کے پاس قیام کروں گا اور انہیں یہ اعزاز عطا کروں گا۔ پھر جب دوسرے دن کی صبح ہو گی تو جیسے حکم ہو گا (1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلا۔ یہاں تک کہ جب میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ میرا گھوڑا پھسل

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 343 (36610) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

گیا اور میں گر پڑا۔ میں دوبارہ اٹھا اور پھر سوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے پڑھنے کی آواز سنی اور آپ ادھر ادھر توجہ نہیں کر رہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کثرت سے توجہ کر رہے ہیں۔ تو میرے گھوڑی کے آگے والے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ وہ گھٹنوں تک زمین میں چلے گئے۔ میں اس سے گر پڑا۔ پھر میں نے اسے جھڑکا اور وہ اٹھی اور قریب نہ تھا کہ وہ اپنے پاؤں باہر نکال لے۔ جب وہ کچھ سیدھی کھڑی ہوئی تو اس کے آگے والے پاؤں پر لگام کا نشان تھا جو دھویں کی مثل آسمان تک پھیلی ہوئی تھی۔ پس میں نے دونوں سے امان کی درخواست کی۔ وہ دونوں میرے لیے ٹھہر گئے اور اس وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا جب میں ان سے ملا کہ میں انہیں گرفتار نہیں کر سکتا اور رسول اللہ ﷺ عنقریب غالب آجائیں گے (1)۔

امام ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رات کے وقت رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما ہو کر نکلے تو غار ثور میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اتباع کی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے ان کے سانس کی آواز سنی تو آپ ﷺ کو کسی تلاش کرنے والے کے آنے کے خوف ہوا۔ سو جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو کھانسنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کی آواز سن کر آپ کو پہچان لیا اور ان کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ پیچھے سے آملے پھر دونوں غار میں چلے گئے۔ صبح کے وقت قریش آپ کی تلاش میں مصروف ہو گئے اور انہوں نے بنی مدلج سے نشانات دیکھ کر کھوج لگانے والا ایک آدمی بلا بھیجا۔ پس وہ (کھوج لگانے والا) قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے غار تک پہنچ گیا۔ غار کے دروازے پر ایک درخت تھا۔ اس نے اس کی جڑوں میں پیشاب کیا۔ پھر کہا تمہارا وہ ساتھی جسے تم اس جگہ تلاش کر رہے ہو اس نے اس جگہ کو عبور نہیں کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غمگین ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا** فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں تین دن تک ٹھہرے۔ عامر بن فہیرہ انہیں کھانا پہنچاتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے لیے تیاری کرتے رہے۔ پس انہوں نے اہل بحرین سے تین اونٹ خریدے اور ایک راستے کی راہنمائی کے لیے رہبر اجرت پر لیا۔ جب تیسری رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اونٹ اور رہبر کو ساتھ لے کر ان کے پاس آپہنچے۔ پس رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور دوسری پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے پھر مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑے۔ حالانکہ قریش نے آپ کی تلاش میں کئی لوگ بھیج رکھے تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس، حضرت علی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر، عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے۔ ان تمام کی روایات ایک دوسرے میں جمع ہیں کہ انہوں نے

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 554، قدیمی کتب خانہ کراچی

کہا: رسول اللہ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس سے نکلے حالانکہ قوم کے افراد آپ کے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سنگریزوں کی مشت اٹھائی اور ان کے سر پر پھینک دی اور سورۂ یٰس کی تلاوت شروع کر دی اور چلے گئے۔ تو انہیں کسی کہنے والے نے کہا: تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا محمد (ﷺ) کا۔ اس نے بتایا: قسم بخدا! وہ تمہارے پاس سے گزر گئے ہیں۔ وہ کہنے لگے قسم بخدا! ہم نے تو انہیں نہیں دیکھا۔ وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھے۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور کی طرف نکلے اور اس میں داخل ہو گئے۔ مکڑی نے اس کے دروازے پر بعض گھونسلوں کو آپس میں ملا کر جال سا بنا دیا۔ قریش نے انتہائی تیزی اور شدت کے ساتھ تلاش کی حتی کہ غار کے دروازے تک جا پہنچے۔ تو ان میں سے بعض نے کہا اس پر یہ مکڑی کا جال محمد مصطفٰے ﷺ کی ولادت سے پہلے کا ہے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میں کھڑکی سے بھیس بدل کر نکلا تو سب سے پہلے ابو جہل مجھے ملا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کو مجھے اور ابوبکر کو دیکھنے سے اندھا کر دیا۔ یہاں تک کہ ہم گزر گئے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے منہ پر ایک آدمی کو دیکھا تو کہنے لگے: یارسول اللہ! ﷺ بلاشبہ وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ بے شک ملائکہ اب اپنے پروں کے ساتھ اسے چھپائے ہوئے ہیں۔ پس اس آدمی نے دیر نہیں کی کہ وہ ان کی طرف منہ کر کے پیشاب بیٹھ گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! اگر وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔

امام ابو نعیم نے محمد بن ابراہیم تیمی رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب غار میں داخل ہوئے تو مکڑی نے بعض گھونسلوں کو آپس میں ملا کر اس کے دروازے پر جال سا بن دیا۔ جب وہ غار کے منہ تک پہنچے تو ان میں سے کسی نے کہا: اس غار میں داخل ہو۔ تو امیہ بن خلف نے کہا: تمہیں غار میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ بے شک اس پر یہ مکڑی محمد (ﷺ) کی ولادت سے پہلے کی ہے۔ پس نبی مکرم ﷺ نے مکڑی کو مارنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے: بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت عطاء بن ابی میسرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مکڑی نے دو بار جال بنا۔ ایک بار حضرت داؤد علیہ السلام پر جب کہ طالوت آپ کو تلاش کر رہا تھا اور ایک بار حضور نبی مکرم ﷺ پر غار میں (1)۔

امام ابن سعد، ابو نعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار پیچھے سے ان کے قریب آ پہنچا ہے۔ عرض کی: یا نبی اللہ ﷺ! یہ گھوڑ سوار ہمیں آملا ہے۔ تو آپ ﷺ نے دعا کی ''اللھم اصرعه'' اے اللہ! اسے پچھاڑ دے۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا۔ پھر آپ نے بارگاہ نبوت میں عرض کی:

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 5، صفحہ 197

یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جو چاہیں مجھے حکم ارشاد فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہ، تو کسی کو نہیں چھوڑے گا جو ہمیں آ ملے گا۔ پس آپ دن کے پہلے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے بارے میں پوری کوشش کرنے والے تھے اور دن کے آخری حصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہتھیار تھے (1)۔ اسی کے بارے سراقہ ابوجہل کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

اَبَا حَكَمٍ لَوْ كُنْتَ وَاللّٰهِ شَاهِدًا لِاَمْرِ جَوَادِيْ اَنْ تَسِيْخَ قَوَائِمُهٗ

"اے ابوالحکم! قسم بخدا! اگر تو میرے گھوڑے کو اس طرح دیکھ لیتا کہ اس کے پاؤں دھنس گئے ہیں"۔

عَلِمْتَ وَلَمْ تَشْكُكْ بِاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلٌ بِبُرْهَانٍ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهٗ

"تو تو یقین کر لیتا اور ذرا شک نہ کرتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہیں اور یہ دلیل سے ثابت ہے۔ پس کون ہے جو ان کا مقابلہ کر سکتا ہے"۔

امام بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے ضبہ بن محصن العنزی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں۔ تو وہ رونے لگے اور فرمایا: قسم بخدا! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر سے بہتر اور افضل ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اس رات اور اس دن کے متعلق کچھ بتاؤں؟ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی جی ہاں یا امیر المومنین! تو انہوں نے فرمایا: ان کی رات وہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مکہ سے بھاگتے ہوئے باہر نکلے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی۔ پھر وہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چلتے اور کبھی آپ کے پیچھے، کبھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں ہوتے اور کبھی بائیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا: اے ابوبکر یہ کیا ہے؟ میں تیرے اس فعل کو نہیں پہچانتا؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے گھات لگا کر بیٹھنے والے یاد آ جاتے ہیں۔ تو میں آپ کے آگے آ جاتا ہوں اور مجھے تلاش کرنے والا یاد آ جاتا ہے اور کبھی آپ کی دائیں جانب ہو جاتا ہوں اور کبھی بائیں جانب۔ میں آپ کے بارے میں پرامن نہیں ہوتا۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات اپنی انگلیوں کے اطراف پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں پاؤں ننگے ہو گئے۔ پس جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس کیفیت کو دیکھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اس طرح وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر چلتے رہے یہاں تک کہ غار کے منہ پر جا پہنچے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتار دیا۔ پھر عرض کی: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! آپ اس میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک میں داخل ہو جاؤں۔ تا کہ اگر اس میں کوئی شے ہے تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر واقع ہو۔ چنانچہ آپ اس میں داخل ہوئے اور اس میں کوئی شے نہیں دیکھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھایا اور اس میں اندر لے گئے۔ غار میں کئی شگاف اور بلیں تھیں جن میں سانپ اور اژدہا تھے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ ان میں سے کوئی چیز نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائے گی۔ چنانچہ آپ نے اس میں اپنا پاؤں رکھ دیا اور سانپوں اور اژدہوں نے آپ کو ڈسنا اور ڈنگ لگانا شروع کر دیا اور آپ کے آنسو گرنے لگے۔ اس حال میں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 526، دار الکتب العلمیہ بیروت

رسول اللہ ﷺ آپ کو فرمانے لگے: اے ابوبکر! غمگین نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کے لیے راحت وطمانینت نازل فرمائی۔ پس یہی آپ کی وہ رات ہے۔ رہا آپ کا دن (تو اس کی وضاحت یہ ہے) کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور عرب مرتد ہو گئے۔ تو بعض نے کہا: ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے اور بعض نے کہا نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ ہی ہم زکوٰۃ دیں گے۔ پس میں آپ کے پاس آیا حالانکہ انہوں نے صاف ہو کر آپ کی طرف رجوع نہیں کیا تھا۔ تو میں نے کہا: اے خلیفۃ رسول اللہ! ﷺ لوگوں کے ساتھ الفت اور نرمی کا سلوک کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: جاہلیت میں انتہائی سخت قہر وغضب کا اظہار کرنے والا اسلام میں انتہائی کمزور اور بزدل ہے۔ آپ ان کے ساتھ کون سی تالیف کریں گے کیا عجیب وغریب شعر کے ساتھ یا جھوٹے شعر کے ساتھ؟ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ قسم بخدا! اونٹ کی وہ رسی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے اگر انہوں نے اس کا بھی مجھ سے انکار کیا تو یقیناً میں ان کے خلاف جنگ کروں گا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس ہم نے آپ کی معیت میں جنگیں لڑیں۔ قسم بخدا! آپ انتہائی معاملہ فہم اور صاف رائے والے تھے اور یہی وہ دن ہے (جو عمر سے بہتر ہے)(1)

امام ابونعیم اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت ابن شہاب اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے ہر جانب سوار ہو کر نکلے۔ انہوں نے اہل اطیاہ (پانی کے نواح میں رہنے والے) کی طرف یہ حکم بھیجا کہ وہ انہیں انتہائی زیادہ اجرت اور معاوضہ دیں گے۔ وہ اس جبل ثور پر بھی آئے جس کے غار میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے اوپر چڑھے اور حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی آوازیں سن لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور آپ پر پریشانی اور خوف طاری ہو گیا۔ تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ تو ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اطمینان وراحت نازل ہوئی۔ فرمایا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (2)

امام ابن شاہین، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت حبشی بن جنادہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر مشرکین میں سے کسی نے اپنا قدم آگے بڑھایا تو یقیناً وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (3)

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے: وہ لوگ جو ان کی تلاش میں نکلے، وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور غار میں داخل ہونے سے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ہم تک پہنچ جائیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ نشانات ختم ہو گئے اور وہ وہاں سے دائیں بائیں چلے گئے (4)۔

1۔ دلائل النبوۃ، جلد 2، صفحہ 477، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 478

3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 85، دار الفکر بیروت 4۔ ایضاً

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے لیے نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اپنے آپ پر کسی غیر سے محفوظ نہیں تھے یہاں تک کہ دونوں غار میں داخل ہو گئے (1)۔

امام ابن شاہین، دارقطنی، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا ''اَنْتَ صَاحِبِی فِی الْغَارِ، وَاَنْتَ مَعِی عَلَی الْحَوْضِ'' (تو غار میں میرا ساتھی رہا اور تو حوض پر بھی میرے ساتھ ہوگا) (2)

امام ابن عساکر نے اسی کی مثل حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

امام ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کیا تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا لے آؤ میں سنوں گا تو انہوں نے یہ کہا:

ثَانِی اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

''ثانی اثنین بلند غار میں تھے جب وہ پہاڑ پر چڑھے اس حال میں کہ دشمن ان کے ارد گرد گھوم رہے تھے''۔

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْبَرِیَّةِ لَمْ یَعْدِلْ بِهٖ رَجُلَا

''اور مخلوق جانتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے ساتھ شدید محبت تھی کہ کوئی بھی ان کا ہم سر نہ تھا''۔

پس رسول اللہ ﷺ خوشی سے ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے پھر فرمایا: اے حسان! تو نے سچ کہا۔ وہ ایسے ہی ہیں جیسے تو نے کہا ہے (3)۔

امام خیثمہ بن سلیمان طرابلسی نے فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی مذمت بیان کی ہے لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح بیان فرمائی ہے۔ سو فرمایا اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (4)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غار والی رات کے بعد کسی شے کا خوف اور دین کے معاملہ میں کسی قسم کی وحشت اور خطرہ مجھ میں داخل نہیں ہوا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی ذات اور دین کے بارے میں میرے خوف اور ڈر کو دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اطمینان اور سکون رکھ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کی تکمیل اور اس میں نصرت کا فیصلہ فرما دیا ہے (5)۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 88، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 89 3۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 91
4۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 291 5۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 317

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سوائے ابوبکر صدیق کے تمام مسلمانوں کو اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عتاب کیا ہے۔ وہ اکیلے اس عتاب سے خارج ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ...... الآیہ"(1)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو عتاب کیا ہے اور فرمایا ہے: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے ہمارے اصحاب میں سے کسی نے خبر دیتے ہوئے کہا ہے: ابناء صحابہ میں سے نوجوان ایک مجلس میں تھے اور ان میں قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی وطن بھی نہ تھا مگر میرے جدامجد اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کسی نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! قسم نہ اٹھاؤ۔ پھر کہا: دلیل لاؤ، تو انہوں نے کہا: ہاں ایسی دلیل ہے جسے تم رد نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ۔(2)

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوعوانہ، ابن حبان، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: میں غار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ پس میں نے مشرکین کے آثار دیکھے تو کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان میں سے کسی نے اپنا قدم اٹھایا تو یقیناً اپنے قدم کے نیچے ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دو کے بارے تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔"یَا اَبَابَكْرٍ، مَاظَنُّكَ بِاثْنَیْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا"(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ دونوں جب غار تک پہنچے تو وہاں ایک بل تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں اس میں رکھ دیا اور عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس میں کاٹنے یا ڈسنے والی کوئی شے ہے تو اس کا کاٹنا یا ڈسنا مجھ پر واقع ہو(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب غار کی رات تھی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں آپ سے پہلے اس میں داخل ہوں، تاکہ اگر کوئی سانپ یا کوئی اور شے ہو تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر اثر انداز ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اندر جاؤ۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے جگہ کو صاف کرنے لگے اور جب بھی کوئی بل دیکھتے تو آپ اپنے کپڑے سے ایک ٹکڑا پھاڑتے اور اسے بل میں داخل کر دیتے حتیٰ کہ آپ نے اپنے سارے کپڑے کے ساتھ ایسا ہی کیا اور ایک بل باقی بچ گئی۔ تو اس پر آپ نے اپنے پاؤں کی ایڑی رکھ لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اندر تشریف

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 92، دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً

3۔ صحیح بخاری، باب مناقب المہاجرین، جلد 1، صفحہ 516، قدیمی کتب خانہ کراچی 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 345 (36617) مدینہ منورہ

لائیے۔ جب صبح ہوئی تو آپ کو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کپڑا کہاں ہے؟ تو آپ نے جو کچھ کیا تھا وہ سب آپ ﷺ کو بتا دیا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک اوپر اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا کی ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَبَابَكْرٍ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ'' اے اللہ! قیامت کے دن ابوبکر کو میرے درجہ میں میری معیت عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی التجاء کو قبول فرمالیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جندب بن سفیان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف چلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپ اندر داخل نہ ہونا یہاں تک کہ میں اسے صاف کرلوں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز لگی اور آپ اپنی انگلی سے خون صاف کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے:

هَلْ اَنْتَ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتَ

''صرف تیری انگلی خون آلود ہوئی ہے، جو کچھ تجھے ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہوا''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جعدہ بن ہبیرہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھتی جب کہ ہم غار کی جانب اوپر چڑھے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون نکلنے لگا اور میرے قدم تو عادی تھے اور وہ سخت تھے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ننگے پاؤں چلنے کے عادی نہیں تھے۔

امام ابن سعد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مصعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ارقم اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو اس حال میں پایا کہ میں نے انہیں یہ باتیں کرتے ہوئے سنا کہ جس رات حضور نبی کریم ﷺ غار میں تھے اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم فرمایا۔ تو وہ آپ ﷺ کے سامنے اگا اور اس نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا اور اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا تو اس نے آپ کے سامنے ایک جالا بن دیا اور آپ ﷺ کو چھپا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا۔ تو وہ غار کے منہ پر رہنے لگے۔ قریش کے ہر قبیلے سے نوجوان اپنی لاٹھیاں، تلواریں اور نیزے وغیرہ لے کر آ گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ حضور نبی کریم ﷺ سے چالیس قدم کے فاصلے پر تھے تو ان میں سے ایک نیچے اترا اور اس نے غار میں دیکھا۔ اور لوٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف گیا اور انہوں نے اسے کہا: تجھے کیا ہوا تو نے غار میں نہیں دیکھا؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے غار کے منہ پر دو کبوتروں کو دیکھا ہے۔ جس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔ جو کچھ اس نے کہا وہ سب کچھ حضور نبی مکرم ﷺ نے سن لیا اور آپ ﷺ نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے اسے دور ہٹا دیا ہے۔ سو میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے ان کے بارے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کبوتروں کو جزا یہ عطا فرمائی کہ وہ حرم پاک میں رہنے لگے اور حرم پاک کے تمام کبوتر اسی جوڑے سے پیدا ہوئے (1)۔

1۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 229، دار صادر بیروت

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ میں کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غار میں تھے تو آپ کو پیاس محسوس ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فرمایا: غار کے سامنے والے حصہ کی طرف جاؤ اور پی لو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدر الغار کی طرف گئے اور وہاں سے ایسا مزیدار پانی نوش فرمایا جو شہد سے بھی زیادہ میٹھا اور لذیذ تھا۔ دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر پاکیزہ تھی۔ پھر لوٹ کر واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کی نہروں پر مقرر فرشتے کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ جنت الفردوس کی ایک نہر کو غار کے سامنے کھول دے تاکہ تم اس سے پانی پی لو(2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے بغیر کوئی معبود نہیں! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا حضور نبی مکرم ﷺ کے تمام اصحاب کو آپ کی نصرت کے بارے عتاب کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ قسم بخدا! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے خارج ہیں جنہیں عتاب فرمایا گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے اور سالم بن عبید اصحاب صفہ میں سے تھے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: کون ہے وہ جس کی یہ تین خصلتیں ہیں اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ۔ صاحب کون ہے؟ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ۔ وہ دونوں کون ہیں؟ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ یہ خطاب کس سے ہے؟۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن حارث رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون سورۃ التوبۃ پڑھ سکتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا: میں۔ آپ نے فرمایا: پڑھ۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ آپ رونے لگے اور فرمایا قسم بخدا! وہ صاحب میں ہی ہوں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا صاحبہ میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور غار سے مراد مکہ مکرمہ کا وہ پہاڑ ہے جسے ثور کہا جاتا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر میرا بھائی اور غار میں میرا ساتھی ہے۔ پس تم اس سے اسے پہچان لو۔ پس اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ اس مسجد میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے سوا تمام کھڑکیاں بند کر دو۔ (عربی متن ملاحظہ ہو) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، اَبُوْبَكْرٍ اَخِيْ وَ صَاحِبِيْ فِي الْغَارِ فَاعْرِ فُوْا ذَالِكَ لَهٗ فَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا، سُدُّوْا كُلَّ خَوْخَةٍ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ اَبِيْ بَكْرٍ"

امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 150، دار الفکر بیروت

میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا۔ تو یقیناً ابو بکر صدیق کو خلیل بناتا۔ البتہ وہ میرے بھائی اور غار کے میرے ساتھی ہیں۔

امام عبد الرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ میں غار سے مراد وہ ہے جو اس پہاڑ میں ہے جس کا نام ثور ہے(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں جس نے ایک قوم کو حراء پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو میں نے پوچھا: یہ لوگ حراء میں کیا تلاش کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: وہ غار جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روپوش ہوئے تھے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ حراء میں روپوش نہیں ہوئے تھے بلکہ جبل ثور میں روپوش ہوئے تھے اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی بھی اس غار کے محل کو نہیں جانتا۔ کیونکہ وہ دونوں ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور عامر بن فہیرہ جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا وہ اس کو جانتا ہے کیونکہ وہ جب اپنا ریوڑ چرانے کے لیے نکلتا تو ان دونوں کے پاس سے گزرتا اور انہیں دودھ پیش کرتا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے(2)۔

امام عبد الرزاق، احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والدین کو کبھی بھی نہیں پایا مگر اس حال پر کہ وہ دونوں دین اسلام کے پیروکار اور اطاعت شعار رہے۔ اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرا مگر اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن صبح و شام ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب مسلمانوں کو اذیتیں دی گئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے۔ حتیٰ کہ جب برک الغماد کے مقام پر پہنچے تو قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ آپ سے ملا۔ تو اس نے پوچھا: اے ابو بکر! کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے سو میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ تو ابن دغنہ نے کہا: اے ابو بکر! تمہارے جیسے آدمی کو نہ نکالا جا سکتا ہے اور نہ وہ نکل سکتا ہے۔ بلاشبہ آپ محتاجوں اور فقیروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ یتیموں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمانوں کی عزت افزائی اور تعظیم کرتے ہیں اور حق پر آنے والی آفتوں اور مصائب کے خلاف مدد کرتے ہیں اور میں آپ کا پڑوسی ہوں، آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ چنانچہ قریش نے ابن دغنہ کے پناہ دینے کو قبول کر لیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امن دے دیا اور انہوں نے ابن دغنہ کو کہا: کہ ابو بکر کو کہو وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے، اس میں جو چاہے نماز پڑھے اور جس کی چاہے قرأت کرے۔ اور وہ ہمیں اذیت نہ پہنچائے اور نہ ہی وہ اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھے اور قرآن کریم کی قرأت

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 149 (1086) بیروت 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 345 (36616) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

میں مشغول ہو۔ سو آپ نے ایسا ہی کیا کچھ وقت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں خیال آیا اور آپ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی۔ اور آپ اسی میں نماز پڑھتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ وہ آپ کی طرف دیکھتے اور اظہار تعجب کرتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو آپ اپنے آنسوؤں کے سیلاب کو روکنے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی شے نے قریش کے سرداروں کو بہت زیادہ پریشان اور مضطرب کر دیا۔ پس انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے۔ لیکن اس نے اس سے تجاوز کیا ہے اور اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے۔ اور وہاں وہ اعلانیہ نماز اور قرآن پڑھتا ہے اور ہمیں یہ خدشہ اور خوف ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ پس اگر وہ یہ پسند کرے کہ وہ اپنے رب کی عبادت کو صرف اپنے گھر تک ہی محدود رکھے گا تو پھر ایسا کرے۔ اور اگر وہ یہ تسلیم نہ کرے اور اعلانیہ عبادت پر مصر ہو تو پھر اسے بتا دیجیے کہ وہ تمہاری ذمہ داری اپنے اوپر ہی ڈال دے گا۔ کیونکہ ہم تیرے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو توڑنا بھی ناپسند کرتے ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلانیہ عمل کو قبول بھی نہیں کر سکتے۔

ابن دغنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابوبکر! تم جانتے ہو کہ میں نے جس شرط کی بنا پر تمہارے لیے معاہدہ کیا تھا، پس اگر تم اس کے پابند رہو تو وہ قائم ہے۔ ورنہ میری پناہ مجھے واپس لوٹا دو، کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں میں نے ایک آدمی کے اس معاہدے میں بے وفائی کی ہے جو میں نے اس کے لیے کیا تھا، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کی پناہ پر ہی راضی اور خوش ہوں۔ ان دنوں رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا: مجھے تمہارا دار ہجرت دکھا دیا گیا ہے۔ میں نے کھجوروں والی ایک دلدلی زمین دیکھی ہے جو لابتین (سیاہ پتھروں والی زمین کے دو قطعوں) کے درمیان ہے۔ یہی حرتان کہلاتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ذکر فرما دیا تو پھر جنہوں نے ہجرت کی انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہی ہجرت کی اور مسلمانوں میں سے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کے لیے تیار ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا ٹھہر جائیے کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اجازت دے دی جائے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا آپ بھی یہ امید رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور سنگت کے لیے اپنے آپ کو روک لیا۔ آپ کے پاس دو اونٹنیاں تھیں آپ انہیں چار ماہ تک ببول کے پتوں کا چارہ ڈالتے رہے۔ پس اسی اثناء میں ہم ایک دن اپنے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ اس وقت کبھی بھی ہمارے پاس تشریف نہیں لائے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ

اس ساعت میں بغیر حکم کے تشریف نہیں لا رہے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے اور اجازت طلب فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے اور آپ ﷺ اندر قدم رنجہ فرما ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ جونہی اندر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اپنے پاس سے دوسروں کو نکال دیجیے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے ماں باپ قربان یہ سب آپ کے اہل ہیں؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے بتایا: مجھے یہاں سے خروج کی اجازت دے دی گئی ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ بابی انت کیا صحابہ کرام کو بھی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ بابی انت! میری ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثمن (قیمت) کے عوض۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا۔ پس ہم نے دونوں کے لے خوب اچھی طرح تیاری کی۔ اور ہم نے دونوں کے لیے سفر کا توشہ ایک چمڑے کے برتن میں ڈالا اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے ازار بند کو کاٹا اور اس کے ساتھ اس برتن کو باندھ دیا۔ اسی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ کے غار میں چلے گئے جس پہاڑ کا نام ثور ہے اور تین راتیں دونوں وہاں ٹھہرے رہے۔ رات کے وقت ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آتے تھے۔ وہ نوجوان، معاملہ فہم اور انتہائی ہوشیار اور تیز آدمی تھے۔ وہ سحری کے وقت ان کے پاس سے چلے جاتے تھے اور قریش مکہ کے ساتھ اس طرح صبح کرتے تھے جیسا کہ وہاں رات گزارنے والا کرتا تھا۔ آپ جو بات بھی ان سے متعلق سنتے تھے آپ اسے یاد رکھ لیتے۔ یہاں تک کہ اس کی خبر ان تک پہنچا دیتے جب کہ اندھیرے باہم مل رہے ہوتے تھے۔ ان کے قریب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اپنا ریوڑ چراتا تھا۔ پس جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو وہ ان میں سے دودھ والی بکریاں آپ کو پیش کرتا تھا۔ وہ دونوں اپنے مقام میں رات گزار رہے ہوتے یہاں تک کہ عامر بن فہیرہ اندھیرے میں دونوں کو آواز دیتا۔ وہ تینوں راتیں اسی طرح کرتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی دیل کا ایک آدمی اجرت پر لیا۔ پھر اس کا تعلق بنی عبد بن عدی سے تھا۔ اور وہ راستے کی راہنمائی میں انتہائی مہارت رکھتا تھا۔ حالانکہ اس نے آل عاص بن وائل میں جھوٹی قسم کھائی تھی اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا۔ مگر ان دونوں نے اسے پناہ دی اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں۔ اور تین راتوں کے بعد انہیں غار ثور میں لانے کا اس سے وعدہ لیا۔ پس تیسری رات کی صبح کو وہ دونوں سواریوں کو ساتھ لے کر آ گیا اور وہاں سے سفر کا آغاز کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ اور ایک راستے کا راہبر دیلی بھی تھا۔ اس نے ان کے لیے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا جو کہ ساحل کا راستہ تھا۔ زہری کا بیان ہے کہ مجھے عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی جو کہ سراقہ بن جعشم کا بھتیجا ہے، نے بتایا ہے کہ اسے اپنے باپ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے سراقہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے اور انہوں نے آ کر بتایا کہ قریش نے کہا ہے جو بھی رسول اللہ ﷺ اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کوقتل کرے گا یا انہیں قید کر کے لائے گا ان کی دیت (سواونٹ) اس کے لیے ہوگی۔

پس اس اثناء میں کہ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ان میں سے ایک آدمی آیا ہمارے پاس آ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند لوگوں کو دیکھا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہی ہیں۔ سراقہ نے کہا: میں نے پہچان لیا کہ یقیناً وہ وہی ہیں۔ لیکن میں نے کہہ دیا کہ وہ وہ نہیں ہیں۔ لیکن میں نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے کہ وہ چل پڑے ہیں۔ پھر میں کچھ دیر مجلس میں بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر اپنے گھر گیا اور اپنی کنیز کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو ٹیلے کے پیچھے کی جانب لے چلے اور وہاں اسے روک رکھے۔ میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کی پچھلی جانب سے نکلا۔ زمین کو اپنے نیزے سے چھیدتا رہا اور نیزے کی اوپر والی جانب کو نیچے کی جانب کیا۔ یہاں تک کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ گیا۔ پس میں اس پر سوار ہوا اور اسے خوب تیزی سے دوڑایا۔ اس نے مجھے اتنا قریب پہنچا دیا یہاں تک کہ میں نے ان کا نشان دیکھ لیا۔ پس جب میں ان کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ آواز انہیں سنائی دینے لگی۔ تو میرا گھوڑا لڑکھڑا گیا اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر اٹھا اور اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا اور اس سے فال کا تیر نکالا۔ اس کے ذریعے یہ غور وفکر کرنے کی کوشش کی کہ آیا میں انہیں کچھ ضرر پہنچا سکوں گا یا نہیں؟ لیکن اس سے ایسا تیر نکلا جو مجھے قطعاً پسند نہ تھا یہ کہ میں انہیں کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور فال کے خلاف کیا۔ یہاں تک کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سننے لگا اور حال یہ ہے کہ آپ ادھر ادھر التفات نہیں فرماتے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے تمام اطراف میں دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ پس اس وقت میرے گھوڑے کے آگے والے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور گھٹنوں تک پہنچ گئے۔ میں اس سے گر پڑا۔ پھر اسے کھینچا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا حالانکہ پاؤں کا نکلنا قریب نہ تھا۔ پس جب اس کی ٹانگیں سیدھی ہو گئیں تو دیکھا کہ اس کے پاؤں پر لگام کا نشان ہے جو دھوئیں کی صورت میں آسمان کی جانب پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے پھر تیر نکالا لیکن وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا کہ میں انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکوں گا۔ لہٰذا میں نے انہیں امان کے لیے آواز دی۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے قریب آ پہنچا۔ جب میں ان سے ملا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں انہیں قید نہیں کر سکا۔ بلاشبہ عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم غالب آ جائے گا۔ پھر میں نے ان سے کہا: کہ آپ کی قوم نے آپ کے بارے میں سواونٹ انعام مقرر کیا ہے۔ میں نے انہیں سفر کے متعلق کچھ بتایا۔ اور جو لوگ ان کا ارادہ رکھتے تھے ان کے بارے آگاہ کیا اور اپنا کھانا اور کچھ سامان سفر انہیں پیش کیا۔ مگر انہوں نے مجھ سے کوئی شے نہ لی اور نہ مجھ سے کسی کے بارے پوچھا۔ مگر صرف یہ کہ ان کا معاملہ مخفی رکھوں، کسی پر اظہار نہ کروں، پھر میں نے عرض کی کہ مجھے ایک تحریر لکھ دیجیے جس میں امان کا وعدہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا۔ تو انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ لکھ کر دے دیا اور پھر چلے گئے۔

امام زہری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زبیر اور مسلمانوں کے ایک قافلے سے ملے جو کہ ملک شام سے تجارت کر کے مکہ کی طرف آ رہے تھے۔ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا۔ ان کا لباس سفید کپڑے کا تھا۔ جب مدینہ طیبہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بارے سنا تو وہ ہر صبح مقام حرہ تک آتے تھے اور آپ ﷺ کا انتظار کرتے یہاں تک کہ انہیں دوپہر کی گرمی اذیت پہنچانے لگتی تو وہ واپس لوٹ جاتے۔ پس اسی طرح ایک دن طویل انتظار کرنے کے بعد وہ واپس لوٹے۔ جونہی وہ اپنے گھروں میں پہنچے یا وہ ایک یہودی کے گھر میں جو کہ ایک ٹیلے پر واقع تھا انتظار کے لیے جمع تھے کہ اس کی نظر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر پڑی۔ غبار ہٹ چکا تھا اور ان کے چہرے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ تو اس نے بلند آواز میں ندا دی یامعشر العرب! یہ وہ تمہارے بزرگ ہیں جن کی تم انتظار کر رہے ہو۔ پس مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملے یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کو ظہر الحرہ کے پاس لے آئے۔ وہاں سے آپ ﷺ دائیں جانب پھرے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف میں نزول فرمایا۔ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ رسول اللہ ﷺ قیام فرما رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نصیحتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے اور انصار میں سے جو بھی ایسا شخص آتا جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہوا نہ تھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ گمان کرتا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو دھوپ آ گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے آپ ﷺ پر سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی پہچان ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ دس سے زائد راتیں بنی عمرو بن عوف میں قیام فرما رہے اور وہ مسجد بنائی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں نماز ادا فرمائی۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل پڑے اور آپ ﷺ کے ساتھ لوگ بھی چلے یہاں تک کہ آپ کی سواری مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) کی جگہ آ کر بیٹھ گئی۔ اس دن سے مسلمان وہاں نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ جگہ سہل اور سہیل دو بھائیوں کی کھجوریں خشک کرنے کا میدان تھا۔ یہ دونوں یتیم بچے تھے اور بنی نجار میں ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی سواری وہاں بیٹھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”هٰذَا الْمَنْزِلُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ“ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہی منزل ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں بچوں کو بلایا اور ان کے ساتھ اس میدان کا سودا کیا کہ آپ وہاں مسجد بنائیں گے۔ تو انہوں نے عرض کی: سودا نہیں۔ بلکہ یارسول اللہ! ﷺ ہم آپ کے لیے یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے ان سے یہ جگہ اس طرح قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر آپ ﷺ نے ان سے وہ جگہ خرید لی اور وہاں مسجد تعمیر فرمائی اور اس کی تعمیر کے وقت رسول اللہ ﷺ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ اینٹیں اٹھا کر لانے میں برابر کے شریک رہے۔ اس دوران آپ ﷺ یہ اشعار پڑھتے رہے:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْبَرَ   هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَ اَطْهَرُ

”یہ جمال خیبر کا حسن و جمال نہیں، یہ تو ہمارے رب کا احسان اور انتہائی طہارت و پاکیزگی ہے“۔

اِنَّ الْاَجْرَ أَجْرُ الْاٰخِرَةِ   فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

”بے شک اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے، اے اللہ! انصار و مہاجرین پر رحم فرما“۔

رسول اللہ ﷺ مسلمانون میں سے کسی آدمی کے شعر کے جواب میں یہ شعر پڑھتے تھے۔اس کا نام مجھے معلوم نہیں۔

امام ابن شہاب رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے: احادیث میں مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان اشعار کے سوا بھی کوئی مکمل شعر کہا ہو۔لیکن آپ ﷺ مسجد بنانے کے وقت صحابہ کرام کے ساتھ رجز پڑھتے رہے۔

جب رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو وہ جنگ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والوں کے درمیان حائل ہو گئی یہاں تک کہ وہ غزوۂ خندق کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ سے مدینہ طیبہ میں آ کر ملے۔پس اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حبشہ میں ٹھہرنے والوں کو عار دلایا کرتے تھے۔تو اس کا ذکر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس طرح نہ کیا کرو۔سب سے پہلے قتال کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج: 39) لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحج) ''اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا''(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بخاری رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اس حال میں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے۔وہ شیخ تھے وہ پہچانے جاتے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی پہچان نہیں ہو سکتی تھی۔تو لوگ کہتے تھے: اے ابوبکر! تمہارے آگے یہ بچہ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ''هَادٍ يَّهْدِيْنِي السَّبِيْلَ'' یہ راہنما ہے جو مجھے راستہ کی راہنمائی فرماتا ہے۔فرمایا: جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو حرہ کے مقام پر اترے اور انصار کی طرف پیغام بھیجا۔تو وہ آ گئے۔راوی کا بیان ہے میں اس دن حاضر تھا جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔پس میں نے اس دن سے زیادہ حسین کوئی دن نہیں دیکھا۔اور جس دن حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اس دن سے بڑھ کر کوئی قبیح اور زیادہ تاریک کوئی دن نہیں دیکھا(2)۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے التمہید میں حضرت کثیر بن فرقد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی غرض سے نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سواری لائی گئی۔اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: آپ سوار ہوں اور وہ آپ کے ردیف ہوں گے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تم سوار ہو اور میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا۔کیونکہ جو مالک ہو وہی سواری پر آگے بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔سو جب دونوں نکلے تو راستے میں سراقہ بن جعشم سے ملاقات ہوئی۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔اس نے آپ سے پوچھا۔تم کون آدمی ہو؟ آپ نے فرمایا: باغ (بغاوت کرنے والا) اس نے کہا: یہ تمہارے پیچھے کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ھاد۔(ہدایت اور راہنمائی کرنے والا) پھر اس نے کہا: کیا آپ محمد ﷺ کے بارے بتا سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ میرے پیچھے ہیں۔

1۔صحیح بخاری، باب الہجرۃ، جلد 1، صفحہ 552، قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 346 (36625) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے تاریخ میں بیان کیا ہے کہ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طمانیت نازل فرمائی کیونکہ نبی کریم ﷺ سے کبھی بھی طمانینت زائل نہیں ہوئی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار حراء میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی جگہ کی جانب دیکھے گا تو وہ بالیقین مجھے اور آپ کو دیکھ لے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا ان دو کے بارے کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟ اے ابوبکر! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے طمانینت تجھ پر نازل فرمائی ہے اور میری تائید ایسے لشکروں کے ساتھ کی ہے جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ سے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طمانینت نازل فرمائی۔ کیونکہ حضور نبی مکرم ﷺ پر تو سکینت اور طمانینت ہمہ وقت تھی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى میں کلمہ سے مراد شرک ہے۔ اور وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا میں کلمہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت نقل کی ہے۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک آدمی حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: وہ آدمی جو بہادری اور شجاعت کے لیے لڑتا ہے اور جو حمیت کی خاطر لڑتا ہے اور جو ریاء اور دکھاوے کے لیے جنگ کرتا ہے۔ تو کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کر رہا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی اس لیے لڑتا تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند ہو تو وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑا (2)۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱

"(جہاد کے لیے) نکلو (ہر حال میں) ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم (اپنا نفع نقصان) جانتے ہو"۔

امام فریابی اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالضحیٰ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سورۂ برأت میں سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا پھر اس کی پہلی اور آخری آیت نازل ہوئی۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 482، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ سنن ترمذی، باب فضائل الجہاد، جلد 4، صفحہ 153 (1646) بیروت

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابو مالک نے کہا: سورۂ برأت میں سے جو شے سب سے اول نازل ہوئی وہ یہ ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا پھر اس کا اول اور آخر نازل ہوا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا: کہ سورۂ برأت میں سے سب سے پہلے مذکورہ آیت نازل ہوئی(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خِفَافًا سے مراد نشاط یعنی خوشی کی حالت ہے اور ثِقَالًا سے مراد غیر نشاط یعنی اداسی اور پریشانی کی حالت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حکم رحمہ اللہ نے کہا: خِفَافًا سے مراد مشغولیت کی حالت اور ثِقَالًا سے مراد غیر مشغولیت کی حالت ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ خِفَافًا وَّ ثِقَالًا کا معنی ہے تنگی اور سہولت یعنی ہر دو حالت میں جہاد کے لیے نکلو۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ خِفَافًا سے مراد جوانی کی حالت اور ثِقَالًا سے مراد کہولت یعنی بڑھاپے کی حالت ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ نے کہا کہ خِفَافًا وَّ ثِقَالًا سے مراد جوان اور بوڑھے ہیں(4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگوں نے کہا: بے شک ہم میں ثقیل، حاجت مند، کاروباری، مشغول رہنے والے اور وہ ہیں جن کے معاملات منتشر اور بکھرے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے بارے یہ حکم نازل فرمایا: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا اور ان کا کوئی عذر قبول کرنے سے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ جس حالت میں ہیں ہلکی یا بوجھل وہ جہاد کے لیے نکلیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: ایک آدمی آیا۔ ان کا گمان تھا کہ وہ حضرت مقداد تھے۔ وہ بہت عظیم الجثہ اور موٹا تھا۔ اس نے آپ ﷺ کے پاس اپنا شکوہ پیش کیا اور عرض کی کہ آپ ﷺ اسے اجازت عطا فرما دیں۔ تو آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔ اس دن اس کے بارے میں یہ نازل ہوئی اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ حکم لوگوں پر گراں اور شدید تر ثابت ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کرتے ہوئے فرمایا لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى (التوبہ: 91) "نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر"۔ الآیہ۔

امام ابن جریر نے حضرت حضرمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے لیے قریب تھا کہ ان میں سے کوئی بیمار ہوتا یا بوڑھا ہو جاتا اور وہ کہتا کہ بے شک میں گناہ گار نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرما دی(5)۔

امام ابن سعد، ابن ابی عمر العدنی نے مسند میں، عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابو یعلی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 4، صفحہ 209 (19368) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً (19371) 4۔ ایضاً (19372)

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 159، دار احیاء التراث العربی بیروت

حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ابوطلحہ نے سورۂ برأت پڑھی۔ پس جب وہ اس آیت پر پہنچے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ ہمارا رب ہم سے جہاد کے لیے نکلنے کا مطالبہ فرما رہا ہے، چاہے ہم بوڑھے ہوں یا جوان اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی کا کوئی عذر نہیں سنا۔ تم میرے لیے تیاری کرو۔ ان کے بیٹوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہو گیا اور آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر بھی جنگ میں شریک ہوتے رہے ہیں یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہو گیا۔ سو اب ہم آپ کی جانب سے جہاد میں شریک ہوں گے۔ لیکن آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور سمندری سفر کے لیے جہاز پر سوار ہوئے اسی دوران وصال فرما گئے۔ آپ کے ساتھیوں نے نو دن کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لیے جزیرہ پایا تب تک آپ میں کوئی تغیر اور تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ چنانچہ اتنے دنوں کے بعد انہوں نے آپ کو اس جزیرہ میں دفن کر دیا (1)۔

امام ابن سعد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہوئے پھر ایک سال کے سوا کبھی بھی مسلمانوں کی کسی جنگ سے آپ پیچھے نہیں رہے اور وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا اور میں اپنے آپ کو خفیف اور ثقیل ہی پاتا ہوں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوراشد حبرانی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑسوار حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو حمص میں دیکھا ہے، وہ ایک جنگ کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو میں نے عرض کی: تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: سورۃ البحوث یعنی سورۃ التوبہ نے ہمارے عذر سے انکار کیا ہے اور فرمایا: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا۔ (2)

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابویزید مدینی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم ہر حال میں جہاد کے لیے نکلیں۔ اور وہ مذکورہ ارشاد باری تعالیٰ کی یہی تاویل کرتے تھے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

"اگر ہوتا وہ مال نزدیک یا سفر آسان تو ضرور پیچھے چلتے آپ کے لیکن دور معلوم ہوتی ہے انہیں مسافت اور ابھی قسم کھائیں گے اللہ کی (اور کہیں گے) کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور نکلتے تمہارے ساتھ۔ ہلاک کر رہے

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 114 (1250) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 393 (5487)

ہیں اپنے آپ کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ قطعاً جھوٹے ہیں''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی: کیا آپ بنی اصفر کے ساتھ جنگ نہیں لڑیں گے، شاید آپ شہنشاہ روم کی بیٹی کو پالیں؟ اور دو آدمیوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ جانتے ہیں کہ عورتیں فتنہ ہیں۔ پس آپ ہمیں ان کے سبب فتنہ میں نہ ڈالیں۔ لہٰذا ہمیں اجازت فرما دیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت فرما دی۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو ان میں سے ایک نے کہا: یہ چربی فقط سب سے پہلے کھانے والے کے لیے ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔ ابھی تک آپ ﷺ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جب آپ نے کچھ فاصلہ طے کرلیا تو آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت آپ پانی کے ایک چشمے کے پاس تھے لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ اور آپ پر یہ آیت بھی نازل ہوئی: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (التوبہ: 43) اور آپ پر یہ آیت بھی نازل ہوئی لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ: 44) ''نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر''۔ اور ان کے خلاف یہ حکم نازل ہوا اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (التوبہ) ''یقیناً وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا کا معنی ہے اگر مال غنیمت قریب ہوتا۔ اور وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ کی تفسیر میں فرمایا کہ الشُّقَّةُ سے مراد مسافت ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَرَضًا قَرِيْبًا کا معنی ہے اگر وہ دنیا جسے وہ طلب کرتے ہیں قریب ہوتی۔ اور سَفَرًا قَاصِدًا کے بارے کہتے ہیں کہ اگر سفر قریب ہوتا۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: تحقیق وہ خروج کی طاقت رکھتے تھے لیکن ان کے نفسوں میں سستی اور غفلت تھی اور جہاد سے دوری کے جذبات تھے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۴۳

''درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دے دی تھی انہیں یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ پر وہ لوگ جنہوں نے سچ کہا اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو''۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں اور ابن جریر نے عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: دو کام ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کیے حالانکہ دونوں کے بارے میں کسی شے کا کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ ایک آپ ﷺ کا منافقین کو اجازت دینا اور دوسرا قیدیوں سے فدیہ لینا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ الآیہ (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 162، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مورق العجلی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کیا تم نے اس سے حسین اور اچھا عتاب کہیں سنا ہے کہ عتاب فرمانے سے پہلے ہی عفو و درگزر سے آغاز فرمایا اور ارشاد فرمایا: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کچھ لوگوں نے کہا: کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کریں۔ پس اگر آپ ﷺ تمہیں اجازت عطا فرمادیں تو پھر بیٹھے رہو۔ اور اگر نہ بھی تمہیں اجازت دیں تو پھر بھی بیٹھے رہو۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں اسی آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت سمیت تین آیات اس آیت کے ساتھ منسوخ ہو چکی ہیں فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (النور:62) ”پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دیجیے ان میں سے جسے آپ چاہیں“۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کے بارے یہ کہا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ آیت نازل فرمائی: فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ۔

لَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ ۝۴۴ اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ۝۴۵

”نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر کہ (نہ) جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو صرف وہی اجازت مانگتے ہیں آپ سے جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور شک میں مبتلا ہیں ان کے دل تو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں“۔

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ دونوں آیتوں کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ منافقین کی تفسیر ہے جب کہ انہوں نے بغیر کسی عذر کے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت مانگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کے عذر کو قبول کرتے ہوئے فرمایا فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ۔(1)

امام ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان دونوں آیات کی ناسخ وہ آیت ہے جو سورۂ نور میں ہے یعنی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۶۲

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 163، دار احیاء التراث العربی بیروت

(النور) اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اس بارے دواعلیٰ نظریوں کا اختیار دیا ہے کہ جو جہاد میں شریک ہو وہ فضیلت و شرف کے ساتھ جہاد کرے اور جو کوئی پیچھے رہے تو وہ بغیر کسی حرج کے پیچھے بیٹھا رہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔

وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

''اور اگر انہوں نے ارادہ کیا ہوتا (جہاد پر) نکلنے کا تو انہوں نے تیار کیا ہوتا اس کے لیے کچھ سامان لیکن ناپسند کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے کھڑے ہونے کو اس لیے پست ہمت کر دیا انہیں اور کہہ دیا گیا تم بیٹھے رہو بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ اگر نکلتے تمہارے (لشکر) میں تو نہ زیادہ کرتے تم میں بجز فساد کے اور دوڑ دھوپ کر کے تمہارے درمیان فتنہ پردازی کرتے۔ اور تم میں ان کے جاسوس (اب بھی) موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو (اے حبیب!) وہ کوشاں رہے فتنہ انگیزی میں پہلے بھی اور الٹ پلٹ کرتے تھے آپ کے لیے تجویزیں یہاں تک کہ آ گیا حق اور غالب ہوا اللہ کا حکم اور وہ ناخوش تھے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ کا معنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نکلنے کو ناپسند کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: فَثَبَّطَهُمْ کا معنی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں روک لیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ان منافقین کا ذکر ہے جو غزوۂ تبوک کے وقت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ اور مومنین سے ان کے بارے پوچھا اور فرمایا: کون سی شے تمہیں غمگین کر رہی ہے ''اگر وہ تمہارے (لشکر) میں نکلتے تو بجز فساد کے تم میں کچھ اضافہ نہ کرتے''، یعنی اگر وہ تمہارے لیے جمع ہوتے اور عملاً شریک ہوتے تو پھر بھی وہ تمہاری مدد نہ کرتے اور باعث رسوائی بنتے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّ لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً وہ تمہارے درمیان دوڑ دھوپ کرتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَّ

لَاۡاَوۡضَعُوۡا خِلٰلَكُمۡ کا معنی ہے کہ وہ یقیناً تمہیں چھوڑ دیتے۔ اور یَبۡغُوۡنَكُمُ الۡفِتۡنَةَ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عبداللہ بن نبتل، عبداللہ بن ابی ابن سلول، رفاعہ بن تابوت اور اوس بن قیظی تمہارے معاملہ میں ٹال مٹول کرتے۔ اور وَ فِيۡكُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ کی تفسیر میں کہا: اور تم میں منافقین کے علاوہ ان کی طرح باتیں کرنے والے موجود ہیں اور وہ منافقین کے جاسوس ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَ فِيۡكُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ کا معنی ہے تم میں ان تک باتیں پہنچانے والے موجود ہیں۔

امام ابن اسحاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی، عبد اللہ بن نبتل اور رفاعہ بن زید بن تابوت منافقین کے سرداروں میں سے تھے اور ان میں سے تھے جو اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ مکر اور دھوکہ کرتے تھے انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدِ ابۡتَغَوُا الۡفِتۡنَةَ مِنۡ قَبۡلُ وَ قَلَّبُوۡا لَكَ الۡاُمُوۡرَ...... الی آخر الآیۃ۔

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّیۡ وَ لَا تَفۡتِنِّیۡ ؕ اَلَا فِی الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوۡا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۴۹﴾

''اور ان میں سے بعض کہتے ہیں اجازت دیجیے مجھے (کہ گھر ٹھہرا رہوں) اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ خبردار فتنہ میں تو وہ گر چکے۔ اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو''۔

امام ابن منذر، طبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضور نبی مکرم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے لیے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے جد بن قیس کو فرمایا بنی اصفر کے ساتھ جہاد کرنے کے بارے تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھے تو یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا اس لیے آپ مجھے اجازت عطا فرما دیجیے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی(1)۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو جد بن قیس کو یہ فرماتے سنا ہے: اے جد! کیا تو بنی اصفر کے خلاف جنگ کے لیے تیار ہے؟ تو جد نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے اجازت عطا فرما دیں گے؟ کیونکہ میں عورتوں کے عشق ومحبت میں مبتلا ہونے والا آدمی ہوں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حالانکہ آپ اس سے اعراض کر رہے تھے میں نے تجھے اجازت دے دی۔ تب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 122 (12654) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

نے فرمایا: تم غزوہ میں شریک ہو، بنی اصفر کی بیٹیاں غنیمت میں پاؤ گے۔ تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: بلاشبہ یہ تمہیں عورتوں کے فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ سو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ آیت جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے یہ کہا تھا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دے دیجیے اور مجھے بنی اصفر کی عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالیے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تبوک کی جنگ لڑو روم کی عورتوں سے بنات اصفر غنیمت میں پاؤ گے تو انہوں نے کہہ دیا ہمیں اجازت دے دیجیے اور ہمیں عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالیے۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں اپنی سند سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کم غزوات کے لیے تشریف لے جاتے تھے مگر یہ واضح ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خروج کسی اور ارادہ سے ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے وقت فرمایا: اے لوگو! میں روم کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں انہیں خوب جانتا ہوں۔ یہ تنگی کا زمانہ تھا، گرمی شدید تھی اور شہر قحط زدہ تھے۔ وہ وقت پھلوں کے پکنے کا تھا اور لوگ اپنے پھلوں کے پاس اور سایوں میں بیٹھنا پسند کرتے تھے اور ان سے کہیں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ پس اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی تیاری کے سلسلہ میں جد بن قیس سے یہ فرمایا: اے جد! بنی اصفر کی بیٹیوں کے بارے تیرا کیا خیال ہے؟ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم جانتی ہے کہ عورتوں کے بارے رغبت رکھنے والا مجھ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ اور مجھے تو یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیا تو وہ مجھے فتنہ میں ڈال دیں گی۔ پس مجھے تو اجازت دے دیجیے یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا تجھے اجازت ہے۔ تو اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا راوی کہتے ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہے اور صرف اپنی ہی ذات میں رغبت رکھنے کے سبب جس فتنہ میں مبتلا ہوا وہ اس فتنہ سے کہیں شدید اور بڑا ہے جس فتنہ میں بنی اصفر کی عورتوں کے سبب مبتلا ہونے کا وہ خوف کر رہا تھا۔ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ کہ اسی کے سبب جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ۔ ''مت نکلو اس سخت گرمی میں''۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ (التوبہ) ''فرمایئے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ کچھ سمجھتے''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر کی تیاری فرمائی اور لوگوں کو بھی تیاری کا حکم ارشاد فرمایا اور اہل ثروت کو فی سبیل اللہ سواریاں اور اخراجات دینے پر برانگیختہ کیا۔ اہل ثروت میں سے بہت سے افراد نے یہ بوجھ اٹھایا اور انتہائی خلوص کا اظہار کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں اتنا عظیم مال خرچ کیا کہ آپ سے بڑھ کر کسی نے خرچ نہیں کیا اور دو سو اونٹوں کا بوجھ حاضر خدمت کیا (2)۔

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 63 (11052) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد　2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 213، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت عروہ اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ دونوں نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے شام کے لیے لشکر تیار کیا اور لوگوں کو خروج کی اجازت عطا فرمائی اور انہیں کوچ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس وقت موسم خزاں کی انتہائی شدید گرم راتیں تھیں اور لوگوں کے لیے اپنی کھجوروں کا پھل چننے کا موسم تھا۔ بہت سے لوگوں نے سستی کا مظاہرہ کیا اور کہا: ان میں روم کی طاقت نہیں ہے۔ شرفاء نکل پڑے اور منافقین پیچھے رہ گئے۔ اور آپس میں باتیں کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اب کبھی ان کی طرف واپس نہیں آئیں گے۔ پس جنہوں نے ان کی بات کو تسلیم کیا انہوں نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور جانے سے باز رکھا اور مسلمانوں میں سے بھی کچھ افراد اپنے اپنے عذر کے سبب ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے کچھ بیمار اور کچھ تندرست تھے۔ چھ آدمی حاضر خدمت ہوئے، وہ تمام کے تمام تنگدست تھے، وہ آپ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کرنے لگے اور وہ آپ سے پیچھے رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایسی کوئی سواری نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس وہ اس حال میں واپس مڑے کہ انتہائی غم زدہ حالت میں ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ اور وہ اس حالت پر انتہائی مغموم تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لیے کوئی شے نہیں پاتے۔ ان افراد میں بنی سلمہ سے عمر بن غنمہ، بنی مازن میں سے ابن نجار ابو لیلیٰ عبد الرحمٰن بن کعب، بنی حارث میں سے علیہ بن زید، بنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر اور ہرم بن عبد اللہ تھے۔ انہیں بنی البکاء پکارا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں عبد اللہ بن عمر اور بنی مزینہ میں سے ایک آدمی تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو روتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ جہاد کو پسند کرتے ہیں اور وہ انتہائی کوشاں ہیں۔ سو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انہیں معذور قرار دیا اور ارشاد فرمایا: لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (التوبہ: 91) الآیہ۔ اور اس کے بعد کی دو آیات بھی ہیں۔

"نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں (اگر یہ پیچھے رہ جائیں) کوئی حرج جب کہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے"۔

آپ ﷺ کے پاس جد بن قیس سلمی حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آ کر عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھے یہیں بیٹھے رہنے کی اجازت عطا فرما دیجیے۔ کیونکہ میں صاحب جائیداد ہوں اور اس میں کئی ایسے اسباب ہیں جو میرے لیے عذر ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تیاری کر کیونکہ تو خوشحال اور صاحب ثروت آدمی ہے شاید تو بنی اصفر کی کسی بیٹی کو اپنے ساتھ سوار کر لے۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت فرما دیجیے اور مجھے فتنہ و آزمائش میں نہ ڈالیے۔ تب یہ آیت وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ اور اس کے ساتھ پانچ آیات جو کہ ایک دوسرے کے پیچھے ہیں نازل ہوئیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے سفر کا آغاز کیا اور مومنین بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اور جو لوگ آپ سے پیچھے رہے تھے ان میں بنی عمرو بن عوف میں سے غنمہ بن ودیعہ بھی تھا۔ اس سے کہا گیا: کس چیز نے تجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے چھوڑ دیا ہے حالانکہ تو تو مسلمان ہے؟ تو اس نے کہا: دل لگی اور خوش طبعی نے پس اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے اور دیگر پیچھے رہنے والے منافقین کے بارے مسلسل تین آیات نازل فرمائیں یعنی وَ

لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ (التوبہ:65)'' اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے''(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوۂ تبوک کا ارادہ کیا تو فرمایا: ان شاء اللہ ہم روم سے جنگ لڑیں گے اور ہم بنی اصفر کی بیٹیوں تک پہنچیں گے۔ آپ ﷺ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کے لیے ان کے حسن کا تذکرہ کرتے تھے۔ تو منافقوں میں سے ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ عورتوں کے بارے میری محبت اور پسند سے خوب واقف اور آگاہ ہیں اس لیے آپ مجھے اجازت فرما دیجیے اور ساتھ نہ لے جائیے۔ سو مذکورۃ الصدر آیت نازل ہوئی۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَلَا تَفْتِنِّيْ کا معنی ہے آپ مجھے نہ نکالیے اور اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا میں فتنہ کا معنی حرج ہے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: وَلَا تَفْتِنِّيْ کا معنی ہے آپ مجھے گناہ گار نہ کیجئے۔ اور اَلَا فِي الْفِتْنَةِ میں فتنہ سے مراد گناہ ہے۔

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۞

'' اگر پہنچے آپ کو کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے انہیں اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت تو کہیں کہ ہم نے درست کر لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور لوٹتے ہیں خوشیاں مناتے ہوئے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ منافقین جو مدینہ طیبہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے بری خبریں دینی شروع کر دیں۔ وہ کہتے کہ محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب نے دوران سفر بہت مشقت اٹھائی ہے اور وہ ہلاک ہو گئے ہیں۔ پس جب ان تک اپنی باتوں کی تکذیب اور حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی عافیت کی خبر پہنچتی تو وہ انہیں انتہائی ناگوار اور بری لگتی۔ تو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ۔

امام سنید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر آپ کو غزوۂ تبوک کے اس سفر کے دوران کچھ بھلائی پہنچے تو وہ انہیں بری لگتی ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں حسنۃ سے مراد عافیت، خوشحالی اور غنیمت ہے۔ اور مُصِيْبَةٌ سے مراد آزمائش اور شدت ہے۔ اور قَدْ اَخَذْنَآ کا معنی قد حذرنا (یعنی ہم محتاط ہو گئے تھے) ہے۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 224، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 170، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کا معنی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب و کامران فرمادے اور آپ کو صحیح و سالم واپس لوٹائے۔ تو یہ انہیں ناگوار اور برا لگتا ہے۔ اور اگر آپ کو کوئی مصیبت آپہنچے تو کہیں کہ ہم نے بیٹھ کر اپنا کام درست کرلیا تھا اس سے قبل کہ انہیں کوئی مصیبت آپہنچے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کی تفسیر میں کہا: کہ اگر مسلمانوں کو فتح و کامرانی نصیب ہو تو یہ ان پر انتہائی گراں گزرتی ہے اور انہیں بہت ناگوار اور بری لگتی ہے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلٰىنَاۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۝۵۱

"آپ فرمایئے ہر گز نہیں پہنچے گی ہمیں کوئی تکلیف بجز اس کے جو لکھ دی ہے اللہ نے ہمارے لیے۔ وہی ہمارا حامی و ناصر ہے اور اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے مومنوں کو"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا کا معنی ہے "مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے فیصلہ فرمادیا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ نے کہا: تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا: یہ دو وسیع و عریض وادیاں ہیں، ان دونوں میں لوگ ہلاک ہوجاتے ہیں لیکن ان کے عرض کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ سو تو ایسے آدمی کی عمل کی طرح عمل کر جو یہ جانتا ہے کہ اسے اس کے عمل کے سوا کوئی نجات نہیں دلاسکتا اور ایسے آدمی کے توکل کی مثل توکل کر جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اسے ہر گز کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مطرف رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی کے لیے ایسا کرنا درست نہیں کہ وہ گھر کی چھت پر چڑھے اور پھر وہاں سے اپنے آپ کو نیچے گرا کر یہ کہنے لگے میری تقدیر اسی طرح تھی۔ بلکہ ہمیں بچنا چاہیے اور احتیاط کرنی چاہیے پھر اگر کوئی مصیبت ہمیں آپہنچے تو ہمارا یہ یقین اور اعتماد ہو کہ ہمیں ہر گز کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہر شے کی کوئی حقیقت ہے اور بندہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ وہ یہ جان لے کہ جو تکلیف اسے پہنچی ہے وہ اس سے خطا نہیں ہوسکتی تھی اور جو اس سے خطا ہوگئی ہے وہ اسے ہر گز نہیں پہنچ سکتی (1)۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 404 (11833)، دارالفکر بیروت

مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝۵۲

”فرمایئے کیا تم منتظر ہو ہمارے متعلق (کہ ہم مارے جائیں۔ یہ مرنا نہیں) مگر ایک بھلائی ان دو بھلائیوں سے (جن کے ہم خواہاں ہیں) اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے لیے کہ پہنچائے تمہیں اللہ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے۔ پس تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں“۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد فتح یا شہادت ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد فتح یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونا ہے۔

امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ عن ابیہ عن جدہ رحمہم اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے اس اثنا میں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام روحاء پر تھے اچانک سرب سے (عام چلنے والا راستہ) ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: تم کون سی قوم ہو اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہو انہوں نے اسے بتایا: یہ قوم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی ہے۔ تو اس نے کہا: کیا ہے مجھے کہ میں تمہیں خستہ حال دیکھ رہا ہوں، تمہارے پاس ہتھیار بہت قلیل ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ یا ہم قتل کر دیئے جائیں تو ہمارے لیے جنت ہوگی۔ یا پھر ہم غالب آ جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہمارے لیے جمع فرما دے گا یعنی کامیابی اور جنت۔ اس نے کہا: تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ ہیں وہ۔ تو اس نے آپ سے عرض کی: اے نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کوئی حاجت اور مصلحت نہیں کہ میں اپنی مصلحت کو پورا کر لوں اور پھر حق کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے گھر والوں کی طرف جا اور اپنی حاجت پوری کر لے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن نکلے اور وہ آدمی اپنے گھر والوں کی طرف گیا۔ یہاں تک کہ اپنی حاجت سے فارغ ہونے کے بعد بدر میں صحابہ کرام کے ساتھ جا ملا اور ان کے ساتھ صف میں شامل ہو گیا اور کئی لوگوں کو قتل کیا اور پھر جام شہادت نوش کر لیا۔ فتح و کامرانی حاصل ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور شہدائے کرام کے درمیان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! یہ ہے وہ جس کی بات تو پسند کرتا ہے بلاشبہ شہداء کے سردار، اشراف اور ملوک ہیں۔ اے عمر! یہ بھی ان میں سے ایک ہے (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا سے مراد تلواروں کے ساتھ قتل کرنا ہے۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 171، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 85، دار الکتب العلمیہ بیروت

فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

''فرمایئے خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے تم سے۔ بے شک تم ایک نافرمان قوم تھے۔ اور نہیں منع کیا ہے انہیں کہ قبول کیے جائیں ان سے ان کے اخراجات سوائے اس کے کہ انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور نہیں آتے نماز ادا کرنے کے لیے مگر سست اور نہیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناخوش ہیں''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جد بن قیس نے کہا: بلاشبہ جب میں عورتوں کو دیکھوں گا تو میں صبر نہیں کر سکوں گا یہاں تک کہ میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا البتہ میں اپنے مال سے آپ کی معاونت کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب اس کا یہ قول تھا کہ میں اپنے مال سے آپ کی مدد کروں گا(1)۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾

''سو نہ تعجب میں ڈال دیں تمہیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان چیزوں سے دنیوی زندگی میں اور نکلے ان کا سانس اس حال میں کہ وہ کافر ہوں''۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا کا معنی ہے یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ انہیں آخرت میں عذاب دے ان چیزوں سے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انہیں مصائب کے ساتھ عذاب دے۔ وہ مصائب ان کے لیے عذاب ہیں اور مومنین کے لیے باعث اجر ہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ مقادیم کلام میں سے ہے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ دنیوی زندگی میں ان کے مال اور ان کی اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈال دیں۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کی انہیں ان چیزوں کے سبب آخرت میں عذاب دے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 173، دار احیاء التراث العربی بیروت

تفسیر میں فرمایا: اور نکلے ان کا سانس دنیوی زندگی میں اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔ فرمایا اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک کہتے ہیں فَلَا تُعْجِبْكَ کا معنی ہے تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اور وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ کا مفہوم ہے کہ دنیا میں ان کا سانس نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔

وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝۵۶ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝۵۷

”اور قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ ایسی قوم ہیں جو ڈرتے رہتے ہیں اگر مل جائے انہیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو (دیکھیے گا) وہ منہ پھیر لیں گے اس طرف منہ زوری کرتے ہوئے“۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ وہ بچنے کے لیے اللہ کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً ...... الآیہ“ کی تفسیر میں فرمایا کہ مَلْجَاً کا معنی پہاڑوں میں پناہ لینا ہے۔ مَغٰرٰتٍ سے مراد ایسی غار ہے جو پہاڑوں میں ہو۔ اور مُدَّخَلًا سے مراد تہ خانہ ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر وہ اپنے لیے کوئی بچ نکلنے کی جگہ پالیں کہ وہ اس کی طرف تم سے بھاگ جائیں۔ لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ تو وہ یقیناً تم سے اس کی طرف بھاگ جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے: وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ کا معنی ہے کہ وہ تیزی اور جلدی سے (اس کی طرف منہ پھیر لیں گے)۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝۵۸ وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝۵۹

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 176، بیروت

"اور بعض ان میں سے طعن کرتے ہیں آپ پر صدقات (کی تقسیم) کے بارے میں۔ سو اگر انہیں دیا جائے ان سے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں نہ دیا جائے ان سے تو اس وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ خوش ہو جاتے اس سے جو دیا تھا انہیں اللہ اور اس کے رسول نے۔ اور کہتے کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ، عطا فرمائے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔ ہم تو اللہ کی طرف ہی رغبت کرنے والے ہیں"۔

امام بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثنا میں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ اچانک ذوالخویصرہ تمیمی آیا۔ اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم عدل کیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو اور کون عدل کرے گا جب کہ میں ہی عدل نہ کروں؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت فرمایئے تا کہ میں اس کا سر قلم کر دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑیے کیونکہ اس کے کئی ساتھی ہیں کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ حقیر جانتا ہوگا۔ لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے پس اس کے پروں میں دیکھا جاتا ہے تو وہاں کوئی شے بھی نہیں پائی جاتی۔ پھر تیر اور پیکان کے درمیانی حصہ کو دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کوئی شے دکھائی نہیں دیتی۔ پھر اس کے پٹھے میں دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ پھر اس کے بھالے اور پھل میں دیکھا جاتا ہے تو اس میں بھی کوئی شے نہیں پائی جاتی حالانکہ وہ گوبر اور خون گرا چکا ہوتا ہے۔ ان کی نشانی ایک سیاہ آدمی ہے جس کا ایک ہاتھ۔ یا فرمایا: اس کے پستان عورت کے پستان کی مثل ہوں گے۔ یا گوشت کے ٹکڑے کی مثل ہوگا۔ وہ اسے چباتے ہوئے لوگوں کے ایک گروہ کے پاس آئیں گے۔ آپ نے فرمایا: انہیں کے بارے یہ آیت نازل ہوئی وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ رسول اللہ سے سنا ہے اور میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا تو میں آپ کے ساتھ تھا تو وہاں بعینہ اسی طرح کا ایک آدمی لایا گیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حلیہ بیان کیا تھا(1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ کا معنی ہے کہ ان میں سے بعض آپ پر صدقات کی تقسیم میں طعن کرتے تھے۔

امام سنید اور ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت داؤد بن ابی عاصم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کا مال لے کر آئے اور اسے جا بجا تقسیم کیا یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔ انصار میں سے ایک آدمی نے آپ کو دیکھا اور اس نے کہہ دیا: کیا یہ عدل ہے؟ پس یہ آیت نازل ہوئی(2)۔

ابوالشیخ نے ایاد بن لقیط سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت اس طرح پڑھی: وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 178، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 177

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تو میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: بے شک یہ ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد نہیں کیا گیا، سو میں حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس کے بارے آپ کو آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ انہیں اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی لیکن انہوں نے صبر کیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۖ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٠﴾

"زکوۃ تو صرف ان کے لیے ہے جو فقیر، مسکین اور زکوۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلداری مقصود ہے۔ نیز گردنوں کو آزاد کرانے اور مقروضوں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ایک اعرابی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا حالانکہ آپ ﷺ کچھ تقسیم فرما رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرما لیا اور تقسیم کرتے رہے۔ تو اس نے کہا: کیا آپ بکریاں چرانے والوں کو بھی دیں گے! قسم بخدا آپ نے عدل نہیں کیا یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو! جب میں نے عدل نہیں کیا تو پھر اور کون عدل کرے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ...... الآیہ۔

امام ابوداؤد، بغوی نے معجم میں، طبرانی اور دار قطنی رحمہم اللہ نے حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اور دار قطنی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف بھی قرار دیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ صدقہ (زکوۃ) میں سے مجھے بھی عطا کیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقات کے بارے میں نبی اور کسی دوسرے کے فیصلے کے ساتھ راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے خود حکم فرمایا ہے اور آٹھ اجزاء کو مصارف کے طور پر بیان کیا ہے۔ پس اگر تو ان میں سے ہے تو میں تیرا حق تجھے ضرور عطا کروں گا (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ اچانک ایک قوم آئی اور وہ اپنے عامل کی شکایت کرنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا یارسول اللہ! اس نے ہم سے اتنی شے لی ہے حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان زمانہ جاہلیت میں مراسم تھے۔ تو رسول

1۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 303 (5285)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے لیے امارت (حکومت) میں خیر اور بھلائی نہیں ہے۔ پھر ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی مال صدقہ میں سے عطا فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کے سپرد نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس کے آٹھ مصارف بیان فرمادیے۔ پس اگر تو بھی ان میں سے ایک جز ہے تو میں تجھے عطا کروں گا اور اگر تو ان سے غنی ہے تو پھر یہ سر کا درد اور پیٹ کی بیماری ہے۔ "وَاِنْ كُنْتَ غَنِيًّا عَنْهَا فَاِنَّهَا هِيَ صُدَاعٌ فِي الرَّأْسِ وَدَاءٌ فِي الْبَطْنِ"۔

امام سعید بن منصور، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن یزید کندی نے کہا: کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو پڑھاتے تھے۔ تو اس نے پڑھا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ تو اس نے فقراء کو بغیر مد کے پڑھا۔ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مجھے اس طرح نہیں پڑھائی۔ تو اس نے کہا: آپ نے تمہیں یہ کس طرح پڑھائی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مد کے ساتھ پڑھائی ہے (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس آیت نے قرآن کریم میں ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ (الاسراء: 26) اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ (البقرہ: 271) اور مزید فرمایا وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ (الذاریات)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: یہی وہ شے ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا کہ یہ ان کے لیے ہے۔ پس تم ان میں سے جس صنف کو بھی دے دو گے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جائز قرار دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آٹھ اصناف جنہیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اگر تو چاہے تو ان میں سے صرف ایک صنف کو دے دے یا دو کو یا تین کو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان میں سے صرف ایک صنف کو دینے میں کوئی حرج نہیں (3)۔

ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے حضرت حسن، عطاء، ابراہیم اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے (4)۔

امام ابن منذر اور نحاس رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الفقراء سے مراد فقراء مسلمین ہیں اور مساکین سے مراد طوافون (دروازے پر چکر لگانے والے) ہیں۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: فقیر وہ ہوتا ہے جو اپاہج ہو اور مسکین وہ محتاج ہے جو اپاہج نہ ہو (5)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 257 (1023) دار الصمیعی الریاض 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 189، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 405 (10450) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ ایضاً (10453) 5۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 152 (1093) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان کا گزر اہل کتاب میں سے ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو ایک دروازے پر پڑا ہوا تھا۔ تو اس نے کہا: انہوں نے مجھ سے سخت محنت لی ہے اور مجھ سے جزیہ وصول کیا ہے یہاں تک کہ میری بصارت ختم ہوگئی۔ اب کوئی بھی نہیں جو میری طرف کوئی شے لے کر آئے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب ہم نے انصاف نہیں کیا پھر فرمایا: یہ ان میں سے ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ پھر آپ نے اس کے لیے حکم دیا کہ اسے رزق دیا جائے اور اس کے نام جاری کر دیا جائے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ کے بارے فرمایا کہ ان سے مراد اہل کتاب کے اپاہج لوگ ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین کو زکوٰۃ اور کفارات میں سے کوئی شے نہیں دی جائے گی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ فقیر نہیں جو درہم کے ساتھ درہم جمع کرے اور نہ وہ فقیر ہے جو کھجور کے ساتھ کھجور جمع کرتا رہے۔ بلکہ فقیر تو وہ ہے جو اپنے کپڑے اور اپنے نفس کو صاف ستھرا اور خالی کردے اور وہ دولت پر قادر نہ ہو۔ رب کریم فرماتا ہے: يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (البقرہ:273)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: فقرآء وہ ہیں جو بتکلف پاک دامن بنتے ہیں اور مساکین وہ ہیں جو سوال کرتے ہیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: فقرآء وہ ہیں جو اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور سوال نہیں کرتے اور مساکین وہ ہیں جو اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور سائل بن کر لوگوں کے پاس جاتے ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول بیان کیا ہے کہ فقیر وہ آدمی ہوتا ہے جو اپنی قوم، خاندان اور رشتہ داروں کے درمیان رہتا ہے اور اس کے پاس کوئی مال نہیں ہوتا اور مسکین وہ آدمی ہوتا ہے جس کا نہ خاندان ہوتا ہے اور نہ قرابت و رشتہ داری اور نہ اس کے پاس کوئی مال ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ فقرآء وہ ہیں جنہوں نے ہجرت کی اور مساکین وہ ہیں جنہوں نے ہجرت نہیں کی (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زکوٰۃ اسے بھی دی جائے گی جس کا گھر بھی ہو اور خادم و گھوڑا بھی (6)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 401 (10406) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 402 (10414)
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 418 (10591) 4۔ ایضاً (10594) 5۔ ایضاً (10593) 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 402 (10415)

اور آپ ہی نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جس آدمی کے پاس مکان اور خادم ہوتا وہ اسے زکوٰۃ دینے سے منع نہیں کرتے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے مراد زکوٰۃ صدقات وصول کرنے کے لیے دوڑ دھوپ اور کوشش کرنے والے لوگ ہیں۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل اور محنت کے مطابق ہی مال زکوٰۃ میں سے دیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حق کے ساتھ صدقہ وزکوٰۃ وصول کرنے والا غازی کی طرح ہے یہاں تک کہ وہ واپس اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ ان سے مراد ایسے لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے اور آپ ﷺ صدقات میں سے کچھ انہیں عطا فرما دیتے۔ سو جب آپ ﷺ انہیں صدقہ میں سے کچھ مال عطا فرما دیتے تو وہ کلمہ خیر اپنی زبان سے ادا کرتے اور کہتے یہ صالح دین ہے۔ اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو وہ اس میں عیب اور نقص نکالتے اور اسے چھوڑ دیتے (3)۔

امام بخاری، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں یمن سے کچھ ایسی چیزیں بھیجیں جن پر سونے کا پانی چڑھایا ہوا تھا اور ان میں وہاں کی مٹی بھی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مؤلفہ میں سے چار کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ اور وہاں اقرع بن حابس حنظلی، علقمہ بن علاثہ عامری، عیینہ بن بدر فزاری اور زید الخیل الطائی تھے۔ تو قریش وانصار نے کہا: کیا یہ اہل نجد کے سرداروں کے درمیان ہی تقسیم کیا جائے گا اور آپ ہمیں چھوڑ دیں گے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ان کی تالیف قلوب کر رہا ہوں (4)۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ نے سے یہ قول بیان کیا ہے مؤلفہ قلوب بنی ہاشم میں سے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، بنی امیہ میں سے ابوسفیان بن حرب، ابن مخزوم میں سے حارث بن ہشام اور عبدالرحمٰن بن یربوع، بنی اسد میں سے حکیم بن حزام بنی عامر میں سے سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ، بنی جمح میں سے صفوان بن امیہ، بنی سہم میں سے عدی بن قیس، ثقیف میں سے علاء بن حارثہ یا حارثہ، بنی فزارہ میں سے عیینہ بن حصن، بنی تمیم سے اقرع بن حابس، بنی نصر سے مالک بن عوف اور بنی سلیم میں سے عباس بن مرداس تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان میں سے ہر آدمی کو سوائے عبدالرحمٰن بن یربوع اور حویطب بن عبدالعزیٰ کے سو سو اونٹنیاں عطا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 402 (10416)
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 430 (10716)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 183، بیروت
4۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1219 (3166) دار ابن کثیر دمشق

فرمائیں اور ان دو میں سے ہر ایک کو پچاس اونٹنیاں دیں (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وہ لوگ ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وجوہ عرب میں سے وہ قوم ہے کہ لوگ اس کے پاس آتے ہیں اور جب تک وہ رہیں یہ ان پر خرچ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا پھر واپس لوٹ جائیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: آج مولفہ قلوب موجود نہیں ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آج مولفہ قلوب نہیں ہیں۔ بلاشبہ یہ وہ لوگ تھے حضور نبی کریم ﷺ جن کی تالیف کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام میں اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رحمہما اللہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آکر کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! ہمارے نزدیک شوریلی زمین ہے اس میں نہ گھاس اگتی ہے اور نہ اس میں کوئی اور منفعت ہے۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو وہ ہمیں عطا فرما دیں تاکہ ہم اس میں ہل چلا کر اس میں فصل وغیرہ کاشت کر لیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش بنا دے۔ پس آپ نے وہ زمین ان کے حوالے کر دی اور اس کے بارے ان دونوں کو تحریر لکھ دی اور انہیں شاہد بنالیا۔ پھر وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چل کر گئے تاکہ اس تحریر پر وہ انہیں بھی شاہد بنالیں۔ جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ تحریر پڑھی تو آپ نے ان کے ہاتھوں سے وہ تحریر لے لی۔ اس پر تھوکا اور اسے پھینک دیا۔ وہ دونوں اس پر ناراضگی کا اظہار کرنے لگے اور آپ کو سخت درشت کلمات کہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ ان دونوں کی تالیف فرمایا کرتے تھے۔ ان دنوں اسلام کمزور تھا۔ بلاشبہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما رکھا ہے۔ سو تم دونوں جاؤ اور خوب محنت کرو۔ اگر تم نے اپنی رعایت نہ کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری رعایت نہیں فرمائے گا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے کہا گیا مؤلفہ قلوب کے حصہ کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا: دوسروں کے حصص میں اضافہ کر دو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل نے کہا: فِي الرِّقَابِ سے مراد مکاتبین ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مال زکوۃ میں سے کوئی مکمل غلام آزاد

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 157 (1103) دارالکتب العلمیہ بیروت

نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ غلام کو کچھ دیا جائے گا اور مکاتب غلام کی مدد کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رقاب کا حصہ دو برابر حصوں میں نصف نصف کیا جائے گا۔ ایک نصف ہر اس مکاتب کے لیے ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور باقی نصف کے ساتھ ایسے غلام خریدیں جائیں گے جو نماز پڑھتے ہوں، روزے رکھتے ہوں اور اپنے اسلام پر ثابت قدم ہوں۔ چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے کہ کوئی آدمی اپنی زکوٰۃ میں سے حج کے لیے دے اور اس سے کسی غلام کو آزاد کر دے (1)۔

ابو عبید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے مال زکوٰۃ سے غلاموں کو آزاد کر۔

امام ابو عبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے کہ کوئی آدمی اپنے مال زکوٰۃ کے عوض کسی غلام کو خریدے پھر اسے آزاد کر دے۔

امام ابو عبید، سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مال زکوٰۃ سے غلام کی مدد کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سے آزاد نہیں کیا جاسکتا۔

امام ابو عبید، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اپنے مال زکوٰۃ سے کسی کو آزاد نہ کر۔ کیونکہ اس میں ولاء جاری ہوتی ہے۔ ابو عبید نے کہا ہے کہ اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول سب سے اعلیٰ اور بہتر ہے اور وہی اتباع کے زیادہ قریب اور تاویل کے اعتبار سے زیادہ معروف اور بہتر ہے۔ اور کثیر اہل علم نے آپ کے ساتھ موافقت کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت زہری سے بیان کیا ہے کہ ان سے غارمین کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ان سے مراد اصحاب دین یعنی مقروض لوگ ہیں۔ اور ابْنِ السَّبِيْلِ (مسافر) بھی مصارف زکوٰۃ میں سے ہے اگرچہ وہ غنی ہو (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: غارمین میں وہ ہے جس کا گھر جل جائے، اس کا مال و متاع سیلاب بہا کر لے جائے اور اس کے اہل و عیال پر قرض کا بوجھ ہو (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو جعفر نے کہا: غارمین سے مراد بغیر کسی فساد کے قرض لینے والے ہیں اور ابْنِ السَّبِيْلِ سے مراد ایک سرزمین سے دوسرے علاقے میں جانے والا مسافر ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل نے کہا: غارمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہلاکت اور بہت بڑی آفت میں مبتلا ہونے کے وقت سوال کرتے ہیں۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے مراد مجاہدین ہیں اور ابْنِ السَّبِيْلِ سے مراد راستہ میں اپنے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 403 (10424) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 424 (10662)
3۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 155 (1101) دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 424 (10659)

ساتھیوں سے منقطع ہونے والا مسافر ہے، اسے زکوٰۃ کی اتنی مقدار دی جائے گی جس کے سبب وہ اپنی منزل تک پہنچ سکے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ لڑنے والے ہیں اور ابن سبیل سے مراد مسافر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے الا اور ابن سبیل سے مراد مسافر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابْنِ السَّبِيْلِ وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے پاس آ کر اترتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایسے آدمی کے بارے پوچھا جو سفر پر اس حال میں نکلا کہ وہ غنی اور خوشحال تھا۔ دوران سفر اس کے پاس موجود ساز و سامان ضائع ہو گیا اور وہ محتاج ہو گیا؟ تو انہوں نے فرمایا: سفر کے دوران اسے مال زکوٰۃ میں سے دیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ابن سبیل ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ سے مراد ہے: کسی آدمی کو مال زکوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے پر برانگیختہ کرنا۔ اور ابْنِ السَّبِيْلِ سے مراد وہ مہمان اور مسافر ہے جو راستے سے کٹ جائے اور اس کے پاس کوئی شے نہ رہے۔ اور فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ کی تفسیر میں فرمایا: کہ یہ آٹھ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے ہیں اور ان کے بارے بتا دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے پانچ کے کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ عامل کے لیے جو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جدوجہد کرنے والا ہو، یا وہ آدمی جس نے اپنے مال کے عوض صدقہ کی کوئی شے خرید لی، یا مقروض کے لیے یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے یا مسکین کو کوئی شے بطور صدقہ و زکوٰۃ دی گئی اور پھر اس نے اس میں سے کوئی شے غنی کو بطور ہدیہ اور تحفہ دے دی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ اور نحاس نے ناسخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے صدقہ و زکوٰۃ کا سوال کیا حالانکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے غنی کر سکتا ہو تو قیامت کے دن اس کا سوال خراش کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کون سی شے اسے غنی کر سکتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پچاس درہم یا ان کی قیمت کا سونا (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ان سے مال صدقہ کے بارے پوچھا گیا؟

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 426 (10686) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ سنن ابن ماجہ، باب من تحل لہ الصدقۃ، جلد 2، صفحہ 410 (1841) دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 409 (1840)

تو انہوں نے فرمایا: یہ بہت برا مال ہے۔ بلاشبہ یہ لنجے، لنگڑے، اندھے اور ہر راستہ بھٹک جانے والے کا مال ہے۔ عرض کی گئی: کیا عاملین زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا اس مال پر حق ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: عاملین زکوٰۃ کے لیے تو اس کی مشقت اور محنت کے برابر ان کا حق ہے۔ رہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے تو یہ ایسی قوم ہے جن کے لیے صدقہ (زکوٰۃ) حلال کیا گیا ہے۔ بلاشبہ زکوٰۃ کسی غنی اور کسی ذی مرتبہ آدمی کے لیے حلال نہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ حصوں میں زکوٰۃ فرض قرار دی ہے۔ پس یہ زکوٰۃ سونے، چاندی، اونٹ، گائے، غنم، کھیتی (زمینی پیداوار) بیلیں اور کھجوروں پر فرض ہے۔ پھر زکوٰۃ کے آٹھ ہی مصارف بیان کئے گئے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ ...... الآیہ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے تخمینوں میں مسلمانوں پر تخفیف کرو۔ کیونکہ ان میں عرایا بھی ہیں اور وصایا بھی۔ پس عرایا تو کھجور کے تین، چار یا کم و بیش ایسے درخت ہیں جن کا پھل ایک آدمی اپنے بھائی کو دے دیتا ہے تاکہ وہ اور اس کے اہل و عیال وہ پھل کھائیں۔ اور وصایا سے مراد وہی آٹھ حصص ہیں جن کا ذکر زیر بحث آیت میں ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بنی ہلال کے ایک آدمی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ زکوٰۃ کسی غنی اور کسی ذی مرتبہ آدمی کے لیے حلال نہیں ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ صدقہ کسی غنی اور کسی ذی مرتبہ کے لیے حلال نہیں ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور نسائی نے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھے دو آدمیوں نے خبر دی ہے کہ وہ دونوں حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دونوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے صدقہ کے بارے پوچھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ہماری جانب نظر اٹھائی اور پھر جھکا لی اور ہمارے جسموں کو دیکھا اور فرمایا: اگر تم دونوں چاہو تو میں تمہیں عطا کر دیتا ہوں اور اس صدقہ میں کسی غنی اور کمانے کی قوت رکھنے والے کا کوئی حصہ نہیں (3)۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾

"اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (کریم) کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 192، دار صادر بیروت 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 424 (10663) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 424

کہا ہے۔فرمائیے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا، یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لیے جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ نبتل بن حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھ کر آپ کی باتیں سنتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو منافقین تک پہنچاتا تھا۔ اسی نے انہیں کہا: کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کان کے کچے ہیں۔ جو کوئی جو بات بھی ان سے کہہ دے وہ اسے مان لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منافقین میں سے بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ ان میں جلاس بن سوید بن صامت، جحش بن حمیر اور ودیعہ بن ثابت تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں زبان طعن دراز کریں۔ تو ان میں سے بعض نے دوسرے بعض کو منع کیا اور کہا کہ ہمیں یہ خوف ہے کہ یہ بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ جائے گی اور وہ تم سے انتقام لیں گے۔ اور بعض نے کہا: بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے کچے ہیں، ہم انہیں حلف دے دیں گے تو وہ ہماری تصدیق کر لیں گے۔ چنانچہ یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ ہر ایک سے سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ یعنی وہ تصدیق کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور مومنین کی تصدیق کرتا ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی وہ سب کچھ سنتا ہے جو اسے کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں جو ہم چاہیں اسے کہہ لیں گے پھر ہم اس کے لیے حلف اٹھالیں گے اور وہ ہماری تصدیق کر دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ الاذن سے مراد وہ ہے جو ہر ایک کی بات سنتا ہو اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُؤْمِنُ بِاللَّهِ کا معنی ہے: وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے اس کے سبب جو اس کی طرف نازل کیا گیا اور وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ کا معنی ہے کہ وہ ان معاملات میں مومنین کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے درمیان رو پذیر ہوتے ہیں یعنی ان کے حقوق، ان کی عورتوں اور ان کے اموال کے بارے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 191، دار احیاء التراث العربی بیروت

کے مابین جو شہادتیں اور قسمیں واقع ہوتی ہیں۔ وہ ان کی تصدیق کرتا ہے۔

امام طبرانی، ابن عساکر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عمیر بن سعد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ وَ یَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ اس کا سبب یہ ہوا کہ عمیر بن سعد اہل مدینہ کی باتیں سنتا تھا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر سرگوشیاں کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ عمیر بن سعد کو اذیت دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مجالست کو ناپسند کرتے اور کہتے یہ کانوں کا کچا ہے۔ واللہ اعلم۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِیُرْضُوْكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۲﴾

”(منافق) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی تمہارے سامنے تاکہ خوش کریں تمہیں۔ حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ ایمان دار ہیں“۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: قسم بخدا! بلاشبہ یہ ہمارے اخیار اور ہمارے اشراف ہیں۔ اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو یہ گدھوں سے بڑھ کر ان کے لیے شر ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے یہ قول سن لیا تو اس نے کہا: قسم بخدا! جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں وہ یقیناً حق ہے اور تو گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ پس وہ آدمی یہ قول سن کر دوڑتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ کو اس کی خبر دی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کو بلا بھیجا اور فرمایا: جو کچھ تو نے کہا ہے اس پر تجھے کس نے ابھارا ہے؟ سو وہ لعن طعن کرنے لگا اور اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہنے لگا: اس نے ایسا نہیں کہا اور مسلمان آدمی یہ کہنے لگا: اے اللہ! سچ بولنے والے کو سچا کر دے اور جھوٹ بولنے والے کو جھوٹا کر دے۔ سو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی کی مثل قول نقل کیا ہے اور مسلمان کا نام عامر بن قیس ذکر کیا ہے جو کہ انصار میں سے تھا۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۳﴾

”کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لیے آتش جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے“۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ کا معنی ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی کرتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا: کہ ایک بندے کو لایا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام فرمایا اور اسے وافر رزق عطا کیا۔ اسے صحت مند بدن عطا فرمایا۔ حالانکہ اس نے اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا کر دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا تو نے اپنے اس دن کے لیے کون سے عمل کیے؟ اور تو نے اپنے نفس کے لیے آگے کیا بھیجا؟ پس وہ کوئی ایسی نیکی اور خیر نہیں پائے گا جو اس نے آگے بھیجی ہو۔ وہ رونے لگے گا یہاں تک کہ آنسو جاری ہو جائیں گے۔ پھر اسے عار دلائے جائے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا وقت ضائع کرنے کے سبب رسوا کیا جائے گا۔ پس وہ خون رونے لگے گا۔ پھر اسے عار دلائے جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ کہنیوں تک کھا جائے گا۔ پھر اسے عار دلائی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کو ضائع کرنے کے سبب اسے رسوا کیا جائے گا اور وہ بلند آواز سے زور زور سے رونے لگے گا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے اس کے رخساروں پر نکل آئیں گے اور ان دونوں میں سے ہر ایک بہت بڑے شگاف میں ہوگا۔ پھر اسے عار دلائی جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے آتش جہنم کی طرف بھیج دے اور اس مقام پر مجھ پر رحم فرما۔ اسی کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ۔

یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

"ڈرتے رہتے ہیں منافق کہ کہیں نازل (نہ) کی جائے اہل ایمان پر کوئی سورۃ جو آگاہ کر دے جو کچھ منافقوں کے دلوں میں ہے۔ آپ (انہیں) فرمائیے کہ مذاق کرتے رہو، یقیناً اللہ ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم خوف زدہ ہو"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا۔ وہ آپس میں باتیں کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کہیں اسے ہمارے خلاف افشاء اور ظاہر نہ کر دے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سورہ کا نام الفاضحہ ہے یعنی منافقین کو رسوا کرنے والی اور اسے مثیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے ان کے عیوب و نقائص ظاہر کر دیئے کہ جس آدمی نے سات کمروں میں (چھپ کر) بھی نیک عمل کیا اللہ تعالیٰ اسے ضرور ظاہر فرما دے گا۔ اور جس کسی نے گناہ کا عمل سات کمروں میں (چھپ کر) بھی کیا اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور ظاہر کر دے گا اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے ہوتی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ۔

وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ

وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾

''اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمایئے (گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے (اب) بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے (اظہار) ایمان کے بعد اگر ہم معاف بھی کر دیں ایک گروہ کو تم میں سے تو عذاب دیں گے دوسرے گروہ کو کیونکہ وہی (اصلی) مجرم تھے''۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت شریح بن عبید رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: اے گروہ قراء! تمہیں کیا ہے کہ تم ہم سے زیادہ بزدل ہو اور جب تم سے سوال کیا جائے تو تم زیادہ بخل کرتے ہو اور جب تم کھانے لگو تو بڑے بڑے لقمے بناتے ہو؟ تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس سے اعراض کر لیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا اور اس کی اطلاع حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ پس حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس آدمی کی طرف گئے جس نے یہ قول کہا تھا۔ اس کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے خوب گھونٹ دیا۔ پھر اسے کھینچ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئے۔ تو اس آدمی نے کہا: بے شک ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ غزوۂ تبوک کے دوران ایک دن مجلس میں ایک آدمی نے کہا: ہم نے اپنے ان قراء کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔ کوئی ان سے بڑھ کر پیٹ پوجا (کھانے) کی رغبت نہیں رکھتا، کوئی ان سے زیادہ زبان سے جھوٹ بولنے والا نہیں اور نہ کوئی دشمن سے مقابلہ کے وقت ان سے بڑھ کر بزدل ہے۔ تو ایک آدمی نے مجلس میں کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے اور تو منافق ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور اس کے بارے خبر دوں گا۔ پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا اور قرآن نازل ہوا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ کے تنگ کے ساتھ چمٹا پڑا تھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے فرما رہے تھے: کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول مکرم کے ساتھ تم استہزاء کرتے ہو؟ (1)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، عقیلی نے الضعفاء میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور خطیب نے رواۃ مالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے عبداللہ بن ابی کو دیکھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 195، دار احیاء التراث العربی بیروت

سامنے تیز دوڑ رہا تھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا یا محمد! (ﷺ) ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبی کر رہے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو''؟

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: محمد (ﷺ) ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں کی ناقہ فلاں فلاں دن میں فلاں فلاں وادی میں تھی۔ کیا وہ اس طرح غیب جانتے ہیں؟

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کی تیاری میں تھے، منافقین میں سے کچھ لوگ آپ کے سامنے تھے۔ انہوں نے کہا: یہ آدمی توقع رکھتا ہے کہ اس کے لیے شام کے محلات اور وہاں کے قلعے فتح کر دیئے جائیں گے؟ یہ بہت بعید ہے یہ بہت بعید ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس پر مطلع فرما دیا۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ان سواروں کے بارے بتاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تم نے اس اس طرح کہا ہے؟ تو ان سب نے یہی کہا: یا نبی اللہ! ﷺ ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی جو تم سن رہے ہو۔

امام فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی سفر میں تھے اور منافقین میں سے کچھ لوگ آپ ﷺ کے آگے آگے چلنے لگے اور انہوں نے کہا: اگر وہ حق ہے جو محمد ﷺ کہتے ہیں تو پھر گدھوں سے بھی زیادہ شریر ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وہی کچھ نازل فرما دیا جو انہوں نے کہا۔ پس آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کرتے ہیں۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مخشی بن حمیر نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے خلاف یہ فیصلہ کیا جائے کہ تم میں سے ہر آدمی مجھے سو درے لگائے۔ اس شرط پر کہ ہمارے بارے میں جو قرآن نازل ہوا ہے وہ اس سے نجات پا جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کہا: اس قوم کو پا لو کیونکہ وہ جلنے لگے ہیں اور ان سے اس کے بارے پوچھو جو کچھ انہوں نے کہا ہے کیونکہ وہ انکار کریں گے اور اسے چھپائیں گے تو تم کہو: بلکہ تم نے اس اس طرح کہا ہے۔ پس وہ ان کی طرف گئے اور ان سے جا کر کہا۔ تو وہ معذرت کرتے ہوئے آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ الآیہ۔ پس وہ جس سے اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمائی وہ مخشی بن حمیر ہے۔ اسے عبدالرحمٰن کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ انہیں شہادت کی موت عطا فرمائے۔ ان کے مقتل کا علم نہیں ہے۔ انہیں یمامہ میں قتل کیا گیا لیکن ان کا مقتل معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے، نہ ان کا کوئی نشان دیکھا گیا اور نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت بنی عمرو

بن عوف میں سے منافقین کے ایک گروہ کے بارے نازل ہوئی۔ ان میں ودیعہ بن ثابت اور اشجع کا ایک آدمی تھا جو ان کا حلیف تھا۔ اسے مخشی بن حمیر کہا جاتا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تبوک کی طرف چل رہے تھے۔ تو ان میں سے بعض نے بعض کو کہا: کیا تم دوسروں کے قتال کی طرح بنی اصفر کے قتال کا گمان رکھتے ہو؟ قسم بخدا! یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں کل تمہیں رسیوں میں باندھ کر کھینچا جائے گا۔ مخشی بن حمیر نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے خلاف فیصلہ کیا جائے۔ پھر راوی نے اس کے بعد اوپر والی روایت کے مطابق ساری گفتگو ذکر کی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابوالشیخ نے حضرت کلبی سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک سے آئے تو آپ کے سامنے تین گروہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مکرم ﷺ اور قرآن کریم کے ساتھ استہزاء کیا تھا۔ راوی نے کہا: کہ ان میں سے ایک آدمی نے گفتگو میں دلچسپی نہ لی اور وہ ایک طرف ہو کر چلنے لگا۔ اسے یزید بن ودیعہ کہا جاتا ہے۔ سو یہ آیت نازل ہوئی: اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةً اسے طائفہ کہا گیا حالانکہ وہ ایک آدمی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طَآىِٕفَةٍ سے مراد ایک خاص آدمی اور ایک جماعت ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طائفہ کا اطلاق ایک سے لے کر ہزار تک ہے (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طائفہ کا اطلاق ایک آدمی اور ایک سے زیادہ افراد پر ہوتا ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةً کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اگر ان کے بعض کو معاف کر بھی دیا گیا تو اللہ تعالیٰ ان میں سے دوسروں کو عذاب دینا ترک نہیں کرے گا کیونکہ اصلی مجرم وہی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مدینہ میں منافقین میں سے جو پیچھے رہ گئے تھے، ان میں سے ایک بنی عمرو بن عوف کا ایک فرد وداعہ بن ثابت بھی تھا۔ اس سے کہا گیا کس چیز نے تجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رکھا ہے؟ تو اس نے کہا: دل لگی اور لعب ولہو نے۔ تو اس کے بارے اور اس کے ساتھیوں کے بارے ہی اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 158 (1106)، دارالکتب العلمیہ بیروت

الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۗ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۗ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۗ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾

”منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں حکم دیتے ہیں برائی کا اور روکتے ہیں نیکی سے اور بند رکھتے ہیں اپنے ہاتھ (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے بھلا دیا ہے اللہ کو تو اس نے بھی فراموش کر دیا ہے انہیں، بے شک منافق ہی نافرمان ہیں وعدہ کیا ہے اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں یہی۔ کافی ہے انہیں۔ نیز لعنت کی ہے ان پر اللہ نے اور انہی کے لیے ہے دائمی عذاب (منافقو!) تمہاری حالت بھی ایسی ہے جیسے ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزرے، وہ زیادہ تھے تم سے قوت میں اور مال اور اولاد کی کثرت میں۔ سو لطف اٹھایا انہوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے اور تم نے بھی لطف اٹھایا اپنے (دنیوی) حصہ سے اسی طرح جیسے لطف اٹھایا انہوں نے جو تم سے پہلے ہو گزرے اپنے (دنیوی) حصہ سے اور (لذتوں میں) تم بھی ڈوبے رہے جیسے وہ ڈوبے رہے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں ضائع ہو گئے جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں کیا نہ آئی ان کے پاس خبر ان لوگوں کی جو ان سے پہلے گزرے (یعنی) قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور وہ بستیاں جنہیں الٹ دیا گیا تھا۔ آئے تھے ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر اور نہ تھا اللہ (کا یہ دستور) کہ ظلم کرتا ان پر بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے“۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے منافق کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا: منافق وہ ہے جو اسلام سے متصف ہوتا ہے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔

ابوالشیخ نے حضرت حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں ایک نفاق حضرت محمد مصطفی ﷺ کو جھٹلانے کا ہے اور وہ کفر ہے اور ایک نفاق خطاؤں اور گناہوں کا ہے اور یہ وہ ہے جس کی اپنے ساتھی کے لیے توقع رکھی جاسکتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ سے مراد تکذیب ہے۔ فرمایا حالانکہ وہ منکر کا انکار کرتا ہے۔ اور وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ کے بارے فرمایا: کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کا اقرار کرنا ہے اور یہی سب سے بڑھ کر نیکی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر وہ آیت جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے منکر کا لفظ بتوں اور شیطانوں کی عبادت کرنے کے معنی میں ذکر کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں کچھ خرچ کرنے سے ہاتھ کھولتے نہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ کے بارے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ اپنے ہاتھ بھلائی اور نیکی کے لیے کھولتے نہیں۔ اور نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ کے بارے کہا ہے کہ انہوں نے ہر خیر اور بھلائی کو بھلا دیا ہے اور انہوں نے شر اور برائی کو نہیں بھلایا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ کے بارے فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و کرامت اور ثواب سے انہیں محروم کر دیا۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نَسُوا اللّٰهَ کا معنی ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے امر کو ترک کر دیا فَنَسِیَهُمْ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیا کہ انہیں ایمان لانے اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں بھلاتا۔ بلکہ وہ انہیں قیامت کے دن بھلائی سے محروم کر دے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ انہوں نے عذاب میں اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ کی تفسیر میں کہا ہے: کہ ان کفار کا کام بھی تم سے پہلے والے کفار کی طرح ہے۔

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آج کی رات گزشتہ رات کے کتنی مشابہ ہے كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً۔ الی قولہ۔ خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا وہ بنی اسرائیل ہیں جن کا ہم نے انہیں مشابہ قرار دیا ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! ہم ضرور بہ ضرور ان کی اتباع کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کوئی آدمی گوہ کی بل میں داخل ہوا، تو تم بھی یقیناً اس میں داخل ہو گے (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 199، دار احیاء التراث العربی بیروت

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بِخَلَاقِهِمْ کا معنی ہے، اپنے دین سے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''الخلاق'' کا معنی دین ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ کا معنی ہے سو انہوں نے اپنے دنیوی حصہ سے لطف اٹھایا۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم بھی لہو ولعب میں مشغول رہے جیسے وہ لہو ولعب میں مشغول رہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اس سے ڈرایا ہے کہ تم اسلام کے بارے میں کوئی نئی بات کرو۔ اور آپ جانتے ہیں کہ عنقریب اس امت میں اقوام ایسا کریں گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ ...... الآیہ۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الْمُؤْتَفِكَاتِ سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں جنہیں ان کے ساتھ اوپر سے نیچے کی جانب الٹ دیا گیا تھا۔

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾

''نیز مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں جن پر ضرور رحم فرمائے گا اللہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا، رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں، یہ ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ نیز (وعدہ کیا ہے) پاکیزہ مکانات کا سدا بہار باغوں میں اور رضائے خداوندی ان سب نعمتوں سے بڑی ہے۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں

مال خرچ کرنے اور ہر وہ عمل جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہو، کی جانب دعوت دیتے ہیں وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور شرک وکفر سے روکتے ہیں پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر فرض قرار دیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ان کی اخوت وبھائی چارہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کے سبب ہی باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب قضاء الحوائج میں اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں نیکی کرنے والے آخرت میں بھی نیکی کرنے والے ہیں اور دنیا میں برائی کرنے والے آخرت میں برائی کرنے والے ہیں۔ اسے ابن ابی شیبہ نے ابوعثمان سے مرسل ذکر کیا ہے(1)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک معروف اور منکر دو مخلوقیں ہیں جنہیں قیامت کے دن نصب کیا جائے گا۔ پس معروف اپنے اہل کو بشارت دے گی اور ان کے لیے خیر اور بھلائی تیار کرے گی۔ رہی منکر تو یہ اپنے اصحاب کو کہے گی تمہارے لیے وہ کچھ لازم ہو چکا ہے جس کی تم استطاعت اور طاقت نہیں رکھتے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد رأس العقل لوگوں کا باہم ایک دوسرے سے نرمی کرنا ہے۔ مشورہ کے بعد ہرگز کوئی آدمی ہلاک نہیں ہوگا۔ دنیا میں اہل معروف آخرت میں بھی اہل معروف ہوں گے اور دنیا میں اہل منکر آخرت میں بھی اہل منکر ہوں گے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں نیکی کے اہل ہیں اور دنیا میں برائی کرنے والے آخرت میں برائی کے اہل ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک مسافر آدمی کی صورت میں نیکی کو اٹھائے گا۔ وہ اپنے صاحب (نیکی کرنے والے) کے پاس آئے گا۔ جب اس کی قبر شق ہوگی تو وہ اس کے لیے چہرے سے مٹی صاف کرے گا اور کہے گا: اے اللہ تعالیٰ کے ولی! تجھے اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان اور اس کی عزت وکرامت کی بشارت ہو۔ یوم قیامت کے ہولناکیوں میں سے جو تو دیکھ رہا ہے، تیرے لیے ان میں سے کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوگا۔ وہ اسے مسلسل یہ کہتا رہے گا اس سے ڈر، اس سے بچ، اس طرح اس کا ڈر سکون میں بدل جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ پل صراط سے گزر جائے گا۔ پس جب وہ پل صراط سے گزر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا یہ ولی اور دوست جنت میں اپنے مراتب ومنازل کی طرف متوجہ ہوگا۔ پھر دوبارہ معروف ظاہر ہوگا اور

1۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 6، صفحہ 246 (6112) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

اس کے ساتھ چمٹ جائے گا۔ سو وہ کہے گا: یا عبداللہ! تو کون ہے تیرے سوا قیامت کی ہولنا کیوں میں خلائق نے مجھے رسوا کیا۔ پس تو کون ہے؟ تو وہ اسے جواب دے گا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں؟ وہ کہے گا نہیں۔ تو پھر وہ کہے گا میں وہ نیکی ہوں جسے تو نے دنیا میں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تخلیق فرما کر بھیجا تا کہ میں تجھے اس کے عوض قیامت کے دن جزاء دلواؤں۔

امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے حاکم نے اسے صحیح اور ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے رحماء (باہم رحم کرنے والے) سے نیکی طلب کرو، ان کی اطراف واکناف میں سکونت اختیار کرو اور سخت دل لوگوں سے اس کا مطالبہ نہ کرو۔ کیونکہ ان پر لعنت نازل ہوئی ہے۔ اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکی کو پیدا کیا ہے اور اس کے لیے اس کے اہل (نیکی کرنے والے) بھی پیدا فرمادیے ہیں اور اسے ان کے نزدیک محبوب بنا دیا ہے اور اس کا کرنا ان کے نزدیک پسندیدہ بنا دیا ہے۔ اور نیکی کے طلاب کو ان کی طرف ایسے متوجہ کر دیا ہے جیسا کہ وہ قحط زدہ مردہ زمین میں پانی برسا دے تا کہ وہ اس کے سبب زندہ ہو جائے اور اس کے باسی بھی اس کے سبب زندہ ہو جائیں۔ بے شک جو دنیا میں نیکی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھی نیکی کے اہل ہیں (1)۔

امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: میری امت کے رحماء سے نیکی تلاش کرو، تم ان کے سایہ میں رہو گے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح اور ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے (2)۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیکی کرنے والے برائی، آفات اور ہلاکتوں کے مقامات سے بچتے ہیں اور دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں اہل معروف ہیں (3)۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا، تو اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سب کو جمع فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ منادی کو حکم ارشاد فرمائے گا اور وہ یہ ندا دے گا: سنو! دنیا میں نیکی کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم دنیا میں نیکی کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم ہی آخرت میں بھی اہل معروف ہو۔ پس انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جن کے لیے پسند کرو شفاعت کرو اور انہیں جنت میں داخل کر دو۔ یہاں تک کہ آخرت میں ان کے ساتھ ایسی ہی نیکی کرو جیسے دنیا میں تم نے ان کے ساتھ نیکی کی۔

"فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: اَنْتُمْ اَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الدُّنْيَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ۔ فَيَقُوْلُ: وَاَنْتُمْ اَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الْاٰخِرَةِ فَقُوْمُوْا مَعَ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ فَاشْفَعُوْا لِمَنْ اَحْبَبْتُمْ فَاَدْخِلُوْهُ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُدْخِلُوْا عَلَيْهِمُ الْمَعْرُوْفَ فِي الْاٰخِرَةِ كَمَا اَدْخَلْتُمْ عَلَيْهِمُ الْمَعْرُوْفَ فِي الدُّنْيَا"

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب قضاء الحوائج میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 357، بیروت 2۔ ایضاً، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 357، بیروت 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 213، بیروت

ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔ اور نیکی ستر نوع کی بلاؤں سے بچاتی ہے اور یہ برے انجام سے محفوظ رکھتی ہے۔ معروف اور منکر دونوں کو تخلیق کر کے قیامت کے دن لوگوں کے لیے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پس معروف اپنے اہل کو لازم پکڑے رہے گی اور منکر اپنے اہل کے ساتھ ساتھ رہے گی حتی کہ انہیں جہنم کی طرف کھینچ کر اور ہانک کر لے جائے گی۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ ہے جس کے نزدیک نیکی کو پسندیدہ بنا دیا جائے اور اس کا کرنا اس کے لیے محبوب ہو۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کئی چہرے نیکی کے لیے بنائے ہیں اور نیکی کا کرنا ان کے نزدیک پسندیدہ بنا دیا ہے۔ اور نیکی کے طالبوں کو ان کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ اور ان پر عطا کرنا ایسا آسان بنا دیا ہے جیسا کہ قحط زدہ زمین کے لیے بارش تا کہ وہ اسے زندہ کرے اور اس کے باسیوں کو خوشحالی اور حیات نو عطا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے نیکی کے دشمن بھی بنا دیے ہیں۔ ان کے نزدیک نیکی کو مبغوض بنا دیا ہے اور اس کا کرنا ان کے نزدیک مبغوض بنا دیا ہے اور ان پر اسے عطا کرنا اس طرح روک دیا ہے جیسا کہ وہ قحط زدہ زمین سے بارش کو روک لے، تا کہ وہ اسے اور اس کے باسیوں کو ہلاک کر دے اور اکثر کو اللہ تعالیٰ مٹا دے اور ان میں سے اکثر کا نام ونشان تک اللہ تعالیٰ مٹا دے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی کے کام کرنا تم پر لازم ہے۔ کیونکہ یہ برائیوں کے مقامات میں گرنے سے بچاتی ہے اور تم پر خفیہ صدقہ کرنا لازم ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، قضاعی، عسکری اور ابن ابی الدنیا رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔ آدمی نے جو کچھ بھی اپنی ذات اور اپنے گھر والوں پر خرچ کیا، تو اس کے لیے اس کے عوض صدقہ لکھ دیا گیا۔ اور اس نے جس کے سبب اپنی عزت محفوظ رکھی تو اس کے عوض بھی اس کے لیے صدقہ لکھ دیا گیا۔ محمد بن منکدر سے پوچھا گیا ماوقی بہ عرضہ کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس سے مراد ہر وہ شے ہے جو وہ کسی شاعر اور صاحب لسان متقی کو دیتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا، بزار اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ نیکی جو تو نے کسی غنی یا فقیر کے ساتھ کی وہ صدقہ ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی جو نیکی کسی غنی یا فقیر کے ساتھ کرتا ہے، تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 90 (10047) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت جابر جعفی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے نیکی کرنا انتہائی اچھا اور قابل تعریف ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ کی تفسیر کے بارے سوال کیا تو دونوں نے فرمایا: اسے خبیر (اللہ تعالیٰ) پر چھوڑ دو۔ ہم نے اس کے بارے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں موتیوں کا محل ہے۔ اس محل میں سرخ یاقوت کے ستر دار ہیں۔ ہر دار میں سبز زمرد کے ستر مکان ہیں ہر مکان میں ستر پلنگ ہیں، ہر پلنگ پر ہر رنگ کے ستر بستر ہیں۔ ہر بستر پر حور عین میں سے ایک عورت ہے۔ ہر مکان میں ستر دستر خوان ہیں۔ ہر دستر خوان پر ہر کھانے کے ستر رنگ ہیں۔ ہر مکان میں ستر خدمت گار لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ پس مومن کو ہر صبح اتنی قوت عطا کی جاتی ہے جو اسے اس میں سے ہر شے کا مستحق بناسکتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے سو درجے ہیں، اس کا پہلا درجہ چاندی کا ہے، اس کی زمین چاندی کی ہے، اس کے مکانات چاندی کے ہیں، اس کے برتن چاندی کے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے، دوسرا درجہ سونے کا ہے، اس کی زمین سونے کی ہے، اس کے مکانات سونے کے ہیں، اس کے برتن سونے کے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے، تیسرا درجہ موتیوں کا ہے، اس کی زمین موتیوں کی ہے، اس کے برتن موتیوں کے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے اور اس کے بعد ستانوے درجے ہیں۔ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ انسان کے دل میں ان کے بارے کوئی خیال پیدا ہوا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو حازم رحمہ اللہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کے لیے جنت میں چار برید مسافت کے برابر موتیوں کا وعدہ فرمائے گا۔ ان کے دروازوں، کمروں اور تالوں میں کسی قسم کی کوئی توڑ پھوڑ نہیں ہوگی اور جنت کے سو درجے ہیں۔ ان میں سے تین چاندی، سونے، موتی، زبرجد اور یاقوت کے ہیں اور بقیہ ستانوے کے بارے صرف وہی جانتا ہے جس نے انہیں تخلیق فرمایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل جنت میں ادنیٰ درجے کے آدمی کے لیے ہزار محل ہوں گے، ہر دو محلوں کے درمیان ایک سال کی مسافت ہوگی۔ وہ اس کی آخری حد کو ایسے ہی دیکھے گا جیسے وہ اس کے قریب کو دیکھتا ہوگا۔ ہر محل میں حور عین، ریاحین اور بچے ہوں گے جو شے وہ مانگے گا وہی وہ پیش کریں گے۔

ابن ابی شیبہ نے مغیث بن سمی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک جنت میں سونے کے محلات ہیں، چاندی کے محلات ہیں یاقوت کے محلات ہیں اور زبرجد کے محلات ہیں۔ اس کے پہاڑ کستوری کے ہیں اور اس کی مٹی ورس اور زعفران کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جنت میں یاقوت ہے جس میں نہ پھٹن ہے اور نہ جوڑ۔ اس میں سترہ ہزار دار ہیں، ہر دار میں ستر ہزار حورعین ہیں، ان میں نبی، صدیق، شہید، امام عادل یا اپنی ذات میں محکم کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ حضرت کعب سے پوچھا گیا اپنی ذات میں محکم سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ آدمی جسے دشمن پکڑ لے۔ اور وہ اسے یہ اختیار دے دے کہ یا کفر اختیار کر لے یا پھر وہ اسلام کا پابند رہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ تو وہ اسلام پر کاربند رہنے کو اختیار کر لے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جَنّٰتِ عَدْنٍ کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد آدمی کا وہ مکان ہے جس میں وہ ہوگا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان سے مراد جنت میں ان کے مکان ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت خالد بن معدان سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں جَنّٰتِ عَدْنٍ کو تخلیق فرمایا۔ موتیوں کو اچھی طرح ڈھالا اور اس میں ٹہنیاں گاڑ دیں۔ پھر اسے کہا: پھیل جا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ پھر اسے فرمایا: جو کچھ تجھ میں نہریں اور پھل ہیں انہیں نکال دے۔ تو اس نے ایسا کر دیا اور کہا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (المومنون)

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ کی تفسیر میں کہا کہ جب انہیں خبر دی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔ تو یہی ان کے نزدیک تمام تحائف اور تسلیم سے بڑھ کر عظیم اعزاز ہوگا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کسی شے کی خواہش رکھتے ہو؟ کیا میں تمہارے لیے اس کا اضافہ کر دوں؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! کیا کوئی شے باقی ہے جسے ابھی تک ہم نے نہیں پایا؟ تو رب کریم فرمائے گا: نعم۔ ہاں۔ میری رضا، سواب میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوعبدالملک جہنی رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کی نعمت ان تمام نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہے جو نعمتیں ان کے لیے جنتوں میں ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شمر بن عطیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن انتہائی کمزور اور متغیر اللون صورت والے آدمی کے پاس قرآن کریم اس وقت آئے گا، جب اس کی قبر کو شق کیا جائے گا اور اسے کہے گا تجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عزت و کرامت کی بشارت ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے لیے عزت و کرامت کا حلہ ہوگا۔ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میرے لیے اضافہ فرما۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضا اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑھ کر ہے۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 204، دار احیاء التراث العربی بیروت

حدیث بیان کی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے لَبَّيْكَ يَا رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ۔ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں۔ تو رب کریم فرمائے گا کیا تم راضی ہو؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں۔ حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرما دیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا؟ تو رب کریم فرمائے گا: کیا میں تمہیں اس سے بھی افضل اور اعلیٰ شے عطا نہ کروں؟ تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! کون سی شے اس سے افضل اور اعلیٰ ہے؟ تو رب کریم فرمائے گا میں تمہیں اپنی رضا اور خوشنودی عطا کرتا ہے اور اس کے بعد کبھی بھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے اے اللہ! میں تجھ سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو خیر کے انجام میں سب سے بہتر ہو۔ اے اللہ! جو بھلائی اور خیر تو آخر میں مجھے عطا فرمائے اس میں سب سے آخر میں اپنی رضا اور نعمتوں بھری جنات میں بلند درجات عطا فرما دے۔

"اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ عَاقِبَةِ الْخَيْرِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ آخِرَ مَا تُعْطِيْنِيْ الْخَيْرِ رِضْوَانَكَ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ"

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۷۳

"اے نبی کریم! جہاد کیجیے کافروں اور منافقوں کے ساتھ اور سختی کیجیے ان پر اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے"۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اے نبی کریم! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کیجیے کفار کے ساتھ تلوار سے اور منافقین کے ساتھ زبان سے اور ان سے نرمی ختم کر دیجیے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے کتاب الامر بالمعروف میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کیجیے ہاتھ کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر زبان کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو پھر اپنے دل کے ساتھ۔ اور چاہیے کہ ان سے انتہائی سخت اور ترش چہرے کے ساتھ ملیں۔

امام علامہ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کریں۔ اور اگر اس کی طاقت نہ رکھیں تو اپنی زبان کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو پھر چاہیے کہ ان سے انتہائی ترش اور سخت چہرے کے ساتھ ملاقات کریں (2)۔

1۔ صحیح مسلم، مع شرح نووی، جلد 17، صفحہ 138 (2829) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 7 صفحہ 38، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد کریں تلوار سے اور منافقین کے ساتھ قول باللسان سے۔ اور وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان دونوں فریقوں پر سختی کیجئے۔ پھر اسے منسوخ کر دیا اور اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً (التوبۃ: 123) "جنگ کروان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے اور چاہیے کہ وہ پائیں تم میں سختی"۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کریں اور منافقین پر حدود میں سختی برتیں۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا ۚ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٧٤﴾

"قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً انہوں نے کہی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد اور انہوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پا سکے۔ اور نہیں خشمناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل وکرم سے۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ بہتر ہوگا ان کے لیے اور اگر وہ روگردانی کریں تو عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ عذاب الیم دنیا اور آخرت میں اور نہیں ہوگا ان کا روئے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار"۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت کعب بن مالک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قرآن کریم میں منافقین کا ذکر نازل ہوا۔ تو جلاس نے کہا: قسم بخدا! اگر یہ آدمی سچا ہے تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ عمیر بن سعد نے اس کا یہ قول سنا تو کہا: قسم بخدا! اے جلاس بلاشبہ تو میرے نزدیک تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہے اور فخر ومباہات کے اعتبار سے میرے نزدیک زیادہ حسین اور پسندیدہ ہے اور اس سے بڑھ کر عزیز ہے کہ تجھے کوئی ایسی شے لاحق ہو جو ناپسندیدہ اور تکلیف دہ ہو۔ تو نے ایک بات کہی ہے۔ اگر میں واقعۃً اس کا ذکر کروں تو بالیقین وہ تجھے رسوا کر دے گی۔ اور اگر میں اس سے خاموش رہوں تو وہ مجھے ہلاک کر دے گی۔ ان دونوں صورتوں میں سے ہر ایک دوسری کے مقابلہ میں میرے لیے شدید اور تکلیف دہ ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جو اس نے کہا تھا اس کا ذکر آپ ﷺ سے کیا پھر جلاس آیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہنے لگا: اس نے ایسا نہیں کیا اور عمیر نے اس کے خلاف جھوٹ بولا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت ان لوگوں میں سے تھا جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور اس نے کہا: اگر یہ آدمی سچ بولتا ہے تو ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو عمیر بن سعد نے اس کی یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دی۔ تو جلاس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہہ دیا: اس نے میرے خلاف جھوٹ بولا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس نے توبہ کی ہے اور اس کی توبہ انتہائی حسین ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے منافقین میں سے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اگر یہ سچا ہے تو ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! یہ صادق ہیں اور تو یقیناً گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ سو آپ نے یہ بات حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچائی۔ تو کہنے والے نے صاف انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا: عنقریب تمہارے پاس ایک انسان آئے گا اور وہ تمہاری طرف شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا۔ پس جب وہ آئے تو اس کے ساتھ کلام نہ کرنا۔ تھوڑا وقت ہی گزرا کہ ایک نیلی آنکھوں والا آدمی آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: تو اور تیرے ساتھی کس بنا پر مجھے گالیاں دیتے ہو؟ وہ آدمی چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے آیا۔ انہوں نے قسمیں اٹھائیں کہ قسم بخدا! انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان سے درگزر فرمالی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ دو آدمی آپس میں لڑ پڑے۔ ان میں سے ایک جہینہ میں سے تھا اور دوسرا بنی غفار میں سے۔ جہینہ کے لوگ انصار کے حلیف تھے نتیجۃً غفاری جہنی پر غالب آ گیا۔ تو عبد اللہ بن ابی الاوس نے کہا: اپنے بھائی کی مدد کرو۔ قسم بخدا! ہماری اور محمد ﷺ کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی کہنے والے نے کہا: سَمِّنْ كَلْبَكَ يَأْكُلْكَ "اپنے کتے کو موٹا کرتا کہ وہ تجھے کھائے"۔ قسم بخدا! اگر ہم مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ کر گئے تو بالیقین عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ یہ سن کر مسلمانوں میں سے ایک آدمی دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ پس آپ ﷺ نے اسے بلا بھیجا اور اس سے پوچھ گچھ کی۔ تو وہ قسم اٹھا کر کہنے لگا: قسم بخدا! اس نے ایسا نہیں کہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ آیت عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں نازل ہوئی (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 210، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

50A

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی تھا جسے جلاس بن سوید کہا جاتا تھا۔ اس نے غزوۂ تبوک کے دوران ایک رات کو کہا: قسم بخدا! جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ ایک غلام نے یہ بات سن لی۔ اس کا نام عمیر بن سعد تھا اور یہ بات اس کے زیر پرورش تھا۔ تو اس غلام نے اسے کہا: اے چچا! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کیجئے۔ پھر وہ غلام حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بات سے آگاہ کر دیا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اسے بلا بھیجا: اور وہ قسم اٹھا کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! ﷺ قسم بخدا! میں نے ایسا نہیں کیا۔ تو اس غلام نے کہا: کیوں نہیں۔ قسم بخدا! تو نے یقیناً ایسا کہا ہے۔ پس تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر۔ اور اگر قرآن نازل نہ ہوا تو جو تو نے کہا ہے آپ اس میں مجھے بھی تیرے ساتھ ملا دیں گے۔ پس اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس وحی آگئی اور وہ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے حرکت تک نہ کی۔ جب وحی نازل ہو چکی تو حضور نبی کریم ﷺ سے (حجاب) اٹھا دیا گیا۔ اور فرمایا: یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔ الی قولہ۔ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ تو اس نے کہہ دیا تحقیق میں نے ایسا کہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کا موقع فراہم کیا ہے۔ پس میں توبہ کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے اس کی جانب سے اسے قبول فرما لیا۔ پھر حالت اسلام میں ہی اسے قتل کر دیا گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون بہا ادا کیا اور اس کی میت اس کے ورثاء کو دے دی اور خود اس سے مستغنی ہو گئے۔ حالانکہ اس نے مشرکین کے ساتھ ملنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے غلام کو فرمایا تیرے کانوں نے صحیح سنا۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن سیرین سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قرآن کریم نازل ہوا، تو حضور نبی مکرم ﷺ نے عمیر کے کان پکڑے اور فرمایا: اے غلام (بچے) تیرے کانوں نے صحیح سنا اور تیرے رب نے تیری تصدیق فرما دی ہے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: اگر محمد ﷺ اس میں سچے ہیں جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: بلاشبہ حضرت محمد ﷺ سچے ہیں اور تو یقیناً گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ پس اسی طرح ان دونوں کے درمیان کلام کا تبادلہ ہوا۔ پس جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ کو اس کے بارے بتایا۔ پھر دوسرا آیا۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا: اس نے کچھ نہیں کہا۔ تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تیرے کانوں نے صحیح سنا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے کہا ہے کہ ان میں سے ایک نے کہا: جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو ہم بالیقین گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو مومنین میں سے ایک آدمی نے کہا: قسم بخدا! بلاشبہ جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ اور تو بالیقین گدھے سے زیادہ شریر ہے۔ اس پر منافق نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پس یہی ان کا ایسی شے کے بارے ارادہ تھا جسے وہ نہ پا سکے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا: یہ

وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو لیلۃ العقبہ میں (راستے سے) دور ہٹانے کا ارادہ کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے پر اتفاق کر چکے تھے۔ وہ بعض سفر میں آپ کے ساتھ ساتھ رہے اور آپ ﷺ کی سواری کو راستے پر چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ عقبہ (گھاٹی) میں پہنچ گئے۔ ان میں سے بعض آگے تھے اور بعض پیچھے۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے کہا: کہ جب آپ عقبہ میں پہنچیں گے تو ہم آپ کو وادی میں اپنی سواری سے دور لے جائیں گے۔ ان کی یہ بات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سن لی اور آپ ہی حضور نبی کریم ﷺ کی سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ اس رات آپ ﷺ کے قائد حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے اور سائق حضرت حذیفہ بن یمان تھے۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اونٹوں کے چلنے کی آواز سنی۔ پس آپ ادھر متوجہ ہوئے تو ایک جماعت دیکھی جو سب اپنے منہ اور ناک ڈھانپے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمنو! رک جاؤ رک جاؤ۔ پس وہ رک گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ گزر گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ اس منزل پر اتر گئے جہاں کا ارادہ فرمایا تھا۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ان تمام کو بلا بھیجا اور فرمایا: کیا تم نے اس اس طرح کا ارادہ کیا ہے؟ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھا کر کہا کہ نہ انہوں نے کچھ کہا ہے اور نہ اس کا ارادہ کیا ہے جس کے بارے آپ نے ان سے پوچھا ہے۔ سو اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا مذکورہ ارشاد ہے۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ **وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا** کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک آدمی جسے اسود کہا جاتا تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس مدینہ طیبہ کی طرف لوٹے۔ یہاں تک کہ جب کچھ راستہ طے کر چکے۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب میں سے بعض نے آپ کے ساتھ مکر اور دھوکہ کیا اور انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ وہ راستے میں آپ ﷺ کو کسی گھاٹی سے نیچے پھینک دیں گے، پس جب وہ عقبہ میں پہنچے تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی سواریوں کو آپ ﷺ کے ساتھ چلائیں گے۔ سو جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو ان کے مخبر نے خبر دی۔ تو آپ نے اعلان کیا کہ تم میں سے جو چاہے وہ بطن وادی میں چلے۔ کیونکہ وہ تمہارے لیے وسیع اور آسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کا راستہ اختیار کیا۔ لوگ بطن کی راہ چلے۔ سوائے اس گروہ کے جس نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مکر و فریب اور دھوکے کا قصد کیا تھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کا ارشاد سنا تو وہ تیار ہو گئے اور انہوں نے اپنے ناک منہ لپیٹ لیے۔ حالانکہ وہ امر عظیم کا قصد کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دونوں کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں۔ پس حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ناقہ کی لگام پکڑ لیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے پیچھے سے ہانکیں۔ پس اسی دوران کہ وہ چل رہے تھے اچانک انہوں نے پیچھے سے قوم کے دوڑنے کی آواز سنی۔ وہ آپ ﷺ کے قریب آ چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہو گئے۔ آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا کہ انہیں واپس لوٹا دو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا غضب ملاحظہ کیا۔ تو فوراً واپس لوٹے اور آپ کے پاس عصا بھی تھا جس کا سر اوپر سے مڑا ہوا تھا (یعنی کھونڈا)

پس آپ ان کی سواریوں کے چہروں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں عصا کے ساتھ مارا۔ اور آپ نے اس قوم کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ناک منہ لپیٹے ہوئے ہیں۔ وہ پہچانے نہیں جا سکتے۔ آپ نے صرف مسافر کے فعل کا ذکر کیا۔ تو جونہی انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب طاری کر دیا۔ انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ ان کی تدبیر ان پر ظاہر ہو گئی ہے۔ پس وہ انتہائی تیزی سے چلے یہاں تک کہ لوگوں میں گھل مل گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ چنانچہ جونہی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ! سواری کو ضرب لگاؤ اور اے عمار تم تیزی سے چلو۔ پس وہ تیز چلتے گئے یہاں تک کہ وہ اوپر کے راستے سے ہموار جگہ پر آ گئے۔ اور گھاٹی سے نکل کر لوگوں کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے حذیفہ! کیا تو نے اس گروہ میں سے کسی کو پہچانا ہے؟ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میں نے فلاں فلاں کی سواری پہچانی ہے اور عرض کی: رات کی تاریکی تھی، جو انہیں ڈھانپے ہوئے تھی اور وہ بھی ناک منہ لپیٹے ہوئے تھے۔ پھر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو، ان کا کام کیا تھا اور وہ کیا ارادہ رکھتے تھے؟ لوگوں نے عرض کی: نہیں قسم بخدا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم......تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک انہوں نے یہ تدبیر کی تھی کہ وہ میرے ساتھ چلیں گے یہاں تک کہ جب میں گھاٹی میں آؤں گا تو وہ مجھے وہاں سے نیچے گرا دیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ان کے بارے حکم ارشاد نہیں فرمائیں گے کہ ہم ان کی گردنیں مار دیں؟ (یعنی ہم انہیں قتل کر دیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ آپس میں گفتگو کریں اور کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے بارے میں طاقت کا استعمال کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ان کے نام بھی بتائے اور فرمایا وہ انہیں مخفی اور چھپا کر رکھیں (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تو نے اس قوم میں سے کسی کو پہچانا بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں۔ اس قول کے بعد مزید یہ اضافہ ذکر کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے اسماء اور ان کے باپوں کے ناموں سے بھی آگاہ فرما دیا ہے۔ ان شاء اللہ صبح کے وقت میں تجھے ان کے بارے بتاؤں گا۔ پس جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ان کے یہ نام بتائے۔ عبداللہ بن ابی سعد، سعد بن ابی سرح، ابو حاصر الاعرابی، عامر، ابو عامر، جلاس بن سوید بن صامت، مجمع بن حارثہ، ملیح تیمی، حصین بن نمیر، طعمہ بن ابیرق، عبداللہ بن عیینہ اور مرہ بن ربیع، پس یہ بارہ افراد تھے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس منصوبے پر مطلع فرما دیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: **وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا** ابو عامر ان کا سردار تھا۔ اسی کے لیے انہوں نے مسجد ضرار بنائی۔ وہ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کا باپ تھا (2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت نافع بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 256، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 257

منافقین کے ناموں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ جنہوں نے غزوہ تبوک سے واپسی پر لیلۃ العقبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کی (ناکام) کوشش کی۔ وہ بارہ افراد تھے، ان میں کوئی بھی قریشی نہیں تھا۔ وہ سب کے سب انصار اور ان کے حلفاء تھے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کی نکیل پکڑے ہوئے تھا اور آگے آگے چل رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اسے پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ یا میں اسے ہانک رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس کے قائد تھے۔ حتی کہ جب ہم عقبہ میں پہنچے تو اچانک میری نظر بارہ سواروں پر پڑی وہ اس میں ہمارے سامنے آگئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زوردار لہجے میں آواز دی پس وہ پیٹھ پھیر کر واپس چلے گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: کیا تم نے اس قوم کو پہچانا ہے؟ ہم نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ ناک منہ ڈھانپے ہوئے تھے۔ لیکن ہم نے سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہی قیامت کے دن تک منافق ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے کیا ارادہ کیا؟ ہم نے عرض کی: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کریں گے اور آپ کو وہاں سے نیچے پھینک دیں گے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ان کی نشانیاں واضح نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہر قوم ان کے ساتھیوں کا سردار آپ کی طرف بھیجے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلاشبہ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ عرب آپس میں یہ گفتگو کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے قاتل ہیں۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غالب فرمائے گا تو وہ ان کے قتل کا بھی حکم فرمادے گا۔ پھر یہ کہا: اے اللہ! ان پر دبیلہ پھینک۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم دبیلہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ آگ کا ایک شعلہ ہے جو ان میں سے ہر ایک کی رگ قلب پر رکھا جائے گا اور وہ ہلاک ہو جائے گا (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ عبد اللہ بن ابی کو تاج پہنائیں گے اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ بھی ہوں۔

ابو الشیخ نے اسی کے بارے حضرت ابو صالح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے عبد اللہ بن ابی کو تاج پہنانے کا ارادہ کیا۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی عدی بن کعب کے غلام نے انصار میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کے طور پر بارہ ہزار کا فیصلہ فرمایا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔(2)

امام ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک آدمی کو قتل کیا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت کے لیے بارہ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 260، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 212، دار احیاء التراث العربی بیروت

ہزار مقرر فرما دیے۔ اسی کے بارے یہ ارشاد ہے: وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کے دیت لینے کے سبب انہیں غنی کر دیا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ ارشاد کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لیے دیت تھی۔ حالانکہ وہ اس پر غالب تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دیت کا فیصلہ فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جلاس بوجھ اٹھاتا تھا یا اس پر قرض تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جانب سے وہ ادا فرما دیا۔ تو اس کے بارے یہ ارشاد ہے: وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی دعوت دی اور فرمایا: وَ اِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ پس دنیا کا عذاب تو قتل ہے اور آخرت کا عذاب جہنم کی آگ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے ایک قوم ہے جس نے برائی کا ارادہ کیا ہے اور ایک امر کا قصد کیا ہے۔ پس انہیں چاہیے کہ وہ کھڑے ہوں اور استغفار کریں۔ لیکن کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں تو کھڑا ہو جا، اے فلاں تو کھڑا ہو جا۔ تب انہوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! میں نے بالیقین تمہیں توبہ کی طرف دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب فوراً تمہاری طرف نظر فرمائے گا اور میں ذاتی طور پر تمہارے لیے استغفار کو پسند کرتا ہوں۔ لہٰذا نکلو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا: مجھ سے قرآن کریم میں موجود ہر شے حفظ کر لے۔ فرمایا وَ مَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ یہ مشرکین کے لیے ہے۔ پس رہے مومنین! تو ان کے شفعاء (شفاعت کرنے والے) اور ان کے مددگار (انصار) بہت زیادہ ہیں۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۷۸﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 212، بیروت

''اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے وعدہ کیا اللہ کے ساتھ کہ اگر اس نے دیا ہمیں اپنے فضل سے تو ہم دل کھول کر خیرات دیں گے اور ضرور ہو جائیں گے نیکوکاروں میں پس جب اس نے عطا فرمایا انہیں اپنے فضل سے تو کنجوسی کرنے لگے اس کے ساتھ اور روگردانی کر لی اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے نفاق جما دیا ان کے دلوں میں اس دن تک جب ملیں گے اس کو اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف ورزی کی اللہ سے جو وعدہ انہوں نے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے راز کو اور ان کی سرگوشی کو اور یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے سارے غیبوں کا''۔

امام حسن بن سفیان، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، عسکری نے الامثال میں، ابن مندہ، الباوردی، ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ثعلبہ بن حاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا فرمائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہوا ے ثعلبہ! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میری مثل ہو؟ پس اگر میں چاہوں کہ میرا رب ان پہاڑوں کو میرے ساتھ چلائے تو یہ یقیناً چل پڑیں۔ اس نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا فرمائے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں ضرور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کروں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہوا ے ثعلبہ! وہ تھوڑا جس کے ساتھ تو شکر ادا کرتا رہے، وہ اس کثیر اور زیادہ مال سے بہتر ہے جس کے ساتھ تو اس کا شکر ادا نہ کر سکے۔ پھر اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا'' اے اللہ! اسے مال عطا فرما۔ چنانچہ اس نے تجارت کی اور بکریاں خریدی۔ تو اس کے لیے ان میں برکت رکھ دی گئی۔ وہ اس طرح بڑھیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ طیبہ کی سرزمین ان کے لیے تنگ ہوگئی۔ وہ انہیں لے کر دور چلا گیا اور اب وہ جمعۃ المبارک کے سوا دن رات کی نمازوں میں سے کسی کے لیے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر وہ مزید بڑھیں جیسا کہ کیڑے بڑھتے ہیں اور ان کے لیے وہ جگہ بھی تنگ ہوگئی۔ لہٰذا وہ انہیں لے کر مزید دور چلا گیا۔ اب وہ جمعہ کی نماز میں اور نہ ہی نماز جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ پس وہ قافلوں سے ملا کرتا تھا اور ان سے مدینہ طیبہ کی خبریں پوچھ لیا کرتا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مفقود اور غیر حاضر پایا۔ تو اس کے بارے پوچھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ اس نے ریوڑ خریدا ہے اور مدینہ طیبہ کی سرزمین اس کے لیے تنگ ہوگئی ہے۔ پس صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے مکمل بتایا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثعلبہ بن حاطب ہلاک ہوگیا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ارشاد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً** (التوبہ:103) الآیہ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمی روانہ کیے۔ ایک کا تعلق جہینہ سے تھا اور دوسرا بنی سلمہ سے تھا۔ تاکہ وہ

زکوٰۃ وصول کریں۔ آپ ﷺ نے انہیں اونٹوں اور بکریوں کی عمریں لکھ کر دیں کہ وہ کیسے ان کی زکوٰۃ وصول کریں گے؟ اور دونوں کو حکم فرمایا کہ ان کا گزر ثعلبہ بن حاطب اور بنی سلیم کے ایک آدمی کے پاس سے ہوگا۔ چنانچہ وہ دونوں نکلے اور ثعلبہ کے پاس پہنچے اور اسے زکوٰۃ کے بارے حکم سنایا۔ تو اس نے کہا تم دونوں مجھے اپنی تحریر دکھاؤ۔ جب وہ اسے دیکھ چکا تو کہہ دیا: یہ تو جزیہ ہی ہے۔ تم چلے جاؤ اور آگے سے فارغ ہونے کے بعد پھر میرے پاس آنا، راوی کا بیان ہے: کہ وہ دونوں چلے گئے اور جب سلیمی نے ان کی بات سنی تو اس نے فوراً اپنے اونٹوں میں سے انتہائی عمدہ اور اعلیٰ اونٹ انہیں پیش کر دیا، اسے دیکھ کر ان دونوں نے کہا: تجھ پر یہ دینا لازم نہیں۔ تو اس نے جواب دیا: میں اپنے انتہائی اچھے اور بہترین مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے وہ قبول کر لیا پھر اس سے فارغ ہونے کے بعد ثعلبہ کے پاس آئے۔ تو اس نے پھر کہا: مجھے اپنی تحریر دکھاؤ۔ اس نے اس میں غور و فکر کی اور کہا: یہ تو جزیہ ہی ہے۔ تم دونوں چلے جاؤ یہاں تک کہ میں اپنی رائے بنا لوں۔ پس وہ چل پڑے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ آ پہنچے۔ پس جونہی رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو دیکھا اور ان کی کسی قسم کی گفتگو کرنے سے پہلے ہی فرما دیا ثعلبہ بن حاطب ہلاک ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے سلیمی کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تین آیات نازل فرمائیں۔ راوی کا کہنا ہے: کہ ثعلبہ کے اقارب میں سے کسی نے ان کے بارے سنا، تو وہ فوراً ثعلبہ کے پاس پہنچا اور اسے کہا: اے ثعلبہ! تو ہلاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں اس اس طرح حکم نازل فرمایا ہے۔ راوی نے کہا: پھر ثعلبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا مال قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ رونے لگا اور مٹی اپنے سر میں ڈالنے لگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرا اپنا عمل ہے میں نے تجھے کہا تھا تو تو نے میری اطاعت نہ کی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے مال زکوٰۃ قبول نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ چلا گیا۔

پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کے پاس آیا اور کہا: اے ابو بکر! میری زکوٰۃ مجھ سے قبول فرما لو۔ تحقیق آپ انصار میں میرے مقام سے واقف ہیں۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے رسول اللہ ﷺ نے قبول نہ فرمایا کیا میں اسے قبول کر سکتا ہوں؟ چنانچہ آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا: اے ابو حفص، اے امیر المومنین! مجھ سے میری زکوٰۃ قبول فرما لیجئے اور آپ کو مہاجرین و انصار اور حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کا وسیلہ بھی پیش کیا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں فرمایا کیا میں اسے قبول کر لوں گا؟ پس آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو وہ آپ کے دور خلافت میں فوت ہو گیا اسی کے بارے یہ آیت نازل ہوئی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ (التوبہ: 79) (1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ

1۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 218 (7873) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت انصار میں سے ایک آدمی کے متعلق نازل ہوئی جسے ثعلبہ کہا جاتا تھا۔ وہ ایک مجلس میں آیا اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر یہ کہا: کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے عطا فرما دیا تو میں ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کروں گا، میں اس سے صدقہ بھی ادا کروں گا اور رشتہ داروں کا حصہ بھی نکالوں گا، پس اللہ تعالیٰ نے اسے آزمائش میں مبتلا کر دیا اور اسے اپنے فضل میں سے عطا فرما دیا۔ لیکن اس نے جو وعدہ کیا تھا عمل اس کے برعکس کیا۔ پس اس نے اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ کو غضب دلایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حالت وکیفیت کا نقشہ قرآن کریم میں بیان فرما دیا (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: منافق کی پہچان تین چیزوں کے ساتھ کرو۔ جب وہ گفتگو کرے گا تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے گا تو خلاف ورزی کرے گا اور جب معاہدہ کرے گا تو اسے توڑ دے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ۔ الیٰ آخر الآیۃ۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تین چیزیں جس کسی میں ہوں وہ منافق ہے۔ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے، تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ تو آپ نے یہی مذکورہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منافق کی علامات تین ہیں۔ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے (3)۔

امام ابوالشیخ اور خرائطی رحمہما اللہ نے مکارم اخلاق میں حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ان تین علامات کے بارے سنا ہے جو منافق میں ذکر کی جاتی ہیں۔ وہ یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے، جب وہ وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ سو میں انہیں کتاب میں ایک طویل عرصہ تک تلاش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ طویل وقت گزرنے کے بعد میں ان پر مطلع ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان آیات میں ذکر فرماتا ہے: مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ۔ الی قولہ۔ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اور اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاحزاب: 72) الی آخر الآیہ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ (المنافقون: 1) الی قولہ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی ہے جس نے یہ کہا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 213، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 262 (1026) دار الصمیعی الریاض 3۔ صحیح مسلم، باب خصال المنافق، جلد 1، صفحہ 56، قدیمی کتب خانہ کراچی

اس کے چچا کا بیٹا فوت ہوا اور وہ اس کی جانب سے مال کا وارث بنا، اس نے بخل سے کام لیا اور اس نے ان امور کو پورا نہ کیا جن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ پس اس کے بعد نفاق سے کام لینے لگا یہاں تک کہ وہ منافق ہو گیا۔ انہیں کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہوائے نفسانیہ کے پرستار منافقین کی طرح ہی ہیں۔ ان کا کلام مختلف ہے اور ان کے تمام معاملات اور امور میں نفاق ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیات تلاوت کیں: ''وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ'' (توبہ:75) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ (التوبہ:58) وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ (التوبۃ:61)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا: جھوٹ سے اجتناب کرو۔ کیونکہ یہ نفاق کا دروازہ ہے۔ اور تم پر لازم ہے کہ صدق اختیار کرو کیونکہ وہ ایمان کا دروازہ ہے۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس تورات لے کر آئے۔ تو بنی اسرائیل نے کہا: تورات تو کثیر ہیں اور ہم ان کے لیے فارغ نہیں ہیں۔ پس آپ ہمارے لیے اجتماعی حکم کی التجا کیجئے جس پر ہم کار بند رہ سکیں اور اپنے کاروبار حیات کے لیے بھی فراغت پا سکیں۔ آپ نے فرمایا: اے قوم! ذرا ٹھہر جاؤ، رک جاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے ساتھ پہلے کی طرح دوبارہ گفتگو کی۔ حتیٰ کہ تین بار انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ اگر انہوں نے ان کی محافظت کی اور ان احکام پر عمل پیرا رہے تو انہی کے سبب وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے: وہ یہ ہیں کہ وہ اپنی میراث تقسیم کرنے سے رک جائیں اور ان میں ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی ترک کر دیں۔ وہ گھروں میں دیکھیں تک نہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اجازت دی جائے اور وہ کوئی کھانا نہ کھائیں یہاں تک کہ نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف لوٹ کر آئے۔ تو وہ ان احکام کے بارے سن کر خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم ان پر قائم رہیں گے۔ قسم بخدا! ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ وہ غفلت اور سستی میں مبتلا ہو گئے اور آپ ان سے علیحدہ ہو گئے۔ سو جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے بارے یہ بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا چھ چیزوں کی ضمانت تم مجھے دے دو، تو تمہارے لیے جنت کا ضامن میں ہوں، جب تم بات کرو تو جھوٹ نہ بولو، جب وعدہ کرو تو پھر وعدہ خلافی نہ کرو، جب تمہیں امین بنایا جائے تو خیانت نہ کرو، اپنی نگاہوں کو جھکاؤ، اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! انتہائی مشکل اور سخت ہے مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝79

''جو لوگ (ریا کاری کا) الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر مومنوں سے اور جو (نادار) نہیں پاتے بجز اپنی محنت ومشقت کی مزدوری کے تو یہ ان کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سزا دے گا انہیں اس مذاق کی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

امام بخاری، مسلم، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھا کر لانے لگے۔ پس ایک آدمی آیا اور اس نے بہت سی چیزیں صدقہ میں دیں۔ تو اسے انہوں نے کہا: یہ تو دکھاوا ہے اور ابوعقیل نصف صاع لے کر آئے۔ تو منافقین نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو اس صدقہ سے غنی ہے (اسے قطعاً اس کی حاجت نہیں۔ سو مذکورہ آیت نازل ہوئی) (1)

امام بزار، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دو۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس پر خوب برانگیختہ کروں'' پس حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے پاس چار ہزار ہیں دو ہزار میں اپنے رب کی رضا کے لیے اس کی راہ میں پیش کر رہا ہوں اور دو ہزار میں نے اپنے اہل وعیال کے لیے رکھے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تو نے دیا اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت فرمائے اور جو کچھ تو نے روک رکھا اس میں بھی برکت عطا فرمائے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے رات بھر اجرت پر ریشم کا کام کیا اور کھجوروں کے دو صاع کمائے۔ ایک صاع میں اپنے رب کی راہ میں پیش کر رہا ہوں اور ایک صاع اپنے گھر والوں کے لیے رکھا ہے۔ پس منافقین نے عیب و نقص نکالتے ہوئے کہا: قسم بخدا! ابن عوف نے جو کچھ بھی دیا ہے وہ محض دکھاوا اور ریا کاری ہے۔ اور دوسرے کے بارے انہوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس ایک صاع سے غنی نہیں ہیں؟ سو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کا حکم ارشاد فرمایا۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ صدقہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور مومنین میں سے خوشی خوشی خیرات کرنے والے بھی حاضر ہوئے۔ اور حضرت ابوعقیل ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے رات بھر اجرت پر ریشم کا کام کیا ہے اور کھجوروں کے دو صاع کمائے ہیں، ان میں سے ایک صاع لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اور دوسرا اپنے گھر والوں کی خوراک کے لیے چھوڑا ہے۔ تو منافقین نے کہا: جو کچھ عبدالرحمٰن لائے وہ تو صرف ریا کاری ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ابوعقیل کے صدقہ سے غنی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بغوی نے معجم میں، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں دو صاع کھجوروں کی اجرت پر رات بھر اپنی پشت پر ریشم کا کام کرتا رہا۔ پھر میں نے ان میں سے ایک صاع لے کر اپنے گھر والوں کو دیا جس سے وہ اپنی خوراک کا انتظام کریں

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 327، قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 220، داراحیاء التراث العربی بیروت

گے۔ اور دوسرا صاع لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تاکہ اس کے سبب اپنے رب کا قرب حاصل کروں۔ پس میں نے سب کچھ آپ ﷺ کے گوش گزار کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مسجد میں (صدقہ پر) بکھیر دو۔ پس ایک قوم نے تمسخر کیا اور کہا: بالیقین اللہ تعالیٰ اس مسکین کے اس صاع سے غنی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انصار میں سے ایک آدمی طعام کا ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہوا۔ تو بعض منافقین نے کہا: قسم بخدا! عبدالرحمٰن جو لے کر آئے ہیں وہ محض ریاء اور دکھاوا ہے۔ مزید یہ کہا: کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں اس ایک صاع سے غنی ہیں(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ جس نے ایک صاع کھجوریں صدقہ کیں اور منافقین نے اسے عیب لگایا وہ ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے(3)۔

امام علامہ بغوی نے معجم میں، ابن قانع اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن عثمان بلوی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنی دادی لیلیٰ بنت عدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کی ماں عمیرہ اس سہل بن رافع صاحب الصاعین کی بیٹی ہے جس پر منافقین نے عیب لگایا۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ ایک صاع کھجوریں لے کر نکلے اور ان کی بیٹی عمیرہ بھی ساتھ تھی۔ حتی کہ وہ ایک صاع کھجوروں کے ساتھ حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے وہ سب وہاں بکھیر دیں۔

امام عبدالرزاق اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے فرمایا: کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے کل مال آٹھ ہزار دینار کا نصف صدقہ کیا۔ تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: کہ عبدالرحمٰن بہت بڑے ریا کار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ" اور انصار کے ایک آدمی کے پاس دو صاع کھجوریں تھیں۔ تو وہ ان میں سے ایک صاع لے کر آیا۔ تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو اس صاع سے غنی ہے۔ منافقین ان پر طعنہ زنی کرتے تھے اور ان سے تمسخر اور استہزاء کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ۔ الآیہ(4)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے المعرفہ میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان فقراء میں سے ایک آدمی آیا۔ اسے حجاب ابوعقیل کہا جاتا ہے۔ اس نے عرض کی: یا نبی اللہ! ﷺ میں نے آج کی رات دو صاع کھجوروں کے عوض ریشم کا کاروبار کرتے گزاری۔ پس ایک صاع میں نے اپنے گھر والوں کے لیے روک لیا ہے اور ایک صاع یہ پیش خدمت ہے۔ تو منافقین کہنے لگے: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم ﷺ دونوں اس صاع سے غنی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ...... الآیہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 221، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 229 3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 222

4۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 159 (1112)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کی دعوت دی۔تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ صدقہ ہے،تو بعض افراد نے ان پر عیب لگاتے ہوئے کہا: عبدالرحمٰن تو صرف ریاکاری کے لیے یہ مال لے کر آئے ہیں اور ابو عقیل ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوئے۔تو بعض لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ابو عقیل کے اس صاع کی قطعاً حاجت نہ تھی۔ پس تب یہ آیت نازل ہوئی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ۔الیٰ قولہ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مسلمانوں کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ اپنے صدقات وخیرات جمع کریں۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آٹھ ہزار دینار تھے۔تو وہ چار ہزار دینار بطور صدقہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یہ ہیں جو میں اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہا ہوں اور اتنے ہی میں نے باقی رکھے ہیں۔تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے لیے ان میں بھی برکت رکھ دی گئی ہے جو تو نے پیش کیے ہیں اور ان میں بھی جو تو نے روک لیے ہیں۔اور انصار میں سے ایک آدمی ابونہیک ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوا جن پر اس نے ساری رات کام کیا۔پس جب صبح ہوئی تو وہ لے کر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا۔تو منافقین میں سے کسی آدمی نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوف بہت بڑے ریاکار ہیں۔دوسرے کے بارے میں انہوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس صاع سے غنی ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔اس میں اَلْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ سے مراد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں اور اَلَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ میں اس ایک صاع والے کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے کہا: کہ لوگوں کو بہت بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ دینے کا حکم ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! صدقہ وخیرات کرو۔پس لوگ صدقہ دینے لگے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار سو اوقیہ سونا لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آٹھ سو اوقیہ سونا تھا اور میں چار سو اوقیہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اسے برکت عطا فرما اس مال میں جو اس نے دیا اور اس میں بھی برکت عطا فرما جو اس نے اپنے پاس روک لیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب عید الفطر کا دن تھا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مال عظیم بطور صدقہ وخیرات دیا۔اسی طرح حضرت عاصم بن عدی نے بھی کیا۔ایک آدمی نے دو صاع پیش کیے اور ایک دوسرے آدمی نے ایک صاع دیا۔تو لوگوں میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کہ عبدالرحمٰن جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ صرف فخر اور ریاء کے لیے لے کر آئے ہیں۔رہا معاملہ ایک صاع اور دو صاع لانے والوں کا،تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ان کے صاعوں سے غنی ہیں۔پس وہ ان کا تمسخر اڑانے لگے۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ کا معنی ہے وہ

لوگ جوخوشی خوشی خیرات نہ کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ نے کہا: وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ میں رفاعہ بن سعد کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِلَّا جُهْدَهُمْ سے مراد جهد فی القوت اور جهد فی العمل ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے اس کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ الجهد سے مراد جهد الانسان (انسان کی محنت ومشقت) ہے، اور الجهد فی ذات الید (مملوکہ شے میں مشقت) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ جس نے اپنی محنت ومشقت کر کے صدقہ کیا تھا ان کا نام ابوعقیل سہل بن رافع ہے۔ وہ کھجوروں کا ایک صاع لے کر حاضر ہوئے اور انہیں صدقہ کے مال میں انڈیل دیا۔ تو کچھ لوگ ان پر ہنسنے لگے اور کہنے لگے: بے شک اللہ تعالیٰ تو ابوعقیل کے اس صدقہ سے غنی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے لیے ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! صدقہ وخیرات کرو۔ میں اس کے بارے تمہارے لیے قیامت کے دن شہادت دوں گا۔ خبردار سنو! شاید تم میں سے کوئی اس طرح رات بسر کرے کہ اس کے اونٹ اور گائے کے بچے تو خوب سیراب ہوں او اس کے چچا کا بیٹا بھوکا ہو۔ خبردار! شاید تم میں سے کوئی اپنا مال بڑھاتا رہے اور اس کا پڑوسی مسکین ہو، وہ کسی شے پر قادر نہ ہو۔ خبردار! وہ آدمی جس نے اپنے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی کسی کو منفعت کے لیے عطا کی، وہ بہت زیادہ گروہ کے ساتھ صبح کے وقت نکلتا ہے اور شام کے وقت ایک گروہ کے ساتھ واپس لوٹتا ہے۔ وہ صبح کے وقت گھر والوں کو دودھ پلا کر نکلتا ہے اور شام کے وقت ان کے لیے دودھ اور دیگر خوراک لے کر واپس لوٹتا ہے۔ خبردار! آگاہ رہو بلاشبہ اس کا اجر انتہائی عظیم ہے۔ سو ایک آدمی اٹھا اور اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس چار اونٹ ہیں۔ پھر ایک دوسرا آدمی اٹھا جس کی قدوقامت چھوٹی تھی۔ عمر اور کردار کے اعتبار سے قبیح تھا۔ وہ ایک انتہائی خوب صورت اونٹنی پکڑے ہوئے تھا۔ تو منافقین میں سے کسی آدمی نے آہستہ سے ایک کلمہ کہا۔ اس کا یہ خیال نہیں تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اسے سن لیں گے۔ اس نے کہا: اونٹنی اس سے بہتر ہے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی یہ بات سن لی اور فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ تجھ سے بھی بہتر ہے اور اس اونٹنی سے بھی۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اٹھے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس آٹھ ہزار ہیں۔ میں نے ان میں سے چار ہزار اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑے ہیں اور چار ہزار لے آیا ہوں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پیش کر رہا ہوں۔ پس منافقین نے آپ کے صدقہ کو بہت زیادہ شمار کیا۔ پھر حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس اس سال کے توڑے ہوئے ستر وسق ہیں۔ پس منافقین نے اسے بھی بہت زیادہ گمان کیا اور کہنے لگے: یہ چار ہزار اور یہ ستر وسق محض ریاکاری اور شہرت کے لیے لے کر آئے ہیں۔ پس کیوں نہ ان دونوں نے اسے خفیہ کیا ہوتا اور کیوں نہ ان دونوں نے اسے متفرق کر کے دیا ہوتا۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی اٹھا اس کا نام حجاب اور کنیت ابو

عقیل تھی۔ تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرے پاس اس کے سوا کوئی مال نہیں کہ میں نے بنی فلاں کے پاس اجرت پر کام کیا اور دو صاع کھجوروں کے عوض اپنی گردن پر ریشم اٹھاتا رہا۔ سو میں نے ایک صاع اپنے گھر والوں کے لئے چھوڑا ہے ایک صاع لے کر حاضر ہوا ہوں، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں، پس منافقین نے عیب لگاتے ہوئے کہا: اونٹ والا اونٹ کے ساتھ آیا، چاندی والا چاندی لے کر حاضر خدمت ہوا اور یہ کھجوریں لے کر آیا ہے جنہیں وہ اٹھا سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ۔ الآیہ۔(1)

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت ابوسلیل سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہماری مجلس میں ایک شیخ ہمارے پاس ٹھہرے اور کہا کہ میرے باپ یا میرے چچا نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بقیع میں حاضر تھے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو آج صدقہ کرے گا میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے سبب اس کی شہادت دوں گا۔ پس ایک آدمی آیا، قسم بخدا! بقیع میں کوئی آدمی بھی اس سے زیادہ سیاہ چہرے والا نہیں تھا۔ نہ قد و قامت میں کوئی اس سے چھوٹا تھا اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی مذموم آنکھوں والا تھا۔ وہ ایک اونٹنی (ناقہ) پکڑے ہوئے تھا۔ قسم بخدا! اس سے بڑھ کر بقیع میں کوئی خوب صورت شے نہ تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ صدقہ ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ یارسول اللہ! ﷺ پس کسی آدمی نے اسے عیب دیا اور کہا: یہ جو شے صدقہ کر رہا ہے قسم بخدا! یہ اس کی اپنی ذات سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے یہ کلمات سن لیے۔ اور فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ وہ تجھ سے اور ناقہ سے بھی بہتر اور افضل ہے۔ تو نے جھوٹ کہا ہے بلکہ وہ تجھ سے اور اس سے بھی بہتر ہے اسی طرح تین بار آپ نے ایسا فرمایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے اس کے جس نے یہ کہا کہ اس کے قبضے میں اتنا اور اتنا ہے اور جس کا اس نے قصد کیا ہے وہ قلیل ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تحقیق کم مال والا مشقت اٹھانے والا کامیاب ہو گیا۔ قلیل المال محنت و مشقت کرنے والا کامیاب ہو گیا۔

امام ابوداؤد، ابن خزیمہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قلیل المال اور تنگ دست کی محنت و مشقت کے ساتھ ہو، اور تو صدقہ دینے میں اس سے ابتدا کرے جو زیادہ حاجت مند اور عیال دار ہو(1)۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۭ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾

"آپ بخشش طلب کریں ان کے لیے یا نہ کریں۔ اگر آپ بخشش طلب کریں ان کے لیے ستر بار جب بھی نہ بخشے گا اللہ تعالیٰ انہیں۔ یہ محض اس لیے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ کا اور اس کے رسول (مکرم) کا۔ اور اللہ تعالیٰ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الزکوۃ، جلد 1، صفحہ 574، بیروت 2۔ ایضاً

نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب پر خرچ نہ کرو۔ تو وہ یقیناً ان کے آس پاس سے بھاگ جائیں۔ اور وہ یہ کہنے لگا لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ (المنافقون: 8) "تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو"۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۗ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں یقیناً ستر بار سے زیادہ طلب کروں گا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (المنافقون: 6) "یکساں ہیں ان کے لیے کہ آپ طلب مغفرت کریں ان کے لیے یا طلب مغفرت نہ کریں ان کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا انہیں" (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں ستر بار پر بھی اضافہ کر دوں گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں یہ آیت نازل فرمائی جس میں منافقین کا ذکر کیا گیا ہے لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (المنافقون: 6) (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنے رب کے بارے خیال کرنے لگا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رخصت دے دی ہے۔ قسم بخدا! میں ستر مرتبہ سے زیادہ بار استغفار کروں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (المنافقون) (3)

امام احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ابی حاتم، نحاس، ابن حبان، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے یاد کیا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے تھے تو میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے سب سے بڑھ کر عبد اللہ بن ابی ہے جو کہ اس اس طرح کہتا ہے اور وہ اس اس طرح کہتا ہے۔ آپ نے اس کے ایام (دن) گنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے رہے یہاں تک کہ جب بہت سے دن شمار کر لیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! مجھ سے یہ معاملہ دور اور مؤخر کر لو۔ بلاشبہ مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ تحقیق مجھے فرمایا گیا اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۗ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً پس اگر میں جانتا ہوتا کہ اگر میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں یقیناً اس پر اضافہ کرتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھائی اور اس کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہونے تک قبر پر قیام فرما رہے۔ پس مجھے اپنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 224، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 225

بارے میں اور رسول اللہ ﷺ پر اپنی جرأت کے بارے میں خوب تعجب ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ ہی خوب اور بہتر جانتے ہیں۔ پھر قسم بخدا! تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں: وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (التوبہ:84) پھر رسول اللہ ﷺ نے کسی منافق پر اس کے بعد نماز نہیں پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسلام میں اتنی جلدی کی کہ اس کی مثل کبھی جلدی نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی پر نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو میں نے آپ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کی: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم نہیں دیا، تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سو رسول اللہ ﷺ قبر کے دہانے پر بیٹھ گئے۔ لوگوں نے اس کے بیٹے کو کہنا شروع کر دیا: اے حباب اس طرح کر، اے حباب اس طرح کر۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حباب شیطان کا نام ہے تو عبداللہ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت منافقین پر نماز پڑھنے کے بارے نازل ہوئی۔ فرمایا: جب عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق کی موت واقع ہوئی۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں جانتا کہ اگر میں اس کے لیے اکہتر مرتبہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں یقیناً ایسا کرتا۔ پس رسول اللہ ﷺ منافقین پر نماز جنازہ پڑھتے رہے اور ان کی قبروں پر قیام فرماتے بھی رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (التوبہ:84) ("اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر")۔ اور سورۃ المنافقون میں فیصلہ کن امر نازل ہوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾

"خوش ہو گئے پیچھے چھوڑے جانے والے اپنے (گھر) بیٹھے رہنے پر اللہ کے رسول کی (جہاد پر) روانگی کے بعد اور ناگوار تھا انہیں کہ جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے راہ خدا میں اور (دوسروں کو بھی) کہتے مت نکلو اس سخت گرمی میں۔ فرمایئے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے، کاش! وہ کچھ سمجھتے"۔

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 186 (4570)، دارالفکر بیروت

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد پر روانگی کے بعد غزوۂ تبوک سے پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ اپنے گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا: یعنی وہ لوگ جنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد (گھر میں) بیٹھے رہیں۔

ابن ابی حاتم نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تبوک آخری غزوہ ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے اور یہی غزوۃ الحر کہلاتا ہے۔ انہوں نے کہا: اس گرمی میں مت نکلو اور یہی غزوۃ العسرہ ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلیں۔ موسم گرمی کا تھا۔ تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم گرمی شدید ہے۔ ہم خروج کی طاقت نہیں رکھتے پس تم بھی اس گرمی میں مت نکلو تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا پس اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خروج کا حکم ارشاد فرمایا(1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ کی تفسیر میں فرمایا: یہ قول (کہ تم اس گرمی میں مت نکلو) منافقین نے اس وقت کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید گرمی میں تبوک کی جنگ کی طرف نکلے۔ تو بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ...... الآیہ(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: منافقین کے کچھ لوگ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گھومنے لگے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جد بن قیس کو اجازت دی۔ تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کریں اور عرض کریں: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اجازت عطا فرما دیجیے۔ کیونکہ ہم اس شدید گرمی میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت فرما دی اور ان سے (رخ زیبا) پھیر لیا۔ پس اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ...... الآیہ۔

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

"تو انہیں چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ۔ یہ سزا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ اس میں منافقین اور ان کفار کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے دین کو ٹھٹھا مذاق اور لہو و لعب بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 226، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 227

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا یعنی انہیں چاہئے کہ دنیا میں تھوڑا ہنسیں وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا اور آخرت میں زیادہ روئیں (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا کی تفسیر میں فرمایا: دنیا قلیل ہے، پس انہیں چاہیے کہ وہ اس میں جتنا چاہیں ہنس لیں۔ جب دنیا ختم ہو جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی جانب چلے جائیں گے تو پھر رونا شروع کریں گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابورزین رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

امام بخاری، ترمذی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرایا اور اس کے لیے واجب ہے کہ وہ چرچرائے۔ اس میں چار انگلیاں رکھنے کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں ایک فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر رہا ہے۔ قسم بخدا! اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں۔ تو یقیناً تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تم بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرتے اور تم پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ ڈھونڈتے۔ میں یقیناً یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوں جو مددگار ثابت ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ اور ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: اے لوگو! رویا کرو اور اگر تم رو نہ سکو تو رونے والوں کی طرح بنا کرو۔ کیونکہ اہل جہنم روتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو ان کے چہروں میں اس طرح بہیں گے گویا کہ وہ نالیاں ہیں۔ حتیٰ کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور آنکھیں بہہ بہہ کر زخمی ہو جائیں گی (اور وہ اتنے آنسو بہائیں گے) کہ اگر ان میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو وہ بھی چل پڑیں)(3)

امام ابن ابی الدنیا نے صفۃ النار میں زید بن رفیع رحمہما اللہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اہل نار جب جہنم میں داخل ہوں گے تو وہ ایک زمانہ تک آنسوؤں کے ساتھ روتے رہیں گے۔ پھر وہ ایک زمانہ تک پیپ بہاتے رہیں گے۔ تو انہیں جہنم کے داروغے کہیں گے: اے بدبختوں کی جماعت! تم نے اس دار میں رونا چھوڑ دیا جس میں رحم کیا جاتا تھا۔ اس کے باسی دنیا میں تھے۔ کیا تم آج کسی کو پاتے ہو جس سے استغاثہ کر رہے ہو؟ تو وہ بلند آواز کے ساتھ کہیں گے: اے اہل جنت! اے باپوں، ماؤں اور اولاد کے گروہو! ہم قبروں سے پیاسے نکلے ہیں، موقف کے طویل ہونے نے پیاس بڑھا دی ہے۔ ہم سخت پیاسے ہیں ہم پر کچھ پانی بہاؤ یا اس میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ سو وہ چالیس سال تک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 228 2۔ صحیح بخاری، جلد 4، صفحہ 482 (2313) دارالفکر بیروت

3۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 2306 (4120) دارالکتب العلمیہ بیروت

پکارتے رہیں گے انہیں کوئی جواب نہیں دے گا۔ پھر انہیں یہ جواب ملے گا کہ تم ٹھہرے رہو۔ پس وہ ہر قسم کی بھلائی اور خیر سے مایوس اور ناامید ہو جائیں گے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہم اللہ نے الزہد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے بصرہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! رویا کرو۔ اور اگر رونہ سکو تو رونے والوں کی طرح بنا کرو۔ کیوں کہ اہل جہنم آنسوؤں کے ساتھ روئیں گے یہاں تک کہ وہ ختم ہو جائیں گے۔ پھر خون کے ساتھ اتنا روئیں گے یہاں تک کہ اگر اس میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ چل پڑیں (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم وہ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں۔ تو یقیناً تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے۔ اور اگر تم علم کا حق جان لیتے تو یقیناً تم میں سے ہر ایک چیختا، یہاں تک کہ اس کی آواز ختم ہو جاتی اور سجدہ کرتا۔ یہاں تک کہ اس کی صلب منقطع ہو جاتی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں۔ تو یقیناً تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تم روتے ہوئے نکل جاتے۔ تم نہیں جانتے ہو کہ تم نجات پاؤ گے یا نجات نہیں پاؤ گے۔

فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىِٕفَةٍ مِّنۡهُمۡ فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ فَقُلْ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ ﴿۸۳﴾

"(اے حبیب!) پھر اگر لے جائے آپ کو اللہ تعالیٰ ان کے کسی گروہ کے پاس پھر وہ اجازت طلب کریں آپ سے جہاد پر نکلنے کی تو آپ فرمائیے نہیں نکلو گے تم میرے ہمراہ کبھی اور ہرگز جنگ نہیں کرو گے میری معیت میں کسی دشمن سے تم نے تو (خود) پسند کیا تھا (گھر) بیٹھے رہنا پہلی مرتبہ تو اب بیٹھے رہو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ منافقین میں سے بارہ آدمی تھے اور اس میں جو کہا گیا ہے وہ انہی کے بارے کہا گیا ہے۔

ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: کیا آپ نے دیکھا اگر آپ نکلیں اور وہ آپ سے آپ کے ساتھ نکلنے کی اجازت طلب کریں؟ تو آپ ان سے فرما دیجیے تم ہرگز کبھی میرے ساتھ نہیں نکلو گے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ کے بارے فرمایا: کہ اس میں ان آدمیوں کا ذکر ہے جو ساتھ نکلنے سے پیچھے رہ گئے۔

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 247، بیروت

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۴ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۸۵

"اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر، بے شک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول مکرم کے ساتھ۔ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان سے دنیا میں اور نکلے ان کا سانس اس حال میں کہ وہ کافر ہوں"۔

امام بخاری، مسلم، ابن ابی حاتم، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عبداللہ بن ابی ابن سلول فوت ہوا تو اس کا بیٹا عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قمیص مبارک اسے عطا فرمائیں، تاکہ وہ اپنے باپ کو اس میں کفن دے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص اسے عطا فرما دی۔ پھر اس نے عرض کی کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (التوبہ:80) اور میں ستر بار سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کروں گا۔ سو آپ نے فرمایا: بلاشبہ وہ منافق ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھنی ترک فرما دی(1)۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ عبداللہ بن عبد اللہ بن ابی کو اس کے باپ نے کہا: اے میرے بیٹے! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا میرے لیے تلاش کر اور اس میں مجھے کفن دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ میری نماز جنازہ پڑھائیں۔ راوی کا بیان ہے: کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ عبداللہ کے شرف اور اس کی سرداری کو جانتے ہیں، وہ آپ کے کپڑوں میں ایک کپڑے کی التجاء کر رہا ہے، ہم اسے اس میں کفن دیں گے اور کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ عبداللہ اور اس کے نفاق سے خوب واقف ہیں۔ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 287، دارالکتب العلمیہ بیروت

گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (التوبہ:80) اور فرمایا میں ستر مرتبہ سے زائد بار استغفار کروں گا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ الآیہ۔ راوی کا قول ہے: کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور اس آیت کے بارے آپ کو اطلاع دی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (المنافقون:6)(1)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول اس مرض میں مبتلا ہوا جس کے سبب وہ فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی بیمار پرسی فرمائی۔ جب وہ مر گیا تو آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی اور اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ فرمایا: قسم بخدا ہم نے ابھی چند راتیں ہی گزاریں تھیں کہ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا...... الآیہ۔

امام ابن ماجہ، بزار، ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں رأس المنافقین فوت ہوا اور اس نے وصیت کی کہ حضور نبی کریم ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اسے آپ ﷺ کی قمیص میں کفن دیا جائے۔ پس اس کا بیٹا حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے باپ نے وصیت کی ہے کہ اسے آپ کی قمیص میں کفن دیا جائے۔ سو آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی، اسے اپنی قمیص پہنائی اور اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (2)۔ (الف)

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 288، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 230

(الف) عبداللہ بن ابی مرا تو حضور ﷺ نے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا فرمائی۔ تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ: آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی قمیص کیوں مرحمت فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے حقیقت سے نقاب اٹھایا اور فرمایا "اے عمر! اس کافر و منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزاروں آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا"۔ منافقوں کا ایک انبوہ کثیر ہر وقت عبداللہ کے پاس رہتا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے باوجود اپنی بخشش و نجات کے لیے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ اس رحمت عالمیاں کی بارگاہ بے کس پناہ کے بغیر اللہ کے ہاں منظور نا ممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالت یاس میں اس کا دامن پکڑنے کی ناکام کوششیں کریں ہم اب ہی کیوں نہ اس پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتوں خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اس دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے کے حسن خلق سے مشرف باسلام ہو گئے۔ صحیح بخاری کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ حضور کی شان رحمت للعالمینی کی وسعتوں کا آپ کو کچھ نہ کچھ اندازہ ہوائے گا" حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ! آپ اس بدبخت کی نماز جنازہ پڑھانا چاہتے ہیں جس نے فلاں دن ایسے ایسے ہذیان سرائی کی تھی، فلاں روز ایسی ایسی گستاخیاں کی تھی؟ حضور نے فرمایا "عمر! ان باتوں کو رہنے دو اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے چاہے تو ان کے لیے مغفرت طلب کروں یا چاہے تو مغفرت طلب نہ کروں اگر میں یہ جانتا کہ میں ستر بار سے زیادہ اگر اس کے لیے مغفرت طلب کروں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر بار سے زیادہ اس کے لیے مغفرت طلب کرتا۔ اس کے فوراً بعد یہ آیت نازل ہوئی "ولا تصل علی احد" الآیہ، نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے اور کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر بے شک انہوں نے کفر کیا اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے" اس کے بعد سرکار دو عالم نے کبھی کسی منافق کے لیے نہ مغفرت کی دعا کی اور نہ اس کی قبر پر تشریف لے گئے"۔ (ضیاء النبی، جلد 4، صفحہ 726 تا 728، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ)

امام ابویعلی، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا: وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۔(3)

ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس ٹھہرے اور اسے دعوت دی۔ تو اس کے لیے یہ انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوا اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی ریش مبارک کو پکڑ لیا۔ تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک سے اپنا ہاتھ روک لے قسم بخدا! اگر آپ ﷺ مجھے اجازت فرمائیں۔ تو میں ہتھیار سے تیرا کام تمام کردوں۔ پھر وہ بیمار ہوگیا اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ آپ کو بلا رہا ہے اور اس نے آپ کی قمیص بھی طلب کی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: قسم بخدا وہ اس کا اہل نہیں کہ آپ اس کے پاس جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ پس آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا: تیری یہودیوں کے ساتھ دوستی اور محبت نے تجھے ہلاک کر دیا ہے۔ اس نے کہا: میں نے آپ کو صرف اس لیے بلایا ہے تا کہ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔ اس لیے آپ کو نہیں بلایا کہ آپ مجھے ملامت کریں اور ڈانٹیں۔ پھر اس نے عرض کی: آپ مجھے اپنی قمیص عطا فرمائیے۔ تا کہ اس میں مجھے کفن دیا جائے۔ سو آپ ﷺ نے اسے قمیص عطا فرمائی۔ آپ نے اس کے جسم پر تھوکا اور اس کی قبر میں بھی اترے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔

راوی کا بیان ہے: پس انہوں نے قمیص کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری قمیص اسے کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ قسم بخدا! مجھے امید ہے اس کے سبب بنی خزرج میں سے ہزار سے زائد افراد اسلام قبول کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ۔ الآیہ۔

وَ اِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

"اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ (جس میں حکم ہوتا ہے کہ) ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اللہ کے رسول کے ہمراہ تو اجازت طلب کرنے لگتے ہیں آپ سے جو طاقت والے ہیں ان میں سے اور کہتے ہیں رہنے دیجئے ہمیں تا کہ ہوں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اُولُوا الطَّوْلِ کا معنی اہل الغنی (دولت مند لوگ) ہیں (2)۔

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 231، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 233

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ٘ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

"انہوں نے یہ پسند کیا کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر تو وہ کچھ نہیں سمجھتے لیکن رسول اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور انہی کے لیے ساری بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں تیار کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مَعَ الْخَوَالِفِ سے مراد مع النسآء ہے۔ یعنی انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ عورتوں کے ساتھ پیچھے رہ جانے والے ہو جائیں (1)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ آپ ثنیۃ الوداع آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رو کر یہ کہنے لگے: کیا آپ مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میرے بعد ایسے ہی ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قائم مقام تھے۔ مگر نبوت کے ساتھ؟ "اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا النُّبُوَّةَ؟"

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ کا یہ معنی بیان کیا ہے انہوں نے پسند کیا ہے کہ وہ اس طرح بیٹھے رہے جس طرح عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ خوالف سے مراد عورتیں ہیں اور وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کا مفہوم ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کے سبب مہر لگا دی گئی۔

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

"اور آئے بہانہ بنانے والے بدو تا کہ اجازت مل جائے انہیں اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ اور اس کے رسول سے۔ عنقریب پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب دردناک"۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ کا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 233، بیروت

معنی ہے کہ ان میں سے اصل عذر آئے تا کہ انہیں اجازت مل جائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الْمُعَذِّرُوْنَ سے مراد وہ بہانے بنانے والے (معذرت کرنے والے) ہیں۔ آپ اسے تخفیف کے ساتھ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ پڑھتے تھے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب الاضداد میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ پڑھتے اور فرماتے: اللہ تعالیٰ بہانے بنانے والوں پر لعنت کرے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کون ہیں، جنہوں نے الْمُعَذِّرُوْنَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے؟ تو فرمایا وہ بنو مقرن ہیں۔ اور جس کسی نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا انہوں نے ایسی شے کے ساتھ عذر پیش کیا جو ان کے لیے صحیح عذر نہیں تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ یہ آیت پڑھتے اور فرماتے انہوں نے ایسی شے کے ساتھ معذرت پیش کی جو درست اور حق نہ تھی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ بنی غفار کا ایک گروہ تھا۔ وہ آئے اور معذرت کرنے لگے، ان میں سے ایک خرصہ میں میں سے خفاف بن ایماء بھی تھا۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

''نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں (اگر یہ پیچھے رہ جائیں) کوئی حرج جب کہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے۔ نہیں ہے نیکوکاروں پر الزام کی کوئی وجہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

امام ابن ابی حاتم، دار قطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورۂ برأت لکھ رہا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماتا میں اسے لکھ لیتا تھا اور میں اپنا قلم اپنے کانوں پر رکھے ہوئے تھا کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قتال کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم احکام نازل ہونے کا انتظار فرمانے لگے کہ اتنے میں ایک نابینا آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں تو نابینا ہوں۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟ تو اسی وقت مذکورہ آیت لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے

بارے فرمایا کہ یہ عائذ بن عمرو اور دوسروں کے بارے مین نازل ہوئی(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ (التوبہ:43) سے لے کر مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تک سب آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں۔

رہا یہ ارشاد گرامی کہ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تو ابن ابی شیبہ، امام احمد نے الزہد میں، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوامامہ صائدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حواریوں نے کہا: اے روح اللہ! ہمیں بتایئے اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ جو اللہ تعالیٰ کے حق کو لوگوں کے حق پر ترجیح دیتا ہے۔ جب اسے دو امر پیش آ جائیں یا جب اس کے سامنے امر دنیا بھی ہو اور امر آخرت بھی تو وہ آغاز امر آخرت سے کرے اور اس سے فارغ ہونے کے بعد امر دنیا کی طرف متوجہ ہو(2)۔

امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دین نصیحت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کن کے لیے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمان ائمہ کے لیے اور مسلمان عوام الناس کے لیے(3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ دین نصیحت ہے۔ عرض کی گئی: کن کے لیے یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمان ائمہ کے لیے اور مسلمان عوام الناس کے لیے(4)۔

امام بخاری، مسلم اور ترمذی رحمہم اللہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے مخلص ہونے کی شرط پر کی(5)۔

امام احمد اور حکیم ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جو عبادت میرے بندے نے میرے لیے مخلص ہو کر کی وہ سب سے پسندیدہ ہے۔ ''اَحَبُّ مَا تَعَبَّدَنِیْ بِهٖ عَبْدِیْ اِلَیَّ النُّصْحُ لِیْ''(6)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ روایت لکھی ہے کہ کسی راہب نے ایک آدمی کو کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کے لیے اس طرح مخلص ہونے کی نصیحت کرتا ہوں۔ جیسے کتا اپنے گھر والوں کے لیے مخلص ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اسے بھوکا بھی رکھتے ہیں اور اسے دور بھی بھگاتے ہیں اور وہ اس سے انکار کرتا ہے مگر یہ کہ وہ ان کی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے اور ان کے لیے مخلص بھی ہوتا ہے۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ کی تفسیر میں کہا ہے: ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 237، بیروت
2۔ نوادر الاصول، صفحہ 135، دار صادر بیروت
3۔ سنن نسائی، جلد 7، صفحہ 157، دار الحدیث قاہرہ
4۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، جلد 3، صفحہ 324، دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 86 (1925)
6۔ نوادر الاصول، صفحہ 135، دار صادر بیروت

پر الزام کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے مخلص ہیں اور وہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں معذور قرار دیا ہے اور ان کے لیے وہی اجر رکھا ہے جو مجاہدین کے لیے مقرر کیا ہے۔ کیا آپ نے یہ سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ (النساء:95) ''نہیں برابر ہو سکتے (گھروں میں) بیٹھنے والے مسلمان سوائے معذوروں کے''۔ پس وہ لوگ جنہوں نے ضعفاء اور معذوروں میں سے عذر پیش کیے اور وہ لوگ جو خرچ کرنے کے لیے بھی کچھ نہیں پاتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بھی جہاد کرنے والوں کی طرح ہی اجر مقرر کیا ہے۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے اور مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے قریب پہنچے تو فرمایا تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسے آدمی چھوڑے ہیں جو تمہارے ساتھ سفر پر نہیں گئے، تم نے ان کی کوئی شے خرچ نہیں کی، اور نہ تم نے ان کے ساتھ وادیوں کو طے کیا ہے، مگر اس کے باوجود اس غزوہ میں وہ تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ مدینہ طیبہ میں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ عذر کے سبب رکے تھے (1)۔

امام احمد، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ پیچھے چھوڑے ہیں جنہوں نے نہ تمہارے ساتھ وادیوں کو طے کیا ہے اور نہ وہ تمہارے ساتھ شریک سفر بنے۔ مگر اس کے باوجود اجر میں وہ تمہارے ساتھ شریک ہیں کیونکہ انہیں بیماری نے روک لیا ہے (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کے ضمن میں فرمایا: اور اللہ تعالیٰ گناہ اور جرم کرنے والوں کے لیے بخشش فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

وَّ لَا عَلَی الَّذِیْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

''اور نہ ان پر (کوئی الزام ہے) جو جب حاضر ہوئے آپ کے پاس تا کہ آپ سوار کریں انہیں تو فرمایا آپ نے میں نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں وہ لوٹتے ہیں اس حال میں کہ ان کی آنکھیں بہا رہی ہوتی ہیں آنسو اس غم میں کہ افسوس نہیں ان کے پاس جو وہ خرچ کریں''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسی اقوام کو چھوڑا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ کوئی خرچہ نہیں کیا، وادیوں کو طے نہیں کیا اور نہ تمہارے ساتھ دشمن کا

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 160، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 300

سامنا کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جہاد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی، ان میں عبداللہ بن معقل مزنی بھی تھے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں سوار کیجئے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں کوئی ایسی شے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس وہ واپس چلے اس حال میں کہ وہ رو رہے تھے اور ان پر یہ احساس غالب تھا کہ انہیں جہاد سے روک دیا گیا ہے اور وہ خود نہ تو خرچ پاتے تھے اور نہ ہی سواری۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر قبول کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ ...... الآیہ۔ (1)

امام ابن سعد، یعقوب بن سفیان نے تاریخ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے بلاشبہ میں اس گروہ میں سے ہوں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسی کوئی شے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ سات افراد تھے یعنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر، بنی واقن میں سے حرمی بن عمرو، بنی مازن سے ابن نجار عبدالرحمٰن بن کعب اس کی کنیت ابولیلیٰ تھی، بنی معلّٰی میں سے سلمان بن صخر، بنی حارثہ سے عبدالرحمٰن بن زید ابوعبلہ، بنی سلمہ سے عمرو بن غنمہ اور عبداللہ بن عمرو مزنی (2)۔

امام ابن مردویہ نے مجمع بن حارثہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سواری کا مطالبہ کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں کوئی شے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ وہ سات افراد تھے یعنی علیہ بن زید حارثی، عمر بن غنم ساعدی، عمرو بن ہرمی رافعی، ابولیلیٰ مزنی، سالم بن عمرو عمری، سلمہ بن صخر زرقی اور عبداللہ بن عمرو مزنی۔

امام عبدالغنی بن سعید نے تفسیر میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: ان افراد میں سے سالم بنی عمیر بن عمرو بن عوف میں سے ایک تھا۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو سلمی اور حجر بن حجر کلاعی رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ ان میں سے تھے جن کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ"

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے مذکورہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 237، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 239

آیت کے بارے فرمایا: وہ مدینہ میں سے بنومقرن تھے اور وہ سات افراد تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ قول بیان کیا ہے قسم بخدا! میں ان افراد میں سے ایک ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَّ لَا عَلَى الَّذِیْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ"

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے زہری، یزید بن یسار، عبداللہ بن ابی بکر اور عاصم بن عمرو بن قتادہ وغیر ہم افراد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور وہ رو رہے تھے۔ وہ سات افراد تھے جن کا تعلق انصار اور دوسروں سے تھا۔ وہ بنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر، بنی حارث سے عتبہ بن زید، بنی مازن سے ابن النجار ابولیلیٰ عبدالرحمٰن بن کعب، بنی سلمہ میں سے عمرو بن عمرو بن جہام بن جموح، بنی واقف سے ہرمی بن عمرو، بنی مزینہ سے عبداللہ بن معقل اور بنی فزارہ سے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہم تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری کا مطالبہ کیا اور یہ حاجت مند تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کوئی نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت معقل بن یسار ان رونے والوں میں سے تھے جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن اور بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے مذکورہ آیت کے بارے میں کہا: کہ یہ آیت عبداللہ بن معقل مزنی کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تاکہ آپ انہیں سوار کریں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن لہیعہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوشریح الکعبی ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا وَّ لَا عَلَى الَّذِیْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ میں پانی اور زادراہ کا بیان ہے (میں نہیں پاتا وہ (یعنی پانی اور زادراہ) جو میں تمہیں عطا کروں)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن صالح نے کہا کہ مجھے جہینہ کے مشائخ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو پایا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواریوں کی التجاء کی تھی۔ سو انہوں نے عرض کی کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف گھوڑوں پر سوار کرنے کی التجاء کی تھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواریوں کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ صرف نعل بندوں کا سوال کیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھوڑے کی نعل کی درخواست کی تھی۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَ هُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

''الزام تو بس ان لوگوں پر ہے جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے حالانکہ وہ مالدار ہیں وہ راضی ہو گئے اس پر کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پس وہ (کچھ) نہیں جانتے۔ وہ بہانے پیش کریں گے تمہارے پاس جب تم لوٹ کر جاؤ گے ان کی طرف، فرمایئے، بہانے مت بناؤ ہم نہیں اعتبار کریں گے تم پر، آگاہ کر دیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری خبروں پر، اور دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارا عمل اور اس کا رسول پھر لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کو پھر وہ آگاہ کرے گا تمہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم لوٹو گے ان کی طرف تا کہ تم معاف کر دو انہیں سو منہ پھیر لو ان سے یقیناً وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں تمہارے لیے تا کہ تم خوش ہو جاؤ ان سے۔ سو (یاد رکھو) اگر تم خوش ہو بھی گئے ان سے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوگا نافرمانوں کی قوم سے''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آیت سے لے کر فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ تک تمام آیات منافقین کے بارے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ کے متعلق حضرت سدی رحمہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگاہ فرمادیا ہے کہ اگر تم نکلو تو ہماری پریشانی اور غم میں ہی اضافہ کرو گے۔ اور فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ کے بارے فرمایا: جب حضور نبی کریم ﷺ لوٹ کر واپس تشریف لائے تو فرمایا تم نہ ان کے ساتھ کلام کرو اور نہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھو۔ پس انہوں نے ان سے اسی طرح اعراض کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ کا معنی ہے تاکہ تم ان سے درگزر کرلو۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۹۷﴾

''اعرابی زیادہ سخت ہیں کفر اور نفاق میں اور حق دار ہیں کہ نہ جانیں وہ احکام جو نازل کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا پھر ان میں سے استثنیٰ کی اور فرمایا: وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ:99) الآیہ۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سے مراد وہ لوگ ہیں جو احکام و سنن کا بہت کم علم رکھنے والے ہیں۔

امام ابن سعد اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زید بن صوحان بیان کر رہے تھے تو ایک اعرابی نے کہا: کہ تیری گفتگو تو مجھے تعجب میں ڈال رہی ہے اور تیرا ہاتھ مجھے شک میں ڈال رہا ہے۔ تو اس نے کہا: کیا تو اسے بایاں گمان کر رہا ہے؟ تو اعرابی نے جواب دیا: قسم بخدا! میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ دایاں کاٹیں گے یا کہ بایاں؟ تو زید نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا مدینہ طیبہ کے منافقین میں سے بڑھ کر اعرابی کفر اور نفاق میں سخت ہیں اور وہ یہ حق رکھتے ہیں کہ جو فرائض اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائے اور جو جہاد کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دیا اسے نہ جانیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت کلبی رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے یہ کہا ہے کہ یہ آیت بنی اسد اور بنی غطفان کے بارے میں نازل کی گئی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا تلاوت کرے، تو اسے چاہیے کہ وہ دوسری آیت بھی تلاوت کرے اور وہ خاموش نہ ہو اور وہ آیت یہ ہے وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبۃ:99)

امام احمد، ابوداؤد اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے امام نسائی اور علامہ بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے صحراء میں سکونت اختیار کی، تو اس نے ظلم و جفا کی، جس کسی نے شکار کا پیچھا کیا، وہ غافل ہوا اور جو سلطان کے پاس آیا، تو وہ فتنے میں مبتلا ہوا (1)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو کوئی بدو بنا اس نے جفا کی جس کسی نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا اور جو کوئی سلطان کے دروازے پر آیا وہ فتنے اور آزمائش میں مبتلا ہوا اور سلطان کے قرب میں اضافہ ہی اللہ تعالیٰ سے بعد اور دوری میں اضافہ ہے (2)۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىِٕرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

"اور بعض بدو ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو وہ (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں وہ تاوان ہے۔ اور منتظر ہیں تمہارے لیے زمانہ کی) گردشوں کے (حقیقت میں) انہی پر ہے بری گردش۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع (و) علیم ہے"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی ثواب اور جزا کی امید ہی نہیں رکھتے اور جو وہ صدقات و خیرات دیتے ہیں وہ ان کے لیے اجر ہے۔ اور وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىِٕرَ کا معنی ہے اور منتظر ہیں تمہارے لیے ہلاکتوں کے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ یہ دیہاتیوں میں سے منافقین ہیں جو دکھاوے اور غزوات پر جانے، جنگ میں شریک اور قتال کرنے سے بچنے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور وہ اپنے اخراجات کو تاوان گمان کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اسے وہ تاوان شمار کرتے ہیں جو وہ ادا کر رہے ہیں۔ اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (نعوذ باللہ) ہلاکت کا انتظار کر رہے ہیں۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

"اور کچھ دیہاتیوں میں سے وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر اور سمجھتے ہیں جو وہ خرچ کرتے ہیں قرب الٰہی اور رسول (پاک) کی دعائیں لینے کا ذریعہ ہے۔ ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعث قرب ہے، ضرور داخل فرمائے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 47، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً

امام سنید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کے بارے یہ قول بیان نقل کیا ہے کہ یہ بنو مقرن ہیں جو کہ مزینہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ (التوبۃ: 92) ''اور نہ ان پر (کوئی الزام ہے) جو جب حاضر ہوئے آپ کے پاس تاکہ آپ انہیں سوار کریں'' (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار کرنا (دعائے مغفرت مانگنا) ہے (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ دیہاتیوں کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی ثناء اور تعریف ہے اور صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

''اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے''۔

امام ابوعبید، سنید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حبیب الشہید رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت عمرو بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ تو آپ نے الانصار کو رفع (پیش) کے ساتھ پڑھا اور الَّذِيْنَ کے ساتھ واؤ ذکر نہیں کی۔ تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا یہ ''والذین'' ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ''الذین'' ہے۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین زیادہ جانتے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ انہیں لے آئے تو آپ نے اس کے بارے ان سے پوچھا۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا ''والذین'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب بہت اچھا ہوا۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اتباع اور پیروی کی (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 10، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 13

ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اس طرح پڑھ رہا تھا وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑا اور پوچھا: تجھے اس طرح کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے جواب دیا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے۔ آپ نے فرمایا تو مجھ سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ میں تجھے ان کے پاس لے جاؤں گا۔ چنانچہ آپ جب ان کے پاس پہنچے۔ تو فرمایا کہ تم نے اسے یہ آیت اس طرح پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ آپ نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: تحقیق میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ہم اتنی بلندی اور رفعت پر فائز ہیں کہ ہمارے بعد کوئی بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی تصدیق سورۂ جمعہ کی ابتدائی آیت سے بھی ہوتی ہے وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ:3) اسی طرح سورۂ حشر میں ہے: وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (الحشر:10) اور سورۂ الانفال میں ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ (الانفال:75)(1)

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو اسامہ اور محمد بن ابراہیم تیمی دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ یہ پڑھ رہا تھا: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے۔ پس جب وہ آدمی واپس پھرا۔ تو آپ نے فرمایا: تمہیں یہ آیت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا: یہ آیت مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ان کے پاس چلو۔ پس جب دونوں ان کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے ابو منذر! تو آپ مجھے یہ بتائیے کہ کیا یہ آیت تم نے اسے پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس نے سچ کہا ہے۔ میں نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دھن مبارک سے سنی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ تیسری بار انہوں نے پھر پوچھا تو انہوں نے حالت غضب میں کہا: جی ہاں، قسم بخدا! بالیقین اللہ تعالیٰ نے یہ آیت حضرت جبرائیل علیہ السلام پر نازل کی ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ اس میں خطاب اور اس کے بیٹے کی کوئی مشاورت نہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ بلند کرتے اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل گئے اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ان سے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی جانب منہ کر کے نمازیں ادا کی ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابن منذر، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کے بارے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قبلتین کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 13، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 12

امام ابن منذر اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ دونوں نے اسی کے بارے یہ قول بیان کیا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قبلتین کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور وہ اہل بدر ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سلمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیعت رضوان کے وقت حاضر تھے اور سب سے پہلے سنان بن وہب اسدی نے بیعت رضوان کے وقت بیعت کی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت غیلان بن جریر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا اپنے لیے انصار کا نام تم نے خود رکھا ہے یا آسمان سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ہمیں یہ نام عطا فرمایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے انصار سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا اور جس نے انصار کا بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے مبغوض قرار دے گا(1)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار کا بغض ہے(2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! انصار کی، انصار کے بیٹوں کی، انصار کی ازواج کی اور انصار کی اولادوں کی مغفرت فرما، انصار میری جماعت اور میری حفاظت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ اگر لوگ اپنی اپنی جماعت کو اختیار کر لیں اور انصار بھی اپنی جماعت بنالیں تو میں انصار کی جماعت کو اپنا لوں۔ اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت حارث بن زیاد رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے انصار سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس وقت اس سے اظہار محبت فرمائے گا جب وہ اس سے ملاقات کریں گا اور جس نے انصار کا بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس وقت اس سے اظہار نفرت فرمائے گا جب وہ اس سے ملے گا(4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! انصار پر، انصار کی اولاد پر اور انصار کی اولاد کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 96، دار صادر بیروت　2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 60، قدیمی کتب خانہ کراچی

3۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 139، دار صادر بیروت　4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 321

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ وادی اور گھاٹی میں چلیں اور تم بھی وادی اور گھاٹی میں چلو، تو میں بالیقین تمہاری وادی اور تمہاری گھاٹی میں چلوں گا۔ تم شعار (وہ لباس جو جسم کے ساتھ لگا ہوا ہو) اور لوگ دثار (کپڑوں کے اوپر لی ہوئی گرم چادر) ہیں۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں یقیناً انصار کا ایک فرد ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک بلند کیے یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی اور رب کریم کی بارگاہ میں اس طرح دعا کی: اے اللہ! انصار کی، انصار کے بیٹوں کی اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں کی مغفرت فرما۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور انصاری سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق اور جو ان سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے اظہار نفرت فرمائے گا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے اور اسے ترمذی نے حسن کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' خبردار سنو! میری جماعت وہ ہے جس کے پاس میرے اہل بیت نے پناہ لی اور بلاشبہ میری جماعت انصار ہیں۔ پس تم ان کے غلطیاں کرنے والوں کو معاف کر دو اور ان کے محسن کو قبول کر لو(2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ قبیلہ انصار میں سے ہے، ان کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض نفاق ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اے اللہ! انصار کی، انصار کے بیٹوں کی، انصار کی عورتوں کی، انصار کے بیٹوں کی عورتوں کی اور انصاری کے پوتوں کی عورتوں کی مغفرت فرما۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کے ساتھ ایمان رکھتا ہے وہ انصار کے ساتھ بغض نہیں رکھے گا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن رفاعہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے لیے اس طرح دعا کی: اے اللہ انصار کی، انصار کی اولادوں کی، ان کی اولادوں کی اولادوں کی، ان کے غلاموں کی اور ان کے پڑوسیوں کی مغفرت فرما۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قریش، انصار، جہینہ، مزینہ، اسلم اور غفار سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے دوست اور موالی

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 60، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، جلد 5، صفحہ 671 (3904)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 671 (3906)

ہیں۔ آپ کے سوا ان کے لیے کوئی آقا اور مولیٰ نہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا آدمی جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کے ساتھ ایمان رکھتا ہے وہ انصار کے ساتھ بغض نہیں رکھ سکتا (2)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ مال غنیمت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غزوۂ حنین میں عطا فرمایا تھا، قریش میں سے اہل مکہ اور دوسرے لوگوں کے درمیان تقسیم فرمایا تو انصار غضب ناک ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے گروہ انصار! اس مال غنیمت کے بارے میں تمہاری گفتگو مجھ تک پہنچی ہے جس کی تقسیم میں میں نے لوگوں کو ترجیح دی۔ تاکہ میں انہیں اسلام کی طرف مائل کر سکوں۔ تاکہ وہ آج کے بعد بھی شہادت دیں کیونکہ ابھی تھوڑا وقت گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اسلام داخل کیا ہے۔ اے گروہ انصار! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی دولت سے سرفراز فرما کر تم پر احسان نہیں کیا ہے؟ اور تمہیں خصوصی عزت و کرامت سے نوازا ہے اور تمہیں حسین ترین نام یعنی انصار اللہ و انصار الرسول عطا فرما کر تم پر احسان نہیں فرمایا ہے؟ اگر ہجرت نہ ہوتی تو یقیناً میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور تم ایک وادی میں چلو تو میں یقیناً تمہاری وادی میں چلوں گا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ یہ بھیڑیں، بکریاں، چوپائے اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر جاؤ؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم راضی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے بارے مجھے جواب دو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہمیں تاریکی اور ظلمت میں پایا۔ تو آپ کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمیں نور اور روشنی عطا فرما دی اور آپ نے ہمیں آگ کے گڑھے کے کنارے پر پایا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ہمیں اس میں گرنے سے بچا لیا اور آپ نے ہمیں بھٹکا ہوا پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وساطت سے ہمیں ہدایت عطا فرما دی۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسے رب مانتے ہوئے، اسلام کے ساتھ اسے دین مانتے ہوئے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ انہیں نبی تسلیم کرتے ہوئے راضی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر تم مجھے اس قول کے سوا کوئی اور جواب دیتے تو میں یقیناً کہتا: تم نے سچ کہا ہے۔ اگر تم کہو کیا تم بھاگ کر ہمارے پاس نہیں آئے اور ہم نے آپ کو پناہ دی، آپ جھٹلائے ہوئے آئے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ مدد سے محروم ہو کر آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی، ہم نے آپ سے اس کو قبول کیا جسے لوگوں نے رد کر دیا اگر تم یہ کہتے تو یقیناً تم سچ کہتے، تو ان سب نے کہا: بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا ہم پر اور ہمارے علاوہ دوسروں پر احسان اور فضل ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے تین مراتب ہیں: مہاجرون الاولون (سب سے پہلے ہجرت کرنے والے) اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی اتباع کی، پھر

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 60، قدیمی کتب خانہ کراچی　2۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، جلد 2، صفحہ 377 (3440) دار الفکر بیروت
3۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 151 (6665) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے اور سب سے اچھا وہی ہے جو اس مرتبہ میں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کسی صحابی کا ذکر کیا اور اس کا نقص بیان کیا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ۔

حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ان سے مراد قیامت قائم ہونے تک اہل اسلام میں سے باقی رہنے والے لوگ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عصمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے تابعین کے بارے سفیان سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کو پایا مگر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پایا۔ میں نے وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آئیں گے۔ میں نے کہا: کیا یوم قیامت تک؟ انہوں نے کہا: میں امید رکھتا ہوں۔

امام ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابوصخر حمید بن زیاد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کو کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے بارے بتائیے، میں صرف آزمائش کا ارادہ رکھتا ہوں؟ تو انہوں نے کہا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کی مغفرت فرما دی ہے اور ان سب کے لیے اپنی کتاب میں جنت واجب کر دی ہے چاہے وہ نیکیاں کرنے والے ہوں یا خطاؤں کا ارتکاب کرنے والے۔ میں نے اس سے کہا: کون سا وہ مقام ہے جہاں اپنی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت واجب قرار دی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کیا تو یہ آیت نہیں پڑھتا: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔ الآیہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع اصحاب کے لیے جنت اور اپنی رضا واجب کر دی ہے۔ اور تابعین پر ایسی شرط عائد کی ہے جو ان پر نہیں لگائی۔ میں نے پوچھا: ان پر کون سی شرط لگائی گئی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ان پر یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ انتہائی عمدگی اور احسان کے ساتھ ان کی اتباع اور پیروی کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ اعمال حسنہ میں ان کی اقتداء کی جائے گی اور دیگر امور میں ان کی اقتداء نہیں کی جائے گی۔ ابوصخر نے کہا: گویا کہ میں نے اس سے قبل یہ آیت پڑھی ہی نہیں اور نہ میں نے اس کی تفسیر کو پہچانا۔ یہاں تک کہ محمد بن کعب پر اسے پڑھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت اوزاعی رحمہ اللہ کی سند سے روایت بیان کی ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر، قاسم، مکحول، عبد بن ابی لبابہ اور حسان بن عطیہ رحمہم اللہ نے مجھے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ سے لے کر وَ رَضُوْا عَنْهُ تک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ میری تمام تر امت کے لیے ہے اور رضامندی کے بعد ناراضگی نہیں ہوتی۔

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾

''اور تمہارے آس پاس بسنے والے دیہاتیوں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ کے رہنے والے پکے ہو گئے ہیں نفاق۔ میں تم نہیں جانتے ان کو ہم جانتے ہیں انہیں، ہم عذاب دیں گے انہیں دوبار پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے قیام فرما ہوئے۔ تو فرمایا: اے فلاں کھڑے ہو جا اور نکل جا۔ کیونکہ تو منافق ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے نام لے لے کر نکال دیا اور انہیں خوب رسوا کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے کسی کام کے سبب اس جمعہ میں حاضر نہیں تھے۔ جب وہ لوگ مسجد سے نکل رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے۔ آپ اس حیاء کے سبب ان سے چھپنے لگے کہ آپ اس جمعہ میں حاضر نہیں ہوئے اور آپ نے لوگوں کے بارے یہ گمان کیا کہ وہ جمعہ سے فارغ ہو کر واپس آ رہے ہیں اور وہ لوگ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپنے لگے اور انہیں یہ گمان ہوا کہ آپ ان کے بارے جانتے ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ لوگ ابھی تک واپس نہیں پھرے۔ اسی دوران آپ کو ایک آدمی نے کہا: اے عمر! آپ کو بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے منافقین کو آج ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ پس یہی پہلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے(1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ سے مراد جہینہ، مزینہ، اشجع، اسلم اور بنی غفار ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ نفاق پر قائم رہے اور انہوں نے اس طرح توبہ نہ کی جیسا کہ دوسروں نے توبہ کی۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی، ابو عامر الراہب اور جد بن قیس اسی نفاق پر ہی مرے۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کا معنی ہے ہم انہیں پہچانتے نہیں ہیں۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا حال ہے ان قوموں کا جو لوگوں کے بارے یہ گفتگو کرتے ہیں کہ فلاں جنت میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 15، دار احیاء التراث العربی بیروت

ہے اور فلاں جہنم میں؟ اور جب تو ان میں سے کسی سے اس کے اپنے بارے میں پوچھے تو کہتا ہے میں نہیں جانتا میری عمر کی قسم! بالیقین تو لوگوں کے اعمال کی نسبت اپنے نفس کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے اور تو نے اتنی چیزوں کا تکلف کیا ہے جن کا کسی نبی علیہ السلام نے تکلف نہیں کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الشعرا) "مجھے کیا خبر کہ وہ کس نیت سے ایمان لائے ہیں"۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (الانعام) "اور نہیں ہوں میں تم پر نگہبان"۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفے ﷺ کے بارے فرمایا لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ "تم نہیں جانتے ان کو ہم انہیں جانتے ہیں" (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ سے مراد بھوک (قحط سالی) اور قتل کے ساتھ انہیں عذاب دینا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا: سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ سے مراد بھوک اور عذاب قبر ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اسی کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد قبر میں عذاب دینا اور جہنم میں عذاب دینا ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے عذاب قبر کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ کے بارے کہا: اس سے مراد قبر میں عذاب دینا اور جہنم میں عذاب دینا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ کے ضمن میں حضرت ربیع نے کہا کہ وہ دنیا میں اور عذاب قبر میں مبتلا کیے جائیں گے۔ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ تو اس میں عذاب عظیم سے مراد عذاب جہنم ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ کے ضمن میں ابن زید نے کہا کہ اس سے مراد اموال و اولاد کے سبب دنیا میں عذاب دینا ہے اور یہ آیت پڑھی فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (التوبۃ:55) "سو نہ تعجب میں ڈال دیں تمہیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان چیزوں سے دنیوی زندگی میں"۔

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ انہیں دنیوی زندگی میں مصائب کے ذریعہ عذاب دے۔ پس یہ مصائب ان کے لیے عذاب ہیں اور مومنین کے لیے اجر ہیں۔ اور فرمایا: آخرت کا عذاب جہنم میں ہے اور آیت میں عذاب عظیم سے مراد جہنم کا عذاب ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ لوگ کہتے ہیں سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ سے مراد قتل اور قتل کے بعد برزخ ہے اور برزخ سے مراد موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے تک کا وقت

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 161 (1118)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے اور عذاب عظیم سے مراد جہنم کا عذاب ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ کی تفسیر میں کہا: کہ حضور نبی کریم ﷺ منافقین کو جمعہ کے دن منبر پر اپنی زبان اقدس سے عذاب پہنچاتے تھے اور دوسرا اس سے مراد قبر کا عذاب ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ہمیں ایک ایسا شاندار اور عظیم خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے کبھی بھی اس کی مثل نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ تم میں سے بعض منافقین ہیں۔ پس میں جس کا نام لوں تو اسے چاہیے کہ وہ کھڑا ہو جا اے فلاں! تو کھڑا ہو جا، اے فلاں! تو کھڑا ہو جا۔ یہاں تک کہ وہ چھتیس افراد کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ تم میں سے ہیں۔ وہ تم میں سے ہیں اور وہ تم میں سے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے عافیت کی التجا کرو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی سے ملے۔ آپ کے اور اس کے درمیان بھائی چارہ تھا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا: تیرا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا ہے اور اس اس طرح کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے سارا دن دور رکھے۔

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

"کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا۔ انہوں نے ملا جلا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ان سے مراد دس افراد کا وہ گروہ ہے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ لوٹ کر واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے اپنے آپ کو مسجد کے ان ستونوں سے باندھ لیا۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کی گزرگاہ میں واقع تھے۔ جب آپ ﷺ مسجد میں ان کی جانب لوٹ کر آئے تو جونہی انہیں دیکھا تو فرمایا: یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو باندھ رکھا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: یہ ابولبابہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے یا رسول اللہ! ﷺ۔ انہوں نے اپنے آپ کو باندھ لیا ہے اور قسمیں اٹھا رکھی ہیں کہ انہیں کوئی نہیں کھولے گا۔ یہاں تک کہ خود حضور نبی مکرم ﷺ ان کی معذرت قبول کرتے ہوئے انہیں کھول دیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں میں انہیں نہیں کھولوں گا اور نہ ہی ان کا عذر قبول کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں کھولے گا۔ انہوں نے مجھ سے اعراض کیا ہے اور غزوہ میں مسلمانوں سے پیچھے رہے ہیں۔ جب یہ خبر ان تک پہنچی تو انہوں نے کہا: ہم اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

ہی ہمیں کھولے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی امید ہے وہی توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تک یہ آیت پہنچائی انہیں کھول دیا اور ان کی معذرت قبول فرمائی۔ سو وہ اپنے مال و متاع لے کر آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہمارے مال ہیں آپ اسے ہماری جانب سے صدقہ کر دیجئے اور ہمارے لیے دعا مغفرت کیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں تمہارے اموال لے لوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ”(اے حبیب!) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعے سے نیز دعا مانگیے ان کے لیے“۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ان کے لیے استغفار کیجئے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ یہ ان کے لیے رحمت ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صدقہ لے لیا۔ اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور ان میں سے تین آدمی تھے، جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ نہیں باندھا تھا وہ ایک سال تک ٹھہرے رہے، وہ نہیں جانتے تھے کہ کیا انہیں عذاب دیا جائے گا یا ان کی توبہ قبول کی جائے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (التوبہ: 117) الآیہ ”یقیناً رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں“۔ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (التوبہ: 118) ”اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا“۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (التوبہ) ”تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بکرم ہوا تاکہ وہ بھی رجوع کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا (اور) ہمیشہ رحم کرنے والا ہے“۔ یعنی اگر وہ صراط مستقیم پر قائم رہے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بعینہ اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جب کہ انہوں نے بنی قریظہ کو کچھ کہا: اور ساتھ ہی اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ذبح کر دیں گے اگر تم ان کے حکم پر نیچے اترے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ بنی قریظہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے تو انہوں نے اوپر سے جھانک کر آپ کو دیکھا اور آپ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف دعوت دینے لگے، انہوں نے کہا: اے ابولبابہ! کیا آپ ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم نیچے اتر آئیں؟ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ پس اس کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ تیرا کیا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ سے غافل ہے جب کہ تو اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے انہیں بتا رہا تھا؟ پس وہ کچھ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 18، بیروت
2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 271، دار الکتب العلمیہ بیروت

وقت ٹھہرے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ اور یہی غزوہ غزوۃ العسرہ کہلاتا ہے۔ تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ ﷺ کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ لوٹ کر واپس تشریف لائے تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے رخ زیبا پھیر لیا تو اس پر حضرت ابولبابہ بہت پریشان ہوئے اور اپنے آپ کو ستون توبہ کے ساتھ باندھ دیا۔ جو باب ام سلمہ کے پاس ہے۔ سات دن رات شدید گرمی میں اسی حال پر رہے۔ ان دنوں میں نہ کچھ کھایا اور نہ ایک قطرہ تک پیا اور کہا میں اسی جگہ پر پڑا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں دنیا سے مفارقت اختیار کرلوں گا یا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر نظر رحمت فرمائے گا اور میری توبہ قبول فرمائے گا، پس وہ اسی طرح پڑے رہے یہاں تک کہ کمزوری کے سبب آواز بھی نہیں سنائی دیتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ صبح و شام ان کی طرف دیکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور انہیں پکار کر یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف آدمی بھیجا تا کہ وہ انہیں ستون سے کھول دے۔ مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی اور کھولے۔ پھر رسول اللہ ﷺ خود تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا۔ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ تندرست ہوئے تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑ دوں گا جس میں مجھ سے یہ غلطی صادر ہوئی۔ اور میں آپ کی طرف منتقل ہو کر آپ کے پاس ہی سکونت اختیار کروں گا۔ اور میں اپنا مال بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے لیے صدقہ کردوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری طرف سے ثلث مال کا صدقہ جائز ہے۔ چنانچہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس سکونت اختیار کرلی اور اپنا ثلث مال صدقہ کر دیا۔ پھر توبہ کی۔ پھر اس کے بعد اسلام میں ان سے سوائے نیکی اور خیر کے عمل کے اور کچھ نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ دنیا سے داغ مفارقت دے گئے (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک پر تشریف لے گئے۔ تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ دو اور آدمی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔ بعد ازاں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے غور و فکر کیا۔ تو انہیں انتہائی ندامت ہوئی اور انہوں نے ہلاکت کا یقین کرلیا۔ اور انہوں نے یہ کہا: کہ ہم تو سائے میں بیٹھے ہیں اور اپنی عورتوں کے ہمراہ اطمینان اور راحت کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ دیگر اہل ایمان جہاد میں مصروف ہیں۔ قسم بخدا! ہم ضرور بر ضرور اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھ دیں گے اور پھر کھولیں گے نہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لا کر ہمیں کھولیں گے اور ہمارا عذر قبول فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ چل پڑے اور اپنے آپ کو باندھ دیا اور آپ کے ساتھ دوسرے دو آدمیوں نے بھی اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا اور تین باقی رہے جنہوں نے اپنے آپ کو نہ باندھا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے تو آپ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 270، دار الکتب العلمیہ بیروت

ﷺ سیدھے مسجد میں پہنچے، جب ان کے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا: یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھ رکھا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کی: یہ ابولبابہ اور آپ کے دو ساتھی ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ آپ خود آ کر انہیں کھولیں گے اور آپ ان سے راضی ہوں گے اور انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں انہیں نہیں کھولوں گا، یہاں تک کہ مجھے انہیں کھولنے کا حکم دیا جائے اور میں ان کا عذر قبول نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کا عذر قبول فرمائے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں سے پیچھے رکھا ہے اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنے سے اعراض کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ**۔ الآیہ اور امید ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسا ضرور ہوگا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھول دیا اور انہیں معذور قرار دے دیا۔ پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں ساتھی اپنے مالوں کے پاس گئے اور وہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ ہمارے مال لے لیجئے اور اسے ہماری جانب سے صدقہ کر دیجئے اور ہمارے لیے دعا کیجئے۔ وہ عرض کرنے لگے آپ ہمارے لیے استغفار کیجئے اور ہمیں پاک کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں اس میں سے کوئی شے بھی نہیں لوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے اس کا حکم دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً**۔ راوی کا بیان ہے وہ تین باقی رہ گئے جنہوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مخالفت کی تھی اور انہوں نے توبہ نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی شے کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور ان کے عذر کے بارے بھی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اور ان پر زمین وسیع ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ**" الآیہ (التوبۃ: 106) پس ان لوگوں نے بھی کہنا شروع کر دیا۔ وہ ہلاک ہو گئے جب کہ ان کے لیے کوئی عذر نازل نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہنے لگے: قریب ہے اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرمائے گا۔ پس وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی **لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ** (التوبۃ: 117) الی قولہ **وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا** (التوبۃ: 118) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ سو ان پر توبہ کا حکم نازل ہوا اور ان کے مطابق انہوں نے عمل کیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے **وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ** کے ضمن میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آٹھ آدمی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ لیا تھا۔ ان میں سے کردم، مرداس اور ابولبابہ تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ سات آدمی تھے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے چار نے کچھ اچھے عمل اور کچھ برے عمل آپس میں ملا جلا دیئے اور وہ جد بن قیس، ابولبابہ، حرام اور اوس ہیں، یہ تمام کے تمام انصار میں سے تھے ان کی توبہ قبول کرلی گئی۔ انہی کے بارے میں یہ کہا گیا ہے: **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً**۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 18، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَمَلًا صَالِحًا سے مراد ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوات میں شریک ہونا ہے اور وَّاٰخَرَ سَیِّئًا سے مراد ان کا غزوہ سے پیچھے رہنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے التوبہ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ نے کہا: قرآن کریم میں کوئی آیت نہیں ہے جو میرے نزدیک اس امت کے لیے اس آیت سے بڑھ کر امید افزا ہو: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ الآیہ(1)۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی نے حضرت مطرف سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں رات کے وقت اپنے بستر پر لیٹتا ہوں اور قرآن کریم میں غور وفکر اور تدبر کرتا ہوں۔ پھر اپنے اعمال کو اہل جنت کے اعمال پر پیش کرتا ہوں تو ان کے اعمال انتہائی شدید اور سخت ہیں۔ مثلاً فرمایا کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ (الذاریات) "یہ لوگ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے"۔ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴿۶۴﴾ (الفرقان) "رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے"۔ مزید فرمایا: اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآىِٕمًا (الزمر:9) "بھلا جو شخص عبادت میں بسر کرتا ہے رات کی گھڑیاں کبھی سجدہ کرتے ہوئے کبھی کھڑے ہوئے"۔ تو میں اپنے آپ کو ان میں سے گمان نہ کرتا۔ پھر میں اپنے آپ کو ان آیات پر پیش کرتا۔ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ﴿۴۳﴾ (المدثر) "کہ کس جرم نے تم کو دوزخ میں داخل کیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے"۔ الی قولہ كُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۴۶﴾ (المدثر) "اور ہم روز جزا کو جھٹلایا کرتے تھے"۔ پس میں جھٹلانے والی قوم میں بھی غور وفکر کرتا اور اپنے آپ کو ان میں سے گمان نہ کرتا۔ پھر اس آیت کا حکم دیا ہے: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ میں اور تم اے بھائیو! انہی میں سے ہیں۔

امام ابوالشیخ، ابن مندہ، ابونعیم نے العرفہ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے قوی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے ان کی تعداد چھ ہے، ابولبابہ، اوس بن جذرم، ثعلبہ بن ودیعہ، کعب بن مالک، مروہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ، پس ابولبابہ، اوس بن جذام اور ثعلبہ تینوں آئے اور انہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ دیا اور پھر اپنے مال لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ لے لیجئے جو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رک گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں انہیں نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ قتال ہو جائے۔ پس قرآن نازل ہوا خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ الآیہ۔ اور بعض کو توبہ سے دور کھا گیا تھا اور کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے جو پیچھے رہ گئے۔ پس انہیں چالیس دن تک مؤخر کر دیا گیا۔ پس وہ نکل گئے اور اپنے خیمے لگا لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی عورتوں سے بھی جدا کر دیا۔ مسلمانوں نے ان سے دوستی قائم نہیں کی اور نہ ہی کوئی ان کے قریب گیا۔ پھر ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 432 (7165) دار الکتب العلمیہ بیروت

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (التوبۃ) تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں یہ بشارت سنائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن شوذب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ احنف بن قیس نے کہا: میں نے اپنے آپ کو قرآن کریم پر پیش کیا۔ تو میں نے ایسی کوئی آیت نہیں پائی جو میرے نزدیک اس آیت سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا...... الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا کے بارے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا: اے مالک! انہوں نے توبہ کی۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ ثابت ہے۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے صحابہ کرام سے دریافت کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ تو ایک صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: کہ آج کی رات دو آنے والے میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے کہا چلو۔ پس میں ان دونوں کے ساتھ چل پڑا۔ وہ دونوں مجھے ارض مقدس کی طرف نکال کر لے گئے۔ تو ہم ایک آدمی کے پاس آئے جو لیٹا ہوا تھا جب کہ دوسرا اس کے پاس بھاری پتھر لے کر کھڑا تھا۔ وہ اس کے سر پر پتھر مارتا ہے اور اس کے سر کو کچل دیتا ہے اور پتھر لڑھک کر دور جا گرتا ہے۔ وہ آدمی پتھر کے پیچھے جاتا ہے اور اسے اٹھالاتا ہے۔ اس کے واپس لوٹنے سے پہلے ہی اس کا سر پہلے کی طرح تندرست اور صحیح وسالم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اس کے پاس واپس لوٹ کر دوبارہ وہی عمل کرتا ہے جو اس نے پہلی بار کیا میں نے ان دونوں سے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے مجھے جواب دیا آگے چلو، پس ہم چل پڑے۔ پھر ہم ایک آدمی کے پاس آئے جو چت لیٹا ہوا تھا۔ اور دوسرا لوہے کی سلاخ لے کر اس کے پاس کھڑا تھا۔ وہ اس کی ایک جانب سے آکر اس کی باچھیں گدی تک چیر ڈالتا ہے، اس کی ناک اور اس کی آنکھ کو بھی گدی تک چیر ڈالتا ہے۔ پھر وہ پھر کر دوسری جانب سے آتا ہے اور اس جانب بھی وہی کچھ کرتا ہے جو پہلی جانب کیا تھا۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہے؟ ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو، چنانچہ ہم چل پڑے اور ہم تنور کی طرح کی شے کے پاس آئے۔ اس میں بہت شور اور آوازیں بلند ہو رہی تھیں ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا۔ تو اس میں ننگے بدن مرد اور عورتیں تھیں۔ ان کے نیچے کی جانب سے شعلہ بلند ہوتا تھا اور جب وہ شعلہ ان پر پڑتا تو وہ خوب شور کرتے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو، چنانچہ ہم چل پڑے۔ پھر ہم خون کی مثل ایک سرخ نہر کے پاس آئے۔ ہم نے دیکھا کہ اس نہر میں ایک تیرنے والا آدمی تیر رہا ہے اور یہ دیکھا کہ نہر کے کنارے پر ایک دوسرا آدمی ہے جس کے پاس بہت سے پتھر ہیں۔ وہ تیرنے والا آدمی جتنا چاہتا ہے تیرتا رہتا ہے۔ پھر وہ اس کے پاس آتا ہے جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے ہیں اور اس کے پاس آکر وہ منہ کھولتا ہے اور وہ آدمی پتھر اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ وہ چلا جاتا ہے اور تیرنے لگتا ہے۔ پھر وہ لوٹ کر واپس آتا ہے، جب بھی وہ لوٹ کر آتا ہے تو وہ

منہ کھولتا ہے اور وہ ایک پتھر اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا۔ یہ دونوں کون ہیں؟ ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو۔ پس ہم چل پڑے۔ ہم ایک ایسے کریہہ المنظر آدمی کے پاس آئے جس سے بڑھ کر یہ اور ناپسندیدہ آپ نے نہیں دیکھا ہوگا اس کے پاس آگ ہے۔ وہ اسے ہلا کر تیز کرتا ہے اور اس کے اردگرد دوڑ لگا رہا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو، پس ہم چل پڑے اور ہم ایک گھنے سیاہ باغ میں آئے اس میں ہر جانب بہار کا نور ہے۔ ہم نے دیکھا کہ اس باغ کے درمیان ایک طویل آدمی ہے میں اس کا سر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کی قد و قامت آسمان کی جانب بڑھی ہوئی تھی اور اس آدمی کے گرد میں نے بہت سے بچوں کو دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے مجھے کہا: آگے چلو۔ پس ہم چل پڑے۔ تو ہم آخر میں بہت بڑے باغ تک پہنچے۔ اس سے بڑھ کر عظیم اور حسین باغ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے مجھے کہا: اس میں چڑھتے چلو۔ چنانچہ ہم اس میں چڑھتے گئے۔ اور ہم ایسے شہر تک پہنچے جسے سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا ہے۔ سو ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور ہم نے اسے کھولنے کا مطالبہ کیا تو وہ ہمارے لیے کھول دیا گیا اور ہم اس میں داخل ہو گئے اور وہاں بہت سے لوگوں نے ہم سے ملاقات کی۔ ان میں سے کچھ اپنی تخلیق میں اتنے حسین تھے کہ ان سے بڑھ کر حسین تم نے نہیں دیکھے۔ اور کچھ اتنے بدصورت تھے کہ ان سے بڑھ کر قبیح تم نے نہیں دیکھے۔ ان دونوں نے انہیں کہا جاؤ اور اس نہر میں اپنا رنگ صاف کرلو۔ وہاں ایک چوڑی نہر بہہ رہی تھی، اس کا پانی دودھ کی مثل سفید تھا۔ چنانچہ وہ گئے اور اس میں کود گئے پھر وہ لوٹ کر ہماری طرف آئے۔ تو ان سے سیاہی ہوگئی اور وہ انتہائی خوبرو اور حسین ہو گئے۔ ان دونوں نے مجھے کہا: یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کا محل ہے۔ انہوں نے مجھے نگاہ اوپر اٹھانے کو کہا۔ تو وہاں سفید بادل کی طرح ایک محل تھا۔ انہوں نے مجھے کہا یہ آپ کا محل اور آپ کی منزل ہے۔ میں نے انہیں کہا: بارک اللہ فیکما مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ میں اس میں داخل ہوسکوں۔ تو ان دونوں نے کہا: ابھی نہیں، لیکن تم بالیقین اس میں داخل ہوگے۔

میں نے ان دونوں سے کہا: میں نے آج رات عجیب وغریب مناظر دیکھے۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے بتایا: وہ پہلا آدمی جس کے پاس تم آئے اور اس کے سر کو پتھر کے ساتھ کچلا جا رہا تھا۔ وہ وہ آدمی ہے جو قرآن کریم شروع کرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ دیتا ہے اور فرض نماز کے وقت سو جاتا ہے، قیامت قائم ہونے تک اس کے ساتھ یہی کیا جاتا رہے گا اور وہ آدمی جس کے پاس آپ آئے تو اس کی باچھیں اس کی ناک اور اس کی آنکھیں گدی تک چیری جا رہی تھیں، وہ ایسا آدمی ہے جو اپنے گھر سے نکلتا ہے اور جھوٹ بولنا شروع کرتا ہے اور اس کا جھوٹ آفاق میں پہنچ جاتا ہے، پس یوم قیامت تک اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا رہے گا اور وہ برہنہ مرد اور برہنہ عورتیں جو سب تنور میں تھے وہ سب زانی مرد اور زنا کرنے والی عورتیں تھیں اور وہ آدمی جس کے پاس تم آئے کہ وہ نہر میں تیر رہا ہے اور اس کے منہ میں پتھر ڈالا جاتا ہے وہ سود خوار ہے۔ اور وہ آدمی جو انتہائی کریہہ المنظر تھا، اس کے پاس آگ تھی اور وہ اسے ہلا کر تیز کرتا تھا وہ داروغہ جہنم مالک تھا۔ اور وہ طویل القامت انسان جسے آپ نے باغ میں دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور وہ بچے جو ان کے اردگرد جمع تھے وہ ایسے نومولود بچے تھے جو اپنی فطرت پر ہی موت کی آغوش میں چلے گئے اور وہ قوم جس کے افراد کا نصف حسین اور نصف قبیح

اور بدصورت تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اچھے اور برے اعمال باہم ملا جلا دیئے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمالی اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں (1)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کئی لوگوں کو دیکھا کہ آگ کی قینچیوں کے ساتھ ان کی جلدوں کو کاٹا جارہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب ملا: یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی چیزوں کے لیے زیب و آرائش کرتے ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں ہوتیں اور میں نے انتہائی بدبودار خیمہ دیکھا۔ اس میں شور و غل برپا تھا۔ میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ تو جواب ملا یہ وہ عورتیں ہیں جو ان کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں اور میں نے ایک قوم کو دیکھا جنہوں نے جنات کے پانی سے غسل کیا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ کو ملا جلا دیا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت اسود بن قیس عبدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ایک دن حبیب بن مسلمہ سے ملے اور کہا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے امور کے سوا کے لیے تجھے رب میسر آگیا ہے۔ اس نے جواب دیا میری پہنچ آپ کے باپ تک ہے اور وہ ایسے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں تو نے تو قلیل اور زائل ہونے والی دنیا کی شرط پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی ہے۔ پس اگر وہ تیرے دنیوی معاملات میں تیرے ساتھ کھڑے ہیں تو بالیقین تیرے دین میں تیرے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اور اگر وہ جو تو نے کیا ہے وہ شر ہے تو پھر میں نے خیر اور بھلائی کی بات کی ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا لیکن تو ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: كَلَّا بَلْ ٜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۝ (المطففین) "نہیں نہیں درحقیقت زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر ان کرتوتوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے"۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝۱۰۳

"(اے حبیب!) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعے سے نیز دعا مانگیے ان کے لیے، بے شک آپ کی دعا (ہزار) تسکین کا باعث ہے ان کے لیے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ معنی یہ ہے اے حبیب! ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے تاکہ آپ انہیں ان گناہوں سے پاک کریں جن کا ارتکاب انہوں نے کیا۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَصَلِّ عَلَیْهِمْ کا معنی ہے وہ گناہ جو انہوں

1۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 1043، قدیمی کتب خانہ کراچی

نے کیے ان سے ان کے لیے دعا مغفرت کیجئے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث رحمت ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ کا معنی ہے ان کے لیے دعا کیجئے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بے شک آپ کا استغفار کرنا ان کے دلوں کو تسکین اور ان کے لیے باعث اطمینان ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر رحمت فرما۔ پس میرا باپ صدقہ لے کر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحمت فرما(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سَكَنٌ لَّهُمْ کا معنی ہے کہ (دعا) ان کے لیے باعث امن ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میری بیوی نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اور میرے خاوند پر رحمت فرمایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحم فرمائے“۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت خارجہ بن زید رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے حضرت چچا یزید بن ثابت رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے (یزید بن ثابت عمر میں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے) انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب ہم بقیع میں پہنچے تو وہاں ایک نئی قبر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے دریافت فرمایا، تو صحابہ کرام نے عرض کی یہ فلانہ کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہچان لیا اور فرمایا: تم نے مجھے اس کے بارے میں آگاہ کیوں نہیں کیا؟ صحابہ کرام نے عرض کی: آپ آرام فرماتے تھے اور ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہم آپ کو تکلیف دیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا نہ کیا کرو۔ جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ جب بھی تم میں سے کوئی فوت ہو تو مجھے اس کے بارے ضرور آگاہ کیا کرو، کیونکہ اس پر میرا جنازہ ادا کرنا باعث رحمت ہے۔

امام الباوردی نے معرفۃ الصحابہ اور ابن مردویہ نے حضرت دلسم سدوسی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نے بشیر بن خصاصیہ سے کہا: اصحاب صدقہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں۔ کیا ہم اپنے مالوں میں سے اتنی مقدار چھپا سکتے ہیں جتنی مقدار میں وہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم مالوں کو جمع کر لو اور پھر انہیں حکم دو اور انہیں چاہیے کہ وہ تم پر رحم کریں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ

1۔ سنن ابن ماجہ، مع شرح، کتاب الزکوٰۃ، جلد 2، صفحہ 385، دار الکتب العلمیہ بیروت

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

''کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ (تعالیٰ) ہی توبہ قبول فرماتا ہے اپنے بندوں سے اور لیتا ہے صدقات کو اور بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دوسروں نے کہا: وہ کل ہمارے ساتھ تھے، نہ وہ کلام کرتے ہیں اور نہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں انہیں کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام عبدالرزاق، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: آدمی کوئی صدقہ نہیں دیتا مگر وہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اور وہی (اللہ تعالیٰ) سائل کے قبضہ میں صدقہ دیتا ہے۔ پھر انہوں نے مذکورہ آیت پڑھی (1)۔

عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی صدقہ قبول فرماتا ہے جب کہ وہ پاکیزہ ہو اور وہ اسے اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ پکڑتا ہے۔ اور وہ آدمی جو لقمہ کی مثل صدقہ دیتا ہے وہ اسے اس کے لیے بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی (اپنے خاندان کے کسی فرد) اونٹ کے بچے یا بچھڑے کی تربیت اور نشوونما کرتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں بڑھتا رہے گا حتی کہ وہ احد پہاڑ کی مثل ہو جائے گا (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! جو آدمی بھی صدقہ کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ حلال اور پاکیزہ کمائی سے طیب و طاہر صدقہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ طیب کے سوا کوئی صدقہ قبول نہیں فرماتا اور نہ ہی آسمان کی طرف پاکیزہ صدقہ کے سوا کوئی بلند ہو سکتا ہے اور دینے والا اسے صحیح حقدار کو دیتا ہے تو بالیقین وہ اسے دست رحمٰن میں دیتا ہے اور وہ بتدریج اس کے لیے اسے بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا اونٹ کے بچے کی نشوونما کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک لقمہ یا ایک کھجور قیامت کے دن ایک عظیم پہاڑ کی مثل ظاہر ہو گی اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی اس کتاب عظیم سے ہوتی ہے: اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے الافراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ دیا کرو کیونکہ تم میں سے کوئی جو لقمہ یا کوئی شے دیتا ہے تو وہ سائل کے پاس پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں پہنچ جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ اور وہ اس کی اسی طرح نشوونما کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔ پھر قیامت کے دن وہ اسے پورا پورا عطا فرمائے گا۔

وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 164 (1125) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (1124)

سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

''اور فرمایئے عمل کرتے رہو پس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور (دیکھے گا) اس کا رسول اور مومن، اور لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کا۔ پس وہ خبردار کرے گا تمہیں اس سے جو تم کیا کرتے تھے''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعید ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ وہ ایک جنازہ کے ساتھ گزرے تو کسی نے اس کی تعریف کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی پھر ایک دوسرے جنازہ کے ساتھ گزرے تو کسی نے اس کی بھی تعریف کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ تو اس کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بےشک ملائکہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے پاس گواہ ہیں اور تم زمین پر شہادت دینے والے ہو۔ پس تم نے اس کے بارے میں جس شے کی شہادت دی ہے وہ ثابت ہو چکی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے اعمال کو حقیر نہیں سمجھا یہاں تک کہ وہ قراء ظاہر ہوئے جنہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کی اور انہوں نے ایسے قول کہے کہ ہم اس کی مثل اچھا نہیں کہہ سکتے تھے اور انہوں نے اس طرح قرأت کی کہ ہم اس کی مثل قرأت نہیں کرتے تھے اور انہوں نے اس طرح نمازیں پڑھیں کہ ہم ان کی نماز کی مثل نہیں پڑھتے تھے۔ پس جب میں نے انہیں خوب غور سے دیکھا، تو قسم بخدا! انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے عمل سے کوئی مقاربت نہیں تھی، پس جب ان میں سے کسی آدمی کے قول کا حسن تجھے تعجب میں ڈالے تو کہو فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ تو کوئی تجھے حقیر نہیں سمجھے گا۔

امام احمد، ابویعلی، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے شعب میں، ابن ابی الدنیا نے الاخلاص میں اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی پتھریلی زمین کی چٹان میں بھی عمل کرے گا جس کا نہ کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی روشن دان۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو لوگوں کے لیے وہاں سے اسی طرح نکال لے گا جیسے وہ عمل ہوا (1)۔ واللہ اعلم۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 28، دار صادر بیروت

وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

"اور دوسرے لوگ ہیں (جن کا معاملہ) ملتوی کر دیا گیا ہے اللہ کا حکم (آنے) تک چاہے وہ عذاب دے انہیں اور چاہے توبہ قبول فرمالے ان کی۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا ہے"۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ تین افراد ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو شیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آدمی ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک ہیں جو کہ اوس وخزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی سے بنی قریظہ کے لیے اشارہ کیا کہ انہیں ذبح کر دیا جائے گا۔ تو پھر انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کی ہے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ (الانفال: 27) "نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے"۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ پس آپ ان میں سے تھے جن کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: چاہے تو وہ انہیں موت دے دے معصیت پر وَ اِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ "اور چاہے ان کی توبہ قبول فرمالے"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا معاملہ مؤخر کر دیا اور پھر اسے منسوخ کر دیا اور فرمایا: وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (التوبہ: 118)

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۗ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ۗ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾

"اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لیے کفر کرنے کے لیے اور پھوٹ ڈالنے کے لیے مومنوں کے درمیان اور (اسے) کمین گاہ بنایا ہے اس کے لیے جو لڑتا رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے اب تک اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ صاف جھوٹے ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ انصار میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے مسجد بنائی۔

ابو عامر نے انہیں کہا: تم اپنی مسجد بناؤ اور جتنی قوت اور سامان حرب کی تم استطاعت رکھتے ہو اس سے مدد لو اور میں شاہ روم قیصر کی جانب جا رہا ہوں اور میں روم سے اس کا لشکر لے کر آتا ہوں اور میں محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو نکال دوں گا۔ پس جب وہ مسجد بنانے سے فارغ ہوئے تو حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ہم اپنی مسجد بنانے سے فارغ ہو چکے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اس میں نماز ادا فرمائیں اور برکت کی دعا فرمائیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد قبا بنائی تو انصار میں سے کچھ لوگ نکل گئے۔ ان میں سے عبد اللہ بن حنیف کا دادا یخدج، ودیعہ بن حزام اور مجمع بن جاریہ انصاری تھے۔ سو انہوں نے مسجد النفاق بنائی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یخدج کو کہا: اے یخدج! تو ہلاک ہو۔ کیا تو نے میرے بارے یہ ارادہ کیا ہے۔ جو میں دیکھ رہا ہوں؟ تو اس نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ قسم بخدا! میں نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا، حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق کر دی اور یہ ارادہ فرمایا کہ اس کا عذر قبول کر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یعنی وہ آدمی جسے ابو عامر کہا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ ہرقل کے پاس چلا گیا تھا اور وہ گھاس لگا کر انتظار کر رہے تھے کہ جب ابو عامر آئے گا وہ اس میں نماز پڑھے گا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے لڑتے ہوئے مدینہ طیبہ سے نکل گیا۔

امام ابن منذر نے حضرت سعید بن جبیر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: بنی عمرو بن عوف نے مسجد بنائی۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائیں اور ان کی مسجد میں نماز ادا فرمائیں، سو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ جب ان کے بھائیوں بنو غنم بن عوف نے یہ دیکھا تو وہ ان سے حسد کرنے لگے اور انہوں نے کہا ہم بھی اسی طرح مسجد بنائیں گے جیسے ہمارے بھائیوں نے بنائی اور ہم بھی رسول اللہ ﷺ کو بلائیں گے اور آپ ﷺ اس میں نماز ادا فرمائیں گے۔ شاید ابو عامر ہمارے پاس سے گزرے تو وہ بھی اس میں نماز پڑھے گا، چنانچہ انہوں نے مسجد بنائی اور رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائیں اور ان کی مسجد میں نماز ادا فرمائیں، جیسا کہ آپ نے ان کے بھائیوں کی مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے۔ پس جب قاصد آیا تو آپ ﷺ ان کے پاس آنے کے لیے قیام فرما ہوئے یا آپ ﷺ نے ان کے پاس آنے کا قصد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا: وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الیٰ قولہ۔ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا سے مراد منافقین ہیں اور لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ سے مراد ابو عامر راہب ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 30، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم نے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مسجد قبا بنائی۔ تو آپ کے خلاف منافقین نے ایک دوسری مسجد بنائی۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کو دعوت دی تا کہ آپ اس میں نماز ادا فرمائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو ان کے ارادہ پر مطلع فرمادیا۔

امام ابن اسحاق اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مالک بن دخشم کو بلایا اور مالک نے عاصم کو کہا: میرا انتظار کرو، میں اپنے گھر سے آگ لے کر تمہاری طرف آتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور آگ کی کچھ لکڑیاں اٹھائیں۔ پھر وہ بڑی شدت اور تیزی کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہو گئے۔ اس میں کام کرنے والے لوگ تھے۔ پس انہوں نے مسجد کو جلا دیا اور گرا دیا۔ اسے بنانے والے وہاں سے نکل کر بکھر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کے بارے میں یہ ارشاد نازل فرمایا: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا۔ تا۔ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

امام ابن اسحاق اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابورہم کلثوم بن حصین غفاری رحمہ اللہ سے بیان نقل کیا ہے اور آپ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان میں شرکت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ذی اوان کے مقام پر نزول فرمایا۔ اس جگہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان دن کی کچھ ساعتوں کا فاصلہ ہے۔ اور جب مسجد ضرار بنائی گئی تو وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ غزوۂ تبوک کی تیاری فرمارہے تھے اور انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم نے بیماروں، حاجت مندوں، شدید سردی کی راتوں اور بارش والی راتوں کے لیے مسجد بنائی ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں اور آپ اس میں نماز ادا فرما کر ہمارے لیے دعائے برکت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سفر کے لیے تیار ہوں ان شاء اللہ اگر ہم واپس آئے۔ تو تمہارے پاس آئیں گے اور اس میں تمہارے لیے دعا مانگیں گے۔ پس جب آپ ﷺ نے ذی اوان میں نزول فرمایا۔ تو آپ کے پاس مسجد کی خبر پہنچی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنی سالم بن عوف کے بھائی مالک بن دخشم، معن بن عدی اور اس کے بھائی عاصم بن عدی کو بلایا ان دونوں بھائیوں میں سے ایک تیزی کے ساتھ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اس مسجد کی طرف جاؤ، اسے بنانے والے ظالم ہیں۔ پس تم اسے گرادو اور جلادو۔ پس یہ دونوں بڑی تیزی کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ بنی سالم بن عوف میں پہنچ گئے۔ اور وہ مالک بن دخشم کا قبیلہ تھا۔ تو مالک نے معن سے کہا: میرا انتظار کرو حتی کہ میں تمہاری جانب آتا ہوں۔ وہ اپنے گھر داخل ہوئے اور کھجور کی کچھ شاخیں اٹھائیں اور انہیں آگ لگائی۔ پھر وہ باہر نکلے اور دونوں بڑی تیزی کے ساتھ مسجد میں داخل ہو گئے۔ اس میں اسے بنانے والے موجود تھے۔ پس انہوں نے اسے جلا دیا اور گرا دیا تو وہ وہاں سے بکھر کر بھاگ گئے۔ انہیں کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیات نازل ہوئیں: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا۔ الی آخرہ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ انصار میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے مسجد قباء کے قریب ایک مسجد بنائی۔ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مسجد قباء وہ مسجد ہے جو اسلام میں سب سے پہلے بنائی گئی ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ بارہ افراد تھے یعنی جذام بن خالد بن عبید بن زید، ثعلبہ بن حاطب، ہزال بن امیہ، معتب بن قشیر، ابوحبیبہ بن ازعر، عباد بن حنیف، جاریہ بن عامر، ابنا مجمع (مجمع کے بیٹے) زید، نبتل بن حارث، بخدج بن عثمان اور ودیعہ بن ثابت۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا کے ضمن میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے اہل قبا کو نقصان پہنچایا۔ اور تَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ کی تفسیر میں کہا: چونکہ اہل قباء تمام کے تمام مسجد قباء میں نماز پڑھتے تھے تو مسجد قباء سے چھوٹی مسجد بنا دی گئی تو جو وہاں حاضر ہوتے تھے وہ اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ کے بارے کہا: کہ انہوں نے قسم کھائی کہ انہوں نے بھلائی اور نیکی کے سوا کوئی ارادہ نہیں کیا۔

رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو آدمیوں کا اختلاف ہو گیا۔ ایک آدمی بنی خدرہ میں سے تھا۔ اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ میرے اور بنی عمرو بن عوف کے ایک آدمی کے درمیان اس مسجد کے بارے میں عداوت ہو گئی جس مسجد کو تقویٰ کی بنیاد پر بنایا گیا تھا۔ پس حضرت خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی) اور عمری نے کہا: اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ پس وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے استفسار کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مسجد ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد۔ اور فرمایا: اس میں خیر کثیر ہے یعنی مسجد قباء میں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں، ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی، حاکم نے الکنی میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں دو آدمیوں کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی) اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے۔ پس وہ دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اس کے بارے استفسار کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ، خطیب اور الضیاء نے المختارہ رحمہم اللہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسجد کے بارے سوال کیا، جس کے بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے (3)۔

امام طبرانی اور الضیاء المقدسی رحمہما اللہ نے المختارہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 36، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ صحیح ابن حبان، جلد 4، صفحہ 482 (1604) بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 149 (7528) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ﷺ سے اس مسجد کے بارے پوچھا گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی وہ حضور نبی کریم ﷺ کی مسجد ہے۔ عروہ نے کہا: مسجد نبوی اس سے بہتر ہے۔ بلاشبہ یہ آیت مسجد قباء کے بارے نازل کی گئی ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد نبوی ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد نبوی ہے (4)۔

امام زبیر بن بکار، ابن جریر اور ابن منذر نے عثمان بن عبید اللہ کی سند سے ابن عمر، ابوسعید خدری اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ ان تمام نے کہا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد الرسول ﷺ ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مدینہ طیبہ کی مسجد ہے (6)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے (7)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت اسید بن ظہیرہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسجد قبا میں ایک نماز ادا کرنا عمرہ کرنے کے برابر ہے" ترمذی نے کہا ہم اسید بن ظہیرہ کے بارے کوئی شے نہیں جانتے جو کہ اس حدیث کے سوا صحیح ہو (8)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ظہیر بن رافع حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے پیر کے دن اور جمعرات کے دن مسجد قبا میں نماز پڑھی وہ عمرہ کے اجر کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ (یعنی اسے عمرہ ادا کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے) (9)

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا

1۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 145، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 112، دارالفکر بیروت
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 148 (7523) مدینہ منورہ
4۔ ایضاً (7521)
5۔ ایضاً (7524)
6۔ ایضاً (7525)
7۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 262، دارالکتب العلمیہ بیروت
8۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 662 (1792) بیروت
9۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 296، دارصادر بیروت

ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر پیدل اور سوار ہو کر قبا کی طرف آتے جاتے رہتے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت سہل بن حنیف سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نکلا یہاں تک کہ اس مسجد یعنی مسجد قبا میں آیا اور اس میں اس نے نماز ادا کی تو اس کی وہ نماز عمرہ کے برابر ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وہ یہ رائے رکھتے تھے کہ ہر وہ مسجد جو مدینہ طیبہ میں بنائی گئی اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمار ذہبی نے کہا: میں مسجد قبا میں داخل ہوا تا کہ اس میں نماز ادا کروں۔ تو ابو سلمہ نے مجھے دیکھ لیا اور کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو اس مسجد میں نماز پڑھے جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ جگہ جو گنبد اور قبلہ کے درمیان ہے اس کا اضافہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝١٠٨

"آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو۔ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے"۔

امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی: فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا فرمایا وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے پس انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (3)۔

امام طبرانی، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا تو رسول اللہ ﷺ نے عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: یہ کون سی طہارت اور پاکیزگی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟ تو انہوں نے جواباً عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کوئی مرد اور عورت جب قضائے حاجت (پیشاب) سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ بالضرور اپنی شرم گاہ کو دھوتے ہیں۔ یا یہ کہا۔ کہ وہ اپنی مقعد کو دھوتے ہیں۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بس یہی وہ طہارت ہے (4)۔

امام احمد، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عویم بن ساعدہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ ان کے پاس مسجد قبا میں تشریف لائے اور فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مسجد کے قصہ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 662، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 487، دار صادر بیروت

3۔ سنن ابن ماجہ، مع شرح، جلد 1، صفحہ 206 (357) دارالکتب العلمیہ بیروت

4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 299 (672)

میں طہارت و پاکیزگی کی بناء پر تمہاری انتہائی خوب صورت تعریف بیان فرمائی ہے۔ سو وہ کون سی طہارت ہے جس کے ساتھ تم صاف ستھرا رہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: قسم بخدا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کچھ بھی نہیں جانتے سوائے اس کہ ہمارے پڑوس میں یہودی رہتے ہیں اور قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی شرم گاہوں کو دھوتے ہیں۔ پس ہم بھی ان کے دھونے کی طرح دھوڈالتے ہیں(1)۔

امام ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن جارود نے منتقی میں، دار قطنی، حاکم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت طلحہ بن نافع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت ابوایوب، جابر بن عبداللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم تمام نے بتایا کہ مذکورہ آیت جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گروہ انصار! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے طہارت و پاکیزگی کی بنا پر تمہاری انتہائی خوب صورت تعریف کی ہے۔ تمہاری وہ طہارت و پاکیزگی کون سی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت کی حالت میں غسل کرتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں۔ مگر یہ کہ جب ہم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو تو وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی وہ طہارت ہے پس تم اس پر کاربند رہو(2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت مجمع بن یعقوب بن مجمع رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ کون سی طہارت اور پاکیزگی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم اپنی سرینوں کو دھوتے ہیں(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری نے تاریخ میں، ابن جریر، بغوی نے معجم میں طبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ بن سلام رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں تشریف لائے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تو فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے طہارت وصفائی کی بنیاد پر تمہاری بہت اچھی تعریف کی ہے، کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے؟ ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے: فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم تورات میں پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کے بارے لکھا ہوا پاتے تھے اور ہم آج اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں(4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے فرمایا: کون سا وہ اچھا عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری اتنی خوب صورت تعریف کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بیت الخلاء میں پانی کے ساتھ استنجاء کرتا ہے(5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 258 (555) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 257 (554)
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 141 (1629) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 38، دار احیاء التراث العربی بیروت
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 142 (1631)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جعفر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قبا کے بارے نازل ہوئی: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ۔(1)

عبدالرزاق نے مصنف میں اور طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل قباء کو فرمایا: وہ کون سی طہارت اور صفائی ہے جس کے سبب تمہیں اس آیت میں خاص کیا گیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کوئی بھی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر باہر نہیں نکلتا مگر یہ کہ وہ اپنی مقعد کو دھوتا ہے(2)۔

امام عبدالرزاق اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے اہل قباء سے پوچھا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت خوب صورت تعریف فرمائی ہے (اس کا سبب کیا ہے) تو انہوں نے عرض کی: ہم پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اسی بناء پر تمہاری تعریف کی گئی پس تم اس پر ہمیشہ کاربند رہو۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اہل قباء میں سے ایک گروہ نے پانی کے ساتھ وضو شروع کیا تو ان کے بارے میں مذکورہ آیت نازل کی گئی(3)۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم میں سے ایسے لوگ تھے کہ جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تھے تو پیشاب کے اثر کو دھو ڈالتے تھے۔ پس انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ۔(4)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے ہیں اور وہ جنبی حالت میں ساری رات سوئے نہیں رہتے(5)۔

امام ابن سعد، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت عروہ بن زبیر کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ وہی لوگ ہیں جن سے عویم بن ساعدہ ہیں اور ہم تک ایسی خبر نہیں پہنچی کہ جس میں آپ نے عویم کے سوا کسی آدمی کو متعین کیا ہو(6)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک گروہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طہارت وصفائی کے بارے میں تمہاری تعریف بیان فرمائی ہے۔ پس وہ تمہاری کون سی

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 142 (1632) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 121 (7555) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 39
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 37
5۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 179 (407)
6۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 3، صفحہ 460، دار صادر بیروت

طہارت اور صفائی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم بول براز سے پانی کے ساتھ استنجاء کرتے ہیں۔

امام ابن مردو رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس طہارت کے بارے پوچھا جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم زمانہ جاہلیت میں پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے نور اسلام عطا فرمایا تو ہم نے اس عمل کو نہیں چھوڑا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس قطعاً نہ چھوڑنا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت یعقوب بن مجمع رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ سے انہوں نے حضرت مجمع بن جاریہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ اپنی دبروں کو پانی کے ساتھ دھوتے تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت موسیٰ بن یعقوب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت سری بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت عبادہ بن حمزہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دیتے سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اچھا آدمی اور اہل جنت میں سے ایک آدمی عویم بن ساعدہ ہے۔ موسیٰ نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے ایک عویم ہے جس نے پہلے اپنی مقعد کو پانی کے ساتھ دھویا۔ اس بیان کے مطابق جو مجھ تک پہنچا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے بیان کیا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو وضو کرتے یا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرتے(2)۔

امام عمر بن شبہ رحمہ اللہ نے اخبار المدینہ میں حضرت ولید بن سندر اسلمی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت یحییٰ بن سہل انصاری رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی دبریں دھوتے ہیں۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض انصار کو فرمایا: وہ کون سی پاکیزگی اور طہارت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف بیان کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: جب ہم بیت الخلاء جاتے ہیں تو پانی کے ساتھ اچھی طرح ستھرائی کرتے ہیں(3)۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا

1۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 3، صفحہ 459، دار صادر بیروت 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 191 (1624) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 167 (1131) بیروت

یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

"تو کیا وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ کے تقویٰ پر اور (اس کی) رضا جوئی پر بہتر ہے یا وہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی وادی کے کھوکھلے دہانے کے کنارے پر جو گرنے والا ہے پس وہ گر پڑا اسے لے کر دوزخ کی آگ میں۔ اور اللہ تعالیٰ راہ حق پر نہیں چلاتا ظالم قوم کو"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا: اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَیْرٌ یہ مسجد قباء ہے اور اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ یہ مسجد ضرار ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے مسجد الرضوان وہ پہلی مسجد ہے جو زمانہ اسلام میں مدینہ طیبہ میں بنائی گئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد آپ ﷺ نے تقویٰ پر رکھی۔ تو جب بھی آپ اینٹ اٹھاتے تو کہتے "اَللّٰهُمَّ الْخَیْرُ خَیْرُ الْاٰخِرَةِ" (اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے) پھر آپ کا بھائی اینٹیں اٹھانے لگا اور وہ بھی اسی طرح کہتا رہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہاں تک کہ اینٹیں ختم ہوگئیں۔ پھر آپ دوسرے مقام سے اٹھانے لگے اور یہ کہتے رہے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ" (اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما) پھر آپ کے بھائی (صحابہ کرام) انہیں اٹھانے میں شامل ہوگئے اور وہ بھی اسی طرح کہتے جیسے رسول اللہ ﷺ نے کہا یہاں تک کہ اینٹیں اپنے اختتام کو پہنچ گئیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وہ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ کا معنی ہے کہ اس کی بنیادیں نار جہنم میں بنائی گئیں۔

امام مسدد نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے مسجد ضرار سے نکلتا ہوا دھواں دیکھا، جہاں سے وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں گری تھی (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! وہ آگ میں گرنے سے رک نہیں سکتی۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس میں ایک جگہ گڑھا بن گیا اور اس سے دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔

ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں ابن جریج نے کہا: منافقین کی مسجد گر پڑی اور اسے آگ میں گرنے سے کوئی نہ بچاسکا۔ تحقیق ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے اس میں گڑھا کھودا، تو انہوں نے اس سے دھواں نکلتے دیکھا۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی کے بارے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ حکم پورا ہوگیا جب کہ اسے دھنسا دیا گیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 40، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مسلسل دھواں اٹھتا رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ اور کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ جہنم کی آگ میں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے" فَانْهَارَ بِهٖ قَوَاعِدُهٗ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ" وہ کہتے ہیں کہ اس کی بنیادیں جہنم کی آگ میں گر پڑیں۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾

"ہمیشہ ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے کھٹکتی رہے گی ان کے دلوں میں مگر یہ کہ پارہ پارہ ہو جائیں ان کے دل اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت میں رِيْبَةً کا معنی شک ہے اور تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ سے مراد موت ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: کہ میں نے ابراہیم کو کہا کہ تمہاری اس ارشاد کے بارے کیا رائے ہے لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ تو انہوں نے جواب دیا: ریبة سے مراد شک ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے پوچھا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا: وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی، وہ بناتے وقت کفار تھے۔ پھر جب وہ اسلام میں داخل ہو گئے تو وہ مسلسل اس کا ذکر کرنے لگے۔ پس اس کے سبب ان کے دلوں میں گرانی اور مشقت پیدا ہو گئی۔ تو انہوں نے اس کے بارے باہم گفتگو کی اور کہا: اے کاش! ہم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اور جب بھی وہ اس کا ذکر کرتے تو اس کے سبب ان کے دلوں میں کلفت اور گرانی واقع ہو جاتی اور وہ نادم ہوتے۔ تو ابراہیم نے کہا: استغفر اللہ (میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ کے بارے حبیب بن ابی ثابت نے کہا کہ ان کے دلوں میں غصہ آتا رہے گا اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔

ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ کا معنی ہے مگر یہ کہ وہ مر جائیں (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ایوب نے کہا: حضرت عکرمہ رحمہ اللہ اس طرح قرأت کرتے تھے" اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ فِي الْقَبْرِ" (مگر یہ کہ ان کے دل قبر میں پارہ پارہ ہو جائیں)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان نے اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ کا یہ معنی بیان کیا ہے مگر یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔ اور حضرت عبداللہ کے اصحاب اس طرح قرأت کرتے تھے" رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَلَوْ تَقَطَّعَتْ قُلُوْبُهُمْ"۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 196 (35281) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

''یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں ایمان داروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس عوض میں کہ ان کے لیے جنت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے اس پر پختہ وعدہ تورات اور انجیل اور قرآن (تینوں کتابوں) میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے وعدہ کو اللہ تعالیٰ سے (اے ایمان والو!) پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو کیا ہے تم نے اللہ سے اور یہی تو سب سے بڑی فیروز مندی ہے''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: آپ اپنے رب کے لیے اور اپنے لیے جو چاہیں شرط لگالیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری ہر اس شے سے حفاظت کرو جس سے تم اپنے نفسوں اور اپنے مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی: جب ہم ایسا کریں گے تو پھر ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے لیے جنت ہوگی۔ تو انہوں نے کہا نفع بخش بیع ہے۔ نہ ہم اسے فسخ کریں گے اور نہ فسخ کا مطالبہ کریں گے۔ پس مذکورہ آیت نازل ہوئی (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ مسجد میں تھے۔ لوگوں نے مسجد میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ تو انصار میں سے ایک آدمی دوسری بار آیا، اس کی چادر کی دونوں طرفیں اس کے کندھوں پر تھیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تو انصاری نے عرض کی: بہت نفع بخش بیع ہے نہ ہم اسے فسخ کریں گے اور نہ فسخ کا مطالبہ کریں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی تلوار سونتی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیع کر لی۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت عباد بن ولید بن عبادہ بن صامت رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ عقبہ کی رات حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور اعلان کیا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم کس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہے ہو؟ بلاشبہ تم اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہے ہو کہ تم عرب و عجم اور جن و انس تمام سے جنگ کرو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 44، داراحیاء التراث العربی بیروت

گے۔ تو لوگوں نے کہا: ہماری اس سے جنگ ہے جس نے جنگ کی اور اس سے صلح ہے جس نے صلح کی۔ تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ پر کوئی شرط قائم کر دیجئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس شرط پر میری بیعت کرو، تا کہ تم یہ شہادت دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم نماز قائم کرو گے، زکوٰۃ ادا کرو گے، حکم سنو گے اور اطاعت کرو گے جس سے تم اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہو۔ ان تمام نے کہا: جی ہاں (ہمیں یہ سب قبول ہے) تو ایک انصاری نے یہ کہہ دیا: جی ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو آپ کے لیے ہیں تو ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور نصرت (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کے ستر افراد کی طرف عقبہ کے پاس چلے (حضرت عباس صاحب رائے تھے) تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے گفتگو کرنے والے کو چاہیے کہ وہ گفتگو کرے اور اپنی گفتگو طویل نہ کرے۔ کیونکہ تم پر مشرکین کے جاسوس ہیں۔ اگر انہوں نے تمہارے بارے جان لیا تو وہ تمہیں ذلیل ورسوا کریں گے۔ تو ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا اور وہ حضرت ابوامامہ اسعد تھے: یا محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب کے لیے جو چاہیں فرمائیے، اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے جو چاہیں فرما دیجئے۔ پھر ہمیں بتائیے کہ جب ہم ایسا کریں گے تو ہمارے لیے اللہ تعالیٰ پر اور آپ پر کون سا اجر اور ثواب ہوگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے تمہیں یہ کہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے یہ کہتا ہوں کہ تم ہمیں پناہ مہیا کرو، ہماری مدد کرو اور ہماری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو جن سے تم اپنے آپ کی حفاظت کرتے ہو۔ تو انہوں نے عرض کی: جب ہم ایسا کریں گے تو ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے لیے جنت ہوگی''۔ جب حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث بیان کی تو کہا: کسی بوڑھے اور جوان نے اس قدر مختصر اور زیادہ بلیغ خطبہ کہیں نہیں سنا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا: انفس ہی جنت کی مخلوق اور اموال اس کا رزق ہیں (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انفس و اموال کی قیمت جنت ہے۔ قسم بخدا یہ ان سے انتہائی اعلیٰ اور ارفع ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سطح زمین پر کوئی مومن نہیں، مگر وہ اس بیعت میں داخل ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: بیعت کی طرف جلدی سے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیع ہر مومن کے ساتھ کی ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ۔

1۔ طبقات کبریٰ، جلد 3، صفحہ 609، دار صادر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 9
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 229 (35571) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 43، بیروت

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عیاش بن عقبہ حضرمی کی سند سے اسحاق بن عبداللہ مدنی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو انصار میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آ کر پوچھا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو اس پر انصار نے کہا: نفع بخش بیع ہے، ہم نہ فسخ کریں گے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ عیاش نے کہا: مجھے اسحاق نے بتایا ہے کہ تمام مسلمان اس بیع میں داخل ہیں اور یہ ان میں سے ہے کہ جب اس کی ضرورت پڑے یہ نفع پہنچائے اور مدد کے لیے آ پہنچے، اور ان میں سے ایسا آدمی کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو وہ مدد کو نہ پہنچے تو وہ اس بیعت سے خارج ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت میں يُقَاتِلُوْنَ کا معنی ہے جو مشرکین سے قتال کرتے ہیں۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں۔ فَيَقْتُلُوْنَ اور وہ دشمن کو قتل کرتے ہیں۔ فَيُقْتَلُوْنَ اور مومنین قتل کیے جاتے ہیں۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو جنت کا وعدہ کیا ہے وہ بالیقین پورا ہوگا۔ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ پس کوئی بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہو۔ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ’’(اے ایمان والو!) پس تم خوشیاں مناؤ ایسے سودے پر جو تم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کیا ہے اس وعدے کا اقرار کرتے ہوئے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔ وَذٰلِكَ اور قاتل و مقتول کے بارے جنت میں جس ثواب کا ذکر کیا ہے۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وہ بہت فیروزمندی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یعنی ان کے مالوں اور جانوں کا ثمن (قیمت) جنت ہے۔ قسم بخدا! یہ ان کے لیے انتہائی اعلیٰ اور ارفع فن ہے۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات وانجیل میں ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ جسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا(1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شمر بن عطیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کوئی مسلمان نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی گردن میں بیع کا قلادہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے خرید رکھا ہے) وہ اس کا پورا پورا حق ادا کرے یا اسی پر مر جائے۔ کیونکہ فرمان عالیشان ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ...... الآیہ۔(2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت کو لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ۔ الآیہ (التوبۃ: 91) نے منسوخ کر دیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان بن موسیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تمام مسلمانوں پر مسلمانوں کی مدد کرنا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 43، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

واجب ہے۔ کیونکہ وہ اس بیع میں داخل ہیں جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے نفسوں کو خرید لیا ہے۔

اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

"توبہ کرنے والے، (اللہ کی) عبادت کرنے والے، حمد و ثنا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور نگہبانی کرنے والے اللہ کی (مقررہ) حدوں کی (اے میرے رسول!) خوش خبری سنا دیجئے ان (کامل) مومنوں کو"۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ آدمی جوان نو صفات پر مرا، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہوا۔ یعنی اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ۔ الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شہید وہ ہے جس میں اس آیت میں ذکر کردہ نو خصلتیں ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اَلتَّآىِٕبُوْنَ یعنی وہ جنہوں نے شرک سے توبہ کی اور نفاق سے برأت کا اظہار کیا۔ الْعٰبِدُوْنَ اپنے جمیع اوقات میں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ قسم بخدا! نہ وہ ایک مہینہ ہے، نہ دو مہینے، نہ ایک سال ہے اور نہ دو سال بلکہ اس طرح جیسا کہ عبد صالح نے کہا: وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ (مریم) "اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں"۔ الْحٰمِدُوْنَ فرمایا کہ وہ خوشحالی اور تنگی کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ یعنی وہ فرض نمازوں میں رکوع و سجود کرتے ہیں۔ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی وہ نیکی کا حکم نہیں دیتے۔ یہاں تک کہ وہ خود اس کے پابند بن جائیں اور وہ لوگ کو برائی سے نہیں روکتے ہیں یہاں تک کہ وہ خود اس سے رک جائیں۔ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے امر کو قائم کرتے ہیں۔ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی انہیں جو جنگ لڑنے کے لیے نہیں نکلے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلتَّآىِٕبُوْنَ یعنی جو شرک اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ الْعٰبِدُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے۔ کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلتَّآىِٕبُوْنَ یعنی جنہوں نے شرک سے توبہ کی اور اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھ نفاق نہیں اپنایا۔ الْعٰبِدُوْنَ یعنی ایسی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 49-44، دار احیاء التراث العربی بیروت

قوم جس نے اپنے دنوں اور رات میں اپنے بدنوں سے حصہ لیا ہے۔ اَلْحٰمِدُوْنَ فرمایا: وہ قوم جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ اَلسَّآىِٕحُوْنَ یعنی ایسی قوم! جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لیے اپنے بدنوں کو روزے کے ساتھ مصروف رکھا۔ اَلْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ فرمایا: وہ حلال وحرام میں سے اپنے فرائض کی حفاظت کرنے والے ہیں (1)۔

ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَلْعٰبِدُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنہیں جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ حمادون ہیں جو کہ خوشحالی اور تکلیف دہ تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں (2)۔

ابن مبارک نے روایت کیا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے پہلے جنہیں جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ ہیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ یا فرمایا خوشحالی اور تنگ دستی کی حالت میں (اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایسا امر پیش آتا جو آپ کو خوش کرتا، تو آپ کہتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ" (سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی نعمت کے سبب نیکیاں تکمیل پذیر ہوتی ہیں) اور جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جسے آپ ناپسند کرتے تو فرماتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ" (ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) (3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے "سائحین" کے بارے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ روزے رکھنے والے لوگ ہیں (4)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں السیاحۃ کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد روزے رکھنے والے لوگ ہیں (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَلسَّآىِٕحُوْنَ کا معنی روزے رکھنے والے لوگ ہیں (6)۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس امت کی سیاحت روزہ ہے (7)۔

امام فریابی، مسدد نے مسند میں، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سائحین کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ روزے رکھنے والے لوگ ہیں (8)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 49-45، بیروت
2۔ شعب الایمان باب فی تقدیم نعم اللہ، جلد 4، صفحہ 91 (4373) بیروت
3۔ ایضاً (4375)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 46
5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 47
6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 46
7۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 48
8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 46

امام ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن نجار رحمہم اللہ نے حضرت ابوصالح کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: السّآىِٕحُوْنَ سے مراد روزے رکھنے والے لوگ ہیں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے ''السائحون'' کے بارے استفسار کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ روزہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: السّآىِٕحُوْنَ سے مراد روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (2)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: السّآىِٕحُوْنَ سے مراد روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (3)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعمرو العبدی رحمہ اللہ نے کہا: السّآىِٕحُوْنَ سے مراد وہ روزے دار ہیں جو ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں (4)۔

امام ابن منذر نے حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ روزے دار کو سائح کہا گیا ہے کیونکہ وہ کھانے، پینے اور نکاح جیسی تمام دنیوی لذات کو چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ اور دنیا کو چھوڑنے والا سائح کے قائم مقام ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوفاختہ مولیٰ جعدہ بن ہبیرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے دیکھنا چاہا کہ کیا وہ سیاحت کی طاقت رکھتے ہیں؟ فرمایا: وہ قیام اللیل اور دن کے روزے کو سیاحت کہا کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سیاحت کے لیے اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میری امت کی سیاحت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے (5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ السّآىِٕحُوْنَ کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: یہ ہجرت کرنے والے لوگ ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں ہجرت کے سوا کوئی سیاحت نہیں ہے۔ ان کی سیاحت ہجرت ہے جب کہ انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور نبی رحمت ﷺ کی امت میں رہبانیت نہیں ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا: سیاحت بنی اسرائیل میں تھی (6)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: السّآىِٕحُوْنَ طلاب العلم ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ سے مراد لا الٰہ الا اللہ کا حکم دینے والے ہیں۔ اور النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے روکنے والے لوگ مراد ہیں۔ اور ''وبشر المؤمنین'' کے بارے فرمایا: ان مومنین کو خوش خبری سنا دیجئے جو جنگ کے لیے نہیں نکلے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 46، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 47 4۔ ایضاً
5۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 83 (2398) دار الکتب العلمیہ بیروت 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 48

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ''والحافظون لحدود الله'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے ان فرائض کی حفاظت کرنے والے لوگ ہیں جوان پر فرض کیے گئے ہیں۔ یہ آیت ان مومنین کے بارے نازل ہوئی جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ اور اس سے پہلے والی آیت ان کے بارے ہے جو جنگ میں شریک ہوئے اور وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ کے بارے فرمایا: کہ ان سے مراد غازین (لڑائی کرنے والے) ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیع رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے فرمایا: کہ اس کی تفسیر میں حضور نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود تورات، انجیل اور قرآن کریم ان تمام میں اس امت کے لیے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جسے ان اعمال پر قتل کر دیا گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید ہے اور انہی اعمال پر جسے موت آ گئی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہید وہ ہے کہ اگر وہ اپنے بستر پر بھی مرے تو جنت میں داخل ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی فوت ہو اور آنحالیکہ اس میں یہ نو صفات تھیں، تو وہ شہید ہے۔ یعنی اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ ...... الآیہ۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ''بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ'' سے مراد بِالْجَنَّةِ ہے۔ (یعنی جنت کے عوض اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال ان سے خرید لیے ہیں)۔ پھر فرمایا اَلتَّآئِبُوْنَ سے لے کر الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ تک یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہتے ہیں۔ یہ شرط ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل جہاد کے لیے قائم کی ہے۔ کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شرط کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ ان کی شرط کو پورا فرمادے گا (1)۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

''درست نہیں ہے نبی کے لیے اور نہ ایمان والوں کے لیے کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔ جب کہ واضح ہو گیا ان پر کہ یہ دوزخی ہیں اور نہ تھی استغفار ابراہیم کی اپنے باپ کے لیے مگر ایک وعدہ (کو پورا کرنے) کی وجہ سے جو انہوں نے اس سے کیا تھا اور جب ظاہر ہو گئی آپ پر یہ بات کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ بیزار ہو گئے اس سے۔ بے شک ابراہیم بڑے ہی نرم دل

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 43,49، بیروت

(اور) بردبار تھے"۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوطالب قریب الموت ہوئے تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پس تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! کہو لا الہ الا اللہ۔ میں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لیے شہادت دوں گا۔ یہ سن کر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ دونوں نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرو گے؟ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان پر کلمہ شہادت پیش فرماتے رہے اور ابوجہل اور عبداللہ دونوں اس گفتگو کے بارے میں حضرت ابوطالب کی معاونت کرتے رہے۔ آخرکار حضرت ابوطالب نے ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور بہ ضرور تمہارے لیے استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے تیرے لیے اس سے روک نہ دیا جائے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ الآیہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ (القصص:56) "بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں۔ البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو" (1)۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، نسائی، ابویعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو سنا، وہ اپنے والدین کے لیے استغفار کر رہا تھا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے۔ تو میں نے کہا: کیا تو اپنے والدین کے لیے استغفار کر رہا ہے حالانکہ وہ دونوں مشرک ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار نہیں کی تھی؟ سو میں نے اس کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ان کے لیے استغفار کر رہے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو وہ اپنے مردوں کے لیے استغفار کرنے سے رک گئے۔ اور انہیں زندوں کے لیے استغفار کرنے سے نہ روکا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ...... الآیہ یعنی آپ اس کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے جب کہ وہ زندہ تھا۔ اور جب مر گیا تو آپ نے استغفار چھوڑ دیا (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 50، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ شعب الایمان، باب فی مباعدۃ الکفار والمفسدین، جلد 7، صفحہ 41 (9378) بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 52

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن کعب نے کہا کہ جب حضرت ابوطالب بیمار ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، تو اس پر مسلمانوں نے کہا: یہ محمد ﷺ ہیں اپنے چچا کے لیے مغفرت طلب کر رہے ہیں اور ابراہیم علیہ اسلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ پس تم بھی اپنے مشرکین رشتہ داروں کے لیے استغفار کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ پھر یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فرمایا: کہ آپ ان کی زندگی میں اس (مغفرت) کی امید رکھتے تھے۔ اور جب آپ پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت شبل رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کیا حالانکہ وہ مشرک تھا۔ اور میں بھی ابوطالب کے لیے استغفار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب اس سے مجھے منع فرمادے۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب نے کہا: ہم اپنے بیٹوں کے لیے ضرور استغفار کریں گے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کے لیے استغفار کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت ''تبرأ منہ'' تک نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوطالب فوت ہونے کے قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے چچا! میرے باپ سے بڑھ کر تیرا مجھ پر حق ہے۔ پس ایسا کلمہ کہو جس کے سبب قیامت کے دن تمہاری شفاعت ثابت ہو جائے۔ کہو لا الہ الا اللہ۔ تو انہوں نے وہی ذکر کیا جو پہلے گزر چکا ہے (2)۔

امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے کہا: یا نبی اللہ! ﷺ ہمارے آباء میں سے ایسے لوگ تھے جو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، قیدیوں کو رہا کراتے تھے اور ذمہ داریوں کو ادا کرتے تھے، کیا ہم ان کے لیے استغفار نہ کریں؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ قسم بخدا! میں بالضرور اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کروں گا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ الآیہ، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معذور قرار دیا۔ اور فرمایا: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ سے لے کر اس قول تک تَبَرَّأَ مِنْهُ اور ہمیں یہ بتایا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری جانب چند کلمات وحی فرمائے گئے وہ میرے کانوں میں داخل ہوئے اور میرے دل میں ثابت اور راسخ ہو گئے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے لیے استغفار نہ کروں جو اس حال میں مرے کہ وہ مشرک تھے۔ اور جس نے اپنا فالتو مال دے دیا تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور جس نے روک لیا تو وہ اس کے لیے شر اور برا ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق والوں پر ملامت نہیں کرے گا (3)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 51، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 52

حضرت ابوطالب کی موت کی خبر دی۔ تو آپ ﷺ رونے لگے اور فرمایا: جاؤ اور انہیں غسل دو، کفن دو اور دفن کر دو۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم فرمائے۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ کئی دنوں تک استغفار کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہ نکلے۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مذکورہ آیت لے کر نازل ہوئے (1)۔

امام ابن سعد، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضرت ابوطالب فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ میں تمہارے لیے مسلسل استغفار کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے منع فرما دے۔ پس مسلمانوں نے اپنے ان مردوں کے لیے مغفرت طلب کرنا شروع کر دی جو حالت شرک پر فوت ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ الآیہ۔ تو وہ کہنے لگے: تحقیق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ...... الآیہ۔ فرمایا جب اس کی موت کفر پر ہوئی تو آپ کے لیے ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے (2)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جب حضرت ابوطالب فوت ہوئے۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کیا ہے حالانکہ وہ مشرک تھا تو میں بھی اپنے چچا کے لیے مغفرت طلب کروں گا یہاں تک کہ میں اسے پالوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي سے مراد ابوطالب ہیں۔ تو یہ حضور نبی مکرم ﷺ پر انتہائی گراں گزری۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو فرمایا: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ یعنی جب آپ نے یہ کہا: سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا (مریم) ''میں مغفرت طلب کروں گا تیرے لیے اپنے رب سے بے شک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے''۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ یعنی وہ حالت شرک پر ہی مر گیا تَبَرَّأَ مِنْهُ (تو آپ اس سے بیزار ہو گئے)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ العوفی رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا...... الآیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے باپ (چچا) کے لیے مغفرت طلب کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرما دیا۔ آپ ﷺ نے کہا: کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کیا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ۔ الآیہ (3)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اثر ضعیف اور معلول ہے کیونکہ عطیہ ضعیف راوی ہے۔ اور یہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابی عباس والی سابقہ روایت کے خلاف ہے۔ وہ روایت اصح ہے اور علی بہت ثقہ راوی ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ

1۔ طبقات کبریٰ، باب ذکر ابی طالب، جلد 1، صفحہ 123، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 51

حضور نبی مکرم ﷺ جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا۔ جب آپ ﷺ ثنیہ عسفان سے اترے تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ عقبہ کے پاس ٹھہریں یہاں تک کہ میں تمہاری طرف لوٹ آؤں۔ سو آپ چلے گئے اور اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی قبر مبارک کے پاس جا اترے اور طویل وقت تک اپنے رب کریم کی مناجات اور حمد و ثنا بیان کی۔ پھر آپ رونے لگے اور آپ ﷺ کا رونا شدید ہو گیا۔ پس آپ کے سبب وہ بھی رونے لگے۔ تو انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ! ﷺ آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رو پڑے اور ہم نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ کی امت میں کوئی ایسی شے ظاہر ہو چکی ہے جس پر اسے قدرت حاصل نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ البتہ جو کچھ ہوا ہے وہ یہ کہ میں اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر حاضر ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دینے سے انکار فرما دیا ہے۔ پس مجھے ان کی حالت پر ترس آ گیا، کیونکہ وہ میری ماں ہے۔ سو میں رو پڑا۔ (الف) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور آ کر کہا ''وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ'' الآیہ پس آپ بھی اپنی ماں سے بیزار ہو جائیے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ (چچا) سے بیزار ہو گئے۔ پس مجھے ان پر رحم اور ترس آ گیا کیونکہ وہ میری ماں ہے۔ تو میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ چار چیزوں کو میری امت سے اٹھا لے۔ پس اس نے ان سے دو اٹھا لی ہیں اور دو کے اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی ہے کہ آسمان سے پتھر برسانا اور زمین میں غرق کرنا ان سے اٹھا لے۔ وہ ان کے مختلف گروہوں کو باہمی جھگڑے فساد میں مبتلا نہ کرے اور ان میں سے بعض کی تلخی اور تکلیف دوسرے بعض کو نہ چکھائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر برسانا اور زمین میں غرق کرنا دونوں ان سے اٹھا لیے ہیں اور باہمی قتل اور جھگڑے فساد کو اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اپنی والدہ کی قبر کی طرف واپس گئے۔ کیونکہ آپ ایک چٹان کے

(الف) عصر حاضر کے مایہ ناز مفسر اور سیرت نگار حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں'' اہل سنت والجماعت کے علماء محققین کے جم غفیر کی حضور کی والدین کریمین کے ایمان کے بارے یہ رائے ہے کہ وہ نجات یافتہ ہیں اور جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ضیاء النبی جلد ثانی کی طرف رجوع فرمائیے یہاں فقط خلاصہ بحث پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ قبلہ پیر صاحب نے شیخ ابوزہرہ مصری کی کتاب خاتم النبیین سے اقتباس نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں'' ہماری ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے جس پر ہم اس مسئلہ کے بارے میں تمام احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد پہنچے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ابوین کریمین نے وہ زمانہ پایا جس میں رسولوں کی آمد منقطع تھی اور وہ دونوں ہدایت اور اخلاق کریمہ کے بالکل قریب تھے جو بعد میں ان کے لخت جگر نے بطور شریعت دنیا کو پیش کیا۔ اور قرآنی آیات اور احادیث صحیفہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دوزخ میں ڈالیں جائیں آپ کی والدہ وہ مجاہدہ ہیں جو سراپا صبر تھیں اپنے فرزند دلبند کے ساتھ بڑی شفیق تھیں انہیں آگ کیسے چھو سکتی ہے۔ کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آگ میں جلائے جانے کی مستحق ہے۔ بلکہ دلیلیں تو اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کی اور ان کے شوہر نامدار کی جو ذبیح اور طاہر کے لقب سے ملقب تھے ان پر جب بھر کر تحسین و آفرین کے پھول برسائے جائیں''۔ قاضی ابوبکر ابن عربی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے کیا خیال ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے آباء و اجداد کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ فی النار ہیں آپ نے جواب دیا جو شخص یہ کہتا ہے وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ لوگ جو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو لعنت بھیجتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں، پھر کیا اس سے بڑی اذیت کیا ہے کہ حضور کے والدین کے بارے میں یہ کہا جائے'' (ضیاء النبی ﷺ، جلد 2، صفحہ 92-91)

نیچے مدفون تھیں اور عسفان کا علاقہ ان کا ہے اور اسی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی (1)۔

امام ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن قبرستان کی طرف تشریف لے گئے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہنچے اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طویل وقت تک وہاں مناجات کی۔ پھر آپ رونے لگے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کے سبب ہم بھی رونے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلایا اور پھر آپ نے ہمیں بلایا اور ارشاد فرمایا: کس شے نے تمہیں رلا دیا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم تو آپ کے رونے کے سبب روئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قبر کے پاس میں بیٹھا وہ حضرت آمنہ کی قبر ہے۔ میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت کی التجاء کی، تو اللہ تعالیٰ نے وہ مجھے عطا فرما دی اور پھر میں نے اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے وہ مجھے عطا نہیں فرمائی اور مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ تو مجھے اس کیفیت اور رقت نے آلیا جو کسی بھی بچے پر ماں کے لیے طاری ہو جاتی ہے۔ پس اسی شے نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ تھا جب کہ آپ نے عسفان پر وقوف فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھا اور اپنی امی جان حضرت آمنہ کی قبر پر نظر پڑی۔ پانی لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور دعا مانگی اور ہمیں کسی شے نے خوف زدہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زور زور سے رونے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کے سبب ہمارے رونے کی آواز بھی بلند ہو گئی۔ پھر آپ ہماری طرف واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: وہ کون سی شے ہے جس نے تمہیں رلا دیا ہے؟ تمام نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ آپ روئے اس لیے ہم بھی رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا گمان ہے؟ تمام نے عرض کی: ہمارا خیال ہے کہ جو اعمال ہم کرتے ہیں ان کے بدلے ہم پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسی کوئی شے نہیں۔ تو حاضرین نے عرض کی: ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ کی امت کو ایسے اعمال کا مکلف اور پابند بنایا گیا ہے جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر رحم آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسی کوئی شے نہیں۔ البتہ میں اپنی والدہ حضرت آمنہ کی قبر کے پاس سے گزرا اور میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے اپنے رب سے ان کے لیے مغفرت طلب کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو مجھے منع کر دیا گیا ہے۔ سو میں رونے لگا پھر میں واپس لوٹا اور دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو مجھے شدت سے جھڑک دیا گیا۔ تو میرے رونے کی آواز بلند ہو گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری منگائی۔ اور اس پر سوار ہو گئے۔ ابھی آپ تھوڑا ہی چلے کہ آپ کی سواری (اونٹنی) وحی کے بوجھ سے کھڑی ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ دونوں آیتیں نازل کیں۔

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 374 (12049) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب وفات عبد اللہ وآمنہ، جلد 1، صفحہ 147، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن منذر، طبرانی، حاکم رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور آپ کی پیروی ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ملیکہ کے دونوں بیٹے آئے اور یہ دونوں انصار میں سے ہیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ ہماری ماں خاوند کے معاملات کی نگہبانی کرتی تھی اور مہمان کی عزت وتکریم کیا کرتی تھی اور اسے جاہلیت کے دور میں درگور کر دیا گیا، ہماری ماں کہاں ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں جہنم میں ہے۔ وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ان پر یہ کلام انتہائی شاق اور گراں گزرا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا۔ جب وہ لوٹ کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگاہ رہو بے شک میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔ تو لوگوں میں سے ایک منافق نے کہا: یہ اپنی ماں کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے جیسا کہ ملیکہ کے بیٹے اپنی ماں کو کوئی نفع اور فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور ہم ان کی اتباع میں ان کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں۔ پھر انصار میں سے ایک نوجوان نے کہا: میں نے اس سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے والدین کہاں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے ان کے بارے سوال نہیں کیا کہ وہ ان کے بارے میں میری التجاء قبول کر لے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ ان کے بارے میں مجھے بتائے، بلاشبہ میں اس دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔ تو اس منافق نے انصاری جوان سے کہا: ان سے پوچھیے مقام محمود کیا ہے؟ پس اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی شان قدرت کے مطابق کرسی پر نزول فرمائے گا، چر چرائے گی جیسا کہ نیا کجاوہ اپنے بوجھ کے سبب چر چراتا ہے اور وہ زمین وآسمان کی وسعت کی طرح وسیع ہے اور تمہیں برہنہ پا، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں لایا جائے گا اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو لباس پہناؤ۔ تو جنت کی چادروں میں سے دو سفید چادریں لائی جائیں گی۔ پھر آپ کے پیچھے مجھ کو لباس پہنایا جائے گا اور میں اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب ایک مقام پر کھڑا ہوں گا جس میں اولین وآخرین سب مجھ پر رشک کریں گے اور میرے لیے کوثر سے میرے حوض تک ایک نہر کھودی جائے گی۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ منافق کہنے لگا: میں نے آج کی طرح کبھی بھی نہیں سنا۔ بالیقین نہر جاری نہیں ہو سکتی۔ مگر ایسی سخت زمین میں جس میں بہاؤ ہو یا اس میں سنگریزے ہوں۔ لہٰذا ان سے سوال کیجئے کہ وہ نہر ان کی طرف کس میں چل کر آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا: کستوری کے بہاؤ اور سنگریزوں میں۔ راوی نے کہا: کہ وہ منافق کہنے لگا: میں نے آج کی طرح کی بات کبھی نہیں سنی۔ قسم بخدا! نہر جہاں بھی جاری ہوئی ہے وہاں نباتات اگتی ہیں۔ تو ان سے پوچھ کیا اس نہر کے لیے بھی نباتات ہوں گی؟ تو انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس نہر کے پاس نباتات ہوں گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے عرض کی: وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کی شاخیں ہوں گی۔ منافق کہنے لگا: میں نے آج کی طرح کبھی بھی نہیں سنا۔ قسم بخدا! کوئی شاخ نہیں اگتی مگر اس کے ساتھ پھل ہوتا ہے۔ تم ان سے پوچھو کیا ان شاخوں کا پھل ہو گا؟ چنانچہ انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان شاخوں پر پھل ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں وہ موتی اور جواہرات ہوں گے۔ پھر منافق نے کہا: میں نے اس طرح کبھی نہیں سنا۔ تو ان سے

حوض کے پانی کے بارے پوچھا؟ چنانچہ انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ حوض کا پانی کیسا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دودھ سے زیادہ سفید ہوگا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، جسے اللہ تعالیٰ نے اس سے ایک بار سیراب کر دیا اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ نے محروم کر دیا وہ اس کے بعد کبھی سیراب نہیں ہوگا۔" قَالَ: اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ، مَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهٗ، وَمَنْ حَرَمَهٗ لَمْ يَرْوِ بَعْدَهَا"(1)

امام ابن سعد نے کلبی رحمہما اللہ اور حضرت ابوبکر بن قیس جعفی رحمہ اللہ دونوں سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جعفی زمانہ جاہلیت میں دل کو حرام قرار دیتے تھے۔ پس ان میں سے دو آدمی قیس بن سلمہ اور سلمہ بن یزید رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ یہ دونوں ماں کی جانب سے بھائی تھے اور دونوں اسلام لے آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دل نہیں کھاتے۔ انہوں نے عرض کی: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا اسلام اسے کھائے بغیر مکمل نہیں ہوگا اور آپ ﷺ نے ان دونوں کے لیے بھونا ہوا دل منگوایا اور وہ دونوں کو کھلایا۔ پھر انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہماری ماں ملیکہ بنت حلو ہے، وہ مشقت کرنے والوں کو رہا کرتی تھی، تنگ دستوں کو کھانا کھلاتی تھی اور فقیروں پر رحم کرتی تھی۔ بے شک وہ مر چکی ہے اور اس نے اپنی چھوٹی بچی کو زندہ درگور کیا تھا۔ پس اب اس کا کیا حال ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: درگور کرنے والی اور جس کے اشارے پر درگور کیا گیا وہ جہنم میں ہیں۔ چنانچہ یہ سن کر وہ دونوں حالت غضب میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری طرف آؤ۔ وہ لوٹ کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔ ان دونوں نے اسے تسلیم کیا اور چلے گئے اور وہ دونوں کہنے لگے: قسم بخدا! بے شک وہ آدمی ہے جس نے ہمیں دل کھلایا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہماری ماں آگ میں ہے وہ اس اہل ہے کہ اس کی اتباع نہ کی جائے۔ وہ دونوں چلے گئے اور اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے اس سے جا ملے۔ جس کے پاس صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ تھا انہوں نے اسے باندھ دیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے۔ جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے دونوں پر لعنت کی جیسا کہ وہ اپنے ارشاد میں لعنت کرتے رہے۔ "لَعَنَ اللّٰهُ رِعْلًا وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَلِحْيَانَ وَابْنَيْ مُلَيْكَةَ مِنْ حَرِيْمٍ وَّ حَرَانَ" کہ اللہ تعالیٰ رعل، ذکوان، عصیۃ، لحیان اور حریم و مران کے ملیکہ کے دونوں بیٹوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ سے لے کر كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل) تک فرمایا۔ اور پھر اس حکم سے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ سے لے کر اس قول تک فرمایا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کے لیے اس وقت ظاہر ہوا جب وہ مرا اور آپ نے جان لیا کہ توبہ کا وقت اس کے لیے ختم ہو چکا ہے (3)۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 296 (3385) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 324، بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 54، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابوبکر شافعی نے فوائد میں اور الضیاء رحمہم اللہ نے مختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ جب وہ مر گیا تو آپ کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، تو آپ اس سے بیزار ہو گئے (1)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب وہ حالت کفر پر مر گیا تو آپ کے لیے ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی بیت اللہ شریف میں طواف کر رہا تھا اور وہ اپنی دعا میں کہہ رہا تھا اوہ اوہ...... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ وہ بہت ہی آہیں بھرنے والا ہے (2)۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ کی تفسیر میں کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام جب جہنم کا ذکر کرتے تو آپ آگ کے ذکر سے آہیں بھرتے (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالجوزاء رحمہ اللہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی ذکر سے اپنی آواز بلند کر رہا تھا تو ایک آدمی نے اسے کہا: اگر یہ اپنی آواز پست کر لے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ انتہائی خشوع کر رہا ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو فرمایا: جسے ذوالبجادین کہا جاتا تھا بلاشبہ یہ انتہائی نرم دل ہے۔ اس لیے کہ وہ قرآن کریم اور دعا سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے (4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کو قبر میں رکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ بلاشبہ تو قرآن کریم کی تلاوت کے سبب انتہائی نرم دل تھا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَاَوَّاهٌ سے مراد خشوع اور عجز و انکساری کرنے والا ہے (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد دعا ہے (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 55، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 62 3۔ ایضاً

4۔ معجم کبیر، جلد 17، صفحہ 295 (813) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 62، داراحیاء التراث العربی بیروت 6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 57

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد دعا اور اللہ تعالیٰ کے پاس راحت وتسکین حاصل کرنے والا ہے جیسا کہ مریض کی اپنے مرض سے آہیں بھرنے کی حالت ہوتی ہے۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو العبیدین رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لَاَوَّاهٌ کے بارے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا: اس سے مہربان رحیم (انتہائی مہربان، رحم کرنے والا) ہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد توبہ کرنے والا مومن ہے (2)۔

ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ سے مراد مطیع وفرمانبردار مومن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوایوب رحمہ اللہ نے کہا: لَاَوَّاهٌ سے مراد وہ آدمی کہ جب وہ اپنی خطاؤں کا ذکر کرے تو پھر ان سے استغفار کرے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے عوفی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد حبشہ کا رہنے والا مومن ہے (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ کا معنی یقین کرنے والا ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوظبیان رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَاَوَّاهٌ حبشی زبان میں یقین کرنے والے کو کہا جاتا ہے (5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لغت حبشہ میں لَاَوَّاهٌ یقین کرنے والے کو کہتے ہیں (6)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے، ابن جریر نے حضرت عطا اور حضرت ضحاک سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن منذر نے حضرت عکرمہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ کا معنی یقین کرنے والا ہے اور یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد یقین کرنے والا فقیہ ہے (7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 58، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 61 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 60 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد شیخ (بوڑھا) ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابو میسرہ رحمہ اللہ سے یہی معنی نقل کیا ہے۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے عمرو بن شرحبیل کا قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ حبشی زبان میں رحیم رحم کرنے والے کو کہا جاتا ہے (1)۔

امام ابن منذر نے حضرت عمرو بن شرحبیل رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حبشی زبان میں لَاَوَّاہٌ سے مراد دعا ہے۔

ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت سعید بن جبیر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد مسبح (روزے دار) ہے (2)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد ایسا آدمی ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی جانب معلق ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی رقت اور رحمت کی وجہ سے لَاَوَّاہٌ کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ حلیم سے مراد رحیم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ان کے حلم اور بردباری کی کیفیت یہ تھی کہ جب ان کی قوم کا کوئی فرد انہیں اذیت اور تکلیف دیتا تو اسے فرماتے: اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن کریم میں جو شے بھی نازل کی گئی ہے چار آیات کے سوا وہ سب میں جانتا ہوں۔ ان میں سے ایک وَ الرَّقِیْمِ ہے (الکہف: 9) چونکہ میں نہیں جانتا تھا وہ کیا ہے۔ اور ایک یہ ہے وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً (مریم: 13) فرمایا میں نہیں جانتا کہ حنان کیا ہے بلکہ اس سے مراد رحمت ہے ''والغتلین'' (الحاقۃ: 34) میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے البتہ میں اسے زقوم کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ (الدخان) مزید فرمایا: لَاَوَّاہٌ حبشہ کی زبان میں یقین کرنے والے کو کہتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَاَوَّاہٌ کا معنی مومن ہے۔ اور ابوالشیخ نے آپ ہی سے یہ قول بھی بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد توجہ کرنے والا فقیر ہے۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے عقبہ بن عامر کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے (3)۔

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى یُبَیِّنَ لَهُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 59، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 61 3۔ ایضاً

"اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا دستور کہ گمراہ کردے کسی قوم کو اسے ہدایت دینے کے بعد یہاں تک کہ بیان کردے ان کے لیے وہ چیزیں جن سے انہیں بچنا چاہیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے (ساری) بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنین کے لیے استغفار کے بارے میں وضاحت مشرکین کے لیے خاص ہے اور اپنی اطاعت و معصیت کے بارے میں اس کی وضاحت عام ہے جسے وہ کریں یا چھوڑ دیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ کے بارے کہا ہے یعنی وہ تمام چیزیں جن پر وہ عمل پیرا ہوں گے اور جن سے باز رہیں گے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یحییٰ بن عقیل نے کہا کہ یحییٰ بن یعمر کو ایک تحریر دی گئی۔ انہوں نے کہا: یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خطبہ ہے۔ وہ ہر جمعرات کی شام کو اپنے اصحاب کو یہ خطبہ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے حدیث ذکر کی اور پھر فرمایا: تم میں سے جو عالم یا متعلم بننے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے ایسا کرنا چاہیے اور اس کے سوا وہ کچھ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اور متعلم دونوں خیر اور نیکی میں شریک ہیں۔ اے لوگو! قسم بخدا! مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ ایسی چیزوں کے بارے تم سے مواخذہ کیا جائے گا جو تمہارے لیے بیان نہیں کی گئیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ اور تحقیق اس نے تمہارے لیے وہ چیزیں بیان کردی ہیں جن سے تمہیں بچنا چاہیے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب غزوۂ بدر کے مشرکین قیدیوں سے فدیہ لیا گیا۔ فرمایا: تمہیں نہیں چاہیے کہ تم یہ وصول کرو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دے دی جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو ایسے گناہ کے سبب عذاب دے جس کا ارتکاب انہوں نے کیا، یہاں تک کہ وہ چیزیں ان کے لیے بیان کردے جن سے انہیں بچنا چاہیے۔ فرمایا: یہاں تک کہ وہ انہیں اس سے پہلے ان سے منع کردے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 65، دار احیاء التراث العربی بیروت

"یقیناً رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر۔ بے شک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں اور ضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ہمیں ساعۃ العسرہ کے بارے کچھ بتائیں۔ تو آپ نے فرمایا: کہ ہم سخت گرمی کے موسم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف نکلے۔ ہم ایک منزل پر اترے تو ہمیں شدید پیاس نے آلیا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہماری گردنیں کٹ جائیں گی (یعنی ہماری موت واقع ہو جائے گی) کیفیت یہ تھی کہ ایک آدمی اپنا اونٹ ذبح کرتا تھا پھر اس کی اوجھ کو نچوڑتا اور وہ پانی پی لیتا اور جو بچ جاتا وہ اس کے جگر پر ڈال دیتا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھلائی اور خیر کی دعا مانگنے کا عادی بنایا ہے، سو آپ ہمارے لیے دعا فرمایئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک بلند فرمائے اور ابھی واپس نہیں لوٹائے تھے کہ بادل نمودار ہوا اور خوب موسلا دھار برسا اور خوب پانی بہایا، پس تمام کے پاس پانی کے جو برتن تھے وہ سب بھر لیے، پھر ہم چل پڑے اور دیکھتے رہے اور ہم نے اسے (بارش کو) نہ پایا اور لشکر آگے گزر گیا(1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَاعَةِ الْعُسْرَةِ سے مراد غزوۂ تبوک ہے(2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے شدید گرمی کے موسم میں شام کی طرف غزوۂ تبوک میں حضور نبی مکرم ﷺ کی اتباع و پیروی کی۔ اور ایسی مشقت اٹھائی جس کے بارے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس دوران انہیں اتنی شدید مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ دو آدمی ایک کھجور کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے اور بہت سے لوگ ایک کھجور آپس میں ایک دوسرے کی جانب پھراتے رہتے تھے کہ ان میں سے ایک آدمی اسے چوستا، پھر اس پر پانی ڈالتا اور پھر وہی کھجور دوسرا آدمی چوس لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت سے توجہ فرمائی اور انہیں غزوہ سے کامیاب واپس لوٹایا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب نے اسی آیت کے ضمن میں کہا: صحابہ کرام غزوہ تبوک کے لیے چلے تو سواری کے لیے دو یا تین افراد کو ایک اونٹ میسر تھا، وہ شدید گرمی کے موسم میں نکلے اور اس دوران ایک دن انہیں سخت پیاس نے آلیا، یہاں تک کہ وہ اپنے اونٹ کو ذبح کرنے لگے اور ان کی

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 263 (566) دارالکتب العلمیہ بیروت　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 66، بیروت

او جھ نچوڑ کر اس کا پانی پینے لگے۔ گویا ان کے لیے پانی کی تنگی بھی تھی خوراک کی قلت بھی تھی اور سواری کے کم ہونے کی مشقت اور اذیت بھی تھی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ساعة العسرة سے مراد سواری کی تنگی، خوراک کی مشکل اور پانی کی قلت کی تکلیف ہے (اسی وجہ سے غزوۂ تبوک کو ساعة العسرة سے تعبیر کیا گیا ہے) (2)

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے اس طرح قرأت کی "مِنۡۢ بَعۡدِ مَا زَاغَتۡ قُلُوۡبُ طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ"

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيۡنَ خُلِّفُوۡا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَضَاقَتۡ عَلَيۡهِمۡ اَنۡفُسُهُمۡ وَظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيۡهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۱۸﴾

"اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور بوجھ بن گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی ذات۔ تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بکرم ہوا تا کہ وہ بھی رجوع کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا (اور) ہمیشہ رحم کرنے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابو الشیخ، ابن مندہ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيۡنَ خُلِّفُوۡا کے بارے میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تین کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ تھے اور یہ تینوں انصار میں سے تھے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت مجمع بن جاریہ رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ تین جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی نظر رحمت فرمائی وہ کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ تھے۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن شہاب رحمہما اللہ نے فرمایا: بے شک وہ تین جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا وہ کعب بن مالک بنی سلمہ میں سے، ہلال بن امیہ بنی واقف میں سے اور مرارہ بن ربیعہ بنی عمرو بن عوف میں سے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ذی اوان میں اترے تو وہ عام منافقین جو آپ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، وہ آپ ﷺ کا استقبال کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ارشاد فرمایا: تم کسی ایسے آدمی سے بات نہ کرنا جو ہم سے پیچھے رہا ہے اور نہ اس کے ساتھ مجالست

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب اسباب التسمیۃ غزوۂ تبوک، جلد 5، صفحہ 227، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 67، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 68

اختیار کرنا یہاں تک کہ میں تمہیں اجازت دے دوں۔ چنانچہ انہوں نے ان سے کوئی گفتگو نہ کی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاس وہ لوگ حاضر ہوئے جو پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو سلام عرض کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض کرلیا اور مومنوں نے بھی ان سے اعراض کرلیا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی سے اس کے بھائی، اس کے باپ اور اس کے چچا نے بھی اعراض کرلیا۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا شروع ہو گئے اور وہ مجبوریاں اور بیماریاں بیان کر کے معذرت کرنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر رحم فرمایا، ان سے بیعت لی اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان میں سے وہ لوگ جو بغیر کسی شک اور نفاق کے پیچھے رہ گئے تھے وہ تین آدمی تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں کیا ہے۔ اور وہ کعب بن مالک سلمی، ہلال بن امیہ واقفی اور مرارہ بن ربیعہ عامری تھے۔

امام ابن مندہ اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ تینوں کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے مجھے خبر دی ہے کہ عبد اللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا اور یہی حضرت کعب کے نابینا ہو جانے کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں چلاتے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اس طرح واقعہ بیان کرتے تھے کہ جب وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی غزوہ میں بھی کبھی رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہا۔ مگر یہ کہ میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہا۔ لیکن اس سے پیچھے رہنے والوں میں سے کسی کو کوئی عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ قریش کے ارادہ سے نہیں نکلے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی مکرم ﷺ کے جان نثاروں اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی معاہدہ اور پروگرام کے اکٹھا کر دیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقبہ کی رات حاضر تھا جب کہ ہم نے اسلام پر معاہدہ کیا تھا اور اس سے بڑھ کر کوئی پسندیدہ نہیں کہ میرے لیے میدان بدر ہو۔ اگر بدر ہوتا تو میں لوگوں میں اس کے بارے ذکر کرتا اور اس سے شہرت حاصل کرتا۔

جب میں رسول اللہ ﷺ سے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہا تو میری خبر یہ تھی کہ میں کبھی بھی اتنا طاقتور نہیں ہوا اور نہ کوئی مجھ سے زیادہ خوش حال تھا جب کہ میں اس غزوہ میں آپ ﷺ سے پیچھے رہ گیا۔ قسم بخدا! اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس سواری کے لیے دو اونٹنیاں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ میں نے اس غزوہ میں ان دونوں کو اکٹھا کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ جب کبھی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو اسے مخفی رکھا کرتے تھے مگر اس غزوہ کے وقت آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ انتہائی شدید گرمی کے موسم میں اس غزوہ کے لیے تشریف لے گئے۔ انتہائی دور دراز کا سفر اور جنگل بیابان کا سامنا تھا اور دشمن کی کثیر تعداد سامنے تھی۔ پس آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے ان کے معاملات کو ظاہر کیا تا کہ وہ اپنے دشمن کی تیاری کے مطابق خوب تیاری کر سکیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس سمت سے آگاہ فرمایا جہاں کا آپ ﷺ ارادہ رکھتے تھے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسے کثیر مسلمان تھے جن کا اندراج کسی محفوظ کتاب میں نہیں ہوتا تھا۔ اس کتاب سے مراد دیوان ہے (یعنی کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی)۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت کم ہی کسی آدمی نے غیب ہونے کا ارادہ کیا مگر اس نے یہی گمان کیا کہ وہ چھپا رہے گا جب تک اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ اس غزوہ پر اس وقت تشریف لے گئے جب کہ پھل پکے ہوئے تھے۔ سایہ انتہائی اچھا لگتا تھا اور اس کو حقیر اور صغیر جانتے ہوئے آپ نے اس کے لیے یہ وقت مقرر کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں مومنین اس کے لیے تیار ہو گئے۔ میں بھی صبح جاتا تاکہ ان کے ساتھ مل کر وں تیاری کروں پھر لوٹ کر آتا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکتا اور اپنے دل میں یہ کہتا: اگر میں نے ارادہ کر لیا تو میں اس پر قدرت رکھتا ہوں (یعنی میرے وسائل ہیں کہ میں فوراً ساتھ جانے کے لیے تیار ہو سکتا ہوں)۔ پس مسلسل میرا اصرار یہی رہا یہاں تک کہ میں لوگوں کے ساتھ کوشش اور تیاری میں لگا رہا۔ پس جس صبح رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں مومنین جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ تو میں نے اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا۔ میں نے ایک یا دو دن تک اپنی تیاری مؤخر کر دی کہ پھر میں آپ ﷺ سے جا ملوں گا۔ سو ان کے چلے جانے کے بعد میں صبح کے وقت نکلا تاکہ میں تیاری کروں اور پھر لوٹ آیا اور اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا۔ پھر دوسری صبح گیا اور لوٹ آیا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا، پس اس طرح میرا یہ سفر دور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اختتام پذیر ہو گیا اور لشکر بہت آگے بڑھ گیا، میں نے جانے کا ارادہ کیا کہ میں انہیں پا لوں گا اور کاش میں ایسا کر لیتا۔ پھر مجھے اس کی قدرت نہ ہوئی۔ پس رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلتا تو میری نظر ایسے آدمیوں پر پڑتی جن پر نفاق میں مبتلا ہونے کا عیب تھا یا پھر ایسے آدمی دکھائی دیتے جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یاد نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ تبوک پہنچ گئے۔ وہاں قوم کے ساتھ بیٹھے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: کعب بن مالک نے کیا کیا ہے؟ تو بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا۔ یا رسول اللہ! ﷺ اس کی دھاری دار چادروں اور اس کی متکبرانہ سوچ نے اسے روک دیا ہے (یعنی اس کی دو بیویوں نے اسے اس سفر سے روک دیا ہے)۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تو نے بہت ناپسندیدہ بات کی ہے۔ قسم بخدا! یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے اور رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے۔

حضرت کعب بن مالک نے کہا: کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس چل پڑے ہیں تو مجھے خیال آنے لگا اور میں کوئی جھوٹ یاد کرنے لگا اور میں یہ کہنے لگا: کہ کون سی شے کے سبب میں کل آپ کی ناراضگی سے بچ سکوں گا۔ میں اپنے گھر کے ہر صاحب رائے فرد سے اس کے بارے مشاورت کرنے لگا۔ لیکن جب یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لانے والے ہیں تو مجھ سے باطل نظریہ دور ہو گیا اور میں نے یہ یقین کر لیا کہ میں نے کبھی بھی کسی اور شے کے سبب آپ سے نجات نہیں پائی۔ پس میں نے آپ ﷺ سے سچ کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب آپ ﷺ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نماز ادا

فرماتے، اور پھر لوگوں کے پاس مجالست اختیار فرماتے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو پیچھے رہنے والے لوگ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور معذرت کرنے لگے اور قسمیں اٹھا اٹھا کر آپ کو یقین دہانی کرانے لگے۔ یہ اسی سے کچھ زائد افراد تھے۔ پس جو کچھ انہوں نے ظاہراً کہا: رسول اللہ ﷺ نے ان سے وہ قبول فرمالیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ یہاں تک کہ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ پس جب میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے غضب ناک آدمی کے تبسم کی مثل تبسم فرمایا۔ پھر مجھے ارشاد فرمایا: آؤ۔ پس میں آگے چلتا آیا حتی کہ آپ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے پیچھے رکھا ہے کیا تو نے اپنی سواری خریدی نہیں تھی؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر میں آپ کے سوا اہل دنیا میں سے کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں یقیناً یہ خیال کرتا کہ میں کسی عذر کے سبب اس کی ناراضگی سے بچ جاؤ۔ یقیناً میں کوئی بحث کرتا۔ لیکن قسم بخدا! مجھے یہ یقین ہے کہ اگر آج میں آپ کے ساتھ جھوٹے آدمی کی طرح گفتگو کروں گا، آپ اس کے سبب مجھ سے راضی ہو جائیں گے۔ لیکن یہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے۔ اور اگر میں آپ سے سچی بات کہوں گا تو آپ مجھے سچ کے بارے میں اس طرح پائیں گے کہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے لیے عتاب قریب ہے۔ قسم بخدا! میرے لیے کوئی عذر نہیں تھا۔ قسم بخدا! میں کبھی اتنا فارغ نہیں ہوا اور نہ کوئی مجھ سے بڑھ کر اس وقت خوش حال تھا جب کہ میں آپ سے پیچھے رہا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح ہے۔ تحقیق اس نے سچ کہا ہے۔ لہٰذا تو اٹھ جا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ فرمادے۔

پس میں اٹھ کھڑا ہوا اور بنی سلمہ کے کچھ افراد بڑی تیزی سے میری طرف آئے اور میرے پیچھے پیچھے چلتے آئے۔ انہوں نے مجھے کہا: قسم بخدا! ہم تیرے بارے میں نہیں جانتے کہ تو نے اس سے قبل بھی کوئی گناہ کیا ہو اور تحقیق تو اس سے عاجز رہا ہے کہ تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسا کوئی عذر پیش نہیں کر سکا جیسے پیچھے رہ جانے والوں نے عذر پیش کیے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا استغفار کرنا تیرے گناہ (کی مغفرت) کے لیے کافی تھا۔ حضرت کعب نے بیان فرمایا: قسم بخدا! وہ مسلسل مجھے تنبیہ کرتے ہی رہے یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں واپس لوٹ جاؤں اور اپنے آپ کو جھٹلاؤں۔ پھر میں نے ان سے کہا: کیا اس معاملہ میں انہوں نے میرے ساتھ کسی کو ملایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں تیرے ساتھ دو آدمی آملے ہیں۔ ان دونوں نے بھی وہی کہا ہے جو تو نے کہا: اور ان دونوں کو بھی وہی کچھ کہا گیا جو تجھے کہا گیا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقفی۔ پس انہوں نے میرے سامنے دو نیک اور صالح لوگوں کا ذکر کیا اور وہ دونوں غزوۂ بدر میں بھی شریک تھے۔ لہٰذا میرے لیے تو ان دونوں میں نمونہ تھا۔ پس جب انہوں نے میرے سامنے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں چلا گیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہنے والے افراد میں سے ہم تینوں کے ساتھ لوگوں کو کلام کرنے سے منع فرمادیا۔ پس ہم لوگوں میں سے اجنبی ہو گئے۔ لوگ ہمارے لیے بدل گئے۔ یہاں تک کہ میرے لیے وہ

زمین بھی اجنبی ہوگئی جسے میں پہچانتا تھا۔ پس ہم اسی حالت پر پچاس راتیں ٹھہرے رہے۔ پس میرے وہ دونوں ساتھی اپنے اپنے گھروں میں ہی پرسکون ہو گئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ چونکہ میں اپنی قوم سے انتہائی مضبوط اور دوسروں سے بڑھ کر طاقتور تھا لہٰذا میں مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا رہا اور بازار میں چکر وغیرہ لگاتا رہتا۔ لیکن کوئی مجھ سے بات نہ کرتا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ میں آکر سلام عرض کرتا اور پھر اپنے دل میں کہتا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے ہونٹ مبارک کو حرکت دی ہے یا نہیں۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نماز ادا کرتا اور آنکھیں چرا چرا کر دیکھتا۔ جب میری توجہ نماز کی طرف ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اعراض فرما لیتے۔ حتیٰ کہ جب اسی کیفیت پر یعنی مسلمانوں سے تعلقات منقطع ہونے پر زیادہ اور طویل وقت گزر گیا۔ تو میں چل پڑا، یہاں تک کہ میں حضرت ابوقتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیوار پر جا بیٹھا۔ وہ میرے چچا کے بیٹے تھے اور لوگوں سے بڑھ کر میرے نزدیک محبوب اور میرے دوست تھے۔ پس میں نے انہیں سلام پیش کیا۔ قسم بخدا! انہوں نے بھی مجھ پر سلام کا جواب نہیں لوٹایا۔ تو میں نے ان سے کہا: اے ابوقتادہ! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں! کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ آپ فرماتے ہیں کہ وہ خاموش رہا۔ میں نے دوبارہ کہا: اور انہیں قسم دی۔ لیکن وہ بالکل خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری بار بات کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دی تب اس نے صرف یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پس میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں واپس لوٹ آیا اور دیوار پر چڑھ گیا۔ اس اثنا میں کہ میں مدینہ طیبہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اچانک شام کے نبطیوں میں سے ایک نبطی کھانا لے کر آیا جو کہ مدینہ طیبہ میں بیچ رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کون ہے جو کعب بن مالک کے بارے میں میری راہنمائی کرے گا؟ لوگ اس کے لیے میری طرف اشارے کرنے لگے یہاں تک کہ وہ میرے پاس آیا اور اس نے غسانہ کے بادشاہ کی جانب سے مجھے ایک خط دیا۔ میں خود کاتب تھا۔ اس میں یہ تھا: اما بعد! ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کے صاحب (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کے ساتھ زیادتی اور جفا کی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ذلیل وخوار اور تنگ گھر میں پیدا نہیں کیا۔ پس تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری غم خواری اور عزت وتکریم کریں گے۔ جب میں نے اسے پڑھا تو کہا۔ یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ پس میں وہ لے کر تنور پر گیا اور اسے اس میں ڈال کر جلا دیا۔ یہاں تک کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے میرے پاس پیغام آیا اور فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے حکم دیتے ہیں کہ تو اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لے۔ تو میں نے استفسار کیا۔ کیا میں اسے طلاق دے دوں یا میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کیجئے اور اس کے قریب نہ جائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں ساتھیوں کی جانب بھی اسی طرح کا پیغام ارسال فرمایا۔ پس میں نے اپنی بیوی سے کہا: تو اپنے میکے چلی جا اور انہیں کے پاس رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ فرما دے۔ ہلال بن امیہ کی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہلال انتہائی بوڑھا آدمی ہے وہ کام کی طاقت نہیں رکھتا اور اس

کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے کیا آپ ناپسند کرتے ہیں کہ میں اس کی خدمت کرتی رہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن وہ تیرے قریب نہ آئے۔ تو اس نے عرض کی: قسم بخدا! اس میں کسی بھی شے کی طرف کوئی حرکت نہیں ہے۔ قسم بخدا! وہ تو اس دن سے آج تک رو رہا ہے، اگر آپ کی جانب سے یہ حکم ہے تو پھر یہی ہے تو مجھے بھی بعض گھر والوں نے کہا: اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہلال کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دے دی ہے۔ تو میں نے کہا: قسم بخدا! میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب نہیں کروں گا۔ جب میں اجازت طلب کروں گا تو جو آپ فرمائیں گے وہ میں نہیں جانتا جب کہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں۔

فرمایا: ہم دس راتوں تک ٹھہرے رہے اور جب سے ہمارے ساتھ کلام کرنے سے روکا گیا تھا اس وقت سے ہماری پچاس راتیں مکمل ہو گئیں، فرمایا: پھر میں نے پچاسویں رات کی صبح کو فجر کی نماز اپنے مکانوں میں سے ایک مکان کے اوپر پڑھی۔ پس میں اپنی اسی حالت پر بیٹھا ہوا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں فرمایا اس حال میں کہ میری جان مجھ پر تنگ تھی اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ تو میں نے ایک چیخنے والے کی آواز سنی یا جبل سلع میں، میں نے ایک چیخ سنی کہ وہ انتہائی بلند آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! تجھے بشارت ہو۔ پس میں سجدے میں گر گیا اور میں نے پہچان لیا کہ وسعت اور کشادگی آ گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب صبح کی نماز ادا فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہماری توبہ قبول کیے جانے کا اعلان فرمایا۔ پس لوگ آئے ہمیں مبارک باد دینے لگے اور میرے دونوں ساتھیوں کو مبارک باد دینے اور خوش خبری سنانے کے لیے بھی لوگ ان کی طرف گئے اور ایک آدمی گھوڑے پر تیزی سے میری طرف آیا اور بنی اسلم کا ایک آدمی تیز دوڑتے ہوئے آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کی آواز گھوڑ سوار سے تیز اور زیادہ تھی۔ پس جب وہ میری پاس آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی۔ وہ مجھے بشارت اور خوش خبری سنانے لگا۔ میں نے اس کے لیے اپنے کپڑے اتارے اور اس کی بشارت کے سبب میں نے وہ دونوں کپڑے اسے پہنا دیئے اور کہا: قسم بخدا! آج کے دن میں ان کے سوا کسی شے کا مالک نہیں اور میں نے دو کپڑے ادھار لیے اور وہ خود پہن لیے اور میں رسول اللہ ﷺ کی جانب چل پڑا۔ گروہ در گروہ لوگ مجھے ملنے لگے اور وہ توبہ کی قبولیت پر مجھے مبارک باد دینے لگے۔ وہ کہتے: تجھے مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحمت کی نظر فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہو گیا۔ تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے اردگرد لوگ حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور دوڑتے ہوئے میری طرف آئے یہاں تک کہ انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔ قسم بخدا! اس کے سوا مہاجرین میں سے کوئی آدمی اٹھ کر میری جانب نہیں آیا۔ فرمایا کہ کعب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس حسن سلوک کو کبھی بھی نہیں بھلا سکتا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام پیش کیا تو آپ ﷺ کا چہرۂ انور سرور انبساط سے چمکنے لگا اور فرمایا: تجھے مبارک ہو جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہے تجھ پر ہر دن خیر و عافیت سے گزرا، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ بشارت آپ کی جانب سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس جب روشن ہوتا تو ایسے لگتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

پس جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا، تو عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنا مال صدقہ کر کے اس سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ مال روک لو وہ تمہارے لیے باعث نفع ہوگا۔ میں نے عرض کی۔: میں اپنا وہ حصہ روک لوں گا جو خیبر میں ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے سچ کے سبب مجھے نجات عطا فرمائی ہے اور میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب تک میں باقی ہوں سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ فرمایا: قسم بخدا! میں مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے گفتگو میں سچ بولنے کے سبب اس سے زیادہ آزمایا ہو جتنا اللہ تعالیٰ نے مجھے آزمایا اور ایسا اس وقت سے ہوا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا ہے۔ قسم بخدا! جب بھی میں نے کچھ کہا کبھی بھی آج کے دن تک جھوٹ بولنے کا قصد وارادہ نہیں کیا۔ اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بقیہ زندگی میں بھی محفوظ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ (التوبۃ: 117) اس قول تک وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبہ)۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی جانب ہدایت فرمانے کے بعد کبھی بھی مجھ پر ایسا انعام نہیں فرمایا جو میری ذات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولنے سے بڑھ کر اور اعظم ہو کہ میں نے اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ نہیں بولا۔ ورنہ میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جب کہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جنہوں نے آپ سے جھوٹ بولا۔ کیونکہ جنہوں نے جھوٹ بولا، جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تو ان کے بارے انتہائی ناپسندیدگی اور شر کا ذکر کیا اور فرمایا سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ رِجْسٌ (التوبۃ: 95) الی قولہ۔ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ (التوبہ) فرمایا: ہم تینوں افراد کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا جو ان لوگوں کے حکم سے جن کے اعذار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا تھا جس وقت فیصلہ ملتوی کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لے لی اور ان کے لیے دعائے مغفرت بھی فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا فیصلہ مؤخر کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فیصلہ فرمادیا۔ اسی کے بارے فرمایا: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے فیصلے کو ملتوی کرنا اور ہمارے معاملے کو مؤخر کرنا اس لیے نہیں تھا کہ ہم غزوے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ بلکہ یہی آپ کے لیے قسم اور آپ کی بارگاہ میں معذرت تھی۔ سو اسے قبول کرلیا گیا (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب میری توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور آپ کے گھٹنوں کو بوسہ دیا اور مبارک دینے والے کو دو کپڑے پہنائے۔ ”لَمَّا نَزَلَتْ تَوْبَتِيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَبَّلْتُ يَدَهٗ وَرُكْبَتَيْهِ، وَكَسَوْتُ الْمُبَشِّرَ ثَوْبَيْنِ“

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے بارے میں فرمایا:

1۔ صحیح بخاری، باب غزوۂ تبوک، جلد 2، صفحہ 634، قدیمی کتب خانہ کراچی

یہ وہی لوگ ہیں جن کا فیصلہ مؤخر ہونے کا ذکر برأت کے درمیان میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (التوبۃ: 106) اور وہ ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیعہ اور کعب بن مالک ہیں (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ خُلِّفُوْا کو شد کے ساتھ پڑھتے اور کہتے کہ یہ تینوں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے تو کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع پیچھے رہ گئے۔ فرمایا: ان میں سے ایک کا باغ تھا جب وہ خوب بڑھا اور اس میں سرخی، زردی ہر طرف پھیل گئی۔ تو اس نے کہا: میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جہاد کروں گا، جہاد کروں گا اور جہاد کروں گا۔ سو اگر میں اس سال اس باغ میں رہا تو اس کے سبب میں آزمائش میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ غزوہ پر تشریف لے گئے۔ تو وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے کسی نے نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے میں مومنین مجھ سے سبقت نہیں لے گئے مگر صرف تیرے ساتھ میرے بخل کرنے کے سبب، اے باغ! اے اللہ! بلاشبہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے تیرے راستے میں یہ باغ صدقہ کر دیا۔ رہا دوسرا آدمی! تو اس کے خاندان کے کئی افراد اس سے بکھرے ہوئے تھے وہ اس کے پاس جمع ہوئے۔ تو اس نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد پر جاؤں گا اور غزوہ میں شامل ہوں گا۔ پس اگر میں اس سال اپنے اہل میں مقیم رہا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب چلے گئے۔ تو اس نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پیچھے نہیں رکھا اور نہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے اس کی طرف سبقت لے گئے مگر صرف تمہارے حرص و بخل کے سبب اے میرے گھر والو! اے اللہ! بے شک میرا تیرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف نہیں لوٹ کر آؤں گا یہاں تک کہ میں اس فیصلے کو جان لوں جو میرے بارے میں کیا جائے گا۔ تیسرے نے کہا: اے اللہ! تیرا مجھ پر یہ حق تھا کہ میں قوم کی جانب پیچھے سے جاتا یہاں تک کہ میں انہیں پالیتا یا ان سے کٹ جاتا۔ پس تنگ دستی اور پریشانیاں اس پر پے درپے آنے لگیں یہاں تک کہ وہ قوم کے ساتھ مل گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ۔ الی قولہ۔ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! قسم بخدا! انہوں نے مال حرام نہیں کھایا، نہ انہوں نے حرام خون بہایا اور نہ انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا، مگر یہ کہ انہوں نے ایک عمل خیر یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے پیچھے رہے اور انہوں نے سستی کی۔ حالانکہ قسم بخدا! انہوں نے جہاد کیا، انہوں نے جہاد کیا اور انہوں نے جہاد کیا، لیکن انہیں وہ کچھ پہنچا جو تم نے سنا۔ پس اس طرح گناہ بندۂ مومن کو مشقت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا یعنی ان کی توبہ کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 69، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

ملتوی کر دیا گیا۔ ان پر نظر رحمت نہ ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ اوران کے ساتھیوں کی توبہ قبول فرمالی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحہم اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: ان تینوں کو توبہ سے مؤخر کردیا گیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ بن خالد مخزومی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ یہ پڑھتے تھے: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا تو وہ نصب کے ساتھ تھے یعنی ان تینوں پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے بعد پیچھے رہ گئے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی اپنی توبہ کی طرف پکارا جس نے یہ کہا: اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات) اور یہ کہا: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (القصص:38) پس ان کے بعد بندوں میں سے جو توبہ سے مایوس اور نا امید ہوا تو گویا اس نے کتاب اللہ کا انکار کیا ہے لیکن بندہ توبہ کرنے پر قادر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت فرمائے۔ اسی کے مطابق یہ ارشاد ہے: ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔ پس توبہ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

"اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ"۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا: یہ آیت ان تینوں کے بارے نازل ہوئی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا۔ ان سے کہا گیا ہے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ(2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: تم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہو جاؤ(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہو جائیں(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور حضرت علی ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 68، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 75 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

امام ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ ابوجعفر نے بھی کہا کہ تم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ تم کعب بن مالک، مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن عدی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، نہ سنجیدگی میں نہ ٹھٹھا مزاح کی حالت میں اور نہ تم میں سے کوئی اپنے بچے سے ایسی شے کا وعدہ کرے کہ پھر اسے پورا نہ کر سکے۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا یہ عبداللہ کی قرأت میں اسی طرح ہے۔ فرمایا: کیا تم کسی کے لیے جھوٹ کی رخصت پاتے ہو؟(1)

ابن الانباری نے مصاحف میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی طرح پڑھتے تھے وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

امام ابوداؤد طیالسی، بخاری نے الادب میں، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے سنا ہے تم صدق کو لازم پکڑو۔ کیونکہ وہ نیکی کی راہنمائی کرتا ہے اور یہ دونوں جنت میں ہیں اور جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ وہ فسق و فجور کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور یہ دونوں جہنم میں ہیں۔ ایک آدمی مسلسل سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابن عدی، بیہقی اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ تمام نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ سچ بولو۔ کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور بے شک آدمی سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور فجور (گناہ) جہنم کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور بے شک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے(3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جھوٹ سے اجتناب کرو۔ کیونکہ جھوٹ گناہوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ بے شک کہا جاتا ہے صدق اور نیکی (ایک ساتھ ہیں) اور جھوٹ اور گناہ (ایک ساتھ ہیں)(4)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو مالک جشمی رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیرے دو غلام ہوں، ان میں سے ایک تیرے ساتھ خیانت کرتا ہو اور تیرے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 75، بیروت
2۔ شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، جلد 4، صفحہ 199 (4783) بیروت
3۔ ایضاً (4784)
4۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 102، دارالکتب العلمیہ بیروت

ساتھ جھوٹی گفتگو کرتا ہو اور دوسرا خیانت نہ کرتا ہو اور گفتگو سچی کرتا ہو۔ تو تیرے نزدیک ان میں سے کون پسندیدہ ہوگا؟ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: وہی جو میرے ساتھ خیانت نہیں کرے گا اور میرے ساتھ سچی گفتگو کرے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی اپنے رب تعالیٰ کے نزدیک اسی طرح ہو(1)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جھوٹ کسی حالت میں مناسب نہیں، نہ سنجیدگی سے اور نہ ہی تمسخرو استہزاء کی حالت میں۔ اور آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے سے کوئی ایسا وعدہ نہ کرے کہ پھر وہ اسے پورا نہ کر سکے۔ بے شک صدیق نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔ بے شک سچ بولنے والے کو صدق اور بر کہا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے والے کو کذب اور فجر کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اور فرمایا: کون سی شے تمہیں اس پر برانگیختہ کرتی ہے کہ تم جھوٹ میں ایک دوسرے کی اس طرح پیروی کرو جیسے پروانے آگ میں ایک دوسرے کی پیروی کرتے ہیں۔ ابن آدم (انسان) کے خلاف ہر جھوٹ لکھا جاتا ہے مگر وہ آدمی جس نے جنگی دھوکہ دہی کے لیے جھوٹ بولا یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے، یا وہ آدمی جو اپنی بیوی سے اسے راضی اور خوش رکھنے کے لیے گفتگو کرتا ہے(3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت نواس بن سمعان کلابی رحمہ اللہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے نہیں ہے کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھوں کہ تم جھوٹ میں اس طرح گر رہے ہو جیسے پروانے آگ میں گرتے ہیں۔ ہر جھوٹ ابن آدم کے خلاف لکھا جاتا ہے سوائے اس کہ کہ کسی نے جنگی دھوکہ دہی کے لیے جھوٹ بولا، یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے یا پھر وہ آدمی جو اپنی بیوی سے گفتگو کرتا ہے تاکہ وہ اسے راضی اور خوش رکھے(4)۔

بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے اپنے نفس سے کسی کو دور کیا وہ کذاب نہیں ہے(5)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ ایمان کے پہلو میں چلتا ہے، علامہ بیہقی نے کہا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے(6)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن عدی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 172 (4703) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً جلد 4، صفحہ 200 (4787)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً (4796)
4۔ ایضاً (4798)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 204 (4799)
6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 206 (4805)

فرمایا: جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ جھوٹ ایمان کے پہلو میں چلتا ہے۔ علامہ بیہقی نے فرمایا: یہ روایت صحیح ہے اور موقوف ہے(1)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کی فطرت خیانت اور جھوٹ کے سوا ہر شے پر ہوسکتی ہے(2)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: مومن کی فطرت خیانت اور جھوٹ کے سوا ہر پیدا کی ہوئی شے پر ہوسکتی ہے(3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک مومن کی فطرت مختلف خصائل پر ہوسکتی ہے مثلاً سخاوت، بخل اور حسن خلق۔ لیکن مومن کی فطرت جھوٹ پر نہیں ہوسکتی اور نہ وہ کذاب ہوتا ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خیانت اور جھوٹ کے سوا بندۂ مومن کی فطرت تمام خصائل پر ہوسکتی ہے(5)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جھوٹ اور خیانت کے سوا ہر قسم کے خلق پر پیدا کیا جاتا ہے(6)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انسان کو مختلف خصائل پر پیدا کیا جاتا ہے پس وہ انہی پر ہوتا ہے جن پر اسے پیدا کیا گیا۔ لیکن اسے خیانت اور جھوٹ پر پیدا ہی نہیں کیا جاتا(7)۔

امام مالک اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی گئی: کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی گئی: کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں(8)۔

امام بیہقی اور ابو یعلی رحمہما اللہ نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جھوٹ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے اور چغل خوری عذاب قبر کو لازم کر دیتی ہے ابو یعلی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے(9)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جھوٹ سے بڑھ کر کوئی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ نہ تھی۔ تحقیق آپ کے پاس ایک آدمی جھوٹوں کو جھٹلاتا رہتا ہے اور مسلسل اپنے نفس میں یہ عمل جاری رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ جان لیتا ہے کہ اس نے

1۔ شعب الایمان بیاب فی حفظ اللسان، جلد 4، صفحہ 207 (4807) بیروت
2۔ ایضاً (4808)
3۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 5، صفحہ 520، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 104
5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 552، دار صادر بیروت
6۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 324 (5267)
7۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 194، مکتبۃ السعادۃ مصر
8۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 207 (4812)
9۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 208 (4813)

ان سے توبہ کر لی ہے(1)۔

امام احمد، ہناد بن سری نے الزہد میں، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت نواس بن سمعان رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو اور تو اس کے ساتھ جھوٹ بول رہا ہو(2)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس نے فرمایا: میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ سہیلی ہوں جس نے آپ کو تیار کیا اور پھر عورتوں میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس داخل کیا، تو ہم نے آپ ﷺ کے پاس دودھ کے پیالے کے سوا کھانے کے لیے اور کچھ نہ پایا۔ تو آپ ﷺ نے اسے اٹھایا اور اس میں سے کچھ نوش فرمایا پھر آپ ﷺ نے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرما دیا۔ انہوں نے حیا محسوس کی۔ تو میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کو واپس نہ لوٹائیے۔ چنانچہ انہوں نے وہ لے لیا اور دودھ پی لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی سہیلیوں کو بھی دو۔ تو میں نے عرض کی: ہمیں اس کی طلب نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جھوٹ اور بھوک دونوں کو جمع نہ کرو۔ تو میں نے عرض کی: اگر ہم میں سے کوئی ایک کسی شے کے لیے یہ کہے کہ وہ اس کی خواہش رکھتی ہے۔ میں نہیں چاہتی۔ کیا وہ دوبارہ جھوٹ شمار کیا جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ جھوٹ کو جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ چھوٹا سا جھوٹ بھی لکھ دیا جاتا ہے(3)۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے، اس وقت میں چھوٹا بچہ تھا۔ تو میں کھیلتے ہوئے چلا گیا۔ تو میری ماں نے مجھے کہا: اے عبداللہ! قریب آؤ میں تجھے کچھ دوں گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے کچھ دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اسے کھجور دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بلاشبہ اگر تو ایسا نہ کرتی تو بالیقین تجھ پر جھوٹ لکھ دیا جاتا(4)۔

امام طیالسی، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، دارمی، ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی، بیہقی اور ضیاء رحمہم اللہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈال دے، اس کی طرف جو تجھے شک میں نہ ڈالے (یعنی جو چیز شک میں مبتلا کرے اسے چھوڑ دو اور اسے اختیار کرو جس کے بارے کوئی شبہ نہ ہو) کیونکہ صدق طمانیت ہے اور جھوٹ شک ہے(5)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خطا جھوٹ بولنے والی زبان ہے(6)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 208 (4815)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 209 (4820)
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 210 (4821)
4۔ ایضاً (4822)
5۔ جلد 5، صفحہ 52 (57472)
6۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 112، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدق امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے(1)۔

امام ابن ماجہ، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، خرائطی نے مکارم الاخلاق میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ لوگوں میں سے بہتر اور اچھا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: محموم دل رکھنے والا، سچ بولنے والی زبان رکھنے والا، ہم نے عرض کی: ہم نے سچ بولنے والی زبان کو تو پہچان لیا ہے۔ یہ القلب المحموم کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا صاف شفاف اور پاکیزہ دل جس میں نہ گناہ ہو، نہ بغاوت ہو، نہ کینہ اور نہ ہی حسد ہو۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کون ہے جس میں اس کی علامات ہوں؟ فرمایا: وہ جو دنیا سے نفرت کرتا ہے اور آخرت کو پسند کرتا ہے۔ ہم نے عرض کی: یہ تو ہم رسول اللہ ﷺ کے غلام رافع کے بغیر کسی میں نہیں پاتے۔ اس کی علامات پر اور کون ہے؟ فرمایا: ایسا مومن جس میں حسن خلق ہو۔ ہم نے عرض کی: ہاں یہ ہم میں موجود ہے(2)۔

امام بیہقی نے شعب میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو مومن کو کذاب نہیں پائے گا(3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کسی کی نماز اور اس کے روزے کی طرف نہ دیکھو بلکہ اس کی طرف دیکھو کہ جب وہ بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے، جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اسے ادا کرتا ہے اور جب وہ شفاء طلب کرتا ہے تو گناہ سے بچتا ہے(4)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آدمی کو رات کے قیام اور دن کے روزے سے ایسے جھوٹ کے سبب محروم کر دیا جاتا ہے جو جھوٹ وہ بولتا ہے(5)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کلام اس سے کہیں وسیع ہے کہ کوئی ظریف الطبع جھوٹ بولے(6)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت مطر الوراق رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دو خصلتیں ہیں جب وہ دونوں کسی بندے میں ہوں تو اس کے تمام اعمال ان دونوں کے تابع ہوتے ہیں: نماز کا حسن اور گفتگو کی سچائی(7)۔

امام بیہقی نے فضیل کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ سچائی اور طلب حلال سے بڑھ کر کسی کے ساتھ مزین نہیں ہوئے(8)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبد العزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا کی نیکیاں جھوٹ اور حیا کا کم ہونا ہے۔ جس نے ان دونوں کے بغیر دنیا کو تلاش کیا، تو اس نے راستہ اور مطلب پانے میں خطا کی اور آخرت کی نیکیاں حیا اور صدق ہیں۔ اور جس نے ان دونوں کے بغیر آخرت کو تلاش کیا تو اس نے راستہ اور مطلب پانے میں خطا کی(9)۔

1۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 265، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 204 (4800)
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 230 (4887)
4۔ ایضاً (4888)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 231 (4890)
6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 232 (4898)
7۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 232 (4899)
8۔ ایضاً (4900)
9۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 233 (4901)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ سچ کے ذریعے تین خصلتیں عطا کی جاتی ہیں۔حلاوت، ملاحت (ظرافت طبع اور خوبصورتی) اور مہابت (رعب) (1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوروح حاتم بن یوسف رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ میں حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا اور آپ کو سلام عرض کیا اور یہ کہا: اے ابوعلی! میرے پاس پانچ حدیثیں ہیں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو پڑھ کر سناؤں۔ تو آپ نے مجھے فرمایا: پڑھو۔ پس میں نے پڑھیں تو وہ چھ تھیں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے میرے بیٹے اٹھو سچ سیکھو اور پھر حدیث لکھو (2)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ توریہ کلام میں جھوٹ کی کثرت ہوتی ہے (3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ توریہ کلام میں عقل مند آدمی بھی جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتا (4)۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

"نہیں مناسب تھا مدینہ والوں کے لیے اور جو ان کے اردگرد دیہاتی لوگ ہیں کہ پیچھے بیٹھ رہتے اللہ کے رسول پاک سے اور نہ یہ کہ متوجہ ہوتے اپنے نفسوں کی طرف ان سے بے فکر ہو کر۔ یہ اس لیے کہ نہیں پہنچتی انہیں کوئی پیاس اور نہ کوئی تکلیف اور نہ بھوک راہ خدا میں اور نہ وہ چلتے ہیں کسی چلنے کی جگہ جس سے کافروں کو غصہ آئے اور نہیں حاصل کرتے وہ دشمن سے کچھ مگر یہ کہ لکھا جاتا ہے ان کے لیے ان (تمام تکلیفوں) کے عوض نیک عمل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکوں کا اجر اور وہ (مجاہدین) نہیں خرچ کرتے تھوڑا اور نہ زیادہ اور نہ طے کرتے

1۔شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 233 (4904)
2۔ایضاً، جلد 4، صفحہ 234 (4911)
3۔الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 108، دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ایضاً

ہیں کسی وادی کو مگر یہ لکھ لیا جاتا ہے ان کے لیے تاکہ صلہ دے انہیں اللہ تعالیٰ بہترین، ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن مالک رحمہ اللہ کی سند سے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب مذکورہ آیت مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے! اگر لوگوں میں ضعفاء اور کمزور نہ ہوتے تو کوئی سریہ نہ ہوتا مگر میں اس میں شامل ہوتا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا یہ اس وقت تھا جب کہ اسلام تعداد کے اعتبار سے قلیل تھا۔ اور جب مسلمانوں کی تعداد کثیر ہوگئی اور اسلام خوب پھیل گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً (التوبۃ: 122) "اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے" (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ آیت طیبہ میں ظَمَاٌ سے مراد پیاس اور وَّلَا نَصَبٌ کا معنی تھکاوٹ اور مشقت ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت رجاء بن حیوہ اور مکحول رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے راستے میں (دوران جہاد) اڑنے والے غبار سے اپنے منہ اور ناک کو کپڑے سے لپیٹنا ناپسند کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اوزاعی، عبد اللہ بن مبارک، ابراہیم بن محمد الفزاری اور عیسیٰ بن یونس سبیعی رحمہم اللہ تمام سے قول باری تعالیٰ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت قیامت قائم ہونے تک مسلمانوں کے لیے ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ کے ضمن میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اسے اس کی بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے اور وہ یہ ہے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً۔ الآیہ۔

امام حاکم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو پیچھے اپنے اہل کے پاس چھوڑ گئے۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: قسم بخدا! میں آپ سے پیچھے نہیں رہوں گا۔ تو آپ نے مجھے پیچھے چھوڑا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کون سی شے کی بنا پر آپ مجھے پیچھے چھوڑ رہے ہیں، قریش کیا کہیں گے؟ کیا وہ یہ نہیں کہیں گے کتنی جلدی کی ہے ان کے چچا کے بیٹے نے مدد چھوڑ دی ہے اور ان سے پیچھے بیٹھ گیا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ میں اللہ تعالیٰ سے فضل چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ...... الآیہ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو یہ کہہ رہا ہے کہ قریش کہیں گے کتنی جلدی کی ہے کہ چچا کے بیٹے نے مدد چھوڑ دی ہے اور پیچھے بیٹھ گیا ہے؟ تو انہوں نے تو یہ بھی کہا کہ میں ساحر اور کاہن ہوں اور میں کذاب ہوں، پس تیرے لیے میرا اسوہ موجود ہے، کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو میرے پیچھے اس طرح ہو جس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 77، دار احیاء التراث العربی بیروت

طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور رہا تیرا یہ قول کہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل چاہتا ہے تو ہمارے پاس یمن سے مرچیں آئی ہے تو انہیں بیچ دے اور اپنے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر خرچ کر، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب تم دونوں کو رزق (منافع) عطا فرمائے گا(1)۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

''اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے، تو کیوں نہ نکلے ہر قبیلہ سے چند آدمی تا کہ تفقہ حاصل کریں دین میں اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں''۔

امام ابوداؤد نے ناسخ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیات خِفَافًا وَّثِقَالًا (التوبہ: 41) اور اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (التوبہ: 39) اس ارشاد سے منسوخ ہیں وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً وہ فرماتے ہیں کہ چاہیے ایک گروہ نکلے اور ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہری رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرنے والے ایسے افراد ہوں جو دین میں تفقہ رکھتے ہیں اور اپنے بھائیوں کو ڈرا اور تنبیہ کر سکتے ہیں، جب کہ وہ غزوے سے واپس لوٹ کر ان کی طرف آملیں۔ تا کہ وہ اس کی نافرمانی سے بچیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد اپنی کتاب اور اپنی حدود کے بارے نازل فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے المدخل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: یعنی وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے سارے مومن نکل کھڑے ہوں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ جائیں۔ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ تو کیوں نہ نکلے ہر قبیلہ سے ایک گروہ یعنی دستے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہیں چلیں گے اور جب وہ سرایا لوٹ کر آئیں اس حال میں کہ قرآن نازل ہو چکا ہو اور اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والوں نے سیکھ لیا ہو۔ تو وہ کہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعد تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے اور ہم نے اسے سیکھ لیا ہے۔ پس وہ سرایا ٹھہر جائیں گے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا ہے اس کی تعلیم حاصل کریں گے اور آپ دوسرے دستوں کو بھیج دیں گے اور اسی لیے یہ ارشاد ہے لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل فرمایا ہے وہ اسے سیکھیں گے اور ان سرایا کے واپس لوٹنے پر انہیں سکھائیں گے۔ لَعَلَّهُمْ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 366 (3294) دارالکتب العلمیہ بیروت

يَحۡذَرُوۡنَ " تا کہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں "(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: یہ آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے مضر کے خلاف قحط سالی کی دعا کی اور ان کے شہر بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک اور قحط زدہ ہو گئے تو ان میں سے ایک قبیلہ سارے کا سارے آیا، یہاں تک کہ وہ قوت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں اتر پڑے اور اسلام کے ساتھ فخر اور تکبر کرنے لگے حالانکہ وہ سب جھوٹے تھے۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو تنگ کیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم ﷺ کو یہ خبر دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ مومنین نہیں ہیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں ان کے خاندانوں کی طرف لوٹا دیا اور ان کی قوم کو ان جیسے افعال کرنے سے ڈرایا۔ اسی لیے یہ ارشاد ہے: وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ۔(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مومنین انہیں جہاد پر برانگیختہ کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ بھیجا تو وہ اس میں نکل گئے۔ اور حضور نبی مکرم ﷺ کو مدینہ طیبہ میں کمزور لوگوں میں چھوڑ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں حکم دیا گیا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ ایک سریہ بھیجیں تو چاہیے کہ ایک گروہ نکلے اور ایک گروہ مقیم رہے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ قرآن میں سے جو حکم نازل فرمائے اور سنن میں سے جو سنت ظاہر ہو، وہاں ٹھہرنے والے افراد پر اس کو محفوظ کرنا اور اسے یاد رکھنا ضروری ہے تا کہ جب ان کے بھائی لوٹ کر آئیں تو وہ انہیں اس کے بارے آگاہ کریں اور انہیں اس کی تعلیم دیں اور جب رسول اللہ ﷺ بذات خود تشریف لے جائیں تو پھر اجازت یا عذر کے بغیر کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا (التوبۃ:39) مَا كَانَ لِاَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ۔ الآیہ (التوبۃ:120) تو منافقین نے کہا کہ وہ دیہاتی ہلاک ہو گئے جو محمد ﷺ سے پیچھے رہ گئے اور آپ کے ساتھ غزوہ میں شریک نہیں ہوئے حالانکہ کچھ لوگ دیہات کی طرف اور اپنی قوم کی طرف انہیں احکام سکھانے کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِيَنۡفِرُوۡا كَآفَّةً۔ الآیہ اور یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيۡنَ يُحَآجُّوۡنَ فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِيۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ۔ الآیہ (الشوریٰ:16) "اور جو لوگ حجت بازی کرتے ہیں اللہ (کے دین) کے بارے میں اس کے بعد کہ (اکثر حق شناس) اس کو مان چکے ہیں، سو ان کی حجت بازی لغو ہے"(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ حضور نبی رحمت ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ دیہات میں نکلے اور انہوں نے لوگوں سے رزق اور خوش حالی و فراخی کی ایسی چیزیں حاصل کیں جن سے وہ نفع اٹھا سکتے تھے اور جن لوگوں کو انہوں نے پایا انہیں ہدایت کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 80، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 81 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 82

طرف دعوت دی۔ تو کچھ لوگوں نے انہیں کہا: ہم تمہیں صرف اس طرح دیکھ رہے ہیں کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور ہمارے پاس آگئے۔ تو یہ سن کر انہوں نے بھی اپنے دلوں میں کچھ حرج اور تنگی محسوس کی۔ چنانچہ وہ تمام کے تمام دیہات سے واپس آگئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ بعض نکلے اور بعض بیٹھے اور وہ خیر اور نیکی کی خواہش کرتے ہیں لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ اور تاکہ وہ لوگوں کو وہ (احکام) سنا سکیں جو ان کے بعد نازل ہوئے۔ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ فرمایا جب سارے کے سارے لوگ ان کی طرف واپس لوٹ آئیں (تو وہ اپنی قوم کو ڈرائیں) لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ "تاکہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں" (1)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۳﴾

"اے ایمان والو! جنگ کرو ان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے اور چاہیے کہ وہ پائیں تم میں سختی اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جنگ کرو ان کافروں سے جو تمہارے آس پاس ہیں یعنی جو زیادہ قریب ہیں پھر جو ان کے بعد قریب ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ کفار عرب جو آپ کے آس پاس تھے آپ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ آپ ان سے فارغ ہو گئے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے جعفر بن محمد سے بیان کیا ہے ان سے دیلم کی جنگ کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: ان سے جنگ کرو کیونکہ وہ انہیں میں سے ہیں جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جب ان سے روم اور دیلم کی جنگ کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً فرمایا غِلْظَةً کا معنی شدت اور سختی ہے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ ان سے دیلم کی جنگ کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ فرمایا روم مراد ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غِلْظَةً کا معنی شدت اور سختی ہے۔

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِیْمَانًا ۚ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 79، بیروت   2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 84

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

"اور جب کبھی نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو بعض ان میں سے وہ ہیں جو (شرارتاً) کہتے ہیں کہ کس کا تم میں سے زیادہ کر دیا ہے اس سورت نے ایمان۔ تو وہ (سن لیں) ایمان والوں کے ایمان میں اس سورت نے اضافہ کر دیا ہے اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں اور جن کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے تو بڑھا دی اس سورت نے ان میں اور پلیدی ان کی (سابقہ) پلیدی پر اور وہ مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں ہر سال ایک بار یا دو بار پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت قبول کرتے ہیں"۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ کے بارے میں فرمایا کہ منافقین میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب سورت نازل کی گئی، وہ اس کے ساتھ ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان اور تصدیق میں اضافہ کر دیا اور اس کے سبب وہ خوشیاں منا رہے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ کے ضمن میں کہا کہ اس سورت نے ان کے سابقہ شک میں اور شک کا اضافہ کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یُفْتَنُوْنَ بمعنی یُبْتَلَوْنَ (کہ وہ آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں) ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یُفْتَنُوْنَ بمعنی یُبْتَلَوْنَ (وہ آزمائے جاتے ہیں) ہے اور فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ کی تفسیر میں فرمایا یعنی وہ ہر سال ایک بار یا دو بار قحط سالی اور بھوک و افلاس کے ساتھ آزمائے جاتے ہیں (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ دشمن کے سبب ہر سال ایک بار یا دو بار آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ کی تفسیر میں حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 86، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 87

قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ لڑنے کے سبب آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بکار بن مالک رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار بیماری میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب بندہ بیمار ہو پھر اسے صحت عطا کی جائے اور وہ خیر اور نیکی میں اضافہ نہ کرے تو ملائکہ علیہم السلام اس کے بارے کہتے ہیں یہ وہ ہے جسے ہم نے دوا دی لیکن دوا نے اسے نفع نہیں دیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان کے لیے ہر سال میں ایک بار یا دو بار جھوٹ بولنا ہوتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم ہر سال ایک بار یا دو بار جھوٹ سنتے ہیں اور اسی کے سبب بہت سے لوگوں کی جماعت گمراہ ہو جاتی ہے (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے۔ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَمَا يَتَذَكَّرُوْنَ۔

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

"اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو دیکھنے لگتے ہیں ایک دوسرے کی طرف کیا دیکھ تو نہیں رہا تمہیں کوئی پھر چل دیتے ہیں۔ پھیر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کیونکہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ "کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں"۔ اس سے منافقین مراد ہیں (3)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ (کیا کوئی تمہیں دیکھ تو نہیں رہا) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ وہ ہمیں اس کے سبب پکڑے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کیا دیکھ تو نہیں رہا تمہیں ایسا انسان جس نے تمہاری خبر سن رکھی ہو، اگر کسی نے تمہیں دیکھا ہے تو وہ آپ کو خبر دے دیگا۔ جب کسی شے کے بارے کوئی (حکم) نازل ہوتا تو وہ ان کے کلام کے بارے خبر دے دیتا اور وہی لوگ منافقین ہیں۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 87، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 89

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم یہ نہ کہو کہ ہم نماز سے پھر کر آئیں ہیں۔ کیونکہ ایک قوم پھری تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے۔ بلکہ تم یہ کہو: ہم نے نماز پوری کر لی ہے (یعنی ہم نے نماز ادا کر لی ہے) (1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نہیں کہا جائے گا ہم نماز سے پھر آئیں ہیں: بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ہم نے نماز ادا کر لی ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

"بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے"۔

امام عبد بن حمید، حارث بن ابی اسامہ نے مسند میں، ابن منذر، ابن مردویہ، ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب میں کوئی قبیلہ بھی نہیں مگر یہ کہ اس نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دیا ہے چاہے وہ مضر ہو، ربیعہ ہو اور یمانی ہو۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی نے سنن میں اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اسی آیت کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی ولادت میں سے کوئی شے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہنچی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، میں زنا سے پیدا نہیں ہوا (2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کے ضمن میں فرمایا: تحقیق تم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دیا اے معشر عرب! (3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنْفُسِكُمْ کا معنی کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں نسباً، صہراً اور حسباً تمہیں میں سے ہوں۔ مجھ میں اور میرے آباء میں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر کہیں بھی زنا نہیں۔ تمام کے تمام نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ یعنی قدر و مرتبہ کے اعتبار سے تم سے اعظم اور اعلیٰ ہیں (4)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 88، بیروت   2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 89   3۔ طبقات کبری، جلد 10، صفحہ 21

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 262 (2945) دار الکتب العلمیہ بیروت

یہ ارشادفرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا اور بدکاری سے (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی شے نے مجھے جنم نہیں دیا۔ مجھے جنم نہیں دیا مگر نکاح نے، جو کہ نکاح اسلام کی مثل ہے (2)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا سے (3)۔

امام ابن سعد اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے مصنف میں حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں میں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اہل جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کوئی شے مجھ تک نہیں پہنچی۔ میں پاکیزہ طریقہ سے ہی پیدا ہوا (4)۔

ابن ابی عمر العدنی نے مسند میں، طبرانی نے الاوسط میں، ابونعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ میں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر میرے ماں، باپ کے مجھے جنم دینے تک زمانہ جاہلیت کی کوئی شے مجھ تک نہیں پہنچی (5)۔

امام ابونعیم نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے والدین نے کبھی بھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلسل پاکیزہ اور طیب اصلاب سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کیا ہے اور مصفی ومہذب بنایا ہے۔ کوئی بھی دوگروہ تقسیم نہیں ہوئے مگر میں ان میں سے بہتر اور اچھے گروہ میں سے ہوا (6)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عربوں میں سے بہتر مضر ہیں، مضر میں سے بہتر بنوعبد مناف ہیں، بنی عبد مناف میں سے بہتر بنی ہاشم ہیں اور بنی ہاشم میں سے بہتر اور افضل بنی عبد المطلب ہیں، قسم بخدا! جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے، کوئی دوگروہ تقسیم نہیں ہوئے مگر میں ان میں سے افضل اور بہترین میں ہوں۔

امام بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ لوگ دوگروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے افضل گروہ میں رکھا۔ مجھے اپنے والدین سے پیدا کیا گیا ہے۔ عہد جاہلیت کی کوئی شے مجھے نہیں پہنچی۔ آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا سے۔ یہاں تک کہ میں اپنے ماں باپ

1۔ طبقات کبریٰ، باب ذکر امہات الرسول، جلد 1، صفحہ 61، دار صادر بیروت

2۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 329 (10812) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 61

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 303 (31641) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

5۔ دلائل النبوۃ از ابونعیم، باب فضیلۃ النبی ﷺ، جلد 1، صفحہ 65، المکتبۃ العربیہ بیروت

6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 66

تک پہنچ گیا۔ پس میں ذات کے اعتبار سے بھی تم سے اشرف ہوں اور آباء کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں (1)۔

امام ابن سعد، بخاری اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اولاد آدم کے بہترین انسانوں میں سے قرن بعد قرن مبعوث کیا گیا ہے یہاں تک کہ میں اس زمانہ سے ہوں جس میں میں ہوں (2)۔

امام ابن سعد، مسلم، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا (3)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اپنی بہترین اور افضل مخلوق میں سے بنایا۔ پھر جب انہیں تقسیم کیا تو مجھے بہترین فریق میں سے بنایا۔ پھر جب قبائل کی تخلیق فرمائی تو مجھے ان میں سے افضل اور اعلیٰ قبیلہ سے بنایا اور جب انفس کو تخلیق فرمایا تو مجھے ان میں سے افضل اور بہترین بنایا۔ پھر جب گھر بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین گھر والا بنایا۔ پس میں گھر اور ذات کے اعتبار سے ان تمام سے افضل واشرف ہوں (4)۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور مخلوق میں سے بنی آدم کو چن لیا اور بنی آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا اور عرب میں سے مضر کو چنا پھر مضر میں سے قریش کو چنا اور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرما کر افضل و اعلیٰ قرار دیا۔ چنانچہ میں نیکوں اور اشرف افراد سے نیک اور اعلیٰ کردار افراد کی منتقل ہوا ہوں (5)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا اور مجھے ان میں سے افضل اور بہتر حصے میں سے بنایا پھر اس نصف (ایک حصہ) کو تین میں تقسیم کیا اور میں ان تین میں سے افضل میں ہوں۔ پھر لوگوں میں سے عرب کو پسند فرمایا، پھر عربوں میں سے قریش کو چنا۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو پسند فرمایا۔ پھر بنی ہاشم میں سے بنی عبد المطلب کو پسند کیا اور پھر بنی عبد المطلب میں سے مجھے منتخب فرمایا (6)۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 135　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 136　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 130
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 131　5۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی ﷺ، جلد 2، صفحہ 229 (1606)
6۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 20، دار صادر بیروت

امام ابن سعد اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو پسند فرمایا پھر ان میں سے کنانہ کو چنا۔ پھر ان میں سے قریش کو چنا۔ پھر ان میں سے بنی ہاشم کو اختیار کیا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو اختیار فرمایا، پھر عرب میں سے کنانہ کو پسند کیا، پھر کنانہ میں سے قریش کو چنا اور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو اختیار کیا اور پھر بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا (2)۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کبھی کسی زنا کار نے اس وقت سے جنم نہیں دیا جب سے میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکلا ہوں۔ امم مجھے بلند مرتبہ سردار سے عظیم المرتبہ کی طرف منتقل کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ میں عرب کے افضل ترین دو قبیلوں یعنی ہاشم اور زہرہ سے ظاہر ہوا (3)۔

ابن ابی عمر العدنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ مخلوق کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال قبل قریش اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور تھے۔ وہ نور تسبیح بیان کرتا اور ملائکہ بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو وہ نور ان کی صلب میں ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت آدم علیہ السلام کی صلب میں زمین کی طرف اتارا۔ پھر مجھے حضرت نوح علیہ السلام کی صلب میں رکھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلب میں مجھے ڈال دیا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ مجھے کریم صلبوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف مسلسل منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے والدین کے درمیان سے ظاہر کر دیا (پیدا فرما دیا) اور انہوں نے کبھی بھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔

امام بیہقی نے ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ ایک قوم نے آپ ﷺ میں کوئی عیب نکالا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہو گئے اور پھر ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا اور انہیں دو فرقوں میں تقسیم کر دیا اور مجھے دونوں میں سے اچھے اور بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبائل بنا دیئے۔ مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے۔ تو مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قبیلہ اور خاندان دونوں کے اعتبار سے تم سے بہتر اور افضل ہوں (4)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس حال میں کہ آپ تک وہ بعض باتیں پہنچی تھیں جو لوگ کیا کرتے تھے سو آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 130، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 21، دار صادر بیروت
3۔ تاریخ مدینہ دمشق الکبیر، جلد 1، صفحہ 346، دار المسیرہ بیروت
4۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 168

اور مجھے اپنی بہترین مخلوق میں رکھا۔ پھر ان کے دو فرقے بنائے اور مجھے بہترین فرقہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبائل بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ اور پھر ان کے خاندان بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں پیدا فرمایا۔ پس میں خاندان کے اعتبار سے بھی تم سے بہتر ہوں اور ذات کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں۔ ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور صحیح قرار دیا اور نسائی نے اسے عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت کیا ہے(1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کوئی نبی بھیجنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اہل زمین میں سے سب سے بہترین اور افضل قبیلہ کی طرف دیکھتا ہے اور ان میں سے افضل ترین آدمی کو تاج نبوت پہنا دیتا ہے(2)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اے محمد! ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اور میں نے زمین کے مشرق و مغرب میں زمین کے میدانوں اور پہاڑوں میں چکر لگایا تو میں نے عرب سے بہتر اور اچھا کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے حکم ملا اور میں عرب میں گھومتا رہا اور مضر سے اچھا کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا اور میں نے مضر میں چکر لگایا اور کنانہ سے بڑھ کر اچھا کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم ہوا اور میں کنانہ میں گھوما پھرا، تو میں نے قریش سے بہتر کوئی خاندان نہیں پایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا اور میں نے قریش کا چکر لگایا۔ تو بنی ہاشم سے بڑھ کر اچھا کسی خاندان کو نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم ہوا کہ میں ان کے افراد میں سے کسی کا چناؤ کروں۔ تو میں نے آپ کی ذات سے بڑھ کر بہترین اور افضل و اعلیٰ کسی نفس کو نہیں پایا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ، ابن منیع نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں یوسف بن مہران کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہ آخری آیت جو حضور نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی اور ایک روایت کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم میں سے آخر میں جو نازل ہوا وہ یہ آیت ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ الی آخر الآیہ(4)۔

امام ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن انباری نے المصاحف میں اور ابن مردویہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: بے شک قرآن نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو بیان کر دیا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ میں ہے: آسمان میں یہ دو آیتیں ہیں: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ الی آخر السورۃ۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں، خطیب نے تلخیص المتشابہ میں اور ضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب ذکر شرف الرسول ﷺ، جلد 1، صفحہ 168، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 25، دار صادر بیروت

3۔ نوادر الاصول، باب عقاب من غش العرب، صفحہ 96، دار صادر بیروت　4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 92، بیروت

حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قرآن کریم مصحف میں جمع کیا۔ پس کچھ آدمی لکھتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انہیں املا کراتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سورۂ برأت کی اس آیت تک پہنچ گئے ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴿۱۲۷﴾ تو انہیں یہ گمان ہوا کہ یہی آیت ہے جو قرآن کریم میں سے آخر میں نازل ہوئی۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کے بعد دو آیتیں مزید پڑھائی ہیں۔ یعنی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ سے لے کر وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴿۱۲۹﴾ تک۔ پس قرآن کریم میں سے یہی سب سے آخر نازل ہوئیں۔ فرمایا پس وہ امر اختتام پذیر ہوا۔ جیسے لا الہ الا اللہ کے ساتھ شروع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴿۲۵﴾ (الانبیاء) "اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے پس میری عبادت کیا کرو" (1)۔

امام ابن سعد، احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن حبان، ابن منذر، طبرانی اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ کے قتل کے بعد مجھے بلا بھیجا اور آپ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عمر میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ جنگ یمامہ نے بہت سے لوگوں کو لقمہ اجل بنا دیا ہے اور میں یہ خوف محسوس کر رہا ہوں کہ اگر جنگوں میں قراء اسی طرح جام شہادت نوش کرتے رہے، تو بہت سا قرآن گم ہو جائے گا، مگر یہ کہ تم اسے جمع کر دو اور میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ تم قرآن کریم جمع کر دو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہے کہ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! یہ کام خیر اور نیکی کا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار اس کام کے بارے میں مجھ پر اصرار کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرا سینہ کھول دیا ہے اور اب میری بھی وہی رائے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ تم نوجوان آدمی ہو اور نہ ہی ہم تمہارے بارے میں کوئی شک کرتے ہیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وحی بھی لکھتے رہے ہو۔ سو تم قرآن کریم تلاش کرو اور اسے جمع کر دو۔ قسم بخدا! اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے منتقل کرنے کا پابند بناتے تو وہ مجھ پر اس سے بھاری نہ ہوتا کہ ان دونوں نے مجھے جمع قرآن کا حکم فرمایا میں نے کہا: تم دونوں کیسے وہ کام کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! یہ خیر اور نیکی کا کام ہے۔ پس میں مسلسل اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے اس نے ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ وسیع کر دیا تھا۔ پس میں اٹھا اور قرآن کریم کو تلاش کیا اور کاغذ کے ٹکڑوں، پالانوں،

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 134، دار صادر بیروت

کھجور کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے اسے جمع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے سورۂ توبہ کی دو آیتیں صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے پائیں اور ان کے سوا کسی اور سے وہ نہ ملیں۔ اور وہ یہ ہیں لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ...... الی آخرھما۔ اور وہ صحف جن میں قرآن کریم جمع کیا گیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف وصال عطا فرمایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت سے سرفراز فرمایا اور پھر وہ حضرت حفصہ ام المومنین بنت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی آیت مصحف میں نہیں لکھتے تھے یہاں تک کہ دو آدمی شہادت دیتے۔ پس انصار میں سے ایک آدمی دو آیتیں لے کر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان پر کبھی بینہ طلب نہیں کروں گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تھے (2)۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جنگ میں بہت سے قراء لقمہ اجل بن گئے تو اس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم ضائع ہونے کا خوف لاحق ہوا۔ تو آپ نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما دونوں سے کہا: مسجد کے دروازے پر بیٹھو اور جو بھی کتاب اللہ کی کسی آیت پر تمہارے پاس دو گواہ لائے، تم اسے لکھ لو۔

امام ابن اسحاق، احمد بن حنبل اور ابن ابی داؤد رحمہم اللہ نے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت حارث بن خزیمہ سورۂ برأت کے آخر سے یہ دو آیتیں لے کر آئے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تا وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس پر تمہارے ساتھ کون شاہد ہے؟ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! میں نہیں جانتا مگر یہ کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بالیقین یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی ہیں، انہیں یاد کیا ہے اور انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ بالیقین تو نے یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ اگر یہ تین آیات ہوتیں تو میں انہیں علیحدہ سورہ بنا دیتا۔ پس تم قرآن کریم کی کوئی سورت دیکھو اور انہیں اس کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ یہ سورۂ برأت کے آخر میں ملا دی گئیں (3)۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سے متعلقہ کوئی شے حاصل کی ہو تو وہ ہمارے پاس لے کر آئے۔ وہ اسے صحف، تختیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر لکھتے تھے اور آپ کسی سے کوئی شے قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دو شاہد اس کی شہادت دیتے۔ ابھی آپ قرآن کریم جمع کر رہے تھے کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری قبول کی اور

1۔ صحیح بخاری، باب لقد جاء کم رسول، جلد 2، صفحہ 676، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 91، دار احیاء التراث العربی بیروت 3۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 199، دار صادر بیروت

اٹھ کر لوگوں کو فرمایا جس کے پاس کتاب اللہ کا کوئی حصہ ہو وہ اسے لے کر ہمارے پاس آئے۔ آپ بھی کسی سے کوئی شے قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دو گواہ اس کی شہادت دے دیتے۔ پھر حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور کہا بے شک میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم نے دو آیتیں چھوڑ دی ہیں۔ تم نے انہیں نہیں لکھا۔ انہوں نے پوچھا: وہ کون سی ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دو آیتیں لی ہیں یعنی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ الی آخر السورۃ۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے ہم انہیں کہاں رکھیں؟ تو انہوں نے کہا: قرآن کریم میں سے جو آخر میں نازل ہوا ان دونوں کو اس کے ساتھ بطور خاتمہ آخر میں ذکر کر دیں۔ چنانچہ ان دونوں کے ساتھ سورۂ برأت کو ختم کیا گیا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الآیہ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو انہیں میں سے بنایا کہ وہ اس پر آپ سے حسد نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت وکرامت عطا فرمائی (1) ان میں سے ایمان لانے والوں کا مشقت میں پڑنا آپ پر گراں گزرتا ہے اور آپ ان کے گمراہوں کے لیے حریص ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ ''مومنین کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا (اور) بہت رحم فرمانے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شے تم پر شاق گزرتی ہے وہ اس پر شدید ہوتی ہے۔ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ یعنی بہت ہی خواہش مند ہے کہ تمہارے کفار ایمان لائیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین آئے اور مجھے کہا: اے محمد! آپ کا رب آپ کو سلام فرمارہا ہے اور یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی طرف بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ یہ آپ کے حکم کے سوا کچھ نہ کرے۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر پہاڑ گرادوں۔ اور اگر چاہیں تو میں ان پر پتھر برساؤں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں انہیں زمین میں دھنسادوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے پہاڑوں کے فرشتے! میں ان کے پاس آیا ہوں، شاید ان سے ایسی نسل پیدا ہوگی جو کہیں گے: لا الٰہ الا اللہ۔ تو اس پر پہاڑوں کے فرشتے نے کہا: آپ ایسے ہی ہیں جیسے آپ کے رب نے آپ کو نام دیا ہے یعنی رؤف رحیم (بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح حنفی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور وہ اپنی رحمت صرف رحیم پر ہی رکھتا ہے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم سارے اپنے مالوں اور اپنی اولاد کے ساتھ رحم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح نہیں۔ بلکہ اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 90، بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جہینہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی: بے شک آپ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے ہیں۔ سو ہمیں یقین دلائیے کہ ہم آپ سے محفوظ رہیں گے اور آپ ہم سے محفوظ رہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم امن طلب کر رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح حنفی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور رحم کرنے والے کو پسند کرتا ہے، وہ ہر رحیم پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ بلاشبہ ہم اپنی جانوں، اپنے مالوں اور اپنی ازواج پر بھی رحم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح نہیں۔ بلکہ اس طرح ہو جاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ الآیہ۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

"(اے حبیب!) پھر اگر منہ موڑ لیں تو آپ فرمادیں کافی ہے مجھے اللہ، نہیں کوئی معبود بجز اس کے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر کفار منہ موڑ لیں حضور نبی کریم ﷺ سے (تو آپ فرمادیں کافی ہے مجھے اللہ) اور یہ مومنین میں ہے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے: ایک سریہ سرزمین روم کی طرف نکلا۔ تو ان میں سے ایک آدمی گرا اور اس کی ران ٹوٹ گئی۔ پس انہوں نے اسے اٹھانے کی استطاعت نہ رکھی، تو انہوں نے اس کا گھوڑا اس کے پاس باندھ دیا۔ اور اس کے پاس پانی اور کچھ سامان خوراک کی چیزیں رکھ دیں۔ جب وہ مڑے تو ایک آنے والا اس کے پاس آیا اور اس نے اسے کہا: تجھے یہاں کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میری ران ٹوٹ گئی تو میرے ساتھی مجھے یہاں چھوڑ گئے تو اس نے کہا: جہاں تو درد محسوس کر رہا ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھ اور یہ کہہ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ فرمایا: اس نے اپنا ہاتھ رکھا اور یہ آیت پڑھی۔ تو اس کی وہ جگہ درست اور صحیح ہوگئی اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابوالدرداء سے موقوف اور ابن السنی نے حضرت ابوالدرداء سے روایت بیان کی ہے کہ رسول

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 91، داراحیاء التراث العربی بیروت

اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح وشام سات مرتبہ یہ پڑھا فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ تو دنیا اور آخرت کے امور میں سے جس نے بھی اسے پریشان کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے (1)۔

امام ابن النجار رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے جس نے صبح کے وقت سات بار یہ پڑھا فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ نہ اس دن اسے کوئی مصیبت پہنچے گی اور نہ اس رات اس کو اذیت اور غم لاحق ہوگا، نہ اس سے کوئی چیز چھینی جائے گی اور نہ وہ غرق ہوگا۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ تو اس کے بارے ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرش کی بلندی کی وجہ سے اس کا نام عرش رکھا گیا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں سعد الطائی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش اور کرسی کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور عرش کرسی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ ملائکہ کرسی کے درمیان (اندر) میں ہیں اور عرش کے گرد چار نہریں ہیں۔ ایک نہر نور کی ہے جو چمک رہا ہے، ایک نہر آگ کی ہے جو بھڑک رہی ہے۔ ایک نہر سفید برف کی ہے جس سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور ایک نہر پانی کی ہے اور ملائکہ ان نہروں میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ اور ساری مخلوق کی زبانوں کی تعداد کے برابر عرش کی زبانیں ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے اور ان زبانوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرش سرخ یاقوت کا ہے، ملائکہ میں سے ایک نے اس کی طرف اور اس کی عظمت کی طرف دیکھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی، میں نے تجھ میں ستر ہزار ملائکہ کی قوت رکھی ہے جن میں سے ہر فرشتہ کے ستر ہزار پر ہیں، پس تو اڑ، چنانچہ وہ فرشتہ اپنی اس قوت اور پروں کے ساتھ اتنا اڑا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اڑے اور ٹھہر گیا اور دیکھا تو ایسے محسوس ہوا گویا اس نے قصد کیا ہی نہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حماد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو سبز زمرد سے پیدا فرمایا ہے اور سرخ یاقوت سے اس کے چار پائے بنائے ہیں۔ اس کی ہزار زبانیں بنائی ہیں اور زمین میں ہزار امت پیدا فرمائی ہے اور ہر امت عرش کی زبانوں میں سے ایک زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

امام طبرانی اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک عرش کو سانپ کے کنڈل کا طوق پہنایا گیا ہے اور وحی زنجیروں میں نازل ہوتی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے وہ دیکھ رہے ہیں کہ عرش حرم پر ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرش پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہو سکتا جس نے اسے پیدا کیا ہے اور عرش کی تخلیق میں آسمان اس طرح ہیں جیسے صحرا میں ایک قبہ۔

1۔ سنن ابوداؤد مع شرح، باب ما یقول اذا اصبح، جلد 4، صفحہ 482، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام سعید بن منصور، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے: آسمان اور زمین عرش سے اتنی مقدار ہی جگہ کا احاطہ کرتے ہیں جس طرح وسیع بیابان سے ایک انگوٹھی جگہ گھیرتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عرش میں آسمان اس قندیل کی طرح دکھائی دیتے ہیں جو زمین وآسمان کے درمیان لٹکائی ہوئی ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن یزید بصری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے اس کتاب میں ہے جس پر حضرت ہارون علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا کہ ہمارا یہ سمندر نبطس کی خلیج ہے اور نبطس اس کے علاوہ ہے جو کہ زمین کو محیط ہو اور زمین اور اس کے اوپر پائے جانے والے سمندر نبطس کے سامنے اس طرح ہے جیسے سیف البحر کے سامنے ایک چشمہ اور نبطس کے اوپر قینس ہے جو زمین کو محیط ہے۔ نبطس اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر چشمہ۔ اور قینس کے پیچھے اصم ہے جو زمین کو محیط ہے۔ اور قینس اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہے جیسے سیف البحر پر چشمہ۔ اور اصم سے پیچھے مظلم ہے جو زمین کو محیط ہے اور اصم اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر چشمہ۔ اور مظلم کے پیچھے الماس کا ایک پہاڑ ہے جو زمین کو محیط ہے۔ اور مظلم اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر ایک چشمہ۔ اور الماس کے پیچھے الباکی ہے اور یہ میٹھا پانی ہے جو زمین کو محیط ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے نصف کو حکم دیا ہے کہ وہ عرش کے نیچے ہو۔ پس اس نے جمع ہونا چاہا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے جھڑک دیا۔ تو وہ رو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر رہا ہے۔ پس الماس اور اس سے کم اس کے نزدیک اس طرح ہیں جیسے سیف البحر کے سامنے ایک چشمہ، اور اس کے پیچھے عرش ہے جو زمین کو محیط ہے۔ اور الباکی اور اس سے کم عرش کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر ایک چشمہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ساتوں آسمان کرسی میں اس طرح ہیں جیسا کہ سات دراہم ڈھال میں پھینک دیئے گئے ہوں۔ ابن زید نے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ عرش میں کرسی اس طرح ہے جیسا کہ لوہے کا ایک حلقہ زمین کے وسیع بیابان میں پھینک دیا گیا ہو اور کرسی موضع القدمین ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرمایا، عرش کی ستر ہزار ساق ہیں اور ہر ساق زمین وآسمان کے دائرے کی طرح ہے۔

امام عبد بن حمید، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ ملائکہ اور عرش کے درمیان ستر پردے ہیں۔ ایک حجاب نور کا ہے۔ ایک حجاب ظلمۃ (تاریکی) کا ہے پھر ایک حجاب نور کا اور ایک حجاب تاریکی کا ہے..... علی ہذا القیاس۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصیبت کے وقت یہ کہا کرتے تھے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْعَلِيْمُ، لَا

57A

اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِيْنَ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ''(1)

امام نسائی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے چند کلمات سکھائے جو کلمات رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھائے تھے۔ آپ مصیبت کے وقت وہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ اور جب بھی آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ یہ پڑھتے: ''لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''(2)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ کی سند سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے: تم اپنے مردوں کو تلقین کرو ''لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ یہ زندہ کے لیے کیسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: انتہائی عمدہ ہے، انتہائی عمدہ ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن جعفر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور اسے علیحدگی میں فرمایا: جب موت تیرے قریب آجائے یا دنیوی امور میں سے کوئی خوفناک امر پیش آجائے تو یہ کہتے ہوئے اس کا سامنا کرنا: ''لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''(4)

امام احمد نے الزہد میں ابو الشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حزقیل بخت نصر کے سبا میں بیت المقدس کے دانیال کے ساتھ تھا۔ حزقیل نے یہ گمان کیا کہ وہ فرات کے کنارے سو رہا ہے۔ سو اس کے پاس ایک فرشتہ آیا حالانکہ وہ سو رہا تھا اور اسے سر سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کے خزانہ میں جا کر رکھا۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ تو اچانک عرش کے نیچے آسمان کھل گئے اور عرش اور جو اس کے اردگرد تھا وہ سب میرے لیے ظاہر ہو گیا۔ پس میں نے اس شگاف سے ان کی طرف دیکھا اور جب میں نے عرش کی طرف دیکھا کہ وہ آسمانوں اور زمین پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ اور جب آسمانوں اور زمین کی طرف دیکھا تو انہیں بطن عرش کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھا اور چار فرشتے اسے اٹھائے ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر فرشتے کے چار چہرے تھے۔ ایک چہرہ انسان کا، ایک چہرہ گدھ کا، ایک چہرہ شیر کا اور ایک چہرہ بیل کا۔ جب اس منظر نے ان کے بارے مجھے انتہائی متعجب کیا۔ تو میں نے ان کے قدموں کی طرف دیکھا۔ تو دیکھا کہ وہ زمین میں ایک بچھڑے پر ہیں جن کے ساتھ وہ گھوم پھر رہا ہے پھر دیکھا کہ عرش کے سامنے ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس کے چھ پر ہیں۔ ان کا رنگ اونٹ کے بچے کے رنگ کی طرح ہے۔ وہ اسی مقام پر اس وقت سے کھڑا ہے

1۔ صحیح بخاری، باب الدعاء عند الکرب، جلد 2، صفحہ 939، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 256 (10223)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ نوادر الاصول، باب فی کلمات الفرج والمغفرۃ، صفحہ 219، دار صادر بیروت

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب عند الکرب، جلد 6، صفحہ 20 (29157)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور قیامت قائم ہونے تک کھڑا رہے گا اور وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اور ایک فرشتہ اس سے نیچے ہے میں نے اسے مخلوق کی ہر شے سے عظیم دیکھا۔ اور وہ حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ اور یہی آسمان کے فرشتوں پر خلیفہ ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے کچھ فرشتے عرش کا طواف کر رہے ہیں یہاں تک کہ قیامت ہو جائے گی (وہ اسی حالت پر رہیں گے) اور وہ کہہ رہے ہیں "قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا اِلٰهُ الْقَوِیِّ مَلَأَتْ عَظَمَتُهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ" اور کچھ فرشتے ان سے نیچے ہیں۔ ان میں سے ہر فرشتے کے چھ پر ہیں۔ دو پروں کے ساتھ وہ اڑتا ہے جب کہ یہی ملائکہ المقربین ہیں۔ ان سے نیچے والے فرشتے اس وقت سے سجدے میں ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا فرمایا ہے یہاں تک کہ صور میں پھونک دیا جائے گا۔ سو جب صور میں پھونکا جائے گا تو وہ اپنے سر اٹھائیں گے۔ اور جب وہ عرش کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے سُبْحَانَكَ مَاكُنَّا نَقْدَرُكَ حَقَّ قُدْرَتِكَ "تیری ذات پاک ہے، ہم اس طرح قادر نہیں ہو سکے جس طرح تیری قدرت کا حق تھا"۔ پھر میں نے عرش کو دیکھا کہ وہ اس شگاف سے لٹک رہا ہے اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر وہ زمین آسمان کے درمیان والے محل کی طرف وسیع ہو گیا اور وہ ان دونوں کے مابین کے ساتھ متصل ہو گیا، پھر وہ باب الرحمت سے داخل ہوا اور وہ اس کی قدرت رکھتا تھا۔ پھر وہ مسجد کی طرف وسیع ہوا اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر وہ صخرہ (چٹان) پر واقع ہوا اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر اس نے کہا: اے ابن آدم! بجلی گری اور میں نے ایک ایسی آواز سنی ہے کہ میں نے اس کی مثل آواز کبھی نہیں سنی پھر وہ ختم ہو گئی ہے اور میں اس آواز کی قدرت رکھتا ہوں۔ اور جب اس نے وہ آواز نکالی تو وہ ایک لشکر کی طرح تھا جو جمع ہوا اور ایک ہی آواز کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھا۔ یا ایک گروہ کی طرح تھا جو اکٹھا ہوا اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دھکیلا اور ان کے بعض بعض سے آگے آ گئے۔ یا وہ اس سے بھی اعظم اور بڑا تھا۔

حزقیل نے کہا جب میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تو اس نے کہا: اسے اٹھاؤ، کیونکہ یہ کمزور ہے اسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے پھر اس نے کہا تو اپنی قوم کی طرف چلا جا۔ تو ان پر میری جانب سے ہراول دستے کی طرح ہے۔ ان میں سے جسے تو نے دعوت دی اور اس نے تیری دعوت کو قبول کر لیا اور وہ تیری راہنمائی کے ساتھ ہدایت پا گیا۔ تو تیرے لیے بھی اس کی مثل اجر ہو گا۔ اور جس سے تو غافل رہا (یعنی تو نے اسے دعوت حق نہ دی) یہاں تک کہ وہ گمراہی میں ہی مر گیا۔ تو تجھ پر بھی اس کے بوجھ کی مثل بوجھ ہو گا اور ان کے بوجھوں سے بھی کسی شے کی کمی نہیں کی جائے گی۔ پھر وہ عرش کے ساتھ بلند ہو گیا اور میں اٹھا، یہاں تک کہ میں فرات کے کنارے کی طرف لوٹ آیا۔ پس اسی اثناء میں کہ میں فرات کے کنارے سویا ہوا تھا اچانک میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اس نے میرا سر پکڑا اور مجھے اٹھا لیا یہاں تک کہ اس نے مجھے بیت المقدس کے پہلو میں پہنچا دیا۔ پس جب میں پانی کے حوض کے پاس پہنچا میرے قدم آگے نہ بڑھے۔ پھر میں اس سے جنت کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی نہروں کے کناروں پر درخت تھے اور وہ درخت ایسا ہے کہ نہ اس کے پتے بکھرتے ہیں اور نہ اس کی عمر ختم ہوتی ہے۔ پس اس میں طلع (کھجور کا درخت) قضیب (میدانی درخت) بیع (پہاڑی درخت) اور قطیف (انگور کی بیل) ہیں۔ میں نے پوچھا: جنت کا لباس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جنت کا لباس کپڑے کا ہے جیسا کہ حوروں کا لباس۔ یہ اسی رنگ پر پھوٹیں گے جس پر ان کا مالک

چاہے گا۔ میں نے کہا: جنت کی ازواج کیا ہیں؟ پس وہ مجھ پر پیش کی گئیں۔ پس میں تو ان کے چہروں کے حسن کی چمک کے سبب بے ہوش ہو گیا۔ پس اگر انہیں سورج اور چاند کے مقابلہ میں لایا جائے تو ان میں سے ہر ایک کا چہرہ ان دونوں کی نسبت زیادہ روشن ہے۔ جب کہ ان میں سے کسی کا گوشت ان کی ہڈیوں کو نہیں چھپا رہا اور ان کی ہڈیاں اپنی مخ (کلفہ) کے لیے پردہ نہیں اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ جب ان کا صاحب ان کے پاس سوئے گا تو وہ بیدار ہو جائے گا اور وہ باکرہ ہیں۔ سو مجھے اس سے انتہائی تعجب ہوا۔ تو مجھے کہا گیا کیا تو اس پر تعجب کر رہا ہے؟ تو میں نے کہا: کیا ہے میرے لیے کہ میں اس پر تعجب نہ کروں؟ اس نے بتایا جس نے ان پھلوں میں سے کوئی کھا لیا جو تو نے دیکھے ہیں وہ ہمیشہ رہے گا اور جس نے ان ازواج میں سے کسی سے شادی کر لی اس سے غم اور حزن دور ہو جائے گا۔ پھر اس نے میرا سر پکڑا اور مجھے وہیں لوٹا دیا جہاں میں تھا۔

حزقیل نے کہا: پس اس اثناء میں کہ میں فرات کے کنارے سو رہا تھا۔ اچانک میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اس نے مجھے سر سے پکڑا اور مجھے اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ زمین کے ایک حصے میں جا کر مجھے رکھا۔ وہاں جنگ ہوئی تھی اور اس میں دس ہزار قتل ہوئے تھے۔ پرندے اور درندے ان کا گوشت نوچ رہے تھے اور ان کے جوڑ علیحدہ علیحدہ ہو چکے تھے۔ پھر اس نے مجھے کہا: بے شک یہ قوم گمان کرتی ہے کہ ان میں سے جو مر گیا یا قتل ہو گیا وہ مجھ سے چھوٹ گیا اور اس سے میری قدرت ختم ہو گئی پس تو انہیں بلا حزقیل نے کہا: سو میں نے انہیں بلایا۔ تو ہر ہڈی اپنے اس جوڑ کی طرف آئی جس سے وہ کٹی تھی۔ کوئی آدمی اپنے ساتھی کو اس سے بڑھ کر نہیں پہچانتا جتنا کہ ہڈی نے اس جوڑ کو پہچانا جس سے وہ جدا ہوئی تھی یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کے ساتھ مل گئیں۔ پھر ان پر گوشت اگا پھر رگیں پھوٹیں۔ پھر چمڑا اچھل گیا اور میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: میرے لیے ان کی ارواح کو بلاؤ، حزقیل کا بیان ہے کہ میں نے انہیں بلایا، تو ہر روح اپنے اس جسم کی طرف آئی جس سے وہ جدا ہوئی تھی پس جب وہ بیٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا: تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے جواب دیا: بے شک جب ہم مرے اور ہم نے زندگی سے مفارقت حاصل کی۔ تو ہمیں ایک فرشتہ ملا۔ اسے میکائیل کہا جاتا ہے اس نے کہا: اپنے اعمال لے آؤ اور اپنے اجر وصول کر لو۔ ہمارا تمہارے ساتھ، جو تم سے پہلے تھے اور جو تمہارے بعد ہوں گے ان کے ساتھ یہی طریقہ ہے۔ پس اس نے ہمارے اعمال میں دیکھا اور یہ پایا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ تو اس نے ہمارے جسموں پر کیڑا مسلط کر دیا۔ ارواح اس کا درد پانے لگیں اور ہماری ارواح پر غم مسلط کر دیا اور ہمارے جسم اس کا درد محسوس کرنے لگے۔ پس ہم اسی طرح کا عذاب پا رہے تھے یہاں تک کہ تو نے ہمیں بلایا۔ فرمایا: پھر اس نے مجھے اٹھایا اور اسی جگہ لوٹا دیا جہاں میں تھا(1)۔

1۔ کتاب الزہد، باب زہد یوسف علیہ السلام، صفحہ 104، دار الکتب العلمیہ بیروت

آیاتہا ۱۰۹ ﴿ سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ ۱۰ ﴾ رکوعاتہا ۱۱

امام نحاس، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۂ یونس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا: سورۂ یونس مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔

امام ابوالشیخ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ سورۂ یونس ساتویں (سورت) شمار کی جاتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انجیل کی جگہ رائیات طواسین تک عطا فرمائی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت احنف رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی۔ تو آپ نے یونس، ہود اور اس کے سوا سورتیں پڑھیں (1)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ①

"الف، لام، را، یہ آیتیں ہیں کتاب حکیم کی"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الٓرٰ کے بارے فرمایا: یہ فواتح السور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے یہ بھی اسماء ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور ابن نجار رحمہم اللہ نے تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الٓرٰ کا معنی ہے میں اللہ دیکھ رہا ہوں (انا اللہ اری)(2)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الٓرٰ، حمٓ اور ن یہ سب اسم مقطع ہیں (یعنی یہ ایک اسم ہے جسے علیحدہ علیحدہ حروف میں لکھا گیا ہے اور وہ اسم الرحمٰن ہے)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الٓرٰ، حمٓ اور ن لفظ رحمٰن کے متفرق حروف ہیں (3)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 310 (3546) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 93، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے الٓرٰ کے بارے فرمایا: الف، لام اور راء یہ لفظ الرحمٰن سے ہیں۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ تو اس کے بارے ابن ابی حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اس میں تِلْكَ بمعنی ھذہ (یہ) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ کے ضمن میں فرمایا: وہ کتابیں جو قرآن سے پہلے گزر چکی ہیں۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲

"کیا (یہ بات) لوگوں کے لیے باعث تعجب ہے کہ ہم نے وحی بھیجی ایک مرد (کامل) پر جو ان میں سے ہے کہ ڈراؤ لوگوں کو اور خوش خبری دو انہیں جو ایمان لائے کہ ان کے لیے مرتبہ بلند ہے ان کے رب کے ہاں، کفار نے کہا بلاشبہ یہ جادوگر ہے کھلا ہوا"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا، تو اہل عرب نے اس کا انکار کر دیا اور ان میں سے جنہوں نے انکار کیا۔ انہوں نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعظم و بلند تر ہے کہ اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بشر ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور یہ بھی فرمایا: وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ...... الآیہ (الانبیاء: 7) (1) پس جب اللہ تعالیٰ نے ان پر دلائل بار بار بیان فرمائے۔ تو انہوں نے کہا: اور جب وہ (رسول) بشر ہی ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا رسالت کا زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝۳۱ (الزخرف) "کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو دو شہروں میں بڑا ہے"۔ وہ کہنے لگے: وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شرف والا ہے یعنی مکہ سے ولید بن مغیرہ اور طائف سے مسعود بن عمرو ثقفی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ۔ الآیہ (الزخرف: 32) واللہ اعلم۔ "کیا وہ بانٹا کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو؟" واللہ اعلم۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ سعادت ہے جس کا تذکرہ ذکر اول میں ان کے لیے پہلے ہو چکا ہے (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 95، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 96

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کے لیے اجر حسن ہے ان اعمال کے عوض جو انہوں نے آگے بھیجا(1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قدم" سے مراد وہ عمل ہے جو انہوں نے آگے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ (یٰس:12)" اور لکھتے ہیں (ان اعمال کو) جو وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار کو جو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں"۔ آثار سے مراد ان کی گزرگاہ ہے۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مسجد میں دوستونوں کے درمیان چلے پھر فرمایا یہ اثر لکھ لیا گیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع رحمہ اللہ نے فرمایا: قَدَمَ صِدْقٍ کا معنی ہے صدق کا ثواب(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابوالشیخ رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قَدَمَ صِدْقٍ کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ اسی عمل پر اپنے رب کے ہاں آگے بڑھتے ہیں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد خیر اور نیکی ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد سلف صدق ہے۔ یعنی عمل صالح کے ساتھ آگے بڑھنا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے(4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت بکار بن مالک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ان کے رب کے ہاں بہت بلند ہے)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ان کے شفیع ہوں گے(5)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہی قول بیان کیا ہے: "مُحَمَّدٌ ﷺ شَفِيْعٌ لَّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" یعنی حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ان کے لیے شفیع ہوں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے قیامت کے دن سچے شفیع ہیں۔

حضرت حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد سلف صدق ہے(6)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کی مصیبت ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برداشت کی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 96، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 97
5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 96 6۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 368 (3293) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ رہا یہ ارشاد گرامی قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ تو اس کے بارے ابوالشیخ نے زائدہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سلیمان نے سورۂ یونس میں دو آیتوں میں لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ پڑھا ہے (1)۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴

”بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر متمکن ہوا عرش پر (جیسے اسے زیبا ہے) ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے، کوئی نہیں شفاعت کرنے والا مگر اس کی اجازت کے بعد، یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے، سو عبادت کرو اس کی، تو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے اسی کی طرف لوٹنا ہے تم سب نے، یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔ بے شک وہی ابتدا کرتا ہے پیدائش کی پھر وہی دہرائے گا اسے تاکہ جزا دے انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، انصاف کے ساتھ۔ اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا بوجہ اس کے کہ وہ کفر کرتے رہتے تھے“۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُدَبِّرُ الْاَمْرَ کا معنی ہے کہ وہ اکیلے ہر کام کا فیصلہ کرتا ہے اور اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ کی تفسیر میں فرمایا: وہی زندہ کرتا ہے مخلوق کو پھر وہی اسے مارے گا اور پھر وہی اسے زندہ کرے گا (2)۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵

”وہی ہے جس نے بنایا سورج کو درخشاں اور چاند کو نور اور مقرر کیں اس کے لیے منزلیں تاکہ تم جان لو گنتی برسوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 97، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 99-98

کی اور حساب۔ نہیں پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے مگر حق کے ساتھ، تفصیل سے بیان کرتا ہے (اپنی قدرت کی) نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے ہمارے رب نے دو کلموں کے ساتھ کلام فرمایا۔ ان میں سے ایک سورج بن گیا اور دوسرا چاند۔ یہ دونوں مکمل طور پر نور سے بنے ہیں اور دونوں قیامت کے دن جنت کی طرف لوٹ جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا کے ضمن میں فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو چاند کی ہیئت کی طرح نہیں بنایا تاکہ وہ دن سے رات کی علیحدہ پہچان کرا دے۔ اسی کے مطابق یہ ارشاد گرامی ہے فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ۔ الآیہ (الاسراء:12)

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آفتاب اور مہتاب دونوں کے چہرے (سامنے والی جانب) آسمان کی جانب ہیں اور دونوں کی پشتیں زمین کی طرف ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورج اور چاند دونوں کے چہرے عرش کی طرف ہیں اور دونوں کی پشتیں زمین کی طرف ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ان کے سامنے آگ تھی۔ جب وہ خوب بھڑکی تو آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ بڑی آگ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی پناہ طلب کر رہی ہے اور آپ نے چاند کو دیکھا جب کہ وہ غروب ہونے کے قریب تھا۔ تو فرمایا: قسم بخدا! یہ اب رو رہا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: سورج طلوع نہیں ہوتا یہاں تک کہ تین سو ستر فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں، کیا تو نے امیہ بن ابی صلت کو یہ کہتے نہیں سنا۔

لَيْسَتْ بِطَالِعَةٍ لَّنَا فِي رُسُلِنَا إِلَّا مُعَذَّبَةً وَإِلَّا تُجْلَدُ

"ہمارے لیے ہمارے رسولوں میں کسی کا (سورج) طلوع نہیں ہوا مگر یہ کہ اسے عذاب دیا گیا اور اسے کوڑے لگائے گئے"۔

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝

"بے شک گردش لیل و نہار میں اور جو کچھ پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں (ان میں اس کی)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 129 (34720)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو متقی ہے"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت خلیفہ العبدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت اسے دیکھے بغیر نہ کی جائے، تو کسی نے بھی اس کی عبادت نہ کی، لیکن مومنین نے رات کے آنے میں غور وفکر کی کہ اس نے ہر شے کو بھر دیا ہے اور ہر شے کو ڈھانپ دیا ہے اور سلطان دن کے آنے میں غور وفکر کی کہ جب وہ آیا تو اس نے رات کے غلبے کو ختم کر دیا ہے اور ان بادلوں میں غور وفکر کی، جنہیں آسمان وزمین کے درمیان مسخر کر دیا گیا ہے، ستاروں میں اور موسم سرما اور گرما میں نظر وفکر کی، تو قسم بخدا! مومنین مسلسل ان چیزوں میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں جنہیں ان کے رب تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے یہاں تک کہ ان کے دل اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں یقین کر لیتے ہیں۔ گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اسے دیکھ کر ہی کی۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝٨

"بے شک وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی اور خوش وخرم ہیں دنیوی زندگی سے اور مطمئن ہو گئے ہیں اس (کے ساز وسامان) سے اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غفلت برتتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے بسبب ان عملوں کے جو وہ کماتے رہے"۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے کہا" إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا "الآیہ، سے مراد اہل کفر ہیں(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ارشاد گرامی وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا اس ارشاد کی مثل ہے مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا (ہود:15)(2)

امام ابوالشیخ نے حضرت یوسف بن اسباط کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا ظالموں کی نعمتوں کا گھر ہے۔ فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا مردار ہے، پس جو اس کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کتوں کی مخالطت پر صبر کرے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝٩

"یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے پہنچائے گا انہیں ان کا رب (منزل مقصود تک) ان کے ایمان کے باعث، رواں ہوں گی ان کے نیچے نہریں نعمت (وسرور) کے باغوں میں"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 103، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے لیے ایک نور ہوگا جس کی روشنی میں وہ چلیں گے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر نقل کی ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن جب اپنی قبر سے باہر نکلے گا تو اس کا عمل انتہائی خوب صورت اور حسین صورت میں اور پاکیزہ، طیب خوشبو کے ساتھ اس کے سامنے ہوگا، تو وہ اسے کہے گا: تو کون ہے؟ قسم بخدا، بلاشبہ میں تجھے سچے آدمی کا عین (حقیقت) دیکھ رہا ہوں۔ وہ اسے جواب دے گا میں تیرا عمل ہوں۔ پس وہ اس کے لیے ایک نور اور جنت کی طرف راہنما بن جائے گا، اور کافر جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل انتہائی بدصورت اور قبیح شکل میں اس کے سامنے ہوگا اور اس سے بدبو آ رہی ہوگی۔ تو وہ اسے کہے گا تو کون ہے؟ قسم بخدا! بلاشبہ میں تجھے ایک برے انسان کا عین دیکھ رہا ہوں۔ تو وہ جواب دے گا: میں تیرا عمل ہوں۔ سو وہ اسی کے ساتھ چل پڑے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کر دے گا (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے فرمایا: بندۂ مومن کے عمل کو انتہائی حسین صورت میں ظاہر کیا جائے گا اور اس کی خوشبو انتہائی پاکیزہ ہوگی۔ وہ اپنے صاحب (عمل کرنے والے) کے سامنے آئے گا اور اسے ہر قسم کی بھلائی اور خیر کی بشارت دے گا۔ وہ اس سے پوچھے گا: تو کون ہے؟ تو وہ جواب دے گا: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ پس اسے اس کے سامنے نور بنا دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسے جنت میں پہنچا دے گا۔ اور کافر کے عمل کو انتہائی قبیح صورت دی جائے گی اس کی بو انتہائی مکروہ اور ناپسندیدہ ہوگی اور وہ اپنے صاحب (عمل کرنے والے) کے ساتھ ہی رہے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں پھینک دے گا (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ کی تفسیر میں حضرت ربیع رحمہ اللہ نے فرمایا: یہاں تک کہ ان کا رب انہیں جنت میں داخل فرما دے گا، حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے بیان فرمایا: اس دن ان میں سے ہر ایک اپنے مقام اور منزل کو اس سے بڑھ کر اور بہتر جانتا ہوگا۔ جتنا کہ تم آج ہمارے مقام کو جانتے ہو۔ پھر علماء کے بارے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اتارے گا جس کی سات منازل ہیں اور ان منازل میں ہر منزل میں سات فضائل والے لوگ ہوں گے، تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز وہ مانگیں گے اور جس کا خیال ان کے دل میں آئے گا۔ وہ ان کی طرف دوڑتی ہوئی حاضر ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ سیر ہو جائیں گے تو وہ کھانے کے سبب ڈکار ماریں گے اور اس میں کستوری کی خوشبو ہو گی۔ اس میں حدث لاحق نہیں ہوگا۔ پھر وہ ہر سانس کے ساتھ حمد و ثناء اور تسبیح و تحمید کرنے لگیں گے۔ پھر وہ جنت کے پھل ہر حال میں چن سکیں گے چاہے وہ بیٹھے ہوں، کھڑے ہوں یا تکیہ لگائے ہوئے ہوں (المختصر) وہ جس حال پر بھی ہوں گے۔ اور جنتی کے منہ تک اس چیز کے پہنچنے سے پہلے دوبارہ وہ چیز پہلے کی طرح اپنے مقام پر لگ جائے گا۔ یہ رحمت کی برکت ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 104، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 104
3۔ ایضاً

اور رحمٰن کی برکت ہے، وہ ختم نہیں ہوگی، یہ وہ خزانے ہیں جو کبھی بھی ختم نہیں ہوں گے۔ جو چیز ان سے لے لی گئی اس کے سبب یہ کم نہیں ہوں گے۔ اور ان میں سے جو چیز باقی چھوڑ دی گئی وہ کبھی فاسد اور خراب نہیں ہوگی۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾

"(بہار جنت کو دیکھ کر) ان کی صدا وہاں یہ ہوگی پاک ہے تو اے اللہ اور ان کی دعا یہ ہوگی کہ "سلامتی ہو" اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کو"۔

ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وہ کہیں گے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ تو ان کے رب کی جانب سے ان کے لیے جنت میں ہر وہ شے میسر ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع نے فرمایا: اہل جنت کو جب کسی شے کی خواہش ہوگی تو وہ کہیں گے سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ تو وہ شے ان کے پاس ہوگی۔ اسی لیے یہ ارشاد گرامی ہے: دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اہل جنت کو جب کھانے کی طلب ہوگی۔ تو کہیں گے: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ تو ان میں سے ہر ایک کے پاس دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے ہر خادم کے پاس سونے کا پیالہ ہوگا جس میں ایسا کھانا ہوگا جو دوسرے میں نہیں ہوگا (یعنی ہر ایک کے پاس مختلف اور متنوع کھانا ہوگا)۔ پس وہ ان تمام سے کھائے گا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ (اہل جنت کا) یہ قول جنت میں ہوگا (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج نے فرمایا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ جب کوئی پرندہ اہل جنت کے پاس سے گزرے گا اور وہ اس کی خواہش کریں گے تو کہیں گے: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ تو یہ ان کی جانب سے اسے پکار اور صدا ہوگی، تو ایک فرشتہ ان کے پاس وہ شے لے کر حاضر ہوگا جس کی وہ تمنا اور آرزو کریں گے۔ اور جب ان کی چاہت اور پسند کے مطابق فرشتہ وہ شے لے کر آئے گا تو وہ انہیں آکر سلام کہے گا اور وہ اس پر سلام کا جواب لوٹائیں گے۔ جیسا کہ یہ ارشاد ہے وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ اور جب وہ اپنی حاجت کے مطابق کھالیں گے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور اسی کے بارے یہ ارشاد ہے: وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن ابی ہذیل رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَلْحَمْدُ اول کلام بھی ہے اور آخر کلام بھی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 105، بیروت   2۔ ایضاً

وَ لَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾

''اور اگر جلد بازی کرتا اللہ لوگوں کو شر پہنچانے میں جیسے وہ جلد بازی کرتے ہیں بھلائی کے لیے تو پوری کر دی گئی ہوتی ان کی معیاد (لیکن یوں نہیں بلکہ) ہم چھوڑے رکھتے ہیں انہیں جو توقع نہیں رکھتے ہماری ملاقات کی تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ لَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد انسان کا اپنی اولاد اور مال کے بارے میں ایسا قول ہے جو وہ اس کے لیے غضب اور غصے کی حالت میں کہتا ہے۔ یعنی: اے اللہ! اس میں برکت نہ ڈال اور اس پر لعنت کر۔ وغیرہ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ فرمایا یعنی بالیقین اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیتا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا جسے انسان نے بددعا دی (1)۔

ابوالشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایک آدمی کا دوسرے آدمی کو یہ کہنا ہے: اے اللہ! اسے رسوا کر دے، اے اللہ! اس پر لعنت بھیج دے۔ فرمایا وہ تو پسند کرتا ہے کہ اس کے اس قول کو قبول کرلیا جائے جیسا کہ وہ یہ پسند کرتا ہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما کہ اس کی یہ دعا قبول کی جائے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد آدمی کا اپنی ذات اور اپنے مال کے خلاف ایسی دعا کرنا ہے جو مکروہ اور ناپسندیدہ ہو (اور وہ یہ چاہتا ہے) کہ اسے قبول کرلیا جائے (2)۔

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۳﴾

''اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف (تو اس وقت) پکارتا رہے ہمیں لیٹا ہوا ہو یا بیٹھا ہوا ہو یا کھڑا ہوا ہو، پھر جب ہم دور کر دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف (تو) چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں (کبھی) پکارا ہی نہ تھا کسی تکلیف میں جو اسے پہنچی تھی۔ اسی طرح آراستہ کر دیئے گئے حد سے بڑھنے والوں کے لیے وہ کرتوت جو وہ کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 108، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

کرتے تھے اور بے شک ہم نے ہلاک کردیا کئی قوموں کو جو تم سے پہلے تھیں جب وہ زیادتیاں کرنے لگے۔ اور آئے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر اور وہ (ایسے) نہیں تھے کہ ایمان لاتے۔ اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں مجرم قوم کو"۔

ابن جریر اور ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا: دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ کا معنی ہے وہ ہمیں پکارتا ہے لیٹے ہوئے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا کا معنی ہے کہ وہ ہمیں ہر حال میں پکارتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی خوشحالی کے وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ تیرے لیے تیری مصیبت کے وقت کے لیے اسے قبول کرلیا جائے گا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓىِٕفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

"پھر ہم نے بنایا تمہیں جانشین زمین میں ان کے بعد تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: ہمارے رب نے سچ فرمایا: کہ اس نے ہمیں زمین میں صرف اس لیے جانشین بنایا تاکہ وہ ہمارے اعمال دیکھے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کو رات اور دن کے وقت سراً اور علانیۃً ہر حال میں اپنے اچھے اعمال دکھاؤ (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓىِٕفَ کے متعلق حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ خطاب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾

"اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری روشن آیتیں (تو) کہنے لگتے ہیں وہ جو توقع نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی کہ لے آیئے (دوسرا) قرآن اس (قرآن) کے علاوہ یا ردوبدل کر دیجئے اسی میں۔ فرمایئے مجھے اختیار نہیں کہ ردو بدل کردوں اس میں اپنی مرضی سے۔ میں نہیں پیروی کرتا (کسی چیز کی) بجز اس کے جو وحی کی جاتی ہے میری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 109، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 110

طرف۔ میں ڈرتا ہوں اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں، بڑے دن کے عذاب سے"۔

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: وہ جو ہماری ملاقات کی توقع نہیں رکھتے۔ کہ لے آؤ دوسرا قرآن اس قرآن کے علاوہ یا اس میں ردوبدل کردو فرمایا کہ یہ قول مشرکین مکہ نے حضور نبی مکرم ﷺ سے کہا: تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو فرمایا: قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ۔(1)

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾

"آپ فرما دیجئے اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو میں نہ پڑھتا اسے تم پر اور نہ ہی وہ آگاہ کرتا تمہیں اس سے، میں تو گزار چکا ہوں تمہارے درمیان عمر (کا ایک حصہ) اس سے پہلے۔ کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ کا معنی ہے اور نہ ہی وہ تمہیں اس کے بارے آگاہ کرتا "لَا اَعْلَمَكُمْ بِهٖ"(2)

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے "اور نہ وہ تمہیں اس کا شعور دلاتا"۔

امام ابوعبید، ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ یہ لفظ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ یعنی ہمزہ کے ساتھ ہے۔ فراء نے کہا: میں یہ نہیں جانتا کہ یہ جائز ہے دریت سے اور نہ ادریت سے۔ مگر یہ کہ حسن نے اپنی طبیعت کے مطابق اسے ہمزہ دیا ہے۔ کیونکہ عرب بسا اوقات غلطی کر دیتے ہیں کہ وہ وہاں ہمزہ پڑھتے ہیں جہاں ہمزہ نہ ہو(3)۔

امام سعید بن منصور اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَلَاۤ اَنْذَرْتُكُمْ بِهٖ "آپ فرما دیجئے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ تمہیں اس سے ڈراتا"(4)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "وَلَاۤ اَنْذَرْتُكُمْ بِهٖ" کا معنی ہے "مَا حَذَّرْتُكُمْ بِهٖ" یعنی (میں تمہیں اس کے ساتھ نہ ڈراتا)(5)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تو تمہارے درمیان اس سے پہلے عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں) نہ میں نے تم پر پڑھا اور نہ میں نے ذکر کیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ کے ضمن میں فرمایا: کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے نزول وحی سے قبل چالیس برس گزارے اور آپ ﷺ نے دو سال تک خواب دیکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دس سال تک مکہ مکرمہ میں اور دس سال تک مدینہ منورہ میں وحی نازل فرمائی اور باسٹھ برس کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 112، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 114 5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 112

عمر میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ترمذی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو چالیس برس کی عمر میں نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ آپ تیرہ برس تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرے اور آپ کی جانب وحی کی جاتی رہی۔ پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ تو آپ ﷺ دس برس تک ہجرت فرما رہے اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر شریف تریسٹھ برس تھی (1)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا اس وقت آپ کی عمر مبارک کتنی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس تھی (2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ پر نبوت نازل ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی۔ پس تین سال تک آپ کی نبوت کے ساتھ حضرت اسرافیل علیہ السلام متصل رہے۔ سو وہ آپ ﷺ کو حکمت اور دوسری چیزیں سکھاتے رہے۔ اس دوران قرآن نازل نہ ہوا۔ اور جب تین برس گزر گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی نبوت کے ساتھ منسلک ہوئے اور پھر آپ کی زبان پر بیس برس تک قرآن نازل ہوا۔ دس سال تک مکہ مکرمہ میں اور دس سال تک مدینہ طیبہ میں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو چالیسویں سال کے شروع میں مبعوث فرمایا گیا۔ پھر آپ ﷺ دس برس تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور دس برس تک مدینہ طیبہ میں اور ساٹھ برس کی عمر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا (4)۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾

''پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو افترا باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا یا جھٹلائے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ بے شک مجرم فلاح نہیں پاتے اور (یہ مشرک) عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتی ہیں اور وہ کہتے ہیں یہ (معبود) ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ آپ فرمایئے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 328 (36544)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 237، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 132　4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 329 (36552)

کیا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس بات سے جو وہ نہیں جانتا نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ پاک ہے وہ اور بلند و بالا ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ نضر نے کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو لات اور عزیٰ میری شفاعت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۹

"اور نہیں تھے لوگ (ابتدا میں) مگر ایک ہی امت پھر (اپنی کجروی سے) باہم اختلاف کرنے لگے۔ اور اگر ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی آپ کے رب کی طرف سے تو فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان ان امور میں جن میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً کا معنی ہے کہ "نہیں تھے لوگ (ابتدا میں) مگر اسلام پر"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے کہ ابتدا میں لوگ ہدایت پر تھے پھر باہم اختلاف کرنے لگے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُمَّةً وَّاحِدَةً سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اس حال میں کہ آپ تنہا تھے۔ اور فَاخْتَلَفُوْا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اختلاف اس وقت ہوا جب حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابتدا میں ایک ہی دین کو ماننے والے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ پھر انہوں نے کفر اختیار کیا۔ پس اگر آپ کے رب نے قیامت قائم ہونے کے دن تک انہیں مہلت نہ دے رکھی ہوتی تو ان کے درمیان ان امور میں فیصلہ کر دیا جاتا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں۔

وَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۝۲۰

"اور کہتے ہیں کیوں نہ نازل کی گئی ان پر کوئی آیت ان کے رب کی طرف سے؟ سو آپ فرمائیے غیب تو صرف

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 115، بیروت

اللہ کے لیے ہے پس انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیع رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ میں انہیں اپنے عذاب اور سزا سے خوف زدہ کیا ہے اور ڈرایا ہے۔

وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْۤ اٰیَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾

''اور جب ہم لطف اندوز کرتے ہیں لوگوں کو (اپنی) رحمت سے اس تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی تو فوراً وہ مکرو فریب کرنے لگتے ہیں ہماری آیتوں میں۔ فرمایئے اللہ زیادہ تیز ہے اس فریب کی سزا دینے میں۔ بے شک ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) قلم بند کر رہے ہیں جو فریب تم کر رہے ہو''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آیت میں مَّكْرٌ فِیْۤ اٰیَاتِنَا سے مراد آیات کے ساتھ استہزاء کرنا اور انہیں جھٹلانا ہے۔

ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان نے فرمایا۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں لفظ مکر مذکور ہے اس سے مراد عمل ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؗ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

''وہی ہے جو سیر کراتا ہے تمہیں خشک زمین اور سمندر میں یہاں تک کہ جب تم سوار ہوتے ہو کشتیوں میں اور وہ چلنے لگتی ہیں مسافروں کو لے کر موافق ہوا کی وجہ سے اور وہ مسرور ہوتے ہیں اس سے (تو اچانک) آلیتی ہے انہیں تند و تیز ہوا اور آلیتی ہیں انہیں موجیں ہر جگہ (طرف) سے اور وہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ انہیں گھیر لیا گیا (تو اس وقت) پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے۔ (کہتے ہیں اے کریم!) اگر تو نے بچا لیا ہمیں اس (طوفان) سے تو ہم یقیناً ہو جائیں گے (تیرے) شکر گزار (بندوں) سے پھر جب وہ بچا لیتا ہے انہیں

تو وہ سرکشی کرنے لگتے ہیں زمین میں ناحق۔اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔ لطف اٹھا لو دنیوی زندگی سے پھر ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تمہیں۔ پھر ہم آگاہ کریں گے تمہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے"۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سمندری سفر کے بارے پوچھا۔ تو آپ نے انہیں نماز قصر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ۔(1)

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ کی تفسیر میں ابن زید نے کہا ہے: کہ یہ ذکر کیا۔ پھر ان کے سوا دوسروں کے لیے اس بات کو ایک دوسری بات میں شمار کرتے ہوئے فرمایا: وَ جَرَیْنَ بِهِمْ اور بات ان سے منسوب کی کہ پہلی شے یہ ہے کہ تم کشتیوں میں سوار ہوئے اور وہ انہیں لے کر چلیں۔ کوئی یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا "جرین بکم" کہ وہ تمہیں لے کر چلیں۔ حالانکہ وہ دوسری قوم کے بارے گفتگو کر رہا ہے۔ پھر یہ (وَ جَرَیْنَ بِهِمْ) ذکر فرمایا تاکہ یہ انہیں اور ان کے سوا دوسری مخلوق کو جامع ہو جائے۔ یعنی انہیں اور مخلوق میں سے ان کے سوا دوسروں کو لے کر وہ چلیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ سے مراد یہ ہے کہ وہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عروہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل فتح مکہ کے دن فرار ہوا اور سمندر میں کشتی پر سوار ہو گیا۔ پھر ہوا نے اسے آلیا تو اس نے لات اور عزیٰ کو پکارا۔ تو کشتی والوں نے کہا یہاں کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی اور کو پکارے۔ تو عکرمہ نے کہا: قسم بخدا! اگر وہ سمندر میں یکتا ہے تو پھر خشکی میں بھی وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا(2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ تو عکرمہ بن ابی جہل بھاگ کر سمندر میں جا سوار ہوا اور سمندر جوش مارنے لگا۔ چنانچہ ملاح اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور اس کی وحدانیت کا ذکر کرنے لگے۔ تو اس نے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ تو اس نے کہا: یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اللہ ہے جس کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں۔ سو تم ہمیں واپس لوٹا دو۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور ابن مردویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، تو اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا تمام کو معاف فرما دیا۔ اور ان (چھ افراد) کے بارے فرمایا: تم انہیں قتل کر دو اگرچہ تم انہی غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹے ہوئے بھی پاؤ۔ وہ چار مرد یہ تھے: عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن ضبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ پس عبداللہ بن خطل اس حال میں پایا گیا کہ وہ غلاف کعبہ کو

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب السفر فی البحر، جلد 3، صفحہ 154، دار الفکر بیروت　　2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب قصۃ صفوان بن امیہ، جلد 5، صفحہ 98

پکڑے ہوئے تھا۔ تو اس کی جانب سعید بن حریث اور عمار رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور سعید عمار سے بھی آگے بڑھ گئے اور یہ دونوں میں سے زیادہ مضبوط جوان تھے۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور رہا مقیس بن ضبابہ۔ تو لوگوں نے اسے بازار میں پایا اور اسے وہیں قتل کر دیا اور عکرمہ بھاگ کر سمندر میں جا کر (کشتی پر) سوار ہو گیا۔ تو انہیں تیز آندھی نے آ گھیرا۔ تو کشتی والوں (ملاحوں) نے کشتی کے سواروں کو کہا: تم مخلص ہو جاؤ کیونکہ تمہارے الٰہ تمہیں کسی قسم کا نفع نہیں دے سکتے۔ تو عکرمہ نے کہا: کہ اگر اخلاص کے سوا سمندر میں مجھے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ تو بالیقین خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! بلاشبہ تیرے ساتھ عہد ہے کہ اگر تو میرے (وہ گناہ) معاف فرما دے جن میں میں مبتلا رہا ہوں، تو اگر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں۔ تو میں بالیقین انہیں انتہائی معاف فرمانے والا اور کریم پاؤں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ حاضر خدمت ہوا اور مشرف باسلام ہو گیا۔ رہا عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح۔ تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر چھپ گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لیے بلایا تو وہ اسے لے کر آئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ کو بیعت فرما لیجئے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور اس کی طرف تین بار دیکھا۔ ہر بار اس نے انکار کیا اور پھر تین بار یوں کے بعد اس نے آپ کی بیعت کر لی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم میں ایک دانا آدمی ہے وہ یہاں کھڑا ہے۔ اس نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ روک لیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کے دل میں ہے وہ ہمیں بتائیے، کیا آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ ہماری طرف اشارہ نہیں کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ نہیں چاہیے کہ اس کی آنکھیں خائن ہوں (1)۔

امام ابو الشیخ، ابن مردویہ، ابونعیم، خطیب نے تاریخ میں اور دیلمی رحمہم اللہ نے مسند فردوس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ہیں جو اپنے ہی اصل پر لوٹتی ہیں۔ اور وہ ہیں مکر، نکث (عہد و پیمان توڑنا) اور ظلم و نافرمانی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ''اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تمہیں پر پڑے گا''۔ وَ لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (فاطر: 43) ''اور نہیں گھیرتی گھناؤنی سازش بجز سازشیوں کے''۔ اور فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (الفتح: 10) ''پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہو گا''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن نفیل کنانی رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ہیں ان کے بارے میں فیصلہ کرنے سے اللہ تعالیٰ فارغ ہو چکا ہے۔ اس لیے تم میں سے کوئی بھی قطعاً سرکشی نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اور کوئی بھی قطعاً مکر اور دھوکا نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (الفاطر: 43) اور نہ ہی تم میں سے کوئی بیعت توڑے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 404 (36913) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ہے فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (الفتح:10)۔

امام حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکشی نہ کرا ور نہ تو باغی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکشی نہ کرا ور نہ باغی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سرکشی کرنے والے کی سزا مؤخر نہیں فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکشی کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلقی کرنے سے بڑھ کر کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جو اس لائق ہو کہ اللہ تعالیٰ گناہ کرنے والے کو فوراً اور جلدی سزا دے(2)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت عیاض بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تم تواضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ کوئی کسی کے خلاف بغاوت نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر اظہار فخر کرے(3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت بلال بن ابی بردہ رحمہ اللہ کی سند سے کہ انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ظلم وزیادتی نہیں کرے گا مگر وہی جو ظالم پیدا ہوا یا اس میں ظلم اور سرکشی کی کوئی رگ ہو(4)۔

امام ابن منذر اور بیہقی نے رجاء بن حیوہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے مسجد منیٰ میں خطیب کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: تین خصلتیں ہیں کہ ان کا وبال اسی پر ہوگا جس نے ان کا ارتکاب کیا۔ سرکشی، مکر، اور بیعت توڑنا (وعدہ خلافی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔ وَ لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (فاطر:43) فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (الفتح:10) پھر بیان کیا۔ تین خصلتیں ہیں جن پر عمل پیرا ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب نہیں دے گا اور وہ ہیں۔ شکر، دعا اور استغفار۔ پھر اس نے یہ آیات پڑھیں: مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ (النساء:147) ”کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر اگر تم شکر کرنے لگو اور ایمان لے آؤ“۔ اور قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:77) ”آپ فرمایئے کیا پرواہ ہے تمہاری میرے رب کو اگر تم اس کی عبادت نہ کرو“۔ اور وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال) ”اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہیں“(5)۔

1۔ شعب الایمان، باب فی تحریم اعراض الناس، جلد 5، صفحہ 285 (6671) دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 285 (6670)
3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 274 (8133) عن عیاض بن حمار
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 286 (6675)
5۔ ایضاً، (6674)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تین خصلتیں ہیں جن میں وہ ہوں گی ان کا وبال انہیں پر پڑے گا۔ اور وہ ہیں مکر، سرکشی اور وعدہ توڑنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر پہاڑ پہاڑ کے خلاف سرکشی کرے تو ان میں سے سرکشی کرنے والا پاش پاش ہو جائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: بندوں میں سے اس سے افضل کوئی نہیں جو سوال کرتا ہے اور دعا کے سوا قضا کو رد کرنے والی کوئی شے نہیں۔ بہت جلد پہنچنے والی بھلائی نیکی کا ثواب ہے اور بہت جلدی پہنچنے والا شر سرکشی کی سزا ہے۔ اور آدمی کے لیے اتنا عیب ہی کافی ہے کہ وہ لوگوں میں ایسی چیزیں دیکھتا ہے جنہیں وہ اپنی ذات میں دیکھنے سے اندھا ہو اور لوگوں کو ایسی چیزوں کا حکم دے جنہیں چھوڑنے کی خود استطاعت نہ رکھتا ہو اور اپنے ہم نشین کو ایسی شے کے ساتھ اذیت پہنچائے جس کا اس نے قصد نہ کیا ہو(1)۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّيَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

”پس حیات دنیوی (کے عروج و زوال) کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے، سو گھنی ہو کر اگی پانی کے باعث سرسبزی زمین کی جس سے انسان بھی کھاتے ہیں اور حیوان بھی۔ یہاں تک کہ جب لے لیا زمین نے اپنا سنگار اور وہ خوب آراستہ ہو گئی اور یقین کر لیا اس کے مالکوں نے کہ (اب) انہوں نے قابو پا لیا ہے اس پر (تو اچانک) آ پڑا اس پر ہمارا حکم (عذاب) رات یا دن کے وقت پس ہم نے کاٹ کر رکھ دیا اسے گویا کل وہ یہاں تھی ہی نہیں۔ یونہی ہم وضاحت سے بیان کرتے ہیں (اپنی قدرت کی) نشانیوں کو اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرتی ہے“۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ کا معنی ہے (پانی کی مٹی کے ساتھ) آمیزش ہوئی تو پانی کے سبب ہر رنگ (کا سبزہ) خوب اگا۔ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 188، مکتبۃ السعادۃ مصر

''جس سے انسان کھاتے ہیں''۔ مثلاً گندم، جو اور زمین سے اگنے والے تمام قسموں کے دانے، سبزیاں اور پھل اور جنہیں چوپائے اور جانور بھی کھاتے ہیں جیسے گھاس اور دیگر ہر قسم کا چارہ (1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَازَّیَّنَتْ کا معنی ہے: اور زمین خوب آراستہ ہوگئی اور حسین ہوگئی۔ اور کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ کے بارے فرمایا: گویا نہ وہ یہاں اگی اور نہ خوب سرسبز اور تروتازہ ہوئی (2)۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مروان بن حکیم یہ سب یہ پڑھا کرتے تھے وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَآ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کہ وہ انہیں ہلاک کرے مگر اس کے مالکوں کے گناہوں کے سبب (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے مالکوں کے گناہوں کے سبب اسے برباد کر دیتا ہے) (3)

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے: كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ وما اهلكنا الا بذنوب اهلها كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ گویا کل وہ یہاں تھی ہی نہیں اور ہم نے اسے برباد نہیں کیا مگر اس کے مالکوں کے گناہوں کے سبب یونہی ہم وضاحت سے بیان کرتے ہیں (اپنی قدرت کی) نشانیوں کو اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرتی ہے'' (4)۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سورۂ یونس میں اس آیت کی ایک طرف میں لکھا ہوا ہے حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا۔ تا۔ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ اگر ابن آدم (انسان) کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ یقیناً تیسری وادی کی تمنا اور آرزو کرے گا۔ اور مٹی کے سوا ابن آدم کے نفس کو کوئی شے سیر نہیں کر سکتی۔ اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی نظر ڈالتا ہے اور اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۵﴾

''اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے (امن و) سلامتی کے گھر کی طرف، اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف''۔

امام ابونعیم اور دمیاطی نے معجم میں کلبی کی سند سے ابوصالح رحمہم اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنت کے عمل کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ السلام ہے اور جنت اس کا گھر ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ نے وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ شبہات وفتن اور گمراہیوں سے نکلنے کے لیے ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 119، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 120 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی دن کا سورج طلوع نہیں ہوتا، مگر اس طرح کہ اس کی دونوں طرفوں کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں اور وہ اتنی بلند آواز سے ندا دیتے ہیں کہ جن وانس کے سوا اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اسے سنتی ہے اے لوگو! اپنے رب کی طرف آ جاؤ۔ بے شک وہ عمل جو تھوڑا ہو اور دوسروں سے بے نیاز کر دینے والا ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کثیر ہو اور غافل کر دینے والا ہو اور اس دن کا سورج غروب نہیں ہوتا مگر اس کی اطراف میں دو فرشتے ندا دیتے ہیں اور اسے جن وانس کے سوا اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سنتی ہے۔ اے اللہ! خرچ کرنے والا خلف عطا کر اور ضیاع کو روکنے والا عطا کر، پس اللہ تعالیٰ نے اس سب کے بارے میں قرآن نازل فرمایا۔ پس دونوں فرشتوں کے اس قول کے بارے میں (کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور ان کے اس قول کے بارے میں "کہ اے اللہ! خرچ کرنے والا خلیفہ عطا کر اور ضیاع کو روکنے والا عطا کر"۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ (الیل) لِلْيُسْرٰى ۭ کے قول تک "قسم ہے رات کی جب وہ (ہر چیز پر) چھا جائے اور قسم ہے دن کی جب وہ خوب چمک اٹھے" (1)۔

امام ابن جریر، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی کہ انہوں نے مذکورہ آیت تلاوت کی اور فرمایا۔ مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے حالت خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے سر کے پاس ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پاؤں کی جانب ہیں۔ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال بیان کی ہے تو سن، تیرے دونوں کان خوب سننے والے ہیں اور سمجھ تیرا دل خوب عقل مند ہے، بلاشبہ تیری اور تیری امت کی مثال ایسے بادشاہ کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک دار بنایا، پھر اس میں ایک کمرہ بنایا، پھر اس میں دعوت کا اہتمام کیا۔ پھر لوگوں کو اپنے کھانے کی طرف دعوت دینے کے لیے ایک قاصد بھیجا۔ پس ان میں سے جس نے قاصد کی دعوت کو قبول کیا انہیں کے لیے اس گھر میں کھانا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور دار اسلام ہے۔ اور (گھر) جنت ہے اور آپ اے محمد! ﷺ قاصد ہیں۔ پس جس نے آپ کو قبول کیا وہ اسلام میں داخل ہوا اور جو اسلام میں داخل ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو جنت میں داخل ہوگا وہی اس سے کھائے گا (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی مکرم ﷺ نے مجھے اپنی اتباع میں ساتھ لیا اور ہم چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جس کے بارے ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اقدس میری گود میں رکھا۔ پھر سفید لمبے کپڑوں میں ملبوس ایک گروہ آپ ﷺ

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 223 (3412) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 369 (3299) دار الکتب العلمیہ بیروت

کے پاس حاضر ہوا حالانکہ رسول اللہ ﷺ سو چکے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس میں انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو انتہائی عظمت اور شان عطا کی ہے کہ اس کی آنکھ سو رہی ہے اور دل جاگ رہا ہے۔ پھر ان میں سے بعض نے دوسرے بعض کو کہا: اس کی مثال بیان کرو اور ہم اس کی تاویل بیان کریں گے یا ہم مثال بیان کرتے ہیں اور تم تاویل بیان کرو گے۔ تو ان میں سے بعض نے کہا: اس کی مثال اس سردار کی مثال کی طرح ہے جس نے کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا۔ پھر اس نے ایک محفوظ اور پختہ گھر بنایا پھر لوگوں کی طرف پیغام بھیجا۔ پس جو اس کے کھانے کی دعوت میں نہ آئے اس نے انہیں شدید ترین عذاب میں مبتلا کر دیا۔ دوسروں نے کہا پس وہ سردار رب العالمین ہے۔ وہ عمارت اسلام ہے اور کھانے سے مراد جنت ہے اور یہ دعوت دینے والے ہیں۔ پس جس نے ان کی اتباع کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے آپ کی اتباع نہ کی اسے اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو فرمایا: اے ابن ام عبد! تو نے کیا دیکھا؟ میں نے عرض کی: میں نے اس اس طرح دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا: کئی چیزیں مجھ پر مخفی رکھی گئی ہیں جو انہوں نے کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ملائکہ کی جماعت تھی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک سردار نے گھر بنایا اور کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا اور پھر دعوت دینے والا بھیجا۔ پس جس نے داعی کو قبول کیا وہ گھر میں داخل ہوا اور اس دستر خوان سے کھانا کھایا اور وہ سردار اس سے راضی ہو گیا۔ خبردار! جان لو۔ بلاشبہ وہ سردار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ دار اسلام ہے۔ وہ کھانا جنت ہے اور اس کی طرف دعوت دینے والے محمد ﷺ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی رات نہیں گزرتی مگر یہ کہ اس میں ندا دینے والا ندا دیتا ہے۔ اے خیر اور نیکی کرنے والے آگے آ، اور اے شر اور برائی کرنے والے رک جا۔ تو ایک آدمی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی: کیا آپ اس کا ذکر کتاب میں پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ۔ فرمایا ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ تورات میں یہ لکھا ہوا ہے۔ اے خیر اور نیکی چاہنے والے! آگے بڑھتا آ۔ اور اے شر اور برائی چاہنے والے! رک جا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ جب یہ آیت پڑھتے وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ تو کہتے: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَ سَعْدَيْكَ۔ اے ہمارے رب! میں حاضر ہوں۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَ لَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾

”ان کے لیے جنہوں نے نیک عمل کیے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور نہ چھائے گا ان کے چہروں پر (رسوائی کا) غبار اور نہ ذلت (کا اثر ہوگا) یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے“۔

امام طیالسی، ہناد، احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دار قطنی نے الرؤیۃ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰی وَ زِیَادَۃٌ اور فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل نار جہنم میں چلے جائیں گے تو ندا دینے والا پکارے گا۔ اے اہل جنت! بے شک تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک وعدہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ تمہارے اس وعدہ کو پورا فرمادے۔ تو اہل جنت کہیں گے: وہ کیا ہے؟ کیا تو نے ہمارے نیک اعمال کے وزنوں کو بھاری نہیں کر دیا اور ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا، ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمادیا اور ہمیں جہنم سے دور نہیں ہٹا دیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس ان کے لیے حجاب اٹھا دیا جائے گا اور وہ اپنے رب کریم کے چہرہ قدرت کو دیکھنے لگیں گے۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی شے عطا نہیں فرمائی جو ان کے نزدیک اس کے چہرۂ قدرت کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو اور نہ ہی کوئی شے جو اس سے بڑھ کر ان کی آنکھوں کے لیے باعث طراوت و ٹھنڈک ہو۔" وَقَالَ: فَیَکۡشِفُ لَھُمُ الۡحِجَابُ فَیَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡهِ فَوَ اللّٰهِ مَا اَعۡطَاھُمُ اللّٰهُ شَیۡئًا اَحَبَّ اِلَیۡھِمۡ مِنَ النَّظۡرِ اِلَیۡهِ وَلَا اَقَرَّ لِاَعۡیُنِھِمۡ"(1)

امام دار قطنی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اَلزِّیَادَۃُ: اَلنَّظۡرُ اِلٰی وَجۡهِ اللّٰهِ" یعنی زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، دار قطنی نے الرؤیۃ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک منادی کو بھیجے گا جو یہ ندا دے گا۔ اے اہل جنت! اور اس کی یہ ندا اتنی بلند آواز کے ساتھ ہوگی کہ ان میں سے پہلے آدمی سے لے کر اہل جنت کے آخری فرد تک سب سنیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ الۡحُسۡنٰی اور زِیَادَۃٌ کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس الۡحُسۡنٰی تو جنت ہے اور زِیَادَۃٌ رحمٰن کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ، لالکائی نے السنۃ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: اس آیت میں زِیَادَۃٌ سے مراد رحمٰن کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، دار قطنی، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد باری تعالیٰ فرمایا لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰی وَ زِیَادَۃٌ کے بارے استفسار کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا سے مراد اہل توحید ہے۔ الۡحُسۡنٰی سے مراد جنت ہے اور زِیَادَۃٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کا دیدار ہے(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ آیت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 124، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 123 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 125 4۔ ایضاً

کے ضمن میں ارشاد فرمایا۔ جنہوں نے نیک عمل کیے یعنی لا الہ الا اللہ کی شہادت دی، اَلْحُسْنٰی سے مراد جنت ہے اور زِیَادَۃٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے" اَحْسَنُوْا شَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْحُسْنَى الْجَنَّةُ، اَلزِّيَادَةُ النَّظَرُ اِلَى اللّٰهِ"

امام ابوالشیخ، ابن مندہ نے الردعلی الجہمیہ میں، دارقطنی نے الرؤیۃ میں، ابن مردویہ، لالکائی، خطیب، اور ابن النجار رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذکورہ آیت کے بارے دریافت کیا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن لوگوں نے دنیا میں اچھے اعمال کیے ان کے لیے نیک جزا ہے اور وہ جنت ہے اور اس سے زیادہ بھی ہے اور وہ اللہ کریم کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے رب کی طرف بلا کیف، بلا حدود اور بغیر کسی صفت معلوم کے دیکھیں گے (یعنی نہ تو اللہ تعالیٰ کے اس دیدار کو کسی کیفیت کے ساتھ مکیف کیا جا سکتا ہے نہ ہی وہ حدود میں محدود ہوگا اور نہ ہی کسی خاص معین صفت کے ساتھ متصف اور مقید ہوگا۔ رب کریم کی ذات ایسی تمام حدود و قیود سے مبرہ اور منزہ ہے)" قَالَ: يَنْظُرُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمْ بِلَا كَيْفِيَّةٍ وَلَا حُدُوْدٍ وَلَا صِفَةٍ مَعْلُوْمَةٍ"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے سیف البحر کہی اور اپنی آواز کو خوب بلند کیا۔ اس سے اس کا مقصود ریاء اور شہرت نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رضا اکبر لکھ لیتا ہے اور جس کے لیے اس نے رضا اکبر لکھ دی۔ تو وہ اسے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دار میں جمع فرمائے گا۔ وہ جنت عدن میں اپنے رب کی طرف اس طرح دیکھیں گے جس طرح دنیا والے سورج اور چاند کی طرف ایسے دن میں دیکھتے ہیں جس میں نہ کوئی غبار ہو نہ بادل۔ اسی کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ پس اَلْحُسْنٰی تو لا الہ الا اللہ ہے اور زِیَادَۃٌ سے مراد جنت اور رب کریم کا دیدار ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن خزیمہ، ابن منذر، ابو منذر، ابوالشیخ، دارقطنی، ابن مندہ نے الردعلی الجہمیہ میں، ابن مردویہ، لالکائی، آجری اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے الرؤیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ اَلْحُسْنٰی سے مراد جنت اور زِیَادَۃٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کا دیدار ہے(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت حارث رحمہ اللہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" اَلْحُسْنٰی " سے مراد جنت اور" زِیَادَۃٌ " سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دارقطنی، لالکائی، آجری اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں فرمایا: زِیَادَۃٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھنا ہے(2)۔

امام ہناد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دارقطنی، لالکائی اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 23-122، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 122

رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے اور زِيَادَةٌ سے مراد ان کا اپنے رب کے چہرہ قدرت کا دیدار کرنا ہے(1)۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَحْسَنُوا سے مراد لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ اَلْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے اور زِيَادَةٌ سے مراد رب کریم کے چہرہ قدرت کا دیدار ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا یعنی وہ لوگ جنہوں نے یہ شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور ''اَلْحُسْنٰى'' سے مراد جنت ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور لالکائی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اَلْحُسْنٰى اس سے مراد جنت ہے اور زِيَادَةٌ تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھنا ہے اور رہا ''القتر'' تو اس سے مراد سیاہی ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الرؤیۃ میں حضرت حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ زِيَادَةٌ یہ ایک موتی سے بنا ہوا کمرہ ہے، اس کے چار دروازے ہیں، اس کے کمرے اور دروازے ایک موتی سے بنے ہوئے ہیں(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا یہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔ اَلْحُسْنٰى یہ جنت ہے ''زِيَادَةٌ'' فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔

امام ابن جریر اور دار قطنی رحمہما اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو جو وہ چاہیں گے انہیں عطا کر دیا جائے گا۔ پھر انہیں کہا جائے گا، بلاشبہ تمہارے حق میں سے ایک شے ابھی تک باقی ہے جو تمہیں عطا نہیں کی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے (اپنی شان قدرت کے مطابق) ظاہر ہوگا تو اس نعمت عظمیٰ کے مقابلہ میں وہ سب نعمتیں جو انہیں عطا کی گئیں وہ حقیر اور صغیر ہو جائیں گی۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى فرمایا اَلْحُسْنٰى جنت ہے اور زِيَادَةٌ اس کا اپنے رب کریم کا دیدار کرنا ہے(4)۔

امام ابن جریر اور دار قطنی رحمہما اللہ نے حضرت عامر بن سعد بجلی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ زِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کا دیدار کرنا ہے(5)۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْحُسْنٰى جنت ہے اور زِيَادَةٌ رب عزوجل کے چہرہ قدرت کا دیدار کرنا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 123، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 126
3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 125
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 124
5۔ ایضاً

دار قطنی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔

امام ابن جریر اور دار قطنی رحمہما اللہ دونوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن سابط رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ زِيَادَةٌ سے مراد اللہ عزوجل کے چہرہ قدرت کا دیدار کرنا ہے (1)۔

امام ابن جریر اور دار قطنی رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ الْحُسْنٰى جنت ہے اور زِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ عزوجل کے چہرہ قدرت کا طرف دیکھنا ہے (2)۔

امام ابن جریر اور دار قطنی رحمہما اللہ دونوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن منادی ندا دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے الْحُسْنٰى کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ جنت ہے اور رہا زِيَادَةٌ تو یہ رحمٰن کے چہرۂ قدرت کا دیدار کرنا ہے (3) فرمایا: پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے ظاہر ہوگا یہاں تک کہ وہ اس کی طرف دیکھیں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ یہ رب کریم کے اس ارشاد کی مثل ہے وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ (ق) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا عطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا فرمائے گا۔ اور فرمایا: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام: 160) ''جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لیے دس ہوں گی اس کی مانند'' (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى کی تفسیر میں فرمایا (کہ ان کے لیے جنھوں نے نیک عمل کیجئے) ان کی جزا بھی انہیں کی مثل ہوگی۔ اور فرمایا ''زِيَادَةٌ'' اس سے مراد مغفرت اور رضوان ہے (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ''الزیادہ سے مراد دس گنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام: 160) (6)

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کہ زِيَادَةٌ سے مراد یہ ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ اس کی مثل دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا تک ہے (7)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ زِيَادَةٌ سے مراد وہ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں عطا کیا اور قیامت کے دن اس کے بارے ان سے حساب نہیں لے گا (8)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے الرؤیۃ میں حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک جامع کلام ہے، اس سے یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور وہ بھی (9)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 125، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 122
3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 124
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 125
5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 126
6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 125
7۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 127
8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 126
9۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 312، دار الصمیعی الریاض

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَا يَرۡهَقُ وُجُوهَهُمۡ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان کے چہروں کو نہیں ڈھانپے گی۔ ''قتر'' چہروں کی سیاہی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَلَا يَرۡهَقُ وُجُوهَهُمۡ قَتَرٌ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے چہروں پر رسوائی نہیں چھائی ہوئی ہوگی۔

امام ابو الشیخ نے ابن مردویہ رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَلَا يَرۡهَقُ وُجُوهَهُمۡ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ کی تفسیر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس طرح بیان کی ہے کہ ان کے اللہ عزوجل کی طرف دیکھنے کے بعد (نہ ان کے چہروں پر رسوائی کا غبار چھائے گا اور نہ ان پر ذلت کا اثر ہوگا)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور دارقطنی رحمہم اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے بھی اس کی تفسیر میں یہی قول نقل کیا ہے کہ ان کے اپنے رب کا دیدار کرنے کے بعد (نہ ان کے چہروں پر رسوائی کا غبار چھائے گا اور نہ ان پر ذلت کا اثر ہوگا) (2)

وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثۡلِهَا ۙ وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغۡشِيَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّيۡلِ مُظۡلِمًا ؕ اُولٰٓٮِٕكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷﴾

''اور جنہوں نے برے کام کیے تو برائی کی سزا اس جیسی ہوگی اور چھا رہی ہوگی ان پر ذلت، نہیں ہوگا ان کے لیے اللہ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا گویا ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے کالی رات کے کسی ٹکڑے سے۔ وہی دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جنہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثۡلِهَا تو اس برائی کی سزا جہنم ہے۔ وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ اور ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔ كَاَنَّمَاۤ اُغۡشِيَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّيۡلِ مُظۡلِمًا گویا کہ ان کے چہرے رات کے انتہائی سیاہ ٹکڑے کے ساتھ ڈھانپ دیئے گئے ہیں۔ اس کی ناسخ سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے۔ بَلٰى مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً (البقرہ: 81)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ کا معنی ہے ذلت اور شدت انہیں ڈھانپے ہوئے ہوگی (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ کا معنی ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 127، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ کا معنی ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ عَاصِمٍ سے مراد "مددگار" ہے اور قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ سے مراد رات کی تاریکی ہے(1)۔

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾

"اور (ان کی پیشانی کا تصور کرو) جس روز ہم جمع کریں گے ان سب کو (میدان حشر میں) پھر ہم حکم دیں گے مشرکوں کو اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ تم اور تمہارے جھوٹے معبود۔ پھر ہم منقطع کر دیں گے ان کے باہمی تعلقات اور کہیں گے ان کے معبود (اے مشرکو!) تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان کہ ہم تمہاری پرستش سے بالکل بے خبر تھے۔ وہاں آزما لے گا ہر شخص جو اس نے آگے بھیجا تھا اور انہیں لوٹا دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ان کا مالک حقیقی ہے اور گم ہو جائے گا ان سے جو وہ افترا باندھا کرتے تھے۔ آپ پوچھیے کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور (کون) نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون ہے جو انتظام فرماتا ہے ہر کام کا؟ تو وہ (جواباً) کہیں گے اللہ! پس آپ کہیے (جب حقیقت یہ ہے) تو تم (شرک سے) کیوں نہیں بچتے۔ یہ ہے اللہ جو تمہارا حقیقی پروردگار ہے۔ پس حق کے بعد کیا ہے بجز گمراہی کے۔ پھر تمہیں (حق سے) کدھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 128، بیروت

موڑا جا رہا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حشر سے مراد موت ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ کا معنی ہے پس ہم ان کے درمیان تفریق ڈال دیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں پر ایک ایسی ساعت آئے گی جس میں انتہائی نرمی ہوگی اور مشرکین اہل توحید کے سامنے یہ اظہار کریں گے کہ ان کی مغفرت کردی جائے گی۔ چنانچہ وہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ (الانعام) "اس اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے نہ تھے ہم شرک کرنے والے"۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ (الانعام) "دیکھو کیسا جھوٹ باندھا انہوں نے اپنے نفسوں پر اور گم ہو گئیں ان سے جو افترا بازیاں کیا کرتے تھے"۔ پھر اس کے بعد ایک ساعت ہوگی جس میں انتہائی شدت ہوگی۔ ان کے وہ الٰہ جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے انہیں نصب کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا یہ ہیں وہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے؟ تو وہ جواب دیں گے: ہاں۔ یہی ہیں جن کی ہم عبادت کرتے تھے تو وہ الٰہ انہیں کہیں گے: قسم بخدا! ہم نہ سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ عقل رکھتے تھے اور نہ ہی ہم یہ جانتے تھے کہ تم ہماری عبادت کر رہے ہو۔ تو وہ جواباً کہیں گے: کیوں نہیں۔ قسم بخدا! ہم تمہاری ہی عبادت کرتے تھے تو ان کے الٰہ انہیں کہیں گے: فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ان کے لیے ان معبودان باطلہ کی تمثیل بنائی جائی گی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے چلیں گے یہاں تک کہ وہ انہیں جہنم میں داخل کر دیں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح قرأت کرتے تھے "هُنَالِكَ تَتْلُوْا" یعنی تاء کے ساتھ۔ فرمایا اس کا معنی ہے وہاں ہر شخص اتباع کرے گا اس عمل کی جو اس نے آگے بھیجا تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی هُنَالِكَ نقل کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تتلو کا معنی اتباع کرنا اور پیچھے پیچھے چلنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تبلو بمعنی تختبر ہے۔ یعنی وہاں ہر شخص کو آزمایا جائے گا (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 130، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 131

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَّاۤ اَسۡلَفَتۡ بمعنی عملت ہے یعنی جو اس نے کیا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا تبلو بمعنی تعاین ہے یعنی ہر شخص خود دیکھ لے گا کُلُّ نَفۡسٍ مَّاۤ اَسۡلَفَتۡ جو عمل اس نے کیے۔ وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ اور (گم ہو جائے گا ان سے) وہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبودان باطلہ کو پکارا کرتے تھے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ وَ رُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَقِّ اس کی ناسخ یہ آیت ہے: بِاَنَّ اللّٰهَ مَوۡلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ اَنَّ الۡكٰفِرِيۡنَ لَا مَوۡلٰى لَهُمۡ ﴿۱۱﴾ (محمد) ''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے اور کفار کا کوئی مددگار نہیں''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حرملہ بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس کا امر یقین ہو؟ فرمایا: وہ حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ''پس حق کے بعد کیا ہے بجز گمراہی کے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اشہب رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ شطرنج اور چوسر کھیلنے والے کی شہادت کے بارے میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ آدمی جو ہمیشہ ان کھیلوں میں مشغول رہتا ہے میں اس کی شہادت کو اچھا اور مفید خیال نہیں کرتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔ واللہ اعلم۔

كَذٰلِكَ حَقَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيۡنَ فَسَقُوۡۤا اَنَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۳﴾

''یونہی ثابت ہو چکی ہے آپ کے رب کی بات ان پر جو فسق و فجور کرتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: كَذٰلِكَ حَقَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ کا معنی ہے آپ کے رب کی بات سبقت لے گئی ہے۔

ابوالشیخ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ حَقَّتۡ کا معنی صدقت ہے یعنی آپ کے رب کی بات سچی ہے۔

قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۳۴﴾ قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّهۡدِيۡۤ اِلَى الۡحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهۡدِيۡ لِلۡحَقِّ ؕ اَفَمَنۡ يَّهۡدِيۡۤ اِلَى الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّيۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى ۚ فَمَا لَكُمۡ ۟ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿۳۵﴾ وَ مَا يَتَّبِعُ اَكۡثَرُهُمۡ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِيۡ مِنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 132، بیروت

الْحَقِّ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۹ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝۴۰

"(اے حبیب!) آپ پوچھیے کیا تمہارے معبودوں میں کوئی ہے جو آغاز آفرینش بھی کرے پھر (فنا کے بعد) اسے لوٹا بھی دے۔ آپ ہی فرمائیے اللہ ہی آفرینش کی ابتدا بھی کرتا ہے اور (فنا کے بعد) اسے لوٹاتا بھی ہے۔ پس (ہوش کرو) تم کدھر پھرے جاتے ہو آپ پوچھیے کیا تمہارے معبودوں میں سے کوئی حق کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے (خود ہی جواباً) فرمائیے اللہ ہی حق کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ تو کیا جو راہ دکھائے حق کی وہ زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے۔ (اے مشرکین!) تمہیں کیا ہو گیا؟ تم کیسے غلط فیصلے کرتے ہو؟ اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر مگر محض وہم و گمان کی۔ بلاشبہ وہم و گمان بے نیاز نہیں کر سکتا حق سے ذرہ بھر۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور نہیں ہے یہ قرآن کہ گھڑ لیا گیا ہو اللہ تعالیٰ (کی وحی آئے بغیر) بلکہ یہ تو تصدیق کرنے والا ہے اس وحی کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور الکتاب کی تفصیل ہے ذرا شک نہیں اس میں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے (اتری) ہے کیا یہ (کافر) کہتے ہیں کہ اس نے خود گھڑ لیا ہے اسے۔ آپ فرمائیے پھر تم بھی لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور (امداد کے لیے) بلا لو جن کو تم بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے علاوہ، اگر تم (اپنے الزام میں) سچے ہو بلکہ انہوں نے جھٹلایا اس چیز کو جسے وہ پوری طرح نہ جان سکے اور نہیں آیا ان کے پاس اس کا انجام۔ اسی طرح (بے علمی سے) جھٹلایا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے پھر دیکھو کیسا انجام ہوا ظالموں کا اور ان میں سے کچھ ایمان لائیں گے اس پر اور ان میں سے کچھ ایمان نہیں لائیں گے اس پر اور آپ کا رب خوب جانتا ہے مفسدوں کو"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے

ارشاد باری تعالیٰ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّهْدٰى کی تفسیر میں فرمایا: (یا وہ جوخود ہی راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی راہنمائی کی جائے) اس سے مراد بت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے سوا جس کی چاہے راہنمائی فرماتا ہے (1)۔

وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِیْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوْا لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْظُرُ اِلَیْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَ لَوْ كَانُوْا لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

"اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو فرما دیجئے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل۔ تم بری الذمہ ہو اس سے جو میں کرتا ہوں، اور میں بری الذمہ ہوں اس سے جو تم کرتے ہو اور ان میں سے کچھ (بظاہر) کان لگاتے ہیں آپ کی طرف۔ تو کیا آپ سناتے ہیں بہروں کو خواہ وہ کچھ نہ سمجھتے ہو اور ان میں سے کچھ (بظاہر) دیکھتے ہیں آپ کی طرف۔ تو کیا آپ راہ دکھاتے ہیں اندھوں کو خواہ وہ کچھ نہ دیکھتے ہوں"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ...... الآیہ کے ضمن میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم دیا، پھر اسے منسوخ کر دیا۔ پھر آپ کو ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم فرمایا (2)۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

"یقیناً اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر ذرہ برابر لیکن لوگ ہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے میرے بندے میں نے اپنے اوپر ظلم حرام قرار دیا ہے اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے۔ پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿۴۵﴾

"اور جس روز اللہ تعالیٰ جمع کرے گا انہیں (وہ خیال کریں گے) گویا وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی دن کی، پہچانیں گے ایک دوسرے کو (تب حقیقت کھلے گی کہ) گھاٹے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اور وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے"۔

امام ابن ابی حاتم نے ابوالشیخ رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ کی تفسیر میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 135، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 138

فرمایا کہ آدمی اپنے ساتھی کو اپنے پہلو میں پہچان لے گا لیکن اس کے ساتھ کلام کرنے کی استطاعت نہیں رکھے گا۔

وَ اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّا ذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ یَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۳﴾ وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

”اور خواہ ہم دکھا دیں آپ کو کچھ (عذاب) جس کا ہم نے وعدہ کیا ہے ان سے یا (پہلے ہی) ہم اٹھالیں آپ کو۔ ہر حالت میں ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس پر جو وہ کرتے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے پس جب آیا ان کا رسول (اور انہوں نے اس کو جھٹلایا) تو فیصلہ کر دیا گیا ان کے درمیان انصاف کے ساتھ اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ (عذاب کا) وعدہ اگر تم سچے ہو آپ کہیے نہیں مالک ہوں میں اپنے آپ کے لیے ضرر کا اور نہ نفع کا مگر جتنا چاہے اللہ تعالیٰ۔ ہر قوم کے لیے میعاد مقرر ہے جب آئے گی ان کی مقرر میعاد تو نہ وہ پیچھے رہ سکیں گے ایک لحہ اور نہ آگے بڑھ سکیں گے آپ فرمایئے (اے منکرو!) ذرا غور

تو کرو اگر آجائے تم پر اس کا عذاب راتوں رات یا دن دہاڑے (تو تم کیا کر لو گے) کس چیز کا جلدی مطالبہ کر رہے ہیں اس سے مجرم کیا جب عذاب نازل ہو جائے گا تب ایمان لاؤ گے اس پر۔ (فرشتے انہیں کہیں گے) اب (آنکھیں کھلیں) تم تو اس عذاب کے لیے بڑی جلدی مچا رہے تھے۔ پھر کہا جائے گا ظالموں سے کہ چکھو (اب) دائمی عذاب (کا مزہ) یا تمہیں بدلہ دیا جائے گا بجز اس کے جو تم کمایا کرتے تھے۔ اور وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے کیا یہ واقعی سچ ہے؟ آپ فرمایئے ہاں! بخدا یہ سچ ہے اور تم (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اور اگر ہر ظالم شخص کے لیے روئے زمین کی دولت ہو تو بھی وہ ساری دولت بطور فدیہ دے دے اور وہ ظالم دل ہی دل میں پچھتانے لگے، جب دیکھا انہوں نے عذاب کو اور فیصلہ کر دیا گیا ان کے درمیان انصاف سے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا سن لو! بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔ سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: اور خواہ ہم دکھا دیں آپ کی زندگی میں عذاب کی تلخی اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا پہلے ہی ہم آپ کو اٹھالیں۔ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ہر حالت میں ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے۔ اور اس ارشاد گرامی وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ کے بارے فرمایا۔ قیامت کے دن (انہوں نے ہماری طرف ہی لوٹنا ہے) (1)

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾

"اے لوگو! آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے اور (آ گئی ہے) شفا ان روگوں کے لیے جو سینوں میں ہیں اور (آ گئی ہے) ہدایت اور رحمت اہل ایمان کے لیے"۔

امام طبرانی اور ابوالشیخ دونوں نے حضرت ابوالاحوص سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی: میرا بھائی اپنے پیٹ میں درد کی شکایت کر رہا ہے اور اس کے لیے شراب تجویز کی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے ناپاک اور پلید چیز میں شفا نہیں رکھی۔ بلاشبہ شفا دو چیزوں میں ہے قرآن کریم اور شہد۔ ان دونوں میں ان تمام بیماریوں کے لیے شفاء ہے جو سینوں میں ہیں اور (یہ دونوں) لوگوں کے لیے باعث شفاء ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سینوں کے روگوں کے لیے باعث شفا بنایا ہے اور تمہارے امراض کے لیے اسے شفا نہیں بنایا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 140، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور عرض کی: میں اپنے سینے میں درد محسوس کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھا کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اپنے حلق میں درد کی شکایت کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے اوپر قرآن پڑھنا لازم کرلے (1)۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم میں ہے کہ دو چیزیں باعث شفا ہیں: ایک قرآن اور دوسرا شہد۔ پس قرآن سینوں کے روگوں کے لیے باعث شفاء ہے اور شہد ہر بیماری کے لیے باعث شفاء ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے مریض کے پاس جب قرآن کریم پڑھا جائے تو وہ اپنے لیے آسانی اور راحت پاتا ہے۔ سو میں حضرت خیثمہ کے پاس ان کی بیماری کی حالت میں گیا اور میں نے کہا: بلاشبہ میں تجھے اچھا اور صحت مند دیکھ رہا ہوں۔ تو انہوں نے کہا: آج میرے پاس قرآن کریم پڑھا گیا ہے (2)۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸

"(اے حبیب!) آپ فرمائیے یہ کتاب محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوئی ہے، پس چاہیے کہ اسی پر خوشی منائیں۔ یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں"۔

امام ابوعبید، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن انباری نے المصاحف میں، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں کئی طرق سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھ پر قرآن پڑھوں۔ تو میں نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرا نام لے کر کہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو پھر حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا تمہیں اس سے خوشی ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا: کون سی شے مجھے اظہار فرحت سے روک سکتی ہے؟ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ** آپ نے اسی طرح اس آخری لفظ کو تاء کے ساتھ پڑھا ہے (3)۔

امام طیالسی، ابوداؤد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح پڑھایا ہے: **فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا** یعنی تاء کے ساتھ۔

1۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد 2، صفحہ 519 (2580) دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 518 (2579)
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 314، دارالصمیعی الریاض

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ تاء کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔ یعنی "فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا تَجْمَعُوْنَ" (1)

امام ابن ابی عمر عدنی، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اس طرح قرأت فرماتے تھے۔ "فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا"

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل قرآن ہے اور اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے انہیں اہل قرآن بنایا۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اسلام ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل اسلام ہے اور اس کی رحمت قرآن ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد قرآن ہے اور اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے انہیں اہل قرآن بنایا (4)۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل علم ہے اور اس کی رحمت حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (الانبیاء)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ فضل اللہ سے مراد اسلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد قرآن کریم ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فضل اور رحمت دونوں سے مراد قرآن کریم ہے (6)۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد قرآن کریم ہے اور رحمۃ سے مراد اسلام ہے (7)۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ہلال بن یسار رحمہ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد وہ اسلام ہے جس کے ذریعہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور رحمہ سے مراد وہ قرآن ہے جو اس نے تمہیں سکھایا (8)۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ہلال بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد اسلام

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 146، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 317
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 145
4۔ ایضاً
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 132 (30070) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 145
7۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 145
8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 144

اور رحمہ سے مراد قرآن ہے(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے(2)۔

امام خطیب اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رحمۃ سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابوالقاسم بن بشران رحمہ اللہ نے امالیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جس کی راہنمائی اسلام کی طرف فرمائی اور اسے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا۔ پھر اس نے فاقہ کی شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ فقر اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دے گا یہاں تک کہ وہ اسے جا ملے گا۔ پھر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یعنی یہ اس سامان دنیا اور مال و متاع سے بہتر ہے جو اموال وہ جمع کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا: جب تو کوئی نیک اور اچھا عمل کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے تو اس پر اظہار خوشی کیا کر۔ پس یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو وہ سامان دنیا میں جمع کرتے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اظہار مسرت کرنا بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں مثلاً اموال، کھیتی اور چوپائے وغیرہ(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ایفع الکلاعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب عراق کا خراج حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کا غلام دونوں نکلے اور اونٹوں کو گننے لگے لیکن وہ اس سے بہت زیادہ تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہ کہنے لگے: الحمد للہ۔ اور آپ کا خادم یہ کہنے لگا: قسم بخدا! یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے جھوٹ کہا ہے یہ وہ نہیں ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ...... الآیہ۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ مَا ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 1144، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 145

"آپ فرمایئے بھلا بتاؤ تو جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا۔ پس بنالیا تم نے اس سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال۔ پوچھیے کیا اللہ تعالیٰ نے (ایسا کرنے کی) تمہیں اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو افتراء کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹا کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرماتا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اہل شرک ہیں۔ وہ کھیتی اور چوپاؤں میں سے جن کے بارے چاہتے انہیں حلال قرار دیتے تھے اور جنہیں چاہتے انہیں حرام قرار دے دیتے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، بیہقی نے سنن میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید مولی ابی اسید انصاری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل مصر کا ایک وفد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے عرض کی: مصحف لیجئے اور السابعہ کھولیے، وہ سورہ یونس کو السابعہ کا نام دیتے تھے۔ پس آپ نے یہ سورت پڑھی جب آپ اس آیت پر پہنچے: قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا تو انہوں نے آپ سے عرض کی: ٹھہر جایئے۔ آپ کا کیا خیال ہے جو آپ نے سرکاری چراگاہیں بنا رکھی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے یا آپ اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اسے جاری رکھیے کیونکہ یہ آیت تو اس اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رہا مسئلہ چراگاہوں کا تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے بنوائی تھیں۔ اور جب مجھے والی بنایا گیا اور صدقہ کے اونٹوں میں اضافہ ہوا، تو میں نے چراگاہوں میں اضافہ کر دیا (2)۔

وَ مَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ وَ مَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۱﴾

"اور نہیں ہوتے آپ کسی حال میں اور نہ آپ تلاوت کرتے ہیں اس حال میں کچھ قرآن اور (اے لوگو!) نہ تم کچھ عمل کرتے ہو مگر (ہر حال میں) ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب بھی تم شروع ہوتے ہو کسی کام میں۔ اور نہیں چھپا ہوتا آپ کے رب سے ذرہ برابر بھی زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہیں کوئی چھوٹی چیز اس ذرہ سے اور نہ بڑی مگر وہ روشن کتاب (لوح محفوظ) میں ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِذْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 147، بیروت 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 520 (37690) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ کا معنی ہے "اذ تفعلون" یعنی جب بھی تم کوئی کام کرتے ہو(1)۔

امام عبد بن حمید، فریابی، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَ مَا يَعۡزُبُ کا معنی ہے "وہ پوشیدہ اور چھپا ہوا نہیں ہوتا" (مایغیب)(2)

امام فریابی اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بھی حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح نقل کیا ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ مَا يَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ کا معنی ہے اور آپ کے رب سے ذرہ کے وزن برابر بھی وہ غیب نہیں ہوگا۔ وَ لَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِيۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ فرمایا: یہ وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ كَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾

"سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (عمر بھر) پرہیزگاری کرتے رہے"۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ علیہ السلام وہ اولیاء اللہ کون ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت دنیا کے باطن کی طرف دیکھتے ہیں جب کہ عام لوگ اس کے ظاہر کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور وہ ہیں جو دنیا کے انجام کی طرف دیکھتے ہیں جب کہ لوگ اس کی ابتدا کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور وہ دنیا کی ان چیزوں کو مار دیتے ہیں جن کے بارے انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ وہ انہیں مار دیں گی اور ایسی چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں جن کے بارے وہ یہ جانتے ہیں کہ عنقریب وہ انہیں چھوڑ دیں گی۔ پس ان کے نزدیک دنیا کی کثرت کی طلب قلت کی طلب ہوتی ہے۔ ان کا دنیا کو یاد کرنا موت ہوتی ہے۔ دنیا کی کسی شے کے سبب انہیں پہنچنے والی فرحت حزن اور غم ہوتا ہے۔ دنیا کی نعمتوں میں سے جو انہیں عارض ہو وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور بغیر حق کے دنیوی رفعتوں میں سے جو انہیں عارض ہو وہ اسی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ دنیا کو گراتے ہیں اور اس کے عوض اپنی آخرت کو بناتے ہیں۔ وہ دنیا کو بیچتے ہیں اور اس کے عوض وہ چیز خریدتے ہیں جو ان کے لیے باقی رہتی ہے۔ وہ دنیا کو چھوڑتے ہیں اور اسے چھوڑنے کے سبب وہ خوش ہوتے ہیں۔ وہ اسے بیچتے ہیں اور اسے بیچنے کے سبب وہ نفع کمانے والے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اہل دنیا کو نیچے گرا پڑا دیکھا ہے کہ ان پر کئی زمانے گزر گئے ہیں۔ پس انہوں نے موت کے ذکر کو پسند کیا اور زندگی کے ذکر کو چھوڑ دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، اس کے نور سے روشنی طلب کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ روشن کرتے ہیں۔ ان کے لیے عجیب خبر ہے اور ان کے پاس خبر عجیب ہے۔ ان کے ساتھ کتاب قائم ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 149، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 151 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 153

اور کتاب کے ساتھ وہ قائم ہیں ان کے ساتھ کتاب گفتگو کرتی ہے اور اس کتاب کے ساتھ وہ گفتگو کرتے ہیں۔ ان کے سبب کتاب کا علم ہے اور اس کے سبب وہ عالم ہیں۔ جس چیز کو انہوں نے نہیں پایا اسے پانے کی وہ خواہش نہیں رکھتے اور جس شے کی وہ امید رکھتے ہیں اس سے کم کی وہ آرزو نہیں کرتے اور جن چیزوں سے وہ خود احتیاط اور پرہیز کرتے ہیں ان کے سوا وہ کوئی خوف نہیں رکھتے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے "هُمُ الَّذِيْنَ إِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ" (2)

امام طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع اور موقوف دونوں طرح روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو ان کے دیدار کے سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

امام ابن مبارک، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اولیاء اللہ کو دیکھنے کے سبب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگتا ہے (3)۔

امام ابن مبارک، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، بزار، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے (4)۔

امام ابوالشیخ نے مسعر کی سند سے حضرت سہل بن اسد رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

امام ابن مردویہ نے مسعر بن اخنس کی سند سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کیا گیا اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آ جائے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت ابوالضحیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری کر دے (5)۔

امام احمد، ابن ماجہ، حکیم ترمذی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے اسماء بنت یزید سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے اخیار اور اولیاء کے بارے خبر نہ دوں؟ تمام نے عرض کی: کیوں نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے باکمال (اولیا) وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے (6)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ اللہ

1۔ کتاب الزہد، باب من مواعظ عیسیٰ علیہ السلام، صفحہ 78، بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 153، بیروت

3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 152 4۔ نوادر الاصول، باب فی علامات اولیاء اللہ، صفحہ 140، دار صادر بیروت

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 195 (35279) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

6۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، جلد 4، صفحہ 473 (4119) دار الکتب العلمیہ بیروت

تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں، نہ وہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء ہیں۔ لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور مجلس کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ پس ایک اعرابی اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سامنے بیٹھ گیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ہمیں ان کے اوصاف بتائیے۔ ہمارے لیے انہیں وضاحت سے بیان فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایسی قوم ہے جو قبائل سے دور مختلف اطراف کے لوگ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے قیامت کے دن نور کے منبر بچھائے گا اور وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ خوف زدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ وہی وہ اولیاء اللہ ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ''قَالَ: مِنْ اِفْنَاءِ النَّاسِ مِنْ نِزَاعِ الْقَبَائِلِ قَوْمٌ فِي اللّٰهِ وَتَحَابُّوْا فِي اللّٰهِ، يَضَعُ اللّٰهُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ فَيُجْلِسُهُمْ، يَخَافُ النَّاسُ وَلَا يَخَافُوْنَ، هُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ''

امام احمد اور حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بندہ صریح ایمان کا حق ادا نہیں کر سکے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی کسی سے بغض رکھے۔ اور جب کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بغض رکھتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ بے شک میرے بندوں میں سے میرے دوست اور میری مخلوق میں سے میرے محبوب وہ ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا ذکر کرتا ہوں (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے جو حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے شریر وہ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں، دوستوں کے درمیان تفریق پیدا کرتے ہیں اور گناہ سے بری لوگوں کو گناہ کا الزام دیتے ہیں (2)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے خیار اور باکمال لوگ وہ ہیں کہ جن کی رؤیت تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے ان کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کر دے۔ اور ان کا عمل آخرت کی جانب تمہیں راغب کر دے (3)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ کن کے ساتھ ہمارا بیٹھنا اچھا اور بہتر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جسے دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلا دے، جس کا بولنا تمہارے اعمال میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے (4)۔

1۔ مسند امام احمد مع شرح، جلد 3، صفحہ 430، دار صادر بیروت　2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 227

3۔ نوادر الاصول، باب فی علامات اولیاء اللہ، صفحہ 140، دار صادر بیروت　4۔ ایضاً

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے کون افضل ہے تاکہ ہم اسے ہم نشین اور معلم بنائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کہ جب اسے دیکھا جائے تو اس رؤیت کے سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔ قَالُوْا: "یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّنَا اَفْضَلُ کَیْ نَتَّخِذَہٗ جَلِیْسًا مُعَلِّمًا؟ قَالَ: اَلَّذِیْ اِذَا رُئِیَ ذُکِرَ اللّٰهُ بِرُؤْیَتِهٖ"

امام ابوداؤد، ہناد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کرتے ہیں۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ وہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جو بغیر اموال وانساب کے خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی جب لوگ گھبرا رہے ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔ جب لوگ غمزدہ ہوں گے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (1)

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مقام ومرتبہ پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ وہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قوم ہے جو اموال وانساب کے تعلق کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ نور کے منبروں پر ان کے چہرے منور اور روشن ہوں گے۔ انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوف زدہ ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے جب لوگ غم زدہ ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے مذکورہ آیت طیبہ پڑھی (2)۔

امام احمد، ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخوان میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ ہی شہداء ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور ان کی مجالست پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ان کے اوصاف بیان فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دور دراز قبائل کے مسافر اور لوگوں کی اولاد میں سے متفرق لوگ ہیں۔ ان کے درمیان باہم قرابتداری کا کوئی رشتہ موجود نہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وہ ایک دوسرے کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے لیے نور کے منبر بچھائے گا اور وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ گھبرا جائیں گے اور انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ وہی اولیاء اللہ ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے (4)۔

1۔ نوادر الاصول، باب فی علامات اولیاء اللہ، صفحہ 141، بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 486 (8998) دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 485 (8997) 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 153، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے آپ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میری محبت میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے ثابت ہو چکی ہے۔ میری رضا کے لیے باہم ملاقات کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے اور میری رضا کے لیے باہم مل کر بیٹھنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو میری مساجد کو میرے ذکر سے آباد کرتے ہیں، لوگوں کو خیر اور نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور انہیں میری اطاعت وفرمانبرداری کی طرف بلاتے ہیں۔ وہی میرے اولیاء ہیں جنہیں میں اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا فرماؤں گا، انہیں اپنے جوار میں سکونت عطا کروں گا، انہیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھوں گا اور انہیں عام لوگوں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل کروں گا۔ وہ اس میں طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے پھر حضور نبی کریم ﷺ نے مذکورہ آیت طیبہ پڑھی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد اللہ بن احمد رحمہما اللہ نے زوائد المسند میں حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت معاذ بن جبل سے حمص میں ملا۔ تو میں نے کہا: قسم بخدا! بلاشبہ میں تجھ سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا تجھے بشارت ہو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے اس دن عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان کے مقام ومرتبہ کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ پھر میں نکلا اور میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جا ملا اور میں نے ان کے ساتھ گفتگو کی جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہی۔ تو پھر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ میری خوشنودی کے لیے باہم ملاقات کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ اور میری رضا میں خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام اور صدیقین ان پر رشک کریں گے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے سرخ یاقوت کے ستون

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 45 (34100) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ہوں گے اور ستون کے سرے میں ستر ہزار کمرے ہیں۔ ان کا حسن اہل جنت کو اس طرح روشن کر دے گا جس طرح سورج اہل دنیا کو روشن کرتا ہے۔ تو ان میں بعض بعض کو کہیں گے: ہمیں لے چلو یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا میں باہم محبت کرنے والوں کو دیکھ لیں۔ پس جب وہ اس پر جھانکیں گے، تو ان کا حسن اہل جنت کو اس طرح روشن کر دے گا جس طرح سورج اہل دنیا کو روشن کرتا ہے وہ اطلس کے سبز کپڑے پہنے ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ ''هٰٓؤُلَآءِ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ''(1)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن سابط سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ رحمٰن کی دائیں جانب اور اللہ تعالیٰ کے دونوں دست قدرت دائیں ہی ہیں۔ نور کے منبروں پر ایک قوم ہوگی۔ ان کے چہرے نور ہوں گے اور ان پر سبز لباس ہوگا۔ دیکھنے والوں کی آنکھوں کے لیے ان کی رؤیت سے حجاب بن جائے گا۔ وہ نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔ یہ قوم ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت جلال کے سبب اس وقت باہم محبت کی جب کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی تھی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت علاء بن زیاد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔ لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء پوچھیں گے۔ یہ کون ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہی وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی مالی منفعت کے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ مال کی مہربانی کرتے تھے حالانکہ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ تھی (3)۔

امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر باہم محبت کرنے والوں کے کمرے جنت میں ہم اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ وہ ستارہ جو مشرق یا مغرب کی جانب سے طلوع ہوتا ہے۔ تو کہا جائے گا: یہ کون ہیں؟ جواب دیا جائے گا: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے ہیں (4)۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾

''انہیں کے لیے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں، نہیں بدلتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں یہی بڑی کامیابی ہے''۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں عطاء بن یسار سے اور انہوں نے

1۔ نوادر الاصول، باب غرف فی الجنۃ ومراتب الدرجات، صفحہ 273، دار صادر بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 45 (34095) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 3۔ ایضاً (34096)

4۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 87، دار صادر بیروت

اہل مصر میں سے ایک آدمی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کے بارے کسی نے بھی مجھ سے نہیں پوچھا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ہے اور آپ ﷺ نے اس وقت مجھے فرمایا تھا کہ جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے تیرے سوا کسی نے بھی اس کے بارے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ یہ اچھے خواب ہیں جو ایک مسلمان دیکھتا ہے یا مسلمان کو دکھائے جاتے ہیں۔ پس یہ دنیوی زندگی میں اس کے لیے بشارت ہے اور آخرت میں اس کے لیے بشارت جنت ہے(1)۔

امام طیالسی، احمد، دارمی، ترمذی، ابن ماجہ، ہیثم بن کلیب شامی، حکیم ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، طبرانی، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سچے خواب ہیں، جو مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں(2)۔

امام احمد، ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھے خواب ہیں جن کے سبب مومن کو بشارت دی جاتی ہے اور یہ نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جز ہیں۔ پس جو انہیں دیکھے۔ اسے چاہیے کہ وہ ان کے بارے محبت اور دوستی رکھنے والے کو بتائے اور جو کوئی ان کے علاوہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی جانب سے ہوگا، تاکہ وہ اسے غم زدہ کردے۔ اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب، تین بار تھوک دے اور خاموش رہے اور اس کے بارے کسی کو نہ بتائے(3)۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے حضور نبی مکرم ﷺ سے یہ ارشاد روایت کیا۔ ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ دنیا میں اچھے خواب ہیں جو ایک نیک بندہ دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں اور آخرت میں جنت ہے(4)۔

امام ابن سعد، بزار، ابن مردویہ اور خطیب نے المتفق والمفترق میں کلبی رحمہم اللہ کی سند سے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ بن رباب سے بیان کیا ہے (اور یہ انصاری نہیں ہیں) کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اچھے خواب ہیں جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں(5)۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابوالقاسم بن مندہ نے کتاب سوال القبر میں ابوجعفر کی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جنگل کے رہنے والوں میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے کچھ فرمایئے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 155، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 154
3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 155
4۔ ایضاً
5۔ طبقات کبریٰ، جلد 3، صفحہ 574، دار صادر بیروت

اچھے خواب ہیں جو مومن کو دکھائے جاتے ہیں اور ان کے سبب اسے دنیا میں بشارت دی جاتی ہے۔ رہا ارشاد گرامی فِي الْاٰخِرَةِ تو یہ موت کے وقت مومن کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اور اسے جو تجھے قبر تک اٹھا کر لایا ہے معاف فرما دیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسفیان رحمہ اللہ کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اسی ارشاد باری تعالیٰ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بارے کسی نے مجھ سے نہیں پوچھا، یہ اچھے خواب ہیں جو مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں اور آخرت میں جنت ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے الْبُشْرٰى کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اچھا خواب ہے جو ایک مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے اسی ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ اچھا خواب ہے جسے مسلمان اپنی ذات کے لیے یا اپنے بھائیوں میں سے کسی کے لیے دیکھتا ہے(1)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وصال کے دوران پردہ اٹھایا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبشرات نبوت میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی سوائے اچھے خوابوں کے جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں(2)۔

امام سعید بن منصور، احمد اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے مبشرات کے میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا وہ اچھے خواب ہیں(3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت ختم ہو چکی ہے۔ میرے بعد کوئی نبوت نہیں اور مبشرات باقی ہیں اور وہ مسلمان کے اچھے خواب ہیں جنہیں وہ دیکھتا ہے یا جو اسے دکھائے جاتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک رسالت اور نبوت دونوں ختم ہو چکی ہیں، میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔ البتہ مبشرات ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: وہ مسلمان کے خواب ہیں اور یہ نبوت کے اجزا میں سے ایک جز ہیں(4)۔

امام احمد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 158، بیروت 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 173 (30454) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 322 (1068) دار الصمیعی الریاض 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 173 (30457) مدینہ منورہ

فرمایا: اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہے اور یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

امام احمد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد مبشرات کے سوا نبوت میں سے کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: یہ اچھے خواب ہیں جنہیں ایک آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں (1)۔

امام ابن ماجہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ام کنداللکعبیہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اور مبشرات باقی ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہے تو قریب نہیں کہ مومن کا خواب جھٹلا دیا جائے اور ان میں سے جو زیادہ سچ بولنے والا ہوگا۔ اسی کا خواب زیادہ سچا ہوگا۔ مسلمان کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ اور خواب تین قسم کے ہیں۔ پس اچھے خواب تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہیں۔ ایک وہ خواب ہے جس سے شیطان غم زدہ کرتا ہے۔ اور ایک وہ خواب جس کے سبب آدمی اپنے آپ سے بات کرتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اٹھے اور تھوک دے اور اس کے بارے لوگوں سے گفتگو نہ کرے۔ حالت خواب میں قید پسندیدہ ہے اور ہتھکڑی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اور قید سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے (3)۔ ابن ماجہ کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے خوش کرے تو اسے چاہیے کہ اگر وہ پسند کرے تو اسے بیان کرے اور اگر کوئی ناپسندیدہ شے دیکھے تو پھر اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور چاہیے کہ اٹھے اور نماز پڑھے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جز ہے (4)۔

امام بخاری، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے سنا: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو گا۔ پس اس چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے اور اسے بیان بھی کرے۔ اور جب کوئی اس کے سوا دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو شیطان کی جانب سے ہوگا۔ تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے۔ کیونکہ وہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اچھا خواب چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 129، دار صادر بیروت
2۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، باب تعبیر الرؤیا، جلد 4، صفحہ 338 (3896) بیروت
3۔ سنن ترمذی، باب تعبیر الرؤیا، جلد 4، صفحہ 401 (2270) دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ صحیح بخاری، باب الرؤیا الصالحۃ، جلد 2، صفحہ 1035، کراچی
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1043، قدیمی کتب خانہ کراچی

الفاظ ہیں کہ وہ نبوت کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے(2)۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے مبشرات کے سوا نبوت میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی۔ انہوں نے عرض کی مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا اچھے خواب(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا خواب نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ خواب مبشرات میں سے ہے اور یہ نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے ضمن میں حضرت عروہ نے کہا: اس سے مراد اچھا خواب ہے جس کو نیک بندہ دیکھتا ہے(6)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے اس سے مراد اچھا خواب ہے جسے بندۂ مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے(7)۔

امام حکیم ترمذی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حمید بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے بارے پوچھا۔ تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا خواب ہے جو مومن اپنی ذات کے لیے دیکھتا ہے، یا اسے دکھایا جاتا ہے اور وہ ایک کلام ہے جو تیرا رب اپنے بندے سے اس کی حالت نیند میں کرتا ہے(8)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: جب وہ آدمی صبح کرے جس نے کوئی اچھا خواب دیکھا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے بارے ہمیں بتائے۔ کیونکہ ایک مسلمان آدمی جس نے خوب اچھی طرح وضو کیا، اس کا اچھا خواب مجھے بتانا میرے نزدیک فلاں فلاں چیز سے زیادہ پسندیدہ ہے(9)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو رزین رضی

1۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 4، صفحہ 338 (3895) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 337 (3894)
3۔ صحیح بخاری، باب الرؤیا الصالحۃ، جلد 2، صفحہ 1035، قدیمی کتب خانہ کراچی
4۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 4، صفحہ 338 (3897)
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 174 (30461) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 174 (30462)
7۔ ایضاً (30463)
8۔ نوادر الاصول، باب حقیۃ الرؤیا، صفحہ 118، دار صادر بیروت
9۔ ایضاً، صفحہ 283 (مختصراً)

اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور جب تک وہ اسے بیان نہ کرے وہ اس آدمی پر اڑتا رہتا ہے اور جب وہ اسے بیان کر دے تو وہ گر پڑتا ہے (1)۔

امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رؤیا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور حلم (خواب) شیطان کی جانب سے ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی ایسی شے دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ تو اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دے پھر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھے۔ تو یہ اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عوف بن مالک اشجعی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رؤیا (خواب) تین قسم کے ہیں: شیطان کی جانب سے خوف زدہ کرنا، تاکہ وہ اس کے ذریعہ انسان کو غمگین کر دے۔ اور خواب میں سے یہ امر بھی ہے کہ وہ بیداری کی حالت میں اپنے آپ سے جو باتیں کرتا ہے تو وہ وہی حالت خواب میں دیکھتا ہے اور خواب کی ایک قسم یہ ہے کہ وہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے (3)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت سمیر بن ابی واصل رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے نیند کی حالت میں عتاب کرتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ارشاد باری تعالیٰ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی ہے۔ فرمایا: وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ (الاحزاب) (4)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مقسم رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو آیتیں ہیں جن کے ساتھ مومن کو اس کی موت کے وقت بشارت دی جائے گی: اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ (یونس) اور اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (فصلت:30)

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابوالقسام بن مندہ رحمہم اللہ نے کتاب سوال القبر میں بیان کیا ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے ضمن میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ مرنے سے پہلے جان لے گا کہ وہ کہاں ہوگا (5)۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زہری اور قتادہ رحمہما اللہ دونوں نے کہا: اس سے مراد موت کے وقت کی بشارت ہے (6)۔

1۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 4، صفحہ 345 (3914)

2۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، باب تعبیر الرؤیا، جلد 4، صفحہ 343 (3909) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 181، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 158

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 220 (35499) 6۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 176، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حجاج نے خطبہ دیا اور کہا: کہ ابن زبیر نے کتاب اللہ کو بدل دیا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو اس کی طاقت رکھتا ہے نہ ابن زبیر۔ اس لیے کہ ارشاد گرامی ہے: لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ "اللہ تعالیٰ کے کلمات نہیں بدلتے" (1)۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾

"اور نہ غم زدہ کریں آپ کو ان کی باتیں یقیناً ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لیے وہ سب کچھ سننے والا ہر چیز جاننے والا ہے خبردار بے شک اللہ کے ملک میں ہے جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور کس کی پیروی کر رہے ہیں جو لوگ پکار رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسرے) شریکوں کو؟ نہیں پیروی کر رہے مگر وہم و گمان کی اور نہیں وہ مگر اٹکلیں دوڑا رہے ہیں"۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب انہیں اس دین سے کوئی نفع نہ ہوا جو دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آئے اور وہ اپنے کفر پر ہی قائم رہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی گراں گزرا۔ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ حکم آیا جس میں اللہ تعالیٰ عتاب فرما رہا ہے: وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ کہ جو وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے، سو اگر اللہ تعالیٰ اپنا غلبہ چاہے تو وہ یقیناً ان پر غالب آ جائے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 159، بیروت

''وہی ہے جس نے بنائی تمہارے لیے رات تا کہ تم آرام کرو اس میں اور روشن دن بنایا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (غور سے) سنتے ہیں۔ انہوں نے کہا بنالیا ہے اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا۔ وہ پاک ہے۔ وہ تو بے نیاز ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں تمہارے پاس کوئی دلیل اس (بیہودہ بات) کی، کیا بہتان باندھتے ہو اللہ تعالیٰ پر جس کا تمہیں علم ہی نہیں۔ آپ فرمایئے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے (چندروزہ) لطف اندوزی ہے دنیا میں پھر ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے پھر ہم چکھائیں گے انہیں سخت عذاب بوجہ اس کے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا کا معنی ہے اور دن کو روشن (بنایا) یعنی مبصر بمعنی منیر ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس (اس بیہودہ بات) کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یعنی اس میں ان بمعنی ما ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَيَّ وَ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

''اور آپ پڑھ سنایئے انہیں نوح (علیہ السلام) کی خبر جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر گراں ہے تم پر میرا قیام اور میرا پند و نصیحت کرنا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے پس (سن لو) میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیا سو تم بھی کوئی متفقہ فیصلہ کر لو اپنے شریکوں سے مل کر پھر نہ ہو تمہارا یہ فیصلہ تم پر مخفی پھر کر گزرو میرے ساتھ (جو جی میں آئے) اور مجھے مہلت نہ دو۔ بایں ہمہ اگر تم منہ موڑے رہو تو نہیں طلب کیا میں نے تم سے کچھ اجر۔ نہیں میرا اجر

مگر اللہ کے ذمہ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں مسلمانوں سے۔ تو آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا پس ہم نے نجات دی انہیں اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے بنا دیا انہیں ان کا جانشین اور ہم نے غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ ذرا دیکھو کیسا انجام ہوا ان کا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔ پھر ہم نے بھیجے نوح (علیہ السلام) کے بعد اور رسول ان کی قوموں کی طرف پس وہ لائے ان کے پاس روشن دلیلیں تو وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے اس پر جسے وہ جھٹلا چکے تھے پہلے۔ یونہی ہم مہر لگا دیتے ہیں سرکشوں کے دلوں پر''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اعرج رحمہ اللہ **فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ** کی تفسیر میں فرماتے ہیں: پس تم اپنے معاملہ کا فیصلہ کر لو اور اپنے شریکوں کو بھی بلا لو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ انہی الفاظ کی تفسیر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس چاہیے کہ تم اپنے ساتھ جمع کر لو۔ ان کے معاملہ کو اکٹھا کر لو۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ **ثُمَّ لَا یَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَیْكُمْ غُمَّةً** کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ تم پر تمہارا فیصلہ گراں ثابت نہ ہو۔ پس تم فیصلہ کرو جو تم فیصلہ کرتے ہو(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: **ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَیَّ** کا معنی ہے پھر میری طرف تیزی سے حملہ آور ہو **وَ لَا تُنْظِرُوْنِ** اور مجھے مہلت نہ دو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَیَّ** کا معنی ہے۔ پھر میرے ساتھ وہ کر گزرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے(2)۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىِٕهٖ بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ﴿۷۸﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴿۸۰﴾ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 177، دار الکتب العلمیہ بیروت 2 تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 165، بیروت

مُوۡسٰی مَا جِئۡتُمۡ بِہِ ۙ السِّحۡرُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَیُبۡطِلُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُصۡلِحُ عَمَلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾ وَ یُحِقُّ اللّٰہُ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۸۲﴾ؑ

''پھر ہم نے بھیجا ان رسولوں کے بعد موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیوں کے ساتھ تو فرعونیوں نے غرور وتکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ پھر جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے تو انہوں نے کہہ دیا کہ یقیناً یہ کھلا جادو ہے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا (عقل کے اندھو) کیا تم کہتے ہو (ایسی بات) حق کے متعلق جب وہ تمہارے پاس آیا (سوچو!) کیا یہ جادو ہے؟ اور نہیں کامیاب ہوتے جادوگر کہنے لگے کیا تم اس لیے آئے ہو ہمارے پاس تا کہ ہٹا دو ہمیں اس (دین) سے جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اور ہو جائے صرف تم دونوں کے لیے بڑائی سرزمین (مصر) میں۔ اور ہم لوگ تو تم کو نہیں مانیں گے اور فرعون نے حکم دیا (فوراً) لے آؤ میرے پاس ہر ماہر جادوگر۔ پھر جب آ گئے جادوگر تو کہا انہیں موسیٰ (علیہ السلام) نے ڈالو (میدان میں) جو تم ڈالنے والے ہو۔ پھر جب ڈال دیا انہوں نے تو موسیٰ نے فرمایا: یہ جو تم لائے ہو یہ جادو ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ملیا میٹ کر دے گا اسے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں سنوارتا شریروں کے کام کو اور اللہ تعالیٰ حق کو حق کر دکھاتا ہے اپنے ارشادات سے اور خواہ ناپسند ہی کریں (اسے) مجرم''۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لِتَلۡفِتَنَا کا معنی ہے ''لِتَلۡوِیَنَا'' تاکہ تو ہمیں موڑ دے دور ہٹا دے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی لفظ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: تاکہ تم ہمیں ہمارے معبودوں سے روک دو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ آیت میں الۡکِبۡرِیَآءُ کا معنی ہے عظمت، حکومت اور بادشاہی وغلبہ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے لیث بن ابی سلیم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کے اذن سے سحر (جادو) کے لیے باعث شفا ہے۔ آپ برتن میں پانی ڈال کر یہ آیات پڑھتے اور پھر وہ پانی اس آدمی کے سر پر انڈیلتے جس پر جادو کیا ہوتا۔ اس میں سورۂ یونس کی یہ آیات ہیں: فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا قَالَ مُوۡسٰی مَا جِئۡتُمۡ بِہِ ۙ السِّحۡرُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَیُبۡطِلُہٗ سے لے کر وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ تک اور سورۂ اعراف کی یہ آیات فَوَقَعَ الۡحَقُّ وَ بَطَلَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾ (الاعراف) سے لے کر چار آیتوں کے آخر تک۔ اور یہ ارشاد اِنَّمَا صَنَعُوۡا کَیۡدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَیۡثُ اَتٰی ﴿۶۹﴾ (طٰہٰ)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 168، دار احیاء التراث العربی بیروت

حروف اس طرح ہیں "مَا اٰتَیتُم بِہٖ سِحرٌ" اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: مَاجِئۡتُمۡ بِهِ السِّحۡرُ۔

فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوۡسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ عَلٰى خَوۡفٍ مِّنۡ فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۟ئِهِمۡ اَنۡ يَّفۡتِنَهُمۡ‌ ؕ وَاِنَّ فِرۡعَوۡنَ لَعَالٍ فِى الۡاَرۡضِ‌ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ۝۸۳ وَقَالَ مُوۡسٰى يٰقَوۡمِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ ۝۸۴ فَقَالُوۡا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا‌ ۚ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَۙ ۝۸۵ وَنَجِّنَا بِرَحۡمَتِكَ مِنَ الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝۸۶

"پس نہ ایمان لائے موسیٰ پر بجز ان کی قوم کی اولاد کے (وہ بھی) ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اپنے سرداروں سے کہیں وہ انہیں بہکا نہ دے۔ اور واقعی فرعون بڑا سرکش (بادشاہ) تھا ملک میں اور واقعی وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم! اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم سچے مسلمان ہو۔ انہوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ پر ہی ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے رب! نہ بنا ہمیں فتنہ (کا موجب) ظالم قوم کے لیے اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت سے کافروں (کے ظلم وستم) سے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوۡسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ کے ضمن میں فرمایا ہے: کہ ان کی تھوڑی سی اولاد موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ذُرِّيَّةٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ کے ضمن میں آپ نے فرمایا کہ قوم سے مراد بنی اسرائیل ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ ان کی اولاد موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی جس کی طرف آپ کو طویل زمانے سے بھیجا گیا تھا اور ان کے آباء واجداد مر گئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اولاد جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی وہ قوم فرعون کے بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے تھی۔ ان ہی میں سے فرعون کی بیوی، آل فرعون کے مومن، فرعون کا خازن اور اس کے خازن کی بیوی بھی ہے (3)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، نعیم بن حماد نے الفتن میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ کے تحت حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ہمارے رب! تو انہیں ہم پر غلبہ نہ دے کیوں کہ وہ ہمیں فتنوں میں ڈالتے رہیں گے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 171، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 172 3۔ ایضاً
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 327، دار الصمیعی الریاض

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں قوم فرعون کے ہاتھوں عذاب نہ دے اور نہ ہی اپنی جانب سے عذاب میں مبتلا کر۔ پس قوم فرعون کہے گی: اگر وہ حق پر ہوتے تو وہ عذاب نہ دیئے جاتے اور ہم ان پر غالب نہ آتے۔ پس وہ ہمارے سبب فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ کے بارے میں یہ قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے التجاء کی کہ وہ ہم پر ہمارے دشمنوں کو غالب نہ کرے۔ کیونکہ وہ یہ گمان کریں گے کہ وہ زیادہ عدل کرنے والے ہیں تو وہ اسی کے سبب فتنے میں پڑ جائیں گے۔

امام ابن منذر، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: اے ہمارے رب! تو انہیں ہم پر غلبہ نہ دے کیونکہ وہ یہ گمان کریں گے کہ وہ ہم سے بہتر ہیں (1)۔

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۷﴾

"اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف کہ مہیا کرو اپنی قوم کے لیے مصر میں چند گھر اور بناؤ اپنے ان گھروں کو قبلہ رخ اور قائم کرو نماز اور (اے موسیٰ) خوش خبری دو مومنوں کو"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے (کہ اس آیت میں اس وقت کا ذکر ہے) جب کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نماز سے روک دیا تھا۔ تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنی مساجد اپنے گھروں میں بنائیں اور ان کے رخ قبلہ شریف کی طرف کریں۔

امام ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت میں مصر سے مراد اسکندریہ کا شہر ہے (2)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ وہ صرف عبادت گاہ میں ہی نماز پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں آل فرعون سے خوف لاحق ہو گیا۔ تو انہیں اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا گیا (3)۔

امام فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے انہی الفاظ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں مساجد بنا لیں (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 174، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 178
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 15، صفحہ 329 دار الصمیعی الریاض
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 176

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرعون اور اس کی قوم سے نماز پڑھنے کے لیے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ تو رب کریم نے فرمایا: وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً کہ تم قبلہ رخ اپنے گھر بناؤ اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کے بعد جو بھی ہوئے ہیں وہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ باتیں بیان کی ہے کہ وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً کے بارے آپ نے فرمایا کہ وہ بعض گھر بعض کے مقابل ہوں گے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ دونوں اپنی قوم کے لیے کچھ گھر بنائیں اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ان کی مساجد میں کوئی جنبی رات نہ گزارے اور نہ وہ مسجد میں عورتوں کے قریب جائیں۔ سوائے ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد کے۔ اور کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ میری اس مسجد میں عورتوں کے قریب آئے۔ اور نہ کوئی جنبی اس میں رات گزارے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے۔

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾

”اور عرض کی: موسیٰ نے اے ہمارے پروردگار! تو نے بخشا ہے فرعون اور اس کے سرداروں کو سامان آرائش اور مال و دولت دنیوی زندگی میں، اے ہمارے مولا! کیا اس لیے کہ وہ گمراہ کرتے پھریں (لوگوں کو) تیری راہ سے۔ اے ہمارے رب! برباد کر دے ان کے مالوں کو اور سخت کر دے ان کے دلوں کو تاکہ وہ نہ ایمان لے آئیں جب تک نہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو“۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد کر دے اور انہیں ہلاک کر دے۔ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے۔ اور فرمایا: الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ سے مراد ان کا غرق ہونا ہے (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ کے بارے پوچھا۔ تو میں نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آل فرعون کے مالوں کو برباد کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ پتھر ہو گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہیں ٹھہرو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے سر بمہر ایک تھیلا منگوایا اور اسے کھولا تو اس میں چاندی کے ٹکڑے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 176، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 182

تھے گویا کہ وہ پتھر ہیں اسی طرح دراہم و دنانیر اور انہی کی مثل دیگر مال سب کا سب پتھر بنا ہوا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ کا معنی ہے ان کے مالوں کو ہلاک کردے۔ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ گمراہی کے سبب ان کے دلوں کو سخت کر دے۔ فَلَا یُؤْمِنُوْا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہ لائیں ان آیات اور نشانیوں کے سبب جو وہ دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی کے بارے میں کہا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کی کھیتیاں اور اموال سب پتھروں میں بدل گئے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان کے دنانیر، دراہم، تانبہ اور ان کا لوہا سب منقش پتھر بن گئے تھے اور وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کی تفسیر میں آپ کہا کرتے تھے (کہ یا اللہ! انہیں ہلاک کر اس حال میں کہ وہ کافر ہوں)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے مال پتھر ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے لیے ہر نشہ آور شے کو پتھر بنا دے۔

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا قبول کر لی گئی تمہاری دعا پس تم ثابت قدم رہو اور ہرگز نہ چلنا اس طریقہ پر جو جاہلوں کا (طریقہ) ہے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے رب نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا اور وہ فرعون اور ایمان کے درمیان حائل ہو گیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دعا مانگی۔ تو حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کی دعا پر امین کہی۔ وہ کہتے رہے "امین" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آمین" اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ سو اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کے ضمن میں یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 177، دار الکتب العلمیہ بیروت

السلام دعا مانگتے رہے اور حضرت ہارون علیہ السلام اس پر امین کہتے رہے۔ اسی لیے ارشاد ہے قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا۔(1)

امام سعید بن منصور نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے رہے اور ہارون علیہ السلام امین کہتے رہے۔ اور دعا مانگنے والا اور اس پر امین کہنے والا دونوں شریک ہیں (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح، ابو العالیہ اور ربیع رحہم اللہ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کہتے رہے: آمین۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا پس آمین کہنا بھی دعا ہو گئی اور اسے کہنے والا دعا میں شریک ہو گیا (5)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے ان کا خیال ہے کہ اس دعا کے بعد فرعون چالیس برس تک زندہ رہا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے (6)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا تم دونوں کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے یعنی چالیس سال بعد۔

امام ابن جریج اور ابن منذر رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فَاسْتَقِيْمَا کہ تم دونوں میرے حکم پر قائم رہو اور یہی استقامت ہے۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾

"اور ہم پار لے گئے بنی اسرائیل کو سمندر سے پھر پیچھا کیا ان کا فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور ظلم کرتے ہوئے۔ حتیٰ کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو (بصد یاس) کہنے لگا: میں ایمان لایا کہ کوئی سچا خدا نہیں بجز اس کے جس پر ایمان لائے تھے بنی اسرائیل اور (میں اعلان کرتا ہوں کہ) میں مسلمانوں میں سے ہوں کیا اب؟ اور تو نافرمانی کرتا رہا اس سے پہلے اور تو فتنہ وفساد برپا کرنے والوں سے تھا"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 183، بیروت 2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 331، دار الصمیعی الریاض

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 175 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 186 6۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کتاب اللہ میں العدو، العلو اور العتو تینوں لفظ جبر اور ظلم کرنے کے معنی میں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے آخری آدمی باہر نکل گیا اور فرعون کے ساتھیوں میں سے آخری آدمی بھی سمندر میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا ان پر مل جا۔ چنانچہ فرعون نے ایک انگلی باہر نکالی کہ کوئی الٰہ نہیں مگر وہی جس کے ساتھ بنی اسرائیل ایمان لائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ رب رحیم ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ اسے رحمت آلے گی۔ چنانچہ میں نے اسے اپنے پروں کے ساتھ چھپالیا اور میں نے کہا آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ کیا اب؟ اور تو اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی نکل گئے۔ تو فرعون کی قوم میں سے شہروں میں پیچھے رہنے والوں نے کہا۔ فرعون غرق نہیں ہوا اور نہ اس کے اصحاب غرق ہوئے۔ بلکہ وہ تو سمندر کے جزیروں میں شکار کھیل رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم فرمایا کہ فرعون کو برہنہ حالت میں باہر پھینک دے۔ چنانچہ سمندر نے اسے برہنہ حالت میں باہر پھینک دیا۔ وہ سر سے گنجا، چپٹی اور سر سے اٹھی ہوئی ناک والا اور کوتاہ قد تھا۔ اور جنہوں نے یہ کہا کہ فرعون غرق نہیں ہوا انہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً سو آج ہم بچالیں گے تیرے جسم کو (سمندر کی تند موجوں) سے تا کہ تو ہو جائے اپنے پچھلوں کے لیے (عبرت کی) نشانی۔ تو اس کی یہ نجات باعث عبرت تھی۔ نہ کہ باعث عافیت پھر اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا۔ کہ جو کچھ تجھ میں ہے اسے باہر پھینک دے۔ تو اس نے ان تمام کو ساحل پر پھینک دیا۔ حالانکہ سمندر اپنے اندر غرق ہونے والے کو باہر نہیں پھینکتا۔ بلکہ وہ اسی کے اندر باقی رہتا ہے یہاں تک کہ مچھلیاں اسے کھا جاتی ہیں۔ پس سمندر قیامت کے دن تک کسی غرق ہونے والے کو قبول نہیں کرے گا۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے فرعون کو غرق کیا۔ تو اس نے کہا: اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے اس حال میں دیکھتے کہ میں سمندر کے درمیان سے مٹی اٹھا رہا ہوں تو میں اسے رحمت کے پالینے کے خوف سے اس کے منہ میں دھنسا دیتا(1)۔

امام طیالسی، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا اگر آپ مجھے دیکھتے کہ میں سمندر کے درمیان سے مٹی اٹھا رہا ہوں تو میں اسے فرعون کے منہ میں دبا دیتا، اس ڈر سے کہ اسے رحمت پالے گی(2)۔

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 216 (12932) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ شعب الایمان، باب فی مباعدۃ الکفار والمفسدین، جلد 7، صفحہ 45 (9393)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اگر آپ مجھے دیکھتے اس حال میں کہ میں سمندر سے کیچڑ اٹھا رہا ہوں۔ تو میں اسے اس کے منہ میں دھنسا دیتا۔ یہاں تک کہ وہ دعا کی متابعت نہ کرے۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادتی کو خوب جانتا ہوں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا: زمین پر کوئی شے نہیں ہے جو میرے نزدیک فرعون سے زیادہ مبغوض ہو۔ پس جب وہ ایمان لایا تو میں اس کے منہ کو کیچڑ سے بھرنے لگا اور اسے ڈھانپنے لگا اس ڈر سے کہ اسے رحمت آ پہنچے گی۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اگر آپ مجھے دیکھتے اس حال میں کہ میں ایک ہاتھ سے فرعون کو چھپا تا رہا اور اس کے منہ میں کیچڑ ڈالتا رہا تو یہ اس ڈر سے ہوا کہ اسے رحمت پالے گی اور اس کی مغفرت ہو جائے گی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا: آپ کا رب کبھی بھی کسی پر اتنا غضب ناک نہیں ہوا جتنا کہ وہ فرعون پر غضب ناک ہوا۔ جب کہ اس نے یہ کہا تھا: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ (القصص: 38) "میں تو نہیں جانتا کہ تمہارے لیے میرے سوا کوئی اور خدا ہے"۔ اور پھر کہا: فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (النازعات) "اور کیا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں"۔ پس جب اسے غرق آ پہنچا (یعنی جب وہ غرق ہونے لگا) تو اس نے مدد طلب کی۔ اور میں نے ان کے منہ میں کیچڑ ڈالنا شروع کر دیا، اس ڈر سے کہ اسے رحمت آ پہنچے گی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جس دن فرعون غرق ہوا اس دن حضرت جبرائیل علیہ السلام کا عمامہ مبارک سیاہ رنگ کا تھا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی شے سے نفرت نہیں کی جتنی کہ ابلیس سے مجھے اس دن نفرت ہوئی کہ اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور فرعون سے بڑھ کر زیادہ شدید نفرت میں نے کسی شے سے نہیں کی۔ سو جب اس کے غرق ہونے کا دن تھا۔ تو مجھے خوف لاحق ہوا کہ وہ کلمہ اخلاص کے ساتھ بچ جائے گا اور نجات پا جائے گا۔ چنانچہ میں نے کیچڑ کی ایک مشت اٹھائی اور اس کے منہ میں دبا دی۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کو پایا کہ وہ اس پر مجھ سے بھی زیادہ ناراض اور غصہ میں ہے۔ پس اس نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ اس نے خبردار کیا اور کہا: آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 187، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا تا کہ وہ اسے عار دلائے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ۔

امام ابن منذر اور طبرانی رحمہما اللہ نے الاوسط میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ فرعون اثرم تھا (یعنی اس کے دانت جڑ سے ٹوٹے ہوئے تھے)

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

''سو آج ہم بچالیں گے تیرے جسم کو (سمندر کی تند موجوں سے) تا کہ تو ہو جائے اپنے پچھلوں کے لیے (عبرت کی) نشانی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غفلت برتنے والے ہیں''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے فرعون کو سمندر سے بچالیا اور انہوں نے اس کے غرق ہونے کے بعد اسے دیکھا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت میں بِبَدَنِكَ سے مراد بِجَسَدِكَ ہے، یعنی آج ہم تیرے جسم کو بچالیں گے۔ بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کا انکار کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے ساحل سمندر پر پھینکوا دیا یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے اسے سرخ اور کوتاہ قد دیکھا گویا کہ وہ ایک بیل ہے(2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کے جسم کو سمندر نے ساحل پر پھینک دیا۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ بِبَدَنِكَ سے مراد بِدِرْعِكَ ہے یعنی آج ہم تجھے تیری زرہ کے ساتھ بچالیں گے۔ اس کی زرہ موتیوں کی تھی۔ جنگوں میں وہ اسے پہنا کرتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابوصخر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بدن سے مراد لوہے کی زرہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوجہیم موسیٰ بن سالم رحمہ اللہ سے اسی کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون کے پاس ایک شے تھی جسے وہ پہنا کرتا تھا۔ اسے بدن کہا جاتا تھا اور وہ چمکتی تھی۔

امام ابن الانباری اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت یونس بن حبیب نحوی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم تجھے زمین کے بلند حصے پر رکھیں گے تا کہ وہ تجھے دیکھیں اور یقین کرلیں کہ تو مر چکا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو لوگوں میں سے ایک گروہ نے اس کی تصدیق نہ کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 191، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 190

باہر نکال دیا۔ تا کہ وہ ان کے لیے نصیحت اور نشانی بن جائے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً کی تفسیر میں فرمایا: تا کہ تو بنی اسرائیل کے لیے عبرت کی نشانی ہو جائے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طرح قرأت کی ہے: "فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِنِدَائِكَ"۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن سمیقع یمانی اور یزید بربری رحمہما اللہ ان دونوں نے حاء کے ساتھ قرأت کی ہے یعنی "فالیوم ننحیك ببدنك"۔

وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

"اور ہم نے عطا فرمایا بنی اسرائیل کو بہترین ٹھکانا اور ہم نے انہیں پاکیزہ رزق بخشا۔ پس انہوں نے اختلاف نہ کیا حتی کہ آ گیا ان کے پاس حقیقت کا علم (اے حبیب!) بے شک آپ کا رب فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان روز قیامت جن باتوں میں وہ جھگڑا کیا کرتے تھے"۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شام اور بیت المقدس میں ٹھکانا عطا فرمایا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مُبَوَّاَ صِدْقٍ سے مراد منازل صدق ہیں اور وہ مصر اور شام ہیں۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ دونوں نے ابن زید سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ کی تفسیر میں فرمایا: علم سے مراد وہ کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور اس کا وہ امر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ارشاد فرمایا (3)۔

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 178 (1168) دار الکتب العلمیہ بیروت   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 179 (1172)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 194، بیروت

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾

"اور (اے سننے والے!) اگر تجھے کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے (اپنے نبی کے ذریعے) تیری طرف اتارا تو دریافت کر ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے۔ بے شک آیا ہے تیرے پاس حق تیرے رب کی طرف سے پس ہرگز نہ ہو جانا شک کرنے والوں سے اور ہرگز نہ ہونا ان لوگوں سے جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو، ورنہ تو ہو جائے گا نقصان اٹھانے والوں سے"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ شک کیا اور نہ آپ سے سوال کیا۔

امام عبد الرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ میں سوال کرتا ہوں (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آیت طیبہ میں الکتاب سے مراد تورات اور انجیل ہیں۔ اور الذین سے مراد وہ اہل کتاب ہیں، جنہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: تو ان سے پوچھ لے اگر تو شک میں مبتلا ہے اس بارے میں کیوں کہ آپ کا ذکر ان کے پاس لکھا ہوا ہے (2)۔

امام ابوداؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سماک حنفی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں اپنے دل میں وہ کچھ پاتا ہوں جسے بیان کرنے کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ تو آپ نے فرمایا: کیا شک؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں کوئی بھی نہیں بچ سکا۔ یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی یہ آیت نازل ہوئی۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ...... الآیہ۔ پس جب تجھے کوئی احساس ہو یا اس میں سے کوئی شے پائے تو یہ کہا کر هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳﴾ (الحدید)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے فرمایا: قرآن کریم میں پانچ حروف ہیں وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ (ابراہیم) "اگرچہ ان کی چالیں اتنی زبردست تھیں کہ ان سے پہاڑ اکھڑ جاتے تھے"۔ اس کا معنی ہے ان کے مکر نہیں تھے کہ ان سے پہاڑ اکھڑ جائیں لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ (الانبیاء) "اگر ہمیں یہی منظور ہوتا کہ ہم (اس کائنات کو) کھیل تماشہ بنائیں تو ہم بنا لیتے اسے خود بخود (ہمیں کون روک سکتا تھا) مگر ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں"۔ اس میں بھی ان بمعنی ما ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ (الزخرف: 81) "آپ فرمائیے (بفرض محال) اگر رحمٰن کا کوئی بچہ ہوتا"۔ اس کا معنی ہے رحمٰن کا بچہ نہیں ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 194، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 193

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ (الاحقاف:26) ''اور ہم نے ان کو وہ قوت وطاقت بخشی تھی جو ہم نے تمہیں نہیں دی''۔ اس کا معنی ہے اس میں بھی ان بمعنی ما نافیہ ہے۔ اور فرمایا فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ تو اس کا معنی بھی ہے پس آپ شک میں نہیں ہیں۔ یعنی اس میں بھی ان بمعنی ما نافیہ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ کے بارے فرمایا: تیرا ان سے سوال کرنا میری کتاب میں تیرا غور وفکر کرنا ہے جیسا کہ تیرا یہ قول ہے سَلْ عَنْ آلِ الْمُهَلَّبِ دُوْرِهِمْ (آل مہلب سے ان کے گھروں کے بارے پوچھ لے)

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾

''بے شک وہ لوگ ثابت ہو چکی ہے جن پر آپ کے رب کی بات وہ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آ جائیں ان کے پاس ساری نشانیاں جب تک وہ نہ دیکھ لیں دردناک عذاب''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ثابت ہو چکی ہے۔ اس کے عوض جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے(1)۔

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾

''پس کیوں نہ ایسا ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی تو نفع دیتا اسے اس کا ایمان (کسی سے ایسا نہ ہوا) بجز قوم یونس کے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دور کر دیا ان سے رسوائی کا عذاب دنیوی زندگی میں اور ہم نے لطف اندوز ہونے دیا انہیں ایک مدت تک اور اگر چاہتا آپ کا رب تو ایمان لے آتے جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب۔ کیا آپ مجبور کرنا چاہتے ہیں لوگوں کو یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حرف اس طرح ہیں۔ ''فَهَلَّا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ''(2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 195، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 199

امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے بیان کیا ہے کہ وہ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ میں کہتے ہیں کہ کوئی بستی ایمان نہیں لائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی فَلَوْلَا ہے وہ ''فهلا'' کے معنی میں ہے سوائے دو مقام کے۔ ایک سورہ یونس میں ہے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ اور دوسرا سورۂ ہود میں ہے فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ (ہود:116)

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آیت میں فَلَوْلَا كَانَتْ بمعنی فلم تكن ہے یعنی کوئی بستی ایمان نہیں لائی۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے پہلے والی امتوں میں نہیں ہوا کہ کسی بستی والوں نے کفر کیا اور پھر اس وقت ایمان لائے جب عذاب دیکھ لیا تو سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ان کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہیں دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی استثناء کی اور ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سرزمین موصل میں نینویٰ میں تھی۔ جب انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام کو مفقود پایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں توبہ ڈال دی پس انہوں نے ٹاٹ پہنا اور مویشیوں کو نکالا اور چوپاؤں اور ان کے بچوں کے درمیان علیحدگی کر دی۔ وہ چالیس صبحوں تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چیختے چلاتے رہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے پہچان لیا کہ ان کے دلوں میں سچ ہے اور جو کچھ ان سے ماضی میں صادر ہوا ہے اس پر وہ نادم ہیں اور اس سے رجوع کر رہے ہیں تو ان سے عذاب دور فرما دیا۔ اس کے بعد کہ وہ ان پر نمودار ہو چکا تھا اور ان کے اور عذاب کے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ تھا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ کوئی بستی نہیں گزری جو کہ ایمان لائی ہو اور اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو جب کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو چکا۔ سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی بستی کے(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا فرمایا جب کہ انہوں نے دعا کی۔

امام ابن ابی حاتم اور لالکائی رحمہما اللہ نے السنۃ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: بے شک خوف اور ڈر تقدیر کو رد نہیں کرتا بلکہ دعا تقدیر کو رد کر دیتی ہے۔ اسی لیے کتاب اللہ میں ہے: اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے بے شک دعا قضاء کو رد کر دیتی ہے۔ تحقیق آسمان سے یہ نازل ہوا ہے، اگر تم چاہو تو پڑھو اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ پس انہوں نے دعا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 197، بیروت 2۔ ایضاً

مانگی تو عذاب ان سے پھر گیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی۔ جب انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے ان کے ساتھ عذاب کا وعدہ کیا اور فرمایا: بے شک فلاں فلاں دن تم پر عذاب آجائے گا پھر خود ان سے نکل گئے۔ جب انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کو عذاب کی وعید سناتے تو خود نکل جاتے تھے۔ پس جب عذاب ان کے قریب آ گیا تو وہ باہر نکلے اور انہوں نے عورت اور اس کے بچے کے درمیان، بکریوں اور ان کے بچوں کے درمیان علیحدگی اور تفریق کر دی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی عجز و انکساری کرتے ہوئے نکلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے صدق کو جان لیا اور ان پر رحمت کی نظر فرمائی اور ان سے عذاب کو پھیر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام راستے میں بیٹھے تھے کہ وہ کسی خبر دینے والے سے پوچھیں گے۔ پس ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ تو آپ نے پوچھا: میں قوم کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میں نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے اور آپ انتہائی غضب ناک ہو کر چل پڑے۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب اترا یہاں تک کہ ان کے درمیان اور عذاب کے درمیان صرف ایک میل کی دو تہائی مقدار کا فاصلہ تھا۔ سو جب انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور فرما دیا (1)۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عذاب نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو اس طرح ڈھانپ لیا جس طرح قبر کو اس وقت کپڑے کے ساتھ ڈھانپا جاتا ہے جب کہ صاحب قبر کو اس میں داخل کیا جاتا ہے اور آسمان نے خون برسایا (2)۔

امام عبدالرزاق، امام احمد نے الزہد میں اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ نکلے اور ایک ٹیلے پر جا کر اترے۔ انہوں نے ہر جانور اور اس کے بچے کو علیحدہ علیحدہ کر دیا اور چالیس راتوں تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یوم عاشورا (دسویں محرم الحرام) کو حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کی گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو ایک بستی کی طرف بھیجا گیا کہا جاتا ہے کہ وہ دریائے دجلہ کے کنارے پر تھی۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوالخلد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو عذاب نے ڈھانپ لیا تو وہ اپنے بقیہ علماء میں سے ایک شیخ کے پاس گئے اور یہ عرض

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 197، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً

کی آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ کہو: یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ وَیَا حَیُّ مُحْیِی الْمَوْتٰی وَیَا حَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ پس انہوں نے یہ کہا تو ان سے عذاب دور ہو گیا (1)۔

امام ابن النجار رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر سے ڈرنا نجات نہیں دلا سکتا۔ البتہ دعا بلا کو دور کر دیتی ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ صبح کے وقت ان پر عذاب نازل ہوگا۔ تو انہوں نے کہا: یونس علیہ السلام نے جھوٹ نہیں بولا۔ ہم صبح کے وقت عذاب سے دوچار ہوں گے۔ پس آؤ تا کہ ہم ہر شے کے بچوں کو نکالیں۔ ہم انہیں اپنے بچوں کے ساتھ رکھیں گے، شاید اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ پس انہوں نے عورتوں کو نکالا، ان کے ساتھ بچے بھی تھے انہوں نے اونٹ نکالے اور ان کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے انہوں نے گائیں نکالیں، ان کے ساتھ ان کے بچھڑے بھی تھے۔ انہوں نے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ نکالے اور ان کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے۔ پس انہوں نے انہیں اپنے سامنے رکھا اور عذاب آ گیا۔ پس جب انہوں نے عذاب دیکھا۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی اور دعا کی عورتیں اور بچے رونے لگے اونٹ اور ان کے بچے بلبلائے۔ گائیں اور ان کے بچھڑے ڈکارنے لگے۔ بکریوں اور ان کے بچوں نے اپنی آواز نکالنا (میں میں کرنا) شروع کر دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان سے دور دراز پہاڑوں کی جانب عذاب پھیر دیا۔ پس ان پر قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا۔

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ یَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 199، بیروت

يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

''اور کوئی بھی ایسا شخص نہیں کہ وہ ایمان لا سکے بغیر حکم الٰہی کے۔ اور (سنت الٰہی یہ ہے کہ) وہ ڈالتا ہے (گمراہی کی) آلودگی ان لوگوں پر جو بے سمجھ ہیں۔ فرمایئے غور سے دیکھو! کیا کیا (عجائبات) ہیں آسمانوں اور زمین میں اور فائدہ نہیں پہنچاتیں آیتیں اور ڈرانے والے اس قوم کو جو ایمان نہیں لانا چاہتے۔ پس وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ان لوگوں جیسے حالات کا جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے۔ آپ فرمایئے اچھا انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں (جب وہ عذاب آجائے گا) پھر ہم بچالیں گے اپنے رسولوں کو اور انہیں جو ایمان لائے۔ بلاشبہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم بچالیں گے اہل ایمان کو فرمایئے اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو میرے دین کے بارے میں تو (سن لو) میں عبادت نہیں کرتا ان (بتوں) کی جن کی تم پوجا کیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ لیکن میں تو عبادت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی جو مارتا ہے تمہیں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں اہل ایمان سے نیز (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ) اپنا رخ سیدھا کر لے۔ اس دین کی طرف ہر کجی سے بچتے ہوئے اور ہرگز نہ ہو جانا شرک کرنے والوں سے اور نہ عبادت کر اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے تجھے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے تجھے۔ اور اگر تو ایسا کرے گا تو پھر تیرا شمار ظالموں میں ہوگا''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ رجس سے مراد سخط (ناراضگی، غصہ) ہے (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ الرجس سے مراد شیطان ہے اور الرجس سے مراد عذاب بھی ہے۔

امام ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ عن قوم کی بجائے ''عِنْدَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُوْنَ'' ہے اور یہ اس ارشاد کی ناسخ ہے۔ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ (القمر)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے والے وہ واقعات جو ان لوگوں میں واقع ہوئے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں جیسا قوم نوح، عاد اور ثمود وغیرہ (2)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 201، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 202

انہیں اپنے عذاب، سزا اور عقوبت سے ڈرایا۔ پھر انہیں آگاہ کیا کہ جب بھی ان میں سے کوئی امر واقع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان پر اعمال لانے والوں کو نجات دی۔ چنانچہ فرمایا: ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔(1)

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

''اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف تو نہیں کوئی دور کرنے والا اسے بجز اس کے اور اگر ارادہ فرمائے تیرے لیے کسی بھلائی کا تو کوئی رد کرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔ سرفراز فرماتا ہے اپنے فضل و کرم سے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور وہی بہت مغفرت فرمانے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بِخَيْرٍ بمعنی ''بعافية'' ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تیری عافیت کا ارادہ فرمائے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تین آیات ہیں میں نے انہیں کتاب اللہ میں پایا اور تمام مخلوق کے مقابلے میں انہیں پر اکتفا کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عامر بن قیس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کتاب اللہ میں تین آیات ہیں، میں نے تمام مخلوق کے مقابلہ میں انہیں پر اکتفاء کیا ہے۔ ان میں سے پہلی یہ ہے: وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ۔ دوسری یہ ہے: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ (فاطر:2) ''جو عطا فرمائے اللہ تعالیٰ لوگوں کو (اپنی) رحمت سے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک دے، تو اسے کوئی دینے والا نہیں''۔ اور تیسری آیت یہ ہے: وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود:6) ''اور نہیں کوئی جاندار زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق'' (2)۔

امام ابونعیم نے حلیہ میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے زمانے کے لیے بھلائی اور نیکی تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشبو کے لیے اپنے آپ کو پیش کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی خوشبوئیں اپنے بندوں میں سے جن تک چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجاء کرو کہ وہ تمہاری شرم گاہوں کو ستر عطا کرے اور تمہیں خوف اور لڑائی سے محفوظ و مامون رکھے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 202، بیروت

2۔ شعب الایمان، باب التوکل والتسلیم، جلد 2، صفحہ 112 (1326) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 42 (1121) باب فی الرجاء من اللہ

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بعینہ اسی طرح موقوف روایت نقل کی ہے (1)۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

"(اے حبیب!) فرمایئے اے لوگو! بے شک آ گیا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے۔ تو جو ہدایت قبول کرتا ہے تو وہ ہدایت قبول کرتا ہے اپنے بھلے کے لیے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو وہ گمراہ ہوتا ہے اپنی تباہی کے لیے۔ اور میں تم پر نگران نہیں ہوں اور (اے حبیب!) آپ پیروی کرتے رہیں جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف اور (ظلم کفار پر) صبر کیجئے۔ یہاں تک کہ فیصلہ فرمادے اللہ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد باری تعالیٰ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ اور وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ کے ضمن میں فرمایا یہی حق ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے: یہ منسوخ ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ جہاد کرنے اور ان پر شدت کرنے کا حکم فرمایا (1)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 112 (35594) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 205، بیروت

آیاتہا ۱۲۳ سورۃ ہود مکیۃ ۱۱ رکوعاتہا ۱۰

امام نحاس نے تاریخ میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام دارمی، ابوداؤد نے مراسیل میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود جمعہ کے دن پڑھا کرو(1)۔

امام ابن منذر، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے مسروق کی سند سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ پر بڑھاپا بہت تیزی سے آیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس نے مجھے بوڑھا کردیا ہے(2)۔

امام بزار اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کی جانب بڑھاپا بہت تیزی سے بڑھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات، واقعہ، الحاقہ، عم یتساءلون اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ نے مجھے بوڑھا کردیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ آپ کے سرکو کس شے نے بوڑھا کردیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے بڑھاپے سے پہلے ہی مجھے بوڑھا کردیا ہے۔ پھر آپ نے عرض کی: اس کی اخوات کون سی سورتیں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "اذا وقعت الواقعۃ، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت۔

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کی: آپ کو بڑھاپے نے جلدی آلیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور مفصل میں سے اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کردیا ہے(3)۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر نے یزید الرقاشی کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کو بڑھاپے نے جلدی آلیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ سورۂ ہود اور اس کی اخوات یعنی الواقعہ، القارعہ، الحاقہ، اذا الشمس کورت اور سال سائل نے مجھے بوڑھا کردیا ہے(4)۔

1۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد 2، صفحہ 472، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 4، صفحہ 173، دارالفکر بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 370، دارالصمیعی الریاض
4۔ تاریخ ابن عساکر، باب ما ورد فی شعرہ وشیبہ وخضابہ، جلد 4، صفحہ 174، دارالفکر بیروت

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور واقعہ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (1)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن منذر، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ اسے سعید بن منصور، امام احمد نے الزہد میں، ابویعلی، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت عکرمہ سے مرسل روایت کیا ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بڑھاپے نے آپ کو جلدی آلیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی اخوات، اقتربت الساعۃ، المرسلات اور اذا الشمس کورت سورتیں ہیں (3)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سی شے نے آپ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور واقعہ نے (4)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (5)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود اور اس کی اخوات یعنی الواقعہ، الحاقہ اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے (6)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: آپ بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود، اذا الشمس کورت اور ان دونوں کی اخوات نے بوڑھا کر دیا ہے۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، باب ماورد فی شعرہ وشیبہ وخصابہ، جلد 4، صفحہ 164
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 372
3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 4، صفحہ 170
4۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 126، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
5۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 287
6۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 148، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابو یعلی، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (1)۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صحابہ کرام نے عرض کی: آپ کو بڑھاپا جلدی آپہنچا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور مفصل میں سے اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (2)۔

امام ابن عساکر نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات اور ان افعال نے جو مجھ سے پہلی امتوں نے کیے ان سب نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (3)۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابو الشیخ نے ابو عمران الجونی رحمہم اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات، یوم قیامت کے ذکر اور سابقہ امتوں کے قصص و واقعات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ابو علی سری رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تو میں نے عرض کی: کیا اس میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص اور امتوں کے ہلاک ہونے کے واقعات نے آپ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (ہود: 112) ''پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے'' (4)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿1﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ ۙ﴿2﴾ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

1۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 123، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 4، صفحہ 175، دار الفکر بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 176
4۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد 2، صفحہ 472، دار الکتب العلمیہ بیروت

كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

''الف، لام، را، یہ وہ کتاب ہے محفوظ و مستحکم بنادی گئی ہیں جس کی آیتیں۔ پھر ان کی وضاحت کردی گئی ہے بڑے دانا اور ہر چیز سے باخبر (خدا) کی طرف سے کہ تم نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ کی۔ بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں اور یہ کہ مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (صدق دل سے) متوجہ ہو جاؤ اس کی طرف وہ لطف اندوز کرے گا تمہیں زندگی کی راحتوں سے اچھی طرح مقرر میعاد تک اور عطا کرے گا ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو اس کی زیادہ نیکی (کا ثواب) اور اگر تم (یونہی) روگرداں رہے تو میں اندیشہ کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تمہیں لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے یہ آیت پڑھی الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ اور فرمایا یہ یعنی کہ سورۂ ہود ساری کی ساری مکی سورت ہے اور اسے مستحکم اور محفوظ بنادیا گیا ہے۔ ثُمَّ فُصِّلَتْ فرمایا پھر حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الطیب التحیۃ والثناء کا ذکر فرمایا: اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخالفین کے درمیان فیصلہ فرمایا اور ساری آیت کو دو فریقوں کی مثل پڑھا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اور پھر حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا۔ پس یہی اس کی تفصیل ہے اور اس کا اول محکم ہے۔ زید بن اسلم نے کہا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ اسی طرح کہتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اسے مستحکم کیا گیا ہے، امر و نہی کے ساتھ اور وہ وعدہ و وعید کے ساتھ اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فُصِّلَتْ کا معنی فسرت ہے یعنی اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے باطل سے محفوظ کردیا ہے پھر اپنے علم کے ساتھ اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور حلال و حرام اور طاعت و معصیت کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ میں لَّدُنْ بمعنی عند ہے یعنی مِنْ عِنْدِ حَكِيْمٍ۔ (بڑے دانا کی جانب سے اس کی وضاحت کردی گئی) يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا کی وضاحت میں فرمایا: پس تم ان راحتوں میں ہو۔ لہٰذا تم اس سامان راحت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے حق کی معرفت کے ساتھ لے لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ منعم (نعمتیں عطا فرمانے والا) ہے اور وہ شکر گزاروں کو بہت پسند کرتا ہے اور اہل شکر کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مزید عطا کیا جاتا ہے اور یہی اس کا وہ فیصلہ ہے جو اس نے فرمادیا ہے اور اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى سے موت کا وقت مراد ہے وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ اور وہ آخرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 206، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 207

میں (ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا زیادہ ثواب عطا فرمائے گا) (1)

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ کی تفسیر میں فرمایا: یعنی جتنا اس نے اپنے مال میں سے خرچ کیا، یا اس نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا کلام سے عمل کیا یا اس کے حکم سے جو اس نے اپنے مال کے سبب احسان کیا (اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اسے عطا فرمائے گا) (2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ اسلام میں ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو آخرت میں زیادہ درجات عطا فرمائے گا۔

ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ جو کوئی ایک گناہ کرے اس پر ایک گناہ ہی لکھا جاتا ہے اور جو کوئی ایک نیکی کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سو اگر اسے گناہ کی سزا دے دی گئی تو یہ دنیا میں اس کا عمل ہے۔ اس کے لیے دس نیکیاں باقی رہیں گی اور اگر دنیا میں اسے گناہ کی سزا نہ دی گئی تو اس کی دس نیکیوں میں سے ایک لے لی جائے گی اور اس کے لیے نو نیکیاں باقی رہیں گی۔ پھر آپ فرماتے ہیں: جس کی ایک دس پر غالب آگئی وہ ہلاک ہو گیا (3)۔

اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

"سنو! وہ دوہرا کر رہے ہیں اپنے سینوں کو تاکہ چھپا لیں اللہ تعالیٰ سے (اپنے دلوں کا بغض) سنتے ہو! جس وقت وہ خوب اوڑھ لیتے ہیں اپنے کپڑے تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ خود جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں (پوشیدہ) ہے"۔

امام بخاری، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن عباد بن جعفر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے مذکورہ آیت پڑھی اور فرمایا لوگ خلوت اختیار کرنے سے حیا محسوس کرتے تھے کہ وہ اس راز کو آسمان تک ظاہر کر دیں۔ اور وہ اپنی عورتوں سے مجامعت کرنے میں حیا محسوس کرتے تھے کہ وہ اس راز کو آسمان تک ظاہر کر دیں۔ تو انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (4)۔

امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح قرأت کی ہے اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابو ملیکہ رحمہ اللہ کی سند سے یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 09-08-207، (متفرقاً) 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 209 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 210
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 213 5۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 4، صفحہ 1723، دار ابن کثیر دمشق

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا ہے: اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ فرمایا وہ اپنی عورتوں کے پاس نہیں آتے تھے اور نہ ہی پیشاب کے لیے مگر اس طرح کہ وہ اپنے کپڑوں کے ساتھ اپنے آپ کو چھپا لیتے۔ اس لیے کہ وہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ اپنی شرم گاہوں کو آسمان تک کھول دیں (1)۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور برائی کے عمل میں شک کی بناء پر وہ اپنے سینوں کو دہرا کر رہے ہیں (2)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ منافقین میں کوئی جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرتا تو وہ اپنے سینے کو دہرا کر لیتا اور اپنے آپ کو اپنے کپڑے سے چھپا لیتا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ نہ لیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے سینے حق کے بارے میں شک وشبہ ہونے کی بنا پر تنگ ہوتے ہیں۔ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا لیں اگر وہ طاقت رکھیں (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ جس وقت کہ وہ اپنے گھروں کے اندر رات کی تاریکی میں (اپنے کپڑے خوب اوڑھ لیتے ہیں) (5)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابورزین رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے کوئی اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کرتا تھا اور اپنے کپڑے سے ڈھانپ لیتا تھا (6)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے سینے جھکا لیتے تھے تاکہ وہ کتاب اللہ نہ سنیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ سنتے ہو! جو کچھ ابن آدم چھپاتا ہے جب کہ وہ اپنی پیٹھ ٹیڑھی کر لے اور اپنا کپڑا خوب اوڑھ لے اور اپنے ارادے کو اپنے دل میں چھپا لے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے مخفی نہیں ہے (7)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ اور جو وہ رات اور دن کے اعمال کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے) (8)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے: يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کا معنی ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 213، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 211
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 212　6۔ ایضاً
7۔ ایضاً　8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 213

کہ وہ اپنے سروں کو جھکاتے ہیں اور اپنی پیٹھوں کو ٹیڑھا کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے: اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ یعنی جب کہ (وہ یہ عمل کرتے ہیں) رات کی تاریکی میں اور لحاف میں چھپ کر۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یَثْنُوْنَ کا معنی ہے یُکِبُّوْنَ۔ یعنی وہ اپنے سینوں کو کبڑا (دہرا) کر لیتے ہیں۔ اور یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ کا معنی ہے وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۶

''اور نہیں کوئی جاندار زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق۔ وہ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو اور اس کے امانت رکھے جانے کی جگہ کو۔ ہر چیز روشن کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے''۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوالخیر بصری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو مجھ سے محبت کرتا ہے اور پھر صبح و شام میرے ساتھ بدگمانی بھی کرتا ہے۔ کیا تیرے لیے قابل اعتبار نہیں کہ اگر تو سات زمینیں پھاڑ ڈالے تو میں تجھے چیونٹی دکھاؤں گا کہ اس کے منہ میں گندم کا دانہ ہے اور میں نے اسے بھلایا نہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کیا ہے یعنی کسی جاندار کے پاس جو رزق بھی آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتا ہے اور بسا اوقات وہ اسے رزق نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ بھوکا مر جاتا ہے۔ لیکن اس کے لیے جو رزق بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے (1)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اشعریین یعنی ابوموسیٰ، ابو مالک اور ابو عامر نے اپنے میں سے ایک جماعت میں سے جب ہجرت کی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان سے سامان خوراک ختم ہو گیا۔ تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لے آئے۔ چنانچہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچا تو اس نے آپ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا الآیہ۔ تو اس آدمی نے کہا: اشعریون اللہ تعالیٰ کے نزدیک چوپاؤں سے تو حقیر نہیں ہیں چنانچہ وہ لوٹ گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ ہوا اور جا کر اپنے ساتھیوں کو کہا تمہیں بشارت ہو تمہارے پاس غوث آیا ہے۔ انہوں نے تو صرف یہی گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے۔ پس ابھی وہ اس کیفیت میں تھے کہ اچانک ان کے پاس دو آدمی آئے۔ وہ دونوں روٹی اور گوشت سے بھرے ہوئے پیالے اٹھائے ہوئے تھے۔ پس انہوں نے جو چاہا وہ کھا لیا، پھر آپس میں ایک دوسرے کو کہا: اگر ہم یہ کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لوٹا دیں تا کہ اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 5، دار احیاء التراث العربی بیروت

کے ساتھ آپ اپنی حاجت پوری کر سکیں۔ تو دو آدمیوں نے دو آدمیوں کو کہا یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو کیونکہ ہم تو اپنی حاجت پوری کر چکے ہیں۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ جو کھانا آپ نے بھیجا ہے ہم نے اس سے زیادہ اور اس سے لذیذ تر کوئی کھانا نہیں دیکھا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری طرف کھانا بھیجا ہے؟ تو انہوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تو جو ہوا تھا اس نے وہ سب کچھ آپ ﷺ کے گوش گزار کر دیا۔ اور جو اس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا تھا وہ بھی عرض کر دیا تو سب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ذٰلِكَ شَيْءٌ رَزَقَكُمُوْهُ اللّٰهُ۔ وہی شے ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ رزق عطا فرمایا ہے(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: **مُسْتَقَرَّهَا** سے مراد پناہ لینے کی جگہ ہے اور **مُسْتَوْدَعَهَا** سے مراد مرنے کی جگہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے پناہ لینے کی جگہ اور مرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے)(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور جہاں وہ مرے گا اس جگہ کو بھی جانتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے **وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا** کے ضمن میں فرمایا ہے کہ اس کا رزق اس تک پہنچتا ہے جہاں بھی وہ ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارحام میں اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے امانت رکھنے جانے کی جگہ یعنی جہاں وہ مرے گا کو بھی جانتا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے(3)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کی موت جس سرزمین میں ہو تو اس کا کوئی کام اس سرزمین میں مقدر کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مخصوص جگہ کی انتہا تک پہنچتا ہے تو اس کی جان قبض کر لی جاتی ہے اور وہ زمین قیامت کے دن کہے گی: یہ ہے وہ جو تو نے میرے پاس امانت رکھا تھا(4)۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ

1۔ نوادر الاصول، باب فی ان ابا موسیٰ اوتی مزمارا من مزامیر آل داؤد، صفحہ 54-253، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 6، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ ایضاً

4۔ شعب الایمان، باب الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 172، دار الکتب العلمیہ بیروت

مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝۷

”اور وہی (خدا) ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں۔ اور (اس سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا (زمین اور آسمان پیدا کیے) تا کہ آزمائے تمہیں کہ تم میں سے کون اچھا ہے عمل کے لحاظ سے۔ اور اگر آپ (انہیں) کہیں کہ یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے موت کے بعد تو ضرور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ہوا“۔

امام احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابوالشیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ اہل یمن نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ہمیں اس امر (کائنات) کی ابتدا کے بارے میں بتایئے یہ کیسے تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر شے سے پہلے تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر شے کا ذکر لوح محفوظ میں لکھ دیا اور آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا۔ اتنے میں ایک ندا دینے والے نے بلایا: اے ابن حصین! تیری اونٹنی چلی گئی۔ پس میں چلا گیا۔ جب کہ اس کے سامنے سراب یعنی صحراء کی ریت تھی جسے طے کر رہی تھی۔ قسم بخدا! میرے لیے پسندیدہ یہ تھا کہ میں اسے چھوڑ دیتا(1)۔

امام طیالسی، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عماء میں تھا اس کے نیچے بھی ہوا تھی اور اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس نے اپنا عرش پانی پر تخلیق فرمایا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْعَمَاءُ اَیْ لَیْسَ مَعَہٗ شَیْءٌ۔ یعنی عماء سے مراد وہ ہے جس کے ساتھ اور کوئی شے نہ ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی جب کہ اور کوئی شے نہ تھی)(2)

امام مسلم، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوق کی تقادیر کو مقدر فرما دیا۔ اس وقت اس کا اپنا عرش پانی پر تھا(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان، ابوالشیخ نے العظمہ میں، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قوم حاضر ہوئی اور عرض کی: ہم حاضر ہوئے ہیں تا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کریں اور آپ سے دین کی تعلیم حاصل کریں اور ہم آپ ﷺ سے اس کائنات کی ابتدا کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 32-431، دار صادر بیروت 2۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 5، صفحہ 269، القاہرہ

3۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب حجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام، جلد 16، صفحہ 166، دار الکتب العلمیہ بیروت

بارے میں پوچھیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی اور اس کے سوا کوئی شے نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور اس نے ہرشی الذکر (لوح محفوظ) میں لکھ دی پھر اس نے سات آسمانوں کو تخلیق فرمایا۔ پھر ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے کہا: تیری ناقہ چلی گئی ہے پس میں نکل گیا اور اس کے سامنے سراب (صحرا کی ریت) طے ہو رہا تھا۔ سو میں نے پسند کیا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا (1)۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان سے ارشاد باری تعالیٰ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ کے بارے پوچھا گیا کہ وہ کون سی شے پر تھا؟ تو آپ نے فرمایا۔ وہ سطح ہوا پر تھا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ کسی اور شے کو پیدا کرنے سے قبل آپ کا عرش پانی پر تھا (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ دونوں نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا عرش پانی پر تھا پس جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور اس پانی کو دو قسموں میں تقسیم فرما دیا۔ پس ایک حصہ کو پتھر کی صورت میں عرش کے نیچے رکھ دیا اور وہی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ اس سے ایک قطرہ بھی نہیں گرے گا۔ یہاں تک کہ صور میں پھونک دیا جائے گا (یعنی قیامت برپا ہو جائے گی) سو اس سے شبنم کی مثل (باریک قطرے) نازل ہوں گے اور اس سے اجسام زندہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے نصف کو سب سے نچلی زمین کے نیچے رکھ دیا۔

امام داؤد بن محبر نے کتاب العقل میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم نے تاریخ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس کا معنی کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ پھر فرمایا: تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون زیادہ حسین ہے جو اللہ تعالیٰ کی محارم سے زیادہ بچنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کو زیادہ جاننے والا ہے۔ ''قَالَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَقْلًا ثُمَّ قَالَ وَاَحْسَنُكُمْ عَقْلًا، اَوْرَعُكُمْ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ وَاَعْلَمُكُمْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ'' (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا لِيَبْلُوَكُمْ یعنی تا کہ جن وانس کو آزمائے (5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے '' لِيَبْلُوَكُمْ اَیْ لِيَخْتَبِرَكُمْ۔ تا کہ وہ تمہیں آزمائے۔ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون کامل ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان نے کہا یہ معنی ہے: تم میں سے کون دنیا سے زیادہ دور رہنے والا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 9، دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 8
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 10　5۔ ایضاً

رہا یہ ارشاد گرامی وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ تو ابو الشیخ نے زائدہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سلمان بن موسیٰ نے سورۂ ہود میں ساتویں آیت کے اختتام پر سَاحِرٌ مُّبِيْنٌ پڑھا ہے۔

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

"اور اگر ہم ملتوی کر دیں ان سے عذاب کچھ عرصہ تک تو (از راہ مذاق) کہیں گے کہ کس چیز نے روک دیا ہے اس عذاب کو۔ وہ کان کھول کر سن لیں جس دن عذاب آ جائے گا ان پر تو نہیں پھیرا جا سکے گا ان سے اور گھیرے گا انہیں وہ (عذاب) جس کا وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے اور اگر ہم چکھائیں کسی انسان کو اپنی طرف سے رحمت (کا مزہ) پھر ہم چھین لیں اس رحمت کو اس سے تو وہ بڑا مایوس (اور) ناشکرا بن جاتا ہے۔ اور اگر ہم چکھاتے ہیں اسے کوئی نعمت اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ دور ہو گئیں سب تکلیفیں مجھ سے۔ بے شک وہ بڑا خوش ہونے والا اترانے والا ہے۔ مگر وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں (وہ ایسے کم ظرف نہیں ہوتے) وہی ہیں جن کے لیے بخشش بھی ہے اور بڑا اجر بھی پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ چھوڑ دیں کچھ حصہ اس کا

جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف اور تنگ ہو جائے اس کے ساتھ آپ کا سینہ (اس اندیشہ سے) کہ کافر یہ کہیں گے کہ کیوں نہ اتارا گیا اس پر خزانہ یا کیوں نہ آیا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ کیا کفار کہتے ہیں کہ اس نے یہ (قرآن خود) گھڑ لیا ہے۔ آپ فرمایئے (اگر ایسا ہے) تو تم بھی لے آؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی اور بلالو (اپنی مدد کے لیے) جس کو بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم (اس الزام تراشی میں) سچے ہو۔ پس اگر وہ نہ قبول کر سکیں تمہاری دعوت تو پھر جان لو کہ یہ قرآن محض علم الٰہی سے اتارا گیا ہے اور (یہ بھی جان لو کہ) نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے؟''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ (الانبیاء: 1) ''قریب آگیا ہے لوگوں کے لیے ان کے (اعمال کے) حساب کا وقت''۔ تو لوگوں نے کہا: بے شک قیامت قریب آگئی ہے پس وہ رک گئے اور وہ تھوڑا سا وقت رکے رہے اور پھر اپنے برے اعمال کی طرف لوٹ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (النحل: 1) ''قریب آگیا ہے حکم الٰہی پس اس کے لیے عجلت نہ کرو''۔ تو لوگوں نے کہا: یہ اہل ضلالت ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم قریب آگیا ہے۔ تو لوگ (برے اعمال) سے باز آگئے۔ لیکن پھر اپنے مکر و فریب اور بری تدبیروں کی طرف لوٹ آئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نال فرمائی: وَ لَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ کا معنی بیان کیا ہے: اِلٰى اَجَلٍ مَعْدُوْدٍ۔ یعنی معین وقت تک (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُهٗ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ اسے جھٹلاتے ہوئے کہیں گے کس چیز نے اس عذاب کو روک دیا ہے حالانکہ ایسی کوئی شے نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ وہ عذاب واقع ہوا جس کے ساتھ وہ استہزاء اور تمسخر کرتے رہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے وَ لَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ...... الآیہ۔ کے ضمن میں حضرت ابن جریج سے یہ قول بیان کیا ہے: اے ابن آدم! جب تیرے پاس خوش حالی اور امن و عافیت جیسی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں موجود ہوں تو تو ان کی ناشکری کرتا ہے۔ اور جب وہ نعمتیں تجھ سے چھین لی جائیں اور رب کریم تجھے ان سے فارغ کر دے تو پھر تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مایوس اور اس کی رحمت سے بالکل ناامید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح منافق اور کافر کا معاملہ ہے اور ارشاد ربانی وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ سے لے کر ذَهَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ تک کی تفسیر میں فرمایا: تو یہ اسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دیتی ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے خلاف جرات دلاتی ہے۔ اس طرح وہ انتہائی خوش ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح خوش ہونے والوں کو پسند

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 11، دار احیاء التراث العربی بیروت

نہیں کرتا۔ اور وہ تکبر کرتا ہے اور اس پر اتراتا ہے جو نعمت اسے عطا کی گئی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ پھر اس حکم سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا مگر وہ لوگ جو ابتلاء اور آزمائش کے وقت صبر کرتے ہیں وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نعمت وفضل کے وقت اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے ان کے گناہوں کی بخشش بھی ہے وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ اور بہت بڑا اجر یعنی جنت بھی ہے۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ یعنی اگر آپ اس میں وہ کریں گے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اس کی طرف دعوت دیں گے جس کے لیے آپ کو بھیجا گیا ہے۔ اَنْ یَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ كَنْزٌ ''کہ وہ کہیں گے کیوں نہ اتارا گیا اس پر خزانہ''۔ جب کہ آپ اس کے ساتھ مال نہیں پائیں گے۔ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ''کیوں نہ آیا اس کے ساتھ فرشتہ''۔ جو اس کے ساتھ ڈراتا۔ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِیْرٌ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ پس جو آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ وہ پہنچایئے کیونکہ آپ تو صرف رسول ہیں۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ تحقیق کفار نے یہ کہا (کہ اس نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے) قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ تو تم بھی قرآن کی مثل دس سورتیں لے آؤ۔ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ (بقرہ:23) کہ وہ شہادت دیں یہ قرآن کی مثل ہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یہ خطاب حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو ہے (پس کیا اب تم اسلام لے آؤ گے) (2)

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

''جو طلب گار ہیں دنیوی زندگی اور اس کی زیب وزینت کے تو ہم پورا بدلہ دیں گے انہیں ان کے اعمال کا اس زندگی میں اور انہیں اس میں نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا یہ وہ لوگ ہیں نہیں ہے جن کے لیے آخرت میں مگر آگ اور اکارت گیا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا اور (درحقیقت) مٹ جانے والا تھا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آیت کریمہ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا یہود اور نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ دونوں نے حضرت عبد اللہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہوا اور عرض کی: ہمیں ان آیات کے بارے میں بتایئے۔ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا سے لے کر تا قول وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ تو آپ نے جواب فرمایا: تو ہلاک ہو جائے۔ یہ اس کے لیے ہیں جو دنیا کا طلب گار ہے اور آخرت کا طلب گار نہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 14-13-12، بیروت (متفرقاً) 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 18 3۔ ایضاً

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کیا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو طلب گار ہیں دنیوی زندگی کے ثواب کے وَ زِيْنَتَهَا اور اس کے مال کے نُوَفِّ اِلَيْهِمْ تو ہم انہیں ان کے اعمال کا ثواب صحت اور اہل، مال اور اولاد کی خوشی کی صورت میں کثرت سے دیں گے۔ وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اور انہیں اس میں نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔ پھر اسے اس آیت نے منسوخ کر دیا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ...... الآیہ (الاسراء:18) ابو الشیخ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس کسی نے عمل صالح کیا دنیا کی طلب میں چاہے وہ روزہ ہو، نماز ہو یا رات کے وقت نماز تہجد ہو تو اس کا وہ عمل صرف دنیا کی طلب کے لیے ہی ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا وہ عمل جس کا ثواب اس نے دنیا میں طلب کیا۔ تو جو عمل وہ کر رہا تھا اسے اس نے خراب کر دیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ آدمی ہے جو دنیا کے لیے عمل کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب نہیں ہوتا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت اہل شرک کے بارے نازل ہوئی ہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت میں ریا کاروں کا ذکر ہے (2)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے آدمی کو بلایا جائے گا جس کے سینے میں قرآن کریم جمع ہوگا (یعنی وہ قرآن کا حافظ ہوگا) اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کیا میں نے تجھے اس کا علم نہیں دیا تھا جو میں نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا؟ تو وہ عرض کرے گا کیوں نہیں اے میرے پروردگار! تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو میں نے تجھے سکھایا اس کے مطابق تو نے عمل کیسے کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں رات دن اسے پڑھتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے اور ملائکہ بھی کہیں گے تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے تو یہ ارادہ کیا کہ یہ کہا جائے گا فلاں بہت اچھا قاری ہے (پڑھنے والا ہے) سو وہ کہہ دیا گیا چلا جا آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس اجر میں کوئی شے نہیں ہے۔ پھر مال دار شخص کو بلایا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: اے میرے بندے! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں فرمایا تھا اور تجھے مال کی فراوانی اور خوشحالی عطا نہیں کی تھی؟ تو وہ عرض کرے گا: کیوں نہیں اے میرے پروردگار! تو رب کریم فرمائے گا جو میں نے تجھے عطا فرمایا تو نے اس کے مطابق عمل کس طرح کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہا اور صدقہ و خیرات اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 16، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 18

دیگر ایسے ہی معاملات کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے۔ سو اس طرح کہا گیا۔ چلا جا آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس کوئی اجر نہیں ہے پھر ایک مقتول کو بلایا جائے گا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندے! تجھے کون سے جرم میں قتل کیا گیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! صرف تیری رضا میں اور تیری راہ میں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے اور ملائکہ بھی کہیں گے۔ تو نے جھوٹ بولا ہے: بلکہ تو نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بڑا بہادر اور جری ہے۔ سو ایسا کہہ دیا گیا۔ تو چلا جا آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس کوئی اجر نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی تین قسم کے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے زیادہ شریر اور برے ہیں۔ قیامت کے دن انہیں کے ساتھ جہنم بھڑکائی جائے گی۔ حضرت معاویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ تک آیت پڑھی (1)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا تو میری امت تین فرقوں میں تقسیم ہو گی۔ ایک گروہ وہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تا کہ اس کے سبب وہ دنیا کو پالیں اور ایک گروہ وہ ہے جو صرف دکھاوے اور ریا کاری کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پس وہ گروہ جو دنیا کو پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: دنیا کا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو کچھ تو نے جمع کیا بالیقین وہ تجھے نفع نہیں دے گا اور نہ تو اس کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اسے جہنم کی طرف لے چلو۔ پھر وہ گروہ جو ریا کاری کے لیے عبادت کرتا ہے اسے فرمائے گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا؟ تو وہ جواباً کہے گا ریا اور دکھاوا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری وہ عبادت جس کے ساتھ تو ریا کاری کرتا رہا اس میں سے کوئی بھی میری بارگاہ تک بلند نہیں ہو گی اور نہ آج وہ تجھے نفع دے گی۔ اسے جہنم کی طرف لے چلو۔ پھر وہ گروہ جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت کرتا رہا۔ اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری عزت و جلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا ہے؟ تو وہ عرض کرے گا: تیری عزت و جلال کی قسم! تو مجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ میں صرف تیری رضا کے لیے اور تیرے دار کے لیے عبادت کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ لہٰذا اسے جنت کی طرف لے چلو (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سے کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب ہو جائیں گے وہ اس کی خوشبو کو پانے لگیں گے اور اس کے محلات کی طرف دیکھنے لگیں گے اور ہر اس شے کی طرف دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے جنت میں اہل جنت کے لیے تیار فرما رکھی ہے۔ تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اگر تو ہمیں یہ دکھانے سے قبل جہنم میں داخل کر دیتا۔ جو کہ تو نے ہمیں ثواب اور جو کچھ تو نے اپنے اولیاء (دوستوں) کے لیے تیار کر رکھا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 18، بیروت 2۔ شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل و ترک الریا، جلد 5، صفحہ 327، دار الکتب العلمیہ بیروت

اور ہمیں دکھایا ہے۔ تو وہ ہمارے لیے زیادہ آسان تھا۔ تو رب کریم فرمائے گا: میں نے اس سے ارادہ ہی یہ کیا ہے کہ جب تم خلوت میں ہوتے تھے تو تم عظمت وشرف میں میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب تم لوگوں سے ملتے تو تم انہیں اس حال میں ملتے کہ تم انتہائی حقیر اور پست ہوتے تھے اور تم میری جلالت شان کا اعتراف نہ کرتے۔ تم نے لوگوں کے لیے چھوڑا ہے۔ میرے لیے نہیں چھوڑا۔ پس آج میں تمہیں ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب چکھاؤں گا(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا ......الآیہ کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ انہیں ان اعمال کا ثواب (بدلہ) دنیا میں دیا جائے گا جو انہوں نے کیے۔ اور آخرت میں ان کے لیے کوئی شے نہیں ہوگی۔ اور یہ سورۂ روم کی اس آیت کی طرح ہے: وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ (الروم:39) ”اور جو روپیہ تم دیتے ہو بیاج پر تا کہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں میں (سن لو!) اللہ کے نزدیک یہ نہیں بڑھتا“۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ آدمی جس کا ارادہ، فکر، طلب نیت اور حاجت صرف دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا بدلہ اسے دنیا میں عطا فرمادے گا۔ پھر اسے آخرت میں اس طرح پہنچائے گا کہ اس کے لیے کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ رہا بندۂ مومن! تو اسے دنیا میں اس کی نیکیوں کی جزا دی جاتی ہے اور آخرت میں ان پر ثواب دیا جائے گا اور وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ کا معنی ہے کہ آخرت میں ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر بیان کی ہے وہ آدمی جو دنیا کے لیے عمل کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد نہیں کرتا تو جو عمل اس نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس عمل کو اس کے لیے پورا فرمادے گا۔ اسی لیے فرمایا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ یعنی وہ نقصان اٹھانے والے نہیں ہوں گے۔ مفہوم یہ ہے کہ جو اعمال انہوں نے کیے انہیں ان پر پورا پورا اجر عطا کیا جائے گا۔

ابوالشیخ نے میمون بن مہران سے بیان کیا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقام ومرتبہ جاننے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اپنے عمل کی طرف دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ جیسا وہ عمل کر رہا ہے اس عمل کے مطابق اس کا مقام ہوگا۔ کسی مومن یا کافر کا کوئی نیک عمل نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ پس مومن کو دنیا اور آخرت میں جتنی چاہے گا جزا عطا فرمائے گا۔ رہا کافر! تو اسے صرف دنیا میں اس کی جزا دیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ یعنی طیباتھم یعنی ہم انہیں ان کے اچھے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا کے ضمن میں حضرت ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا: ہم دنیا میں ان کے لیے ہر اچھائی جلدی لائیں گے جو ان کے لیے دنیا میں ہوگی۔ اور جو اچھائیاں انہیں عطا نہ کی گئی ان کے سبب ان پر کوئی

1۔ شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل وترک الربا، جلد5، صفحہ 327، بیروت

ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا کیونکہ انہوں نے عمل ہی صرف دنیا کے لیے کیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی آیت کے تحت یہ قول نقل کیا ہے: تو اس کے لیے جلدی کی جائے گی جس کا عمل قبول نہیں کیا جائے گا(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا کے تحت کہا: جوانہوں نے خیر اور نیکی کا کام کیا وہ اکارت گیا۔ "وبطل" اور آخرت میں باطل ہے وہاں ان کے لیے کوئی جزا نہیں ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حَبِطَ بمعنی بطل ہے یعنی مٹ جانا۔ ضائع ہو جانا۔

امام ابوعبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس طرح قرأت کی ہے۔ وَ بَطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

"تو کیا وہ شخص (انکار کرسکتا ہے) جس کے پاس روشن دلیل ہو اپنے رب کی طرف سے اور اس کے پیچھے ایک سچا گواہ بھی آ گیا ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سے قبل کتاب موسیٰ بھی آ چکی ہو جو امام اور سراپا رحمت ہے؟ (قطعاً نہیں بلکہ) یہ لوگ تو ایمان لائیں گے اس پر، اور جو کفر کرے اس کے ساتھ مختلف گروہوں سے تو آتش (جہنم) ہی اس کے وعدہ کی جگہ ہے۔ پس (اے سننے والے!) نہ پڑ جا شک میں اس کے متعلق، بلاشبہ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے"۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریش میں سے کوئی آدمی بھی نہیں ہے مگر اس کے بارے میں قرآن کریم کا ایک طائفہ (چند آیات) نازل ہوا۔ تو ایک آدمی نے پوچھا: آپ کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے؟ فرمایا: کیا تو سورۂ ہود نہیں پڑھتا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل ہیں اور میں ان کی جانب سے سچا گواہ ہوں۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ بیان کیا ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی جانب سے روشن دلیل ہیں اور میں اس کی جانب سے شاہد ہوں۔

امام ابن مردویہ نے ایک دوسری سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 17، بیروت

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں ہوں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں روشن دلیل سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے محمد بن علی بن ابی طالب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا: کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں پیچھے آنے والے سچے گواہ آپ ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: میں پسند تو کرتا ہوں کہ میں ہی وہ ہوں لیکن وہ محمد ﷺ کی زبان ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن علی بن حنفیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں روشن دلیل سے مراد محمد ﷺ ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں شاھد سے مراد آپ ﷺ کی زبان اقدس ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن ابی نجیح کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں روشن دلیل سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کے بارے فرمایا: کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اس سے مراد زبان ہے۔ اور حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ان کی موافقت میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ شاہد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ سے مراد زبان ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ شاہد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں روشن دلیل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں شاہد سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس طرح شاہد ہیں کہ وہ اس کتاب اللہ سے تلاوت کرتے ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کی گئی۔ اور وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى کے بارے آپ نے فرمایا: کہ اس سے قبل انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر تورات کی تلاوت کی ہے جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان پر قرآن کریم پڑھا ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں روشن دلیل تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور پیچھے آنے والے شاہد سے مراد وہ فرشتہ ہے جو آپ کی حفاظت کرتا ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 20، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 23-22 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 23

بیان کیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے شاہد ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ مومن اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى کی تفسیر میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس سے پہلے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کتاب لے کر آئے۔

امام عبدالرزاق اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ کے بارے فرمایا: کہ کفار کے تمام کے تمام گروہ کفر پر تھے (2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیر کی سند سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں سے کسی نے اور کسی یہودی اور عیسائی نے میری بات نہیں سنی اور وہ میرے ساتھ ایمان نہیں لایا مگر یہ کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔ حضرت سعید نے بیان کیا کہ میں نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمایا مگر وہی جو کتاب اللہ میں ہے پس میں نے یہ آیت پائی: وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ۔ (3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں سے جس کسی نے یا کسی یہودی اور عیسائی نے میری بات سنی اور وہ میرے ساتھ ایمان نہ لایا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ تو وہ کہنے لگا کتاب اللہ میں اس کی تصدیق کہاں ہے؟ کم ہی میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث طیبہ سنی ہے مگر میں نے اس کی تصدیق قرآن کریم میں پائی ہے یہاں تک کہ میں نے یہ آیت پائی ہے: وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ فرمایا الاحزاب سے مراد تمام کی تمام ملتیں ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث بھی کسی موضوع پر مجھ تک پہنچی ہے میں نے اس کا مصداق کتاب اللہ میں پالیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اس امت میں سے جو کوئی اور یہود و نصاریٰ میں سے جو بھی مجھ سے سنے اور پھر وہ اس حال میں مرگیا کہ وہ اس کے ساتھ ایمان نہ لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ بالیقین اصحاب نار میں سے ہے۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 21، بیروت
2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 185، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 42-341 دارالصمیعی الریاض
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 26

وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

''اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو بہتان لگاتا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا۔ یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے اور کہیں گے گواہ یہی وہ (گستاخ) ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! اللہ کی پھٹکار ہو ظالموں پر''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے ابو جریج رحمہم اللہ سے اس کی اس طرح تفسیر بیان کی ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فرمایا اس سے مراد کافر اور منافق ہے ''یعنی کافر اور منافق سے زیادہ کون ظالم ہے جو بہتان لگاتا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا''۔ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور وہ ان سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ یعنی وہ جو دنیا میں ان کے اعمال محفوظ کرتے تھے (وہ کہیں گے) هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ یعنی انہوں نے اعمال محفوظ کیے اور اسی سبب سے وہ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے (1)۔

امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ میں اشہاد سے مراد ملائکہ ہیں (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا الْاَشْهَادُ یعنی ملائکہ بنی آدم کے خلاف ان کے اعمال کی بنا پر شہادت دیں گے۔

امام ابن مبارک، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مومن کو قریب کرے گا یہاں تک کہ اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے گا اور وہ اسے لوگوں سے چھپا لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ اسے فرمائے گا کیا تو اس گناہ کو پہچانتا ہے کیا تو اس گناہ کو پہچانتا ہے؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں انہیں پہچانتا ہوں۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اپنے دل میں یہ خیال کرے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ تو رب کریم فرمائے گا۔ چونکہ میں نے دنیا میں اسے تجھ پر چھپائے رکھا ہے۔ لہٰذا آج میں تیرے لیے اسے معاف فرما دوں گا پھر اللہ تعالیٰ اسے نیکیوں کا نامہ اعمال عطا فرمائے گا۔ اور رہے کفار اور منافقین۔ تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ (3)

امام طبرانی اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک مومن کو لائے گا اور اسے اپنے قریب کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے تمام مخلوق سے اپنے حجاب میں رکھے گا۔ اور اسے فرمائے گا تو اسے پڑھ پس وہ اسے ایک ایک گناہ کی پہچان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 27، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 28

کرائے گا۔اور فرمائے گا کیا تو اسے جانتا ہے، کیا تو اسے پہچانتا ہے؟ تو وہ جواب دے گا ہاں۔ ہاں۔ پس وہ بندہ دائیں بائیں متوجہ ہوگا۔ تو رب کریم اسے فرمائے گا: اے میرے بندے تجھ پر کوئی حرج اور تکلیف نہیں۔ تو تمام مخلوق سے میرے پردے میں چھپا ہوا ہے اور آج میرے اور تیرے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے جو تیرے گناہوں پر مطلع ہو جائے۔ تو جا۔ میں نے ایک ہی حرف کے ساتھ تیری ان تمام گناہوں سے مغفرت فرما دی جنہیں لے کر تو میرے پاس آیا ہے۔ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! وہ کیا ہے؟ تو رب کریم فرمائے گا تو میرے سوا کسی سے بھی عفو کی امید نہیں رکھتا۔ پس تیرے گناہوں کی میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن رہا کافر! تو اس کے گناہ گواہوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ پڑھے گا۔ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم باتیں کرتے تھے کہ اس دن کوئی رسوا نہیں ہوگا۔ پس اس کی رسوائی مخلوق میں سے ہر ایک پر مخفی رہے گی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یہ عمرو بن حزم کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند کیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے بے شک ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور اپنی قرأت میں اپنے پر ہی لعنت بھیجتا ہے اور وہ کہتا ہے: أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ حالانکہ وہ خود ظالم ہوتا ہے۔

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿١٩﴾

"جو بدنصیب روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور چاہتے ہیں کہ اس راہ (راست) کو ٹیڑھا بنا دیں اور یہی آخرت کے منکر ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے اس ارشاد کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ قریش نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا کے تحت بیان کیا ہے: یعنی وہ مکہ مکرمہ میں دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی توقع رکھتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا

1۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 118، دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 28، بیروت

كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

"یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں تھے زمین میں اور نہ ہی ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار تھا۔ دوگنا کر دیا جائے گا ان کے لیے عذاب، نہ وہ (آوازحق) سن سکتے تھے اور نہ وہ (نورحق) دیکھ سکتے تھے"۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اہل شرک اور اپنی اطاعت کے مابین دنیا اور آخرت میں حائل ہے۔ پس دنیا میں تو اس طرح کہ اس نے کہا ہے: کہ وہ لوگ اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں نہ کوئی آواز سن سکتے ہیں اور نہ ہی اس نورحق کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور رہا آخرت میں، تو اس نے فرمایا وہ خشوع اور عاجزی کی طاقت نہیں رکھیں گے (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ طاقت نہیں رکھتے کہ وہ کوئی کلمہ خیر سنیں اور اس سے منافع حاصل کریں اور نہ وہ یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وہ کوئی عمل خیر دیکھیں اور اسے اپنا لیں (2)۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾

"یہی وہ (بدقسمت) ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو اور گم ہوگئیں ان سے وہ باتیں جو وہ تراشا کرتے تھے (21) یقیناً یہی لوگ ہیں جو آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ کا معنی ہے (یہی وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اپنے آپ کو دھوکا دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولَٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾

"بے شک جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور عجز ونیاز سے جھک گئے اپنے پروردگار کی طرف، یہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَاَخْبَتُوْٓا کا معنی ہے خافوا۔ اور وہ ڈر گئے (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ اخبات کا معنی انابت یعنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 29، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 31

اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اخبات کا معنی ہے خشوع اور تواضع اختیار کرنا(2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے: وَ اَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ کا معنی ہے وہ اپنے رب کی طرف جھک گئے(3)۔

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ وَ الْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

"ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا ہو۔ کیا یکساں ہے ان دونوں کا حال۔ کیا تم (اس مثال میں) غوروفکر نہیں کرتے ؟"۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ میں اعمیٰ اور اصم سے مراد کافر ہے اور وَ الْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ سے مراد مومن ہے(4)۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ ٘ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ یٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ لَاۤ اَقُوْلُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 31، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 32

لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّ لَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿ؕ۳۴﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

”اور بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف۔ (انہوں نے کہا اے قوم!) میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم نہ عبادت کرو کسی کی سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا دردناک دن نہ آ جائے تو کہنے لگے ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا (اے نوح!) ہم نہیں دیکھتے تمہیں مگر انسان اپنے جیسا اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہوں تمہاری بجز ان لوگوں کے جو ہم میں حقیر و ذلیل (اور) ظاہر بین ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت ہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں آپ نے فرمایا اے میری قوم! بھلا یہ بتاؤ اگر میرے پاس روشن دلیل ہو اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا فرمائی ہو مجھے خاص رحمت اپنی جناب سے پھر پوشیدہ کر دی گئی ہو تم پر (اس کی حقیقت) تو کیا ہم جبراً مسلط کریں تم پر یہ دعوت درآنحالیکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اے میری قوم! میں طلب نہیں کرتا تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی مال۔ نہیں میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور میں (تمہیں خوش کرنے کے لیے) ان کو نکالنے والا نہیں جو ایمان لے آئے ہیں۔ بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں البتہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم ایسی قوم ہو جو (حقیقت سے) ناواقف ہے اور اے میری قوم! کون مدد کر سکتا ہے میری اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اگر میں نکال دوں اہل ایمان کو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے اور میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود بخود جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تمہاری نگاہیں حقیر جانتی ہیں کہ ہرگز نہیں دے گا انہیں اللہ تعالیٰ کچھ بھلائی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ (اگر میں ایسا کروں تو) میں بھی ہو جاؤں گا ظالموں سے وہ (برافروختہ ہو کر) بولے اے نوح!

تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو) اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی لے آئے گا اسے تمہارے پاس اگر چاہے گا اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے اور نہیں فائدہ پہنچائے گی تمہیں میری خیر خواہی اگرچہ میرا ارادہ ہو کہ میں تمہاری خیر خواہی کروں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردے، وہ پروردگار ہے تمہارا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود گھڑ لیا ہے اسے۔ آپ فرمایئے اگر میں نے خود گھڑا اسے تو مجھ پر ہوگا وبال میرے جرم کا اور میں بری الذمہ ہوں ان گناہوں سے جو تم کرتے ہو"۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے وَ مَانَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہوں تمہاری بجز ان لوگوں کے جن کے بارے میں ہمارے لیے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ ہم میں حقیر وذلیل ہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ کی تفسیر میں کہا ہے: تحقیق میں نے اسے (روشن دلیل کو) پہچان لیا ہے اور میں نے اس کے سبب اپنے رب کے حکم کو پہچان لیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فرمایا رحمت سے مراد اسلام، ہدایت، ایمان، حکم اور نبوت ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کی تفسیر میں فرمایا: قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ کا نبی طاقت رکھتا تو یقیناً وہ اس دعوت کو اپنی قوم پر جبراً مسلط کر دیتا۔ لیکن وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ اس کا مالک ہے (3)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قرأت کرتے تھے۔ "اَنُلْزِمُكُمُوْهَا مِنْ شَطْرِ اَنْفُسِنَا وَاَنْتُمْ لَهَا كَارِهُوْنَ" (کیا ہم تم پر اسے اپنی جانب سے جبراً مسلط کر دیں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو) (4)

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس طرح قرأت کی ہے۔ "اَنُلْزِمُكُمُوْهَا مِنْ شَرِّ قُلُوْبِنَا" (5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ اَجْرِيَ کا معنی بیان کیا ہے "جزائی" یعنی میری جزا نہیں ہے (6)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے ضمن میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے عرض کی: اے نوح! (علیہ السلام) اگر تم چاہتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 35، بیروت | 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 36 | 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 37 | 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 36 | 6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 37

ہو کہ ہم تمہاری اتباع اور پیروی کریں تو انہیں اپنے پاس سے نکال دیجئے۔ ورنہ ہم اس پر کبھی راضی نہیں ہوں گے کہ ہم اور وہ حکم میں برابر ہوں۔ اور اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ کی تفسیر میں کہا بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ ان سے ان کے اعمال کے بارے باز پرس کرے گا۔ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے وہ خزانے ہیں جنہیں کوئی شے فنا نہیں کرسکتی۔ کہ میں تمہیں اس لیے دعوت دیتا دوں تا کہ تم ان کے سبب میری اتباع کرو اور میں تمہیں ان پر ملکیت عطا کردوں گا۔ اور نہ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ تم میری اتباع کرو اس بنا پر کہ میں خود بخود غیب جانتا ہوں۔ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ اور نہ میں یہ کہوں گا کہ میں فرشتہ ہوں جو آسمان سے رسالت کے ساتھ نازل ہوا ہے ”ما انا الا بشر مثلکم“ میں تو صرف تمہارے جیسا انسان ہوں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ کی تفسیر میں کہا ہے: نہ میں ان لوگوں کو کہوں گا جنہیں تم حقیر جانتے ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا میں خیر سے مراد ایمان ہے (یعنی اللہ انہیں ہرگز ایمان نہیں عطا کرے گا)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جٰدَلْتَنَا کا معنی ہے ”ماریتنا“ یعنی اے نوح! آپ نے تو ہمیں پچھاڑنے کی کوشش کی (2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ کی تفسیر میں فرمایا کہ انہوں نے عذاب کو جھٹلاتے ہوئے کہ وہ باطل ہے انہوں نے کہا: تم وہ عذاب ہمارے لیے لے آؤ جس کی تم دھمکی دیتے رہتے ہو (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ کا معنی ہے کہ میرے عمل کا وبال مجھ پر ہے۔ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ اور جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے بری الذمہ ہوں۔

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾

”اور وحی کی گئی نوح (علیہ السلام) کی طرف کہ نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم سے بجز ان کے جو ایمان لا چکے ہیں اس لیے آپ غمگین نہ ہوں اس سے جو وہ کیا کرتے ہیں اور بنایئے ایک کشتی ہمارے آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے اور نہ بات کیجئے مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا۔ وہ ضرور غرق کردیئے جائیں گے“۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 37،39، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 39 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی طرف مذکورہ وحی کی گئی تو اس وقت آپ نے قوم کے خلاف دعا مانگی اور کہا: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح) ''اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا''۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعا نہیں کی۔ یہاں تک کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ تو اس وقت اس سے آپ کی امید کٹ گئی۔ چنانچہ آپ نے ان کے لیے بددعا کی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مردوں کی صلبوں اور عورتوں کی رحموں سے ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کو نکال لیا: تو فرمایا: اے نوح! اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ (ہود: 36)

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو مارا جاتا تھا پھر موٹے کپڑے میں لپیٹ کر آپ کو گھر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ لیکن پھر آپ باہر تشریف لے جاتے اور انہیں دعوت الی الحق دیتے۔ یہاں تک کہ جب آپ اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ وہ عصا پر ٹیک لگا کر چل رہا تھا۔ اس نے کہا: اے میرے بیٹے اس بوڑھے شیخ کو دیکھ لے، یہ تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے اس نے کہا: اے میرے ابا جان! یہ عصا مجھے دے دیجئے پھر اس نے عصا پکڑ لیا پھر اس نے کہا: مجھے زمین پر بٹھا دے پس اس نے بوڑھے کو زمین پر بٹھایا اور خود آپ کی طرف چل پڑا اور آپ کو ڈنڈا دے مارا اور آپ کے سر پر گہرا زخم لگا دیا۔ خون بہنے لگا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے میرے رب! تیرے بندے جو کچھ میرے ساتھ کر رہے ہیں تو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تجھے اپنے ان بندوں کی کوئی ضرورت ہے تو پھر انہیں ہدایت عطا فرما دے اور اس کے سوا کچھ ہے تو مجھے صبر عطا فرما یہاں تک کہ تو کوئی فیصلہ فرما دے اور تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اور آپ کو اپنی قوم کے ایمان قبول کرنے سے مایوس کر دیا۔ آپ کو بتا دیا گیا کہ مردوں کی اصلاب اور عورتوں کے ارحام میں کوئی مومن باقی نہیں رہا۔ لہٰذا فرمایا اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ پس آپ ان پر غم نہ کھائیں وَاصْنَعِ الْفُلْكَ اور کشتی بنائیں۔ عرض کی: اے میرے رب! کشتی کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لکڑی کا بنا ہوا مکان ہے جو پانی کی سطح پر چلتا ہے۔ پس میں اہل معصیت (کفار) کو غرق کر دوں گا اور اپنی زمین کو ان سے پاک کر دوں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! پانی کہاں سے آئے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ جو میں چاہتا ہوں اس کی قدرت رکھتا ہوں (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ فَلَا تَبْتَئِسْ کا معنی ہے تو غم زدہ نہ

1۔ تاریخ ابن عساکر، باب نوح بن لمک بن متوشلخ علیہ السلام، جلد 2، صفحہ 248، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 41، بیروت

ہو(2)۔ ابن جریر اور ابوالشیخ دونوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْفُلْكَ سے مراد کشتی ہے اور بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا کا معنی ہے جیسا ہم تجھے حکم دیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا کا معنی ہے کشتی بناؤ اللہ تعالیٰ کی نگاہ قدرت کے سامنے اور اس کی وحی کے مطابق۔

امام بیہقی نے حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول بیان کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بذات خود اپنی کتاب میں کوئی وصف بیان نہیں کیا پس اس کی قرأت ہی اس کی تفسیر ہے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کی تفسیر عربی اور فارسی میں کرتا رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ کشتی کیسے بنائی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اسے پرندے کے سینے کی مثل بنائیں۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے تحت ابن جریج کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ میری طرف رجوع نہ کیجئے آگے بڑھیے ان میں سے کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی سفارش اور شفاعت نہیں کی جائے گی (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو منع فرما دیا کہ وہ اس کے بعد کسی کے بارے اس کی طرف رجوع کریں۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٩﴾

"اور نوح کشتی بنانے لگے اور جب بھی گزرتے ان کے پاس سے ان کی قوم کے سردار (تو) آپ کا مذاق اڑاتے۔ آپ کہتے اگر تم مذاق اڑاتے ہو ہمارا تو (ایک دن) ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے جس طرح تم مذاق اڑاتے ہو سو تم جان لو گے کہ کس پر آتا ہے عذاب جو رسوا کر دے گا اسے اور (کون ہے) اترتا ہے جس پر عذاب ہمیشہ رہنے والا"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو سال اپنی قوم میں سکونت پذیر رہے ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کا آخری زمانہ تھا۔ ایک درخت لگایا وہ خوب بڑھا اور اس نے جہاں تک جانا تھا وہ پہنچا۔ پھر آپ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 42، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 43

اسے کاٹ لیا۔ پھر آپ اس سے کشتی بنانے لگے۔ جو آپ کے پاس سے گزرتے وہ اس کے بارے پوچھتے تھے۔ تو آپ جواباً فرماتے، میں کشتی بنا رہا ہوں۔ تو وہ آپ سے تمسخر کرتے اور کہتے تم خشکی میں کشتی بنا رہے ہو تو کیسے چلے گی؟ تو آپ فرماتے تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ سو جب آپ اسے بنانے سے فارغ ہوئے تو تنور (پانی سے) ابل پڑے اور گلیوں میں پانی وافر ہو گیا۔ تو ایک بچے کی ماں کو بچے کے بارے خدشہ لاحق ہوا۔ وہ اس سے انتہائی زیادہ محبت کرتی تھی۔ چنانچہ وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف نکل گئی یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے تیسرے حصے تک پہنچ گئی۔ پس جب پانی اس تک پہنچا۔ تو وہ پھر چلی یہاں تک کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گی۔ جب پانی وہاں بھی اس کی گردن تک پہنچا تو اس نے بچے کو اپنے سامنے اوپر اٹھالیا۔ یہاں تک کہ پانی اسے بہا کر لے گیا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی پر رحم فرماتا تو اس بچے کی ماں پر ضرور رحم فرماتا (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے پر تھے اور پروں کے نیچے کمرے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سام ابوالعرب ہے اور حام ابوالحبش ہے اور یافث ابوالروم (رومیوں کا باپ) ہے اور فرمایا: کشتی کا طول تین سو گز تھا اور اس عرض کا پچاس گز تھا۔ اس کی اونچائی تیس گز تھی اور اس کا دروازہ اس کی چوڑائی میں تھا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی تیس گز اور اس کی اونچائی بھی تیس گز تھی۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب کشتی بنانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! لکڑی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درخت لگاؤ۔ چنانچہ آپ نے بیس برس تک ساگوان کا درخت لگائے رکھا۔ آپ دعا سے رکے رہے اور وہ استہزاء سے باز رہے۔ پس جب آپ نے درخت کو مکمل حالت میں پالیا تو آپ کے رب نے آپ کو حکم فرمایا۔ تو آپ نے اسے کاٹا اور اسے خشک کر لیا۔ تو عرض کی: اے میرے رب! میں یہ گھر کیسے بناؤں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسے تین صورتوں پر بناؤ۔ اس کا سر (سامنے والا حصہ) ہو۔ پھر اس کے طبقات بنا دو۔ اس کی اطراف میں دروازے بنالو اور لوہے کی میخوں کے ساتھ اسے مضبوط اور پختہ جوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ تاکہ وہ آپ کو کشتی بنانا سکھلا دیں۔ پس جو لوگ آپ کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ سے تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے: کیا تم اس مجنون (پاگل) کی طرف نہیں دیکھتے ہو کہ گھر بنا رہا ہے تاکہ اس کے ذریعے پانی پر چلے۔ اور پانی کہاں ہے؟ وہ بہت ہنستے اور قہقہے لگاتے۔ اسی کے بارے یہ ارشاد گرامی ہے وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ پس آپ نے کشتی بنائی۔ اس کی لمبائی چھ سو گز تھی۔ ساٹھ گز مین میں تھی اور اس کی چوڑائی تین سو تینتیس گز تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ تارکول کے ساتھ اس پر طلاء کریں۔ زمین میں تارکول نہیں تھی۔ پس اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 43، بیروت

تعالیٰ نے آپ کے لیے تارکول کا چشمہ پیدا کر دیا، اس طرح کہ جہاں کشتی (کی لکڑیاں) تیار کی جاتی تھیں وہاں سے چشمہ ابلنے لگا یہاں تک کہ آپ نے اس کا طلاء کر لیا۔ پس جب آپ اس سے فارغ ہو گئے تو اس کے تین دروازے بنائے اور انہیں ڈھانپ دیا۔ پس اس میں درندوں اور چوپاؤں کو سوار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے شیر پر بخار مسلط کر دیا اور اسے دیگر جانوروں سے غافل کر کے اپنی ہی ذات میں مشغول کر دیا۔ دوسرے دروازے میں وحشی اور پرندے وغیرہ رکھے۔ پھر ان پر اسے بند کر دیا۔ اولاد آدم علیہ السلام میں سے چالیس مرد اور چالیس عورتیں او پر والے دروازے سے داخل کیے اور پھر ان پر اسے بند کر دیا اور او پر والے دروازے میں اپنے ساتھ ذرہ بھی رکھا تا کہ چوپائے انہیں کمزور نہ سمجھ کر روند نہ دیں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کشتی کی لمبائی تین سو گز، اس کی چوڑائی پچاس گز اور اس کی بلندی تیس گز تھی اور اس کا دروازہ چوڑائی میں تھا۔ ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ کشتی انہیں لے کر دس رجب کو چلی اور ایک سو پچاس دن پانی میں چلتی رہی۔ پھر وہ جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی اور دسویں محرم کو زمین پر اترے (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی ایک ہزار دو سو گز تھی اور اس کا عرض چھ سو گز تھا (3)۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام کے حواریوں نے آپ سے کہا: اگر آپ ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی زندہ کریں جس نے کشتی دیکھی ہو۔ تو وہ ہمیں اس کے بارے کچھ بتائے۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چل پڑے اور مٹی کے ایک ٹیلے کے پاس جا کر رکے۔ آپ نے اس مٹی سے ایک مٹھ مٹی اٹھائی اور فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ حام بن نوح کا ٹخنہ ہے۔ پس آپ نے اپنے عصا کے ساتھ اس ٹیلے پر ضرب لگائی۔ اور فرمایا: قم باذن اللہ اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو۔ تو اچانک وہ کھڑا ہو گیا۔ اپنے سر سے مٹی جھاڑنے لگا۔ وہ جوان حالت میں تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمایا تو اس طرح ہلاک ہوا تھا۔ اس نے کہا: نہیں میں مرا در آنحالیکہ میں جوان تھا۔ لیکن میں نے گمان یہ کیا ہے کہ قیامت قائم ہو چکی ہے پس اسی وجہ سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بارے میں ہمیں کچھ بتا۔ تو اس نے کہا: اس کا طول ایک ہزار دو سو گز تھا اور اس کا عرض چھ سو گز تھا۔ اس کے تین طبقات تھے۔ پس ایک طبقہ میں چوپائے اور وحشی جانور تھے۔ ایک طبقہ میں انسان تھے اور ایک طبقہ میں پرندے تھے۔ جب چوپاؤں کا گوبر زیادہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہاتھی کی دم دباؤ۔ آپ نے اسے دبایا تو اس سے مذکر اور مؤنث خنزیر گرے اور وہ دونوں گوبر کھانے لگے، پھر جب چوہا گرا تو وہ کاٹ کر کشتی کو خراب کرنے لگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی

1۔ تاریخ ابن عساکر، باب نوح بن ملک بن متوشلخ علیہ السلام، جلد 62، صفحہ 49-248، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 43، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 44

طرف وحی فرمائی کہ شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ضرب لگاؤ۔ پس اس کے نتھنوں سے بلا اور بلی نکلے اور وہ چوہے پر حملہ آور ہوئے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کو کیسے علم ہوا کہ شہر غرق ہو چکے ہیں؟ اس نے کہا: آپ نے کوے کو بھیجا کہ وہ آپ کے پاس خبر لائے۔ پس اس نے مردار پایا اور اس پر گر پڑا۔ تو آپ نے اس کے خلاف خوف اور ڈر کی دعا کی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ گھروں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر آپ نے کبوتری کو بھیجا۔ تو وہ اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ اور اپنے پاؤں کے ساتھ مٹی لائی۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ شہر غرق ہو چکے ہیں۔ پس وہ سبز رنگ کا ہار جو اس کی گردن میں ہے وہ آپ نے اسے پہنایا اور اس کے لیے دعا فرمائی کہ وہ انس اور امان میں رہے۔ سو اسی وجہ سے وہ گھروں سے محبت کرتی ہے۔ تو حواریوں نے کہا: اے روح اللہ! کیا آپ اسے ہمارے ساتھ ہمارے گھر والوں کی طرف نہیں لے چلیں گے۔ یہ ہمارے ساتھ بیٹھے گا اور ہمارے ساتھ باتیں کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا وہ کیسے تمہارے ساتھ جا سکتا ہے جس کے لیے کوئی رزق نہیں؟ پھر آپ نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوٹ جا۔ چنانچہ وہ مٹی ہو گیا ''قَالَ: عُدْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَعَادَ تُرَابًا'' (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا طول چار سو گز اور اس کا عرض تیس گز تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ سلیمان فرائی نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام نے چار سو سال تک کشتی کا کام کیا اور چالیس برس میں ساگوان کا درخت اگایا۔ یہاں تک کہ اس کی لمبائی چار سو گز ر تک پہنچ گئی اور ایک ذراع دونوں کندھوں تک تھا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ٹھہرے رہے۔ درخت اگاتے رہے اور اسے کاٹ کر خشک کرتے رہے پھر سو برس اس پر کام کرتے رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب کشتی بنانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں بڑھئی تو نہیں؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ بے شک یہ میری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ پس کلہاڑا لے لو اور آپ کے ہاتھ کو اس طرح بنا دیا گیا جیسے کہ وہ ایک ماہر بڑھئی کا ہاتھ ہو۔ اور جو لوگ آپ کے پاس سے گزرتے وہ کہتے: یہ وہی ہے جو اپنے آپ کو نبی گمان کرتا ہے اور اب بڑھئی ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے چالیس سال تک کام کیا۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن میناء رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کہا: مجھے بتائیے کون سا وہ پہلا درخت ہے جو سب سے اول زمین پر اگا؟ تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ساگوان کا درخت ہے اور یہ وہ ہے جس سے حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی۔ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے سچ کہا ہے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 44، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 46 3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 251، دار الفکر بیروت

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ میں عذاب سے مراد غرق ہونا ہے۔ اور وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ میں عذاب سے مراد ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہنا ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۴۰

”یہاں تک کہ جب آ گیا ہمارا حکم اور ابل پڑا تنور تو ہم نے (نوح کو) فرمایا سوار کر لو کشتی میں ہر جنس سے نر و مادہ دو اور اپنے گھر والوں کو سوائے ان کے جن پر پہلے ہو چکا ہے حکم اور (سوار کر لو) جو ایمان لا چکے ہیں اور نہیں ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ مگر تھوڑے لوگ“۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا معنی ”پانی کا نکلنا اور پھوٹنا ہے“(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب تو اپنے گھر والوں کا تنور دیکھے کہ اس سے پانی نکل رہا ہے تو یہ تیری قوم کی ہلاکت اور بربادی کی (علامت) ہے(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ تنور پتھر سے بنا ہوا تھا اور وہ حضرت حوا علیہا السلام کے لیے تھا حتی کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام تک جا پہنچا۔ تو آپ کو یہ کہا گیا جب تو پانی کو دیکھے کہ وہ تنور سے ابل رہا ہے تو اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر کشتی پر سوار ہو جانا(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور آپ کی قوم کی ہلاکت کے درمیان تین سو سال کا فاصلہ تھا۔ ہند میں تنور ابل پڑا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہفتہ بھر گھر میں ہی تیرتی رہی(4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَفَارَ التَّنُّوْرُ کے بارے فرمایا: وہ چشمہ جو جزیرہ میں ہے وہی عین الوردہ ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد کوفہ سے تنور ابل پڑا جو کہ ابواب کندہ کی جانب تھا۔

امام ابو الشیخ نے حبۃ العرنی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی میں نے سواری (اونٹنی) خریدی ہے اور میرے پاس سامان خوراک ختم ہو گیا ہے۔ میں بیت المقدس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں تا کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 49، بیروت | 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 48 | 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 48

4۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 373، دار الکتب العلمیہ بیروت

اس میں نماز ادا کر سکوں۔ کیونکہ اس میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نمازیں پڑھی ہیں اور وہاں سے یعنی مسجد کوفہ سے تنور ابلا تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور نرم و نازک کونپل کو نکالا! تمہاری یہ مسجد مسلمانوں کی چار مساجد میں سے چوتھی مسجد ہے جس میں دو رکعتیں نماز ادا کرنا اس کے سوا کسی اور مسجد میں دس رکعتیں پڑھنے سے میرے نزدیک زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے سوائے مسجد حرام اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے۔ بے شک اس کی دائیں جانب سے قبلہ کی سمت تنور ابلا تھا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سدی بن اسماعیل ہمدانی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اس مسجد کے وسط میں (یعنی مسجد کوفہ میں) اپنی کشتی بنالی۔ تو اس کی دائیں جانب سے تنور ابل پڑا۔ اس جگہ سے صحرا بارہ میل کی مسافت پر تھا۔ اس میں ایک نماز پڑھنا کسی دوسری مسجد میں چار نمازوں سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام اور مدینہ طیبہ میں مسجد رسول اللہ ﷺ کے۔ بے شک اس مسجد کی دائیں جانب سے قبلہ کی سمت تنور ابلا تھا۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تنور سے مراد سطح زمین ہے۔ یعنی آپ سے یہ کہا گیا کہ جب آپ اس طرح زمین پر پانی دیکھیں تو اپنے ساتھیوں سمیت کشتی میں سوار ہو جائیے اور اہل عرب وجہ الارض کو تنور الارض کہا کرتے ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: تنور سے مراد وجہ الارض (سطح زمین) ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تنور سے مراد زمین کا اعلیٰ اور بلند حصہ ہے اور اس کا علم حضرت نوح علیہ السلام اور رب کریم کے درمیان راز ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت بسطام بن مسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت معاویہ بن قرہ سے کہا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب اس آیت پر پہنچے تو فرمایا: یہ زمین کا اعلیٰ اور اشرف حصہ ہے۔ اور ساتھ کہا: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن میں نے ان سے دو حدیثیں سنی ہیں۔ واللہ اعلم۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ تنور سے پانی ابل پڑا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس سے آگ بھڑک اٹھی۔ اور فار التنور ہر لغت کے مطابق تنور ہی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا معنی ہے فجر طلوع ہوئی۔ آپ کو یہ کہا گیا کہ جب فجر طلوع ہو جائے تو اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر سوار ہو جاؤ (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا معنی ہے صبح کا روشن ہونا (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کلام عرب میں مذکر و مؤنث کو زوجین کہا جاتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 47، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 48　3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھ ہر جنس میں سے نر اور مادہ دو سوار کر لیں اور آپ کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ پس آپ جوڑا جوڑا کر کے پکڑتے رہے اور انگور باقی بچ رہا۔ پس ابلیس آیا اور اس نے کہا: یہ سارے کا سارا میرے لیے ہے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرشتہ کی جانب دیکھا تو اس نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے، اس کی شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ پس آپ نے کہا: ہاں۔ دو تہائی میرے لیے ہیں اور ایک تہائی اس کے لیے ہے۔ اس فرشتے نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے سو اس شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ تو آپ نے کہا: نصف میرے لیے ہے اور نصف اس کے لیے ہے۔ تو ابلیس نے کہا: یہ سب کا سب میرے لیے ہے۔ پھر آپ نے فرشتے کی جانب دیکھا۔ تو اس نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے سو اس کی شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: ایک ثلث میرے لیے ہے اور دو ثلث اس کے لیے ہیں۔ اس نے کہا: تم نے احسان کیا ہے اور میں بھی بہت نیکی کرنے والا ہوں۔ آپ اسے انگور کی صورت میں کھائیں گے، اسے کشمش کی صورت میں بھی کھائیں گے اور اس کا جوس بھی پئیں گے تین دن۔ مسلم نے کہا ہے: وہ یہ خیال کرتے تھے کہ جب وہ اس طرح انگور کا جوس پئیں گے تو اس میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

امام عبد الرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے ہر اس شے کا نام لکھا جسے انہوں نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور فرمایا: بے شک تم نے انگور کی بیل کو بھی لکھ لیا ہے حالانکہ وہ یہاں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے اسے شیطان نے پکڑ لیا ہے ہم عنقریب اسے بھیجیں گے جو اسے لے آئے گا۔ پس اسے لایا گیا اور شیطان بھی اس کے ساتھ آیا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کو کہا گیا: بے شک یہ آپ کا شریک ہے اس کی شرکت کو خوب اچھا بنائیے۔ تو آگے انہوں نے ماقبل روایت کی طرح بیان کیا اور ان کے قول کے بعد یہ اضافہ کیا کہ آپ اسے جوس کی صورت میں پئیں گے اور اسے پکائیں گے۔ پس اس کے دو ثلث پلیدی اور شیطان کے حصہ کے طور پر ختم ہو جائیں گے اور اس کا ایک ثلث باقی بچ جائے گا پس آپ اسے پی لیں۔

امام ابن منذر، ابو الشیخ، بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن عساکر اور ابن النجار رحمہم اللہ نے اپنی تاریخوں میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام شیر کے پاس سے گزرے اور وہ کشتی میں تھا، تو آپ نے اپنے پاؤں کے ساتھ اسے ضرب لگائی۔ تو شیر نے آپ کو تھپڑ لگا دیا اور آپ رات بھر جاگتے رہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام اس کی وجہ سے رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ بے شک آپ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور میں ظلم و زیادتی کو پسند نہیں کرتا (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے شیر کو کشتی میں سوار کیا تو عرض کی: اے میرے رب! بے شک وہ تو مجھ سے کھانے کا سوال کرے گا۔ میں اسے کہاں سے کھلاؤں گا؟ تو

1۔ شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، جلد 6، صفحہ 54، دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں اسے کھانے سے روکوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار مسلط کر دیا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام اس کے پاس مینڈ ھا لاتے تھے اور اسے کہتے: تو گھوم وہ کھالے گا تو شیر جواباً کہتا: آہ۔ ہائے افسوس۔

امام ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام شیر کے پاس سے گزرے جو کہ پاؤں سمیٹ کر بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ نے اپنے پاؤں کے ساتھ اسے ٹھوکر لگائی۔ پس شیر نے اپنا سر اٹھایا اور آپ کی پنڈلی پر خراش لگادی۔ تو وہ ضرب جو اس نے آپ کو لگائی اس کے سبب رات بھر آپ کو نیند نہ آئی۔ آپ یہ کہنے لگے: اے میرے رب! تیرے کتے نے مجھے کاٹ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے راضی نہیں ہوتا اور ابتدا آپ نے کی ہے۔ ابن عدی نے کہا: یہ حدیث اس سند کے ساتھ باطل ہے۔ اس میں ایک راوی جعفر بن احمد غافقی ہے جو حدیثیں وضع کرتا ہے (1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پر بکری کو کشتی میں داخل کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے اسے دم سے پکڑ کر دھکیلا۔ تو اس وجہ سے اس کی دم ٹوٹ گئی اور وہ دم بریدہ ہو گئی اور اس کی جائے شرم ظاہر ہو گئی۔ جب بھیڑ کی باری آئی تو وہ اندر داخل ہو گئی۔ پس آپ نے اس کی دم کو چھوا تو اس نے اس کی شرم گاہ کو ڈھانپ لیا (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ ہر جنس میں سے نر اور مادہ دو کو سوار کر لیں۔ تو آپ نے اپنے ساتھ یمن کی عجوہ (کھجور) اور بادام کو بھی سوار کر لیا۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لیں۔ تو آپ نے کہا: میں شیر اور گائے کو کیسے اکٹھا کروں گا؟ میں بھیڑ اور بھیڑیے کو کیسے سوار کروں گا؟ اور میں کبوتر اور بلی کے ساتھ کیا کروں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے کہا: ان کے درمیان عداوت کس نے ڈالی ہے؟ عرض کی: اے میرے رب! تو نے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں ان کے درمیان اتنی الفت اور محبت پیدا کر دوں گا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

امام ابن عساکر نے حضرت خالد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام ان تمام کو کشتی میں سوار کر چکے جنہیں سوار کرنا تھا۔ تو بچھو ایک پاؤں پر چلتے ہوئے آیا۔ اور عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! مجھے بھی اپنے ساتھ داخل کر لیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: نہیں کیونکہ تو لوگوں کو ڈستا ہے اور انہیں اذیت دیتا ہے۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیجئے اور آپ کے ساتھ میرا یہ وعدہ رہا کہ جو رات کے وقت آپ پر درود پڑھے گا میں اسے نہیں کاٹوں گا (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 56-255 دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 255
3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 257

کسی نے شام کے وقت یہ کہا ''صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نُوْحٍ وَّعَلٰى نُوْحٍ السَّلَامُ'' تو اس رات بچھو اسے نہیں کاٹے گا(1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عذاء اور ضحاک رحمہما اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ابلیس کشتی پر سوار ہونے کے لیے آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے دھکیل دیا۔ اس نے کہا: اے نوح! میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم مجھ پر قابو نہیں پاسکتے۔ تو آپ نے جان لیا کہ یہ سچ کہہ رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے حکم دیا کہ کشتی کے بانس پر بیٹھ جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ ان کے جسم کو اٹھائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام ان کے وارث بنے اور ہر کوئی یہ وصیت بطور وارث اپنے بیٹے کو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے وصیت کو وصول کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کو مردوں اور عورتوں کے درمیان جا رکھا(2)۔

امام ابن ابی دنیا اور ابن عساکر نے مکاید الشیطان میں حضرت ابو العالیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی لنگر انداز ہوئی۔ اس وقت ابلیس کوثر السفینہ پر تھا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے فرمایا: تو ہلاک ہو جائے اہل زمین تیری وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں؟ تو ابلیس نے آپ سے کہا: تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: تو توبہ کر۔ اس نے کہا: آپ اپنے رب سے پوچھیے کیا میرے لیے توبہ ہے؟ پس حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ آپ نے اسے فرمایا: میں نے تیرے لیے توبہ کی راہ بنادی ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ تو اس نے جواب دیا: میں نے سجدہ نہیں کیا تھا جب کہ وہ زندہ تھے، تو کیا اب میں سجدہ کروں گا جب کہ وہ مر چکے ہیں؟(3)

امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انگور کی بیل کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام کا شیطان کے ساتھ تنازعہ رہا۔ اس نے کہا: یہ میرے لیے ہے اور آپ نے فرمایا یہ میرے لیے ہے۔ پھر دونوں کی صلح اس شرط پر ہوئی کہ اس کا ایک تہائی حضرت نوح علی السلام کے لیے ہوگا اور دو تہائی شیطان کے لیے(4)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں اپنے ساتھ تمام درخت بھی سوار کیے تھے(5)۔

امام اسحاق بن بشر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اہل علم میں سے ایک آدمی نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہدہد کا ایک جوڑا بھی کشتی میں سوار کیا اور ہدہد کی ماں کو جوڑے پر اضافی رکھا۔ پس زمین ظاہر ہونے سے پہلے ہی وہ کشتی میں مر گئی۔ ہدہد نے اسے اٹھالیا اور دنیا کا چکر لگایا تا کہ وہ کوئی ایسی جگہ پائے جہاں اسے وہ دفن کر سکے۔ لیکن اس نے کہیں بھی کیچڑ اور مٹی نہ پائی۔ سو اس کے رب نے اس پر رحم فرمایا اور اس کے لیے اس کی گدی میں قبر کھود دی۔ تو اس نے اسے اس میں دفن کر دیا۔ پس وہ بال و پر جو ہدہد کی گدی میں بڑھے ہوئے ہیں وہ قبر کی جگہ پر ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ ہدہدوں کی گدیوں کی

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 256 دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 258 3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 259

4۔ سنن نسائی، باب ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء وما لا یجوز، جلد 8، صفحہ 330 القاہرہ 5۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 261

تعریف کی گئی ہے۔ اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے (1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت جویبر اور مقاتل کی سند سے حضرت ضحاک سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں پتھر کے دو نگینے عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک دن کی سفیدی کی طرح سفید تھا اور دوسرا رات کی سیاہی کی طرح سیاہ تھا۔ پس جب وہ شام کرتے تو اس کی سیاہی دوسری کی سفیدی پر غالب آجاتی۔ جب وہ صبح کرتے تو اس کی سفیدی دوسرے کی سیاہی پر غالب آجاتی۔ دونوں کا وقت بارہ گھنٹے مقرر تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں اوقات کو بارہ بارہ گھنٹوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ دن یا رات میں سے کسی کو دوسرے پر زائد نہیں کرتے تھے۔ تاکہ اس سے نماز کے اوقات کو پہچانا جا سکے۔ پس کشتی آپ کے مکان سے چلی۔ یہاں تک کہ وہ دائیں سمت چلتی رہی اور حبشہ پہنچ گئی پھر وہاں سے پھری اور جدہ کی طرف لوٹ آئی۔ پھر روم کی سمت اختیار کی اور روم سے تجاوز کر گئی اور ارض مقدس کی وادیوں پر لوٹتی ہوئی آئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ یہ پہاڑ کی چوٹی پر قرار پذیر ہوگی۔ سو اس لیے پہاڑ بلند ہو گئے۔ اسی لیے وہ ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنی جڑیں زمین سے نکال لیں۔ اور جودی پہاڑ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و انکساری پیش کرتا رہا۔ پس کشتی آئی اور تمام پہاڑوں سے آگے گزر گئی۔ جب جودی پہاڑ پر پہنچی، وہاں قرار پذیر ہوگئی اور وہیں لنگر انداز ہوئی تو پہاڑوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی اور کہا اے ہمارے رب! بے شک ہم حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے لیے ظاہر ہوئے ہیں اور اپنی جڑیں زمین سے نکالی ہیں۔ اور جودی سکڑ گیا ہے۔ اور نوح علیہ السلام کی کشتی نے اس پر قرار اختیار کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ جو اس طرح میرے لیے تواضع کرتا ہے میں اسے بلند کر دیتا ہوں اور جو میرے سامنے بلند ہوتا ہے میں اسے پست اور ذلیل کرتا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ جودی جنت کے پہاڑوں میں سے ہے پس یوم عاشورہ (دسویں محرم الحرام کا دن) تھا تو کشتی اس پر قرار پذیر ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ" اے زمین! اپنا پانی نگل لے، جذب کر لے، یہ ارشاد و لغت حبشہ کے مطابق ہے "وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ" اور اے آسمان تو بھی اپنا پانی روک لے۔ یہ بھی حبشی لغت کے مطابق ہے۔ پس زمین نے اپنا پانی جذب کر لیا اور آسمان کا پانی بھی اٹھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا اس امید کے تحت کہ وہ اپنی جگہ کی طرف لوٹ آئے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا واپس لوٹ جا۔ کیونکہ تو عذاب اور غضب ہے پس پانی لوٹ آیا اور وہ کھاری ہو گیا اور گرم ہو گیا اور موجیں مارنے لگا۔ پس اس سے لوگوں کو اذیت اور تکلیف پہنچنے لگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھیجا اور اس نے سمندروں کی جگہوں میں اسے جمع کر دیا۔ وہ اتنا شدید کھاری ہو گیا کہ اس سے نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جھانک کر دیکھا تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور آپ کے لیے آسمان سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا۔ یہ آپ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان غرق ہونے سے امان کی علامت اور نشانی تھی۔ ہاتھ سے مراد وہ قوس ہے جسے وہ قوس قزح کہتے ہیں۔ اور منع کیا گیا ہے کہ اسے قوس قزح کہا جائے کیونکہ قزح شیطان ہے اور وہ قوس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ تیر

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 262 دار الفکر بیروت

کمان پہلے بھی آسمان تک پھیل جایا کرتی تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو غرق ہونے سے امان دے دی تو اللہ تعالیٰ نے کمان اور تیر پھینک دیئے۔ تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو میرے ساتھ میری اہل کو نجات دے گا۔ حالانکہ میرا بیٹا غرق ہو گیا ہے اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَهۡلِیۡ وَ اِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ وَ اَنۡتَ اَحۡكَمُ الۡحٰكِمِیۡنَ۝ قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ (ہود) اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ وہ تیرے دین والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کا عمل اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر جاؤ۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا۔ جو آپ کی طرف زمین کی خبر لائے گا۔ تو ایک گھریلو پرندہ آیا اور اس نے کہا: میں۔ تو آپ نے اسے پکڑا اور اس کے پروں پر مہر لگا دی اور فرمایا تجھ پر میری مہر لگ چکی ہے تو کبھی نہیں اڑے گا، میری اولاد تجھ سے نفع اٹھاتی رہے گی۔ پھر آپ نے کوے کو بھیجا۔ اس نے ایک مردار دیکھا تو اس پر گر پڑا۔ پس آپ نے اسے قید کیا اور اس پر لعنت فرمائی۔ اسی وجہ سے اسے حرم میں قتل کیا جا سکتا ہے۔ پھر فاختہ کو بھیجا یعنی حمامہ سے مراد قمری ہے۔ سو وہ گئی اور اس نے زمین میں کہیں بھی قرار نہ پایا۔ سرزمین سبا میں وہ ایک درخت پر بیٹھی اور زیتون کا پتا اٹھایا اور نوح علیہ السلام کی طرف لوٹ آئی۔ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے زمین میں سے کہیں مسکن نہیں بنایا۔ پھر اسے چند دنوں کے بعد بھیجا۔ پس وہ نکلی اور وادی حرم میں پہنچ گئی۔ پانی جب جذب ہوا تو سب سے پہلے کعبہ معظمہ کی جگہ سے جذب ہوا۔ اس کی مٹی سرخ تھی۔ پس اس نے اپنے پاؤں کو اس کے ساتھ رنگا اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف واپس آ گئی۔ اور کہا مبارک ہو زمین نے قرار حاصل کر لیا ہے۔ پس آپ نے اپنا دست مبارک اس کی گردن مبارک پر پھیرا اور اسے ہار پہنایا اور اس کی ٹانگوں میں اسے سرخی عطا کی۔ اس کے لیے دعا کی اور اسے حرم پاک میں سکونت عطا کر دی اور اس میں برکت رکھ دی۔ پس اسی وجہ سے لوگ اس کے ساتھ شفقت کرتے ہیں۔ پھر آپ نکلے اور سرزمین موصل میں نزول فرمایا۔ یہ قریۃ الثمانین کہلاتا ہے۔ کیونکہ آپ اسی افراد کے ہمراہ یہاں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ پھر ان میں وبا پھیل گئی اور وہ حضرت نوح، سام، حام، یافث اور ان کی عورتوں کے سوا سب کے سب مر گئے۔ پھر زمین ان سے بھر گئی۔ اسی کے بارے یہ ارشاد ہے وَ جَعَلۡنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الۡبٰقِیۡنَ۝ (الصافات: 77) (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت خالد الزیات رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام رجب المرجب کی پہلی تاریخ کو کشتی میں سوار ہوئے اور جن و انس میں سے جو آپ کے ساتھ تھے انہیں فرمایا: آج کے دن روزہ رکھو۔ کیونکہ تم میں سے جس نے روزہ رکھا اس سے آگ ایک سال کی مسافت پر دور رہے گی اور تم میں سے جس نے سات روزے رکھے اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جس نے آٹھ روزے رکھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جس نے دس دن روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ اور جس نے پندرہ دن روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا نیا عمل کر میں نے تیرے لیے ماضی میں جو کچھ ہوا اسے بخش دیا ہے۔ اور جس نے اور زیادہ کیا اللہ تعالیٰ بھی اضافہ فرمائے گا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 64-262 دار الفکر بیروت

رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے دس روزے رکھے۔ اور دسویں محرم (یوم عاشورہ) کو کشتی لنگر انداز ہوئی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ جن وانس کو ارشاد فرمایا: آج کے دن بھی روزہ رکھو(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام رجب کی دس تاریخ کشتی میں سوار ہوئے اور دس محرم الحرام کو اس سے اترے۔ سو آپ اور آپ کے اہل رات سے رات تک روزہ رکھتے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہر شے کو سوار کیا۔ تو شیر کو بھی سوار کیا اور وہ کشتی والوں کو اذیت پہنچانے لگا۔ تو اس پر بخار مسلط کر دیا گیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ کشتی میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کر لیں۔ تو آپ نے شیر کو سوار کرنے کی طاقت نہ رکھی۔ یہاں تک کہ اس پر بخار مسلط کر دیا گیا، تو آپ نے اسے اٹھایا اور کشتی میں داخل کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کی سند سے ان کے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کیا۔ تو آپ کے اصحاب نے آپ سے عرض کی: ہم کیسے اطمینان پائیں گے جب کہ ہمارے ساتھ شیر بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار مسلط کر دیا۔ پس وہی پہلا بخار ہے جو زمین پر اترا۔ پھر انہوں نے چوہیا کا شکوہ کیا اور کہا: یہ چوہیا تو ہمارے کھانے اور سامان کو خراب کر دے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے شیر کی طرف وحی کی۔ تو اس نے چھینک ماری اور اس سے بلی خارج ہوئی تو اسے دیکھ چوہیا چھپ گئی۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں تھے تو چوہے نے کشتی کی رسیاں کاٹ دیں۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اور آپ نے شیر کی پیشانی کو چھوا۔ تو اس سے بلی کی طرح کے دو جانور نکلے۔ کشتی میں گندگی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ سو آپ نے ہاتھی کی دم کو چھوا۔ تو دو خنزیر نکلے اور انہوں نے اس غلاظت کو کھا لیا(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کشتی والوں نے چوہے کے سبب تکلیف اٹھائی تو شیر نے چھینک ماری۔ اس کے نتھنے سے مذکر اور مونث دو بلیاں نکلیں اور انہوں نے چوہے کو کھا لیا۔ مگر جو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھنا چاہا اور انہیں اہل کشتی کی غلاظت کے سبب اذیت دی گئی۔ پس ہاتھی نے چھینک ماری اور اس کے نتھنے سے مذکر و مؤنث دو خنزیر نکلے۔ پس انہوں نے کشتی والوں کی ساری غلاظت کو کھا لیا۔ اور جب گدھے کو کشتی میں داخل کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت نوح علیہ السلام نے گدھے کے دونوں کان پکڑے اور ابلیس نے اس کی دم پکڑ لی اور حضرت نوح علیہ السلام نے اسے کھینچنا شروع کر دیا اور ابلیس بھی اسے کھینچنے لگا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: شیطان داخل ہو جا۔ پس گدھا داخل

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 264 دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 46، بیروت

ہوا اور اس کے ساتھ ابلیس بھی داخل ہو گیا۔ جب کشتی چلی تو وہ اس کے پچھلے حصے پر بیٹھ کر گنگنانے لگا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے کہا: تو ہلاک ہو جائے تجھے کس نے اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: آپ نے۔ آپ نے فرمایا: کب؟ اس نے جواباً کہا: جب تم نے گدھے کو کہا: اے شیطان! داخل ہو، تو میں داخل ہو گیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے چوپاؤں میں سے کشتی میں سب سے پہلے اونٹنی کو سوار کیا اور سب سے آخر میں گدھے کو سوار کیا۔ سو جب گدھا داخل ہوا تو اس نے اپنا سینہ داخل کیا اور ابلیس اس کی دم کے ساتھ چمٹ گیا۔ اور اس کے قدم نہ اٹھ سکے تو حضرت نوح علیہ السلام اسے فرمانے لگے: تیری ہلاکت ہو۔ اے شیطان! داخل ہو۔ پس وہ اٹھتا تھا اور طاقت نہ رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: داخل ہوا گرچہ شیطان تیرے ساتھ ہے۔ آپ کی زبان پر کلمہ پھسل گیا۔ پس جونہی آپ نے وہ کہا تو شیطان نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ داخل ہوا اور شیطان بھی اس کے ساتھ داخل ہو گیا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اسے کہا: اے اللہ کے دشمن! تجھے کس نے داخل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ داخل ہو جا اگرچہ شیطان تیرے ساتھ ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس سے نکل جا۔ اس نے کہا: آپ کے لیے کوئی چارہ کار نہیں اس سے کہ آپ مجھے سوار کریں۔ پس کشتی کی چھت پر ایسی ہی ہوا جیسا کہ وہ گمان کرتے تھے (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک دعوت دیتے رہے۔ آپ پہلے انہیں سراً اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ پھر جہراً دعوت شروع کر دی۔ پھر اعلانیہ دعوت عام دینے لگے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اعلان کا معنی انتہائی چیخ و پکار کرنے کے ہیں۔ پس وہ (قوم کے لوگ) آپ کو پکڑ لیتے تھے اور آپ کا گلا دباتے تھے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی اور وہ آپ کو زمین پر گرا دیتے تھے اس حال میں کہ آپ بیہوش ہوتے۔ پھر جب افاقہ ہو جاتا تو کہتے: اے اللہ! میری قوم کو نور عطا فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ پس ان میں سے ایک آدمی اپنے باپ کو کہنے لگا: اے ابا جان! اس بوڑھے شیخ کو کیا ہے یہ ہر روز چیخ و پکار کرتا ہے، یہ سست نہیں پڑتا۔ تو اس نے جواب دیا: کہ میرے باپ نے میرے دادا سے مجھے خبر دی ہے کہ یہ جب سے ہوا ہے یہی کام کرتا رہا ہے پس جب آپ نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما کر آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ سو آپ نے کشتی بنائی اور تین سال کے عرصہ میں اس کا کام مکمل کیا۔ آپ کی قوم کے جو لوگ آپ کے قریب سے گزرتے۔ تو وہ آپ سے تمسخر کرتے اور آپ کے کشتی بنانے پر اظہار تعجب کرتے۔ پس جب آپ کشتی بنانے سے فارغ ہو گئے تو آپ کے رب نے آپ کے لیے ایک نشانی مقرر کر دی کہ جب تم تنور کو ابلتا ہوا دیکھو تو ہر شے کا جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لینا اور تنور کے بارے جو خبر مجھ تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ وہ کوفہ کی مسجد کے ایک کونے میں تھا۔ پس جب تنور ابل پڑا، تو آپ نے ان تمام کو کشتی میں سوار کر لیا جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا تھا۔ عرض کی: اے میرے رب! شیر اور ہاتھی کو کیسے سوار کروں؟ تو اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 45

نے فرمایا: میں ان پر بخار مسلط کردوں گا۔ بلاشبہ وہ ثقیل اور بھاری ہے۔ پس آپ نے اپنے گھر والوں، بیٹوں، بیٹیوں اور بہوؤں سب کو سوار کر لیا۔ اور اپنے ایک بیٹے کو بھی بلایا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پس جب آپ ہر شے کو کشتی میں داخل کرنے سے فارغ ہو گئے۔ تو دوسری کشتی کے ساتھ انہیں اوپر سے بند کر دیا۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو کشتی میں کوئی شے بھی باقی نہ بچتی۔ مگر یہ آسمان کی جانب سے پانی کی شدت سے گرنے کی وجہ سے وہ سب ہلاک ہو جاتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ** (القمر) '' پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ''۔ ہر قطرے کی مقدار اس طرح تھی جیسا کہ مشکیزے کے منہ سے بہہ رہا ہو۔ سطح زمین پر کوئی شے باقی نہیں رہی مگر وہ اس وقت ہلاک اور برباد ہو گئی۔ سوائے ان کے جو کشتی میں تھے۔ اور اس میں سے کوئی شے حرم میں داخل نہیں ہوئی (1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ دونوں نے حضرت عبداللہ بن زیاد بن سمعان رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اس آدمی سے جس نے انہیں بیان کیا روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان سے چالیس سال قبل ان کے مردوں کو بانجھ کر دیا تھا اور ان کی عورتوں کو بھی بانجھ کر دیا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے وقت سے لے کر چالیس برس تک انہوں نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے صغیر اور بالغ سبھی کو پالیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان کے خلاف حجت قائم ہو گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیج دیا (2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کو ان کے آباء کے ساتھ غرق کر دیا، حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔ بے شک وہ بچہ پرندے کے قائم مقام ہے اور وہ تمام جنہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر گناہ کے غرق کیا ہے۔ ان کی موتوں کا وقت آ گیا اور وہ اسی کے سبب فوت ہوئے اور مردوں اور عورتوں میں سے جو آپ کو پانے والے ہیں ان کے لیے یہ غرق (طوفان) سزا اور عذاب تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد کی سند سے عبید بن عمیر سے یہ قول بیان کیا ہے جب قوم نوح غرق ہوئی تو اس پر پہاڑ کی چوٹی پر بھی پانی کی بلندی پندرہ گز تھی۔ پس ایک عورت غرق ہوئی اس حال میں کہ اس کے پاس بچہ بھی تھا۔ تو اس نے اسے اپنے سینے پر رکھ لیا۔ جب پانی وہاں تک پہنچا۔ تو اس نے اسے اپنے کندھوں پر بٹھا لیا۔ جب پانی وہاں تک پہنچا تو اس نے اس اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر ہاتھوں کو بلند کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میں اہل زمین میں سے کسی پر رحم کرتا تو میں اس عورت پر ضرور رحم کرتا۔ لیکن میری جانب سے قول (حکم) ثابت ہو چکا ہے (3)۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عطار رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کنیز کو فرمایا: جب تیرے تنور سے پانی ابل پڑے تو مجھے خبر دینا۔ پس جب وہ آخری روٹی سے فارغ ہوئی تو تنور ابل پڑے۔ وہ بھاگتے ہوئے اپنے آقا کے پاس گئی اور آپ کو جا کر خبر دی۔ پس آپ اور جو آپ کے ساتھ تھے سب کشتی کے اوپر سوار ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین میں چشمے جاری کر دیئے۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 250 دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 249 3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 253

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ہمیں عبداللہ العمری نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے ارد گرد پانی نکلا تو آپ کی امت کا ایک آدمی اپنے سرداروں میں سے ایک کے پاس گیا اور کہا: یہ ہے وہ جسے تم گمان کرتے تھے کہ مجنون ہے؟ تحقیق جس عذاب سے وہ تمہیں ڈراتا تھا وہ تم پر آچکا ہے، وہ اپنی سواری پر سوار ہوا اور اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو لے کر آیا اور آپ نے فرمایا: تحقیق تم پر وہ آچکا ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا ہے۔ اس نے پوچھا اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنی سواری کے سر کو پھیر۔ پس اس نے اپنی سواری کو پھیرا تو پانی اس کے پاؤں کے نیچے سے نکلا پڑا۔ پس وہ پانی سے بھاگتے ہوئے پہاڑ کی طرف نکل گیا (1)۔

ابن اسحاق اور ابن عساکر نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے گھر تنور سے پانی ابل پڑا۔ یہ وہ تنور ہے جس میں آپ کی بیٹی روٹیاں پکا رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام اس کی توقع رکھتے تھے جب کہ آپ کی صاحبزادی آئی اور اس نے عرض کی: اے ابا جان! تنور سے پانی ابل پڑا ہے۔ پس ایک کے سوا تمام کے تمام بڑھئی حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ اس نے آپ سے کہا: میری اجرت مجھے دیجئے۔ آپ نے فرمایا: میں تیری اجرت تجھے اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو ہمارے ساتھ سوار ہو جائے۔ تو اس نے جوابا کہا: بے شک ود، سوع، یغوث اور نسر مجھے بچالیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اس میں ہر شے کا جوڑا جوڑا سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو مگر وہ جن کے بارے میں حکم ہے پہلے ہو چکا ہے اور وہ جن کے بار حکم پہلے ہو چکا تھا وہ آپ کی بیوی والقہ اور آپ کا بیٹا کنعان تھا۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تحقیق میں نے انہیں تو سوار کر لیا۔ لیکن وحشی جانوروں، چوپاؤں، درندوں اور پرندوں کو میں کیسے سوار کروں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تیرے پاس جمع کر دوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور آپ نے انہیں اکٹھا کر دیا۔ پس آپ جوڑے پر ہاتھ مارتے۔ دایاں ہاتھ مذکر پر اور بایاں مؤنث پر لگتا اور آپ اسے کشتی میں داخل کر دیتے۔ حتی کہ آپ نے اس تعداد کو داخل کر دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔ جب آپ انہیں کشتی میں جمع کر چکے اور چوپاؤں، وحشیوں اور درندوں نے عذاب دیکھا تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاؤں چاٹنے لگے اور کہنے لگے: آپ ہمیں اپنے ساتھ کر لیں۔ تو آپ فرماتے: مجھے صرف ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا سوار کرنے کا حکم دیا گیا ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی اور وہ آپ کی طرف پرندوں، درندوں، وحشی جانوروں اور چوپاؤں میں سے نر اور مادہ دو کو اٹھا کر لے آئی (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ کے تحت فرمایا: کہ ہر جنس سے مذکر اور مونث (4)۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 252 دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 53-252
3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 255
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 50

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکر ایک زوج ہے اور مؤنث ایک زوج ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: کہ قول سے مراد عذاب ہے اور وہ آپ کی بیوی تھی جو آپ کے خاندان کا حصہ تھی (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ کے تحت حکم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام، آپ کے تین بیٹے اور چار بہوئیں ہیں۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بیان کیا گیا ہے: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ تین بیٹوں اور اپنے بیٹوں کی تین بیویوں کو سوار کیا اور حام نے کشتی میں اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے نطفہ کو بدل دینے کی دعا کی۔ تو سودان پیدا ہوا۔ اسے ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن جریج کی سند سے ابوصالح سے بیان کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ کشتی میں اسی آدمیوں کو سوار کیا۔ ان میں سے ایک جرہم تھا، اس کی زبان عربی تھی (3)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اسی آدمی تھے ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی تھیں۔ وہ کشتی میں ایک سو پچاس دن رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کیا اور چالیس دن تک وہ بیت اللہ کے پاس گھومتی رہی پھر اسے جودی کی طرف پھیر دیا اور اس پر وہ لنگر انداز ہوگئی۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا تا کہ وہ آپ کے پاس خبر لے کر آئے۔ وہ گیا اور مردار پر جا گرا اور اس نے آپ کے کام کو مؤخر کر دیا۔ پھر آپ نے فاختہ کو بھیجا وہ آپ کے پاس زیتون کا پتہ لے کر آئی اور اس کے پاؤں کیچڑ سے لتھڑے ہوئے تھے۔ تو اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے پہچان لیا کہ پانی جذب ہو گیا۔ پس آپ جودی کی نچلی جانب اترے اور ایک گاؤں آباد کیا اور اس کا نام ثمانین رکھا۔ پس ایک دن انہوں نے صبح کی تو ان کی زبانیں اسی لغتوں پر جاری ہوگئیں۔ ان میں سے ایک عربی زبان ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی کلام نہیں سمجھ سکتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام اس کی تعبیر فرماتے تھے (4)۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور آپ نے اس میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کیا جیسا کہ آپ کو حکم تھا۔ تو آپ نے کشتی میں ایک بوڑھے کو دیکھا جسے آپ نے نہ پہچانا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا: ابلیس، میں داخل ہوا ہوں تا کہ تمہارے اصحاب کے دلوں پر قابو پاؤں۔ پس ان کے دل میرے ساتھ ہوں گے اور ان کے جسم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 51، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 52
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 53
4۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 267، دارالفکر بیروت

تمہارے ساتھ۔ پھر اس نے کہا: پانچ چیزیں ہیں جن کے ساتھ میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں۔ ان میں سے تین میں آپ کو بتاؤں گا اور دو کے بارے کوئی بات نہیں کروں گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کو ان تین کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ آپ اسے حکم دو کہ وہ دو کے بارے آپ سے گفتگو کرے گا۔ تو اس نے کہا: ایک حسد ہے اور حسد کے سبب مجھ پر لعنت کی گئی اور مجھے شیطان رجیم بنا دیا گیا۔ دوسری حرص ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ساری جنت مباح کی گئی اور میں نے حرص کے ذریعے ان سے بھی اپنی حاجت پوری کر لی (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت حکم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان کے بعد قوس قزح ظاہر ہوئی جو اہل زمین کے لیے اس سے امان کی علامت تھی کہ وہ سارے کے سارے غرق ہوں گے۔

وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۞

''اور نوح نے کہا سوار ہو جاؤ اس (کشتی) میں، اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا اور اس کا لنگر انداز ہونا ہے۔ بے شک میرا پروردگار غفور رحیم ہے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کر چل پڑی۔ تو آپ کو خوف لاحق ہوا۔ تو آپ یہ پکارنے لگے اِلَاھَا اَتْقِنْ۔ کہتے اے اللہ! احسان فرما۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا کے ضمن میں کہا: جس وقت وہ سوار ہوتے ہیں اور چلتے ہیں اور لنگر انداز ہوتے ہیں (تو وہ یہ پڑھتے ہیں) (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب وہ ارادہ کرتے کہ کشتی ٹھہر جائے تو کہتے: بسم اللہ پس وہ ٹھہر جاتی اور جب وہ ارادہ کرتے کہ وہ چل پڑے۔ تو کہتے: بسم اللہ۔ پس وہ چل پڑتی (3)۔

امام سعید بن منصور اور طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا۔ (4)

امام ابویعلی، طبرانی، ابن سنی، ابن عدی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے لیے غرق ہونے سے امان ہے کہ جب وہ کشتیوں پر سوار ہوں تو یہ کہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الرَّحْمٰنِ۔ ''بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۞ (ہود) وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ الی آخر الآیۃ۔ (الانعام: 91) (5)

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 259، دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 54، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 55
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 47-6-24 دار الصمیعی الریاض
5۔ مسند ابو یعلی، جلد 6، صفحہ 32، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور آپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت غرق ہونے سے محفوظ رہے گی۔ جب کہ انہوں نے کشتیوں میں سوار ہوتے وقت یہ کہا: ''بِسْمِ اللّٰهِ۔ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام: 91) الآیہ، بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (ہود)(1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے الثواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت بیان کی ہے۔ کہ کوئی آدمی بھی نہیں جو کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ کہتا ہو ''بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الرَّحْمٰنِ ''بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (ہود) وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام: 91) مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے غرق ہونے سے حفظ و امان عطا فرمائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائے گا۔

وَ هِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَ نَادٰى نُوْحُ ﰳابْنَهٗ وَ كَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ۝۴۲ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰى جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ۝۴۳

''اور وہ چلنے لگی انہیں لے کر ایسی موجوں میں جو پہاڑ کی مانند ہیں۔ اور پکارا نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو اور وہ (ان سے) الگ تھا: بیٹا سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ اور نہ ملو کافروں کے ساتھ بیٹے نے کہا (مجھے کشتی کی ضرورت نہیں) میں پناہ لے لوں گا کسی پہاڑ کی، وہ بچالے گا مجھے پانی سے۔ آپ نے کہا (بیٹا!) آج کوئی بچانے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے۔ اور (اسی اثناء میں) حائل ہو گئی ان کے درمیان موج، پس ہو گیا وہ ڈوبنے والوں سے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کا جو بیٹا ڈوب گیا تھا اس کا نام کنعان ہے۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ آپ کا بیٹا تھا مگر نیت اور عمل میں آپ کا مخالف تھا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَ نَادٰى نُوْحُ ﰳابْنَهٗ کے ضمن میں فرمایا: یہ لغت طیء کے مطابق ہے وہ آپ کا بیٹا نہیں تھا۔ بلکہ آپ کی بیوی کا بیٹا تھا۔

امام ابن الانباری نے مصاحف میں اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرأت اس طرح

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 124، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 191، دارالکتب العلمیہ بیروت

کی ہے: وَ نَادٰی نُوْحُ ا بْنَهٗ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ کے ضمن میں فرمایا: کہ آج کشتی والوں کے سوا کوئی نجات پانے والا نہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَ حَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ کی تفسیر میں کہا: کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور پہاڑ کے درمیان (موج حائل ہوگئی)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہو گیا(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حمید بن ہلال رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے ایک آدمی کے لیے اس شرط پر اجرت مقرر کی کہ وہ کشتی بنانے کے عمل میں آپ کی معاونت کرے گا۔ چنانچہ اس نے آپ کے ساتھ کام کیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے فرمایا: بہتر ہے جو تو چاہے کہ یا میں تیری اجرت تجھے دے دوں یا پھر ہم تجھے ظالم قوم سے بچالیں۔ اس نے جواب دیا: میں اپنی قوم سے مشورہ کرلوں۔ پس اس نے اپنی قوم سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے اسے کہا: جا اور اپنی اجرت وصول کرلے۔ سو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا میری اجر دے دو۔ پس آپ نے اسے پوری پوری اجرت دے دی۔ سو جو اس نے لیا اسے لے کر وہ آدمی وہاں تک پہنچا جہاں تک آپ اسے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو اس کے بارے وہی حکم دیا جو قوم کے بارے اسے حکم دیا تھا۔ پس وہ آدمی پانی میں غوطہ زنی کرتے ہوئے آیا اور کہا: جو آپ نے مجھے دیا ہے وہ لے لو۔ تو آپ نے فرمایا: تیرے لیے وہی ہے جس کے ساتھ تو راضی ہے۔ پس وہ اس میں غرق ہو گیا جس میں قوم غرق ہوئی۔

وَ قِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَ غِیْضَ الْمَآءُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَ قِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

"اور حکم دیا گیا اے زمین! نگل لے اپنے پانی کو اور اے آسمان! تھم جا اور اتر گیا پانی اور حکم الٰہی نافذ ہو گیا اور ٹھہر گئی کشتی جودی (پہاڑ) پر اور کہا گیا ہلاکت و بربادی ہو ظالم قوم کے لیے"۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت کے بادشاہ کی بادشاہی کو بیاسی سال ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں گناہ سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ اس وقت آپ کی عمر چار سو اسی برس تھی۔ پھر آپ نے انہیں اپنے زمانہ نبوت میں ایک سو بیس برس دعوت

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 337، بیروت

الی الحق دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ تو آپ نے وہ کشتی بنائی اور اس میں سوار ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سو برس تھی۔ اور جس نے غرق ہونا تھا وہ غرق ہو گیا۔ پھر کشتی سے اترنے کے بعد تین سو پچاس برس تک آپ زندہ رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سام پیدا ہوا۔ اس کا رنگ سفید اور گندمی تھا اور حام پیدا ہوا تو اس کا رنگ سیاہ اور سفید تھا۔ یافث پیدا ہوا تو اس کے رنگ میں زردی اور سرخی تھی۔ اور کنعان وہی ہے جو غرق ہو گیا۔ عرب ماں کے نام کے سبب عرب کہلاتے ہیں اور ان تمام کی ماں ایک ہے اور ایک وسیع وعریض وادی کے کنارے نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کی اور یہیں سے طوفان ظاہر ہوا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کے وہ بیٹے اور ان بیٹوں کی بیویاں بھی تھیں۔ اور بنی شیث میں سے تہتر افراد تھے جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ پس وہ کشتی میں اسی افراد تھے اور آپ نے اپنے ساتھ ہر جنس سے نر اور مادہ دو کو بھی سوار کیا۔ کشتی کی لمبائی تین سو گز تھی اور یہ گز حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کے دادا کا مقرر کردہ تھا۔ اور کشتی کی چوڑائی پچاس گز تھی اور آسمان کی جانب اس کی بلندی تیس گز تھی اور وہ چھ گز پانی سے باہر تھی اور وہ کشتی ڈھکی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کے لیے تین دروازے بنائے اور وہ بعض بعض سے نیچے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس دن تک بارش برسائی اور جب بارش وحشی جانوروں، چوپاؤں اور پرندوں کو پہنچی تو وہ سب کے سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئے۔ وہ آپ کے لیے مسخر کر دیئے گئے۔ پھر جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا ان میں سے ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا آپ نے کشتی میں سوار کر لیا۔ آپ نے اپنے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے جسد اطہر کو بھی سوار کیا۔ آپ نے اسے مردوں اور عورتوں کے درمیان رکاوٹ بنا دیا۔ پس وہ سب کے سب دس رجب المرجب کو کشتی میں سوار ہوئے۔ دسویں محرم الحرام کو اس سے باہر نکلے۔ اور یوم عاشورا کو جنہوں نے روزہ رکھا اس کی وجہ یہی ہے اس طرح پانی دو حصوں میں تقسیم ہو کر ظاہر ہوا۔ ایک نصف آسمان سے اور ایک نصف زمین سے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ (القمر) اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ آسمان کے دروازوں سے پانی انڈیل دیا گیا اور وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا (القمر: 12) فرما رہا ہے کہ میں نے زمین کو پھاڑ دیا پس پانی مل گیا عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ (القمر) اور زمین کے بلند ترین پہاڑ پر بھی پندرہ گز تک پانی بلند ہوا۔ پس کشتی انہیں لے کر چلی اور چھ ماہ تک ساری زمین میں گھومتی رہی اور کسی شے پر قرار نہ پکڑا۔ یہاں تک کہ حرم پاک میں آئی لیکن اس کے اندر داخل نہ ہوئی اور ایک ہفتہ تک حرم کے پاس گھومتی رہی اور کسی شے پر قرار نہ پکڑا۔ یہاں تک کہ حرم پاک میں آئی۔ لیکن اس کے اندر داخل نہ ہوئی۔ اور ایک ہفتہ تک حرم کے پاس گھومتی رہی۔ اس وقت وہ کعبہ جو حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا اسے اٹھا لیا گیا تھا اور غرق ہونے سے بچا لیا گیا تھا۔ اور وہی بیت المعمور ہے۔ اور حجر اسود کو جبل ابی قبیس پر اٹھا لیا گیا۔ پس جب کشتی حرم کے پاس گھومی۔ تو وہاں سے انہیں لے کر نکلی اور زمین میں چلتی رہی۔ یہاں تک کہ جودی پر جا رکی۔ جودی سرزمین موصل میں حضین کے ساتھ ایک پہاڑ ہے۔ سال کی تکمیل کے چھ ماہ بعد وہاں کشتی جا کر ٹھہری۔ اور مطلق چھ ماہ کے بعد کا قول بھی کیا گیا ہے: ہلاکت اور بربادی ہو ظالم قوم کے لیے۔ پس جب جودی پر ٹھہر گئی، تو کہا گیا: يٰٓاَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِىْ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ کوئی اپنا پانی روک لے۔ وَ غِيْضَ الْمَآءُ زمین نے پانی کو خشک کر دیا۔ اور ایسا ہو گیا کہ یہ سمندر جو تم زمین

میں دیکھتے ہو آسمان سے اترے ہی نہیں۔ پس وہ آخری پانی جو طوفان میں سے زمین میں باقی رہا وہ پانی ہے جو کھودا جاتا ہے طوفان کے بعد چالیس برس تک وہ زمین میں باقی رہا۔ پھر ختم ہو گیا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام ایک گاؤں کی طرف اترے اور وہاں ان میں سے ہر آدمی نے گھر بنایا اور اس گاؤں کا نام سوق الثمانین رکھا گیا۔ بنو قابیل سارے کے سارے غرق ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک درمیان کے آباء اسلام پر نہ تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے شیر کے خلاف دعا کی کہ اس پر بخار مسلط کر دیا جائے۔ فاختہ کے لیے انس و محبت کی دعا کی۔ کوے کو معیشت کی بدبختی قرار دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بنی قابیل کی ایک عورت سے شادی کی۔ اس سے ایک بچہ پیدا ہوا اور اس کا نام یوناطن رکھا۔ پس سوق الثمانین کا گاؤں ان کے لیے تنگ ہو گیا۔ تو وہ بابل کی طرف چلے گئے اور اس کی تعمیر کی۔ یہ فرات اور صراۃ کے درمیان واقع ہے۔ وہ وہاں ٹھہرے رہے حتی کہ ایک لاکھ تک پہنچ گئے اور وہ سب مسلمان تھے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے نکلے تو آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دفن کیا (1)۔

امام عبدالرزاق اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فاختہ کو بھیجا۔ وہ زیتون کا پتہ لے کر آئی۔ تو اسے وہ ہار جو اس کی گردن میں ہے اور اس کے پاؤں کا رنگ عطا کیا گیا (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے میں نکلا اور میں نے کڑوا پانی پینے کا ارادہ کیا۔ تو کہا گیا: تو کڑوا پانی (سمندر کا پانی) نہ پی۔ کیونکہ جب طوفان کا زمانہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ اپنا پانی جذب کر لے اور آسمان کو حکم دیا کہ وہ بھی تھم جائے۔ تو اس پر زمین کے بعض ٹکڑوں نے نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی۔ تو اس کا پانی کڑوا ہو گیا۔ اس کی مٹی میں شور ہو گیا اور وہ کوئی شے نہیں اگا سکتی۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب زمین کو حکم دیا گیا کہ وہ پانی کو جذب کر لے تو کوفہ کی زمین کے سوا ساری زمین خشک ہو گئی اور اس پر لعنت کی گئی پس ساری زمین دونوروں پر ہو گی اور کوفہ کی زمین چار پر۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے وَ قِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ کے بارے کہا کہ یہ حبشی زبان ہے۔ انہوں نے کہا: ازردیہ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے مذکورہ قول کے بارے یہ کہا ہے کہ ابْلَعِیْ کا لغت ہند کے مطابق معنی ہے۔ اشربی۔ تو پی لے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اَقْلِعِیْ کا معنی ہے تو روک لے۔ اور وَ غِیْضَ الْمَآءُ کے بارے کہا: کہ پانی خشک ہو گیا (3)۔

1۔ طبقات کبری، باب ذکر نوح النبی علیہ السلام، جلد 1، صفحہ 42-40، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 187، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 58، بیروت

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وَغِيْضَ الْمَآءُ کا معنی ہے۔ نُغِضَ الْمَاءُ۔ پانی کا اتر جانا۔ (مکدر ہو جانا) وَقُضِيَ الْاَمْرُ اور قوم نوح کی ہلاکت کا حکم نافذ ہو گیا (1)۔

رہا قول وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ تو اس کے بارے امام احمد، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور انہوں نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ روزہ کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غرق ہونے سے بچالیا اور فرعون کو اس دن غرق کر دیا۔ اور یہ وہ دن ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہری۔ تو اس دن حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس دن کے روزے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی اس دن کے روزے کا حکم فرمایا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبدالعزیز بن عبدالغفور رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ رجب کے پہلے دن حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے اور آپ کے ساتھ جمیع اصحاب نے بھی روزہ رکھا۔ کشتی انہیں لے کر چھ ماہ تک چلتی رہی۔ پس وہ سفر محرم پر جا کر رکا اور کشی یوم عاشورا کو جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے روزہ رکھا اور جو آپ کے ساتھ وحشیوں اور چوپاؤں میں سے تھے، انہیں بھی آپ نے حکم دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سب نے روزہ رکھا (3)۔

امام اصبہانی رحمہ اللہ نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یوم عاشورہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر رحمت کی نظر فرمائی اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔ یہی وہ دن ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑ دیا۔ اور یہی وہ دن ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس کا روزہ رکھنا سنت مبرورہ کے موافق ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب کشتی جودی پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہری تو جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ وہاں پر ٹھہرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت عطا فرمائی۔ تو آپ پہاڑ پر اترے۔ پھر کوے کو بلایا اور اسے کہا: کہ زمین کی خبر لے آؤ۔ پس کوا زمین پر گر پڑا۔ اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے غرق شدہ لوگ تھے۔ تو کوے نے آپ کا حکم مؤخر کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اس پر لعنت کی۔ پھر فاختہ کو بلایا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی ہتھیلی پر آ کر بیٹھی۔ تو آپ نے اسے فرمایا: تو اتر جا اور زمین کی خبر میرے پاس لے آ۔ پس وہ اڑ گئی (اور زمین پر اتری) ابھی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 58، بیروت 2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 60-359، دار صادر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 57

تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ آ گئی اور اپنی چونچ میں اپنے پروں کو جھاڑنے لگی اور کہا: اتر جائیے زمین بنا دی گئی ہے (یعنی زمین خشک ہوگئی ہے)۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: الله تعالیٰ تجھے اور تیرے گھر میں برکت عطا فرمائے اور تجھے لوگوں کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب بنائے۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگ تیری ذات پر قابض ہو جائیں گے تو میں الله تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تیرا سر سونے کا بنا دے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم الله نے حضرت مجاہد رحمہ الله تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔ اس دن غرق ہونے سے بچنے کے لیے پہاڑ بلند ہو گئے اور طویل ہو گئے۔ لیکن اس نے الله تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکساری کی۔ پس یہ غرق نہیں ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اس پر ٹھہر گئی (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ الله نے العظمہ میں حضرت عطاء رحمہ الله سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جودی کے علاوہ دیگر پہاڑ آسمان کی جانب بلند ہو گئے۔ جودی نے یہ یقین کر لیا کہ الله تعالیٰ کا حکم اسے پہنچ کر رہے گا۔ چنانچہ یہ ساکن رہا۔ فرمایا: اور مجھ تک یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ الله تعالیٰ نے رکن اسود (حجر اسود) کو جبل ابی قبیس میں چھپا دیا۔

امام ابن جریر رحمہ الله نے حضرت ضحاک رحمہ الله تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جودی موصل میں ایک پہاڑ ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما الله نے حضرت قتادہ رضی الله عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ الله تعالیٰ نے جزیرہ کی زمین میں سے بطور عبرت اور نشانی جودی کو باقی رکھا۔ یہاں تک کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے اسے دیکھا کہ کتنی کشتیاں اس کشتی کے بعد تھیں اور وہ تباہ ہو گئیں۔

وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ۝۴۵

”اور پکارا نوح نے اپنے رب کو اور عرض کی: میرے پروردگار! میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بہتر حکم کرنے والا ہے“۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما الله نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی الله عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کی بے شک تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو میرے لیے میری اہل کو نجات دے گا اور میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے۔

امام عبد الرزاق، فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم الله نے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کبھی نبی کی بیوی نے زنا نہیں کیا اور قول باری تعالیٰ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ یہ تیری اس اہل میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں نے تیرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں تیرے ساتھ بچا لوں گا (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 58، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 59

3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 95-190، دار الکتب العلمیہ بیروت

قَالَ يٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ‌ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ ‌ۖ فَلَا تَسۡـئَلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ‌ ؕ اِنِّىۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡـئَلَكَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ‌ ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۴۷﴾

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھر والوں سے نہیں (کیونکہ) اس کے عمل اچھے نہیں۔ پس نہ سوال کیا کرو مجھ سے جس کا تجھے علم نہ ہو۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نہ ہو جانا نادانوں سے عرض کرنے لگے: میرے پروردگار! میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ میں سوال کروں تجھ سے ایسی چیز کا جس کا مجھے علم نہیں۔ اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں ہو جاؤں گا زیاں کاروں سے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی بیویاں زنا نہیں کرتیں۔ وہ یہ آیت پڑھتے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ تو فرماتے: اے نوح (علیہ السلام) آپ کا مجھے یہ سوال کرنا اچھا عمل نہیں ہے۔ میں اسے تیرے لیے پسند نہیں کرتا۔

امام ابو الشیخ نے سعید کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرمادیا کہ وہ کسی کے بارے اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں۔ تو پھر اپنے رب کی طرف رجوع کرنا غیر صالح عمل تھا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے فَلَا تَسۡـئَلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ اور قتادہ کے علاوہ کسی اور سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا وہ بیٹا جو غرق ہوا تھا اس کا نام کنعان تھا۔ اور حضرت قتادہ نے کہا: اس نے نیت اور عمل میں حضرت نوح علیہ السلام کی مخالفت کی۔ ابو الشیخ نے ابو جعفر رازی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے زید بن اسلم سے پوچھا کہ تم یہ حرف کیسے پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ۔

ابن منذر نے حضرت علقمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ کے ضمن میں کہا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کا ایسی چیز کے بارے میں سوال کرنا جس کا آپ کو علم نہیں (یہ عمل غیر صالح ہے)(1)

امام طیالسی، احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت شہر بن حوشب کی سند سے اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ۔(2)

امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حلیہ میں شہر بن حوشب کی سند سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 64، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 454 دار صادر بیروت

صَالِحٍ (1) عبد بن حمید نے کہا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی اسماء بنت یزید ہیں۔ اس لیے میرے نزدیک دونوں حدیثیں ایک ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن مردویہ اور خطیب رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح پڑھتے تھے: اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح قرأت کی: اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بعض حروف میں اس طرح ہے اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ۔ (2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے پڑھا عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ اور فرمایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی کی نافرمانی کا عمل کیا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے لیے بیان کر دیا کہ وہ ان کا بیٹا نہیں ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ کے ضمن میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ نادانی آپ کو آپہنچے کہ میں وہ وعدہ پورا نہیں کروں گا جو میں نے تیرے ساتھ کیا ہے یہاں تک کہ تو مجھ سے سوال کرے آپ نے عرض کی: چونکہ یہ ایک خطا ہے، میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے سوال کروں الآیہ (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر آدمی سو چیزوں سے بچے اور ایک شے سے نہ بچے تو وہ متقین میں سے نہیں۔ اور اگر سو چیزوں سے پرہیز کرے اور ایک شے سے پرہیز نہ کرے تو وہ پرہیز نہیں۔ اور وہ جس میں جہالت کی ایک عادت ہو وہ جاہلوں میں سے ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا جب کہ نوح علیہ السلام نے کہا ''اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ'' تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا: اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنے رب سے سوال کیا اور عرض کی: اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے نوح (علیہ السلام)! تیرا مجھ سے یہ سوال کرنا کہ میرا بیٹا میری اہل سے ہے۔ یہ

1۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 294، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 62، بیروت
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 61
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 66

عمل اچھا نہیں فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ فرمایا کہ مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ چالیس سال تک روئے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت وہیب بن ورد حضرمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں عتاب فرمایا اور آپ پر یہ آیت نازل فرمائی اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ تو آپ تین سو سال تک روتے رہے یہاں تک کہ رونے کے سبب آپ کی آنکھوں کے نیچے نالیاں بن گئیں (1)۔

قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۴۸﴾

’’ارشاد ہوا اے نوح! (کشتی سے) اتریئے امن و سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ جو آپ پر ہیں اور ان قوموں پر جو آپ کے ہمراہ ہیں اور (آئندہ) کچھ قومیں ہوں گی ہم لطف اندوز کریں گے انہیں، پھر پہنچے گا انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب‘‘۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اتریئے درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے، اور اتریئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سلامتی کے ساتھ۔ وہ اس زمانے کے باسیوں میں سے اہل رحمت تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ان سے ایک نسل نکالی اور اس سے امتیں پیدا کیں۔ ان میں سے بعض پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور بعض کو عذاب دیا گیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ اور فرمایا: بے شک امتیں پیدا ہوئیں اس جماعت سے جو اس پانی سے نکلی اور سلامتی کے ساتھ رہی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلسل ہمارے لیے حصہ لیتا رہا ہے۔ اسی طرح وہاں وہ ہمارا ذکر کرے گا جہاں ہم اپنا ذکر نہیں کریں گے۔ جب بھی کوئی قوم ہلاک ہوئی اس نے ہمیں ان کی اصلاب میں رکھا جو اس کے لطف و مہربانی کے ساتھ نجات پاتے رہے۔ یہاں تک کہ جو امتیں لوگوں کے لیے نکالی گئیں اس نے ہمیں ان میں سے بہترین امت بنایا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن سنی رحمہم اللہ نے طب نبوی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے نکلنے کے بعد سب سے پہلے جو درخت لگایا وہ آس (مورو کا درخت جس کے پتے بہت سبز اور تر و تازہ ہوتے ہیں) ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عثمان بن ابی العاتکہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلا کلام جو حضرت نوح علیہ السلام نے اس وقت کیا جب کہ کشتی سے نکلتے وقت آپ نے اپنے دونوں پاؤں زمین پر رکھے وہ یہ ہے کہ آپ نے کہا ’’یا

1۔ کتاب الزہد، قصہ نوح علیہ السلام، صفحہ 66، بیروت

مود، اتقن'' یہ سریانی زبان ہے۔ معنی یہ ہے اے میرے مولا! تو اصلاح فرما۔

ابوالشیخ اور ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کر دیا تو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: بے شک میں نے مخلوق کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور میں نے انہیں اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا۔ تو انہوں نے میری نافرمانی کی اور انہوں نے میرے غضب کو ترجیح دی۔ پس میں نے نافرمانی کرنے والوں کے گناہ کے سبب اپنی مخلوق میں سے انہیں بھی عذاب دیا جنہوں نے نافرمانی نہیں کی۔ پس میں نے قسم اٹھائی ہے اور کون سی شے میری مثل ہے۔ میں اس کے بعد عام غرق کرنے کا عذاب (یعنی کل مخلوقات کو غرق کرنے کا عذاب) نہیں دوں گا، میں نے قیامت کے دن تک اپنے بندوں اور اپنے شہروں کو غرق سے امان دینے کے لیے اپنی قوس بنا دی ہے۔ اس قوس میں تیر اور کمان تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے یہ کلام کرنے سے فارغ ہوا تو قوس سے کمان اور تیر نکال لیے اور اسے اپنے بندوں اور اپنے شہروں کو غرق سے بچنے کے لیے امان بنا دیا (1)۔

امام ابن عساکر نے حضرت خصیف سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے اترے اور جبل حسماء سے اوپر چڑھے تو دو دریاؤں کے درمیان حران کا ٹیلہ دیکھا۔ پس آپ حران آئے اور اس کا نقشہ بنایا۔ پھر آپ دمشق تشریف لائے اور اس کا نقشہ بنایا۔ پس حران وہ پہلا شہر ہے طوفان کے بعد جس کا نقشہ بنایا گیا اور اس کے بعد دمشق ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان کے بعد جو پہلی دیوار اس طرح زمین پر بنائی گئی وہ حران اور دمشق کی دیوار ہے پھر بابل کی (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سلامتی اور ان برکتوں میں یوم قیامت تک ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت داخل ہے اور اس لطف اندوزی اور درد عذاب میں یوم قیامت تک ہر کافر مرد اور عورت داخل ہے (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ کا معنی ہے کہ وہ جو ابھی پیدا نہیں کیے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پہلے سے برکتیں ثابت کر دی ہیں ان سعادتوں کے باعث جو پہلے سے ان کے لیے علم الٰہی میں موجود ہیں۔ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ یعنی دنیوی زندگی کا لطف پھر ہماری جانب سے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا جو کہ ان کی شقاوت کے باعث پہلے سے علم الٰہی میں موجود ہے (5)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں اہل زمین سے مسلسل چودہ بار عذاب دور کیا گیا۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 260 دارالفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 12، تاریخ مدینہ دمشق ومعرفۃ من بناہا
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 11
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 67
5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 68

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾

"یہ قصہ غیب کی خبروں سے ہے جنہیں ہم وحی کر رہے ہیں آپ کی طرف۔ نہ آپ جانتے تھے اسے اور نہ ہی آپ کی قوم اس سے پہلے۔ پس آپ صبر کریں۔ یقیناً نیک انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو مالک نے بیان کیا ہے کہ آیت میں تِلْكَ بمعنی هذہ (یہ) ہے۔ اور "انباء" سے مراد باتیں ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پھر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرمایا: اور ارشاد فرمایا تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ یعنی اس قرآن سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ عرب جانتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ یعنی اس قرآن سے پہلے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم وہ نہیں جانتی تھی جو نوح علیہ السلام اور ان کی قوم نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اپنی کتاب میں بیان نہ فرماتا (1)۔

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۗ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۗ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ ۗ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۗ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۗ وَ يَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 69، بیروت

شَيْئًا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ ڙ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝

''اور عاد کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ نہیں ہو تم مگر افترا پرداز اے میری قوم! نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت، نہیں ہے میری اجرت مگر اس (ذات پاک) کے ذمہ جس نے مجھے پیدا فرمایا۔ کیا تم (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے اے میری قوم! مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف وہ اتارے گا آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش اور بڑھا دے گا تمہیں قوت میں تمہاری پہلی قوت سے اور نہ منہ موڑو (اللہ تعالیٰ سے) جرم کرتے ہوئے انہوں نے کہا: اے ہود! نہیں لے کر آیا تو ہمارے پاس کوئی دلیل اور نہیں ہیں ہم چھوڑنے والے اپنے خداؤں کو تمہارے کہنے سے اور نہیں ہیں ہم تجھ پر ایمان لانے والے۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ مبتلا کر دیا ہے تجھے ہمارے کسی خدا نے دماغی خلل میں۔ ہود نے کہا: میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں بیزار ہوں ان بتوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے سوا پس سازش کر لو میرے خلاف سب مل کر پھر مجھے مہلت نہ دو۔ بلاشبہ میں نے بھروسہ کر لیا ہے اللہ تعالیٰ پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ کوئی جاندار بھی ایسا نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے پکڑا ہوا ہے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے پھر اگر تم روگردانی کرو تو میں نے تو پہنچا دیا ہے تمہیں وہ پیغام جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے تمہاری طرف۔ اور جانشین بنا دے گا میرا رب کسی اور قوم کو تمہارے علاوہ اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ بے شک میرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے۔ اور جب آ گیا ہمارا حکم تو ہم نے نجات دے دی ہود کو اور جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ بوجہ اپنی رحمت کے اور ہم نے نجات دے دی انہیں سخت عذاب سے۔ اور یہ قوم عاد (کی داستان) ہے، انہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور نافرمانی کی اس کے رسولوں کی اور پیروی کرتے رہے ہر متکبر منکر حق کے حکم کی۔ اور ان کے پیچھے لگا دی گئی اس دنیا میں بھی لعنت اور قیامت کے دن بھی۔ سنو! عاد نے انکار کیا اپنے رب کا۔ سنو! ہلاکت و بربادی ہو عاد کے لیے جو ہود کی قوم تھی''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: عَلَى الَّذِيْ

فَطَرَنِیْ کا معنی ہے "خَلَقَنِی" یعنی اس پر جس نے مجھے پیدا کیا (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین سال تک قوم عاد سے بارش روک لی۔ تو حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا پس انہوں نے محض سرکشی کی بنا پر انکار کر دیا۔

امام ابن سعد نے طبقات میں، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش طلب کرنے کے لیے (نماز استسقاء) کے لیے نکلے۔ لیکن آپ نے استغفار سے زائد کچھ نہ کیا اور واپس لوٹ آئے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ ہم نے آپ کو بارش طلب کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا: تحقیق میں نے ان مخادیح السماء سے بارش طلب کی ہے جن کے سبب بارش نازل ہوتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا۔ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۗ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (النوح) (2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ہارون تیمی رحمہ اللہ سے يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ ان پر لگاتار بارش برسائے گا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ کے ضمن میں فرمایا کہ وہ تمہارے بیٹوں کو اولاد عطا فرما کر تمہاری پہلی قوت سے اور قوت میں اضافہ کر دے گا (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ کا مفہوم ہے کہ ہمارے کسی خدا نے تجھے جنون میں مبتلا کر دیا ہے (4)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ بتوں نے آپ کو جنون میں مبتلا کر دیا ہے (5)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کو ہمارے خداؤں کی مذمت پر صرف یہ چیز ابھارتی ہے کہ ان کی جانب سے آپ کو کوئی تکلیف اور نقصان پہنچا ہے (6)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو کوئی عادی چور، نقصان دہ درندے یا سرکش شیطان سے ڈرتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہ آیت پڑھا کرے اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے پھیر دے گا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سے مراد حق ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 70، بیروت
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 353، دار الصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 70
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 72
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً

یعنی بلاشبہ میرا رب حق پر ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک سے بیان کیا ہے کہ غَلِیْظٍ کا معنی شدید ہے۔ یعنی شدید اور سخت عذاب۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ سے مراد مشرک ہے۔ یعنی وہ ہر مشرک کے حکم کی پیروی کرتے رہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ سے مراد میثاق (وعدہ) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ عَنِیْدٍ کا معنی ہے وہ حق سے پھر گئے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً کے تحت حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: قوم عاد کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اس کی زبان سے قوم عاد پر لعنت کی گئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ ان کے لیے ایک لعنت اس دنیا میں ان کے پیچھے لگادی گئی اور قیامت کے دن دوسری لعنت ہوگی۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پے درپے دو لعنتیں ہیں۔ ایک لعنت دنیا میں ہے اور دوسری لعنت آخرت میں ہوگی۔

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ﴿۶۳﴾ وَ یٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 73، بیروت

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾

''اور قوم ثمود کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ اس نے پیدا فرمایا تمہیں زمین سے اور بسا دیا تمہیں اس میں پس مغفرت طلب کرو اس سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف۔ بے شک میرا رب قریب ہے (اور) التجائیں قبول فرمانے والا ہے۔ انہوں نے کہا: اے صالح! تم ہی ہم میں (ایک شخص) تھے جس سے امیدیں وابستہ تھیں اس سے پہلے۔ کیا تم روکتے ہو ہمیں اس سے کہ ہم عبادت کریں ان (بتوں) کی جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا اور بے شک ہم اس امر کے بارے میں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے ایک بے چین کر دینے والے شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں روشن دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا کی ہو مجھے اپنی جناب سے خاص رحمت تو کون ہے جو بچائے گا مجھے اللہ (کے عذاب سے) اگر میں اس کی نافرمانی کروں۔ تم تو نہیں زیادہ کرنا چاہتے میرے لیے سوا نقصان کے۔ اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی ہے۔ پس چھوڑ دو اسے کھاتی پھرے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اور نہ ہاتھ لگاؤ اسے برائی سے ورنہ پکڑ لے گا تمہیں عذاب بہت جلد۔ پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو صالح نے فرمایا: لطف اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن تک۔ یہ (اللہ کا) وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ پھر جب آ گیا ہمارا حکم تو ہم نے بچا لیا صالح کو اور انہیں جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے نیز (بچا لیا) اس دن کی رسوائی سے، بے شک (اے محبوب) تیرا رب ہی بہت قوت والا بہت عزت والا ہے اور پکڑ لیا ظالموں کو ایک خوفناک کڑک نے اور صبح کی انہوں نے اس حال میں کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے گرے پڑے تھے (انہیں یوں نابود کر دیا گیا) گویا وہ یہاں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے سنو! ثمود نے انکار کیا اپنے رب کا، سنو! بربادی ہو ثمود کے لیے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ کا معنی ہے اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا کا معنی ہے اس نے تمہیں زمین میں آباد کیا (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 76، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم تو خسارے اور نقصان کے سوا کچھ اضافہ نہیں کرو گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء خراسانی سے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جو عمل تم کر رہے ہو اس کے سبب میرے لیے اضافہ نہیں کرو گے مگر اس کا جو تمہارے لیے باعث ضرر اور خسارہ ہوگا، تم اس سے نقصان اٹھاؤ گے۔

امام ابوالشیخ نے ابن جریج سے ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے وقت ان کی قوم کی مدت سے تین دن باقی تھے۔ پس انہیں عذاب نہ دیا یہاں تک کہ انہوں نے وہ مکمل کر لیے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ...... الآیہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی خاص رحمت کے سبب نجات عطا فرمائی۔ اور اس دن کی رسوائی سے بھی آپ کو بچا لیا (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے جٰثِمِيْنَ کا معنی ''مَيِّتِيْنَ'' نقل کیا ہے۔ یعنی انہوں نے صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے تھے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا کا معنی ہے گویا کہ انہوں نے کبھی اس میں زندگی گزاری ہی نہیں (3)۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول کیا ہے گویا کہ وہ کبھی اس میں آباد ہوئے ہی نہیں۔

امام ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا: کہ مجھے ارشاد باری تعالیٰ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا کا مفہوم بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا: گویا وہ دنیا میں نہیں تھے جب کہ انہیں عذاب دیا گیا اور وہ کبھی اس میں آباد نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کیا تم نے لبید بن ربیعہ کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

غَنِيْتُ شَيْئًا قَبْلَ نَحْرِيْ وَاَحْسَنَ لَوْكَانَ لِلنَّفْسِ اللَّجُوْجِ خُلُوْدُ

''میرے اونٹ ذبح کرنے سے قبل بھی تو میں زندگی کی لذتوں سے شادکام ہوا اور کتنا ہی اچھا ہوتا کہ اگر بہت ہی جھگڑالو نفس کو دوام حاصل ہوتا''۔

ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے: گویا انہوں نے کبھی اس میں زندگی کی لذت نہیں پائی۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 77، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 78 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 81

''اور بلاشبہ آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر۔ انہوں نے کہا (اے خلیل!) آپ پر سلام ہو۔ آپ نے فرمایا: تم پر بھی سلام ہو، پھر آپ جلدی لے آئے (ان کی ضیافت کے لیے) ایک بچھڑا بھنا ہوا''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عثمان بن محسن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ چار تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت رفائیل علیہ السلام۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ پڑھا قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ اور ہر شے پر ملائکہ نے سلام کیا۔ پس انہوں نے کہا: تم پر سلام ہو۔ تو جواب میں آپ نے بھی کہا تم پر بھی سلام ہو۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ کا معنی ہے پکا ہوا بچھڑا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ حَنِيْذٍ کا معنی ''بھنا ہوا'' ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ کا معنی ''سمیط'' ہے یعنی جس کے بال صاف کر کے بھون دیا گیا ہو۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے آپ سے کہا: کہ ارشاد باری تعالیٰ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ کے بارے مجھے کچھ بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: حنیذ سے مراد وہ پکا ہوا گوشت ہے جسے پتھروں پر بھونا جائے۔ انہوں نے کہا کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔ وہ کہتا ہے:

لَهُمْ رَاحٌ وَفَارُ الْمِسْكِ فِيهِمْ وَشَاؤُهُمْ إِذَا شَاؤُوا حَنِيذٌ

''اس کے پاس شراب ہے اور اس میں خوشبو بھڑکی ہوئی ہے اور انہوں نے اس کا اس وقت قصد کیا جب کہ انہوں نے بھونے ہوئے گوشت کا قصد کیا''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ حَنِيْذٍ سے مراد وہ ہے جسے پتھروں کے ساتھ پکایا جائے۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 83، داراحیاء التراث العربی بیروت

اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ﴿۷۳﴾

”پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں بڑھ رہے کھانے کی طرف تو اجنبی خیال کیا انہیں اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ فرشتوں نے کہا: ڈریئے نہیں۔ ہمیں تو بھیجا گیا ہے قوم لوط کی طرف۔ اور آپ کی اہلیہ (سارہ پاس) کھڑی تھیں۔ وہ ہنس پڑیں۔ تو ہم نے خوش خبری دی سارہ کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ سارہ نے کہا: وائے حیرانی! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو عجیب وغریب بات ہے فرشتے کہنے لگے: کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ کے حکم پر؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے ابراہیم کے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے“۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سدوم پر برتری کا اظہار فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے سدوم! قیامت کے دن تیرے لیے ہلاکت ہو۔ پھر فرمایا ”وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى قَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيۡذٍ ﴿۶۹﴾“ چونکہ آپ آنے والے فرشتوں کو مہمان گمان کر رہے تھے اس لیے آپ انتہائی جلدی میں ان کے لیے ایک بھونا ہوا بچھڑا لے کر آئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ فرشتوں نے کہا: ڈریئے نہیں ہمیں تو قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔ آپ کی اہلیہ پاس کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں۔ تو ہم نے اسے (سارہ کو) اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی“۔ یعنی پوتے کی بشارت دی۔ انہوں نے کہا: ”وائے حیرانی! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو عجیب وغریب بات ہے“ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں کہا: ”کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اے ابراہیم کے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے قوم لوط کے بارے میں گفتگو کی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان میں شامل تھے۔ تو فرشتوں نے کہا: يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ۚ (ہود: 76) اس قول تک وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِيۡٓءَ بِهِمۡ (ہود: 77) ”اے ابراہیم اس بات کو رہنے دیجئے......الآیہ) (اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس وہ دل گیر ہوئے ان کے آنے سے“۔ کہاں ان کے مقام ومرتبہ نے آپ کو پریشان کر دیا۔ جب آپ نے اس کے حسن و جمال کو دیکھا۔ ”وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوۡمٌ عَصِيۡبٌ ﴿۷۷﴾“ (اور بڑے پریشان ہوئے ان کی وجہ سے اور بولے آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے)۔ فرمایا میری قوم کے لیے بڑی پریشانی اور مصیبت کا دن ہے۔ پھر آپ انہیں اپنے گھر کی

طرف لے گئے اور آپ کی بیوی آپ کی قوم کی طرف گئی۔ ''وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ '' (ہود: 78) (اور مہمانوں کی خبر سنتے ہی) آئے ان کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے اور اس سے پہلے ہی وہ کیا کرتے تھے برے کام۔ لوط نے کہا: اے میری قوم! (دیکھو!) یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں وہ پاک اور حلال ہیں تمہارے لیے) تم ان سے شادی کرو۔ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ۝ '' کیا تم میں ایک بھی سمجھ دار آدمی نہیں؟ کہنے لگے تم خوب جانتے ہو ہمیں تمہاری (قوم کی) بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں''۔ آپ نے مہمانوں کی اپنے گھر میں داخل کیا اور خود گھر کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ۝ '' لوط نے (بصد حسرت) کہا اے کاش! میرے پاس بھی تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں پناہ ہی لے سکتا کسی مضبوط سہارے کی''۔ یعنی میرے پاس ایسی جماعت ہوتی جو تمہیں روک سکتی۔ راوی کا بیان ہے: پس مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی رسول بھی نہیں مبعوث کیا گیا مگر ایسا جو اپنی قوم میں سے معزز اور غالب تھا۔ سو جب بھیجے ہوئے مہمانوں نے دیکھا کہ لوط علیہ السلام ان کی وجہ سے پریشانی اور غم میں مبتلا ہیں۔ تو انہوں نے کہا قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ '' اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (ملائکہ) ہیں''۔ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ۝ '' یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے پس آپ لے کر نکل جائیے اپنے اہل وعیال کو جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے اور پیچھے مڑ کر تم میں سے کوئی نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جائیے۔ بے شک وہی (عذاب) اسے بھی پہنچے گا جو ان (دوسرے مجرموں) کو پہنچا۔ ان پر عذاب آنے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ کیا نہیں ہے صبح (بالکل) قریب؟''۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی طرف نکلے اور اپنے پر سے ان کے چہروں پر شدید ضرب لگائی اور ان کی آنکھیں ختم کر دیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی زمین کی سطح کو اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز اور ان کے مرغوں کی آوازیں سنیں۔ پھر اسے ان پر الٹا کر دیا۔ '' وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ۝ '' (الحجر) اور ہم نے ان کے بادیہ نشینوں پر، ان کے چرواہوں پر اور ان کے مسافروں پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے سو ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جویبر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ بچھڑے کی جانب نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے اور ان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں ان میں سے کوئی جب کسی کو تکلیف اور اذیت پہنچانے کا ارادہ کرتا تو اس کے پاس سے کچھ نہ کھاتا اور یہ کہتا کہ جب میں نے اس کے کھانے کے سبب تکریم حاصل کر لی ہے تو اب اسے اذیت دینا مجھ پر حرام ہے۔ تو اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اندیشہ ہوا کہ وہ آپ کو کوئی اذیت دینے کا

ارادہ رکھتے ہیں۔ پس آپ کے مفاصل مضطرب ہو گئے۔ آپ کی بیوی حضرت سارہ پاس کھڑے ہو کر ان کی خدمت بجا لا رہی تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمانوں کی تکریم کا ارادہ فرماتے تو آپ حضرت سارہ کو ان کی خدمت کے لیے پاس کھڑا کرتے۔ چنانچہ وہ ہنس پڑی۔ جب وہ ہنسی تو اس دوران انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا آپ ڈر رہے ہیں حالانکہ وہ تین آدمی ہیں اور تمہارے ساتھ تمہارے گھر والے اور تمہارے غلام بھی ہیں؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت سارہ کو کہا: اے ہنسنے والی! بے شک عن قریب تو ایک بچے کو جنم دے گی، اسے اسحاق کہا جائے گا اور اس کے بعد ایک اور بچہ ہو گا اس کا نام یعقوب ہو گا'' فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا '' (الذاریات: 29) پس وہ انتہائی حیرت انگیز انداز میں متوجہ ہوئیں اور کہا اے کاش اے ہلاک! اور حیا کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا۔ اور اسی کے متعلق یہ ارشاد ہے '' فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے قول کے ساتھ بشارت دی گئی۔ '' فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى '' پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف دور ہو گیا اور مل گیا انہیں اسحاق علیہ السلام کے بارے میں مژدہ۔ '' یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ '' (تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے) اور ان کے جھگڑنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے پوچھا: اے جبرائیل! تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو اور کن کی طرف تمہیں بھیجا گیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: قوم لوط کی طرف۔ تحقیق ہمیں انہیں عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا '' اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ٘ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ '' (العنکبوت: 32) (اس میں تو لوط بھی رہتا ہے۔ فرشتوں نے عرض کی: ہم خوب جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں ہم ضرور بچا لیں گے اسے اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی عورت کے) جس عورت کے بارے میں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا اس کا نام والقہ ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر ان میں سو مومن ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواباً کہا: نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا تو اگر ان میں نوے مومنین ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ انہوں پھر کہا اور اگر ان میں اسی مومن ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ نہیں۔ حتی کہ آخر میں انہوں نے ایک مومن کے بارے سوال کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ پس جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ان میں ایک مومن بھی نہ ہونے کا ذکر کیا۔ تب انہوں نے کہا اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ٘ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ (العنکبوت: 32)

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب قوم نے آگ میں پھینکنے کے واقعہ کے بعد وطن سے نکال دیا تو آپ اپنی رفیقہ حیات حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر نکلے۔ آپ کے ساتھ ان کے بھائی حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔ یہ دونوں آپ کے بھائی کی اولاد تھے۔ چنانچہ یہ دونوں سرزمین شام کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر مصر میں پہنچے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حسین ترین لوگوں میں سے تھیں۔ جب وہ مصر میں داخل ہوئیں تو لوگ ان کے حسن و جمال کی باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے اس پر انتہائی کی اظہار تعجب کیا۔

یہاں تک کہ یہ خبر بادشاہ وقت تک پہنچ گئی۔اس نے آپ کے خاوند کو بلا بھیجا اور ان سے ان کے متعلقہ سوال کیے۔پس آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس کو خاوند ہونے کے بارے بتایا تو وہ آپ کو قتل کر دے گا۔اس لیے آپ نے کہا: میں اس کا بھائی ہوں۔تو بادشاہ نے کہا: تو مجھ سے اس کی شادی کر دے۔پس وہ اسی حال پر تھا یہاں تک کہ وہ رات کے وقت سو گیا اور اسے ایک خواب آیا، سو اس نے اس کا گلا گھونٹا اور اسے خوب خوف زدہ کیا۔پس وہ خود اور اس کے اہل خانہ انتہائی خوف زدہ ہو گئے اور ڈر گئے۔یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے آیا ہے۔چنانچہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور کہا تجھے کس شے نے اس پر ابھارا ہے کہ تو مجھے دھوکہ دے کہ تو نے یہ کہا: یہ تیری بہن ہے۔تو آپ نے فرمایا: بے شک مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے یہ ذکر کیا کہ یہ میری بیوی ہے تو تیری جانب سے مجھے ایسی صورت حال کا سامنا ہو گا جسے میں پسند نہیں کروں گا۔تو اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ہاجرہ عطا کی جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہے۔اس نے انہیں سوار کیا اور انہیں ساز و سامان مہیا کیا۔یہاں تک کہ جبل ایلیاء پر ان کی سکونت کو مزید پختہ کر دیا۔پس وہ وہیں رہے یہاں تک کہ ان کے اموال اور ان کے مویشی انتہائی کثیر ہو گئے۔پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چرواہوں اور حضرت لوط علیہ السلام کے چرواہوں کے درمیان باہم حق جوار بھی تھا اور لڑائی جھگڑا بھی۔تو حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔کہ ان چرواہوں کے درمیان فساد برپا ہو گیا ہے اور چراگاہیں ان کے لیے تنگ ہو گئی ہیں اور ہمیں یہ خوف ہے کہ یہ زمین ہمیں برداشت نہیں کرے گی۔سو اگر آپ پسند کریں کہ میں آپ کے لیے تخفیف کر دوں، تو میں کر دیتا ہوں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں تو میں بھی چاہتا ہوں۔پس اگر آپ پسند کریں تو آپ یہاں سے منتقل ہو جائیں اور اگر چاہیں تو میں یہاں سے کسی اور طرف منتقل ہو جاتا ہوں۔حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: نہیں بلکہ میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ میں آپ کے لیے تخفیف اور آسانی پیدا کروں۔چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال اور مال کو ساتھ لے کر اردن کی سرزمین کی طرف چلے گئے۔اسی مقام پر تھے کہ فلسطین کے رہنے والوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کے اہل و عیال اور مال کو انہوں نے قیدی بنا لیا۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اپنے اہل اور غلاموں وغیرہ سے مل کر ان پر حملہ کر دیا، اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تین سو سے زائد افراد تھے اور آپ نے فلسطینیوں کی قید سے اہل لوط کو رہائی دلائی۔یہاں تک کہ انہیں اپنے مسکن کی طرف لوٹا دیا۔پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس اپنے شہر کی طرف آ گئے۔اہل سدوم وہ ہیں جن میں حضرت لوط علیہ السلام تشریف فرما تھے۔یہ ایک ایسی قوم تھی جو مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی تھے (یعنی یہ لواطت کے عادی تھے)۔پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حال میں دیکھا، تو ملائکہ کو بھیجا، تاکہ وہ انہیں عذاب دیں چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے، جب آپ نے انہیں دیکھا، تو ان کی ہیئت اور ان کے جمال نے آپ کو مضطرب کر دیا، انہوں نے آپ کو سلام پیش کیا اور آپ کے پاس بیٹھ گئے۔آپ اٹھے تاکہ مہمان نوازی کے لیے ان کے قریب ہوں۔تو انہوں نے کہا: آپ اپنی جگہ پر رہیے۔آپ نے کہا: بلکہ تم مجھے اجازت دو، میں تمہاری ضرورت کی چیز (کھانا) لے کر آتا

ہوں، کیونکہ یہ تمہارا حق ہے۔ ہمارے پاس تم سے بڑھ کر عزت وتکریم کا حق دار کوئی نہیں آیا۔ چنانچہ آپ نے ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کرنے کا حکم دیا اور اسے ان کے لیے بھون دیا گیا اور آپ نے کھانا اس کے قریب رکھا۔ فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ پس جب آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے سن رہی تھیں "قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ" فرشتوں نے کہا ڈریئے نہیں بے شک ہم تجھے ایک بردبار بچے کی خوش خبری دیتے ہیں، جو سراپا برکت ہوگا، تو آپ نے یہ خوش خبری اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ تو وہ ہنس پڑیں۔ تعجب کا اظہار کیا! مجھ سے آپ کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے۔ حالانکہ میں بھی بوڑھی ہوں اور آپ بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ انہوں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو حالانکہ وہ جو چاہتا ہے اس کی قدرت رکھتا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بیٹا تمہیں عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا تمہیں اس کی بشارت ہو۔ پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان کے ساتھ اٹھے اور وہ اکٹھے چل پڑے۔ آپ نے ان سے پوچھا: مجھے یہ تو بتاؤ، تم کیوں بھیجے گئے ہو اور تم نے کہاں جانا ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا: ہم اہل سدوم کی طرف بھیجے گئے ہیں، تا کہ ہم انہیں تباہ و برباد کردیں کیونکہ وہ انتہائی بری قوم ہے۔ ان کی صورت حال یہ ہے کہ وہ مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی ہو چکے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بلاشبہ ان میں صالحین اور نیک کار لوگوں کی جماعت بھی ہے۔ پس انہیں وہ عذاب کیسے پہنچے گا جس میں بدکاری کا عمل کرنے والے مبتلا ہوں گے؟ فرشتوں نے پوچھا: ان کی کتنی تعداد ہے؟ آپ نے جواب دیا: تمہارا کیا خیال ہے اگر اس میں پچاس نیک اور صالح آدمی ہوں؟ تو فرشتوں نے کہا: تب ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ آپ نے پھر پوچھا: اور اگر ان میں چالیس افراد نیک ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: تب بھی ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پس آپ اسی طرح کم کرتے رہے حتی کہ آپ دس تک پہنچ گئے پھر آپ نے کہا: تو اہل بیت (گھر والوں) کا کیا ہوگا؟ فرشتوں نے جواباً کہا: پس اگر بستی میں کوئی صالح گھر ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بلاشبہ ان کی بیوی خواہشات اور پسند قوم کے ساتھ ہے۔ پس ایسی بستی والوں سے (عذاب) کو کیسے پھیرا جاسکتا ہے، جس میں صالحین کے اہل بیت بھی کامل نہیں۔

پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے مایوس ہو گئے تو واپس لوٹ آئے اور وہ اہل سدوم کی طرف چلے گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ جب آپ کی بیوی نے انہیں دیکھا تو ان کی ہیئت اور حسن و جمال نے اسے انتہائی متعجب کیا۔ چنانچہ اس نے بستی والوں کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس ایسے لوگ آئے ہوئے ہیں جن سے زیادہ حسین و جمیل کبھی کوئی نہیں دیکھا گیا۔ پس جونہی انہوں نے اس کے بارے سنا تو انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کو ہر جانب سے گھیر لیا اور ان پر دیواروں کو پھلانگنا شروع کردیا۔ حضرت لوط علیہ السلام ان سے ملے اور فرمایا: اے میری قوم! تم مجھے میری گھر میں رسوا نہ کرو۔ میں اپنی بیٹیوں کی تم سے شادی کیے دیتا ہوں اور وہ تمہارے لیے حلال اور پاک ہیں۔ قوم نے کہا اگر ہم

تمہاری بیٹیوں کو چاہتے تو ہم تمہارے مکان کو جانتے ہیں۔ لیکن ہمیں تو ان لوگوں کی ضرورت ہے جو تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں۔ آپ ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جائیے۔ اور انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ تو آپ کے لیے معاملہ انتہائی پریشان کن ہو گیا۔ تو اس وقت آپ نے کہا ''لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ۝۸۰'' جب ان بھیجے ہوئے فرشتوں نے آپ سے یہ کلام سنا۔ تو انہوں نے کہا: بلاشبہ آپ کا سہارا مضبوط اور پختہ ہے۔ بے شک وہ ان پر ایسا عذاب لانے والے ہیں جسے لوٹایا نہیں جائے گا۔ پس ان میں سے ایک نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر مارا تو ان کی بصارت ختم ہو گئی۔ تو انہوں نے کہا: ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (ملائکہ نے کہا) تم ہمارے ساتھ چلو یہاں تک کہ آپ ان کے پاس آئیں جب کہ رات ان پر چھا چکی ہو۔ پھر ان کا معاملہ اس طرح ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔ پس عذاب لانے والے فرشتے حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے اپنا پیر زمین کی نچلی تہ میں داخل کیا اور ان کی بستیوں کو اٹھا کر ان پر الٹا کر دیا۔ اور آسمان سے ان پر پتھر برسے اور جو گاؤں میں نہیں تھے ان کا پیچھا انہی جگہوں پر کیا گیا جہاں وہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے سبھی کو نجات عطا فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن ابی یزید البصری رحمہ اللہ سے فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ کے تحت یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے ان کے ہاتھوں کو کھانے کی طرف بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''نکرھم'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا اور وہ ان کے کھانے میں سے کچھ نہ کھاتا، تو وہ یہ گمان کرتے کہ خیر اور اچھے ارادے سے نہیں آیا۔ بے شک یہ اپنے دل میں کوئی شر اور برائی رکھتا ہے۔ پھر جب انہوں نے اس کے بارے گفتگو کی جس بشارت کے لیے وہ آئے تھے تو آپ کی زوجہ محترمہ ہنس پڑیں (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر تشریف لائے تو آپ نے ان کے سامنے بچھڑا رکھا۔ انہوں نے کہا: ہم اسے نہیں کھائیں گے مگر ثمن کے عوض۔ آپ نے کہا: کھاؤ اور اس کے ثمن ادا کرو۔ انہوں نے پوچھا: اس کے ثمن کیا ہیں؟ آپ نے کہا جب تم کھاؤ تو اللہ تعالیٰ کا نام لینا (یعنی شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا) اور جب فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنا (یعنی الحمد للہ کہنا): آپ نے فرمایا کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا: اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا ہے ''لِھٰذَا اتَّخَذَكَ اللّٰهُ خَلِیْلًا''

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ علیہم السلام کو بھیجا، تا کہ وہ قوم لوط کو تباہ و برباد کر دیں۔ تو وہ نوجوان مردوں کی صورت میں چلتے ہوئے آئے یہاں تک کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آکر ٹھہرے اور ان کے مہمان بن گئے، جب آپ نے ان کی طرف دیکھا تو آپ جلدی سے اپنے گھر والوں

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 189، دارالکتب العلمیہ بیروت

کی طرف گئے اور ایک موٹا سا بچھڑا لا کر اسے ذبح کر دیا۔ پھر اسے گرم پتھروں پر بھونا اور یہی حنیذ ہے۔ پھر آپ ان کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ان کی خدمت کے لیے کھڑی رہیں۔ پس اسی کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ'' اور قرأت ابن مسعود میں ہے۔ کہ آپ کی بیوی کھڑی تھی اور آپ بیٹھے ہوئے تھے فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ (الذاریات) پس جب آپ نے کھانا ان کے قریب کیا تو کہا کیا تم نہیں کھاؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابراہیم! بے شک ہم ثمن ادا کیے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ تو آپ نے کہا: بلاشبہ اس کے بھی ثمن ہیں۔ انہوں نے پوچھا: اس کے ثمن کیا ہیں؟ آپ نے کہا: کہ اس کے شروع میں تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور آخر میں اس کی حمد و ثناء بیان کرو۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا ان کا حق ہے کہ ان کا رب انہیں خلیل بنائے۔ پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کہنے لگے: وہ نہیں کھائیں گے۔ آپ ان سے گھبرا گئے اور دل ہی دل میں ڈر محسوس کرنے لگے۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف دیکھا کہ آپ نے ان کی عزت و تکریم کی ہے اور وہ بھی ان کی خدمت کے لیے کھڑی ہیں تو آپ ہنس پڑیں اور کہا ہمارے یہ مہمان بھی عجیب ہیں کہ ہم ان کی عزت و تکریم کے لیے بذات خود خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور یہ ہمارا کھانا نہیں کھاتے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا: تجھے بچے کی خوش خبری ہو، اس کا نام اسحاق ہے اور اسحاق کے پیچھے یعقوب ہے۔ تو آپ نے تعجب کے ساتھ ہاتھ چہرے پر مارا۔ اسی کے بارے یہ ارشاد ہے ''فَصَكَّتْ وَجْهَهَا قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ'' حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کی نشانی کیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ میں ایک خشک ٹہنی پکڑی اور اسے اپنی انگلیوں کے درمیان ٹیڑھا کیا۔ پھر اسے ہلایا تو وہ سبز ہوگئی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تب وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ذبح کیا جائے گا(1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مصحف ابن مسعود میں اس طرح ہے ''وَامْرَاَتُهٗ قَائِمَةٌ وَهُوَ جَالِسٌ'' کہ ان کی بیوی کھڑی تھی اور وہ خود بیٹھے ہوئے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کی بیوی آپ کے مہمانوں کی خدمت کے لیے پاس کھڑی تھی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل میں اندیشہ کرنے لگے تو فرشتوں نے اس وقت آپ کو اس عذاب کے متعلق قوم لوط میں غفلت تھی اور جو ان پر عذاب آنے والا تھا اس پر تعجب کرتے ہوئے ہنس پڑیں(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''فضحکت'' کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 87-86، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 87

بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ حائضہ ہوگئیں درآں حالیکہ آپ کی عمر اٹھانوے سال تھی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے فضحکت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: انہیں حیض آنے لگا جب کہ ان کی عمر نوے سال سے زائد تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے فضحکت کے بارے میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے کہ آپ کو حیض آنے لگا۔ شاعر کا قول ہے۔

اِنِّیْ لَاٰتِی الْعُرْشَ عِنْدَ طُھُوْرِھَا وَاَھْجُرُھَا یَوْمًا اِذَاھِیَ ضَاحِكٌ

''بے شک میں اپنی دلہن کے پاس طہارت کے وقت آتا ہوں اور اس روز اسے چھوڑ دیتا ہوں جب وہ حاضرہ ہو''۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت سارہ کا نام یسارہ تھا۔ پھر جب حضرت جبریل علیہ السلام نے انہیں یوں بلایا اے سارہ! تو آپ نے کہا: بے شک میرا نام تو یسارہ ہے تو آپ مجھے سارہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ حضرت ضحاک نے فرمایا: یسارہ اس بانجھ عورت کو کہتے ہیں جو بچے جننے کے قابل نہ ہو اور سارہ اس عورت کو کہتے ہیں جو آزاد رحم والی ہو اور بچہ جننے کے قابل ہو۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام نے انہیں کہا: بے شک آپ یسارہ تھیں، املہ ہونے کے قابل نہ تھیں لیکن اب سارہ ہوگئی ہیں اور بچے کے ساتھ حاملہ ہونے اور اسے جننے کے قابل ہیں۔ اس پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے جبریل! تم نے میرا نام کم کر دیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کے نام کے اس حرف کو آنے والے زمانے میں آپ کی اولاد میں سے ایک بچے کے نام میں رکھے گا اور وہ یہ کہ اس کا نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہے پس اس کا نام یحیی رکھا (2)۔

امام ابن عبدالحکیم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا حسن حضرت حوا علیہا السلام کے حسن کی مانند تھا۔

امام ابن عبدالحکیم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سارہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں اور آپ کو حسن عطا کیا گیا تھا۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے اس ارشاد ''فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ'' کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت یعقوب علیہ السلام آپ کے پوتے ہیں (3)۔

امام ابن انباری رحمہ اللہ نے کتاب الوقف والا بتداء میں حضرت حسان بن ابجر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ تو آپ کے پاس بنی ہذیل کا ایک آدمی آیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے پوچھا فلاں کو کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ مر گیا ہے۔ اس نے چار بچے چھوڑے ہیں اور ان کے پیچھے تین ہیں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ میں بیٹے کا بیٹا (پوتا) مراد ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 88، بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر سارۃ بنت ہاران بن باحوراء علیہا السلام، جلد 69، صفحہ 181، بیروت 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 90

امام ابن الانباری نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آیت میں بیٹے کے بیٹے (پوتے) کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضمرہ بن حبیب سے بیان کیا ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو جب بھیجے ہوئے فرشتوں نے اسحاق کی بشارت دی۔ راوی کا بیان ہے اسی اثناء میں کہ وہ چل رہی تھیں اور ان سے باتیں کر رہی تھیں انہیں حیض شروع ہو گیا۔ پس وہ اسحاق سے حاملہ ہونے سے قبل حائضہ ہوئیں۔ جب فرشتوں نے انہیں بشارت دی تھی تو انہوں نے فرشتوں کو یہ کہا تھا۔ تحقیق میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ سو میں حاملہ نہیں ہوں گی۔ جب کہ میں بھی بوڑھی ہوں اور وہ بھی بوڑھے ہی تو کیا میں بچے کو جنم دے سکتی ہوں؟ تو فرشتوں نے جواباً کہا: اے سارہ! کیا اس پر تعجب کر رہی ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کتنے ایسے کام کیے ہیں جو اس سے بھی بہت عظیم اور بڑے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور اپنی برکتیں تم پر فرمائی ہیں۔ اے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے۔

امام ابن الانباری اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان دنوں حضرت سارہ رضی اللہ عنہ کی عمر ستر برس تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوے برس۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ بَعْلِيْ کا معنی "زوجی" ہے یعنی میرا خاوند۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضرار بن مرہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اہل مسجد کے شیخ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک سو سترہ برس کی عمر کے بعد بشارت دی گئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی تو انہوں نے کہا: ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ تو ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں کہا: اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ فرمایا یہ اس ارشاد گرامی کی طرح ہے۔ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ (الزخرف: 28) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل کو باقی رہنے والا بنایا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ کے ضمن میں حضرت عطاء بن ابی رباح نے فرمایا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے سلام عرض کیا تو میں نے جواب میں یہ الفاظ کہے: "وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ" تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہاں رک جاؤ جہاں ملائکہ پہنچ کر رک گئے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ (1)

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک سائل دروازے پر کھڑا ہوا اور آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ تو اس نے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ وَ صَلَوَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ" تو

1۔ شعب الایمان، باب فی مقاربۃ وموادۃ اہل الدین، جلد 6، صفحہ 455، دار الکتب العلمیہ بیروت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سلام وہیں ختم کردو جہاں تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ تو ایک سائل آیا اور اس نے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ وَصَلَوَاتُهٗ" تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ کیسا سلام ہے۔ آپ غصے میں آگئے حتی کہ آپ کے رخسار سرخ ہو گئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے سلام کی ایک حد بیان کی ہے پھر اس کی انتہا ہے اور اس کے آگے سے منع کیا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے کہا "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ" تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا تیرے لیے اتنا کافی تھا کہ تو وَبَرَكٰتُهٗ پر رک جاتا، جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے(2)۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝

"پھر جب دور ہو گیا ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف اور مل گیا انہیں مژدہ تو وہ ہم سے جھگڑنے لگے قوم لوط کے بارے میں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آیت طیبہ میں الرَّوْعُ سے مراد فرق ہے اور يُجَادِلُنَا کا معنی ہے وہ ہم سے جھگڑنے لگے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الرَّوْعُ کا معنی خوف ہے اور الْبُشْرٰى سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت ہے(4)۔

امام عبدالرزاق اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب فرشتوں نے آپ کو خبر دی کہ انہیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے اور یہ کہ وہ صرف اس کے ارادے سے نہیں آئے۔ اور يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ کی تفسیر میں کہا: کہ آپ نے اس دن فرشتوں سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے اگر ان میں پچاس مسلمان ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: اگر ان میں پچاس مسلمان ہوئے تو ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے کہا: اگر چالیس ہوں تو؟ انہوں نے جواب دیا: چالیس بھی ہوں تو بھی ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے پوچھا: اگر تیس ہوں تو؟ انہوں نے جواباً کہا: تیس ہوں تو بھی۔ حتی کہ آپ دس تک پہنچ گئے۔ انہوں نے جواب دیا اگر اس میں دس بھی ہوں تو

1۔ شعب الایمان، باب فی مقاربۃ و موادۃ اہل الدین، جلد 6، صفحہ 456، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 94
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 93

بھی۔ آپ نے فرمایا: کوئی قوم ایسی نہیں ہوتی جس میں دس افراد بھی ایسے نہ ہوں جن میں خیر اور نیکی ہو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں چار لاکھ افراد تھے یا ان میں سے جتنے اللہ نے چاہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ کے بارے میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ جب ضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے ساتھ فرشتوں کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ تو آپ نے کہا: کیا تم اس بستی کو ہلاک کردو گے جس میں چار سو مومن ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا جس میں تین سو مومن ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا: اگر دو سو مومن ہوں تو؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: اگر سو مومن ہوں تو؟ انہوں نے جواباً کہا: نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا: کیا پچاس مومن ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا چالیس ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ آپ نے پھر کہا۔ کیا چودہ مومن ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خیال یہ کیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی سمیت وہ چودہ افراد ہیں اور ان میں تیرہ مومن ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی اسے پہچان لیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا: اگر ان میں پانچ افراد بھی نماز پڑھتے ہوتے تو ان سے عذاب اٹھالیا جاتا (2)۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

"بے شک ابراہیم بڑے بردبار، رحم دل (اور) ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے اے ابراہیم! اس بات کو رہنے دیجئے۔ بے شک آ گیا تیرے رب کا حکم۔ اور ان پر آ کر رہے گا عذاب جو پھیرا نہیں جا سکتا"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حلم اپنے موصوف کے لیے دنیا اور آخرت کی عظمتیں جمع کرتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حلم کے ساتھ متصف فرمایا ہے اور فرمایا ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضمرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حلم عقل سے زیادہ بلند اور اعلیٰ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے۔ ابوالشیخ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ اَوَّاهٌ کا معنی الرحیم (رحم دل) ہے۔ اور الحلیم کا معنی الشیخ (بزرگ) ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ حضرت

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 93-192، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 95، بیروت

ابراہیم علیہ السلام اس طرح تھے کہ انہوں نے جب کوئی بات کی۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کی۔ جب کوئی عمل کیا تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیا اور جب نیت کی تو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: **مُّنِيْبٌ** وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف بڑھنے والا اور متوجہ ہونے والا ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منیب الی اللہ وہ ہے جو اس اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہو، جس نے اسے اپنی اطاعت اور امر کی طرف متوجہ کیا ہے اور وہ ان امور کو چھوڑ دے جو وہ اس سے پہلے کر رہا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ **مُّنِيْبٌ** وہ ہوتا ہے جو اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مخلص ہو۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾

”اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس وہ دلگیر ہوئے ان کے آنے سے اور بڑے پریشان ہوئے ان کی وجہ سے۔ اور بولے آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے“۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کی بری عادات کی وجہ سے انتہائی دل گیر اور غم زدہ ہوئے اور اپنے مہمانوں کی وجہ سے انتہائی پریشان ہوئے اور فرمایا: عَصِيْبٌ بمعنی شدید ہے۔ یعنی انتہائی سخت دن (2)۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے آپ اپنی قوم کے بارے میں بدگمانی کے سبب اپنے مہمانوں پر ان سے خوف کھانے لگے اور اپنے مہمانوں کے بارے میں خوف رکھنے کے سبب آپ انتہائی پریشان ہوئے۔

امام ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا: مجھے **يَوْمٌ عَصِيْبٌ** کا مفہوم بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے **یوم شدید**۔ انتہائی سخت دن۔ تو انہوں نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کو نہیں سنا۔ وہ کہتا ہے:

هُمْ ضَرَبُوْا قَوَانِسَ خَيْلِ حِجْرٍ   بِجَنْبِ الرَّدْءِ فِي يَوْمٍ عَصِيْبِ

”ایک انتہائی سخت دن بوجھ کے پہلو میں سے حجر کے گھوڑے کی چوٹی پر انہوں نے تلوار کا وار کیا“۔

اور عدی بن زید نے کہا:

1۔ شعب الایمان باب فی اخلاص العمل اللہ وترک الریا، جلد 5، صفحہ 350، بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 98-97

فَكُنْتُ لَوْ اَنِّيْ خَصْمُكَ لَمْ اُعَوَّدْ وَقَدْ سَلَكُوْكَ فِيْ يَوْمٍ عَصِيْبٍ

''پس میں اگر تیرا دشمن ہوں تو میں بوڑھا نہیں ہوا اور لوگوں نے تجھے ایک سخت دن میں داخل کر دیا''۔

وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

''اور (مہمانوں کی خبر سنتے ہی) آئے ان کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے اور اس سے پہلے ہی وہ کیا کرتے تھے برے کام۔ لوط نے کہا: اے میری قوم! (دیکھو) یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں، وہ پاک ہیں اور حلال ہیں تمہارے لیے تم خدا کا خوف کرو اور مجھے رسوا نہ کرو میرے مہمانوں کے معاملہ میں۔ کیا تم میں سے ایک بھی سمجھ دار آدمی نہیں؟ کہنے لگے تم خوب جانتے ہو ہمیں تمہاری (قوم کی) بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ لوط نے (بصد حسرت) کہا: اے کاش! میرے پاس بھی تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں پناہ ہی لے سکتا کسی مضبوط سہارے کی فرشتوں نے کہا: اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔ پس آپ لے کر نکل جایئے اپنے اہل وعیال کو جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے اور پیچھے مڑ کر تم میں سے کوئی نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جایئے۔ بے شک وہی (عذاب) اسے بھی پہنچے گا جو ان (دوسرے مجرموں) کو پہنچا۔ ان پر عذاب آنے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ کیا نہیں ہے صبح (بالکل) قریب پھر جب آ پہنچا ہمارا حکم تو ہم نے کر دیا اس کی بلندی کو اس کی پستی اور

ہم نے برسائے ان پر پتھر آگ میں پکے ہوئے پے در پے۔ جو نشان زدہ تھے آپ کے رب کی جانب سے۔ اور نہیں (لوط کی) بستی (مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: آیت میں یُهۡرَعُوۡنَ کا لفظ یسرعون کے معنی میں ہے یعنی تیز چلتے ہوئے اور وَ مِنۡ قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ لواطت کرتے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ یُهۡرَعُوۡنَ کا معنی ہے ان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے آپ سے کہا کہ مجھے یُهۡرَعُوۡنَ اِلَيۡهِ کا مفہوم تو بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے۔ کہ وہ انتہائی غضب اور غصے کے ساتھ آپ کی طرف آئے۔ انہوں نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آشنا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

اَتَوۡنَا يُهۡرَعُوۡنَ وَهُمۡ اُسَارٰى سُيُوۡفُهُمۡ عَلٰى رَغۡمِ الۡاَنُوۡفِ

"وہ ہماری جانب غصے سے لبریز تیز رو آئے درآنحالیکہ وہ قیدی تھے اور ان کی تلواریں خاک آلود ناپسندیدہ حال میں تھیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مردوں سے نکاح کرتے تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قَالَ يٰقَوۡمِ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِىۡ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم پر اپنی بیٹیاں پیش نہیں کیں نہ زنا کے لیے اور نہ ہی نکاح کے لیے۔ بلکہ انہوں نے صرف یہ کہا: یہ تمہاری عورتوں کی بیٹیاں ہیں۔ کیونکہ نبی جب اپنی قوم کے درمیان موجود ہو، تو وہ ان کا باپ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: وَ اَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ (الاحزاب: 6) اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے "وھو ابو ھم" کہ نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور نبی خود ان کا باپ ہے)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِىۡ کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آپ کی اپنی بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ آپ کی امت میں سے تھیں اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے انہیں ان کی اپنی عورتوں کی طرف بلایا اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِىۡ کی تفسیر میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 101، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 101

کہا: کہ آپ نے ان پر اپنی امت کی عورتیں پیش کیں اور ہر نبی سوا اپنی امت کا باپ ہے۔ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب: 6)(1)

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جو یبر اور مقاتل رحمہما اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ جب فاسقوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں سنا تو وہ آپ کے دروازے تک آگئے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے ان پر دروازہ بند کر دیا۔ پھر آپ نے اوپر سے جھانک کر انہیں فرمایا: یہ میری بیٹیاں ہیں، پس آپ نے ان پر اپنی بیٹیاں نکاح و تزویج کے لیے پیش کیں۔ آپ نے ان پر انہیں بدکاری اور زنا کے لیے تو پیش نہیں کیا۔ وہ کفار تھے اور آپ کی بیٹیاں مسلمان تھی۔ پس جب آپ نے مصیبت دیکھی تو آپ کو رسوائی کا خوف لاحق ہوا، تو آپ نے انہیں شادی کی پیش کش کر دی۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں ان میں سے ایک کا نام رغوثا اور دوسری کا نام ریثا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام دیونا تھا۔ آپ انہیں نیکی کا حکم دیتے رہے اور برائی سے روکتے رہے۔ پس جب وہ باز نہ آئے اور نہ آپ انہیں واپس لوٹا سکے اور نہ انہوں نے اس پیش کش کو قبول کیا جو آپ نے بیٹیوں کے معاملہ میں انہیں کی تھیں۔ تو آپ نے کہا لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ یعنی اگر میری بھی کوئی جماعت یا گروہ ہوتا تو وہ یقیناً تمہارے اور اس کے درمیان حائل ہو جاتا۔ پس انہوں نے دروازہ توڑ دیا اور اندر داخل ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی وہ صورت اختیار فرمائی جس صورت میں وہ آسمان میں رہتے ہیں۔ پھر کہا: اے لوط! ڈریئے نہیں۔ ہم ملائکہ ہیں۔ وہ آپ کو ہرگز گزند نہیں پہنچا سکیں گے اور ہمیں ان کو عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل! علیہ السلام ابھی تم انہیں عذاب دو گے۔ درآنحالیکہ آپ ان پر انتہائی غمگین اور پریشان تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ان پر عذاب آنے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے، کیا صبح (بالکل) قریب نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتے تو بے شک رات کے پہلے حصہ میں وہ عذاب تیار کرتا ہے۔ پھر صبح طلوع ہوتے ہی ان پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ فرمایا قوم لوط کے لیے رات کے پہلے حصہ میں پتھر تیار کیے گئے تاکہ صبح کے وقت وہ پتھر ان پر برسائے جائیں۔ اسی طرح قوم عاد اور ثمود کو بھی صبح سویرے عذاب دیا گیا۔ پس جب صبح طلوع ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام قوم لوط کی ان بستیوں کی طرف گئے جن میں ان کے مرد، عورتیں اور باغات وغیرہ تھے اور انہیں اڑا دیا۔ پہلے انہیں اکٹھا کیا اور لپیٹا، پھر انہیں زمین کی جڑ سے اکھیڑا پھر نیچے سے اپنے پر کے ساتھ انہیں اٹھا لیا اور آسمان دنیا تک انہیں بلند کر دیا کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے کتوں، پرندوں، عورتوں اور مردوں کی آوازیں جبرئیل علیہ السلام کے پر کے نیچے سے سنیں۔ پھر انہیں الٹا کر کے چھوڑ دیا۔ پھر اس کے بعد اس پر پتھر برسائے۔ اور وہ پتھر چرواہوں، تاجروں اور جو لوگ اپنے شہروں سے باہر تھے ان تمام تک پہنچے (اور وہ سب تباہ و برباد ہو گئے)(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان

1۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر لوط بن ہارون علیہ السلام، جلد 50، صفحہ 317، دارالفکر بیروت 2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 50، صفحہ 14-313، بیروت

پر اپنی بیٹیاں شادی کے لیے پیش کیں اور ارادہ یہ کیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی کے سبب اپنے مہمانوں کو بچالیں گے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: وہ تمہارے لیے پاک اور حلال ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ کا معنی ہے اور تم مجھے رسوانہ کرو میرے مہمانوں کے معاملہ میں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ سے مراد ایسا آدمی ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہو اور برائی سے روکتا ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رَجُلٌ رَّشِيْدٌ وہ ہوتا ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں آپ ہی سے یہ قول بیان کیا ہے اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ کا معنی ہے کیا تم میں سے ایک آدمی بھی نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ”لا الہ الا اللہ“

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ کا معنی ہے بے شک ہم صرف مردوں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور ”الی رکن شدید“ کی تفسیر میں کہا ہے کہ میں پناہ لے سکتا ایک ایسے مضبوط لشکر کی تو بالیقین میں تمہارے ساتھ قتال کرتا (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ سے مراد جماعت اور باپ کی جانب سے آدمی کے رشتہ دار ہیں۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: آدمی کا خاندان آدمی کے لیے زیادہ مفید ہے بنسبت آدمی کے اپنے خاندان کے لیے۔ کیونکہ اگر اس نے ایک ہاتھ روکا تو وہ باوجود اپنی محبت، حفاظت اور نصرت کے بہت سے ہاتھ اس سے روک لیں گے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات ایک آدمی دوسرے آدمی کے لیے ناراض اور غصے میں ہوتا ہے اور وہ اسے صرف اپنے ذہن اور گمان کے مطابق ہی پہچان سکتا ہے۔ میں عنقریب تم پر اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کئی آیات تلاوت کروں گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ سے مراد العشیرۃ ہے۔ یعنی خاندان، باپ کی جانب سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 101، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 04-103 3۔ ایضاً

آدمی کے رشتہ دار۔ حضرت لوط علیہ السلام کے لیے ایسا خاندان نہیں تھا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی الہٰ نہیں! حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا، مگر ایسا جو اپنی قوم میں اہل ثروت وشوکت میں سے تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ کی تفسیر میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر وہ جو اپنی قوم میں اہل ثروت میں سے تھا حتی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ تحقیق وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔ سو کون سی شے کے لیے انہوں نے عاجزی اختیار کی (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھا کرتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ جو کہ اپنی قوم میں سے صاحب ثروت تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی قوم میں سے ثروت (وسطوت) میں بھیجا (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ تو بھیجے ہوئے فرشتوں نے آپ کو بہت غمگین پایا۔ پس انہوں نے کہا: اے لوط! بے شک تمہارا سہارا انتہائی مضبوط ہے (4)۔

امام سعید بن منصور اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ایسا جو اپنی قوم میں سے صاحب عزت وجاہ ہو (5)۔

امام بخاری نے الادب میں، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم اور آپ نے روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہی جو اپنی قوم میں سے خوش حال اور صاحب مال تھا (6)۔

امام سعید بن منصور، بخاری اور ابن مردویہ نے اعرج رحمہم اللہ کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 104، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 105 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 106 4۔ ایضاً
5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 358، دارالصمیعی الریاض 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 105

بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے۔ بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک لوگوں نے قوم لوط کو ڈرایا ہوا تھا پھر شام کے وقت ان کے پاس فرشتے آئے اور وہ انہیں ندا دیتے ہوئے گزرے۔ تو قوم لوط کے بعض افراد نے بعض کو آپس میں کہا: تم انہیں بھاگنے نہ دینا۔ انہوں نے ملائکہ سے زیادہ حسین قوم کبھی نہ دیکھی تھی۔ پس جب وہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر داخل ہوئے۔ انہوں نے آپ کو اپنے مہمانوں کے بارے میں گناہ کی ترغیب دی۔ اور وہ مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان پر اپنی بیٹیاں پیش کیں۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس ملائکہ نے کہا اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ آپ نے کہا۔ کیا میرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں؟ فرشتوں نے جواب دیا: ہاں۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: پس اب درست ہوگا۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قوم لوط کی طرف فرشتے بھیجے گئے تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں۔ تو ان سے کہا گیا تم قوم لوط کو تباہ نہ کرنا یہاں تک کہ تین بار حضرت لوط علیہ السلام ان کے خلاف شہادت دے دیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے ہو کر آئے تھے۔ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ (ہود) آپ کا ان کے ساتھ مجادلہ (مباحثہ) اس طرح تھا کہ آپ نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر ان میں پچاس مومن ہوں تو کیا تم انہیں ہلاک کر دو گے؟ فرشتوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر آپ نے کہا اگر چالیس ہوں تو؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ حتیٰ کہ آپ اس تعداد کو کم کرتے کرتے دس یا پانچ تک پہنچ گئے۔ راوی کا بیان ہے: پھر وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ اپنی اس زمین میں تھے جہاں کام کرتے تھے۔ تو آپ نے انہیں مہمان خیال کیا۔ پس آپ اپنے گھر والوں کی طرف آئے یہاں تک کہ شام ہوگئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ چل پڑے۔ تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تم کیا رائے رکھتے ہو اس کے بارے جو کچھ یہ کر رہے ہیں؟ فرشتوں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہیں؟ تو آپ نے کہا: لوگوں میں کوئی بھی ان سے بڑھ کر شریر اور بدکردار کوئی نہیں۔ پس وہ آپ کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہی کہا۔ اور آپ انہیں لے کر اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گئے۔ تو آپ کی عورت جو کہ بد اخلاق بڑھیا تھی تو وہ چل نکلی اور آپ کی قوم کے پاس آ کر کہا: آج کی رات حضرت لوط نے ایسی قوم کو مہمان بنایا ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حسین اور پاکیزہ خوشبو والے کبھی نہیں دیکھے۔ پس وہ دوڑتے ہوئے آپ کے گھر کی طرف آئے اور انہوں نے دروازے کو دھکیلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ آپ پر غالب آنے کے

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 357، دارالصمیعی الریاض

قریب ہو گئے تو ایک فرشتے نے اپنے پر کے ساتھ ان پر دروازہ کو بند کر دیا اور آپ اوپر چڑھ گئے اور وہ بھی آپ کے ساتھ اوپر چڑھے۔ تو اس وقت آپ یہ کہنے لگے: هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ الیٰ قولہ۔ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ تو فرشتوں نے کہا اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ پس اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے ہیں اور ایک فرشتے نے اپنا پر مارا۔ اس رات ان میں سے ہر کوئی پر لگنے کے سبب اندھا ہو گیا۔ پس انہوں نے اندھے ہو کر انتہائی تکلیف کی حالت میں رات گزاری اور وہ عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی ہلاکت اور تباہی کے بارے اجازت طلب کی اور انہیں اجازت دے دی گئی۔ تو آپ نے اس زمین کو اٹھا لیا جس پر وہ رہتے تھے اور انہیں اتنی بلندی تک لے گئے یہاں تک کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کی آوازیں سنیں اور آپ نے ان کے نیچے آگ جلائی۔ پھر آپ نے اس زمین کو ان کے ساتھ الٹا کر دیا۔ پس حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ایک دھماکہ سنا اور وہ ان کے ساتھ تھی۔ وہ متوجہ ہوئی تو اتنے میں عذاب اسے پہنچ چکا تھا اور ان کے جو لوگ سفر پر تھے ان پر پتھر برسائے گئے (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے یہ خیال کیا کہ یہ آپ کی قوم کے کچھ مہمان ہیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں قریب کیا اور بالکل قریب کر کے بٹھایا۔ پھر آپ اپنی بیٹیوں کو بھی لے آئے۔ وہ تین تھیں۔ انہیں اپنے مہمانوں اور اپنی قوم کے درمیان بٹھا دیا۔ پھر آپ کی قوم دوڑتے ہوئے آپ کے گھر کی طرف آئی۔ پس جب آپ نے انہیں دیکھا تو کہا هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ۝ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا تو کہا اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ پس جب وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کی بینائی ختم کر دی اور اندھے ہو کر چلنے لگے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان لوگوں تک پہنچے جو دروازے پر تھے تو انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس سب سے بڑے جادوگر کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔ پھر آدھی رات کے وقت انہیں اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ وہ آسمان کی فضا میں پرندوں کی آواز سننے لگے۔ پھر وہ زمین ان پر الٹ دی گئی پس جو بھی اس میں الٹا کر دیا گیا۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ اور جو ان سے باہر تھے تو وہ جہاں بھی تھے پتھر ان پر برسے اور پتھروں نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کو ساتھ لے کر سفر پر نکلے یہاں تک کہ جب آپ شام کے فلاں مقام تک پہنچے تو آپ کی بڑی بیٹی فوت ہو گئی۔ پس اس کے پاس ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر آپ وہاں تک چلے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ پہنچیں۔ تو وہاں آپ کی چھوٹی بیٹی فوت ہو گئی اور اس کے پاس بھی چشمہ جاری ہوا۔ نتیجۃً صرف درمیانی بیٹی آپ کے پاس زندہ باقی رہی۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب العقوبات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 375، بیروت

لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں پر دروازہ بند کر لیا۔ پس وہ آئے اور انہوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر پر سے ضرب لگائی تو ان کی بینائی ختم ہو گئی۔ انہوں نے کہا: اے لوط! تو ہمارے پاس جادوگر لے آیا ہے چنانچہ انہوں نے آپ کو بڑی دھمکیاں دیں اور آپ دل ہی دل میں ڈرنے لگے کہ یہ جب چلے جائیں گے تو وہ مجھے اذیتیں دیں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ''لا تخفف انا رسل ربك.....'' بے شک انہیں عذاب دینے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اسی وقت۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ کیا صبح قریب ہی نہیں۔ تو آپ نے کہا: اسی وقت۔ چنانچہ بستی کو اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ آسمان دنیا والوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی۔ پھر انہیں الٹا کیا گیا اور ان پر پتھر برسائے گئے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ کا معنی ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ چلے جائیے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ سے مراد رات کا وسط (آدھی رات کا وقت) ہے(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بِقِطْعٍ سے مراد رات کی سیاہی ہے(2)۔

امام عبدالرزاق نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ سے مراد رات کا کچھ حصہ ہے(3)۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے یہ تو بتائیے کہ ارشاد باری تعالیٰ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ میں قطع سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رات کا آخر سحری کا وقت، جیسا کہ مالک بن کنانہ نے کہا ہے:

وَنَائِحَةٍ تَقُوْمُ بِقِطْعِ لَیْلٍ عَلٰی رَجُلٍ اَهَانَتْهُ شُعُوْبُ

''نوحہ کرنے والی سحری کے وقت اس آدمی پر نوحہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہے جسے قبیلے والوں نے ذلیل ورسوا کیا''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ کا معنی ہے تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مڑ کر نہ دیکھے(4)۔

امام ابوعبید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے الفاظ اس طرح ہیں: ''فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ اِلَّا امْرَاَتَكَ''(5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 111، بیروت　2۔ ایضاً

3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 194، دار الکتب العلمیہ بیروت　4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 111　5۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جب لوط علیہ السلام طریبہ سے نکلے تو آپ کی بیوی آپ کے ساتھ تھی۔ پس اس نے ایک آواز سنی اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے ایک پتھر آ کر لگا جس نے اسے ہلاک کر دیا۔ قوم سے دور علیحدہ اس کی جگہ معلوم ہے۔ اور یہ الفاظ مصحف عبداللہ رضی اللہ عنہ میں اس طرح ہیں: وَلَقَدْ وَفَّيْنَا اِلَيْهِ اَهْلَهٗ كُلَّهُمْ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِ ''اور ہم نے آپ کے سارے کے سارے گھر والے پورے کر دیئے سوائے ایک بڑھیا کے کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہوئی''۔ فرمایا: کہ جب آپ (حضرت لوط علیہ السلام) کو بتایا گیا کہ ان کے لیے عذاب کا مقررہ وقت تو صبح کا وقت تھا۔ تو آپ نے کہا: میں تو اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ کیا صبح قریب ہی نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: تم انہیں اسی وقت ہلاک کر دو۔ تو انہوں نے جواب دیا: بے شک ہمیں تو صبح کے وقت کا حکم دیا گیا ہے اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا: انہیں اسی وقت ہلاک کر دو۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا: اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ تو حضرت لوط علیہ السلام پر یہ نازل کی گئی اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلے جائیں سوائے اپنی بیوی کے۔ اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے کی طرف نہ دیکھے۔ پس آپ چلے گئے اور جب وہ وقت ہوا جس میں انہیں ہلاک کیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر (زمین میں) داخل کیا اور اس زمین کو اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ آسمان کے باسیوں نے مرغ کی چیخ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی اور انہیں اوپر لے جا کر نیچے گرا دیا اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے دھماکہ کی آواز سنی۔ اور کہا: ہائے میری قوم! تو اتنے میں ایک پتھر اسے آ لگا اور اسے قتل کر دیا(1)۔

امام ابن عدی اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالحلہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے میں نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو دیکھا، اسے پتھر میں بدل دیا گیا ہے اور اسے ہر مہینے کے شروع میں حیض آتا ہے(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں پر حملہ کیا اور انہیں ان کی بنیادوں سے ہلا دیا۔ پھر اپنے پر ان کے نیچے داخل کیے اور انہیں اپنے پروں کے اطراف پر ان میں موجود ہر شے کے ساتھ اٹھا لیا۔ پھر انہیں آسمان تک بلند لے گئے، یہاں تک کہ آسمان کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں۔ پھر انہیں الٹا کیا۔ ان میں سے جو سب سے پہلے نیچے گرے وہ ان کے بالا خانہ تھے اور کسی قوم کو وہ عذاب نہیں دیا گیا۔ جو انہیں دیا گیا پہلے اللہ تعالیٰ نے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 08-107، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر لوط بن ہاران علیہ السلام، جلد 50، صفحہ 27-326، دار الفکر بیروت

کی آنکھوں کو ضائع کیا۔ پھر ان کی بستیوں کو الٹا کیا اور پھر ان پر آگ سے پکے ہوئے پتھر برسائے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے اور زمین کو سات زمینوں سے اکھیڑا۔ پھر اسے اٹھایا یہاں تک کہ آسمان دنیا تک لے گئے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے زمین کی طرف پھینک دیا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں آئے اور اپنا ہاتھ بستی کے نیچے سے داخل کیا اور اسے اٹھالیا۔ حتی کہ آسمان دنیا کے مکینوں نے کتوں کے بھونکنے کی اور مرغوں کے اذان دینے کی آوازیں سنیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر گندھک اور آگ برسائی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قوم لوط کی بستی کو زمین کی جڑ سے اکھیڑا۔ پھر اسے اپنے پر کے ساتھ اٹھایا۔ یہاں تک کہ وہاں تک لے گئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس کی بلندی کو پستی میں کر دیا (یعنی اسے نیچے گرا دیا)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان بستیوں کی طرف بھیجا جنہیں الٹا دیا گیا۔ یہ قوم لوط کی بستیاں تھیں۔ تو آپ نے انہیں اپنے پر کے ساتھ اٹھالیا۔ پھر انہیں اوپر لے گئے۔ یہاں تک کہ آسمان کے مکینوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے اور ان کے مرغوں کی آوازیں سنیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان الٹائی جانے والی بستیوں کے اردگرد رہنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ اور وہ پانچ بستیاں تھیں: صنعہ، صفرۃ، عصرۃ، دوما اور سدوم اور یہی بڑی بستی تھی (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ تین بستیاں تھیں اور ان میں اتنی تعداد تھی جتنی اللہ تعالیٰ نے چاہی کہ کثرت ہو۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی تعداد چار لاکھ تھی۔ اور یہ سدوم بستی مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان تھی۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ آگ پر پکے ہوئے پتھر مٹی کے بنے ہوئے تھے اور مُّسَوَّمَةً کا معنی ہے (نشان زدہ ہونا) السوم سے مراد سرخی میں سفیدی کا ہونا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ فارسی میں اسے سنگ کہتے ہیں اور یہ ہر پتھر اور مٹی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور مُّسَوَّمَةً کا معنی ہے نشان لگایا ہوا۔

امام فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ حِجَارَةً

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 17-116، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 117 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 118

مِّنْ سِجِّيْلٍ فارسی میں حجارہ اسے کہتے ہیں جو ابتدا میں پتھر ہو اور آخر میں مٹی ہو۔ اور مُّسَوَّمَةً کا معنی ہے نشان زدہ ہوا (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ یہ عجمی کلمہ ہے اسے عربی بنایا گیا ہے۔ اس کا معنی سنگ وگل، یعنی پتھر اور مٹی۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایسا پتھر ہے جس میں مٹی بھی ہو۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر ہیں جو مٹی سے بنائے گئے ہوں۔ مَّنْضُوْدٍ کا معنی ہے لگاتار، پے درپے مُّسَوَّمَةً جسے خالص سرخ رنگ کا طوق پہنایا جائے۔ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ' ان کے بعد کوئی ظالم اس سے بری نہیں (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ مَّنْضُوْدٍ کا معنی ہے کہ وہ پتھر ایک دوسرے پر آ کر لگے (یعنی لگاتار برسے) اور مُّسَوَّمَةً ان پر سنہری لکیروں کے نشان لگائے گئے تھے (3)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حجارۃ مُّسَوَّمَةً جو زمین کے پتھروں کے ہمشکل نہ ہوں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ کا معنی ہے آسمان دنیا سے پتھر (برسائے گئے) اور آسمان دنیا کا نام سجیل ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ابن سابط سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ یہ فارسی کلمہ ہے (یعنی عربی نہیں)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے سوال کیا کیا قوم لوط میں سے کوئی بچا بھی تھا؟ فرمایا نہیں۔ مگر ایک آدمی چالیس دن تک باقی رہا۔ وہ مکہ میں تجارت کرتا تھا تو ایک پتھر آیا تاکہ اسے حرم پاک میں آ کر لگے۔ لیکن حرم پاک کے فرشتے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے پتھر کو کہا جہاں سے آیا ہے وہاں واپس لوٹ جا۔ کیونکہ یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے حرم میں ہے۔ چنانچہ وہ پتھر لوٹ گیا اور حرم سے باہر چالیس دن تک زمین و آسمان کے درمیان ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ وہ آدمی اپنی تجارت سے فارغ ہوا پس جب وہ حرم سے باہر نکلا تو وہ پتھر اسے آ کر لگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ یعنی یہ اس امت کے ظالموں سے دور نہیں (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ کے ساتھ قریش کو اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے کہ انہیں بھی وہ عذاب پہنچ سکتا ہے جو قوم لوط کو پہنچا (6)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ الظّٰلِمِيْنَ سے مراد عرب کے ظلم کرنے والے ہیں۔ اگر وہ ایمان نہ لائے تو انہیں بھی اسی طرح کا عذاب دیا جائے گا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 112، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 16-15-14-112
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 15-114
4۔ ایضاً، جلدی 12، صفحہ 113
5۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر لوط بن ہاران علیہ السلام، جلد 50، صفحہ 326، بیروت
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 16-115

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت یہ ذکر کیا ہے کہ جو ہم نے سنا ہے اس میں ہر ظالم ہے کہ اس کے مقابلے کے لیے پتھر بنایا گیا ہے جو انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے اس پر گرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ پس ظالموں کو خوب ڈرایا اور کہا وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ الظّٰلِمِيْنَ سے مراد اس امت کے ظالم ہیں۔ پھر کہتے ہیں: قسم بخدا! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی ظالم کو پناہ نہیں دی (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت محمد بن منکدر، یزید بن حفصہ اور صفوان بن سلیم رحمہم اللہ تمام سے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ انہوں نے عرب کے نواح میں ایک آدمی کو پایا جو اس طرح نکاح کرتا ہے جس طرح عورت نکاح کرتی ہے اور انہوں نے اس پر شواہد بھی قائم کر دیئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اس کے بارے مشاورت کی۔ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک یہ گناہ ہے۔ سوائے ایک امت کے کسی امت نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس ایک امت کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اسے تم جانتے ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے آگ کے ساتھ جلا دیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس پر اتفاق کر لیا کہ وہ اسے آگ کے ساتھ جلا دیں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ اسے آگ کے ساتھ جلا دے۔ پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور امارت میں انہیں جلایا۔ پھر ہشام بن عبد الملک نے بھی ایسے لوگوں کو جلانے کی سزا دی۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ربیعہ بن ابوعبد الرحمٰن الرائی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو عذاب دیا اور ان پر آگ پر پکے ہوئے پتھر برسائے پس تو یہ سزا ایسے لوگوں سے نہ اٹھا جو قوم لوط کے عمل جیسا عمل کریں۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 116، بیروت

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿٨٧﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿٨٨﴾

”اور اہل مدین کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے بغیر اور نہ کمی کیا کرو ناپ اور تول میں۔ میں دیکھتا ہوں تمہیں کہ تم خوش حال ہو اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر اس دن کا عذاب نہ آجائے جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔ اور اے میری قوم! پورا کیا کرو ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ اور نہ گھٹا کر دیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے جو بچ رہے اللہ تعالیٰ کے دیئے سے وہی بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان دار ہو۔ اور نہیں ہوں میں تم پر نگہبان۔ قوم نے کہا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں انہیں جن کی عبادت کیا کرتے تھے ہمارے باپ دادا یا نہ تصرف کریں اپنے مالوں میں جیسے ہم چاہیں (ازراہ تمسخر بولے) بس تم ہی ایک دانا (اور) نیک چلن رہ گئے ہو۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں روشن دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا بھی کی ہو مجھے اپنی جناب سے عمدہ روزی اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ خود تمہارے خلاف کرنے لگوں اس امر میں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں۔ (نیز) میں نہیں چاہتا ہوں مگر (تمہاری) اصلاح (اور درستی) جہاں تک میرا بس ہے۔ اور نہیں میرا راہ پانا مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں“۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس سے مراد اشیاء کی قیمتوں کا سستا ہونا ہے (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ تم چیزوں کی قیمتیں سستی ہونے کے سبب خوشحال ہو) اور اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد قیمتوں کا چڑھنا اور مہنگا ہونا ہے (یعنی میں ڈرتا ہوں تم پر اس دن سے جب کہ قیمتیں چڑھ جائیں اور بھاؤ مہنگا ہو جائے (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ بَقِيَّتُ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کا رزق ہے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 118، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 121

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارا حصہ تمہارے لیے بہتر ہے(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَقِيَّتُ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے(2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی وصیت تمہارے لیے بہتر ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رزق تمہارے لیے اس سے بہتر ہے جو تم لوگوں کا کم کرتے ہو۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ کا معنی ہے۔کیا تمہاری قرأت تمہیں حکم دیتی ہے(3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت احنف رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام تمام انبیاء سے زیادہ نمازیں پڑھتے تھے۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ نے يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ...... الآیہ کے تحت روایت کیا ہے آپ نے انہیں ان دنانیر اور دراہم کو کاٹنے سے منع کیا۔تو انہوں نے جواب دیا: بے شک یہ ہمارے مال ہیں۔ہم ان میں جو چاہیں گے کریں گے۔اگر ہم نے چاہا تو انہیں توڑ دیں گے۔اگر چاہا تو جلا دیں گے اور ہم نے چاہا تو انہیں پھینک دیں گے(4)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر دونوں نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو دراہم توڑنے کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔اسی کے بارے یہ ارشاد ہے اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔(5)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے اسی ارشاد کے تحت بیان کیا ہے یعنی اس سے مراد دراہم کو توڑنا ہے اور وہ زمین میں فساد برپا کرنا ہے(6)۔

امام عبد الرزاق، ابن سعد، ابن المنذر، ابوالشیخ اور عبد بن حمید رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں اشارہ دراہم ودنانیر اور ان مثاقیل کو توڑنے کی طرف ہے جو لوگوں کے درمیان رائج تھے اور انہوں نے اس سے زمین میں فساد برپا کیا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ربیعہ بن ہلال سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے درہم توڑنے پر سزا دی ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ کی قوم کے افراد کہا کرتے تھے کہ تو نہ تو حلیم (بردبار) ہے اور نہ ہی رشید (دانا) ہے۔تو وہ ازروئے تمسخر آپ کو کہا کرتے تھے اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ کہ بس تم ہی ایک دانا اور نیک چلن رہ گئے ہو۔

1۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 121، بیروت
2۔ایضاً
3۔ایضاً، جلد 12، صفحہ 123
4۔ایضاً
5۔ایضاً، جلد 2، صفحہ 122
6۔ایضاً

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آیت میں رِزْقًا حَسَنًا سے مراد رزق حلال ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ دونوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ کا مفہوم یہ ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ میں تمہیں ایک کام سے منع کروں اور اس کے ساتھ میں خود وہ کرنے لگوں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ایک عورت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اس نے کہا: کیا آپ مواصلہ (اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگانا) سے منع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: شاید آپ کی عورتوں میں سے بھی کوئی ہو۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے ایک عبد صالح (نیک بندے) کی وصیت کی حفاظت نہیں کی: وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ القشیری رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان کے بھائی مالک نے کہا: اے معاویہ! محمد نے میرے پڑوسی کو پکڑ لیا ہے تم اس کی طرف جاؤ۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ اس کی طرف گیا۔ تو اس نے کہا: میرے پڑوسی کو میرے لیے چھوڑ دے۔ حالانکہ وہ مسلمان تھے۔ تو اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہا سنو! قسم بخدا! لوگ یہ گمان کریں گے کہ تو ایک کام کا حکم دیتا ہے اور خود اس کے خلاف کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا: کیا انہوں نے اس طرح کیا ہے؟ اگر میں بھی وہی کروں تو وہی سزا مجھ پر ہے جو ان پر ہے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ اور کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ قیامت کے دن نصیحت کرنے والے سچے انسان کو بلایا جائے گا اور اس کے سر پر تاج شاہی رکھا جائے گا۔ پھر اسے جنت کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے اللہ! اس مقام قیامت میں کئی اقوام ہیں جو دنیا میں میری ان امور میں معاونت کرتی تھیں جو میں کیا کرتا تھا۔ فرمایا: تو ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا جس طرح اس کے ساتھ کیا گیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی گئی عزت و کرامت کے ساتھ ان کی قیادت کرتے ہوئے جنت کی طرف چلا جائے گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابواسحاق الفزاری رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے جب کبھی کسی امر کا ارادہ کیا اور اس وقت یہ آیت تلاوت کی تو اس طرح علی وجہ البصیرت مجھے اس کا یقین ہو گیا: اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ کا معنی ہے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (2)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کرلو۔ ”قُلْ رَبِّیَ اللّٰهُ

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 447، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 125، بیروت

ثُمَّ اسۡتَقِمۡ'' میں نے کہا۔ میرا رب اللہ ہے اور میرا راہ پانا نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ وَ مَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ اِلَیۡہِ اُنِیۡبُ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن! تجھے علم مبارک ہو۔ تحقیق تو علم سے خوب سیراب ہو گیا ہے اور تو نے اس کی پیاس خوب بجھالی ہے۔ ''قَالَ لِیَھۡنِكَ الۡعِلۡمُ اَبَا الۡحَسَنِ لَقَدۡ شَرِبۡتَ الۡعِلۡمَ شُرۡبًا وَ نَھِلۡتَهٗ نَھۡلًا'' اس روایت کی اسناد میں محمد بن یونس الکریمی ہے(1)۔

وَ یٰقَوۡمِ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شِقَاقِیۡۤ اَنۡ یُّصِیۡبَکُمۡ مِّثۡلُ مَاۤ اَصَابَ قَوۡمَ نُوۡحٍ اَوۡ قَوۡمَ ہُوۡدٍ اَوۡ قَوۡمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوۡمُ لُوۡطٍ مِّنۡکُمۡ بِبَعِیۡدٍ ﴿۸۹﴾ وَ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ رَحِیۡمٌ وَّدُوۡدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوۡا یٰشُعَیۡبُ مَا نَفۡقَہُ کَثِیۡرًا مِّمَّا تَقُوۡلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیۡنَا ضَعِیۡفًا ۚ وَ لَوۡ لَا رَہۡطُکَ لَرَجَمۡنٰکَ ۫ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡنَا بِعَزِیۡزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰقَوۡمِ اَرَہۡطِیۡۤ اَعَزُّ عَلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اتَّخَذۡتُمُوۡہُ وَرَآءَکُمۡ ظِہۡرِیًّا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطٌ ﴿۹۲﴾ وَ یٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ اِنِّیۡ عَامِلٌ ؕ سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ یَّاۡتِیۡہِ عَذَابٌ یُّخۡزِیۡہِ وَ مَنۡ ہُوَ کَاذِبٌ ؕ وَ ارۡتَقِبُوۡۤا اِنِّیۡ مَعَکُمۡ رَقِیۡبٌ ﴿۹۳﴾ وَ لَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا شُعَیۡبًا وَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ بِرَحۡمَۃٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَۃُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِہِمۡ جٰثِمِیۡنَ ﴿ۙ۹۴﴾ کَاَنۡ لَّمۡ یَغۡنَوۡا فِیۡہَا ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡیَنَ کَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ﴿۹۵﴾ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿ۙ۹۶﴾ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِہٖ فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ ۚ وَ مَاۤ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِیۡدٍ ﴿۹۷﴾

''اور میری قوم! ہرگز نہ اکسائے تمہیں میری عداوت (اللہ کی نافرمانی پر) مبادا پہنچے تمہیں بھی ایسا عذاب جو پہنچا تھا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو۔ اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف۔ بے شک میرا رب بڑا مہربان (اور) پیار کرنے والا ہے وہ بولے

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 2، صفحہ 65، مصر

اے شعیب! ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تو کہتا ہے اور بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تجھے کہ تو ہم میں بہت کمزور ہے۔ اور اگر تمہارے کنبہ کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں سنگسار کر دیا ہوتا اور نہیں ہو تم ہم پر غالب۔ آپ نے فرمایا: اے میری قوم! کیا میرا کنبہ زیادہ معزز ہے تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے اور تم نے ڈال دیا ہے اسے پس پشت۔ بے شک میرا رب جو عمل تم کرتے ہو (اس کو اپنے علم سے) احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم! تم عمل کیے جاؤ اپنی جگہ پر (اور) میں (اپنے طور پر) عمل پیرا ہوں۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر آتا ہے عذاب جو اسے رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے۔ اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں اور جب آ پہنچا ہمارا حکم (یعنی عذاب) تو ہم نے بچا لیا شعیب کو اور انہیں جو ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور آ لیا ظالموں کو خوف ناک کڑک نے۔ تو صبح کی انہوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے گویا کبھی وہ ان میں بسے ہی نہ تھے۔ سنو! ہلاکت ہو مدین کے لیے جیسے ہلاک ہو چکے تھے ثمود۔ اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور صریح غلبہ کے ساتھ۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے پیروی کی فرعون کے حکم کی اور فرعون کا حکم بالکل غلط تھا"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْٓ کا معنی ہے میرا افراق تمہیں نہ ابھارے (1)۔

امام ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ شِقَاقِیْٓ کا معنی ہے "عداوتی" یعنی میری عداوت۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت جویبر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! قوم نوح، عاد اور ثمود کو یاد کرو۔ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تو حضرت شعیب علیہ السلام تک ان کے بہت زیادہ قریب ہے۔ اور ان کی ہلاکت وتباہی کا زمانہ بھی ان کے بہت قریب ہے۔ وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ یعنی بے شک میرا رب اس کے لیے بڑا مہربان ہے جس نے گناہ سے توبہ کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کیا۔ "ودود" یعنی وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر اس کے لیے اپنے بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے۔ پس تم اس کی طرف لوٹ چلو۔ تو انہوں نے کہا اے شعیب! ہم ان میں سے بہت سی باتیں نہیں سمجھ سکتے جو تو کہتا ہے وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا اور بلاشبہ ہم تجھے دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں اندھا ہے۔ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ یعنی اگر تیرے اس خاندان کا لحاظ نہ ہوتا جس میں تو رہتا ہے۔ لَرَجَمْنٰكَ تو بالیقین ہم تجھے قتل کر دیتے۔ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ اور تو ہم پر غالب نہیں ہے۔ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ آپ نے فرمایا اے میری قوم! کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ معزز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ اللہ۔ تو آپ نے فرمایا پس تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے پس پشت ڈال دیا ہے۔ یعنی تم نے اس کے حکم کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 125، دار احیاء التراث العربی بیروت

چھوڑ دیا ہے اور اس کے نبی کو جھٹلایا ہے۔ مگر میرے رب کا علم تمہارا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شرک کے بعد ان کا سب سے بڑا گناہ کیل اور وزن (ناپ اور تول) میں کمی کرنا تھا اور لوگوں کی چیزوں کو گھٹا دینا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سے گناہ تھے جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔ پس حضرت شعیب علیہ السلام آئے اور آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا، ظلم سے روکا اور اس کے سوا جو تھا اسے چھوڑ دیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت خلف بن حوشب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ایک ایک جو کے سبب ہلاک ہوئی۔ وہ ساکن پیمانے کے ساتھ لیتے تھے اور ہلتے پیمانے کے ساتھ دیتے تھے (یعنی پورے ناپ تول کے ساتھ لیتے تھے اور کم ناپ تول کے ساتھ دیتے تھے)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ یٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ...... الآیہ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ میری عداوت تمہیں اس پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم گمراہی اور کفر میں سرکشی اختیار کرلو اور حدود سے بڑھ جاؤ ورنہ تمہیں وہی عذاب آپہنچے گا جو ان کو پہنچا۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک قوم نوح اور ثمود کے بعد قوم لوط کا زمانہ میری گفتگو کے زیادہ قریب ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابولیلیٰ کندی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر سے لوگوں پر اوپر سے جھانک کر دیکھا اس حال میں کہ وہ آپ کا گھیراؤ کیے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: وَ یٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ اے میری قوم! مجھے قتل نہ کرو۔ بلاشبہ اگر تم نے مجھے قتل کیا تو تمہارے ساتھ بھی اسی طرح ہوگا اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے ان کا جال بنایا۔

امام ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اندھے تھے اور آپ کی بینائی اللہ تعالیٰ کی محبت میں کثرت سے رونے کے سبب جاتی رہی(3)۔

امام واحدی اور ابن عساکر نے حضرت شداد بن اوس رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بینائی جاتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر بصارت لوٹا دی اور آپ کی طرف وحی فرمائی: اے شعیب! یہ رونا کیسا ہے کیا جنت کے شوق میں یا آتش جہنم کے خوف سے؟ تو آپ نے عرض کی: نہیں۔ بلکہ میں نے تو تیری محبت اپنے دل میں پختہ کر رکھی ہے۔ پس جب میں تجھے دیکھ لوں گا تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ تو میرے ساتھ کیا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے شعیب! اگر یہ حق ہے تو تجھے میری

1۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر شعیب بن یویب علیہ السلام، جلد 23، صفحہ 71-70، دارالفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 126، بیروت 3۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر شعیب بن یویب علیہ السلام، جلد 23، صفحہ 72، دارالفکر بیروت

ملاقات مبارک ہوا ے شعیب! اسی لیے میں نے تیری خدمت کے لیے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مقرر کیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے خطیب اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔ کہ آیت میں ضَعِیۡفًا سے مراد یہ ہے کہ آپ کی بصارت کمزور ہے (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: آیت میں ضَعِیۡفًا سے مراد اندھا ہے۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء علیہم السلام بھی کہا جاتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیۡنَا ضَعِیۡفًا کا مفہوم ہے کہ بلاشبہ تم تنہا اور اکیلے ہو کوئی تمہارا ہمنوا نہیں اس لیے ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ لَوۡ لَا رَهۡطُكَ لَرَجَمۡنٰكَ کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر ہم تیری قوم اور تیرے کنبے کا لحاظ نہ کرتے تو تجھے سنگسار کر دیتے۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر حضرت لوط علیہ السلام کے لیے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کے اصحاب کی مثل ہوتے تو وہ یقیناً ان کی معاونت سے اپنی قوم سے جہاد کرتے (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں یہ آیت تلاوت فرمائی وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیۡنَا ضَعِیۡفًا اور فرمایا: آپ اندھے تھے۔ پس انہوں نے آپ کی نسبت ضعف کی طرف کی ہے۔ وَ لَوۡ لَا رَهۡطُكَ لَرَجَمۡنٰكَ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الہٰ نہیں! وہ اپنے رب کے جلال سے نہ ڈرے۔ بلکہ وہ صرف کنبے سے ڈرے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَ اتَّخَذۡتُمُوۡهُ وَرَآءَكُمۡ ظِهۡرِیًّا کا مفہوم ہے کہ تم نے اس کے حکم کو پھینک دیا ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اسی کے بارے میں حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تم اس سے ڈرتے نہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ تم نے اسے اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا ہے اور تم نے اس کی اطاعت نہیں کی اور نہ تم اس سے ڈرے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے تم نے اس کے بارے میں سستی کی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت کہا ہے کہ الظھری کا معنی فالتو ہے۔ مثلاً ساربان کو اپنے ساتھ ایک فالتو اونٹ کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس پر کوئی شے نہیں لادتا مگر جب کہ اسے اس کی

1۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر شعیب بن بویب علیہ السلام، جلد 23، صفحہ 73، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 60-359، دار الصمیعی الریاض 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 129

ضرورت پڑے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک تمہارا رب تمہارے نزدیک اسی طرح ہے اگر تمہیں اس کی ضرورت ہو اور اگر تمہیں ضرورت نہ ہو تو پھر وہ کوئی شے نہیں ہے (الظهری کا معنی ہوتا ہے ضرورت کے لیے تیار رکھا ہوا اونٹ)

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

''وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہو گا روز قیامت اور لا ڈالے گا انہیں آتش (جہنم) میں، بہت بری داخل ہونے کی جگہ ہے جہاں انہیں داخل کیا جائے گا اور ان پر بھیجی جاتی رہے گی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن بھی۔ بہت برا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی اس نے انہیں گمراہ کیا اور انہیں آتش جہنم میں ڈال دیا (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ فرعون اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا یہاں تک کہ وہ انہیں آتش جہنم پر لے آئے گا (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ میں اور دُالْمَوْرُوْدُ سے ہے اور اس کا معنی دخول (داخل ہونا) ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں چار مقامات پر الْمَوْرُوْدُ کا ذکر ہے۔ ایک سورۃ ہود میں فرمایا وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ دوسرا سورۂ مریم میں وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم: 71) اور اسی میں تیسرا بھی ہے وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ (مریم) اور چوتھا سورۃ الانبیاء میں ہے: حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ (الانبیاء: 98) تمام مقام پر یہ لفظ دخول (داخل ہونا) کے معنی میں ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ان پر اس دنیا میں پے در پے لعنت بھیجی جاتی رہی اور قیامت کے دن ان پر ایک دوسری لعنت کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ پس یہ دو لعنتیں ہیں اور بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ لعنت کے بعد لعنت بہت بری ہے (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ کی وضاحت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا۔ کہ اس سے مراد دنیا اور آخرت کی لعنت ہے (یعنی یہ بہت برا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا) (6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 132، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 131 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 132
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 132 5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 33-132 6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 133

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کہ فرعون کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اس کی زبان سے فرعون پر لعنت کی گئی اور قیامت کے دن ایک دوسری لعنت آتش جہنم میں مزید ہوگی۔

امام ابن الانباری نے الوقف والا بتداء میں اور طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا: کہ مجھے بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ کا مفہوم بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: لعنت کے بعد لعنت (یعنی پے درپے لعنت) انہوں نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آگاہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے نابغہ بنی ذبیان کو نہیں سنا وہ کہتا ہے:

لَا تَقْذِفَنَّ بِرُكْنٍ لَا كِفَاءَ لَهُ وَاِنْ تَأَثَّفَكَ الْاَعْدَاءُ بِالرِّفْدِ

"تو ایسے لشکر کی طرف مت پیش قدمی کر جس کا کوئی مددگار نہ ہو اور بے شک کبھی دشمنوں کو لعنت سے بھی ختم کر دیا جاتا ہے"۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّ حَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

"یہ ان بستیوں کی بعض خبریں ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں آپ سے ان میں سے کچھ ہیں اور کچھ کٹ گئی ہیں"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ مِنْهَا قَآىِٕمٌ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو آباد ہیں۔ اور "حصید" سے مراد وہ بستیاں ہیں جو تباہ ہوگئی ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمائی۔ "قائما" جن کی جگہ اور مکان دکھائی دیتا ہے۔ وَّ حَصِيْدٌ جن کا کوئی اثر اور نشان نہیں دکھائی دیتا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ (مریم) (کیا محسوس کرتے ہو ان میں سے کسی کو یا سنتے ہو ان کی کوئی آہٹ)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس طرح بیان کیا ہے مِنْهَا قَآىِٕمٌ ان میں سے کچھ اپنی جگہوں پر قائم ہیں وَّ حَصِيْدٌ اور کچھ زمین سے ملادی گئی ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّ حَصِيْدٌ میں حَصِيْدٌ وہ ہے جو کھنڈر بن جائے اور تباہ ہو جائے۔

وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ﴿۱۰۱﴾

"اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر بلکہ انہوں نے خود زیادتی کی تھی اپنی جانوں پر پس نہ فائدہ پہنچایا انہیں ان کے (جھوٹے) خداؤں نے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ بھی جب آ گیا حکم آپ کے رب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 134، دار احیاء التراث العربی بیروت

کا۔ان دیوتاؤں نے فقط ان کی بربادی میں ہی اضافہ کیا"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت فضل بن مروان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَمَاظَلَمْنٰهُمْ کا معنی ہے، ہم ظلم کرنے سے غنی ہیں (یعنی ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوعاصم رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ کا معنی ہے کہ ان کے جھوٹے خداؤں نے انہیں کوئی نفع نہیں دیا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَمَازَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ کا معنی ہے کہ ان جھوٹے خداؤں نے انہیں نقصان پہنچانے کے سوا کچھ اضافہ نہیں کیا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے۔ کہ تَتْبِيْبٍ کا معنی تخسیر (نقصان پہنچانا) ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ تَتْبِيْبٍ کا معنی ہلاکت اور بربادی ہے۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا وَمَازَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ کا معنی ہے کہ انہوں نے ان کے لیے سوائے شر کے اور کچھ اضافہ نہیں کیا اور یہ آیت پڑھی تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ (اللہب) اور فرمایا التب کا معنی خسران (خسارہ اور نقصان) ہے" والتتبیب "یعنی انہوں نے خسارے کے سوا ان میں اضافہ نہیں کیا۔ پھر یہ آیت پڑھی وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝ (فاطر)" اور نہ اضافہ کرے گا کفار کے لیے ان کا کفر بجز گھاٹے (اور خسران) کے"۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا: مجھے اس ارشاد کی وضاحت بتایئے۔ وَمَازَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے۔ غیر تخسی۔ یعنی سوائے خسارے اور نقصان کے انہوں نے ان کے لیے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ تو اس نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آشنا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے بشر بن ابی حازم شاعر کو نہیں سنا ہے؟ وہ کہتے ہے:

هُمْ جَدَعُوا الْاَنُوْفَ فَاَرْعَبُوْهَا وَهُمْ تَرَكُوْا بَنِيْ سَعْدٍ تَبَابَا

"انہوں نے ناکیں کاٹ دیں اور انہیں خوب خوف زدہ کیا اور انہوں نے بنی سعد کو انتہائی خسارے میں چھوڑا"۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝

"اور یونہی گرفت ہوتی ہے آپ کے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو درآنحالیکہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک (اور) سخت ہوتی ہے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 135، بیروت 2۔ ایضاً

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہی مذکورہ آیت پڑھی (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو عمران جونی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طویل مہلت تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کرے اور نہ ہی حسین طلب (تمہیں دھوکے میں ڈالے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہے۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں بغیر واؤ کے اس طرح ہے وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس طرح قرأت کی وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے اس قول میں اپنی سطوت اور رعب و دبدبہ سے ڈرایا ہے: وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔ (2)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾

"بے شک ان واقعات میں (عبرت کی) نشانی ہے اس کے لیے جو ڈرتا ہے عذاب آخرت سے۔ یہ وہ دن ہے جس دن اکٹھے کیے جائیں گے سب لوگ اور یہ وہ دن ہے جب سب کو حاضر کیا جائے گا اور ہم نے نہیں مؤخر کیا ہے اسے مگر ایک مقررہ مدت تک جو گنی ہوئی ہے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ کی تفسیر میں کہتے ہیں بے شک ہم ان کے لیے ان چیزوں کے وعدے پورے کریں گے جو ہم نے آخرت میں کیے ہیں جیسا کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کے لیے یہ وعدہ پورا فرمایا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں گے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ سے مراد قیامت کا دن ہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے وہ قیامت کا دن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 136، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 137 4۔ ایضاً

ہے، اس میں ساری کی ساری مخلوق جمع ہوگی اور زمین و آسمان کے رہنے والے سب کے سب حاضر ہوں گے (1)۔

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾

''جب وہ دن آئے گا تو (اس کی ہیبت سے) کوئی شخص نہیں بول سکے گا بجز اس کی اجازت کے، بعض ان میں سے بدنصیب ہوں گے اور بعض خوش نصیب''۔

امام ابوالشیخ نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے يَوْمَ يَأْتِ کے قول میں کہا ہے۔ ذالك اليوم یعنی اس دن۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کا کلام سریانی زبان میں ہوگا۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت عمر بن ذر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس طرح قرات کی يَوْمَ يا تون لا تكلم منهم دابة إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم جو عمل کرتے ہیں وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے فیصلہ کیا جاچکا ہے یا ان میں سے جن کے بارے فیصلہ نہیں ہوا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ ان میں سے جن کے بارے فیصلہ ہو چکا ہے اور ان کے لیے قلمیں چل چکی ہیں۔ اے عمر! لیکن ہر ایک کو اسی عمل کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا جاتا ہے (2)۔

فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٠٧﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ﴿١٠٨﴾

''سو وہ جو بدنصیب ہیں وہ آگ میں ہوں گے، ان کے (مقدر میں) وہاں چیخنا اور چلانا ہوگا وہ دوزخ میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جتنا چاہے آپ کا پروردگار۔ بے شک آپ کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہ جو خوش نصیب ہیں تو وہ (نعیم) جنت میں ہوں گے ہمیشہ رہیں گے اس میں جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جتنا چاہے آپ کا رب۔ یہ وہ عطا ہے جو ختم نہیں ہوگی''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو مخفی آیات میں سے ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ اور دوسری یہ آیت يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 138، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 140

مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا (المائدہ: 109) ''جس دن جمع کرے اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو پھر پوچھے گا (ان سے) کیا جواب ملا تمہیں؟ عرض کریں گے کوئی علم نہیں ہمیں''۔

رہا یہ قول فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ تو ان سے مراد اس قبلہ والوں میں سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کے بدلے انہیں جتنا چاہے گا آتش جہنم کا عذاب دے گا پھر ان کے لیے شفاعت کی اجازت فرمائے گا، اور مومنین ان کے لیے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے نکال لے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمادے گا۔ پس جس وقت انہیں جہنم میں عذاب دیا ان کا نام اشقیاء (بدبخت) رکھا۔

اور فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اذن شفاعت دیا، انہیں جہنم سے نکالا اور انہیں جنت میں داخل کیا حالانکہ وہ وہ تھے اور وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا یعنی جو خوش نصیب ہیں اس بدبختی کے بعد جس میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ یعنی وہ لوگ جو جہنم میں تھے (اب وہ ہمیشہ نعیم جنت میں رہیں گے)۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا اور کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قوم آتش جہنم سے نکلے گی اور ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسا کہ اہل حروراء نے کہا(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا۔ الیٰ قولہ۔ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہتا کہ وہ ایسے لوگوں کو جہنم سے نکالے جو بدبخت ہیں اور انہیں جنت میں داخل کردے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ دونوں نے حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ کے ضمن میں کہا۔ کہ یہ آیت اہل قبلہ کی توحید کے بارے ہے(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ الا ما اہل قبلہ کی استثناء ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن ضریس، ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری یا ابوسعید خدری یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کسی آدمی سے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کے تحت یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت سارے قرآن پر فیصلہ کن انداز میں صادق آتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جہاں بھی قرآن کریم میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہے یہ اس پر صادق آتی ہے(3)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت پر سارا قرآن ختم ہوجاتا ہے اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 140، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 141 3۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا الآیہ کے تحت انہوں نے کہا: یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہیں جہنم سے نکالا جائے گا اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ وہ فرماتے ہیں وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ فرماتے ہیں مگر جب تک (تیرے رب نے چاہا) انہیں جہنم میں ٹھہرایا گیا۔ یہاں تک کہ بالآخر انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا (1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سنان سے یہ قول بیان کیا ہے اہل توحید کے بارے میں استثنیٰ کی پھر فرمایا عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ کے ضمن میں آپ نے فرمایا: ہر جنت کے لیے آسمان بھی ہے اور زمین بھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی نقل کیا ہے کہ جب تک جنت کا آسمان اور اس کی زمین قائم ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کے ضمن میں فرمایا: کہ اس آسمان کے علاوہ اور آسمان اور اس زمین کے سوا اور زمین بدل جائے گی (اور اس آیت میں مراد یہ ہے) کہ جب تک وہ آسمان اور وہ زمین قائم رہے گی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو پکڑ لے گا اور انہیں ہر قسم کے قذر اور میل کچیل سے پاک فرمائے گا۔ پھر انہیں سفید نورانی زمین بنا دے گا جس کا نور چمکتا رہے گا اور انہیں جنت کی زمین بنا دے گا آج کے آسمان اور زمین جنت میں اس طرح ہوں گے جسے دنیا میں جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کا عرش بنائے گا اور ان پر جنت رکھ دے گا اور جنت آج زعفرانی زمین پر عرش کی دائیں جانب ہے اور اہل شرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جب تک جنت کے لیے زمین قائم ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے البعث والنشور میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ کے تحت فرمایا: تحقیق تیرے رب نے چاہا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا۔ الآیہ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت کا حکم آیا اور اسے منسوخ کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾ (النساء) الی آخر الآیہ "بے شک جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا۔ نہیں اللہ تعالیٰ کہ بخش دے انہیں اور نہ یہ کہ دکھائے انہیں (سیدھی) راہ"۔

پس اس سے اہل جہنم کی یہ آرزو ختم ہوگئی کہ انہیں جہنم سے نکالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہیشگی اور خلود فی الجہنم کو واجب کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا۔ الآیہ کے بارے کہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر ہوا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 143، بیروت

جس نے اسے منسوخ کردیا اور مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ (النساء :122) الی قولہ ” ظلا ظلیلا“ اوران کے لیے ہمیشہ جنت میں رہنا ثابت کردیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ کے تحت کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے حکم کی استثناء کی ہے کہ وہ انہیں کھائے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر اہل جہنم آتش جہنم میں اتنا عرصہ بھی ٹھہرے رہے جتنے عالج کی ریت کے ذرات ہیں تو یقیناً ان پر وہاں ایک دن آئے گا جس میں انہیں نکال دیا جائے گا۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جہنم پر ایک دن آئے گا کہ اس میں کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی: فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا...... الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی آیت بھی اہل جہنم کے لیے امید افزا نہیں ہے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمین وآسمان پر یقیناً ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے دروازے چرچرا کر پھٹ جائیں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جہنم دارین میں سے جلدی آباد ہونے والا ہے اور جلدی ہی خراب ہونے والا ہے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ کے تحت بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے بارے بہتر جانتا ہے جس پر وہ واقع ہوگی۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے خبر دی جو اس نے اہل جنت کے لیے چاہا اور فرمایا عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ اور اس نے اس کے بارے خبر نہیں دی جو وہ اہل جہنم کے لیے چاہے گا (3)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ جب ان سے قرآن کریم میں سے کسی شے کے متعلق سوال کیا جاتا؟ تو فرماتے تحقیق اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ کردیا جس کا اس نے ارادہ فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ کی تفسیر میں کہا ہے کہ زفیر سے مراد وہ سخت آواز ہے جو حلق میں ہوتی ہے اور شَهِیْقٌ سے مراد وہ ضعیف آواز ہے جو سینے میں ہوتی ہے اور غَیْرَ مَجْذُوْذٍ کا معنی ہے غیر مقطوع۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں غیر منقطع۔ دونوں کا مفہوم ہے۔ نہ کٹنے والا، نہ ختم ہونے والا (یعنی ایسی عطا ہے جو نہ کٹے گی نہ ختم ہوگی) (4)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 142، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 139,45

سے کہا: کہ مجھے قول باری تعالیٰ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ کے بارے بتایئے۔ زَفِيرٌ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زَفِيرٌ سے مراد ایسی آواز ہے جو گدھے کی آواز کی طرح ہو۔ اس کے بارے اوس بن حجر نے کہا ہے:

وَلَا عُذْرَ اِنْ لَاقَيْتَ اَسْمَاءَ بَعْدَهَا فَيَغْشَى عَلَيْنَا اِنْ فَعَلْتَ وَتُعَذَّرُ

فَيُخْبِرُهَا اَنْ رُبَّ يَوْمٍ وَقَفْتَهُ عَلَى هَضَبَاتِ السَّفْحِ تَبْكِي وَتَزْفِرُ

''کوئی مانع نہیں اگر تو اس کے بعد اپنے معبودوں سے جا کر ملے۔ اگر تو ایسا کرے اور معذرت پیش کرے تو وہ ہم پر غالب آجائے گی''۔

''اور وہ اسے خبر دے گی کہ کئی دن تک تو خون بہانے کے ٹیلوں پر ہچکیاں باندھ کر روتے ہوئے ٹھہرا رہا''۔

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

''تو (اے سننے والے!) نہ ہو جا تو شک میں ان کے متعلق جن کی یہ پوجا کرتے ہیں۔ وہ نہیں پوجتے مگر ایسے ہی جیسے پوجتے تھے ان کے باپ دادا اس سے پہلے۔ اور ہم یقیناً پورا پورا دینے والے ہیں انہیں ان کا حصہ جس میں ذرا کمی نہیں ہوگی اور بے شک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب پھر اختلاف کیا جانے لگا اس میں اور اگر ایک بات پہلے طے نہ کر دی گئی ہوتی آپ کے پروردگار کی جانب سے تو فیصلہ کر دیا گیا ہوتا ان کے درمیان۔ اور بے شک وہ ایسے شبہ میں ہیں اس کے متعلق جو بے چین کر دینے والا ہے اور یقیناً ان سب (اختلاف کرنے والوں) کو پورا پورا بدلہ دے گا انہیں آپ کا رب ان کے کرتوتوں کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو کام وہ کرتے ہیں ان سے خوب آگاہ ہے''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ کیونکہ یقین کے بعد معافاۃ سے افضل کوئی شے کسی کو نہیں دی گئی اور تم شک سے بچو۔ کیونکہ کفر کے بعد شک سے زیادہ شر پھیلانے والی کوئی شے کسی کو نہیں دی گئی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی جو ان کے لیے خیر و شر میں سے

مقدر کیا گیا ہے (ہم یقیناً انہیں ان کا حصہ پورا پورا دینے والے ہیں اس میں ذرا کمی نہیں ہوگی)(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ہم یقیناً عذاب میں ان کا حصہ انہیں پورا پورا دینے والے ہیں۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابوالعالیہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ہم رزق میں سے ان کا حصہ انہیں پورا پورا دینے والے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر بندے کو پورا پورا رزق عطا فرماتا ہے جو اس نے اس کے لیے لکھ دیا ہے۔ پس طلب میں حسن و جمال پیدا کرو جو چیزیں اس نے حرام کردی ہیں انہیں چھوڑ دو اور جو حلال قرار دی ہیں انہیں لے لو۔

فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

”پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے حکم دیا گیا ہے آپ کو اور وہ بھی (ثابت قدم رہیں) جو تائب ہو کر آپ کے ہمراہ ہیں اور سرکشی نہ کرو۔ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔ اور مت جھکو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ چھوئے گی تمہیں بھی آگ اور (اس وقت) نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی“۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ.....الآیہ۔ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اس کے حکم پر ثابت قدم رہیں اور اس کی نعمت کے بارے میں سرکشی نہ کریں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ قرآن پر ثابت قدم رہیے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ تو فرمایا (کام کے لیے) تیار ہو جاؤ تیار ہو جاؤ تو کوئی بھی ہنستا ہوا نہ دکھائی دیا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ سے مراد ہے جو ایمان لائے۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے علاء بن عبداللہ بن بدر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ وہ لوگ مراد لیے ہیں جو ان کے بعد آئیں گے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: لَا تَطْغَوْا کا معنی ہے تم ظلم نہ کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طغیان سے مراد اس کے حکم کے خلاف

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 146، بیروت

کرنا اور اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرنا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں شرک کی طرف جھکنا مراد ہے۔ (یعنی تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے شرک کیا) (1)

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وَ لَا تَرْكَنُوْۤا کا معنی ہے تم نہ جھکو (2)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے آپ سے ہی یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم نہ جاؤ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا۔ یعنی یہ کہ تم ان کی اطاعت کرنے لگو یا ان سے محبت کرنے لگو یا انہیں ادب سکھانے لگو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا۔ یعنی تم ان کے اعمال پر راضی اور خوش نہ ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دو خصلتیں ہیں جب کسی بندے میں ان دونوں کی اصلاح ہو جائے تو اس کے حکم میں سے جو ان کے علاوہ ہیں وہ بذات خود درست ہو جاتی ہیں اور وہ ہیں نعمت اور خوش حالی میں سرکشی کرنا اور ظلم کی طرف جھکنا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

"اور قائم کیجئے نماز دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات کے حصوں میں۔ بے شک نیکیاں مٹا دیتی ہیں برائیوں کو۔ یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے اور آپ صبر کیجئے بلا شبہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکوں کے اجر کو"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ میں مغرب اور صبح کی نمازیں مراد ہیں اور وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ سے مراد عشا کی نماز ہے (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ میں فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ اور وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ کے بارے فرمایا کہ مغرب اور عشا کی دونوں نمازیں رات کے حصہ میں ہیں۔ فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "هُمَا زُلْفَتَا اللَّيْلِ" (یہ دونوں رات کے دو حصوں میں ہیں) (4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 151، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 152
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 55-153
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 156

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد فجر کی نماز اور عشاء کی دو نمازیں ہیں یعنی ظہر اور عصر کی نمازیں اور وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کا ذکر ہے (1)۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مراد ساعة بعد ساعة یعنی ایک ساعت کے بعد دوسری ساعت میں۔ تو اس سے مراد آخری عشاء کی نماز ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ فرماتے عشاء میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ پھر آپ یہ آیت پڑھتے وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ۔ (2)

امام ابن جریر، محمد بن نصر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ میں حسنات سے مراد پانچ وقت کی نمازیں ہیں (3)۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، محمد بن نصر، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اَلْحَسَنٰتِ سے مراد پانچ وقت کی نمازیں ہیں اور ''وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ'' (الکہف: 46) سے مراد بھی پانچ نمازیں ہیں (4)۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں باغ میں عورت سے ملا پس میں نے اسے اپنے سے ملایا، اسے بوسہ دیا، میں نے اس سے مباشرت کی اور میں نے اس کے ساتھ کچھ کیا مگر اس سے جماع نہیں کیا؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ اس کے لیے خاص ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے (5)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عورت کو بوسہ دیا پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ گویا کہ وہ اس کا کفارہ پوچھ رہا ہے؟ تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی گئی تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ میرے لیے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت کے ہر اس فرد کے لیے ہے جس نے ایسا عمل کیا (6)۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 201، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 366، دارالصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 158، بیروت
4۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 201
5۔ الاحسان فی تقریب صحیح، ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس جلد 5، صفحہ 20، بیروت
6۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 5، صفحہ 272، دارالحدیث قاہرہ

امام عبدالرزاق، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ہناد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضرہ ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے باغ میں عورت کو پایا تو میں نے اس کے ساتھ سب کچھ کیا مگر یہ کہ میں نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ میں نے اسے بوسہ دیا اور اسے اپنے (جسم سے) ملایا اور اس کے سوا میں نے کچھ نہیں کیا۔ پس آپ جو چاہیں میرے ساتھ کریں۔ تو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کچھ نہیں کہا۔ وہ آدمی چلا گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈالتا اگر یہ اپنے آپ پر پردہ ڈالتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھ اٹھا کر اس آدمی کا پیچھا کیا اور فرمایا: اسے میری طرف لوٹا لاؤ۔ چنانچہ وہ اسے واپس لے آئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ صرف اس کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے (1)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے بزار، ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابوالیسر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لیے میرے پاس آئی۔ تو میں نے اسے کہا: بے شک گھر میں اس سے اچھی کھجوریں موجود ہیں۔ پس وہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ تو میں نے اسے گرالیا اور اس کا بوسہ لیا۔ پھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: اس پر پردہ ڈال اور توبہ کر۔ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کو اس کے بارے بتایا تو آپ نے بھی کہا: اپنے اس فعل پر پردہ ڈال، توبہ کر اور اس کے بارے کسی کو نہ بتا۔ لیکن میں نے صبر نہ کیا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے ایسے عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کا نائب اور اس کا قائم مقام بنایا گیا ہے؟ یہاں تک کہ اس نے یہ آرزو کی کہ وہ اسلام نہ لایا ہوتا مگر اسی ساعت۔ یہاں تک کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طویل وقت تک سر جھکائے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ ابوالیسر نے کہا: پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مجھے پڑھ کر سنائی۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ اس کے ساتھ خاص ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے (2)۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر ایک بار یا دو بار اللہ تعالیٰ کی جانب سے حد قائم کیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اعراض فرمالیا پھر نماز کھڑی ہوگئی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: وہ آدمی کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں یہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے مکمل وضو کیا ہے اور ابھی ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تو اپنے گناہ سے اس طرح پاک ہو گیا ہے جیسا کہ تیری ماں نے تجھے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 160، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 5، صفحہ 73-272، قاہرہ

جنم دیا تھا (تو تو گناہوں سے صاف تھا) پس دوبارہ گناہ نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ...... الآیہ (1)۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابوالشیخ، دار قطنی، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی: آپ کیا رائے رکھتے ہیں اس آدمی کے بارے میں جو ایک ایسی عورت سے ملا جسے وہ پہچانتا نہیں اور وہ آدمی جو کچھ اپنی بیوی سے کرتا ہے وہی کچھ اس نے اس عورت کے ساتھ کیا مگر یہ کہ اس نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ...... الآیہ۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے اسے فرمایا: خوب اچھے طریقے سے وضو کر، پھر کھڑا ہو اور نماز پڑھ۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا تمام مومنین کے لیے عام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تمام مومنین کے لیے عام ہے (2)۔

امام احمد، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: ایک عورت آئی وہ مجھ سے خرید و فروخت کرنا چاہتی تھی۔ پس میں اسے (گھر کے) اندر لے گیا اور جماع کے سوا میں نے اس کے ساتھ دوسرے افعال کیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: شاید وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھر سے نکلی ہوئی تھی؟ اس نے جواب دیا: میں ایسا ہی گمان کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اندر آ جا پس وہ داخل ہو گیا۔ تو قرآن کریم کی مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس آدمی نے کہا: کیا یہ صرف میرے لیے ہے یا عام مومنین کے لیے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: نہیں، نعمت معین اور مخصوص فرد کے لیے نہیں بلکہ مومنین کے لیے عام ہے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ ہنسے اور فرمایا: عمر نے سچ کہا ہے، یہ مومنین کے لیے عام ہے (3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور عرض کی: میں نے ایک عورت کو اس کے نفس کے بغیر پایا (یعنی میں نے جماع کے سوا اس کے ساتھ اور افعال کیے) تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی)

امام بزار، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی ایک عورت سے محبت کرتا تھا۔ تو اس نے کسی کام کے لیے حضور نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے اسے اجازت عطا فرما دی اور وہ بارش والے دن میں ہی چلا گیا۔ تو اچانک اس کی نظر ایک عورت پر پڑی جو پانی کے تالاب پر غسل کر رہی تھی۔ پس جب وہ عورت پر مرد کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھا اور اس کا ذکر حرکت کرنے لگا گویا کہ وہ کپڑے کا پھندنا (جھالر) ہے۔ تو اس پر اسے خود ندامت اور شرمندگی ہوئی۔ پھر وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور یہ واقعہ ذکر کیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 162، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 245، دار صادر بیروت

تو حضور نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: چار رکعت نماز پڑھ۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک عورت ایک آدمی کے پاس آئی اور وہ مدینہ طیبہ میں کھجوریں بیچتا تھا۔ وہ عورت انتہائی حسین وجمیل تھی۔ جب اس کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اسے انتہائی تعجب اور حیرت میں ڈال دیا۔ اس نے کہا میں مناسب خیال نہیں کرتا جو کھجوریں یہاں میرے پاس ہیں وہ تیرے لیے کوئی زیادہ پسندیدہ ہوں۔ البتہ گھر میں تیری ضرورت کے مطابق ہیں۔ سو وہ اس کے ساتھ چل پڑی۔ یہاں تک کہ جب وہ گھر میں داخل ہو چکی تو اس نے اسے اپنے نفس پر قدرت دینے کو کہا: تو اس نے انکار کر دیا اور اسے قسمیں دینے لگی پس اس نے اس کی شرم گاہ سے استمتاع کے بغیر دیگر حرکات اس کے ساتھ کیں۔ وہ آدمی چلا گیا لیکن اپنے کیے پر خوب نادم ہوا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ کو اس سے آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پر تجھے کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: شیطان نے۔ تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔ اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ راوی کہتے ہیں کہ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ میں صبح، ظہر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا لوگوں کے لیے عام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک عورت ایسے انسان کے پاس آئی جو آٹا بیچتا تھا تا کہ وہ اس سے آٹا خریدے۔ تو وہ اسے کمرے میں لے گیا۔ جب خلوت میں پہنچا تو اسے بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ میں ہی فارغ ہو گیا۔ پھر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: تو غور کر کہیں وہ جہاد کرنے والے آدمی کی بیوی نہ ہو۔ پس اس دوران کہ وہ ابھی اسی حالت میں تھے اس کے بارے مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضرت عطاء سے پوچھا گیا کیا: یہ فرض نماز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابراہیم نخعی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فلاں بن مقیب انصار کا آدمی آیا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں ایک عورت پر داخل ہوا اور میں نے اس سے وہ سب کچھ پایا جو ایک آدمی اپنی بیوی سے پاتا ہے۔ مگر یہ کہ میں نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ کو ابھی تک علم نہیں تھا کہ آپ اسے کیا جواب دیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عورت کے پچھلے حصہ پر ضرب لگائی (یعنی ہاتھ مارا) پھر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا اور اس کے کفارہ کے بارے دونوں سے پوچھا۔ تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا: میں نہیں جانتا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا تو آپ نے بھی فرمایا: میں نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 164، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 161 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 163

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن رومان سے بیان کیا ہے کہ بنی تمیم کے ایک آدمی کے پاس ایک عورت آئی۔ تو اس نے اسے بوسہ دیا اور اس کی دبر پر ہاتھ رکھا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ الیٰ قولہ۔ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ پس وہ آدمی جس نے اس عورت کا بوسہ لیا تھا وہ ہمیشہ نصیحت حاصل کرتا رہا۔ اسی لیے یہ ارشاد ہے ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ۔ (1)

امام عبدالرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت یحییٰ بن جعدہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی یہ ارادہ لے کر آیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو بارش کی بشارت دے۔ تو اس نے ایک تالاب پر عورت کو بیٹھے ہوئے پایا۔ پس اس نے اس کے سینے کو پیچھے دھکیل دیا اور اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ تو اس کا عضو تناسل کپڑے کے پھندے کی طرح ہو گیا (یعنی وہ وطی پر قادر نہ ہو سکا)۔ اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور جو کچھ کیا تھا آپ کو آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اپنے رب سے استغفار کر اور چار رکعتیں نماز پڑھ۔ اور آپ نے اس پر مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (2)۔

امام طیالسی، احمد، دارمی، ابن جریر، طبرانی، بغوی نے معجم میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑی اور اسے ہلایا۔ یہاں تک کہ اس کے پتے گرنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک مسلمان جب وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر وہ پانچ نمازیں پڑھے تو اس کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جیسا کہ یہ پتے گر رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (3)۔

ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابو مالک اشعری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نمازوں کو ان کے درمیانی وقت میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ بنا دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (4)

امام احمد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نماز اپنے سامنے والے گناہوں کو گرا دیتی ہے (یعنی نماز کی ادائیگی سے قبل بندے سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں نماز انہیں ساقط کر دیتی ہے) (5)

امام احمد، بزار، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ وضو فرما رہے تھے پھر آپ نے فرمایا: جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر کھڑا ہوا اور نماز ظہر پڑھی۔ تو ظہر اور صبح کی نماز کے دوران جو گناہ اس سے ہوئے وہ بخش دیئے گئے۔ پھر اس نے عصر کی نماز پڑھی تو ظہر اور عصر کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ پھر اس نے مغرب کی نماز ادا کی۔ تو مغرب اور عصر کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیئے گئے پھر اس نے عشا کی نماز پڑھی تو مغرب اور عشاء کے درمیان جو گناہ ہوئے وہ معاف کر دیئے گئے پھر وہ رات گزارتا ہے اور اپنی رات میں طرح طرح کے غلط کام کرتا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 164، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 63-162 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 159
4۔ ایضاً 5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 413، دار صادر بیروت

ہے پھر اگر وہ اٹھے، وضو کرے اور صبح کی نماز پڑھے تو صبح اور عشاء کی نماز کے درمیان جو گناہ اس سے صادر ہوئے وہ معاف کر دیئے جائیں گے (1)۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے عثمان! یہ نیکیاں ہیں تو باقیات کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: باقیات سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنا ہے۔

امام بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا اس (کے بدن پر) میل کچیل میں سے کوئی شے باقی رہے گی؟ صحابہ کرام نے عرض کی: نہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح پانچ نمازیں ہیں، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا۔ البتہ برائی کو نیکی سے مٹا دیتا ہے (3)۔

امام حکیم ترمذی، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے کوئی شے نہیں دیکھی جو پرانی برائی کی جگہ نئی نیکی سے بڑھ کر طلب اور ادراک کے اعتبار سے زیادہ حسین ہو۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ (4)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: اے معاذ! برائی کے پیچھے نیکی کروا سے مٹا دے گی (5)۔

امام احمد، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے نصیحت فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر جب تجھ سے برا عمل صادر ہو جائے تو اس کے پیچھے نیک عمل کر۔ وہ اسے ختم کر دے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا لا الہ الا اللہ حسنات (نیکیوں) میں سے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "ھی افضل الحسنات" یہ تو سب سے افضل نیکی ہے (6)۔

امام ابو یعلی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رات یا دن کی کسی ساعت میں جب بندہ لا الہ الا اللہ کہے، تو وہ نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی مثل نیکیاں وہاں لکھ دی جاتی ہیں (7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 158، بیروت
2۔ صحیح مسلم، باب المشی الی الصلوٰۃ تمحی بہ الخطایا، جلد 6-5، صفحہ 45-144 بیروت
3۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 387، دار صادر بیروت
4۔ نوادر الاصول، باب فی الحسنۃ الحدیثۃ والذنب القدیم، صفحہ 238، بیروت
5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 228، دار صادر بیروت
6۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 169
7۔ مسند ابو یعلی، جلد 3، صفحہ 272

امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے چھوٹی بڑی کوئی ضرورت نہیں چھوڑی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ اسی (نظریہ) پر اٹھے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو آدمی گناہوں کے پیچھے نیکیاں کرتا ہے اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس (کے جسم) پر لوہے کی تنگ زرہ ہو۔ قریب ہے کہ وہ اس کا گلا گھونٹ دے گی پس جب اس نے وہ نیک عمل کیا تو اس نے اس کی ایک گرہ کھول دی یہاں تک کہ وہ اس کی ساری کی ساری گرہیں کھول دے گا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: بے شک نماز حسنات میں سے ہے اور پہلی نماز سے لے کر عصر کی نماز تک جو گناہ ہوئے ان کا کفارہ نماز عصر ہے، نماز عصر سے لے کر نماز مغرب کے درمیان جو ہوا اس کا کفارہ نماز مغرب ہے اور مغرب اور عشاء کے درمیان کا کفارہ نماز عشاء ہے۔ پھر بندۂ مسلم اپنے بستر پر اس حال میں پناہ لیتا ہے کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا، جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (1)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الصغیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بات دوبارہ کہی۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ یہ نماز نہیں پڑھی ہے اور تو نے اس کے لیے اچھے طریقے سے وضو نہیں کیا تھا؟ اس نے عرض کی: کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہی اس کا کفارہ ہے (2)۔

امام مالک اور ابن حبان رحمہما اللہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں ضرور بر ضرور ایک حدیث بتاؤں گا۔ اگر کتاب میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں وہ حدیث نہ بتاتا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کوئی آدمی بھی نہیں جو وضو کرتا ہو اور خوب اچھے طریقے سے کرتا ہو پھر وہ پورے خشوع وخصوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسری نماز کے درمیان جو گناہ ہوتے ہیں ان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ (دوسری نماز) پڑھ لیتا ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کے بارے میرا خیال یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ آیت ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (3)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا: اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں حد تک پہنچ گیا ہوں پس آپ اسے مجھ پر نافذ کیجئے (یعنی مجھ سے ایسا فعل

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 49-148، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد　2۔ معجم صغیر، جلد 2، صفحہ 53-52

3۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، باب فضل الوضو، جلد 3، صفحہ 316، بیروت

صادر ہوا ہے جس کی وجہ سے حد شرعی لازم ہو جاتی ہے) تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمالیا۔ پھر نماز کھڑی ہوگئی۔ پس جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ بے شک میں نے حد کا ارتکاب کیا ہے سو آپ اسے مجھ پر قائم کیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے وضو کیا ہے اور پھر تو آیا ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے جواباً عرض کی: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پس تو چلا جا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرمادی ہے (1)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تھا۔ تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ بے شک میں حد میں واقع ہو گیا ہوں سو آپ اسے مجھ پر قائم کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے اس کے بارے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز پڑھی۔ پس جب آپ نماز مکمل کر چکے تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ بے شک میں حد میں واقع ہو گیا ہوں۔ سو آپ کتاب اللہ کا فیصلہ مجھ پر نافذ کیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیرا گناہ معاف فرما دیا ہے (2) (الف)۔

بزار، ابویعلی، محمد بن نصر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر میٹھے پانی سے بھر کر جاری ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتے ہو۔ تو کیا میل کچیل میں سے کوئی اس میں باقی رہے گی؟ فرمایا میل کچیل اس کے گناہ ہیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو میل کچیل میں سے کوئی شے اس پر باقی نہیں رہے گی (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزرنے والی نہر کی طرح ہے جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ

1۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات، جلد 5، صفحہ 16-15، بیروت
2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب ان الحسنات یذھبن السیئات، جلد 17، صفحہ 68-67، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 370، دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 160، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 5۔ ایضاً

(الف) دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات میں حد کے ارتکاب سے مراد فعل زنا کا ارتکاب نہیں۔ بلکہ فقط بوس و کنار ہے۔ تب ہی آپ ﷺ نے اس پر حد زنا جاری نہیں کی بلکہ یہ ارشاد فرمایا۔ کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے حد یا گناہ سے پاک کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

غسل کرتا ہوں۔ تو کیا کوئی میل اس پر باقی رہ جائے گی (1)۔

امام احمد، ابن خزیمہ، محمد بن نصر، طبرانی نے الاوسط میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کئی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے افضل تھا۔ پس ان میں سے جو افضل تھا وہ فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد دوسرا چالیس برس تک زندہ رہا۔ پھر وہ بھی فوت ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسرے پر پہلے کی فضیلت کا ذکر کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا تھا؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم اسے جانتے ہو جو (اجر) اس کی نماز نے اسے عطا کیا ہے؟ پھر اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا تم دیکھتے ہو کہ اس پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی (2)؟

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گزر رہی ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ بار غسل کرتا ہو، تو کیا اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی (2)؟

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے میں کوئی نماز نہیں پڑھتا مگر میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے سامنے والی (لغزشوں) کا کفارہ ہو گی۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان آدمی نہیں ہے کہ اس پر فرض نماز کا وقت ہو جائے وہ اٹھے اور وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز پڑھے اور خوب خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھے مگر یہ کہ جو گناہ اس سے اس نماز اور اس سے پہلے والی نماز کے درمیان صادر ہوئے وہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (4)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پانچ نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر ایک آدمی کارخانے میں کام کرتا ہو اور اس کے گھر اور کارخانے کے درمیان پانچ نہریں ہوں۔ پس جب وہ کارخانے میں آئے اس میں جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ کام کرے اور اس کے جسم پر میل کچیل یا پسینہ لگ جائے اور جب بھی وہ نہر کے پاس سے گزرے تو اس میں غسل کرے کیا میل کچیل میں سے کوئی شے اس پر باقی رہے گی؟ پس اسی طرح نماز ہے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 160، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ مستدرک حاکم، باب فضل الصلوات الخمس، جلد 1، صفحہ 316، بیروت
3۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 164، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 266

کہ جب بھی کسی نے گناہ کا عمل کیا پھر نماز پڑھی اور دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس سے پہلے والے گناہ معاف فرمادیتا ہے (1)۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الصغیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر نماز کے وقت پکار کر کہتا ہے اے آدم کی اولاد! اٹھو اپنی اس آگ کی طرف جسے تم نے اپنے آپ کے لیے روشن کیا ہے پس اسے بجھادو (2)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز کے وقت ایک نداد ینے والا بھیجا جاتا ہے اور وہ آکر کہتا ہے اے اولاد آدم! اٹھو اور اپنے سے اس آگ کو بجھادو جو تم نے اپنے نفسوں پر جلا رکھی ہے پس وہ اٹھتے ہیں اور خوب طہارت حاصل کرتے ہیں (وضو) اور نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے وہ گناہ جو دو نمازوں کے درمیان ہوتے ہیں انہیں معاف کردیا جاتا ہے۔ پس جب عصر کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو پھر اسی طرح ہوتا ہے پھر جب مغرب کی نماز کا وقت آتا ہے تو پھر اسی طرح ہوتا ہے اور جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو پھر بھی اسی طرح ہوتا ہے نتیجۃً وہ سوتے ہیں اس حال میں کہ ان کی مغفرت ہوچکی ہوتی ہے۔ پس وہ عمل خیر میں رات گزارتا ہے یا عمل شر میں رات بسر کرتا ہے (3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ فرض نماز دوسری نماز تک اپنے سے پہلے ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اس سے پہلے صادر ہوں۔ اور رمضان المبارک کا مہینہ دوسرے رمضان المبارک تک اپنے سے پہلے ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور ایک حج دوسرے حج تک اپنے سے پہلے گناہوں کو ختم کردیتا ہے (4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے (5)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے گناہ اس کے سر پر بوجھ ہوتے ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے تو اس سے گناہ گر جاتے ہیں۔ پس وہ اپنی نماز سے اس حال میں فارغ ہوتا ہے کہ اس سے اس کے گناہ گر چکے ہوتے ہیں (6)۔

1۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 38-37، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ معجم صغیر، جلد 2، صفحہ 130، بیروت
3۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 75-174، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 261
5۔ مجمع الزوائد، باب فضل الصلوٰۃ وحقنہا للدم، جلد 2، صفحہ 37، دارالفکر بیروت
6۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 250

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک بندہ جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کی گردن پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب وہ رکوع کرتا ہے تو وہ بکھر جاتے ہیں (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی گناہ کرتا ہے پھر وضو کرتا ہے اور پھر دو رکعت یا چار رکعتیں فرض یا غیر فرض نماز ادا کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پانچ نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے (3)۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف اور بزار اور طبرانی نے آپ سے ہی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: فرض نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہ کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہو اور وہ ہر روز اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا اس کے بعد اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس کے دروازے پر نہر ہو اور وہ ہر روز اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا اس طرح اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟ (6)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہر عیب اور گالی کا کفارہ دو رکعتیں ہیں (7)۔

ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ جلتے رہتے ہیں اور جب وہ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر وہ جلتے رہتے ہیں اور جب عصر کی نماز پڑھتے ہی تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر جلتے ہیں اور جب مغرب کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے یہاں تک کہ آپ نے تمام نمازوں کا ذکر کیا (8)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الصغیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جلتے رہتے ہو۔ اور جب تم صبح کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اس (جلن) کو دھو ڈالتی ہے پھر تم جلتے رہتے ہو اور جب ظہر کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے، پھر تم جلنا شروع کر دیتے ہو اور جب عصر کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم جلنا شروع کر دیتے ہو اور جب تم مغرب کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم جلنے لگتے ہو اور جب عشاء

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 37 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 38 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 159، مدینہ منورہ
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 160
7۔ ایضاً 8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 160

کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم سو جاتے ہو اور پھر تمہارے بیدار ہونے تک کچھ نہیں لکھا جاتا (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: پرانے گناہوں کی جانب نئی نیکیوں کے ساتھ جلدی کرلو۔ پس اگر تم میں سے کسی نے اتنے گناہ کیے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان خلا ہے۔ پھر اس نے نیک عمل کیا۔ تو بالیقین وہ اس کے گناہوں پر بلند ہوگا یہاں تک کہ ان پر غالب آجائے گا (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پرانی برائیوں کے خلاف نئی نیکیوں سے مدد طلب کرو۔ بے شک تم ہرگز کوئی ایسی شے نہیں پاؤ گے جو نئی نیکی سے بڑھ کر پرانی برائی کو ختم کرنے والی ہو اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں بھی ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ کے تحت کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خوشحالی اور تنگ دستی میں، قحط سالی اور شادابی میں اور عافیت اور مصیبت میں (یعنی ہر قسم کے حالات میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے جس آدمی کا میلان ایسی ذاکر عورت کی جانب ہو تو اس کے لیے یہ ارشاد ہے: ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ۔

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۶﴾

"تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ ان امتوں میں جو تم سے پہلے گزری ہیں ایسے زیرک لوگ ہوتے جو روکتے زمین میں فتنہ و فساد برپا کرنے سے مگر وہ قلیل تھے جنہیں ہم نے نجات دی تھی ان سے اور پیچھے پڑے رہے ظالم اس عیش و طرب کے جس میں وہ تھے اور وہ مجرم تھے"۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت مجھے پڑھائی۔

حضرت ابن ابی مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَلَوْ لَا بمعنی فهلا ہے (یعنی کیوں نہیں)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں فرمایا: تم سے پہلے نہیں ہوئے جو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے مگر وہ تھوڑے تھے (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں

1۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 20-119، دار المعارف الریاض 2۔ کتاب الزہد، صفحہ 230، بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 165، دار احیاء التراث العربی بیروت

ہر قوم سے قلیل قرار دے رہا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ اور پیچھے پڑے رہے ظالم اس عیش وطرب کے جس میں وہ اپنی ملکیت اپنے جبر اور حق کو چھوڑنے کی صورت میں تھے (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اُتْرِفُوْا فِيْهِ کا معنی ہے۔ جس میں انہوں نے دیکھا (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا (پیچھے پڑے رہے ظالم اس عیش وطرب کے جس میں وہ اپنی دنیا میں سے تھے۔ بے شک اس دنیا نے بہت سے لوگوں کے ساتھ عقد کیا اور انہیں اپنی آخرت سے غافل کر دیا۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

''اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ برباد کر دے بستیوں کو ظلم سے حالانکہ ان میں بسنے والے نیکو کار ہوں''۔

امام طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور دیلمی نے جریر رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ سے مذکورہ آیت کی تفسیر کے بارے سوال کیا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ کا معنی ہے کہ ان میں بسنے والے ایک دوسرے سے انصاف کرتے ہوں (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور خرائطی رحمہما اللہ نے مساوی الاخلاق میں اسے حضرت جریر رحمہ اللہ سے موقوف روایت کیا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۚ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

''اور اگر چاہتا آپ کا رب تو بنا دیتا سب لوگوں کو ایک ہی امت (لیکن حکمت کا یہ تقاضا نہیں اس لیے) وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر وہ جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا (وہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے) اور اسی (رحمت) کے لیے انہیں پیدا فرمایا ہے۔ اور پوری ہوگئی آپ کے رب کی (یہ) بات کہ میں ضرور بھر دوں گا جہنم کو جن وانسان (دونوں) سے''۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک سے بیان کیا ہے کہ اُمَّةً وَّاحِدَةً کا مفہوم ہے ایک ہی دین رکھنے والے، اہل ضلالت یا ہدایت پانے والے (یعنی اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی دین کا پیروکار بنا دیتا، گمراہ کر دیتا یا ہدایت یافتہ بنا دیتا)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 166، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 4، صفحہ 414، مکہ مکرمہ

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ کا معنی ہے اہل حق اور اہل باطل ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ یعنی اہل حق اور وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کا معنی ہے اور اسی رحمت کے لیے تو اہل حق کو پیدا فرمایا ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر وہ جو اس کی رحمت کے اہل ہیں بے شک وہ اختلاف نہیں کریں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں فرمایا: وہ ہمیشہ خواہش میں اختلاف کرتے رہیں گے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ کا مفہوم ہے یہودی، عیسائی، مجوسی اور دین ابراہیمی کے پیروکار ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے اور وہ جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا وہ حنیفیہ یعنی دین ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہیں (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ مختلف دینوں پر اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا وہ اختلاف نہیں کریں گے اور وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کے بارے فرمایا: کہ اسی اختلاف کے لیے انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اہل باطل ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے سوائے اہل حق کے جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا: اور اسی رحمت کے لیے انہیں پیدا فرمایا (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ مذہبوں کا اختلاف ہمیشہ کرتے رہیں گے سوائے اہل قبلہ کے جن پر تیرے رب نے رحم فرمایا اور اسی رحمت کے لیے انہیں پیدا فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اہل اہل جماعت ہیں۔ اگرچہ ان کے شہر اور ان کے بدن متفرق ہوں اور اس کی نافرمانی کرنے والے فرقہ پرست ہیں۔ اگرچہ ان کے بدن اکٹھے اور یکجا ہوں۔ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اسی رحمت اور عبادت کے لیے انہیں پیدا فرمایا اور انہیں اختلاف کے لیے پیدا نہیں کیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو گروہ پیدا فرمائے۔ ایک فریق جس پر رحم کیا جائے گا اور وہ اختلاف نہیں کرے گا۔ اور دوسرا جس پر رحم

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 203، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 167، بیروت
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 70-168 4۔ ایضاً

نہیں کیا جائے گا اور وہ اختلاف کرے گا۔ اسی طرح یہ ارشاد بھی ہے فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ (ہود: 105) (1)

امام ابن منذر نے قریش سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں عمرو بن عبید کے پاس تھا۔ پس دو آدمی آئے اور دونوں بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے کہا: اے ابا عثمان! حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ تو آپ نے فرمایا: وہ فرماتے ہیں فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (الشوریٰ: 7) ''اس دن) ایک فریق جنت میں اور دوسرا فریق بھڑکتی آگ میں ہوگا''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کے تحت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کے لیے اور انہیں آتش جہنم کے لیے پیدا کیا اور انہیں اپنی رحمت کے لیے اور انہیں اپنے عذاب کے لیے پیدا کیا (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن نجیح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی باہم جھگڑتے ہوئے حضرت طاؤس کے پاس گئے اور ان دونوں کا آپ کے بارے اختلاف ہوگیا۔ تو آپ نے فرمایا: تم دونوں نے میرے بارے میں اختلاف کیا ہے تو ان میں سے ایک نے کہا: اسی لیے ہم پیدا کیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تونے جھوٹ کہا ہے۔ تو اس نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا ہے وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت اور جماعت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

''اور یہ سب جو ہم بیان کرتے ہیں آپ سے پیغمبروں کی سرگزشتیں یہ اس لیے ہیں کہ پختہ کردیں ان سے آپ کے قلب (مبارک) کو۔ اور آیا ہے آپ کے پاس اس سورت میں حق اور یہ نصیحت اور یاد دہانی ہے اہل ایمان کے لیے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے تا کہ آپ جان لیں اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ان کی امتوں کی جانب سے پیش آیا (3)۔

عبد الرزاق، فریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ کا معنی ہے۔ اور آپ کے پاس اسی سورۃ میں حق آیا ہے (4)۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 170، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 172
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 173 5۔ ایضاً

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اس دنیا میں حق آیا ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس سورت میں کہا کرتے تھے اور حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دنیا میں آپ کے پاس حق آیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو رجاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اس سورت میں حق آیا ہے۔

وَ قُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ انْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

”اور آپ فرما دیجئے انہیں جو ایمان نہیں لائے کہ تم عمل کرتے رہو اپنی جگہ پر اور ہم (اپنے طور پر) عمل پیرا ہیں اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام۔ تو آپ بھی اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھیے اور نہیں ہے آپ کا رب بے خبر اس سے جو تم لوگ کرتے ہو“۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ **مَكَانَتِكُمْ** بمعنی منازلکم ہے۔ یعنی تم اپنی منازل پر عمل کرتے ہو۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وہ **وَ انْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ** کے تحت بیان کرتے ہیں کہ تم شیطان کے وعدوں کا انتظار کرو اس سے بچو جو وہ تمہارے لیے آراستہ کر کے تم پر پیش کرتا ہے۔ **وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ** کی تفسیر میں فرمایا۔ پس وہی ان کے درمیان اپنے حکم سے عدل کا فیصلہ فرمائے گا(2)۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات کا آغاز اس سے ہے جس سے سورۃ الانعام کا آغاز ہوا ہے اور تورات کا خاتمہ سورۃ ہود کے خاتمہ کی طرح ہے: **وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ**۔ الیٰ قولہ۔ **بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ**۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 174، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 76-175　3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 176

کتابِ رشد و ہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے

نور و سرور اور جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت

اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی و تفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں

مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔

اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، ججز

اور عوام و خواص کے لئے قیمتی سرمایہ

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

التماس سورہ فاتحہ برائے تمام مرحومین

۱) شیخ صدوق
۲) علامہ مجلسی
۳) علامہ اظہر حسین
۴) علامہ سید علی نقی
۵) بیگم و سید عابد علی رضوی
۶) بیگم و سید احمد علی رضوی
۷) بیگم و سید رضا امجد
۸) بیگم و سید علی حیدر رضوی
۹) بیگم و سید سبط حسن
۱۰) بیگم و سید مردان حسین جعفری
۱۱) بیگم و سید سجاد حسین
۱۲) بیگم و مرزا توحید علی
۱۳) سید حسین عباس فرحت
۱۴) بیگم و سید جعفر علی رضوی
۱۵) سید نظام حسین زیدی
۱۶) سیدہ ممتاز زہرہ
۱۷) سیدہ رضویہ خاتون
۱۸) سید محمد محسن
۱۹) سید مبارک رضا
۲۰) سید تہنیت حیدر نقوی
۲۱) بیگم و مرزا محمد ہاشم
۲۲) سید باقر علی رضوی
۲۳) بیگم و سید باسط حسین
۲۴) سید عرفان حیدر رضوی
۲۵) بیگم و اخلاق حسین
۲۶) سید ممتاز حسین
۲۷) بیگم و سید اختر عباس
۲۸) سید محمد علی
۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۳۰) سید مظفر حسین
۳۱) سید باسط حسین نقوی
۳۲) غلام محی الدین
۳۳) سید ناصر علی زیدی
۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۳۵) ریاض الحق
۳۶) خورشید بیگم
۳۷) محمد علی
۳۸) غلام سجاد بیگ
۳۹) بیگم و سید شمشاد حسین